سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۱



عرفانِ محبت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل

کراچی • لاہور • اسلام آباد • پشاور • بہاولنگر • بنوں

مرکزی دفتر

لاہور آفس: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

پوسٹ بکس نمبر 2074 لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 5400 فون: 6370371 – فیکس: 042-6373310

فیضِ صحبتِ ابرار یہ سرّ و محبت ہے — محبت تیرا اضافہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

یہ فیضِ صحبت و دستو اس کی اشاعت ہے — جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

عرفانِ محبت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

*

الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل (رجسٹرڈ)

کراچی ○ لاہور ○ اسلام آباد ○ پشاور ○ بہاولنگر ○ بنوں

زیرِ سرپرستی یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ○ پوسٹ بکس نمبر 2074

جامع مسجد قدسیہ ... پوسٹ کوڈ نمبر 54000

فیکس 042-6370371 — 042-6373310 ☎

فیضِ صحبتِ ابرار ہے دردِ محبت ہے
[illegible] صحبت و [illegible] کی اشاعت ہے

[illegible] تمام اہلِ قلب [illegible] تیرے نورِ دل کے
[illegible] تیرے رازِ دل کے

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

سلسلہ
اشاعت دعوۃ الحق ۲۸۲

نام وعظ : ـــــ عرفانِ محبت

واعظ : ـــــ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع وعظ : ـــــ حضرت سید عشرت جمیل ملقب بہ میر صاحب مدظلہم العالی

تصحیح کتابت : ـــــ مولانا محمد یوسف حقانی مدظلہم العالی

کتابت : ـــــ قاضی نثار النبی

اشاعت : ـــــ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

ناشر : ـــــ الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل (رجسٹرڈ) کراچی۔ لاہور۔ اسلام آباد۔ پشاور۔ بہاولنگر

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور

بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہِ قائدِ اعظم ○ لاہور

پوسٹ بکس نمبر: 2074 پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 042-6373310

فیکس: 042-6370371

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) فقیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

042-6861584 - 6551774:

نگرانِ اشاعت **ڈاکٹر عبد المقیم**

خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

32 راجپوت بلاک فقیر آباد باغبانپورہ۔ لاہور فون: 042-6861584-042-6551774

فہرست

پیشِ لفظ

احبابِ برطانیہ کی فرمائش پر اس سال صفر المظفر ۱۴۱۸ھ بمطابق جون ۱۹۹۷ء کو عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا برطانیہ کا تیسرا سفر ہوا۔ راستہ میں ایک ہفتہ ترکی میں قیام فرمایا جہاں لندن اور جنوبی افریقہ سے بہت سے اکابر علماء اور احباب تشریف لائے۔ کُل بتیس ۳۲ احباب تھے جن کی ہمراہی میں استنبول سے دو دن کے لئے مولانا رومی کے شہر قونیہ کا سفر ہوا۔

اس کے بعد حضرت والا کی مع احباب لندن تشریف آوری ہُوئی جہاں چند دن قیام کے بعد باربڈوز (ویسٹ انڈیز) کا سفر ہوا۔ وہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ ان تمام اسفار میں عظیم دینی نفع جُملہ احباب نے ظاہراً و باطناً محسوس کیا۔

باربڈوز روانگی سے قبل حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدھم کی فرمائش پر حسبِ سابق جامع مسجد الفیصل لیسٹر میں ۲۱، جون ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر دو بج کر پینتالیس منٹ پر حضرت والا دامت برکاتہم کا بیان تجویز تھا۔ سامعین کی کثیر تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر عجیب درد بھرا بیان تھا اور بعض ایسے جدید الہامی مضامین بیان ہُوئے جو اس سے پہلے کبھی بیان نہ ہوئے تھے اور اکثر سامعین اشکبار تھے۔

بیان کے بعد حضرت مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم نے احقر راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل زندہ ہو گیا اور اسلاف کی

یاد تازہ ہوگئی اور فرمایا کہ حسبِ سابق اس بار بھی بیان کی کتابت و طباعت کے جملہ مصارف کا میں انتظام کروں گا لہٰذا اس کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے چنانچہ داعیٔ سفر حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم نے اس کو ٹیپ سے نقل فرمایا، احقر راقم الحروف نے مرتب کر کے جا بجا عنوان قائم کئے اور اس کا نام عرفانِ محبت تجویز کیا گیا اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی سے پہلی بار شائع کیا جارہا ہے۔

آج مورخہ ۲۹، ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۴، اگست ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ طباعت کے لئے دیا جارہا ہے اور اس کا مسودہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ لیسٹر روانہ کیا جائے گا۔ جہاں حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدہم خطیب جامع مسجد لیسٹر (برطانیہ) کی حسبِ خواہش برطانیہ سے علیحدہ شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

راقم الحروف
احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ
خادم
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ۔ گلشنِ اقبال۔ کراچی

عرفانِ محبّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ ۔

حضرات سامعین !

مری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ ذوق کہ اللہ والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں زندگی گذارنا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد اور شوقِ نبوت اور ذوقِ نبوت ہے جس کی دلیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے بیان کروں گا۔

انعامِ محبّت

صحابہ کرام سے آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مرتبہ سے نوازا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اس کے آرام کدہ اور گھر سے بے گھر کرکے حکم دے رہا ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ جو بندے میرے عاشق ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں آپ ان کے پاس جاکر

بیٹھیے تاکہ آپ کی محبت کے صدقے میں انھیں نسبتِ قویہ عطا کردوں اور آپ کی خوشبو سے انھیں ایسا بسادوں کہ جس طرف سے وہ گذریں آپ کی خوشبو پھیل جائے اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک میری محبت کی تاریخ قائم ہوجائے۔ کسی کے جہاد سے، کسی کی شہادت سے، کسی کی فراست سے، کسی کی عبادت سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کررہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو یاد کررہے ہیں تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ والے یہی لوگ ہیں پھر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں یاد کررہے ہو؟ عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

نیت کا اثر میرے مُرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص سُبحان اللہ! سُبحان اللہ کہہ رہا ہے اور سڑک سے گذر رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے اللہ والا سمجھ کر چندہ دیں میری خوب خاطر ہو کہ یہ بہت بڑا عاشقِ حق جارہا ہے تو اس کے ہر سُبحان اللہ کہنے پر گناہ اور وبال لکھا جارہا ہے کیونکہ اس کا ذکر اللہ اللہ کے لیے نہیں ہے، پیٹ اور دُنیا اینٹھنے کے لیے ہے۔ اور ایک آدمی اللہ کا حکم سمجھ کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے امرود بیچ رہا ہے اور وہ سڑک پہ کہہ رہا ہے کہ لے امرود، لے امرود تو اس کو ہر لے امرود کہنے پر سُبحان اللہ سے زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے کیونکہ سُبحان اللہ مستحب ہے۔ نفل ہے اور

حلال کمائی فرض ہے۔ طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمھاری عاشقی ہم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یاد وہی کرتا ہے جو عاشق ہوتا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اُس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

نگاہوں کا فیض

(درمیان میں ایک سامع وعظ آنکھیں بند کئے ہوتے تھے تو انہیں متنبہ کرنے کے لئے فرمایا کہ)

اودھر دیکھو! نظر سے نظر کو ملانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ کو نیند نہیں آئے گی اور ہمیں بھی یقین رہے گا کہ آپ سو نہیں رہے ہیں۔ اگر آپ نے آنکھ بند کرلی تو ممکن ہے کہ آپ عرشِ اعظم کی سیر کررہے ہوں مگر دوسرا وسوسہ بھی آسکتا ہے کہ نہیں زمین پر دھرے ہوں۔ اس لئے جب دلیل قوی موجود ہو دلیل ضعیف مت پیش کرو۔ آنکھ کھول کر سنو کچھ باتیں آنکھوں سے ملتی ہیں ؎

میکشو یہ تو میکشی رندی ہے میکشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

کچھ باتیں آنکھوں سے پی جاتی ہیں اور آنکھوں کی پی جاتی ہے۔

ایک نابینا مومن ہے نابینا! نبی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے وہ صحابی ہوگیا حالانکہ خود نابینا ہے۔ آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کی کرامت

سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دہلی سے دیوبند اور دیوبند سے بالاکوٹ جہاد میں جا رہے ہیں۔ راستہ میں ایک شخص اس زاویہ سے کھڑا ہوگیا کہ سید صاحب جب ادھر سے گذریں تو مجھ پر ایک نظر پڑجائے چنانچہ جاتے جاتے سید صاحب کی ایک نظر اس پر پڑگئی بس اسی دن سے اس کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ مسجد پہنچتے جاتے تھے تو مسجد روشن ہوجاتی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی مسجد میں کس کے آنے سے روشنی ہوتی ہے؟ ایک لڑکے کو مقرر کردیا کہ وہ اس کا اندازہ کرے چنانچہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور روشنی ہوئی یہ انہیں لے آیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ آپ کیا وظیفہ پڑھتے ہیں کہ آپ کے آنے سے مسجد میں روشنی ہوجاتی ہے؟ ان نے بتایا کہ میں کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں میں ایک عامی مسلمان ہوں مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحبِ نسبت کی مجھ پر نظر پڑی تھی جب وہ جان دینے کے لیے بالاکوٹ جا رہے تھے۔

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے؟

یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں۔

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کی کرامت

حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد فتحپوری دہلی میں چھ سات گھنٹے عبادت کرتے جب دل کا نور لبریز ہو کر آنکھوں سے ٹپکنے لگا اور چہرہ سے جھلکنے لگا تو جیسے ہی مسجد فتحپوری سے نکلنے لگے ایک کُتّا وہاں بیٹھا تھا اس پر نظر پڑگئی۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ جہاں جہاں وہ کُتّا جاتا تھا' دہلی کے سب کُتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جب کہ کُتّوں کا مزاج باادب بیٹھنے کا نہیں ہے۔ بھونکنے کا مزاج ہے اپنی برادری سے انہیں زیادہ حسد ہوتا ہے۔

کسی غیر مُسلم نے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کُتّا بڑا باوفا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا مگر اپنی قوم سے غدّار ہوتا ہے۔ کُتّا جب دُوسرے کُتّے کو دیکھتا ہے پھر دیکھو کیسا بھونکتا ہے۔ اتنا دوڑائے گا کہ جب تک وہ اپنی دُم کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان سرنڈر نہ کرلے دوڑاتا رہے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ والوں کی نظر سے کُتّا بھی محروم نہ ہوا اور وہ کُتّوں کا پیر بن گیا۔ جہاں جارہا ہے۔ سارے کُتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے ہیں جب ان کی نظر سے کُتّا بھی محروم نہ ہوا تو آہ! انسان کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟ تو مقرر کو بھی آپ کی آنکھوں سے فیض ہوتا ہے آپ کی طلب آپ کی آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

دِل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی
بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی

یہ چند باتیں ضمناً آ گئی تھیں! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمھاری عاشقی قرآن کریم کی آیت سے مِلا کر تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں گھر سے بے گھر کر کے ان لوگوں میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا جو نمبر (۱) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس لیے کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو جس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کو ضرور یاد کرتا ہے ضبط نہیں کر سکتا ہے۔

کہاں تک ضبطِ بیتابی کہاں تک پاس بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

یہ کسی بزرگ کا شعر ہے اور میرا شعر یہ ہے ؎

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ذوق و مُرادِ نبوّت

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کر رہے ہو، تمھارے اخلاص پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ. کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا چاہتے ہیں تو تمھارے اخلاص پر کون تنقید کر سکتا ہے؟ اللہ تعالےٰ خود فرما رہے ہیں یہ وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ کو یاد کر رہی ہے۔ لہٰذا میرا جینا اور مرنا ایسے عاشقوں کے ساتھ ہی ہو گا۔

اہلِ محبت کی قیمت

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ غریبی کی وجہ سے ایک لباس میں ہیں آپ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں فاقہ کی وجہ سے آپ لوگوں کے بال

بکھرے ہوئے ہیں غربت کی وجہ سے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ لوگوں کی یہ قیمت ہے کہ تمام پیغمبروں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھر سے بے گھر کر کے تمہارے پاس بیٹھنے کا حکم ہو رہا ہے اور وَاصْبِرْ کے ذریعہ سے یعنی خلوت مع اللہ کو چھوڑنے سے اگر آپ کو تکلیف بھی ہو تو برداشت کیجئے اور جلوت میں ان صحابہؓ میں بیٹھئے اور آپ کو جو نسبت حق تعالیٰ سے ہے اس کو ان صحابہ میں منتقل کر کے قیامت تک کے لیے اسلام ایمان اور اخلاص کی خوشبو کے نشر کا ذریعہ بنا دیجئے (سبحان اللہ)

آپ نے ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قیمت دیکھی؟ آج ہم قیمت لگاتے ہیں اپنی مرسڈیز سے، بلڈنگ سے اور اپنے بیلنس سے، ہم قیمت لگاتے ہیں لباسوں سے اور ہم قیمت لگاتے ہیں مخلوق کی سلامی سے۔ اگر سارا برطانیہ کسی کو سلام کر رہا ہو تو مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہوں کہ اس کی کوئی قیمت نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

پتہ چلے گا قیامت کے دن کہ کس کی کیا قیمت ہے؟ جس غلام سے مالک خوش ہو اس کی قیمت ہوتی ہے۔

آدمیت کیا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے، فرماتے ہیں۔

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست

آدمیت گوشت کھال اور چربی کا نام نہیں ہے، پھر آدمیت کس چیز کا نام ہے؟

آدمیت جز رضاء دوست نیست

آدمی آدم والا ہونا چاہیئے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا والا ہونا چاہیئے اپنے بابا آدم علیہ السلام والے طریقہ پر جینے والا ہونا چاہیئے۔ آدمیت جز رضاء دوست نیست۔ آدمیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں ہے۔ جس آدمی سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ آدمی ہے اور جس سے خدا ناراض ہو اس کو آدمی کہنا جائز نہیں ہے وہ صورةً آدمی ہے، غلافِ آدمیت میں ہے اور حقیقتِ آدمیت سے محروم ہے اسی کو اگلے شعر میں فرماتے ہیں۔

این کہ می بینم غلافِ آدم اند
نیست اند آدم غلافِ آدم اند

یہ جو میں دیکھ رہا ہوں یہ آدمیت کی کھال میں ہیں آدمی نہیں ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آں کہ فرزندان خاص آدم اند
نعرۂ انا ظلمنا می زنند

جو لوگ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں اگر ان سے خطا ہو جاتی ہے تو چین سے نہیں رہتے۔ چاتے نہیں پیتے، مکھن نہیں نگلتے، سموسے نہیں اڑاتے۔ دو رکعت توبہ کی پڑھ کر سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں۔ تڑپ کر مالک کو راضی کرتے ہیں اور اپنے بابا کی میراث رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کو استعمال کرتے ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام اسی سے بنا تھا۔ آپ کو تاج خلافت اسی سے عطا ہوا تھا۔ تو جو حضرت آدم علیہ السلام کی

خاص اولاد میں ان سے اگر خطا ہوجاتی ہے تو وہ بھی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ کر روتے ہیں اور جب تک ان کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز نہیں آجاتی کہ ہم نے معاف کردیا۔ اس وقت تک چاہئے اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں۔ کباب بریانی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں نعمتیں دینے والے کو ناراض کرکے جو نعمتیں ٹھونستا ہے وہ نالائق ہے بے غیرت ہے شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ گناہ کرکے پہلے توبہ کرو۔ استغفار کرو تو آسمان سے آواز بغیر حرف کے دِل میں آجاتی ہے کہ ہم نے معاف کردیا۔ اللہ تعالیٰ کی آواز حروف کی محتاج نہیں ہے۔ بغیر حروف کے آواز آتی ہے، الہام ہوتا ہے، مضمون کے لیے حروف کی ضرورت نہیں۔ مفہوم آتا ہے پھر وہ اپنے ملفوظ میں پیش کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے مجمع میں پوچھا کہ گناہوں کی معافی کا طریقہ آپ نے آہ وزاری، اشکباری بتایا تھا، لیکن کتنا روؤں، کتنی توبہ کروں اور کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا؟ اس کی کوئی علامت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائیں گے تو شانِ رحمت کا احساس قلب کو ہو جائے گا، دل میں ٹھنڈک اور سکون آجائے گا۔ یہی علامت ہے کہ معافی ہوگئی۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ کی

الہامی تشریح کیونکہ گناہوں سے دل پر دو قسم کے عذاب آتے ہیں، ایک تو اندھیرا پیدا ہوتا ہے، دوسرے دل میں جلن اور سوزش پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ گناہ کا تعلق دوزخ سے ہے لہٰذا دِل میں گرمی جلن اور سوزش اور اندھیرا

پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں استغفار کا عجیب مضمون عطا فرمایا ہے۔ فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ اے اللہ میرے گناہوں کو دھو دے برف کے پانی سے وَالْبَرَدِ اور اولے کے پانی سے۔ میرے شیخ نے مجھے جب یہ حدیث پڑھائی تو ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جونپور سے اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے اور مجلس میں موجود تھے انھوں نے سوال کیا کہ برف اور اولے کے پانی سے گناہوں کے دھلوانے کی کیوں درخواست کی جا رہی ہے؟ حضرت کو جواب معلوم نہیں تھا۔ آنکھ بند کرکے سر کو جھکایا، چند سیکنڈ کے بعد فرمایا کہ آگیا آگیا جواب آگیا۔ فرمایا کہ گناہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک حرارت اور گرمی دوسری اندھیرے گناہوں سے اندھیرے کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب اختر سے سن لو کہ چونکہ سورج کے ڈوبنے سے عالم میں اندھیرا پیدا ہو جاتا ہے تو سورج کا پیدا کرنے والا جس سے منہ پھیر لے اس کے دل میں اندھیرا نہیں آئے گا؟ میرے شیخ نے فرمایا کہ برف کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے اس کے ذریعہ گناہوں کے دھونے کی درخواست کی جا رہی ہے تاکہ گناہوں کی گرمی ٹھنڈک سے تبدیل ہو جائے اور اولے کا پانی چمکدار ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

قبولیتِ توبہ کی علامت اور اس کی مثال

تو استغفار اور توبہ اتنا کرو کہ دل میں بغیر حروف کے ایک آواز محسوس ہو کہ اب بس کرو مت رو تو ورنہ بیمار ہو جاؤ گے ہم نے معاف

کردیا۔ اس کی جستی مثال پیش کرتا ہوں ایک بچہ ہے اس سے غلطی ہوگئی اب ابا سے لپٹ کر روتے جارہا ہے جب ابا نے دیکھا کہ اب تو بے ہوش ہونے والا ہے تو اس کو گود میں اٹھا کر پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اس کا سر سینہ سے لگا کر کہتا ہے کہ بیٹے! اب مت روؤ ورنہ تمہاری صحت خراب ہوجائے گی ہم نے تم کو معاف کردیا، ہم تمہاری ندامت اور درخواست معافی اس درجہ نہیں چاہتے کہ تم بے ہوش ہوجاؤ، بیمار ہوجاؤ بس ہم نے تمہیں معاف کردیا۔ جب ماں باپ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے تو ارحم الراحمین کی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا کہ اپنے بندوں کو رلاتے رلاتے بے ہوش کردیں؟ اور ہارٹ اٹیک ہوجائے؟ یا کوئی اور مصیبت آجائے؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ بھی جب دیکھتے ہیں کہ بندہ مسلسل رو رہا ہے سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر رہا ہے اور اپنے جگر کا خون پیش کر رہا ہے تو تھوڑی ہی دیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اُسے محسوس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ یہی قبولیتِ توبہ کی علامت ہے۔ وہ ہمارے پالنے والے ہیں اس لئے بہت جلد معاف کردیتے ہیں لیکن میں آپ حضرات کو مشورہ دیتا ہوں کہ جب کبھی بدنظری ہوجائے یا نماز قضاء ہوجائے یا کوئی خطا ہوجائے تو جب تک نماز ادا نہ کرے اور کوئی قطرہ آنسو کا نہ گرائے تب تک چین نہ آئے۔ یہ صاحبِ قصیدۂ بردہ نے فرمایا کہ دریا کا دریا انڈیل تو معافی نہیں ہوگی لیکن ایک آنسو گرا تو معافی ہوجائے گی۔

گوری کو دیکھو یا کالی کو دیکھو، یہ حرام ہے، خالی مکروہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان عورتوں کو بے پردہ دیکھنا چاہے کہ چچین ہوں چاہے مسلمان ہوں یا یہودی ہوں کوئی ہو زِنَا الْعَيْنِ النَّظْرُ یہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ نظر کو بچائیں۔

حفاظتِ نظر کا حکم بواسطۂ رسالت فرمانے کے عجیب اسرار

اللہ تعالیٰ نے نظر بچانے کا براہ راست ہم کو حکم نہیں دیا سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے حکم دیا تاکہ ان کے جذبات میں دو قسم کا طوفان آئے۔ ایک تو بحیثیت محسن وخالق کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ماں کے پیٹ میں ہم نے تمہیں دو آنکھیں دیں پھر تم میری مرضی کے خلاف کیسے چلتے ہو دوسرے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہلوایا تاکہ تم کو جو محبت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو محبت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیرت ہو کر ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے دو انجن لگا دیئے جیسے کوئٹہ (پاکستان) میں پہاڑی پر جب ریل جاتی ہے تو دو انجن لگتے ہیں آگے اور پیچھے اسی طرح نظر کی حفاظت چونکہ مشکل پرچہ تھا اس لئے قُلْ کے ذریعہ اپنا حکم بھی شامل کیا اس قُلْ میں اللہ تعالیٰ کا حکم شامل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی شامل ہو گیا کہ آپ فرما دیجئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ابا اپنے بیٹوں کو دیکھتا ہے کہ نامحرم لڑکیوں

کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور غلط حرکت کر رہے ہیں تو ابا خود تو نہیں کہتا۔ باپ کو شرم آتی ہے کہ بچے کہیں گے کہ باپ کو کیسے پتہ چل گیا اس لئے ابا اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ میرے بچوں کو سمجھا دو کہ لڑکیوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی حیا آتی کہ میں اپنے غلاموں کو کس طرح کہوں لائق بندے شرما جاتے ہیں مجھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرے بندے اپنی نظر کی حفاظت کریں ہم کو چھوڑ کر غیروں کی طرف نہ دیکھیں۔

کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت مسجد کے مقتدی نہیں ہیں، ہمارے شاگرد نہیں ہیں، ہمارے مرید نہیں ہیں، محلہ والے نہیں ہیں لہٰذا یہاں بس اسٹاپ پر لڑکیاں ہیں انہیں دیکھ لو لیکن میرا ایک شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بدنظری کا اثر

جو بدنظری کرتا ہے اسے پھر اپنی بیوی سے محبت نہیں رہتی، دوسری آنکھوں میں سما جاتی ہے اس لئے حُسنِ معاشرہ اور بیوی کے حقوق کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے جو جتنا نظر بچاتا ہے اتنا ہی وہ اپنی بیوی کو پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے معافی حاصل کرنے کا طریقہ

اچانک ایک بات یاد آ گئی، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ عورتوں کی خطاؤں کو مُعاف کر دیا کرو، ان کو مارنا پیٹنا غیرتِ مردانگی کے خلاف ہے کمزوروں کو کیا مارنا ہے، لڑائی کرنی ہے تو محمد علی کلے کے پاس جاؤ وہاں باکسنگ لڑو۔ ارے میاں، عورت کتنی ہی تندرست ہو، دو تین بچوں کے بعد اس میں جان نہیں رہتی۔ ہمارے ایک پُرمذاق دوست کہتے ہیں کہ جب آدمی سے آدمی منفی ہوگیا یعنی عورت کو بچہ پیدا ہوا، آدمی سے آدمی نکل آیا تو کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ عورت بچہ پیدا ہوجانے کے بعد کمزور ہوجاتی ہے لہٰذا ان کی ہزار خطائیں مُعاف کر دو۔ قیامت کے دن ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو مُعاف فرمائیں گے۔

بیویوں سے نیک برتاؤ کی دلسوز مثال

دیکھئے آپ کی بیٹی کو آپ کا داماد مُعاف کر دیتا ہے تو ایسے داماد سے آپ کتنے خوش ہوں گے؟ قربان ہوجائیں گے ایسے داماد پر، کوئی بلڈنگ آپ کی ہو تو وہ بھی آپ اس کے نام لکھ دینا چاہیں گے تو جب ایک ابا کو اتنی محبت ہے تو ربّا کو اپنی بندیوں سے کتنی محبت ہوگی؟ جس نے ان بندیوں کو پیدا کیا۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

جو شخص اپنی بیوی کی خطاؤں کو مُعاف کرتا ہے، ان کو پیار کرتا ہے، شفقت کرتا ہے ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہوتا ہے۔ تہجّد گذار اور سُبحان اللہ پڑھنے والوں سے بھی زیادہ، جو اپنی بیویوں پر رحم کرتے ہیں، اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ بہت اونچے درجہ کا مقام عطا کرتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو اس پر کرامت عطا ہوئی جیسے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کی بیوی بد مزاج اور کڑوی تھی مگر برداشت کرتے تھے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں شیر کی سواری دی۔ دیکھو جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیر پر چلتے تھے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ایک شخص ہزار میل دور سے ان سے بیعت ہونے کے لئے پہنچے۔ گھر جا کر پوچھا کہ شاہ ابوالحسن کہاں ہیں؟ (وہ جنگل گئے تھے لکڑیاں لانے) بیوی نے کہا کہ حضرت وضرت کچھ نہیں تم کہاں کے چکر میں آگئے؟ وہ بے چارا رونے لگا کہ میرا تو اتنا لمبا سفر بیکار گیا۔ لوگوں سے پوچھا انہوں نے کہا گھبراؤ مت، وہ کڑوی مزاج ہے جاؤ جنگل میں ان کی کرامت دیکھو۔ وہ بڑے بزرگ ہیں۔ یہ جنگل میں پہنچے گھبراتے ہوئے۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ ان کو گھر سے کوئی بات ملی ہے۔ فرمایا گھبراؤ مت بیوی کے مزاج کی کڑواہٹ برداشت کرنے سے آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیر کی سواری دی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بات کو کس طرح مثنوی میں ضبط کیا ہے وہ سنئے۔

گر نہ صبرم می کشیدے بار زن
کے کشیدے شیر نر بیگار من

اگر میرا صبر میری بیوی کی کڑوی باتوں کے بوجھ کو نہ اٹھاتا اور صبر نہ کرتا تو یہ شیر نر میری بیگاری کرتا؟ میری مزدوری کرتا کہ لکڑیاں اٹھا رہا ہے؟

بیویوں کا ایک اور حق

اور بیویوں کا ایک حق اور ہے جو کم لوگ جانتے ہیں کہ ان کو مہینہ میں کچھ وظیفہ کچھ ہدیہ دے دیا کرو

اور پھر اس کا حساب لو اور اس کی مقدار کیا ہو؟ جتنا ہو؟ جتنا آپ کا امپورٹ ہو۔ (کھاتے تو دس کلو اور ایکسپورٹ کرے مُرغی کے برابر) جتنی آپ کی آمدنی ہو اس کے تناسب سے وظیفہ بھی دیا جائے۔

میری بات اس پر شروع ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمھاری عاشقی مسلم ہے اس لئے میرا جینا اور مرنا تمھارے ساتھ ہوگا لہٰذا میرا یہ شعر جو شروعِ خطبہ میں پڑھا تھا اس حدیث کا ترجمان ہے۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

اور

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب؟
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اور

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

بہت تھکا ہوا ہوں اس لئے مضمون سمیٹتا ہوں لیکن ۔

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر میں کیا کروں چُپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

دیکھئے کراچی میں ابھی ابھی یہ شعر ہُوا تھا جس کو میں نے پرچہ میں لکھوا کر جلسہ میں پڑھوایا۔ یہ شعر ابھی ابھی حالت سفر میں ہوا ہے۔

ارض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جا سکا
وہ غم تمہارا' دل ہے ہمارا لئے ہوئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا زمین و آسمان اور پہاڑوں نے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم آپ کے دردِ محبت کو برداشت نہیں کر سکتے وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اس دردِ غم کو انسان نے اٹھا لیا۔ (حضرت والا نے شعر پڑھنے والے سے فرمایا کہ میرا جہاں قیام ہے وہاں آ کر اس کو ریکارڈ کرنا اور فرمایا کہ میرا قیام مجلس دعوۃُ الحق میں ہے۔ جامع)

مجلس دعوۃُ الحق کیا ہے اور کس نے قائم کی؟

دعوۃ الحق کیا ہے؟
حضرت تھانوی رحمۃ

اللہُ تعالیٰ علیہ نے اس کو قائم فرمایا اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا نام رکھا۔ حضرت والا نے ایک مجلسِ شوریٰ بلائی اور موجود علماء کرام سے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لئے ایک ترتیب نظام تجویز ہے پھر اس کے نام کے لئے پوچھا تو کسی نے کچھ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت کو پسند نہ آیا میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَقِّ قرآن شریف کی آیت پڑھ دی۔ بس حضرت پھڑک گئے اور فرمایا کہ یہ بہترین نام ہے۔ دعوۃُ الحق۔

تعمیرِ ظاہر و باطن

تو دعوۃُ الحق کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نیک عمل سکھایا جائے اور برائیوں سے بچایا جائے۔

یہ ہے روحانی بیوٹی پارلر۔ اگر لڑکی کو خوب بیوٹی پارلر میں سجایا لیکن جب رات

میں شوہر کے پاس گئی تو پہلا جملہ کیا کہا ؟ You Are Bloody Fool شوہر نے کہا ظالم شکل تو اتنی خوبصورت اور زہر اگلتی ہے جسمانی بیوٹی پارلر میں تو صرف جسم کو سجاتے ہیں' باطن کی اصلاح نہیں کر سکتے لیکن روحانی بیوٹی پارلر یعنی خانقاہوں میں ظاہر کی بھی اصلاح کی جاتی ہے اور باطن کی بھی اصلاح کی جاتی ہے' ظاہر کو بھی سُنّت کے مطابق بنایا جاتا ہے اور باطن کو بھی سُنّت کے مُطابق بنایا جاتا ہے۔ دوستو! جتنا ہم داڑھی اور گول ٹوپی میں رہتے ہیں تو صورت بھی بنائیں اور سیرت بھی بنائیں ہم سے لعنتی کام نہ ہوں۔ تعمیر الظاہر و الباطن' ظاہر و باطن دونوں کو آراستہ کرلو لیسٹر والو۔ مُبارک ہو تم کو کہ مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے لیسٹر میں دعوۃ الحق قائم کی ہے اور ان کو کم لوگ پہچانتے ہیں' یہ بہت بڑے محدث ہیں ان کے شاگرد مجھے کینیڈا امریکہ جنوبی افریقہ میں ملے۔ ماشاء اللہ ترکیسر میں جو انھوں نے پڑھایا تو آج ان کے شاگرد جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں کوئی امام ہے کوئی پڑھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ان علماء کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء مانگی تھی کہ اے خدا عالموں کی روٹی ایک جگہ نہ فرما' ان کی روٹی سارے عالم میں پھیلا دے تاکہ اپنی روٹی کی خاطر جب یہ سفر کریں تو میرے دین کو پھیلا دیں اس لئے مولویوں کو دعوت ملتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں آپ کھلاتے ہیں۔ یہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا ہے۔ لیکن آپ کو بھی ثواب ملے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا آپ کے پاس قبول ہو کر آئی ہے اور اللہ نے آپ کو ان کے رزق کے انتظام کا واسطہ بنایا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا ان مولویوں کو مرغا بہت ملتا ہے۔ میں نے کہا مرغا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ چھوٹے بچے تھے تو اُستاد نے انہیں مُرغا بنایا جب سبق یاد نہیں ہوتا تھا اس کے بعد جو بڑے ہُوئے اور کسی اللہ والے سے رجوع ہُوئے تو نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرکے نفس کو مُرغا بنایا تو جب بچپن ہی سے یہ مُرغے بنے تو اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ مُرغیوں کو کشف ہوتا ہے (مجمع جب خوب ہنسنے لگا تو فرمایا) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مُرغے فرشتے دیکھتے ہیں۔ جب مُرغ کی آواز سنو تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ اے اللہ میں تیرا فضل مانگتا ہوں اور گدھا شیطان دیکھتا ہے۔ اس کو کشف میں شیطان نظر آتا ہے وہاں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو تو جب مُرغوں کو فرشتے نظر آسکتے ہیں تو مُرغیاں بھی نظر آسکتی ہیں قضیہ ممکنہ ہے (یعنی ایسا ہوسکتا ہے) تو جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا نفس مُرغا بنا ہے تو مُرغیاں قطار در قطار سیریل نمبر سے ان کے پیٹ میں جانے کی کوشش کرتی ہیں اور اسے اپنی سعادت سمجھتی ہیں۔

اصلی مولوی کون ہے؟

مگر مولوی بھی اصلی وہی ہے جو مولیٰ والا ہو اور مولوی مولیٰ والا کب بنتا ہے؟

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شد

یعنی میں پہلے ملا رومی تھا مگر مولوی کب بنا؟ شمس الدین تبریزی علیہ الرحمۃ کی غلامی کے صدقہ میں میرا ڈنکا پٹ گیا لیکن ڈنکا پٹوانے کی نیت سے اللہ والوں کو مت تلاش کرو، اللہ والوں کے پاس اللہ والا بننے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ اگر مل گیا تو دونوں جہان کا مزہ پا گئے بغیر اسباب مزہ دونوں جہان کا مزہ ان شاء اللہ پائیں گے کیونکہ خالقِ لذتِ کائنات جس کے دل میں آتا ہے تو وہ تمام حاصل لذاتِ کائنات پا جاتا ہے۔ میرا اُردو کا شعر ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کہاں الیکشن کر رہے ہو سلطنت کے لئے؟ یہ فقیر ان شاء اللہ چٹائی اور بوریوں پر آپ کے بے سلطنت کا انتظام کرتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یہ آیت مردوں کے لئے بھی ہے عورتوں کے لئے بھی ہے۔ مجھے علم ہے کہ خواتین بھی سن رہی ہیں، یہ آیت دونوں کے لئے ہے کہ ایمان والا بندہ ہو یا بندی ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اگر ان کا ایمان کامل ہو جائے اور یہ ہمیں پہچان لیں یعنی ہماری معرفت حاصل ہو جائے تو ان کے دلوں میں ہماری محبت ساری کائنات سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ خبر کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ

کی علماء نحو کے نزدیک كُلُّ خَبَرٍ يَّحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكِذْبَ
مخلوق کی ہر خبر احتمالِ صدق بھی رکھتی ہے اور احتمالِ کذب بھی۔ جملہ خبریہ کی تعریف یہی کی جاتی ہے لیکن جو خبر اللہ تعالیٰ دے وہاں يَحْتَمِلُ الْكِذْبَ کا عقیدہ کفر ہو جاتا ہے، وہ خبر سو فیصد صحیح ہے۔ اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہوگا؟ وحی الٰہی کی خبروں پر نحو کا یہ قاعدہ فٹ مت کرنا۔

آیت اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جملہ خبریہ سے نازل فرمانے کا عاشقانہ راز

سوال یہ ہے کہ جملہ خبریہ کیوں نازل فرمایا؟ جملہ انشائیہ کیوں نازل نہ فرمایا کہ تم لوگ ہم سے اتنی محبت کرو کہ ساری کائنات سے زیادہ ہو جائے؟ امر نہیں فرمایا، خبر دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت میں ایسی کشش ہے، ایسی مٹھاس ہے کہ اپنے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے جس دن میرے نام کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پا جائیں گے سارے عالم کی شکر کو بھول جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے لوگو! چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے؟

بالبِ یارم شکر را چہ خبر

ارے میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر کیا جانے۔ شکر تو حادث ہے مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس خالق کی مٹھاس ہے۔ ذات واجب الوجود کی مٹھاس ہے اور ؎

بار خش شمس و قمر را چہ خبر

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی روشنی کو یہ چاند اور سورج کیا جانیں؟ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں اپنی روشنی کو اور سلاطین کے تخت وتاج کیا بیچتے ہیں اس نشہ سلطنت کو جو اللہ والوں کی چٹائیوں پر ان کے قلوب کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں؟ ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردِ سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اہلِ وفا کون ہے؟

اللہ والوں کو اہلِ وفا کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ ان کے سامنے جہاز پر ایئر ہوسٹس آتی ہے یا ایئر پورٹ پر ننگی ٹانگ والی آتی ہیں یا ننگے حسین لڑکے آتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور نظر اُٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے اس لئے اللہ تعالیٰ کے خاص عاشقوں کو اہلِ وفا کہا جاتا ہے وہ اپنے نفس کی خواہش کو دبا لیتے ہیں، زخمِ حسرت اور خونِ تمنا برداشت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں توڑتے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس مصرع کو پیش کرتے ہیں ؎

ابر شہ بہتر بقیمت یا گہر

یعنی اگرچہ حسین بے شک حسین ہیں۔ ان کی ناک کی اُٹھان ہے۔ چہرہ کتابی اور آنکھیں مثلِ ہرن ہیں اور ان کے لبِ نازک مثلِ گلاب کی پنکھڑی کے ہیں لیکن یہ موتی زیادہ قیمتی ہے یا خدائے تعالیٰ کا حکم زیادہ قیمتی ہے؟ ان

کے پیٹ میں پائخانہ ہے یا نہیں ؟ پیشاب ہے یا نہیں ؟ لیکن اپنی بیویوں کو پیار کرنا چاہیئے کچھ بھی ہو یہ صرف سڑکوں والی سے بچانے کے لیے کہہ رہا ہوں اور بیویوں کو زیادہ پیار کرنے کے لیے نسخہ بتا رہا ہوں وہ حلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں ؎

گوہرِ حق را بامرِ حق شکن

اللہ کے ان موتیوں کو، ان حسینوں کو خدا ہی کے حکم سے مت دیکھو۔ کچھ دن کے بعد یہ حُسن بگڑ جاتا ہے۔ سولہ سال کی گڑیا کو جس نے دیکھا تھا اب اس کو جب ستر سال کی بڑھیا دیکھو گے تو بھاگ جاؤ گے۔ کہتا ہے یہ کیسی گڑیا ہے؟ کیسی تھی کیسی ہو گئی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

بگڑنے والی شکلوں پر جو بگڑتا ہے تباہ اور برباد ہوتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے ایسی لعنتی آنکھیں کیا اللہ والی ہو جائیں گی؟ اور بگڑنے والی شکلوں پر بگڑنے والے باگڑ بِلّا تو ہو سکتے ہیں، عارف باللہ نہیں ہو سکتے۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا جُملہ خبریہ حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت کی دلیل

تو اللہ تعالیٰ نے جُملہ خبریہ استعمال کیا اس لئے کہ اپنی محبت کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے خلاف ہے۔ میں ہوں ہی ایسا کہ اگر تم مجھے

پہچان لو اور تمہاری آنکھوں کا موتیا نکل جاتے تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے لگو گے۔ مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جمال اپنے کمال اور شانِ محبوبیت کا خود ہی علم ہے کہ اگر انھوں نے مجھے پہچان لیا اور دل میں پا لیا تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہوں گے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

اور جس دن اللہ تعالیٰ دل میں آئے گا اس دن یہ شعر پڑھیں گے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی؟
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس دن مولیٰ دل میں آئے گا ساری لیلائیں دل سے نکل جائیں گی۔ سورج اور چاند کی روشنی لوڈشیڈنگ معلوم ہوگی دھیمی پڑ جائے گی۔ سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے اور اڑتے نظر آئیں گے۔ سارا عالم آپ کی نگاہوں سے گر جائے گا کیونکہ خالقِ عالم کی شان ہی ایسی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اپنی شان کو، ان سے بڑھ کر ان کی شان اور کون جان سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہمارے نام میں، ہمارے ذکر میں اتنی مٹھاس ہے اتنی ہماری شانِ جمال ہے اتنی ہماری شانِ محبوبیت ہے ہم نے سارے جہاں اور دونوں جہان کی لذتیں پیدا کیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے جملہ خبریہ نازل فرمایا کہ ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم ہم سے محبت کرو جب ہم دل میں آئیں گے تو تم خود مست ہو جاؤ گے اور علامت یہ پیدا ہوگی کہ تم

سلاطین کو خاطر میں نہیں لاؤ گے، سورج اور چاند کی روشنی کو خاطر میں نہیں لاؤ گے۔ لیلائے کائنات کے چکر والو! میں مولائے کائنات ہوں، ساری لیلاؤں کو میں نے نمک دیا ہے جب وہ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات دل میں آتا ہے تو پھر وہ دِل دونوں جہاں سے مستغنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے وہ جنت کا سوال بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی لذتِ عبادت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو جنت سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آج میں لیسٹر میں کتنا عظیم الشان مضمون بیان کر رہا ہوں، میں مسجد میں کہتا ہوں کہ آج میں پہلی مرتبہ یہ مضمون بیان کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جملہ خبریہ سے کیوں نازل فرمایا، جملہ انشائیہ کیوں نازل نہیں فرمایا؟ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سورج کو پا جائے تو کیا سورج کو یہ حکم دینے کی ضرورت ہے کہ اب تم مجھے پا گئے تو تاروں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں؟ سورج جانتا ہے کہ جب مجھے پائے گا تو اس کو ستارے نظر ہی نہیں آئیں گے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

سارے عالم میں اس کو اللہ تعالیٰ ہی نظر آئے گا۔ کوئی نظر نہیں آئے گا۔

چو سلطان عزت علم در کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سلطانِ عزت جس کے دِل میں اپنی محبت و معرفت کا جھنڈا لہرا دیتا

ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں داخل ہوجاتی ہے۔

اشد محبت کثرتِ ذکر سے ملتی ہے

تو آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ خبریہ کیوں نازل کیا؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت نہیں کہ مجھ سے محبت کرو، میرا جمال جب ان پر منکشف ہوگا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کریں گے۔ بس ان کو یہ بتا دو کہ میرا نام لیا کریں، یہ عقل سے نہیں ملتا۔ عقل کے لیے میں نے مخلوق پیدا کی ہے یَتَفَکَّرُوْنَ خلق کے لئے اور یَذْکُرُوْنَ خالق کے لئے ہے۔ فکر خلق کے لئے اور ذکر خالق کے لئے ہے۔ جب اللہ کے ذکر سے دل میں نور آئے گا تو آپ خود ہی روز بروز مست ہوتے چلے جائیں گے۔

اشد محبت مانگنے کا طریقہ حدیث پاک سے

اب اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں اس اشد محبت کے مانگنے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر امت کو سکھایا کہ اس طرح مانگو۔ واہ! کیا بات ہے۔ اتباع کی لذت الگ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی لذت الگ ہے۔ جب امتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو الفاظِ نبوت نورِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے مزہ کا کیا پوچھتے ہو؟ نبی کے الفاظ کی لذت الگ، نبی کے اتباع کی لذت الگ اور اللہ سے مانگنے کی لذت الگ۔

اہل اللہ سے محبت ذوقِ نبوت ہے

اور کیا مانگو گے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ۔

اے اللہ! مجھے آپ اپنی محبت دے دیجئے۔ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت دیجئے آپ کے عاشقوں کی محبت بھی میں مانگتا ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ جو ظالم یہ کہے کہ کتابوں سے میں اللہ والا بن جاؤں گا مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا یہ استغناء بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں حماقت ہے یا نہیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ سے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں تو کون ظالم اس سے مستغنی ہوسکتا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ یہ شخص کورا ہے۔ مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوت سے ناآشنا ہے۔ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اور اے اللہ ایسے اعمال کی محبت دے دے جن سے تیری محبت ملے۔

عجیب رابطہ

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی گئی ہے؟ اس لئے کہ یہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ ہے۔ یعنی اللہ والوں کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی مل جاتی ہے۔ (سبحان اللہ)

دیکھو جگر صاحب کو ایک مرتبہ ایک اللہ والے بزرگ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت نصیب ہوئی کیسے اللہ والے بن گئے؟ شراب سے توبہ کرلی، حج کر آئے، داڑھی بھی رکھ لی اور انشاء اللہ خاتمہ بالخیر بھی نصیب ہوگیا، ساری زندگی شراب پی۔

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

مگر ایک صحبت سے کیسی توبہ کرلی؟ بیمار ہوئے، ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ قومی امانت ہیں، تھوڑی پی لیا کیجئے زندگی بچ جائے گی۔ پوچھا کہ اگر میں شراب پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ کہا کہ دس سال تک امید ہے جی جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ دس سال اللہ کی ناراضگی میں جی کر گزاروں، اس سے بہتر یہ ہے کہ ابھی توبہ کی حالت میں مرجاؤں۔ میں اللہ تعالیٰ کو اپنی جان دینے کے لئے فدا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں توبہ، جب تک جان نہیں لڑاؤ گے غیر اللہ سے جان نہیں چھڑا سکتے، آسانی سے گناہ نہیں چھوڑ سکتے۔ لومڑیوں کا یہ کام نہیں ہے، شیروں کا کام ہے، جسم دیکھو تو شیر سے بھی قوی اور ہمت دیکھو تو لومڑی بھی شرما جائے۔ تو اللہ والوں کی محبت سے اللہ کی محبت بھی مل جائے گی اور نیک اعمال کی توفیق بھی ملے گی۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا ۔

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

میں خود کہتا ہوں کہ اگر کوئی درد بھرا دل لے کر کہیں بیٹھا ہو میں ایسی شخصیت پر اس عمر میں بھی فدا ہونے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی محبت کی دولت عطا فرمائی ہے۔

محبت کی حدود

اب آگے محبت کی پلاننگ ہو رہی ہے جیسے ہر چیز کی پلاننگ اور اس کی حدود ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اتنی محبت دے دے کہ میں اپنی جان سے زیادہ آپ کو پیار کروں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ جب جان سے زیادہ مولیٰ پیارا ہوگا تو بتاؤ پھر کوئی بدنظری کرے گا؟ گناہ چھپ چھپ کر کرے گا؟ لعنتی مزہ لے گا؟ ارے گناہ سے ایسا بھاگے گا۔ جیسے سانپ سے اور اللہ کی رحمت پر فدا رہے گا۔

جان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

تو زبانِ رسالت سے محبت کی حدود بیان ہو رہی ہیں کہ اے اللہ ہمیں اتنی محبت دے دے کہ ہماری جان ہمہ وقت آپ پر فدا رہے اور ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ گناہوں کی حرام لذتوں کو حرام خوشیوں کو امپورٹ نہ کریں۔ حرام خوشیوں کو کیا کریں ؎

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

گناہ چھوڑ کر پچھتاؤ بھی مت بلکہ خوشی خوشی گناہوں میں آگ لگا دو۔ بتاؤ سورج کب نکلتا ہے؟ جب مشرق لال ہوتا ہے۔ دل بھی جب خونِ تمنا سے لال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو اپنے قرب کا سورج عطا فرماتے ہیں۔

اگر لڑکیوں اور لڑکوں کا فرسٹ فلور (گال، بال، آنکھیں) دیکھوگے تو شیطان اس فرسٹ فلور سے پُل (Pull) کرکے پھر گراؤنڈ فلور (پیشاب پاخانہ کے مقام پر) پُش (Push) کردے گا اور پھر گٹر لائنوں میں پڑے چیں چیں کرتے رہوگے جیسے سانپ چھچھوندر نگلتا ہے تو چھچھوندر بھی چلاتی ہے اور سانپ بھی چلاتا ہے۔ غیراللہ والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں خودکشی

تک کر لیتے ہیں. سُن لو! کسی ولی اللہ نے کبھی خودکشی نہیں کی، مولیٰ کے عاشقین خودکشی نہیں کرتے. لیلاؤں کے عاشقین نے خودکشی کی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کتنی ہونی چاہیئے؟ یہ بُخاری شریف کی حدیث ہے الفاظِ نبوت ہیں مانگو انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی. کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں، آپ کے الفاظ بھی مقبول ہیں. مقبول لغت جو میں مانگو گے تو آپ کی دُعا رد نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ یاد کرلو. خالقِ حیات کی باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حیات برستی ہے۔ خالقِ حیات اپنے عاشقوں پر حیات اور نافرمانوں کے دِلوں پر موت برساتا ہے۔ چہرہ دیکھو تو پتہ چل جائے گا کہ اس پر لعنت و پھٹکار ہے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو بدنظری کرکے آیا تھا فرمایا کہ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَّتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِہِمُ الزِّنَا. کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت نہیں فرمائی؟ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ. جو بدنظری کرتا ہے اس پر لعنت ہو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعا ہے تو کیا لعنت کے اثرات چہرہ پر نہیں آئیں گے؟

اہل و عیال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

اس کے بعد فرمایا وَمِنْ اَہْلِیْ

اے اللہ اپنی محبت مجھے میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ دے دے۔ یہ نہیں کہ بیوی نے کہا کہ ٹیلیویژن نہیں لاؤ گے تو میں ناراض ہوجاؤں گی تو مارے ڈر کے لے آیا۔ بھائی ہرگز اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو. بیوی

کی تمام ڈیمانڈ پوری کرو اگر اچھے کپڑے کو کہے لے آؤ، کوکا کولا لے آؤ۔ مرنڈا مانگے، لادو، سیون اپ پلادو اور شوگر والی ہے تو ڈائٹ سیون اپ لے آؤ اور ٹھنڈی کر کے پلاؤ۔ حلال نعمتیں اس پر برساؤ لیکن جب اللہ کی نافرمانی کو کہے کہ ننگی فلمیں لے آؤ تو کہہ دو کہ میری جان لے لو مگر ایمان نہ لو، ایمان نہیں دے سکتا۔

جہانگیر بادشاہ سے نور جہاں نے کہا کہ شیعہ ہو جاؤ۔ پوچھا کیوں؟ کہا کہ تم میرے عاشق ہو، عاشق کو چاہیئے کہ معشوق کا مذہب اختیار کرے تو اس نے کہا کہ۔

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

اے نور جہاں میری محبوبہ تجھ پر میں نے جان دی ہے ایمان نہیں دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

تیسرا جملہ ہے وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ اے اللہ اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ۔ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آتی ہے، جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہے۔ اس شدید پیاس میں پانی جتنا پیارا ہوتا ہے۔ اے اللہ اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہو جائیے۔ اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرما دیجئے۔ بس مضمون ختم ہو گیا۔ کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ایک ہی مجلس میں سارا دین کون پیش کر سکتا ہے؟ تیئیس برس میں جو دین نازل

ہوا وہ لیسٹر کی اس مسجد میں ابھی ایک گھنٹہ میں پیش کردوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن ضروری ضروری باتیں پیش کردی ہیں (حاضرین نے کہا بہت جامع بیان ہے ماشاء اللہ) اب میں درد بھرے دل سے دُعا کرتا ہوں۔ میں مُسافر ہوں، آپ آمین کہیں۔

اے اللہ! ہماری جانوں میں اور ہمارے دِلوں میں اور ہمارے سینوں میں محبت کا وہ درد داخل فرما جو آپ عاشقوں کے سینوں کو عطا فرماتے ہیں، جو اولیاء اور دوستوں کے سینوں میں عطا فرماتے ہیں اور منتہائے اولیاء صدیقین کی نسبت سے نوازتے ہیں۔ ہماری دُنیا بھی بنا دے آخرت بھی بنا دے۔ اے اللہ! اختر کو بھی اور تمام سامعین کو تقویٰ کی حیات نصیب فرما، اپنے نام کی مٹھاس اور لذت سے ہم سب کو آشنا فرما۔ ایسا قُرب نصیب فرما کہ ساری دُنیا کی لیلائیں نگاہوں سے گر جائیں۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنا دیوانہ بنا دے اور دیوانہ ساز بھی نصیب فرما۔ اے خالقِ دو جہاں! دونوں جہان ہم سب کو عطا فرما، یہ دُعا میرے لئے آپ سب کے لئے اور ہمارے آپ کے بچوں کے لئے اور سارے عالم کے احباب خانقین اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لئے قبول فرما۔ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَاۤ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○

★

آہِ تنہائی

کٹ رہی ہے میری تنہائی مرے نغمات سے
لب اگر خاموش ہوں گے چشم تر ہو جائے گی

کر رہا ہوں آہ پیہم گو ابھی ہے نارسا
ایک دن آخر تو ممنونِ اثر ہو جائے گی

درحقیقت میری آہِ خام کا ہے یہ قصور
رفتہ رفتہ پختہ ہو کر پردہ در ہو جائے گی

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

دل کا مصرفِ حقیقی

ظالم! ہے عقل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا اسی پہ کر
اس کا سکون چھن گیا مرکز سے جو ہوا جدا
مرکزِ دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۳۱

عرفانِ محبت



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلۂ مواعظ حسنہ نمبر ۳۰

عرفانِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد

حلیم امت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دورِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے | جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا دامت برکاتہم کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ	: عرفانِ محبت
واعظ	: عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ	: ۱۵/ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱/ جون ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ، بعد نمازِ ظہر
مقام وعظ	: جامع مسجد الفیصل، لیسٹر، برطانیہ
مرتب	: حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت	: ۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۸/ فروری ۲۰۱۵ء
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
	پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051
	ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

❁❁❁❁

جو سالک پیشِ مرشد دوستو فانی نہیں ہوتا

جو سالک پیشِ مرشد دوستو فانی نہیں ہوتا
کبھی وہ واقف اسرار عرفانی نہیں ہوتا

جو ظلمت میں ہمیشہ بدعتوں کی غرق رہتا ہے
کبھی اہل نظر کے دل میں نورانی نہیں ہوتا

گناہوں سے نہیں بچتا ہے جو ظالم ارے توبہ
وہ روحانی بظاہر ہو کے روحانی نہیں ہوتا

ہو جس کی چشم تر اور جس کی آہ نیم شب ظاہر
پھر اس کا درد اہل دل پہ پنہانی نہیں ہوتا

خلافِ سنتِ نبوی ہو جس کی زندگی اخترؔ
وہ ربّانی بھی کہلا کر کے ربّانی نہیں ہوتا

(اخترؔ)

پیش لفظ

احباب برطانیہ کی فرمایش پر اس سال صفر المظفر ۱۴۱۸ھ مطابق جون ۱۹۹۷ء کو عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا برطانیہ کا تیسرا سفر ہوا۔ راستے میں ایک ہفتہ ترکی میں قیام فرمایا جہاں لندن اور جنوبی افریقہ سے بہت سے اکابر علماء اور احباب تشریف لائے۔ کل بتیس ۳۲؍ احباب تھے جن کی ہمراہی میں استنبول سے دو دن کے لیے مولانا رومی کے شہر قونیہ کا سفر ہوا۔

اس کے بعد حضرت والا کی مع احباب لندن تشریف آوری ہوئی جہاں چند دن قیام کے بعد بار بڈوز (ویسٹ انڈیز) کا سفر ہوا۔ وہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ ان تمام اسفار میں عظیم دینی نفع جملہ احباب نے ظاہراً و باطناً محسوس کیا۔

بار بڈوز روانگی سے قبل حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدہم کی فرمایش پر حسبِ سابق جامع مسجد الفیصل لیسٹر میں ۲۱؍ جون ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر دو بج کر پینتالیس منٹ پر حضرت والا دامت برکاتہم کا بیان تجویز تھا۔ سامعین کی کثیر تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر عجیب درد بھرا بیان تھا اور بعض ایسے جدید الہامی مضامین بیان ہوئے جو اس سے پہلے کبھی بیان نہ ہوئے تھے اور کثر سامعین اشکبار تھے۔

بیان کے بعد حضرت مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم نے احقر راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل زندہ ہوگیا اور اسلاف کی یاد تازہ ہوگئی اور فرمایا کہ حسبِ سابق اس بار بھی بیان کی کتابت وطباعت کے جملہ مصارف کا میں انتظام کروں گا لہٰذا اس کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے چناں چہ داعیٔ سفر حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم نے اس کو ٹیپ سے نقل فرمایا، احقر راقم الحروف نے مرتب کرکے جابجا عنوان قائم کیے اور اس کا نام "عرفانِ محبت" تجویز کیا گیا اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی سے پہلی بار شایع کیا جارہا ہے۔

آج مؤرخہ ۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۴؍ اگست ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ طباعت

کے لیے دیا جارہا ہے اور اس کا مسودہ عن قریب ان شاء اللہ تعالیٰ لیسٹر روانہ کیا جائے گا جہاں حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدہم خطیب جامع مسجد لیسٹر (برطانیہ) کی حسب خواہش برطانیہ سے علیحدہ شایع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

مرتب:
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نہ جانے کتنے خورشید و قمر کا نور تھا شامل

ہمارے آب و گل میں دردِ دل کب سے ہوا شامل
کہ جب سے احتسابِ تلخ ساقی کا ہوا نازل

زبانِ دردِ دل سے اس طرح تفسیرِ قرآں کی
یہ لگتا کہ جیسے آج ہی قرآں ہوا نازل

یہ عرفانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت ہے
کہ موجوں کی طرف خود آگیا بڑھتا ہوا ساحل

نہ جانے کتنے خورشید و قمر دل میں اُتر آئے
ہمارے آب و گل میں دردِ نسبت جب ہوا شامل

تجلّی خالقِ شمس و قمر کی جب ہوئی دل میں
نہ جانے کتنے خورشید و قمر کا نور تھا شامل

مری کشتی کو طوفانوں میں بھی اُمیدِ ساحل تھی
مرے خوفِ تلاطم میں تھا اُن کا آسرا شامل

(اختر)

عرفانِ محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ[1]

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ[2]

حضراتِ سامعین!

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ ذوق کہ اللہ والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں زندگی گزارنا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اور شوقِ نبوت اور ذوقِ نبوت ہے جس کی دلیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بیان کروں گا۔

انعامِ محبت

صحابۂ کرام سے آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مرتبہ سے نوازا ہے کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اس کے آرام کدہ اور گھر سے بے گھر کرکے حکم دے رہا ہے کہ:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ[3]

۱؎ البقرۃ:۱۶۵
۲؎ جامع الترمذی:۲/۱۸۷،باب من ابواب جامع الدعوات،ایچ ایم سعید
۳؎ الکہف:۲۸

جو بندے میرے عاشق ہیں اور مجھے یاد کررہے ہیں آپ ان کے پاس جاکر بیٹھیے تاکہ آپ کی صحبت کے صدقے میں انہیں نسبتِ قویہ عطا کردوں اور آپ کی خوشبو سے انہیں ایسا بسا دوں کہ جس طرف سے وہ گزریں آپ کی خوشبو پھیل جائے اور ان کے ذریعے سے قیامت تک میری محبت کی تاریخ قائم ہوجائے۔ کسی کے جہاد سے، کسی کی شہادت سے، کسی کی فراست سے، کسی کی عبادت سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو یاد کررہے ہیں تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ والے یہی لوگ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں یاد کررہے ہو؟ عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

نیت کا اثر

میرے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہاہے اور سڑک سے گزر رہاہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے اللہ والا سمجھ کر چندہ دیں، میری خوب خاطر ہو کہ یہ بہت بڑا عاشق حق جارہاہے تو اس کے ہر سبحان اللہ کہنے پر گناہ اور وبال لکھا جارہاہے کیوں کہ اس کا ذکر اللہ کے لیے نہیں ہے، پیٹ اور دنیا اینٹھنے کے لیے ہے۔ اور ایک آدمی اللہ کا حکم سمجھ کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے امرود بیچ رہاہے اور وہ سڑک پہ کہہ رہاہے کہ لے امرود، لے امرود تو اس کو ہر لے امرود کہنے پر سبحان اللہ سے زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے کیوں کہ سبحان اللہ مستحب ہے، نفل ہے اور حلال کمائی فرض ہے۔

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ[۴]

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی ہم تسلیم

---

[۴] کنزالعمال: ۵/۴(۹۲۰۳)، فضل فی فضائل الکسب، مؤسسۃ الرسالۃ-
المغنی عن حمل الاسفار ۱/۱۷۰(۶۸۴)، الفصل فی القابض واسباب استحقاقہ، مکتبۃ طبریۃ، ریاض

کرتے ہیں کیوں کہ یاد وہی کرتا ہے جو عاشق ہوتا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ[۵] جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

نگاہوں کا فیض

(درمیان میں ایک سامع وعظ آنکھیں بند کیے ہوئے تھے تو انہیں متنبہ کرنے کے لیے فرمایا کہ) اِدھر دیکھو، نظر سے نظر کو ملانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ کو نیند نہیں آئے گی اور ہمیں بھی یقین رہے گا کہ آپ سو نہیں رہے ہیں، اگر آپ نے آنکھ بند کرلی تو ممکن ہے کہ آپ عرشِ اعظم کی سیر کررہے ہوں، مگر دوسرا وسوسہ بھی آسکتا ہے کہ یہیں زمین پر دھرے ہوں۔ اس لیے جب دلیل قوی موجود ہو دلیل ضعیف مت پیش کرو، آنکھ کھول کر سنو، کچھ باتیں آنکھوں سے ملتی ہیں۔

مے کشو یہ تو مے کشی رندی ہے مے کشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

کچھ باتیں آنکھوں سے پی جاتی ہیں اور آنکھوں کی پی جاتی ہے۔

ایک مؤمن نابینا ہے لیکن نبی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو وہ صحابی ہو گیا حالاں کہ خود نابینا ہے۔ آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کی کرامت

سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلی سے دیوبند اور دیوبند سے بالاکوٹ جہاد میں جارہے ہیں۔ راستے میں ایک شخص اس زاویہ سے کھڑا ہوگیا کہ سید صاحب جب ادھر سے گزریں تو مجھ پر ایک نظر پڑ جائے، چناں چہ جاتے جاتے سید صاحب کی ایک نظر اس پر پڑ گئی۔ بس اسی دن سے اس کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ مسجد جاتے تھے تو مسجد روشن ہو جاتی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ استاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں

۵ شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۸/۱ (۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

سے پوچھا کہ بھئی! مسجد میں کس کے آنے سے روشنی ہوتی ہے؟ ایک لڑکے کو مقرر کر دیا کہ وہ اس کا اندازہ کرے۔ چناں چہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور روشنی ہوئی، یہ انہیں لے آیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کیا وظیفہ پڑھتے ہیں کہ آپ کے آنے سے مسجد میں روشنی ہوجاتی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں، میں ایک عامی مسلمان ہوں، مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحبِ نسبت کی مجھ پر نظر پڑی تھی، جب وہ جان دینے کے لیے بالا کوٹ جارہے تھے ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں۔

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کی کرامت

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد فتح پوری دہلی میں چھ سات گھنٹے عبادت کرکے جب دل کا نور لبریز ہوکر آنکھوں سے ٹپکنے لگا اور چہرے سے جھلکنے لگا تو جیسے ہی مسجد فتح پوری سے نکلنے لگے، ایک کُتا وہاں بیٹھا تھا، اس پر نظر پڑ گئی۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا، دہلی کے سب کُتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جبکہ کُتوں کا مزاج باادب بیٹھنے کا نہیں ہے، بھونکنے کا مزاج ہے، اپنی برادری سے انہیں زیادہ حسد ہوتا ہے۔

کسی غیر مسلم نے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کُتا بڑا باوفا ہوتا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا مگر اپنی قوم سے غدّار ہوتا ہے، کُتا جب دوسرے کُتے کو دیکھتا ہے پھر دیکھو کیسا بھونکتا ہے، اتنا دوڑائے گا کہ جب تک وہ اپنی دُم کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان سرنڈر نہ کرلے، دوڑاتا رہے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ والوں کی نظر سے کُتا بھی محروم نہ ہوا اور وہ کُتوں کا پیر بن گیا، جہاں جارہا ہے سارے کُتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ

رہے ہیں، جب ان کی نظر سے کُتا بھی محروم نہ ہوا تو آہ! انسان کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟ تو مقرر کو بھی آپ کی آنکھوں سے فیض ہوتا ہے۔ آپ کی طلب آپ کی آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہے ۔

دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی
بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی

یہ چند باتیں ضمناً آگئی تھیں۔ میں یہ عرض کررہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری عاشقی قرآنِ کریم کی آیت سے ملاکر تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ ہمیں گھر سے بے گھر کرکے ان لوگوں میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا جو نمبر ۱) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اس لیے کہ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جو جس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کو ضرور یاد کرتا ہے، ضبط نہیں کرسکتا ہے۔

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

یہ کسی بزرگ کا شعر ہے اور میرا شعر یہ ہے۔

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ذوق و مرادِ نبوت

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کررہے ہو۔ تمہارے اخلاص پر قرآن نازل ہورہا ہے۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو تمہارے اخلاص پر کون تنقید کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں یہ وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ کو یاد کررہی ہے لٰہذا میرا جینا اور مرنا ایسے عاشقوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

اہلِ محبت کی قیمت

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ غریبی کی وجہ سے ایک لباس میں ہیں، آپ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں فاقے کی وجہ سے، آپ لوگوں کے بال

بکھرے ہوئے ہیں غربت کی وجہ سے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ لوگوں کی یہ قیمت ہے کہ تمام پیغمبروں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے بے گھر کر کے تمہارے پاس بیٹھنے کا حکم ہو رہا ہے اور وَاصْبِرْ کے ذریعے سے یعنی خلوت مع اللہ کو چھوڑنے سے اگر آپ کو تکلیف بھی ہو تو برداشت کیجیے اور جلوت میں ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں بیٹھیے اور آپ کو جو نسبت حق تعالیٰ سے ہے اس کو ان صحابہ میں منتقل کر کے قیامت تک کے لیے اسلام، ایمان اور اخلاص کی خوشبو کے نشر کا ذریعہ بنا دیجیے۔ (سبحان اللہ)

آپ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی قیمت دیکھی؟ آج ہم قیمت لگاتے ہیں اپنی مرسڈیز سے، بلڈنگ سے اور اپنے بیلنس سے، ہم قیمت لگاتے ہیں لباسوں سے اور ہم قیمت لگاتے ہیں مخلوق کی سلامی سے۔ اگر سارا برطانیہ کسی کو سلام کر رہا ہو تو مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہوں کہ اس کی کوئی قیمت نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے\
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

پتا چلے گا قیامت کے دن کہ کس کی کیا قیمت ہے؟ جس غلام سے مالک خوش ہو اس کی قیمت ہوتی ہے۔

آدمیت کیا ہے؟

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے۔ فرماتے ہیں ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست

آدمیت گوشت کھال اور چربی کا نام نہیں ہے، پھر آدمیت کس چیز کا نام ہے؟

آدمیت جز رضائے دوست نیست

آدمی آدم والا ہونا چاہیے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا[۱] والا ہونا چاہیے، اپنے بابا آدم علیہ السلام والے طریقے پر جینے والا ہونا چاہیے، آدمیت جز رضائے دوست نیست۔ آدمیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں ہے۔ جس آدمی سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ آدمی ہے اور

[۱] الاعراف:۲۳

جس سے خدا ناراض ہو اس کو آدمی کہنا جائز نہیں ہے، وہ صورتاً آدمی ہے، غلافِ آدمیت میں ہے اور حقیقتِ آدمیت سے محروم ہے۔ اسی کو اگلے شعر میں فرماتے ہیں ؎

این کہ می بینم خلافِ آدم اند

نیست اند آدم غلافِ آدم اند

یہ جو میں دیکھ رہا ہوں یہ آدمیت کی کھال میں ہیں آدمی نہیں ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ ؎

آں کہ فرزندانِ خاص آدم اند

نفحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو لوگ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں اگر ان سے خطا ہو جاتی ہے تو چین سے نہیں رہتے، چائے نہیں پیتے، مکھن نہیں نگلتے، سموسے نہیں اُڑاتے، دو رکعت توبہ کی پڑھ کر سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں، تڑپ کر مالک کو راضی کرتے ہیں اور اپنے بابا کی میراث رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کو استعمال کرتے ہیں کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام اسی سے بنا تھا، آپ کو تاجِ خلافت اسی سے عطا ہوا تھا۔ تو جو حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں، ان سے اگر خطا ہو جاتی ہے تو وہ بھی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ کر روتے ہیں اور جب تک ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز نہیں آجاتی کہ ہم نے معاف کر دیا اس وقت تک چائے اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں، کباب بریانی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں۔ نعمتیں دینے والے کو ناراض کرکے جو نعمتیں ٹھونستا ہے وہ نالائق ہے، بے غیرت ہے۔ شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ گناہ کرکے پہلے توبہ کرو، اتنا روؤ کہ آسمان سے آواز بغیر حروف کے دل میں آجائے کہ ہم نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی آواز حروف کی محتاج نہیں ہے، بغیر حروف کے آواز آتی ہے، الہام ہوتا ہے۔ مضمون کے لیے حروف کی ضرورت نہیں، مفہوم آتا ہے پھر وہ اپنے ملفوظ میں پیش کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے مجمع میں پوچھا کہ گناہوں کی معافی کا طریقہ آپ نے آہ وزاری، اشکباری بتایا تھا، لیکن کتنا روؤں، کتنی توبہ کروں اور کیسے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا؟ اس کی کوئی علامت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائیں گے تو شانِ رحمت کا احساس قلب کو ہو جائے گا۔ دل میں ٹھنڈک اور سکون

آجائے گا، یہی علامت ہے کہ معافی ہوگئی۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ کی الہامی تشریح

کیوں کہ گناہوں سے دل پر دو قسم کے عذاب آتے ہیں۔ ایک تو اندھیرا پیدا ہوتا ہے، دوسرے دل میں جلن اور سوزش پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ گناہ کا تعلق دوزخ سے ہے لہٰذا دل میں گرمی، جلن اور سوزش اور اندھیرا پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں استغفار کا عجیب مضمون عطا فرمایا ہے۔ فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ[ے]

اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو دے برف کے پانی سے، وَالْبَرَدِ اور اولے کے پانی سے۔ میرے شیخ نے مجھے جب یہ حدیث پڑھائی تو ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ جونپور سے اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے اور مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ برف اور اولے کے پانی سے گناہوں کے دھلوانے کی کیوں درخواست کی جارہی ہے؟ حضرت کو جواب معلوم نہیں تھا، آنکھ بند کرکے سر کو جھکایا، چند سیکنڈ کے بعد فرمایا کہ آ گیا آ گیا جواب آ گیا۔ فرمایا کہ گناہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں، ایک حرارت اور گرمی، دوسری اندھیرے۔ گناہوں سے اندھیرے کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب اختر سے سن لو کہ چوں کہ سورج کے ڈوبنے سے عالم میں اندھیرا پیدا ہوجاتا ہے تو سورج کا پیدا کرنے والا جس سے منہ پھیر لے، اس کے دل میں اندھیرا نہیں آئے گا؟ میرے شیخ نے فرمایا کہ برف کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے، اس کے ذریعے گناہوں کے دھونے کی درخواست کی جارہی ہے تاکہ گناہوں کی گرمی ٹھنڈک سے تبدیل ہوجائے اور اولے کا پانی چمکدار ہوتا ہے، اس کے ذریعے سے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہوجائیں گے۔

قبولیتِ توبہ کی علامت اور اس کی مثال

تو استغفار اور توبہ اتنا کرو کہ دل میں بغیر حروف کے ایک آواز محسوس ہو کہ اب بس کرو مت روؤ، ورنہ بیمار ہوجاؤ گے، ہم نے معاف کردیا۔ اس کی حسّی مثال پیش کرتا ہوں،

ے صحیح البخاری: ۲/۹۴۳ (۶۴۰۹)، باب الاستعاذۃ من ارذل العمر، المکتبۃ المظہریۃ

ایک بچہ ہے، اس سے غلطی ہوگئی، اب ابّا سے لپٹ کر روئے جارہا ہے۔ جب ابّا نے دیکھا کہ اب تو بے ہوش ہونے والا ہے تو اس کو گود میں اُٹھا کر پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اس کا سر سینے سے لگا کر کہتا ہے کہ بیٹے! اب مت روؤ ورنہ تمہاری صحت خراب ہوجائے گی، ہم نے تم کو معاف کردیا، ہم تمہاری ندامت اور درخواستِ معافی اس درجہ نہیں چاہتے کہ تم بے ہوش ہوجاؤ، بیمار ہوجاؤ بس ہم نے تمہیں معاف کردیا۔ جب ماں باپ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے تو ارحم الراحمین کی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا کہ اپنے بندوں کو رُلاتے رُلاتے بے ہوش کردیں؟ اور ہارٹ اٹیک ہوجائے؟ یا کوئی اور مصیبت آجائے؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ بھی جب دیکھتے ہیں کہ بندہ مسلسل رورہا ہے، سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کررہا ہے اور اپنے جگر کا خون پیش کررہا ہے تو تھوڑی ہی دیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اُسے محسوس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ یہی قبولیتِ توبہ کی علامت ہے، وہ ہمارے پالنے والے ہیں، اس لیے بہت جلد معاف کردیتے ہیں لیکن میں آپ حضرات کو مشورہ دیتا ہوں کہ جب کبھی بد نظری ہوجائے یا نماز قضا ہوجائے یا کوئی خطا ہوجائے تو جب تک نماز ادا نہ کرے اور کوئی قطرہ آنسو کا نہ گرائے تب تک چین نہ آئے۔ یہ صاحبِ قصیدۂ بردہ نے فرمایا کہ دریا کا دریا انڈیل لو، معافی نہیں ہوگی لیکن ایک آنسو گرالو، معافی ہوجائے گی۔

گوری کو دیکھو یا کالی کو دیکھو، یہ حرام ہے، خالی مکروہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان عورتوں کو بے پردہ دیکھنا، چاہے کرسچین ہوں، چاہے مسلمان ہوں یا یہودی ہوں، کوئی ہو زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ [۸] یہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ [۹] اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ایمان والوں سے فرمادیجیے کہ نظر کو بچائیں۔

حفاظتِ نظر کا حکم بواسطۂ رسالت فرمانے کے عجیب اسرار

اللہ تعالیٰ نے نظر بچانے کا براہِ راست ہم کو حکم نہیں دیا، سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے حکم دیا تاکہ ان کے جذبات میں دو قسم کا طوفان آئے۔ ایک تو بحیثیت

---

۸ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲،۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبة المظھریة

۹ النور: ۳۰

محسن و خالق کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ماں کے پیٹ میں، ہم نے تمہیں دو آنکھیں دیں، پھر تم میری مرضی کے خلاف کیسے چلتے ہو؟ دوسرے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہلوایا تا کہ تم کو جو محبت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو محبت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت ہو کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے دو انجن لگا دیے۔ جیسے کوئٹہ (پاکستان) میں پہاڑی پر جب ریل جاتی ہے تو دو انجن لگاتے ہیں آگے اور پیچھے، اسی طرح نظر کی حفاظت چوں کہ مشکل پرچہ تھا اس لیے قُلْ کے ذریعے اپنا حکم بھی شامل کیا۔ اس قُلْ میں اللہ تعالیٰ کا حکم شامل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی شامل ہو گیا کہ آپ فرما دیجیے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ابّا اپنے بیٹوں کو دیکھتا ہے کہ نامحرم لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور غلط حرکت کر رہے ہیں تو ابّا خود تو نہیں کہتا، باپ کو شرم آتی ہے کہ بچے کہیں گے کہ باپ کو کیسے پتا چل گیا، اس لیے ابّا اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ میرے بچوں کو سمجھا دو کہ لڑکیوں کے ساتھ اُٹھا بیٹھا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی حیا آئی کہ میں اپنے غلاموں کو کس طرح کہہ دوں؟ لائق بندے شرما جائیں گے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ فرما دیجیے کہ میرے بندے اپنی نظر کی حفاظت کریں، ہم کو چھوڑ کر غیروں کی طرف نہ دیکھیں۔

کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت مسجد کے مقتدی نہیں ہیں، ہمارے شاگرد نہیں ہیں، ہمارے مرید نہیں ہیں، محلہ والے نہیں ہیں لہٰذا یہاں بس اسٹاپ پر لڑکیاں ہیں، انہیں دیکھ لو لیکن میرا ایک شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تُو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بدنظری کا اثر

جو بدنظری کرتا ہے اسے پھر اپنی بیوی سے محبت نہیں رہتی، دوسری آنکھوں میں

سماجاتی ہے، اس لیے حسن معاشرت اور بیوی کے حقوق کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے۔ جو جتنا نظر بچاتا ہے اتنا ہی وہ اپنی بیوی کو پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے معافی حاصل کرنے کا طریقہ

اچانک ایک بات یاد آگئی۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی خطاؤں کو معاف کردیا کرو، ان کو مارنا پیٹنا غیرتِ مردانگی کے خلاف ہے، کمزوروں کو کیا مارنا ہے، لڑائی کرنی ہے تو محمد علی کلے کے پاس جاؤ، وہاں باکسنگ لڑو۔ ارے میاں! عورت کتنی ہی تندرست ہو، دو تین بچوں کے بعد اس میں جان نہیں رہتی۔

ہمارے ایک پُرمذاق دوست کہتے ہیں کہ جب آدمی سے آدمی منفی ہوگیا یعنی عورت سے بچہ پیدا ہوا، آدمی سے آدمی نکل آیا تو کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ عورت بچہ پیدا ہوجانے کے بعد کمزور ہوجاتی ہے لہٰذا ان کی ہزار خطائیں معاف کردو، قیامت کے دن ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائیں گے۔

بیویوں سے نیک برتاؤ کی دلسوز مثال

دیکھیے! آپ کی بیٹی کو آپ کا داماد معاف کردیتا ہے تو ایسے داماد سے آپ کتنے خوش ہوں گے؟ قربان ہوجائیں گے ایسے داماد پر، کوئی بلڈنگ آپ کی ہو تو وہ بھی آپ اس کے نام لکھ دینا چاہیں گے تو جب ایک ابّا کو اتنی محبت ہے تو ربّا کو اپنی بندیوں سے کتنی محبت ہوگی؟ جس نے ان بندیوں کو پیدا کیا۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

جو شخص اپنی بیوی کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے، ان کو پیار کرتا ہے، شفقت کرتا ہے، ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہوتا ہے۔ تہجد گزاروں، سبحان اللہ پڑھنے والوں سے بھی زیادہ، جو اپنی بیویوں پر رحم کرتے ہیں، اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ بہت اونچے درجے کا مقام عطا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو

اس پر کرامت عطا ہوئی۔ جیسے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی بدمزاج اور کڑوی تھی، مگر برداشت کرتے تھے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں شیر کی سواری دی۔ دیکھو! جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر پر چلتے تھے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ایک شخص ہزار میل دور سے ان سے بیعت ہونے کے لیے پہنچا، گھر جاکر پوچھا کہ شاہ ابوالحسن کہاں ہیں؟ (وہ جنگل گئے تھے لکڑیاں لانے) بیوی نے کہا کہ حضرت وضرت کچھ نہیں، تم کہاں ان کے چکر میں آ گئے؟ وہ بے چارا رونے لگا کہ میرا تو اتنا لمبا سفر بے کار گیا۔ لوگوں سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ گھبراؤ مت، وہ کڑوی مزاج ہے، جاؤ! جنگل میں ان کی کرامت دیکھو، وہ بڑے بزرگ ہیں۔ یہ جنگل میں پہنچے گھبرائے ہوئے۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ ان کو گھر سے کوئی بات ملی ہے۔ فرمایا گھبراؤ مت بیوی کے مزاج کی کڑواہٹ برادشت کرنے سے آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیر کی سواری دی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کو کس طرح مثنوی میں ضبط کیا ہے۔ وہ سنیے ۔

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیر نر بیگارِ من

اگر میرا صبر میری بیوی کی کڑوی باتوں کے بوجھ کو نہ اُٹھاتا اور صبر نہ کرتا تو یہ شیر نر میری بیگاری کرتا؟ میری مزدوری کرتا کہ لکڑیاں اُٹھارہا ہے؟

بیویوں کا ایک اور حق

اور بیویوں کا ایک حق اور ہے جو کم لوگ جانتے ہیں کہ ان کو مہینہ میں کچھ وظیفہ، کچھ ہدیہ دے دیا کرو اور پھر اس کا حساب نہ لو اور اس کی مقدار کیا ہو؟ جتنا ہو، جتنا آپ کا امپورٹ ہو (کھائے تو دس کلو اور ایکسپورٹ کرے مرغی کے برابر) یعنی جتنی آپ کی آمدنی ہو اس کے تناسب سے وظیفہ بھی دیا جائے۔

میری بات اس پر شروع ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی مسلّم ہے، اس لیے میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہو گا لہٰذا میرا یہ شعر جو شروعِ خطبہ میں پڑھا تھا اس حدیث کا ترجمان ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

اور ؎

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اور ؎

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

بہت تھکا ہوا ہوں، اس لیے مضمون سمیٹتا ہوں لیکن ؎

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

دیکھیے! کراچی میں ابھی ابھی یہ شعر ہوا تھا جس کو میں نے پرچے میں لکھوا کر جلسے میں پڑھوایا۔ یہ شعر ابھی ابھی حالتِ سفر میں ہوا ہے ؎

ارض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جاسکا
وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لیے ہوئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا زمین و آسمان اور پہاڑوں نے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم آپ کے دردِ محبت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ[1] اس دردِ غم کو انسان نے اُٹھالیا۔ (حضرت والا نے شعر پڑھنے والے سے فرمایا کہ میرا جہاں قیام ہے وہاں آکر اس کو ریکارڈ کرنا اور فرمایا کہ میرا قیام مجلس دعوۃ الحق میں ہے۔ جامع)

[1] الاحزاب:۷۲

مجلس دعوۃ الحق کیا ہے؟ اور کس نے قائم کی؟

دعوۃ الحق کیا ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قائم فرمایا اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام رکھا۔ حضرت والا نے ایک مجلس شوریٰ بلائی اور موجود علمائے کرام سے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لیے ایک مرتب نظام تجویز ہے۔ پھر اس کے نام کے لیے پوچھا تو کسی نے کچھ، کسی نے کچھ کہا مگر حضرت کو پسند نہ آیا۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ[۱] قرآن شریف کی آیت پڑھ دی۔ بس حضرت پھڑک گئے اور فرمایا یہ بہترین نام ہے "دعوۃ الحق"۔

تعمیرِ ظاہر و باطن

تو دعوۃ الحق کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نیک عمل سکھایا جائے اور برائیوں سے بچایا جائے۔ یہ ہے روحانی بیوٹی پارلر۔ اگر لڑکی کو خوب بیوٹی پارلر میں سجایا لیکن جب رات میں شوہر کے پاس گئی تو پہلا جملہ کیا کہا؟ You are bloody fool۔ شوہر نے کہا ظالم! شکل تو اتنی خوبصورت اور زہر اُگلتی ہے۔ جسمانی بیوٹی پارلر میں تو صرف جسم کو سجاتے ہیں، باطن کی اصلاح نہیں کرسکتے لیکن روحانی بیوٹی پارلر یعنی خانقاہوں میں ظاہر کی بھی اصلاح کی جاتی ہے اور باطن کی بھی اصلاح کی جاتی ہے، ظاہر کو بھی سنت کے مطابق بنایا جاتا ہے اور باطن کو بھی سنت کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ دوستو! جتنا ہم داڑھی اور گول ٹوپی میں رہتے ہیں تو صورت بھی بنائیں اور سیرت بھی بنائیں، ہم سے لعنتی کام نہ ہوں۔ تعمیر الظاہر والباطن، ظاہر و باطن دونوں کو آراستہ کرلو۔ لیسٹر والو! مبارک ہو تم کو کہ مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے لیسٹر میں دعوۃ الحق قائم کی ہے اور ان کو کم لوگ پہچانتے ہیں، یہ بہت بڑے محدث ہیں، ان کے شاگرد مجھے کینیڈا، امریکا، جنوبی افریقہ میں ملے۔ ماشاء اللہ! ترکیسر میں جو انہوں نے پڑھایا تو آج ان کے شاگرد جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں، کوئی امام ہے، کوئی پڑھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، ان علماء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ اے خدا! عالموں کی روٹی ایک جگہ نہ فرما، ان کی روٹی سارے عالم میں پھیلا دے تا کہ اپنی روٹی کی خاطر جب یہ سفر

[۱] الرعد: ۱۴

کریں تو میرے دین کو پھیلا دیں۔ اس لیے مولویوں کو دعوت ملتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں آپ کھلاتے ہیں، یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے، لیکن آپ کو بھی ثواب ملے گا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا آپ کے پاس قبول ہو کر آئی ہے اور اللہ نے آپ کو ان کے رزق کے انتظام کا واسطہ بنایا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا ان مولویوں کو مرغا بہت ملتا ہے۔ میں نے کہا مرغا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ چھوٹے بچے تھے تو استاد نے انہیں مرغا بنایا، جب سبق یاد نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد جو بڑے ہوئے اور کسی اللہ والے سے رجوع ہوئے تو نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرکے نفس کو مرغا بنایا تو جب بچپن ہی سے یہ مرغے بنے تو اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ مرغیوں کو کشف ہوتا ہے۔ (مجمع جب خوب ہنسنے لگا تو فرمایا) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مرغے فرشتے دیکھتے ہیں، جب مرغ کی آواز سنو تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔ اے اللہ! تیرا فضل مانگتا ہوں اور گدھا شیطان دیکھتا ہے، اس کو کشف میں شیطان نظر آتا ہے، وہاں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[۱۲] پڑھو تو جب مرغوں کو فرشتے نظر آسکتے ہیں تو مرغیاں بھی نظر آسکتی ہیں۔ قضیہ ممکنہ ہے (یعنی ایسا ہو سکتا ہے) تو جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا نفس مرغا بنا ہے تو مرغیاں قطار در قطار، سیریل نمبر سے ان کے پیٹ میں جانے کی کوشش کرتی ہیں اور اسے اپنی سعادت سمجھتی ہیں۔

اصلی مولوی کون ہے؟

مگر مولوی بھی اصلی وہی ہے جو مولیٰ والا ہو اور مولوی مولیٰ والا کب بنتا ہے؟

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

یعنی میں پہلے مُلّا رومی تھا مگر مولوی کب بنا؟ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے

---

۱۲ صحیح البخاری:۱/۴۶۶ (۳۳۱۴)، باب خیر مال المسلم، المکتبۃ المظھریۃ۔
مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۹۵، باب الدعوات فی الاوقات، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

صدقے میں میرا ڈنکا پٹ گیا۔ لیکن ڈنکا پٹوانے کی نیت سے اللہ والوں کو مت تلاش کرو، اللہ والوں کے پاس اللہ والا بننے کی کوشش کرو، اللہ تعالیٰ اگر مل گیا تو دونوں جہاں کا مزہ پاگئے بغیر اسبابِ مزہ دونوں جہاں کا مزہ ان شاء اللہ پائیں گے کیوں کہ خالق لذتِ کائنات جس کے دل میں آتا ہے تو وہ تمام حاصل لذاتِ کائنات پاجاتا ہے۔ میرا اُردو کا شعر؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کہاں الیکشن کر رہے ہو سلطنت کے لیے؟ یہ فقیر ان شاء اللہ چٹائی اور بوریوں پر آپ کے لیے سلطنت کا انتظام کرتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

میں نے آپ کے سامنے آیت تلاوت کی تھی وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ [۱۳] یہ آیت مردوں کے لیے بھی ہے، عورتوں کے لیے بھی ہے۔ مجھے علم ہے کہ خواتین بھی سن رہی ہیں، یہ آیت دونوں کے لیے ہے کہ ایمان والا بندہ ہو یا بندی ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اگر ان کا ایمان کامل ہو جائے اور یہ ہمیں پہچان لیں، ہماری معرفت حاصل ہو جائے تو ان کے دلوں میں ہماری محبت ساری کائنات سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ خبر کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی۔ علمائے نحو کے نزدیک کُلُّ خَبَرٍ یَّحۡتَمِلُ الصِّدۡقَ وَالۡکِذۡبَ مخلوق کی ہر خبر احتمالِ صدق بھی رکھتی ہے اور احتمالِ کذب بھی۔ جملۂ خبریہ کی تعریف یہی کی جاتی ہے لیکن جو خبر اللہ تعالیٰ دے وہاں یَحۡتَمِلُ الۡکِذۡبَ کا عقیدہ کفر ہو جاتا ہے، وہ خبر سو فیصد صحیح ہے۔ اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہو گا؟ وحیٔ الٰہی کی خبروں پر نحو کا یہ قاعدہ فٹ مت کرنا۔

آیت اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ جملۂ خبریہ سے نازل فرمانے کا عاشقانہ راز

سوال یہ ہے کہ جملۂ خبریہ کیوں نازل فرمایا؟ جملۂ انشائیہ کیوں نازل نہ فرمایا کہ تم

---

[۱۳] البقرۃ:۱۶۵

لوگ ہم سے اتنی محبت کرو کہ ساری کائنات سے زیادہ ہو جائے؟ امر نہیں فرمایا، خبر دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت میں ایسی کشش ہے، ایسی مٹھاس ہے کہ اپنے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے جس دن میرے نام کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پاجائیں گے، سارے عالَم کی شکر کو بھول جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے لوگو! چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے؟ ؎

با لبِ یارم شکر را چہ خبر

ارے! میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر کیا جانے۔ شکر تو حادث ہے، مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس خالق کی مٹھاس ہے، ذات واجب الوجود کی مٹھاس ہے اور ؎

بارُخش شمس و قمر را چہ خبر

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی روشنی کو یہ چاند اور سورج کیا جانیں؟ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں اپنی روشنی کو اور سلاطین کے تخت و تاج کیا بیچتے ہیں اس نشۂ سلطنت کو جو اللہ والوں کی چٹائیوں پر ان کے قلوب کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

اہلِ وفا کون ہیں؟

اللہ والوں کو اہلِ وفا کیوں کہتے ہیں؟ کیوں کہ ان کے سامنے جہاز پر ایئر ہوسٹس آتی ہے یا ایئرپورٹ پر ننگی ٹانگ والی آتی ہے یا ننگے حسین لڑکے آتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور نظر اُٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص عاشقوں کو اہلِ وفا کہا جاتا ہے، وہ اپنے نفس کی خواہش کو دبا لیتے ہیں، زخمِ حسرت اور خونِ تمنا برداشت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں توڑتے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مصرع کو پیش کرتے ہیں ؎

امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

یعنی اگرچہ حسین بے شک حسین ہیں۔ ان کی ناک کی اُٹھان ہے، چہرہ کتابی اور آنکھیں مثل ہرن ہیں اور ان کے لب نازک مثل گلاب کی پنکھڑی کے ہیں لیکن یہ موتی زیادہ قیمتی ہے یا خدائے تعالیٰ کا حکم زیادہ قیمتی ہے؟ ان کے پیٹ میں پائخانہ ہے یا نہیں؟ پیشاب ہے یا نہیں؟ لیکن اپنی بیویوں کو پیار کرنا چاہیے، کچھ بھی ہو۔ یہ صرف سڑکوں والی سے بچانے کے لیے کہہ رہا ہوں اور بیویوں کو زیادہ پیار کرنے کے لیے نسخہ بتا رہا ہوں، وہ حلال ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

گوہر حق را بامر حق شکن

اللہ کے ان موتیوں کو، ان حسینوں کو خدا ہی کے حکم سے مت دیکھو، کچھ دن کے بعد یہ حسن بگڑ جاتا ہے۔ سولہ سال کی گڑیا کو جس نے دیکھا تھا اب جب ستر سال کی بڑھیا دیکھو گے تو بھاگ جاؤ گے، کہتا ہے یہ کیسی گڑیا ہے؟ کیسی تھی کیسی ہوگئی؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

بگڑنے والی شکلوں پر جو بگڑتا ہے، تباہ اور برباد ہوتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے ایسی لعنتی آنکھیں کیا اللہ والی ہوجائیں گی؟ اور بگڑنے والی شکلوں پر بگڑنے والے باگڑ بِلّا تو ہوسکتے ہیں، عارف باللہ نہیں ہوسکتے۔

اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کا جملۂ خبریہ حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت کی دلیل

تو اللہ تعالیٰ نے جملۂ خبریہ استعمال کیا، اس لیے کہ اپنی محبت کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے خلاف ہے۔ میں ہوں ہی ایسا کہ اگر تم مجھے پہچان لو اور تمہاری آنکھوں کا موتیا نکل جائے تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے لگو گے، مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جمال، اپنے کمال اور شانِ محبوبیت کا خود ہی علم ہے کہ اگر انہوں نے مجھے پہچان لیا اور دل میں پالیا تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہوں گے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

اور جس دن اللہ تعالیٰ دل میں آئے گا، اس دن یہ شعر پڑھیں گے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس دن مولیٰ دل میں آئے گا ساری لیلائیں دل سے نکل جائیں گی، سورج اور چاند کی روشنی لوڈشیڈنگ معلوم ہوگی، دھیمی پڑجائے گی، سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے اور اُڑتے نظر آئیں گے، سارا عالَم آپ کی نگاہوں سے گر جائے گا کیوں کہ خالق عالم کی شان ہی ایسی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اپنی شان کو، ان سے بڑھ کر ان کی شان اور کون جان سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہمارے نام میں، ہمارے ذکر میں اتنی مٹھاس ہے، اتنی ہماری شانِ جمال ہے، اتنی ہماری شانِ محبوبیت ہے، ہم نے سارے جہاں اور دونوں جہاں کی لذتیں پیدا کیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جملۂ خبر یہ نازل فرمایا کہ ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم ہم سے محبت کرو، جب ہم دل میں آئیں گے تو تم خود مست ہوجاؤ گے اور علامت یہ پیدا ہوگی کہ تم سلاطین کو خاطر میں نہیں لاؤ گے، سورج اور چاند کی روشنی کو خاطر میں نہیں لاؤ گے، لیلائے کائنات کے چکر والو! میں مولائے کائنات ہوں، ساری لیلاؤں کو میں نے نمک دیا ہے، جب وہ خالق نمکیاتِ لیلائے کائنات دل میں آتا ہے تو پھر وہ دل دونوں جہاں سے مستغنی اور بے نیاز ہوجاتا ہے۔ وہ جنت کا سوال بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو، اللہ تعالیٰ کی لذتِ عبادت کو، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو جنت سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آج میں لیسٹر میں کتنا عظیم الشان مضمون بیان کررہا ہوں؟ میں مسجد میں کہتا ہوں کہ آج میں پہلی مرتبہ یہ مضمون بیان کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ جملۂ خبر یہ سے کیوں نازل فرمایا؟ جملۂ انشائیہ کیوں نازل نہیں فرمایا؟ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سورج کو پاجائے تو کیا سورج کو یہ حکم دینے کی ضرورت ہے کہ اب تم مجھے پاگئے تو ستاروں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں؟ سورج جانتا ہے کہ جب مجھے پائے گا تو

اس کو ستارے نظر ہی نہیں آئیں گے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

سارے عالَم میں اس کو اللہ تعالیٰ ہی نظر آئے گا۔ کوئی نظر نہیں آئے گا۔

چو سلطان عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سلطانِ عزت جس کے دل میں اپنی محبت و معرفت کا جھنڈا لہرا دیتا ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں داخل ہو جاتی ہے۔

اشد محبت کثرتِ ذکر سے ملتی ہے

تو آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جملۂ خبریہ کیوں نازل کیا؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت نہیں کہ مجھ سے محبت کرو، میرا جمال جب ان پر منکشف ہو گا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کریں گے۔ بس ان کو یہ بتادو کہ میرا نام لیا کریں، میں عقل سے نہیں ملتا۔ عقل کے لیے میں نے مخلوق پیدا کی ہے۔ یَتَفَكَّرُوْنَ خلق کے لیے اور یَذْكُرُوْنَ خالق کے لیے ہے۔ فکر خلق کے لیے اور ذکر خالق کے لیے ہے۔ جب اللہ کے ذکر سے دل میں نور آئے گا تو آپ خود ہی روز بروز مست ہوتے چلے جائیں گے۔

اشد محبت مانگنے کا طریقہ حدیثِ پاک سے

اب اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس اشد محبت کے مانگنے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر اُمت کو سکھایا کہ اس طرح مانگو۔ واہ! کیا بات ہے۔ اتباع کی لذت الگ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی لذت الگ ہے۔ جب اُمتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو الفاظِ نبوت نورِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں، اس کے مزے کا کیا پوچھتے ہو! نبی

کے الفاظ کی لذت الگ، نبی کے اتباع کی لذت الگ اور اللہ سے مانگنے کی لذت الگ۔

اہل اللہ سے محبت ذوقِ نبوت ہے

اور کیا مانگو گے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ مجھے آپ اپنی محبت دے دیجیے، وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت دیجیے۔ آپ کے عاشقوں کی محبت بھی میں مانگتا ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ جو ظالم یہ کہے کہ کتابوں سے میں اللہ والا بن جاؤں گا، مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کا یہ استغنا بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں حماقت ہے یا نہیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں تو کون ظالم اس سے مستغنی ہو سکتا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ یہ شخص کورا ہے، مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوت سے نا آشنا ہے۔ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اور اے اللہ! ایسے اعمال کی محبت دے دے جن سے تیری محبت ملے۔

عجیب رابطہ

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی گئی ہے؟ اس لیے کہ یہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی مل جاتی ہے۔ (سبحان اللہ)

دیکھو! جگر صاحب کو ایک مرتبہ ایک اللہ والے بزرگ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نصیب ہوئی، کیسے اللہ والے بن گئے؟ شراب سے توبہ کر لی، حج کر آئے، داڑھی بھی رکھ لی اور ان شاء اللہ خاتمہ بالخیر بھی نصیب ہو گیا۔ ساری زندگی شراب پی ؎

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

مگر ایک صحبت سے کیسی توبہ کر لی؟ بیمار ہوئے، ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ قومی امانت ہیں، تھوڑی پی لیا کیجیے، زندگی بچ جائے گی۔ پوچھا کہ اگر میں شراب پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا

رہوں گا؟ کہا کہ دس سال تک اُمید ہے جی جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ دس سال اللہ کی ناراضگی میں جی کر گزاروں اس سے بہتر یہ ہے کہ ابھی توبہ کی حالت میں مر جاؤں۔ میں اللہ تعالیٰ کو اپنی جان دینے کے لیے فدا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں توبہ۔ جب تک جان نہیں لڑاؤ گے غیر اللہ سے جان نہیں چھڑا سکتے، آسانی سے گناہ نہیں چھوڑ سکتے۔ لومڑیوں کا یہ کام نہیں ہے، شیروں کا کام ہے۔ جسم دیکھو تو شیر سے بھی قوی اور ہمت دیکھو تو لومڑی بھی شرما جائے۔ تو اللہ والوں کی محبت سے اللہ کی محبت بھی مل جائے گی اور نیک اعمال کی توفیق بھی ملے گی۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا ؎

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

میں خود کہتا ہوں کہ اگر کوئی درد بھرا دل لے کر کہیں بیٹھا ہو میں ایسی شخصیت پر اس عمر میں بھی فدا ہونے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی محبت کی دولت عطا فرمائی ہے۔

محبت کی حدود

اب آگے محبت کی پلاٹنگ ہو رہی ہے۔ جیسے ہر چیز کی پلاٹنگ اور اس کی حدود ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اتنی محبت دے دے کہ میں اپنی جان سے زیادہ آپ کو پیار کروں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ

جب جان سے زیادہ مولیٰ پیارا ہو گا تو بتاؤ پھر کوئی بد نظری کرے گا؟ گناہ چھپ چھپ کر کرے گا؟ لعنتی مزہ لے گا؟ ارے! گناہ سے ایسا بھاگے گا جیسے سانپ سے۔ اور اللہ کی رحمت پر فدا رہے گا۔

جان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

تو زبانِ رسالت سے محبت کی حدود بیان ہو رہی ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اتنی محبت

دے دے کہ ہماری جان ہمہ وقت آپ پر فدا رہے اور ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ گناہوں کی حرام لذتوں کو، حرام خوشیوں کو امپورٹ نہ کریں۔ حرام خوشیوں کو کیا کریں۔

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

گناہ چھوڑ کر پچھتاؤ بھی مت بلکہ خوشی خوشی گناہوں میں آگ لگادو۔ بتاؤ! سورج کب نکلتا ہے؟ جب مشرق لال ہوتا ہے۔ دل بھی جب خونِ تمنا سے لال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو اپنے قرب کا سورج عطا فرماتے ہیں۔

اگر لڑکیوں اور لڑکوں کا فرسٹ فلور (گال، بال، آنکھیں) دیکھو گے تو شیطان اس فرسٹ فلور سے پُل (pull) کرکے پھر گراؤنڈ فلور (پیشاب پائخانہ کے مقام پر) پُش (push) کردے گا اور پھر گٹر لائنوں میں پڑے چیں چیں کرتے رہو گے۔ جیسے سانپ چھچھوندر نگلتا ہے تو چھچھوندر بھی چلّاتی ہے اور سانپ بھی چلّاتا ہے، غیر اللہ والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں، خودکشی تک کرلیتے ہیں۔ سن لو! کسی ولی اللہ نے کبھی خودکشی نہیں کی، مولیٰ کے عاشقین خودکشی نہیں کرتے، لیلاؤں کے عاشقین نے خودکشی کی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کتنی ہونی چاہیے؟ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے الفاظِ نبوت میں مانگو، ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں، آپ کے الفاظ بھی مقبول ہیں، مقبول لغتِ نبوت میں مانگو گے تو آپ کی دعا رد نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ یاد کرلو۔ خالق حیات کی باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حیات برستی ہے۔ خالق حیات اپنے عاشقوں پر حیات اور نافرمانوں کے دلوں پر موت برساتا ہے، چہرہ دیکھو تو پتا چل جائے گا کہ اس پر لعنت وپھٹکار ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو بد نظری کرکے آیا تھا فرمایا:

مَابَالُ اَقْوَامٍ يَّتَرَشَّحُ مِنْ اَعْيُنِهِمُ الزِّنَا[14]

کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[14] التفسیر القرطبی: ۱۰/۴۴، الحجر (۷۵)، دار الکتب العربی، القاھرۃ، ذکرہ بلفظ وفی عینیہ اثر الزنا

نے لعنت نہیں فرمائی؟ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ جو بد نظری کرتا ہے اس پر لعنت ہو۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے تو کیا لعنت کے اثرات چہرے پر نہیں آئیں گے؟

اہل و عیال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

اس کے بعد فرمایا وَمِنْ اَھْلِیْ اے اللہ! اپنی محبت مجھے میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ دے دے۔ یہ نہیں کہ بیوی نے کہا کہ ٹیلی ویژن نہیں لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گی تو مارے ڈر کے لے آیا۔ بھائی! ہرگز اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو، بیوی کی تمام ڈیمانڈ پوری کرو، اگر اچھے کپڑے کو کہے لے آؤ، کوکا کولا لے آؤ، مرنڈا مانگے لادو، سیون اپ پلا دو، اور شوگر والی ہے تو ڈائٹ سیون اپ لے آؤ اور ٹھنڈی کر کے پلاؤ۔ حلال نعمتیں اس پر برساؤ لیکن جب اللہ کی نافرمانی کو کہے کہ ننگی فلمیں لے آؤ تو کہہ دو کہ میری جان لے لو مگر ایمان نہ لو، ایمان نہیں دے سکتا۔

جہانگیر بادشاہ سے نور جہاں نے کہا کہ شیعہ ہو جاؤ۔ پوچھا کیوں؟ کہا کہ تم میرے عاشق ہو، عاشق کو چاہیے کہ معشوق کا مذہب اختیار کرے تو اس نے کہا کہ ؎

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

اے نور جہاں میری محبوبہ! تجھ پر میں نے جان دی ہے، ایمان نہیں دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

تیسرا جملہ ہے وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ۔ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رَگ رَگ میں جان آتی ہے، جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہیں، اس شدید پیاس میں پانی جتنا پیارا ہوتا ہے، اے اللہ! اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہو جائیے، اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرما دیجیے۔ بس مضمون ختم ہو گیا۔ کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ ایک ہی مجلس میں سارا دین کون پیش کر سکتا ہے؟ تئیس برس میں جو دین نازل ہوا وہ لیسٹر کی اس مسجد میں ابھی ایک گھنٹے میں پیش کر دوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن ضروری ضروری باتیں پیش

کردی ہیں (حاضرین نے کہا بہت جامع بیان ہے، ماشاء اللہ) اب میں درد بھرے دل سے دعا کرتا ہوں، میں مسافر ہوں، آپ آمین کہیں۔

اے اللہ! ہماری جانوں میں اور ہمارے دلوں میں اور ہمارے سینوں میں محبت کا وہ درد داخل فرما جو آپ عاشقوں کے سینوں کو عطا فرماتے ہیں، جو اولیاء اور دوستوں کے سینوں میں عطا فرماتے ہیں اور منتہائے اولیائے صدیقین کی نسبت سے نوازیے۔ ہماری دنیا بھی بنادے، آخرت بھی بنادے۔ اے اللہ! اختر کو بھی اور تمام سامعین کو تقویٰ کی حیات نصیب فرما، اپنے نام کی مٹھاس اور لذت سے ہم سب کو آشنا فرما، ایسا قرب نصیب فرما کہ ساری دنیا کی لیلائیں نگاہوں سے گر جائیں۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنا دیوانہ بنادے اور دیوانہ سازی بھی نصیب فرما۔ اے خالق دو جہاں! دونوں جہاں ہم سب کو عطا فرما، یہ دعا میرے لیے آپ سب کے لیے اور ہمارے آپ کے بچوں کے لیے اور سارے عالَم کے احباب غائبین اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے قبول فرما۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

بِرَحۡمَتِكَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

❁❁❁❁

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

اللہ والوں سے محبت رکھنا اور ان میں جینے مرنے کا ذوق رکھنا انبیاء کرام کا ذوق ہے۔ جہاں امت کو اس بارے میں ہدایت ہے کہ وہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کریں وہیں اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ آپ صحابہ کرام کے پاس بیٹھا کریں تاکہ آپ کے نورِ نبوت کے فیض سے ان کے قلوب بھی اللہ کے نور سے روشن ہوجائیں۔

شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''عرفانِ محبت'' اہلِ محبت یعنی اللہ والوں کی صحبت کے فیض سے حاصل ہونے والے عرفان کے بیان پر مبنی ہے یعنی ان اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب کا وہ تعلق قائم ہوجاتا ہے جسے ولایت کہتے ہیں۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری



ارشاداتِ دردِ دل

بر زمینِ افریقہ

ملفوظات

عارف باللہ حضرتِ اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مرتب۔ خادم خاص حضرت والا مدظلہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

فہرست

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نامِ کتاب: ارشاداتِ دردِ دل

نامِ مصنف: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلھم علینا الیٰ مأۃ و عشرین سنۃ

موضوع: جنوبی افریقہ، بوٹسوانا، زمبیا اور موزمبیق کے اسفار کے احوال اور ملفوظات

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: سید عظیم الحق صاحب ا۔ جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱ ٦٦٨٩٣٠٠

اشاعت اوّل: رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر: کُتُب خَانَہ مَظہَرِیُ

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاداتِ دردِ دل

محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی تقریباً پونے دوسال سے صاحبِ فراش ہیں۔ اللہ حضرتِ والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اور مجھ سیہ کار پر رحم فرما کر بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے یہ دعا قبول فرما کر میرے دلِ مردہ کو زندہ کردیں اور پورے عالم میں حضرت والا کی صحتِ کاملہ اور درازیٔ عمر کے لیے جو دعائیں مانگی جارہی ہیں انہیں قبول فرما کر اس کا ظہورِ عاجل فرمائیں، آمین۔

سفرِ لاہور

مارچ میں ڈاکٹروں کے مشورہ سے حضرت والا نے لاہور کا سفر فرمایا اور وہاں پندرہ دن قیام فرمایا اور وہاں حسبِ معمول باوجود ناسازی صحت کے خوب دین کا کام ہوا اور روزانہ حضرت والا کی دو مجالس ہوتی تھیں جن میں بہت لوگ شریک ہوتے تھے۔ پنجاب اور سرحد کے دور دراز علاقوں سے لوگ دو دو دن کا سفر کرکے آئے۔ الحمدللہ تعالیٰ اس سفر سے حضرتِ اقدس کی صحت پر اچھا اثر پڑا۔

جنوبی افریقہ کے سفر کی دعوت

سفرِ لاہور کے بعد حضرت والا کے بہت مقرب، خادمِ دیرینہ اور خلیفہ اور جنوبی افریقہ کے میزبانِ اوّل حضرت مفتی حسین بھیات صاحب کا

فون آیا اور جنوبی افریقہ کے سفر کی دعوت پیش کی۔ دو تین ماہ قبل جنوبی افریقہ سے حضرت کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب تشریف لائے تھے اور انہوں نے بھی حضرت والا سے درخواست کی تھی کہ حضرتِ والا عمرہ کرتے ہوئے جنوبی افریقہ تشریف لائیں لیکن بوجہ صحت یہ سفر ممکن نہ ہوا۔ اب سفر لاہور کے بعد مولانا کا پھر فون آیا اور انہوں نے دعوتِ سفر کا پھر اعادہ کیا۔ اگرچہ الحمدللہ حضرت کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے لیکن داہنا ہاتھ ابھی متأثر ہے اور حضرت والا ایک آدمی کے سہارے سے چلتے ہیں لیکن اپنی شفقت ومحبت اور کرم سے جو حضرتِ اقدس کی طبیعتِ مبارکہ کا خاصہ ہے جنوبی افریقہ کی دعوتِ سفر قبول فرمالی اور فرمایا کہ مفتی حسین بھیات صاحب کو اطلاع کردی جائے کیونکہ جنوبی افریقہ کے سفر کے بانی وہی ہیں، انہی کی وجہ سے جنوبی افریقہ کے تمام اسفار ہوئے لہٰذا انہی کے یہاں قیام ہوگا۔

سراپا محبت

حضرتِ والا سراپا محبت، سراپا کرم ہیں بقول بنگلہ دیش کے ایک عالم اور حضرتِ والا کے خلیفہ مولانا حبیب اللہ صاحب کے کہ اگر اللہ تعالیٰ محبت کو کوئی شکل اور جسم دیتے تو وہ حضرت والا دامت برکاتہم ہوتے گویا محبت، حضرتِ والا کی شکل میں متشکل ہوگئی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرتِ والا مجسم محبت ہیں۔ سینہ میں درد بھرا دل سارے عالم میں حضرتِ والا کو اللہ کے لیے بے قرار رکھتا ہے۔ حضرت والا ہی کا شعر ہے ؎

اختر کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے

حضرت والا کے قلبِ مبارک میں دردِ محبت کا ایک بے مثل اور

نایاب خزانہ ہے جس کے متعلق احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ امت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اس میں بالکل منفرد فرمایا ہے اور آنے والی صدیاں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی گواہی دیں گی اور آنے والی نسلیں اس دردِ محبت سے مست ہوکر سر دُھنیں گی کہ آہ! عشق کا ایسا آتش فشاں امت میں موجود تھا جس کو کوئی پہچان نہ سکا اور قدر نہ کرسکا، اللہ تعالیٰ احقر کو اوّلاً اور اُمتِ مسلمہ کو ثانیاً حضرتِ اقدس کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرتِ اقدس کے قلبِ مبارک کے اس دردِ محبت سے پورا پورا سرشار و سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہ حسرت دل میں نہ رہے کہ آہ ہم نے اس بے مثل خزانہ سے کچھ حاصل نہ کیا، آمین ثم آمین ؎

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز
پھر یہ جمالِ نور دِکھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کا سایۂ حیات صحتِ کاملہ و عافیت و عظیم الشان دینی خدمت و شرفِ قبولیت کے ساتھ ایک سو بیس سال تک ہمارے سروں پر دراز فرمائے اور حضرتِ والا کی جانِ پاک کو ہم سے مسرور فرماوے اور احقر کو خصوصاً اور جملہ احباب کو عموماً حضرتِ اقدس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور ہمیشہ علیٰ وجہ الکمال راضی وخوش رکھے، آمین یَا ربَّ العٰلمین۔

اللہ کی محبت کی یہ آگ حضرتِ اقدس کو بے قرار رکھتی ہے، حضرتِ والا چاہتے ہیں کہ ہر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے اور ہر شخص معمولی درجہ کا ولی اللہ نہیں، ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ جائے۔ حضرتِ والا کی زندگی کا یہی مقصد اور یہی مشن ہے جس کے لیے ہمیشہ سفر وحضر میں حضرتِ والا کو بے قرار پایا اور اس بیماری کی حالت میں بھی اسی لیے جنوبی افریقہ کا دور دراز کا سفر قبول فرمایا۔ حضرتِ والا کے اشعار مضمونِ بالا

کے ترجمان ہیں، فرماتے ہیں ؂

سارے عالم میں پھر پھر کے یا رب
تیرا دردِ محبت سنائیں

تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں

سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں ؂

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

جنوبی افریقہ سے تین حضرات کی کراچی آمد

سفر کی منظوری کی اطلاع فون پر مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم کو ہوگئی تھی۔ مولانا نے اپنے تین خاص احباب کو حضرت والا کی ہمراہی کے لیے کراچی بھیجا جن میں جناب یوسف ڈیسائی صاحب نے تمام انتظامات و اخراجاتِ سفر قبول کرنے کی درخواست اپنے شیخ مولانا عبدالحمید صاحب سے کی تھی جس کو مولانا نے قبول فرمایا۔ جناب یوسف ڈیسائی مع اپنے دو ساتھیوں کے یکم اپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ کراچی پہنچے اور اگلے دن صبح ویزا لینے کے لیے اسلام آباد روانہ ہوئے اور الحمدللہ اگلے دن ویزا مل گیا۔

لہٰذا ۲۱؍محرم الحرام ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۲۰۰۲؁ء بروز جمعہ سفر کا نظم طے ہوگیا۔ حضرت والا کے ساتھ حضرت والا کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی اور مطہر محمود صاحب لاہوری اور احقر راقم الحروف تھا۔ جناب شمیم احمد صاحب اور سید واثق حسین صاحب اور رضی الدین صاحب بھی ساتھ تھے۔ ان تینوں حضرات نے حضرت والا کے ہمراہ سفر کی اجازت چاہی تھی جو حضرت والا نے منظور فرمالی تھی۔

کراچی ائیر پورٹ روانگی

صبح ساڑھے نو بجے حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ ائیر پورٹ روانہ ہوئے۔ ائیر پورٹ پہنچ کر حضرت والا وھیل چیئر پر تشریف فرما ہوئے جس کو حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب چلا رہے تھے۔ کراچی ائیر پورٹ کے فرسٹ کلاس لاؤنج میں حضرت والا نے آرام فرمایا کیونکہ ابھی پرواز میں دیر تھی۔

دُبئی ائیر پورٹ پر قیام

بارہ بجے کے قریب حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ امارات ائیر لائن کے جہاز پر دبئی کے لیے سوار ہوئے اور بارہ بج کر بیس منٹ پر جہاز نے پرواز کی اور پاکستانی وقت کے مطابق سوا دو بجے ہم لوگ دبئی پہنچے جہاں سے جوہانسبرگ کے لیے پرواز صبح چار بجے مقرر تھی اور یہ پرواز اسی لیے اختیار کی گئی تا کہ حضرت والا کو دبئی میں آرام مل جائے۔ چنانچہ دبئی ائیر پورٹ کے ہوٹل کے کمروں میں حضرت والا مع ہم سب خدام منتقل ہوگئے۔

حضرت والا کا تقویٰ

ہوٹل کے کمرے میں ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ حضرت والا نے اس پر چادر

ڈلوادی اور فرمایا کہ یہ گناہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس میں ناچ گانے، عورتیں، بے حیائی کی باتیں اور تصویریں وغیرہ آتی ہیں اس لیے اس پر چادر ڈلوادی کہ ہم آلۂ گناہ کو بھی دیکھنا نہیں چاہتے اگرچہ اس وقت یہ بند ہے اور کوئی گناہ نہیں ہو رہا ہے مگر اس کو بھی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔

ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے اپنے کمروں میں دو دو آدمیوں نے جماعت سے ادا کیں۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت والا کھانا تناول فرما کر سونے کے لیے لیٹ گئے کیونکہ رات کو تین بجے روانگی تھی۔

دُبئی سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی

صبح سوا چار بجے امارات ائیر لائن سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی ہوئی۔ صبح چھ بجے کے قریب ہم لوگوں نے جہاز میں نمازِ فجر ادا کی۔ اور آٹھ گھنٹہ کی پرواز کے بعد ہمارا جہاز مقامی وقت کے مطابق دس بج کر دس منٹ پر جوہانسبرگ ائیر پورٹ پر اُترا۔

ائیر پورٹ پر جوہانسبرگ کے علاوہ جنوبی افریقہ کے دور دراز شہروں سے آنے والے علماء اور دوسرے حضرات کا ہجوم تھا اس لیے اعلان کر دیا گیا کہ حضرت والا کی طبیعت ناساز ہے اور سفر کی تھکن اور ضعف ہے اس لیے برائے مہربانی آپ حضرات سلام، مصافحہ اور معانقہ کی کوشش نہ کریں۔ حضرت والا خود سلام کریں گے، آپ لوگ جواب دیجئے تاکہ ہر ایک کے سلام کا حضرت والا کو بار بار جواب نہ دینا پڑے۔ چنانچہ حضرت والا نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا اور سب نے سلام کا جواب دیا۔

ائیر پورٹ سے مفتی حسین بھیات صاحب کے ہمراہ ان کے مکان واقع لنیشیا میں حضرت والا تشریف لائے جہاں پہلے ہی سے کافی حضرات جمع

ہو گئے تھے جو ائیر پورٹ پر ملاقات کے بعد سیدھے مفتی حسین بھیات کے مکان پر دوبارہ ملاقات کے شوق میں آ گئے۔ ان میں مولانا منصور الحق صاحب بھی تھے۔ حضرت والا نے مولانا سے باندازِ مزاح فرمایا کہ اپنی ایک غزل اُڑاؤ۔ مولانا نے ترنم سے اپنا کلام سنایا۔ پھر حضرت والا نے نہایت درد سے یہ شعر پڑھا ؎

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

تحدیثِ نعمت

فرمایا کہ اگرچہ میں تارکِ سلطنت نہیں ہوں لیکن (نہایت رقت کے ساتھ فرمایا) دل میں تارکِ سلطنت کا جذبہ رکھتا ہوں۔ میں بادشاہوں کے کانوں کو تلاش کرتا ہوں کہ تمام دنیا کے سلاطین جمع ہو جائیں اور میری تقریر کا ہر زبان میں ترجمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل مجھ پر ہو تو پھر دیکھئے تماشہ! اگر بادشاہ لوٹنے نہ لگیں اور سلطنت ان کو حقیر اور کمتر نہ معلوم ہونے لگے تو اللہ کے کرم سے میں یہی گمان رکھتا ہوں۔

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے فرمایا کہ چلیے مولانا منصور صاحب سنایئے۔ میں تو اس بیماری میں اتنی دور سے آیا اور آپ لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ مولانا منصور الحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جتنے دن ملازمت پر نہ جا سکیں اور جو تنخواہ کٹے اس کا میں انتظام کر دوں گا۔ (اپنے غلاموں کے ساتھ حضرت والا کو جو تعلق اور محبت ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں۔)

مجلس بعد عصر بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

کراچی سے جوہانسبرگ تک تقریباً ۲۷ گھنٹے کا سفر تھا حضرت

مرشدی کی تھکن بھی ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ لیکن عصر کے بعد بہت سے لوگ حضرت سے ملاقات کے شوق میں جمع ہوگئے تو باوجود ضعف اور تھکن کے حضرتِ والا مجلس میں تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ ان کے بھائی اعجاز الحق صاحب حضرت کے اشعار پڑھنا چاہتے ہیں۔ حضرتِ والا نے ان سے پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے حضرتِ والا کے یہ عارفانہ اشعار بہت عمدہ آواز میں درد کے ساتھ پڑھے ؎

جس سے ہیں آپ خوش اِس جہاں میں
وہ شب و روز ہے گلستاں میں

دیکھ کر میرے اشکِ ندامت
ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں

آپ کا سنگِ در اور مرا سر
حاصلِ زندگی ہے جہاں میں

سارے عالم کی لذت سمٹ کر
آگئی ہے ترے آستاں میں

ارشاد فرمایا کہ ہر شعر میں غور کیجئے تو ہزاروں غزلیات ایک طرف اور اس کا ایک ایک شعر ایک طرف۔ غور کیجئے کہ ایک ایک شعر کیا معانی رکھتا ہے اور کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اس کو خالی شعر و شاعری مت سمجھئے، یہ میرے دل کی آواز ہے۔

لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ
اور کیا لطف آہ و فغاں میں

کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
درسِ تسلیم و خونِ تمنا
ہے نہاں عشق کی داستاں میں

ارشاد فرمایا کہ خونِ تمنا کا لفظ کہنا تو آسان ہے مگر جب تمناؤں کا خون پینا پڑتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اس میں کیا مزہ ہے۔ اسی خونِ تمنا سے حلاوتِ ایمانی ملتی ہے۔ شیر خون پیتا ہے تو اس میں کتنی طاقت آجاتی ہے کہ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے اِسی طرح جو مومن اپنی حرام تمناؤں کا خون پیتا ہے اُس میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ وہ معاشرہ پر غالب رہتا ہے، معاشرہ کی رفتار کے خلاف اللہ کی مرضی پر چلتا ہے اور جو تقاضائے نفس سے مغلوب ہوکر گناہ کرلیتا ہے وہ ظالم شیر نہیں ہے لومڑی ہے، رُوباہ خصلت ہے، بزدل ہے۔ شیر کی غذا خون ہے اور مومن کی کیا غذا ہے؟ اپنی حرام تمناؤں کا خون۔ میرا شعر ہے ؎

نے ترا دل، نے تری جاں چاہیے
اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

کتنا ہی ارمان ہو، کتنی ہی تمنا ہو، کتنا ہی دل چاہتا ہو کہ اس شکل کو دیکھ لو، پھر نہ جانے یہ سامنے آئے یا نہ آئے اس وقت خونِ تمنا پی لو تو پھر ایمان کا عالم کچھ اور عالم ہوگا۔ شیر خون پیتا ہے تو اس کی طاقت کتنی ہوتی ہے جس طرف چلتا ہے زمین ہلتی ہے، سارا جنگل اس سے کانپتا ہے۔ اگر خونِ تمنا، خونِ ارماں کرنے کی توفیق ہوگئی تو ان شاء اللہ آپ سے بھی سارا عالم کانپے گا۔ جس طرف جائیں گے ہلچل مچ جائے گی۔ روباہ خصلتی سے توبہ کرو، شکل دیکھو تو بایزید بسطامی کی ہے مگر خونِ تمنا کرنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے؟ یہ کیا بات ہے

کہ شکل تو شیروں کی ہے اور کام لومڑیوں جیسا ہے۔ شرم کرو، شرم کرو، شرم کرو۔

درسِ تسلیم یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے سر ڈال دو، اپنی رائے بالکل نہ رہے، جو اللہ کو منظور ہے وہی ہم کو منظور ہے اور اس کے خلاف لومڑیانہ حرکت دِکھانا بالکل پسماندہ لوگوں کا کام ہے، وہ سلوک میں کبھی ترقی نہیں کرسکتے جو لومڑی کی طرح جیتے ہیں کہ جیسا چاہا کرلیں۔ دل کے خلاف، معاشرہ کے خلاف کام کرو، دل چاہتا ہے کہ فلاں شکل دیکھ لو، اُس وقت غراؤ کہ دیکھتا ہوں کہ تو کیسے دیکھتا ہے۔ غرانا سیکھو، شیر کی طرح دنیا میں رہو تب آپ ولی بنیں گے۔

اس کے بعد حضرت والا نے مولانا منصورالحق صاحب سے کلام سنانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے اپنی غزل کا یہ شعر پڑھا جو حضرت والا ہی کا ملفوظ ہے جسے مولانا نے نظم کردیا۔

شیر کی طرح جیو، رکھو بڑی سی ڈاڑھی
شیرنی کی طرح کیوں رہتے ہو بندر کی طرح

اور اگلا شعر حضرتِ اقدس کی شان میں بہت عمدہ ہے جو حضرت والا کے مقامِ حضوری کا ترجمان ہے۔

چپکی ہر آن رہے جان یہ رحمٰن کے ساتھ
جینا سیکھو مرے مرشد سے قلندر کی طرح

مولانا اشعار سنا چکے تو حضرت والا نے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اپنی تنہائی کی عبادت زیادہ پسند کرتے ہیں بہ نسبت اللہ کے دوستوں کی ملاقات کے، لیکن یہ ذوق صحیح نہیں ہے بالکل غلط ہے ورنہ یہ حکم ہوجاتا کہ تنہائی میں اپنے اپنے کمروں میں نماز پڑھتے رہو اور ہمیں اکیلے یاد کرتے رہو لیکن جماعت واجب کردی، سنن ونوافل اکیلے پڑھنا مستحب ہے جماعت کی نماز

واجب ہے۔ جماعت واجب کردی گئی ہے کہ پانچوں وقت میرے عاشقوں سے ملاقات کرواور جمعہ کے دن جامع مسجد میں اورزیادہ عاشقوں سے ملو، پھر عید بقرعید میں اورزیادہ عاشقوں سے ملواور پھرحج وعمرہ میں بین الاقوامی اولیاء سے ملاقات کرو۔ اور جب جنت میں داخل ہوگے تو وہاں بھی پہلے میرے عاشقوں سے ملو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ۔عبادی میں یاء نسبتی ہے کہ یہ میرے خاص بندے ہیں اور یہ میرے کیوں ہیں؟ کہ یہ دنیا میں بھی کسی کے نہ ہوئے، میرے ہوکے رہے، نفس کے نہیں ہوئے، شیطان کے نہیں ہوئے، معاشرہ کے نہیں ہوئے صوبہ وملک کے نہیں ہوئے، بین الاقوامی اصولوں کے نہیں ہوئے لٰہذا یہ دنیا میں میرے تھے تو جب یہ میرے ہیں تو انہیں میرے کیوں نہ کہوں، جب یہ میرے بن کے رہے تو کیوں نہ ان کو کہوں کہ یہ میرے بندے ہیں اور میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنت مکان ہے اور اہلِ جنت مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے، میرے شیخ نے کیسی پیاری دلیل دی لٰہذا اہلُ اللہ جنت سے افضل ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرے اِنہیں خاص بندوں کی ملاقات کی بدولت تم لوگ جنت میں آئے، صحبتِ اہلُ اللہ سے اخلاق صحیح ہوگئے، اخلاق صحیح ہوئے تو تم ولی اللہ ہوئے اور ولی اللہ ہوگئے تو جنت میں آگئے اس لیے اہل اللہ کی صحبت کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیے۔ جب اللہ والوں کی صحبت مل جائے تو اپنی تنہائی کی نفلی عبادت کم کرکے ان کی صحبت میں زیادہ بیٹھو۔اہل اللہ کی صحبت نفلی عبادتوں سے افضل ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ستر برس تک میں شاعر نہیں تھا یعنی باقاعدگی کے ساتھ شعر نہیں کہتا تھا۔ میرے اشعار اب اتنی کثرت سے ہوئے کہ فیضانِ محبت کی صورت میں شائع ہوئے، یہ ستر برس کے بعد کے ہیں۔ ستّر برس کے بعد یہ سب ایک دم سے ہوا اور اصل بات یہ ہے کہ

شاعری مدِّنظر ہم کو نہیں
وارداتِ دِل لکھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری راز داں
ہر کسی سے کب کُھلا کرتے ہیں

میرے اشعار کو اشعار نہیں سمجھئے، دردِ دل سمجھئے، یہ میرے دل کی آہ ہے جو شعر میں ڈھل گئی ہے ؎

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

آپ اگر میرے شعروں کو شاعری سمجھیں گے تو کچھ نہیں پائیں گے اگر دل کی آواز سمجھیں گے اور دل کی واردات سمجھیں گے تو امید ہے کہ کچھ پا جائیں گے۔اور سب نہیں پائیں گے، کچھ پائیں گے۔سب کب پائیں گے؟ جب میرا جیسا دل ہو جائے گا۔

(**نوٹ**:احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اکابر نے لکھا ہے کہ بعض اوقات اولیاءاللہ کی زبان سے ایسی باتیں من جانب اللہ تکوینی طور پر کہلوادی جاتی ہیں تاکہ امت کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ استفادہ کرسکے ورنہ وہ ایسی بات از خود نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تو خود کو سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔)

مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ ہمارا دل بھی ایسا ہو جائے۔حضرت نے دعا فرمائی کہ میں یہی چاہتا ہوں کہ ساری دنیا اولیاءصدیقین سے کم نہ رہے اور اولیاءصدیقین کیسے ہوں گے؟ جن کو اللہ کے راستہ میں جینا اور مرنا نصیب ہو جائے اور اللہ پر جینا اور مرنا کیا ہے؟ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں اس کو کر لینا چاہیے چاہے جان چلی جائے اور جس بات سے اللہ تعالیٰ ایک ذرّہ ناراض ہوں، اس کو نہ کرنا چاہیے چاہے جان نکل

جائے۔ صاف بات یہ ہے، کھری بات یہ ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہوں اس کو کرنا ہے جس سے ناخوش ہوں اس کو نہیں کرنا ہے چاہے جان نکل جائے۔ شیرانہ مزاج رکھئے، شیر ہمیشہ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے لہٰذا معاشرہ کے خلاف چلیے۔ اللہ کی مرضی کے سامنے معاشرہ اور بین الاقوامی طور طریقے کیا چیز ہیں۔ بین الاقوامی اصول انسان ہی کے تو بنائے ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی ہوں یا کچھ ہوں اللہ کا نام سب سے بلند، اللہ کا حکم سب سے مقدم۔

اس لیے دو مشورے دیتا ہوں اور یہ مشورہ بمنزلہ حکم کے ہے ان لوگوں کے لیے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱) نظر کی حفاظت، کتنا ہی حسین ہو، معلوم ہو کہ حسن میں اوّل آنے والی آج Lenasia کی سڑکوں سے گذرے گی تب بھی اس کو بالکل نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کے بادشاہ ہیں، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، ان کا حکم ہے کہ کسی نامحرم یا کسی امرد کو مت دیکھو تو آنکھوں کی حفاظت سے سرحد کی حفاظت ہوگئی۔ اور (۲) دل کی حفاظت، دل میں گندے خیالات مت پکاؤ، اس سے دارالخلافہ کی حفاظت ہوگئی۔ کسی ملک کی حفاظت سرحد اور دارالخلافہ کی حفاظت پر موقوف ہے، اگر یہ دونوں محفوظ ہیں تو مجال نہیں ہے کہ اس ملک پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو اسلام و ایمان و احسان کا ملک جو آپ کے قلب میں ہے اس کی حفاظت آنکھوں کی حفاظت اور دل کی حفاظت پر ہے۔ اگر یہ دو حفاظت نہ کی جو میں کہہ رہا ہوں تو واللہ کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ یہ دو کام جو کرلے تو دوسرے بڑے کام خود بخود چھوٹ جائیں گے کیونکہ جو بھینس اٹھالے گا وہ بکری بھی اٹھالے گا۔ دوسرے تمام کام ان کے مقابلے میں بالکل آسان ہیں، نماز، روزہ، ذکر و تلاوت، حج، زکوٰۃ مثبت کام تو آج کل لوگ خوب کرلیتے ہیں لیکن منفی کام ان سے نہیں ہوتا حالانکہ منفی کام کے معنی ہیں کہ کام نہیں کرنا ہے اور کام نہ کرنا آسان ہے پھر بھی

لوگ نہ کرنے والے کام کر کے مشکل میں پڑتے ہیں حالانکہ گناہ کے کام نہ کرو اور آرام سے رہو۔ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گناہ چھوڑنا تو بہت آسان ہے کیونکہ ہر گناہ کا نام منکر ہے اور منکر اجنبی کو کہتے ہیں اور اجنبی سے کسی کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر کسی مالدار کے پاس کوئی اجنبی آ کر بیٹھ جائے تو شبہ کرتا ہے کہ کہیں یہ جیب کترا نہ ہو۔ لہٰذا اجنبی سے لوگ خود کو بچاتے ہیں اور اس کو بھگاتے ہیں لہٰذا گناہ بھی اجنبی ہے، اس کو کیوں نہیں بھگاتے، اس کو بھگانا کچھ مشکل نہیں۔ اور کام کچھ نہیں کرنا، کام نہ کرو اور مزدوری لے لو، اللہ کے سوا کون ایسا کریم ہے کہ کام نہ کر کے مزدوری دے اور بڑی بڑھیا مزدوری دے یعنی حلاوتِ ایمانی۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ خود خوں بہا ہیں، خونِ تمنائے حرام کے خوں بہا میں اللہ تعالیٰ اپنے کو پیش کرتے ہیں۔ ثواب کی لالچ نہیں دی کہ ثواب دیں گے، نہیں ہم خود تمہیں مل جائیں گے، خود اپنی ذات تمہیں دے دیں گے، تمہاری تمناؤں کے خون کا خوں بہا میں ہوں۔ تم اپنے خونِ تمنا کی قیمت تو پہچانو کہ اس خون کے بدلہ میں ہم نے اپنی ذات کو رکھا ہے، تم ناجائز تمناؤں کا خون کرو تو ہم اپنی ذات تم کو پیش کر دیں گے۔ حلاوتِ ایمان کس چیز کا نام ہے منجملہ اس کے معنی یہی ہیں۔

بس ہماری بہت ضروری گفتگو ہے۔ اگر اس معاملہ میں ہمت سے کام نہ لیا تو پوری زندگی ناقص رہو گے، ناقص رہو گے، ہرگز کمالِ ایمان، اولیاءِ صدیقین کا ایمان نہیں ملے گا اور ایک تعریف اس ادنیٰ غلام نے کی ہے۔ اولیاء صدیقین کا درجہ نبیین کے بعد ہے۔ قرآن پاک میں ہے مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ اور وَ الشُّهَدَآءِ ان کے بعد ہے جو اگرچہ جان بھی دیتے ہیں لیکن صدیقین سے پیچھے ہیں کیونکہ صدیق زندہ شہید ہوتا ہے ؎

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم، نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اے بسا زندہ شہیدے معتمد

بہت سے لوگ شہید ہیں اور زندہ بھی ہیں اور یہ شہادت ان کی معتبر بھی ہے، جسم سے تو خون نہیں بہا لیکن اندر اندر دل کا خون ہوگیا اس لیے یہ زندگی ہی میں شہید ہیں۔

بس تصوف نام عمل کا ہے، باتوں کا نام نہیں ہے، نہ باتوں کو نوٹ کرنا، نہ یاد کرلینا، نہ نقلِ ملفوظاتِ تصوف کا نام ہے۔ بزرگوں کی باتوں کو نقل کردینا کافی نہیں ہے، بزرگوں کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے، عمل کرنے سے کام بنے گا ۔

قدم بایدت در طریقت نہ دم

سلوک اور طریق میں قدم کی ضرورت ہے، باتیں بنانے سے، دم مارنے سے کام نہیں بنتا، بس یہ راستہ بہت آسان ہے ۔

جو آسان کرلو تو ہے عشق آساں

جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

اچھا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ حسینوں کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ بتائیے بے چینی، پریشانی، تڑپنا، للچانا اور ناشکری کہ اے کاش یہ ہمیں ملی ہوتی، یہ ہمیں کیوں نہیں ملی، بتائیے یہ اللہ کی ناشکری ہے یا نہیں؟ اور پانچ سال کے بعد حکومتیں بھی بدل جاتی ہیں، حسینوں کی حکومت پانچ سال بعد دیکھئے تو حکومت بدلی ہوئی ملے گی اور زندگی ہی میں بڑھاپا آجاتا ہے تو شکل بگڑ جاتی ہے ۔

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا

بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

کوئی بڈھے معشوق کو پسند کرتا ہے؟ ہندو، عیسائی اور یہودی بھی پسند نہیں کرتے لہٰذا اگر آپ نے بڑھاپے میں حسینوں سے نظر کو پھیرا تو کیا پھیرا؟

عالمِ شباب میں نظر بچانا کمال ہے اور یہ مومنِ کامل یعنی اللہ کے دوستوں کا کام ہے، کسی کافر و فاسق کا نصیبہ نہیں اور جب خوب طاقت جوانی کی ہو اس وقت اللہ پر فدا ہو جاؤ بتائیے جوان بکرے کی قربانی زیادہ ثواب ہے یا بڈھے بکرے کی۔ اللہ تعالیٰ مردہ قبول نہیں کرتا۔ مردہ اگر کہے کہ میں نے سب گناہ چھوڑ دیئے تو کیا وہ متقی ہو جائے گا؟ کیونکہ اس نے گناہ چھوڑے نہیں ہیں، گناہ اس سے مجبوراً چھوٹ گئے ہیں اور متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے اختیار سے گناہوں کو چھوڑتا ہے، تقویٰ نام ہے:

﴿كَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰی﴾

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسه فی طاعة اللہ)

یعنی گناہوں کے تقاضوں کے باجود گناہ نہ کرنا، اس کا نام تقویٰ ہے۔

بس ایک سبق آج دے دیا اس کو نوٹ کرلو، یاد کرلو۔ اگر اولیاء صدیقین کا مقام حاصل کرنا ہے تو ان دو چیزوں پر عمل کرو بقیہ چیزیں اللہ کے فضل سے آسان ہو جائیں گی۔

تو ایک تعریف اولیاء صدیقین کی یہ ہے:

﴿اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ﴾

جس کا قال اور حال یکساں ہوں۔ دوسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ﴾

جس کا باطن ظاہری حالات سے متاثر نہ ہو۔ لندن کے ہیتھرو ائیر پورٹ پر جو ائیر ہوسٹسوں کے سامنے متقی رہے وہ صدیق ہے۔ تقویٰ اس کا نام ہے کہ خوش قامت کو دیکھ کر اپنی استقامت کو متاثر نہ ہونے دے اور تیسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْكَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۱۲، ص:۲۸)

جو دونوں جہاں اللہ تعالیٰ پر فدا کریں؟ جنت کو اس طرح فدا کیجئے کہ عبادت کو اللہ کی رضا کے لیے کیجئے، ثواب کے لیے نہیں، حدیثِ پاک کی دعا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ
وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ﴾

(تفسیر اللباب، سورۃ فتح، آیت: ۲۹)

حق تعالیٰ کی رضا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت پر مقدم کیا ہے اور اسی طریقہ سے اللہ کی ناراضگی سے ڈریئے، گناہ چھوڑیئے اللہ کی ناراضگی کے خوف سے، اے اللہ میں تیری ناراضگی سے زیادہ ڈرتا ہوں اور جہنم سے، واوٗ داخل کردیا، واوٗ آتا ہے عطف کے لیے اور عطف ہوتا ہے مغایرت کے لیے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا میں اور جنت میں مغایرت ہے، اللہ کی رضا بہت بڑی چیز ہے لیکن جنت اس لیے مانگتے ہیں کہ وہاں آپ کا دیدار ہوتا ہے اور آپ کے عاشقوں کی جگہ ہے اسی طرح واوٗ عاطفہ سے ثابت ہوا کہ ناراضگی حق اور دوزخ میں مغایرت ہے کہ ہم پہلے آپ کے غضب سے پناہ چاہتے ہیں پھر دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں کیونکہ دوزخ کا سبب آپ کا غضب ہے اور گنہگاروں کی جگہ جہنم ہے۔

یہ تین تعریفیں تو علامہ آلوسی کی ہیں اور چوتھی تعریف میری ہے اور میں کیا چیز ہوں، میری کیا وقعت ہے، بس ان ہی بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں مجھے بھی مبدأ فیاض سے اللہ نے عطا فرمادی، جس مبدأ فیاض سے اللہ نے علامہ آلوسی کو دیا اسی مبدأ فیاض سے مجھ کو عطا فرمایا، مبدأ ایک ہے۔ وہ تعریف کیا ہے؟ جس کی ہر سانس اللہ کی مرضی پر گذرے اور ایک سانس بھی جو اللہ کو ناراض نہ کرے وہ بھی ولی صدیق ہے۔ یہ تعریف میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

بس جتنے بھی میرے دوست اور متعلقین ہیں سب کو اللہ تعالیٰ اولیاءِ صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے اور جب تک ہم آخری سرحد تک نہ پہنچیں ہمیں موت نہ دے، آمین۔

اس کے بعد اعجاز الحق صاحب نے حضرت والا کی یہ غزل شروع کی۔

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

ارشاد فرمایا کہ صرف سننے سے کام نہیں بنے گا، ساری عمر سنتے رہے لیکن جب خونِ تمنا کیجئے اور غم اٹھایئے تب دیکھئے اللہ کا پیار کہ وہ کس طرح اپنے عاشقوں کے دل کا پیار لیتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ کے ہونٹ نظر تو نہیں آتے لیکن روح ان بوسوں کی لذت کو محسوس کر کے مست ہوتی ہے۔ تائب صاحب سلمہٗ کا شعر ہے۔

محسوس تو ہوتے ہیں دِکھائی نہیں دیتے
اُس چومنے والے کے ہیں لب اور طرح کے

۲۴/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

صبح کی سیر کے لیے روانگی

بعد نمازِ فجر حضرت والا کا معمول سیر کا ہے۔ ناسازی طبع سے پہلے تک کراچی میں بھی یہی معمول تھا۔ تقریباً پونے دو سال بعد آج صبح ساڑھے سات بجے حضرت والا صبح کی سیر کے لیے کار میں روانہ ہوئے۔ مفتی حسین بھیات صاحب حضرت والا کو **(Floridia Lake Roode Poort)**

لے گئے جو بہت خوبصورت جھیل ہے، جس کے چاروں طرف لمبی لمبی زلفوں جیسی شاخوں والے درخت ہیں جن کو یہاں رونے والے درخت **(Weeping trees)** کہتے ہیں، ان کی لمبی لمبی سبک شاخیں جھیل میں لٹک رہی تھیں۔ بہت خوبصورت منظر تھا۔ حضرت والا چار سال کے بعد جنوبی افریقہ تشریف لائے ہیں اور ناسازی طبع کے سبب کراچی میں دو سال آہ! ایک ہی کمرہ میں تسلیم و رضا کا پیکر بن کر گذار دیئے۔ اللہ تعالیٰ احقر کی خطاؤں کو معاف فرما دے اور میری زندگی کی آخری خواہش محض اپنے کرم سے پوری کردے کہ حضرت والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما دے اور بیماری کا ایک ذرّہ اثر باقی نہ رہے، پہلے سے بھی اچھی صحت کے ساتھ ایک سو بیس سال کی عمر دین کی بے مثل اور عظیم الشان خدمت شرفِ قبولیت کے ساتھ عطا فرمائے اٰمِیۡن **یَارَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ بِحُرۡمَةِ سَیِّدِالۡمُرۡسَلِیۡنَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسۡلِیۡمُ۔**

جھیل کا خوبصورت منظر دیکھ کر حضرت والا بہت خوش ہو رہے تھے اور حضرت والا کے احباب خصوصی جو مختلف شہروں سے یہاں جمع تھے جس کی وجہ سے حضرت والا کو اور زیادہ خوشی تھی کیونکہ اپنے احباب کی ملاقات سے حضرت والا کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ضیاء الرحمٰن صاحب کے سہارے سے حضرت والا نے پارک میں تھوڑی دیر چہل قدمی فرمائی۔ اس کے بعد پیڑوں کے سائے میں آرام دہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ زمین پر قالین بچھا دئے گئے تھے جن پر سارا مجمع حضرت والا کے سامنے بیٹھ گیا اور مولانا منصور الحق صاحب کے بھائی اعجاز الحق صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے حضرت والا کے اشعار سنائے جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ان کے غم کی رفعتوں کو یوں بیاں کرتے ہیں ہم
مائلِ غم زندگیِ دیگراں کرتے ہیں ہم

دنیا کی فانی لذتوں کی بے مائیگی

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی جو خوشی ہے عارضی ہے اور عارضی کے ساتھ ساتھ ندامت اور شرمندگی ہے مثلاً انسان کے لیے بیوی سے صحبت حلال ہے اور بہت لذیذ ہے لیکن بتائیے صحبت سے قبل کیا حال ہوتا ہے۔ دندناتے ہوئے اپنی شان دِکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد جب اِنزال ہوگیا تو چھپاتے ہوئے شرمندگی کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت! حلال لذت بھی فانی ہے۔ چند منٹ کی لذت ہے جس کے لیے مرد و عورت کیا کیا طوفان بناتے ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ دنیا کی فانی چیزوں پر مرنے والا انتہائی بے وقوف ہے۔ حلال لذتیں بھی اس قابل نہیں ہیں کہ آدمی ان پر مرے اور اِس کی دُھن میں رہے۔

اللہ کے نام کی دائمی لذت

اس کے برعکس اللہ کی محبت میں ایک دفعہ اللہ کہو، ساری زندگی روح پر اس کا نور باقی رہتا ہے، ایک باران کی راہ میں گناہ چھوڑنے کا غم اٹھالو، ساری زندگی اس کا نور مست رکھتا ہے، میرا شعر ہے ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

ویرانۂ دل میں خزانۂ قرب

چند ارمانوں کو دفن کرنا ہے اور خزانہ ویرانے میں دفن ہوتا ہے پھر وہ خزانۂ مدفونہ مست رکھتا ہے کیونکہ جہاں خزانہ ہوتا ہے اس کی مستی و گرمی لازمی

ہے۔بس کچھ ارمان جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان کو دفن کر لیجئے ، یعنی ان پر عمل نہ کیجئے تو دل تو ویران ہو جائے گا لیکن اس ویرانے میں اللہ کے قرب کا ایسا خزانہ ملے گا جو ہمیشہ مست رکھے گا۔جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سے بچیئے ، جائز نعمتیں استعمال کیجئے لیکن جائز نعمت کے استعمال میں بھی اعتدال ضروری ہے، جائز میں بھی اتنی کثرت نہ ہو کہ صحت خراب ہو جائے ۔ ایک مولوی صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ جو نعمت جائز ہے اس میں کمی اور اعتدال کے لیے کیوں کہا جاتا ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ **اِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** (سنن ابی داؤد، باب ما یومر بہ من القصد فی الصلوٰۃ) تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نے فرمایا کہ مولانا! اسی حدیثِ پاک کے آگے یہ بھی تو ہے کہ **اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے ورنہ نفس کمزور ہو جائے گا اور پھر معجون مانگو گے کہ انجن ٹھنڈا ہو گیا اور حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ جو اپنی بیوی سے بھی صحبت کثرت سے کرتا ہے اس کی قوتِ مردانگی تو کمزور ہوتی ہی ہے اس کی روحانی قوت بھی کمزور ہو جاتی ہے اور جو اعتدال کے ساتھ صحبت کرتے ہیں ان کو دنیاوی مزہ بھی زیادہ ملتا ہے اور روحانیت بھی خوب قائم رہتی ہے۔اس لیے **اِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** کے ساتھ **اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** فرما کر اعتدال قائم فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ دنیاوی حلال اور جائز نعمتوں پر بھی پابندیاں ہیں۔ حلال کو بھی اتنا حلال نہ کرو کہ صحت خراب ہو جائے ، چکر آنے لگے، چلتے ہوئے مکھی مارنے لگو، چال بتا دیتی ہے کہ یہ شخص کثیر الجماع ہے۔ بیوی کا حق ادا کرو مگر کافی تاخیر سے۔منی کو جمع رکھو، روحانیت قوی رہے گی اور مست رہو گے۔

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

بس بعض ارمانوں کو دل میں دفن کرلو پھر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے، جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف ہو اس کو دفن کردو اور کثرتِ جماع بھی اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ اپنی حلال بیوی کو بھی زیادہ استعمال کرنا یعنی حلال کو بھی زیادہ حلال کرنا جائز نہیں ہے۔

اخترؔ بسمل کی تم باتیں سنو
جی اُٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

بسمل کے کیا معنیٰ ہیں؟ بسم اللہ پڑھ کر جس مرغ کو ذبح کر دیا گیا اور چھوڑ دیا، تو وہ تڑپتا رہتا ہے اسی لیے اس کو مرغِ بسمل کہا جاتا ہے۔

فانی چیزوں کو باقی بنانے کا طریقہ

بس اللہ کی یاد میں رہو، باقی سب چیزیں فانی ہیں، جتنی دنیا ہے کھانا پینا، صحبت کرنا سب فانی ہے۔ ذرا آنکھ بند کر کے سوچئے کہ آج تک جو کچھ کیا جو کھایا، جو پیا، جو صحبت کی لذت اڑائی، کچھ موجود ہے یا سب فنا ہو گیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور اگر ایک بار بھی اللہ کا نام لیا ہے تو اس کی مستی مرتے دم تک روح میں باقی رہے گی، اس کو فنا نہیں ہے کیونکہ وہ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ہے یعنی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے باقی ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس جمع کر دیا وہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، بس اللہ کو خوب یاد کرو اور دردِ محبت سے یاد کرو۔ (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ) اللہ کو اتنا یاد

کرو کہ ان کی رحمت خود ہمیں پیار کرلے۔ یہی چیزیں کام آئیں گی۔ باقی دنیا فانی ہے۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ مچھر کے پر کے برابر نہ ہونے کی وجہ اس کی فنائیت ہے۔ بس دنیا کی فنائیت مستحضر رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت اپنی یاد میں رکھے اور درد ِدل کے ساتھ یاد کرنے کی توفیق دے۔

حقیقی ذکر کیا ہے؟

ہم لوگ یاد تو کرتے ہیں لیکن صرف زبان سے۔ اصل یاد یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں ساتھ دیں۔ جب اللہ کہو تو زبان بھی ہل جائے اور دل بھی ہل جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ گناہوں سے بھی حفاظت ہو۔ اصل ذکر یہ ہے کہ ان کو ناراض نہ کرو۔ پھر دیکھو ان شاء اللہ ایسا مزہ پاؤ گے، ایسا مزہ پاؤ گے کہ اختر کو یاد کرو گے۔ دنیا میں کچھ نہیں ہے، دنیا بالکل مردہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿اَلدُّنیَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَ مَا وَالاہُ اَوْ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً﴾

(سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا)

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے لیکن اِلّا سے استثنیٰ ہے کہ جو چیزیں اللہ کی یاد میں معین ہیں وہ دنیا نہیں ہیں جیسے یہ مجلسِ احباب ہے۔ اب یہ درخت، یہ پانی، یہ فضا، یہ ماحول قابلِ قدر ہے کیونکہ اس ماحول میں اللہ کی محبت سیکھی جارہی ہے، یہ ماحول ہماری آخرت کے لیے مفید ہے اس لیے یہ دنیا نہیں ہے۔

اور جب اعجاز الحق صاحب نے حضرت کی غزل کا مقطع پڑھا ؎

اہلِ دل کی صحبتوں سے اخترِ خستہ کو بھی

دل ملا ایسا کہ شرحِ دل بیاں کرتے ہیں ہم

کامل دیوانۂ حق کون ہے؟

تو حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ کے دیوانے دوسروں کو بھی اللہ کا دیوانہ بناتے ہیں۔ کامل دیوانہ وہ ہوتا ہے جو دیوانہ ساز بھی ہو۔ اگر خود اکیلا دیوانہ ہے، دوسروں کو دیوانہ نہیں بناتا تو ابھی وہ کامل دیوانہ نہیں ہے، بالغ نہیں ہے، روحانی اولاد سے محروم ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ کامل دیوانہ جب ہوتا ہے جب دیوانہ سازی آجائے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جہاں بیٹھ جائے، جہاں آہ و نالہ کرے، جہاں گریہ وزاری کرے وہیں لوگ جمع ہو جائیں اور اللہ کے دیوانے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو اس قابل کردے کہ ہم خود بھی دیوانے بنیں اور دیوانہ سازی بھی کریں، کامل بنیں، روحانی طور پر بالغ بنیں کہ ان سے دوسرے بھی دیوانے بن جائیں۔

دیوانۂ حق بننے کا طریقہ

لیکن اللہ کا دیوانہ کیسے بنیں؟ کسی دیوانے کے ساتھ رہو اور اس کی طرح غیر اللہ سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میں تمہیں مل جاؤں گا لیکن گدھوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ یہ بات اہلِ دل، اہلِ عقل اور اہلِ قسمت کی سمجھ میں آتی ہے۔ کیا چھوڑا اور کیا پایا اس کا **Difference** نکالو، جب عمل کروگے تو پتہ چلے گا کہ عورتوں اور لڑکوں کو چھوڑا اور اللہ کو پالیا۔

بڑھاپے میں جوانی کا حال

اور اگر ان حسینوں کو نہ چھوڑا تو اسّی برس کا لڑکا اور اسّی برس کی لڑکی جب آپ کے پاس آئے گی تب اس کو دیکھنے کو دل چاہے گا؟ تب تو اس کو دیکھ کر گدھے کی طرح بھاگوگے اور جب بھاگنے لگے تو اس پر جوتے برساؤ کہ

اب کیوں بھاگتا ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک دن یہ اسّی برس کی ہوگی یا اسّی برس کا ہوگا؟ جوانی میں تم نے کیوں دھوکہ کھایا اور اگر دونوں کو رعشہ ہوگیا اور بڈھے بڑھیا دونوں معانقہ کرنا چاہ رہے ہیں تو معانقہ کے وقت عجیب منظر ہوگا کہ عاشق و معشوق گردن کپکپاتے ہوئے معانقہ کرنے جارہے ہیں لیکن جب دونوں نے گردن ملانی چاہی تو ایک نے اثبات کیا تو دوسرے نے بے اختیار گردن نفی میں ہلادی کیونکہ ان کے اختیار میں نہیں تھا کہ نفی اثبات ساتھ ساتھ ہو۔ اس لیے ایک نے گردن ملائی تو دوسرے نے بے اختیار دوسری طرف دھکیل دی۔ کیا دنیا ہے! ایسی سڑی ہوئی دنیا پر مرنے والا انتہائی بے وقوف اور گدھا ہے چاہے کتنا ہی بی کام، گریجویٹ اور اپٹوڈیٹ ہو۔ اللہ کے لیے توبہ کرلو، اللہ کے لیے رحم کرلو اپنی جان پر، اللہ کے لیے رحم کرلو اپنی جان پر، میں اللہ ہی کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اپنی جان پر رحم کرو۔ نظر کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو۔ دشمن دو طرف سے حملہ کرتا ہے، بارڈر سے یا کیپٹل پر۔ نظر کی حفاظت بارڈر یعنی سرحد کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل اور دارالخلافہ کی حفاظت ہے۔ یہ دونوں حفاظت کرلیجئے تو آپ کا ملکِ ایمان، ملکِ اسلام اور ملکِ احسان سب محفوظ رہے گا۔

چہرہ ترجمانِ دل ہے

ارشاد فرمایا کہ دیکھو اللہ کے لیے اپنے چہروں کو ذلیل نہ کرو کیونکہ چہرہ ترجمانِ دل ہے۔ دل میں جو چیز ہوگی چہرہ اسی کا ترجمان ہوگا۔ یہ عجیب بات شاید مجھ ہی سے سنو گے، کتابوں میں نہیں پاؤ گے۔ اگر دل میں کسی لڑکے کا عشق ہے تو چہرہ مقامِ گو کا ترجمان ہوگا اور اس پر گندگی کے اثرات ہوں گے اور اگر دل میں کسی عورت کا ناجائز عشق ہے تو چہرہ لعنتی مقام کی ترجمانی کرے گا۔ دل میں جو ہوتا ہے اس کا عکس چہرہ پر آجاتا ہے۔ اس

لیے اگر دل میں اللہ ہے تو چہرہ اللہ کی ترجمانی کرے گا لہٰذا دل کو صاف رکھنے کا، اللہ والا رکھنے کا انتظام کرو تاکہ ہمارا چہرہ اللہ کی ترجمانی کرے۔ اسی لیے اللہ والوں کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِذَا رُأُوْ ذُکِرَ اللّٰہُ﴾

(تفسیر روح المعانی، سورۃ یونس، آیت: ۳)

جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے کیونکہ ان کے دل میں اللہ ہے اس لیے چہرہ اللہ کا ترجمان ہے اور انگریزوں کی کھال کتنی گوری ہے لیکن چہرہ پر کیسی بے رونقی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ پر دھواں اُڑ رہا ہے۔ اگر دل میں کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہوگا، اگر دل میں فسق ہے تو چہرہ ترجمانِ فسق ہوگا، دل میں اگر مُردوں کا عشق ہے تو چہرہ ترجمانِ مُردگاں ہوگا۔ اہلِ دل، اہلِ نظر اور اہلِ روشن ضمیر بتادیتے ہیں کہ اس کے چہرہ سے بدمعاشی ٹپک رہی ہے چاہے وہ کتنا ہی چھپائے اور صابن سے منہ دھولے لیکن صابن سے دھونے سے چہرہ نہیں بدلتا کیونکہ دل میں جو چیز ہوگی چہرہ پر آجائے گی اس لیے عشقِ مجازی خواہ عورتوں کا ہو یا لڑکوں کا اس کا حاصل کیا ہے؟ گناہ کے گندے مقامات ہیں۔ عشقِ مجازی کی آخری منزل گناہ پر ختم ہوتی ہے۔ میرا شعر ہے ؎

عشق بتاں کی منزلیں، ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو ابتدا غلط، کیسے صحیح ہو انتہا

بدنظری عشق مجازی کی ابتدا ہے جو حرام ہے۔ پس جس فعل کی ابتداء ہی غلط ہو اس کی انتہا کیسے صحیح ہوگی؟ اس لیے اگر اللہ کو لینا ہے تو اس کی کوشش کرو اور اس کوشش میں جان کی بازی لگادو کہ دل میں کوئی غیر نہ آجائے ؎

نہ کوئی غیر آجائے، نہ کوئی راہ پا جائے
حریمِ دل کا احمد اپنے، ہر دم پاسباں رہنا

غیر اللہ کی نفی کے بعد اللہ ہی اللہ ہے، جب دل میں غیر اللہ نہیں تو اللہ ہی اللہ ہوگا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ بتایا ہے کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اللہ کے لیے نیت نہیں کی یعنی کوئی عمل کیا لیکن اللہ کی رضا کی نیت نہیں کی لیکن اس کی نیت غیر اللہ کے لیے بھی نہیں تھی تو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ عمل اللہ ہی کے لیے ہے، کیونکہ جب غیر اللہ نہ ہو تو سمجھ لو اللہ ہی اللہ ہے۔ اس عالمِ کون وفساد میں دو چیزیں ہیں، جیسے اب اس وقت اللہ ہی اللہ ہے۔ آسمان دیکھو تو اللہ، زمین دیکھو تو اللہ، پانی دیکھو تو اللہ، درختوں کو دیکھو تو اللہ۔ ہر طرف اللہ ہے۔ یہ منظر کتنا پیارا ہے، درخت ہیں، جھیل ہے، آسمان ہے، ہر ذرہ سے اللہ کی آواز آرہی ہے۔ بس غیر اللہ نہ ہو تو سارے عالم میں اللہ ہی اللہ نظر آئے گا۔ اے اللہ! غیر اللہ کی محبت سے ہم کو پاک کردے۔ بہت بدنصیب، بدقسمت ہے وہ جو کسی مردار پر عاشق رہے کیونکہ آخر میں ۸۰ برس کی عمر میں یہ عشق باقی نہیں رہے گا۔ جس شخص کی نظر حال پر ہو انجام پر نہ ہو یہ شخص بین الاقوامی بےوقوف اور اُلو ہے کیونکہ عقل کی بین الاقوامی تعریف انجام بینی ہے۔ جس کی نظر انجام پر ہو وہ عقلمند ہے۔ عقل کی بین الاقوامی تعریف کے مطابق مرنے والوں پر عاشق ہونے والے سب اُلّو ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہم اُلّو پنا کر رہے ہیں مگر پھر بھی الو پنا کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ نامحرم عورتوں کو دیکھنا برا کام ہے، لڑکوں کو دیکھنا برا کام ہے لیکن گدھے، الو اور بندر کی طرح انجام سے غافل ہو کر دیکھتے ہیں۔ بتائیے اس وقت عقل رہتی ہے؟ کیوں بدنظری کرتے ہو کہ اللہ کی لعنت برسے:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ﴾

(المشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ)

بدنظری کرنے والے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ اے اللہ! ناظر اور منظور پر لعنت برسا اور لعنت ضد ہے رحمت کی۔ جب بدنظری کی تو اللہ

کی رحمت ہٹی اور جب اللہ کی رحمت ہٹی تو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا سایہ ہٹا۔اب یہ نفسِ اَمّارہ کی گود میں ہے اور نفسِ اَمّارہ سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ پس جو دشمن کی گود میں ہوگا اس کو عزت ملے گی؟ اللہ کی ستّاری ہے، پردہ پوشی ہے، اگر انسان کے کرتوت پر اللہ کی ستاری کا پردہ نہ ہوتو اتنے جوتے پڑیں کہ سر پر ایک بال بھی نہ رہے۔

پس اگر چاہتے ہو کہ غیر اللہ سے پاک رہو تو اللہ سے محبت کرو اور اللہ والوں سے محبت کرو اور سب سے ضرورت کا تعلق شریعت کی اجازت کے مطابق رکھو مگر محبت کرو صرف اللہ سے اور اللہ والوں سے۔

جھیل کا کنارہ درخت اور سبزہ کے منظر میں حضرت مرشدی کے روح پرور اِرشادات سے مردہ قلوب زندہ ہوگئے۔لوگوں نے کہا کہ چار سال سے ہم لوگ حضرت کی آواز کو ترس رہے تھے۔اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ ایک سو بیس سال تک صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ حضرتِ والا بھی آج بہت خوش تھے لیکن کافی دیر ہوگئی تھی اور گھر واپسی کا وقت ہوگیا تھا۔حضرت نے فرمایا کہ یہاں سے بادِلِ ناخواستہ جاؤں گا۔مفتی حسین بھیات صاحب سے فرمایا کہ تم ایسی جگہ لائے کہ یہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔درختوں کے جھرمٹ میں مزہ اور بڑھ گیا، یہاں اللہ کا نام لیا گیا، پانی کے قطرہ قطرہ کو اور درختوں کے پتہ پتہ کو اللہ قیامت کے دن گواہ بنادے اور قبول فرمالے اور ہم سب کو میرے احبابِ حاضرین واحبابِ غائبین اور پوری اُمتِ مسلمہ کو بے حساب بخش دے، آمین۔

مجلس ۱۱ بجے دن بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لنیشیا

غمِ حسرت پر انوکھا مضمون

آج اتوار ہے جو یہاں چھٹی کا دن ہے اس لیے رات اعلان کر دیا گیا تھا کہ ۱۱ بجے دن حضرت والا کی مجلس ہوگی۔ بہت لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت والا کے حکم پر قاری یعقوب صاحب نے حضرت والا کے اشعار سنانے شروع کیے اور جب اس شعر پر پہنچے کہ ؎

سب کی عشرت دل سے باہر ہوگئی
میری حسرت میرے دل میں ہے سدا

تو فرمایا کہ یہ انداز بھی نرالا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ؎

مرا معشوق دنیا کے حسینوں سے نرالا ہے
فقط اک آنکھ کانی ہے فقط اک رنگ کالا ہے

کہتے ہیں کہ ہماری سب تمنا پوری ہوگئی یعنی عشرت دل سے باہر ہوگئی اور حسرت دل کی دل میں رہتی ہے۔ پس میرے کام کی چیز میری حسرت ہے۔ کیونکہ میرے دل کے اندر رہتی ہے، دل کی دل میں رہتی ہے اور عشرت تو سب پوری ہو کر دل سے باہر ہوگئی تو کون باوفا ہے حسرت یا عشرت؟ تو حسرت کو ہم کیوں نہ پیار کریں جو ہمارے دل میں رہتی ہے۔ بولو نرالا مضمون ہے؟ پھر قاری صاحب نے حضرت والا کا یہ شعر پڑھا ؎

عشرتیں تو دشمنوں کو بھی ملیں
عاشقوں کو اپنا غم بخشا سدا

تو حضرت نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ دشمنوں کو، کافروں کو اللہ نے عشرتیں دی ہیں کہ نہیں؟ مسلمانوں سے زیادہ دی ہیں۔ خوبصورت بیویاں، خوبصورت مکان، بنگلے کاروبار اور یہ سب ان کے ٹھاٹ باٹ ہیں مگر ان کے ہارٹ میں

اطمینان نہیں ہے اور ہم لوگوں کا کیا ہے؟ اطمینانِ ہارٹ ہے، ہاٹ پاٹ ہے اور فقیری میں ٹھاٹ باٹ ہے اور دشمنوں کا ہارٹ چونکہ بے اطمینان ہے اس لیے وہ اپنے ٹھاٹ باٹ کے باوجود ایئر کنڈیشنوں میں خودکشی کررہے ہیں۔ اگلے دو شعروں میں میں نے یہی مضمون بیان کیا ہے ؎

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

عالمِ برزخ میں اہلِ ایمان کے مزے

ارشاد فرمایا کہ عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت کے درمیان عالمِ برزخ ہے جہاں تمام سلف صالحین کی روحیں ہمارا انتظار کررہی ہیں۔ عالمِ برزخ میں نیا جسم عطا ہوتا ہے۔ یہ جسم تو یہیں گل سڑ جاتا ہے لہٰذا یہ تصور کرو کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، بابا فرید الدین عطار، مولانا رومی اور شمس الدین تبریزی اور بڑے بڑے صحابۂ کرام عالمِ ارواح میں ہیں اور وہ ہمارا انتظار کررہے ہیں۔ اس تصور سے موت لذیذ ہوجاتی ہے ورنہ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم قبر میں اکیلے پڑے رہیں گے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی قبر میں اُلّو کی طرح اکیلا پڑا رہتا ہے۔ حالانکہ وہاں دوسرا جسم عطا ہوتا ہے، عالمِ برزخ میں ہر مومن کو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ میں اولیاء اللہ میں اِن شاءَ اللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھوں گا کہ کہاں ہیں مولانا رومی؟ مجھے ان

کی زیارت کرنی ہے کیونکہ میں نے ان کی مثنوی کی شرح لکھی ہے۔اولیاء اللہ میں سب سے پہلے میں ان شاء اللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کروں گا۔

احقر مرتب نے عرض کیا کہ معارف مثنوی کے علاوہ درسِ مثنوی اور فُغانِ رومی بھی حضرت والا کی تالیفات ہیں۔ اِرشاد فرمایا کہ درسِ مثنوی کا اِن شاءَ اللہ شام کو درس بھی ہوگا۔ پھر احقر سے فرمایا کہ درسِ مثنوی کا خواب بیان کرو۔ احقر نے عرض کیا رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ یعنی ۱۹۹۸ء میں سات آٹھ ملکوں سے علماء خانقاہ کراچی میں جمع ہوئے تھے۔ ان کی درخواست پر حضرتِ والا نے مثنوی کا درس دیا تھا۔ جو درسِ مثنوی مولانا روم کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت کا یہ درس عجیب وغریب درس تھا محبت ومعرفت سے لبریز۔ اس کے متعلق حال ہی میں ایک صاحب نے جو حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں جن کا نام سید ثروت حسین صاحب ہے اور وہ مناظرِ دیوبند مولانا سید مرتضٰی حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑ پوتے ہیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائیں جانب حضرت مرشدی ہیں اور حضرت کی دائیں جانب خواب دیکھنے والے صاحب ہیں اور سامنے الماری میں درسِ مثنوی مولانا رومی رکھی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے تم یہی پڑھا کرو۔

ارشاد فرمایا کہ مولانا روم کے کلام کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ حاسدین جل کر خاک ہوگئے۔ ایک رافضی نے ایک اہلِ سنت سے کہا کہ مثنوی کے معنی ہیں مشنوی یعنی اس کو نہ سنو۔ مولانا رومی کو اس کی اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ اس ظالم سے کہہ دو۔

مثنویم را تو گوئی مثنوی
اے سگِ ملعوں تو عوعو می کنی

میری مثنوی کوتو کہتا ہے مت سنو۔اے ملعون کتے تو عوعو کرتا ہے، بھونک رہا ہے۔

آنکھوں کا زِنا

اس کے بعد مولانا منصورالحق صاحب نے اپنا یہ شعر ترنم سے پڑھا ؎

نگاہوں کی چوری کو ہلکا سمجھتے ، یوں ہی نورِ تقویٰ فنا کرتے رہتے
اگر شاہ اختر کی صحبت نہ ملتی تو ہم سب نظر کا زِنا کرتے رہتے

تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ یہ شعر بخاری شریف کی حدیث:

﴿زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ﴾

(صحیح بخاری، ج:۲، باب زِنا الجوارح دون الفرج)

کا پورا ترجمہ ہے، آنکھوں کا زِنا ہے نظر بازی۔لوگ اس کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں کہ ارے صاحب نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔اور مولوی لوگ خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں لیکن مولوی لوگ شور نہیں مچا رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زِنا فرما رہے ہیں۔

مولانا منصورالحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بخاری شریف تو ہم نے بہت عرصہ پہلے پڑھی بھی تھی اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ پڑھائی بھی لیکن اس مضمونِ حدیث پر عمل ہمیں آپ کی بدولت حاصل ہوا ہے۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

قلبِ شکستہ کی عظیم الشان خدائی تعمیر

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک مزہ اور ہے جو کم لوگ جانتے

ہیں۔نظر بچانے پر اللہ تعالیٰ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر ملتی ہے۔دل ٹوٹتا ہے مگر جوان کی راہ میں اپنے دلوں کو توڑ کر چور کر دیتے ہیں ان کے ٹوٹے دلوں کی اللہ تعالیٰ تعمیر کرتے ہیں۔میرا شعر ہے ؎

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

دیکھئے! میں نے ویرانی کو مبارکباد پیش کی ہے، جو دل خدا کی راہ میں شکستہ، خستہ اور ٹوٹا ہوا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ میری راہ میں ٹوٹا ہے تو اس ٹوٹے ہوئے دل کو اپنی اُلفت دے کر اس پر اپنی اُلفت کی اَلفی لگاتے ہیں۔(الفی ٹوٹے ہوئے برتنوں کو جوڑنیوالے ایک لوشن (Lotion) کا نام ہے۔جامع) اے دنیا والو! میں اپنے دل کے ٹوٹنے پر افسوس نہیں کرتا ہوں کہ تم سمجھو کہ یہ مولوی بڑے گھاٹے میں ہیں۔تمہیں کیا خبر کہ ہم بہت نفع میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک سے ہماری تعمیر ہورہی ہے۔سرکاری خزانے سے ہماری تعمیر ہورہی ہے۔دنیا میں زلزلہ آتا ہے تو دنیاوی حکومتیں سیمنٹ، بجری اور لوہے سے تعمیر کرتی ہیں لیکن ٹوٹے ہوئے دلوں کی تعمیر اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی سے کرتے ہیں، ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں، خونِ تمنا کا خوں بہا اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کو رکھا ہے۔واللہ! یہ اجر اور یہ بشارت کسی چیز میں نہیں رکھی، ایسی لذت کسی چیز میں نہیں رکھی، دل مست ہوجاتا ہے، دل تو ٹوٹا مگر مست ہوگیا۔میرا شعر ہے ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

جہاں خزانہ دفن ہوتا ہے وہاں مستیاں ہوتی ہیں کہ نہیں؟ دفن کرنے والا مست ہوتا ہے، جو اپنے ناجائز ارمانوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے دفن کرتا ہے اللہ کو اس پر پیار آتا ہے۔پھر اس کو حلاوتِ ایمانی دے کر مست کردیتے ہیں۔

سماع اور اس کے شرعی حدود

مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے اپنے نہایت عمدہ اشعار ترنم سے سنائے، کئی غزلیں سنائیں جو محبت و معرفت سے بھری ہوئی تھیں۔ آخر میں حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کہ غذائے عاشقاں باشد سماع

عاشقوں کی غذا سماع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے اشعار حدودِ شریعت کے اندر سننا۔ معلوم ہوا کہ وہ عاشق ہی نہیں ہے اس کا عشق برائے نام ہے جو اشعار سے مست نہیں ہوتا۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اگر کسی کو شعر و شاعری سے مناسبت نہیں ہے تو اس کے عشق میں کمی ہے اور سماع کے لیے حدودِ شریعت یہ ہیں کہ گانا باجا نہ ہو اور سنانے والا عورت اور امرد نہ ہو۔ مضمون خلافِ شریعت نہ ہو اور سننے والے اللہ والے ہوں، صالحین ہوں۔

۲۵؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸؍اپریل ۲۰۰۲ء دوشنبہ، فلوریڈا جھیل کے کنارے

حفاظتِ نظر کا عجیب علاج

آج بعد فجر حضرت والا صبح کی سیر کے لیے دوبارہ فلوریڈا جھیل کے کنارے تشریف لائے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد جھیل کے کنارے جہاں حضرت والا کے لیے آرام دہ کرسی پر گدے لگا دیے گئے تھے تشریف فرما ہوئے اور تمام احباب گھاس پر جہاں قالین بچھا دیے گئے تھے بیٹھ گئے۔ موسم میں خوشگوار خنکی تھی۔

ارشاد فرمایا کہ امریکہ جاتے ہوئے جرمنی کے فرنک فرٹ

ائیر پورٹ پر ایک ٹیڈی بہت شوخ طرح طرح کے کرتب دکھاتی تھی۔ سامنے میز تک جاتی تھی پھر واپس آتی تھی پھر بلا مقصد جاتی تھی۔ ہمارے ایک دوست جو ساتھ تھے یہ دیکھ کر پاگل ہوگئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ یہ لڑکی تو مجھے پاگل کیے دے رہی ہے۔ میں نے کہا ٹیڈی اگر مل بھی جائے تو اس کے پاس کیا ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گوُ
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

میں نے کہا اُدھر نہ دیکھو، اگر دیکھ کر پڑھو گے تو یہ شعر بے اثر ہو جائے گا کیونکہ دیکھنے سے لعنت برستی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے:

﴿لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ﴾

(المشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبہ)

جب اُسے دیکھو گے تو لعنت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ پھر رحمت کیسے پاؤ گے؟ نظر بچانا سببِ رحمت ہے۔ جب کوئی نظر بچاتا ہے تو اس پر رحمت برستی ہے اور تم لعنتی کام کر کے امیدوارِ رحمت ہو؟ اُدھر مت دیکھو، جب نہ دیکھو گے تو لعنت کا برسنا رُک گیا۔ اب حصولِ رحمت کی ترکیب کرو، پھر یہ شعر پڑھو ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

بعض لوگ دیکھ کر پڑھتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ملتا، جو دیکھے گا پھر اس کو گُو مُوت کہاں نظر آتا ہے۔ اگر ان حسینوں کے سوراخ میں مشک و زعفران ہوتا تو پھر بہت کم ولی اللہ ہوتے۔ جتنے فقیر ہیں سب پیالے لے کر کھڑے رہتے کہ میرے پیارے ذرا سا ایک لینڈ نکال دے، گھر میں آٹا نہیں ہے، بچے بھوکے مر رہے ہیں لیکن اللہ نے پرچہ آسان کر دیا۔ اس لذت کے مقام پر پیشاب اور پاخانے کا مرکز بھی متصل ہے تاکہ میرے عاشقوں کو نظر بچانا آسان

ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان اور ان کی رحمت ہے کہ گُو اور مُوت کی وجہ سے بچنا آسان ہو گیا۔ اس کے باوجود جو دیکھتا ہے تو وہ خود ذمہ دار ہے اور اپنے لیے مشکل پیدا کر رہا ہے ؎

جو آسان کرلو تو ہے عشق آساں
جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

بدنظری سے راہِ سلوک نہایت دشوار ہو جاتی ہے کیونکہ لعنت کا مورد ہے۔ لعنتی آدمی کا راستہ آسان کے بجائے دشوار ہوگا، وہ کیسے اللہ تک پہنچے گا؟ بدنظری آنکھوں کا زِنا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

﴿زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ﴾

(صحیح بخاری، ج: ۲، باب زِنا الجوارح دون الفرج)

اور زِنا کر کے کوئی اللہ کا راستہ طے کر سکتا ہے؟ اللہ تک پہنچ سکتا ہے؟ آنکھوں کا زانی اللہ کا ولی ہو سکتا ہے؟ تو آنکھوں کے زِنا سے مکمل طور پر بچو۔ دانت پیس لو۔ گھر سے جب نکلو تو نفس سے کہو کہ خبردار! اگر حسینوں کو دیکھا تو گردن مروڑ دوں گا۔ دیکھیے آنکھوں پر جو اللہ نے پردہ دیا ہے یہ محتاجِ سوئچ نہیں کہ پہلے سوئچ دبائیں پھر پردہ گرے گا۔ آنکھوں کا پردہ آٹومیٹک ہے، خود آنکھوں پر گرا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہیں۔ نگاہ بچانے کو آسان کر دیا۔ اس کے بعد بھی کوئی دیکھے تو خدا کی آگ دیکھے گا۔ ان کے سوراخوں میں گندگی ہے پھر بھی لوگ ایمان ضائع کر رہے ہیں۔ مشک و زعفران ہوتا تو ایمان بالکل ہی کھو دیتے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گندے اعمال میں مبتلا ہیں مگر تقدس مآبی دکھانے کے لیے کہتے ہیں کہ فلاں صوفی صاحب کیسی فحش بات کرتے ہیں، ایسی بات تہذیب کے خلاف ہے اور خود تہذیب کا پردہ چاک کرتے ہیں اور بدفعلی کرتے ہیں مگر دوسروں پر تقدس مآبی ظاہر کرنے کے لیے

کہتے ہیں کہ ہماری طبیعت شرمیلی ہے، ایسی گندی بات سن کر ہمیں تو بہت تکلیف ہوئی، ایسی بات بیان کرتے ہیں جس سے بہت شرم معلوم ہوتی ہے۔ بتائیے باتیں بنانا اور اس گندے فعل سے نفرت دِلانا برا ہے یا چھپ چھپ کر بدمعاشی کرنا؟

۲۶؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۹؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل ۸ بجے صبح

بدنظری کا سب سے بڑا نقصان

آج صبح جھیل پہنچ کر سیر کے بعد مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کو فرمایا۔ مولانا نے اپنے اس شعر سے ابتدا کی ؎

بدنظری جو کرلیتا ہے روزانہ لِٹل بِٹ
وہ تاجِ ولایت کے لیے رہتا ہے اَن فِٹ

ارشاد فرمایا کہ دیکھو ان کا شعر میرے وعظ کا خلاصہ ہے۔ وہ شخص اللہ کا ولی بننے سے محروم رہتا ہے جو بدنظری کرتا ہے، محض مردہ لاشوں کو دیکھنے سے اور بدنظری کر کے لذت کشید کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ولایت سے محروم رہتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے۔ ساری زندگی بدنظری کے لعنتی گناہ میں مبتلا رہتا ہے اور چونکہ عادت پرانی ہوجاتی ہے تو غیر شعوری طور پر بدنظری کرتا ہے۔ بدنظری کرنے والا اسی حالت میں مرجاتا ہے، اسی لعنتی زندگی کے ساتھ اور اس کو پتہ بھی نہیں کہ میں اپنا کتنا بڑا نقصان کررہا ہوں، خود کو کتنا بڑا نقصان پہنچارہا ہوں۔ اللہ کی دوستی سے محروم ہوجانا معمولی نقصان ہے؟ یہی کہتا ہوں کہ اگر اس کے نقصان کا استحضار ہوجائے تو ہر سانس، ہر سیکنڈ حفاظتِ نظر کی توفیق ہوجائے، ہر وقت چوکنا رہے کہ میرا نفس مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہا ہے۔ نفس کا احتساب کرے کہ ادھر تو نے کیوں

دیکھا، کیا اس کو دیکھنا ضروری تھا؟ سڑک پر موٹریں چل رہیں ہیں تو موٹروں کے ڈرائیور کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ عورت چلا رہی ہے یا مرد۔ آپ ریسرچ آفیسر تو نہیں لگائے گئے ہیں کہ دیکھو عورت چلا رہی ہے یا مرد۔ آنکھ بند کر کے بیٹھے رہو، اللہ کا نام لو، اللہ کی یاد میں رہو مگر کیا کہیں جب خبیث لذت کی عادت ہو جاتی ہے تو غیر شعوری طور پر اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ جب کچھ دن شعوری زندگی گذار لے تب احساس بیدار رہتا ہے۔

اپنے خدام کے ساتھ حضرت والا کی محبت وشفقت

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے پڑھنے کے لیے فرمایا اور نہایت محبت اور رِقّت کے ساتھ فرمایا کہ اگر میں نواب ہوتا تو کوئی ریاست آپ کے نام لکھ دیتا کہ سب چھوڑو میرے ساتھ رہو لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان ان کا کر دیں تو یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہیں (تمام احباب نے آمین کہا) پہلے زمانہ میں نواب لوگ شاعروں کو کچھ گاؤں لکھ دیتے تھے کہ یہ تمہارا ہے، شاعروں کے مزے آجاتے تھے۔ اب تو ریاستیں بھی ختم ہو گئیں مگر اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے (رقت آمیز آواز میں فرمایا کہ) وہ چاہیں تو اپنی رحمت سے کوئی انتظام غیب سے فرما دیں۔

حسنِ مجازی کی گندگی کا پوسٹ مارٹم

پھر مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ پڑھیے۔ مولانا نے یہ شعر پڑھا ؎

جو حسنِ مجازی سے کنارا نہیں کرتا
وہ عشقِ خدا کے لیے پاتا نہیں پَر مِٹ

حضرت والا نے فرمایا کہ کیا عمدہ شعر ہے، زبردست شعر ہے اور فرمایا

کہ یہ زندگی ایک ہی دفعہ ملی ہے، اگر اس کو بدنظری اور حسنِ مجاز میں ضائع کردیا تو حسنِ مجاز کے پاس کیا ہے۔ اگر ان کی ریسرچ کیجیے تو پیٹ میں پاخانہ ہے، پیشاب ہے اور ریاح ہے یعنی بدبودار ہوا۔ یہ تین ملک ہیں ان حسینوں کے پاس۔ ان تینوں ملکوں کے علاوہ چوتھا ملک نہیں ہے اور پھر چند سال کے بعد وہی شکل ایسی بری ہوجاتی ہے، ایسی بدل جاتی ہے کہ اس کو دیکھ کر شرم آتی ہے کہ میں نے کہاں زندگی کو ضائع کیا۔ پانچ سال میں تو حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ حسن کی حکومت بھی پانچ سال کے بعد بدل جاتی ہے۔

مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ ہم حضرت والا کے ارشادات سناتے رہتے ہیں تو ایک شخص نے کہا کہ بیوی کے پاس بھی تو یہی تین ملک ہیں؟ فرمایا کہ وہ حلال ہے اسی لیے حلال کو حلال کرتے ہیں اور جب تک بیوی نہیں ملی تھی تب تک صبر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **اَلَیۡسَ اللہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ** (سورۃ الزمر، آیت: ۳۶) کاف نکرہ ہے، **تحت النفی** واقع ہوا ہے اس لیے فائدہ عموم کو دیتا ہے یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے؟ اس میں نصِ قطعی ہے کہ ہر چیز کے لیے اللہ کافی ہے، ہر ضرورت کے لیے کافی ہے، آخر بہت سے اولیاء اللہ نے شادی نہیں کی، مجبوری تھی، کمانے میں دل نہیں لگتا تھا۔ ان کا گذارا ہوا کہ نہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بدنظری کر کے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آبیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے ایسی قوموں کا جو آنکھوں سے زِنا کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص مجرم تھا لیکن قوم سے خطاب کیا اور اس کے جرم کو تقسیم کردیا قوم کے اندر۔ یہ اللہ والوں کی ستاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پردۂ ستاریت کے اللہ والے مظہر ہوتے ہیں۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

سکون صرف اللہ کے قبضہ میں ہے

مولانا منصور الحق صاحب حضرت والا کی فرمائش پر مسلسل اپنا کلام سنا رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ ؎

پس اسی کو ملے گا جہاں میں سکوں
اپنے مولیٰ کا جو باوفا ہوگیا

تو ارشاد فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو سکون نازل کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سکون اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے؟

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

(سورۃ الفتح، آیت: ۴)

ایمان والوں کے دل میں سکون نازل کرنے والا اللہ ہے۔ انزل بتارہا ہے کہ اللہ کی واحد ذات ہے جس کے قبضہ میں سکون ہے اور بدنظری سے دل غائب ہوجاتا ہے، اُسی منظور کی طرف چلا جاتا ہے تو جب ائیر پورٹ ہی نہیں ہوگا تو سکینہ کا جہاز کہاں اترے گا؟ سکون نازل ہی کہاں ہوگا جب سینہ میں دل ہی نہیں ہے۔ اسی لیے دنیا والے سکون کو ترستے ہیں۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

سکون کس قلب پر نازل ہوتا ہے؟

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر ائیر پورٹ پر ہنگامی حالات ہوتے ہیں تو جہاز لینڈنگ نہیں کرتا، فضا میں اُڑتا رہتا ہے، انتظار کرتا ہے کہ نامناسب حالات درست ہوجائیں، تب لینڈ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سکینہ کا جہاز اُس دل کے ایئرپورٹ پر نازل نہیں ہوتا جہاں مردے بسے ہوتے ہیں۔ غیرتِ خداوندی اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ سکینہ کا جہاز اس دل میں نازل نہ کرے جس دل

میں مردوں کی محبت ہو۔ جن کو دیکھ کر للچا رہے ہو یہ مریں گے یا نہیں؟ جب مرنے والے ہیں تو مردے ہیں۔ ہر چیز کا فیصلہ اس کے انجام پر ہوتا ہے۔ ساری دنیا مردہ ہے سوائے اللہ والوں کے۔ وہ زندہ ہوگئے اس زندہ حقیقی سے دوستی کی برکت سے ورنہ یہ بھی مردہ ہوتے، زندہ کے ساتھ تعلق ہوگیا تو یہ بھی زندہ ہوگئے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

نزولِ سکینہ کا مقصد

فرمایا کہ سکینہ کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ اللہ ایمان والوں کے دل پر سکینہ کیوں نازل کرتا ہے؟

﴿لِیَزْدَادُوْا اِیْمَاناً مَّعَ اِیْمَانِهِمْ﴾

(سورۃ الفتح، آیت: ۴)

تا کہ ان کا وہ ایمان جو موروثی، استدلالی اور عقلی ہے وہ ایمان بدل جائے ایمانِ حالی، وِجدانی، ذوقی سے۔ یہ تفسیرِ بیان القرآن ہے جو میں نے بعینہٖ نقل کردی۔

مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا اتنے بیمار ہوئے، اتنی تکلیف میں مبتلا رہے لیکن حضرت والا کا حافظہ سبحان اللہ! **سبحان اللہ! ماشاء اللہ! اللہ اکبر!** حضرت والا رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے میرا حافظہ باقی رکھا ورنہ فالج میں حافظہ ختم ہوجاتا ہے، اللہ کا بہت بڑا شکر ہے۔ مولانا منصور صاحب نے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ **الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ** حضرت والا نے تین بار فرمایا **اَلْحَمْدُ لَکَ وَ الشُّکْرُ لَکَ یَارَبَّنَا**۔

سکینہ دل پر کیوں نازل ہوتا ہے؟

پھر ارشاد فرمایا کہ اس تفسیر کو آپ لوگ یاد کرلیں کہ اللہ تعالیٰ سکینہ کیوں

نازل کرتا ہے، ایمان والوں کے دلوں پر، قلوب المؤمنین فرمایا، یعنی مومنین کے دلوں پر، کان ناک زبان اور جملہ اعضاء نہیں فرمایا کیونکہ سارے اعضاء کا سکون دل کے سکون پر موقوف ہے لہٰذا ہیڈ کوارٹر کا ذکر کیا کہ تمہارے دلوں میں سکون نازل کروں گا۔ جب دل میں سکون ہوتا ہے تو دل سارے جسم میں خون کی پمپنگ کرتا ہے۔ جب بسط ہوتا ہے یعنی دل پھیلتا ہے تو دل میں سارا خون آجاتا ہے اور جب قبض کرتا ہے یعنی سکڑتا ہے تو خون جسم میں پھینکتا ہے جس سے سارے جسم میں خون پہنچ جاتا ہے۔ پس جب دل میں سکینہ نازل ہوتا ہے تو خون کے ساتھ سکینہ بھی جسم کے ہر ذرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب خون جسم کے ہر ذرہ میں جاتا ہے تو بذریعہ خون سکون بھی ہر ذرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ والے سراپا سکون ہوتے ہیں اور پھر ان کا سکون لازم نہیں ہوتا متعدی ہوتا ہے۔ اس لیے جو اہل اللہ کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی سکون پا جاتا ہے۔

ایمانِ ذوقی، حالی، وِجدانی کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ یہ دو جملے یاد رکھیے کہ جو ایمان استدلالی، عقلی اور موروثی ہوتا ہے وہ ایمان ذوقی، حالی اور وجدانی سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ ذوقی کس کو کہتے ہیں؟ جس کا ذائقہ خود چکھ لیتا ہے۔ ایمان کا ذائقہ اس کو محسوس ہوتا ہے۔

مولانا یونس پٹیل صاحب نے پوچھا کہ حضرت وجدانی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ وجدان کے معنی ہیں پا جانا یعنی وہ اللہ کو پا جاتا ہے، وہ واجد ہوتا اور اللہ موجود ہوتا ہے۔ یجد کا فاعل واجد ہے اور مفعول موجود ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ ہم لوگ ساتھ ساتھ صرف ونحو بھی پکا کر رہے ہیں) واجد موجود کے لیے ہوتا ہے، اگر موجود نہ ہو تو واجد نہیں ہو سکتا، جو واجد ہوتا ہے اس کے پاس موجود کے اثرات ہوتے ہیں۔

یہ الفاظ یاد رکھیے کہ جو ایمان ان کے پاس موجودہ حالت میں ہے وہ موروثی ہے، عقلی ہے اور استدلالی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَزْدَادُوٓا میں چاہتا ہوں کہ ان کا ایمان زیادہ ہوجائے اور ایمانِ موروثی، عقلی، استدلالی، ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے تبدیل ہوجائے یعنی فی الحال ہر حالت سے اللہ کے وجود کا نشان ملے گا۔ ہر حالت میں اہل اللہ، اللہ کی دلیل اور نشانی ہیں۔ حالی کو سمجھنے کے لیے قالی کا سمجھنا ضروری ہے۔ حالی سے مراد ہے کہ قالی نہ ہو۔

قال را بگذار مردِ حال شو

یعنی اللہ صرف زبان پر نہ ہو، اللہ پر ایمان اس کا حال بن جائے۔ دل میں اللہ کی محبت حل ہوجائے۔ اپنی ہر حالت میں وہ اللہ کے وجود کا نشان پائے یہاں تک کہ:

﴿ اِذَا رُأُوْ ذُكِرَ اللّٰهُ ﴾

(تفسیر روح المعانی، سورۃ یونس، آیت: ۳)

وہ خود اللہ کی نشانی بن جاتا ہے، اس کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔ اگر دل میں نور ہے تو قلب کی پمپنگ سے سارا جسم نورانی ہوگا اور اگر دل میں گندگی ہے، بدنظری سے مردوں کی محبت دل میں ہے تو سارا جسم مردار ہوجاتا ہے اور سارا جسم مردوں کی نشانی بن جاتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے معمولی گناہ کرلیا حالانکہ جسم کے ایک ایک ذرّہ میں قلب کے قبض وبسط کے ذریعہ بدنگاہی کے ظلمات پھیل جاتے ہیں اور سارا جسم مردار کے گندے اثرات کا حامل ہوجاتا ہے۔

غسلِ جنابت میں تمام جسم کے غسل کی وجہ

یہی وجہ ہے کہ غسلِ جنابت میں تمام جسم کا غسل واجب ہوتا ہے حالانکہ ایک عضو مزہ لیتا ہے تو اس مزہ لینے والے عضو کو دھولینا کافی ہونا چاہیے تھا مگر سارے جسم پر غسل کیوں واجب ہوجاتا ہے؟ کیونکہ قلب مزہ لیتا ہے اور

قلب خون کے قبض وبسط سے اس مزہ کو سارے جسم میں سپلائی کرتا ہے اور جسم کا ذرہ ذرہ اس مزہ سے محظوظ ہوتا ہے لہٰذا سارے جسم پر غسل واجب ہے۔ اگر جسم کا ایک ذرہ بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔

آخر میں حضرت والا نے آہ و فغاں و گریہ وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔ **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** اے اللہ میری آہوں کو ضائع نہ ہونے دیجیے، میری آہ کو قبول فرما لیجئے، میری ٹوٹی پھوٹی جو آہ ہے، جو نالے ہیں ان کو قبول فرما لیجئے اور میرے ساتھیوں کے دلوں میں میری آہ کی قدر ومنزلت ڈال دیجئے اور میری آہ وفغاں کی سارے عالم میں ہوا چلا دیجئے۔ یہ میری طاقت میں نہیں ہے۔ آپ اس کی خوشبو سارے عالم میں پھیلا دیجئے اور مجھے صحت عطا فرمایئے، ایسی صحت جو پہلے سے بھی زیادہ مکمل ہو اور ملکوں ملکوں، شہروں شہروں، قریہ قریہ ساری روئے زمین پر مجھے پھرا دیجئے، میری آہ وفغاں سارے عالم میں پہنچا دیجئے اور قبول فرما لیجئے اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنا دیجئے۔ مجھ کو اور میرے دوستوں کو تقویٰ کامل نصیب فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ میرے حق میں، میرے حاضرینِ احباب کے حق میں اور غائبینِ احباب کے حق میں، میری ذُرِّیاتِ خاندانی کے حق میں اور میری ذریاتِ روحانی کے حق میں اور حاضرین وحاضرات، غائبین اور غائبات سب کے حق میں قبول فرما لیجئے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

مجلس بعد عصر بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب (لینیشیا)

خزانۂ قربِ الٰہی اور قلبِ ویراں

ارشاد فرمایا کہ جب تک اپنی خواہشات کو، وہ خواہشات جو مرضی الٰہی کے خلاف تمہارے دل میں گرم تر ہیں ان کو ویران نہیں کرو گے اس وقت

تک نسبت کا خزانہ، قُرب کا خزانہ اس قلب میں دفن نہیں ہوگا کیونکہ پُرانے لوگ خزانہ کسی جنگل میں دفن کرتے تھے اور یادداشت کے لیے کوئی نشانی نوٹ کرلیتے تھے کہ فلاں درخت سے فلاں فاصلے پر اتنے گز گہرائی میں خزانہ مدفون ہے۔

گنج در ویرانی است اے میر من

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے میرے سردار، دیکھو! **دَعْوَۃ اِلَی اللّٰہ** کے طریقے مولانا روم سے سیکھو کہ اپنے سامعین کو جن کو دعوت دے رہے ہیں ان کو میر بنا رہے ہیں کہ اے میرے سردار، خزانہ تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے۔ تم اپنی خواہشات کو ویران کرنے میں کیوں دیر کرتے ہو، خزانہ لینے میں کوئی تاخیر کرتا ہے؟ یہ بڑے تعجب کی بات ہے! خواہشات کو ویران کیوں نہیں کرتے ہو ظالمو۔ خواہشات کو ویران کرنے ہی سے خدا ملے گا۔

سارے عالم میں یہی اخترؔ کی ہے آہ و فغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

اللہ تعالیٰ اس قلب کی تعمیر کرتے ہیں، خزانۂ قربِ الٰہی اس کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی بُری خواہشات کو ویران کردیتا ہے۔

تجلی ہر اک دل کی اخترؔ الگ ہے
مہربانیاں جیسی قربانیاں ہیں

سو ولی اللہ بیٹھے ہیں ہر ایک کی تجلی الگ الگ ہے، جتنی جس کی قربانیاں ہوتی ہیں اتنی ہی اللہ کی اس پر مہربانیاں ہوتی ہیں۔ سب سالکین ایک جگہ بیٹھے ہیں لیکن نسبت ہر ایک کی الگ الگ ہے۔ جتنا اللہ کے راستے میں جو قربانی دیتا ہے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس پر ہوتی ہے۔

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن
گنج در ویرانی است اے میر من

اے میرے سردار! خزانہ تو ویرانے ہی میں دفن ہوتا ہے پھر خواہشات کے محل کو ویران کرنے میں کیوں تاخیر کررہے ہو؟ بری خواہشات کا یہ محل کوئی چیز نہیں ہے، اس کو مسمار کرنے ہی سے اللہ کے قرب کا خزانہ ملے گا۔ پھر بری خواہشات کو ویران کرنے سے کیوں کانپتے ہو یا سانپ ہو کہ جھومتے ہو گناہوں پر۔ سانپ کی طرح تمہاری مستی زہریلی ہے۔ کیا بات ہے کہ تم کو اللہ کے غضب سے ڈر نہیں لگتا، اللہ کی ناراضگی کے اعمال سے کیوں ڈرتے ہو۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ تو ویرانے ہی میں دفن ہوتا ہے اور تم دل کو ویران کرنے سے گھبراتے ہو۔ اپنے دل کی بری خواہشات پر عمل نہ کرو تو سمجھ لو تم نے دل کو ویران کردیا۔ پھر اسی ویرانی میں اللہ کو پا جاؤ گے اور ایسے مست ہو گے کہ دونوں جہاں کی نعمتوں سے زیادہ مزہ پاؤ گے۔ لیکن جب تک گناہ کے تقاضوں پر شیر کی طرح حملہ نہ کرو گے تب تک نفس چت نہیں ہوگا اور یہ کام مردوں کا ہے، اللہ کے شیروں کا ہے، مردانِ خدا کا ہے ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

کمینے لوگوں کا کام ہے حیلہ سازی، بے شرمی و بے حیائی کہ صاحب کیا کریں بے پردگی اور عریانی کا زمانہ ہے کہاں تک بچیں، بہت تقاضا ہوا اس لیے بدنظری کرلی اور مردوں کا کام ہمت و دلیری ہے۔ حوصلہ اور ہمت اختیار کرکے دیکھو اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی ؎

نے ترا دل، نے تری جاں چاہیے
اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

ارمانوں کا خون کرکے تو دیکھو ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

آہ کیا شعر ہے! اپنے دل میں کچھ ارمانوں کو دفن کرلو، اللہ کو پا جاؤ گے مگر جو ارماں جائز ہیں ان میں بھی اعتدال رکھو۔

۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۲۰۰۲؁ء جمعرات بعد عصر رہائش گاہ آزاد وِل

نشۂ کبر کا علاج

عصر کے بعد حضرت مرشدی دام ظلہم العالی نے احقر کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بعد مغرب دارالعلوم میں میرا وعظ قافلۂ جنت کی علامت پڑھ کر سنا دینا۔ احقر نے عرض کیا کہ بہت اچھا اور احقر واپس دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر طلب فرمایا اور احقر کی اصلاح کے لیے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ مقرر جب دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا مجمع میری بات سن رہا ہے تو اس میں ایک نشہ آتا ہے۔ اس نشہ سے بچنا ضروری ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اپنا کوئی واقعہ یاد کرلے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ستاری نہ ہو اور اللہ تعالیٰ میرے اس عیب کو ظاہر کردے تو آج میں منہ دِکھانے کے قابل نہیں ہوں، کہیں دعوت کھانے کے قابل نہیں ہوں، یہ جو میری آؤ بھگت ہورہی ہے اللہ تعالیٰ کے پردۂ ستاریت کی وجہ سے ہے،بس نشہ اتر جائے گا۔ یہ نہ سمجھے کہ ہم سب جانتے ہیں، جاننے کے باجود نفس نشۂ کبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دوسری بات سوچے کہ ہمارا یہ سنانا معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔ ایسا تو نہیں کہ ہم سنارہے ہیں، دوسرے لوگ فائدہ اٹھارہے ہیں اور ہم عمل نہ کرنے سے محروم رہ رہے ہوں جیسے وہ باورچی جو دوسروں کو سوپ پلائے اور خود نہ پیئے تو دوسرے تو قوی ہوجائیں گے لیکن یہ سوکھا رہے گا۔ پس

ممکن ہے کہ ہماری باتیں پڑھ اور سن کر لوگ تگڑے ہو رہے ہوں اور ہم عمل نہ کرنے کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہوں۔ ان دو باتوں کا تصور کرو۔

مورخہ ۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب

آج صبح حضرتِ اقدس مدظلہم العالی دو دن قیام کے لیے اپنے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے جامعہ دارالعلوم آزادوِل تشریف لائے۔ قبیل مغرب حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم دارالعلوم آزادوِل نے حضرتِ والا سے درخواست کی کہ حضرت والا کے مزاجِ مبارک پر اگر گراں نہ ہو تو دارالعلوم کی مسجد میں مجلس ہو جائے تو بہت نفع ہوگا اور سب طلباء مستفید ہو سکیں گے۔ حضرتِ والا نے مولانا کی یہ تجویز قبول فرمائی اور بعد مغرب رہائش گاہ سے بذریعہ کار دارالعلوم کی مسجد کے دروازہ تک تشریف لائے اور وہاں سے وہیل چیئر پر مسجد تشریف لے گئے۔ حضرتِ والا آج کل بوجہ عذر تقریر نہیں فرماتے اور آج بھی تقریر کا نظم نہیں تھا لیکن جب حضرتِ والا نے ارشاد فرمانا شروع کیا تو علماء و طلباء میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد حضرتِ والا الحمدللہ تعالیٰ مختلف موضوعات پر عجیب و غریب مضامین بیان فرماتے رہے اور شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب ناصر انگریزی میں ترجمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ الحمدللہ ڈیڑھ گھنٹے تک حضرت والا کے ارشادات جاری رہے۔ (مرتب)

تشکر علاج تکبر ہے

ارشاد فرمایا کہ مقرر جب اپنے سامنے ایک لاکھ کا مجمع دیکھتا ہے تو دل میں ایک نشہ آجاتا ہے تکبر اور عجب کا غیر شعوری طور پر، غیر ارادی طور پر۔ اولیاء صدیقین کے آخری درجہ میں جو ہوتا ہے وہی عجب و کبر

سے مکمل طور پر بچتا ہے اور اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ مجمع دیکھ کر یہ سوچے کہ معلوم نہیں میرا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں، قبولیت کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں آئی۔ مرنے کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیں کہ تمھاری تقریروں سے، تمہاری تحریروں سے، تمہارے اعمال سے ہم خوش اور راضی ہیں تب تک کسی عمل کی قبولیت کا اعتبار نہیں۔ اگر اللہ راضی نہیں ہے تو اس کا چوگنا اور آٹھ گنا مجمع واہ واہ کرے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ بیان کیا کہ دیہاتی لوگ جب کسی چیز کے متعلق پوچھتے ہیں تو لاٹھی سے اس چیز پر ٹھونگا مار کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا بیچ رہے ہو؟ تو ایک دیہاتی نے ایک چوڑی بیچنے والے کے تھیلے پر لاٹھی سے ٹھونگا مار کر پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اس کی آدھی چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ چوڑی والے نے کہا کہ کیا بتاؤں یہ کیا ہے؟ لاٹھی سے ایک ٹھونگا اور مارو تو یہ کچھ نہیں ہے۔ تو اپنے اعمال کے بارے میں صوفیاء اور بزرگانِ دین یہ تصور کرتے ہیں کہ قیامت کے دن معلوم نہیں یہ قبول ہیں یا نہیں۔ ابھی قبولیت کی قطعی طور پر آپ کو کیسے امید ہوگئی؟ اس لیے فرمایا:

﴿يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

(سورۃ نور، آیت ۳۷)

اللہ والے اُس دن سے ڈرتے ہیں جس دن قلب اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہوجائیں گی۔ بھائی! اکڑے تو وہ جس کو اپنے اعمال کی قبولیت کا یقین ہو۔ ابھی جب مرے نہیں تو اللہ کے فیصلہ کا علم کیسے ہوگیا؟ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہو، اپنے منہ سے خود ہی تعریف کر رہے ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ ہو اس کا خوف کرو کہ نا معلوم عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ اگر قبول ہے تو سبحان اللہ اگر قبول نہیں تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اللہ کی

لعنت ہے ایسے عمل پر، لہٰذا اس وقت جو لوگ کتاب پڑھیں یا تقریر کریں وہ اس کا مراقبہ کریں کہ معلوم نہیں کہ میرا عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ ورنہ چند بندے چند بندوں کی تعریف کر رہے ہیں، چاہے ایک بندہ تعریف کرے یا ایک لاکھ بندے تعریف کریں تو میزانیہ بندہ ہی آئے گا کیونکہ بندوں کا مجموعہ بندہ ہی ہوتا ہے۔ بندہ کی قیمت مالک لگاتا ہے اس لیے یہ سوچو کہ ہماری تقریر کی قیمت کیا ہوگی یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لیے نہ اپنے منہ سے میاں مٹھو بنو نہ لوگوں کی تعریف میں آؤ کیونکہ لوگوں کی تعریف میں آنا اور اپنے کو تعریف کا مستحق سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ ہمارا جن سے پالا پڑے گا یعنی اللہ تعالیٰ جب پاس کر دیں اور اللہ راضی ہو جائے تب سمجھو کہ اب پاس ہو گئے۔

ایک لڑکی نے ایک زیور بنایا جس کو جھلنی کہتے ہیں، ناک میں جھولتی رہتی ہے۔ اس لیے اس کا نام ہی جھلنی رکھ دیا تو محلّہ کی لڑکیوں نے اس کی بہت تعریف کی کہ بہن تم بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ تو وہ رونے لگی، سہیلیوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ ہماری تعریف کی تم نے یہ قدر کی، ہماری تعریف پر تو تم کو شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ اس نے کہا کہ کیا شکریہ ادا کروں میں نے یہ جھلنی اپنی طبیعت سے بنوائی ہے، معلوم نہیں کہ شوہر کو بھلی معلوم ہو کہ بُری معلوم ہو۔ شوہر جب تعریف کرے گا تب میں خوشی محسوس کروں گی، تمہاری تعریفوں سے میرا کیا بھلا ہوگا، جس کے ساتھ زندگی گذارنی ہے وہ اگر خوش ہو گیا تو میرا کام بنے گا۔ ایسے ہی جب اللہ بندہ کی تعریف کر دے تب ہماری خوشی کا دن ہوگا۔ ورنہ اگر ساری مخلوق تعریف کرے تو اللہ کا شکر تو ادا کرے کہ اس نے ستاری فرمائی، پردہ پوشی کی، مخلوق میں بڑا دکھایا، یہ اللہ کا کرم ہے۔ شکر گذار رہو، ناز نہ کرو، مخلوق میں تعریف ہو تو حسنۃ کی تفسیر ہے، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کی دس تفسیریں ہیں، ان میں سے ایک ثناء الخلق ہے۔ پس جب مخلوق تعریف

کرے تو سن کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! تو نے میرے عیبوں کو چھپا دیا اور بھلائیاں ظاہر کر دیں اور لوگوں کی نگاہوں میں میری تقریر یا تحریر کو اچھا دِکھا دیا۔ ایسے وقت میں شکر ادا کرنے سے تکبر سے بچ جائے گا۔ کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ اور شکر سببِ قُرب ہے، اللہ سے قرب کا سبب ہے اور سببِ قرب اور سببِ بُعد دونوں میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ اور یہ ہمارا ٹیلیفونک خطاب ہے جو کراچی سے ایک بار ساؤتھ افریقہ کیا گیا تھا ایک عالم کے جواب میں۔ پس جب تشکر کی کیفیت ہوگی کبھی تکبر پاس نہیں پھٹکے گا کیونکہ تشکر کبھی سببِ بُعد نہیں ہوسکتا۔ تکبر اللہ کی رحمت سے دور کرتا ہے، متکبر کو اللہ کی طرف دھیان نہیں رہتا۔ اپنے اوپر نظر ہوتی ہے کہ یہ میرا کمال ہے اور تشکر میں اپنے کمالات کی نسبت کا غلبہ اللہ کی طرف ہوتا ہے۔ تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ نے مجھے یہ سلیقہ عطا فرمایا کہ آج مخلوق میں میری تعریف ہو رہی ہے، یہ آپ کی عطا اور آپ کا کرم ہے، میرا کمال نہیں۔ (اس کے بعد حضرت والا کے خلیفہ جناب مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کے ارشادات کا انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔)

کبر کا ایک اور علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں اپنے کو تمام مسلمانانِ عالم سے کمتر سمجھتا ہوں، کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی فعل قبول ہوگیا ہو اور میرا کوئی فعل نامقبول ہو، کیونکہ اس کا اِمکان ہے، اس لیے تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال، روزانہ دعا میں اس جملہ کو بار بار کہو۔ بار بار کہنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ کہو کہ کافروں اور جانوروں

سے، کتے اور سور سے کمتر ہوں فی المآل یعنی باعتبار انجام کے۔ کیونکہ اپنا انجام ابھی مجھے نہیں معلوم، اگر خاتمہ ایمان پر ہوگیا تب تو میں اچھا ہوں لیکن اگر خاتمہ خراب ہوگیا، نعوذ باللہ خاتمہ کفر پر ہوا تب تو کتے اور سور بھی مجھ سے افضل ہیں۔ جو شخص تکبر سے نجات چاہے یہ دو جملے روزانہ زبان سے کہے اور اتنی زور سے کہے کہ اپنا کان سنے، اتنی زور سے نہ کہے کہ دوسروں کے کان بھی سنیں، کیونکہ دوسروں کو اپنی تواضع تھوڑی دِکھانا ہے۔ اللہ سے تواضع کی اس جملہ سے بھیک مانگنا ہے۔ اگر کوئی باپ اپنے بچے کو ایک بہت عمدہ شیروانی بنوادے اور وہ بچہ اکڑ رہا ہو کہ دیکھو! میری شیروانی، باپ کا نام بھی نہ لے رہا ہو اور سب بھائیوں پر تفاخر اور بڑائی جتا رہا ہو تو اس سے باپ ناراض ہوگا کہ ہم نے تم کو شیروانی اس لیے تھوڑی بنوا کر دی تھی کہ تم بھائیوں پر اپنی فضیلت بیان کرو، تم نے تو میرا نام بھی نہیں لیا، میری عطا کو اپنا کمال سمجھا اور وہی بیٹا کہے کہ واہ رے میرے ابا! میرے ابا نے مجھ کو عطا کی ہے۔ یہی نعمت ذریعہ شکر ہوگئی، باپ بھی خوش ہوگیا۔ پس ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو کہ یہ نعمت اللہ نے ہمیں بلا استحقاق اپنے کرم سے عطاء فرمائی ہے، میں اس کا مستحق نہیں تھا۔ انسان کے کمالات کیا ہیں سارے کمالات اللہ کے لیے ہیں۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**، حمد کی چار تعریفیں ہوسکتی ہیں۔ اب منطق سن لیجئے۔ تعریف کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱۔ بندہ بندے کی تعریف کرے، نمبر ۲۔ بندہ اللہ کی تعریف کرے، نمبر ۳۔ اللہ بندے کی تعریف کرے، نمبر ۴۔ اللہ خود اپنی تعریف کرے اور یہ چاروں تعریفیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، ان چار کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ میں دارالعلوم میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی پانچویں قسم ہو تو میرے سامنے پیش کرو، میں وہ جاہل پیر نہیں ہوں کہ مرعوب ہو جاؤں گا۔

مومن کے لیے مصیبت کے نافع ہونے کا منطقی استدلال

مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پر معقولات کا غلبہ تھا۔خانقاہ میں قیام کے لیے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے کہ گھر سے خط آیا کہ بیوی، بچے سب بیمار ہیں۔ یہ بہت تشویش میں تھے، جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت سارے گھر والے بیمار ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب جب مومن کا عقیدہ مقدر پر ہے تو پھر اُسے مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

﴿قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت: ۵۱)

لَنَا کا لام یہاں نفع کے لیے ہے، مومن کو جو مصیبت پہنچتی ہے اُس میں مومن ہی کا نفع ہے۔اس کے بعد حکیم الامت نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ چونکہ آپ منطقی آدمی ہیں اس لیے منطق سے سمجھاتا ہوں کہ مومن کو جو تکلیف اللہ دیتا ہے اس میں سراسر مومن کا ہی فائدہ ہے۔مومن کو جو تکلیف یا بلا اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اس میں صرف چار صورتیں ہیں، چیلنج کرتا ہوں کہ پانچویں کوئی صورت نہیں ہے۔(۱) مومن کو تکلیف دے کر اللہ سو فیصد فائدہ اُٹھالیں یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ بندوں کا محتاج ہے۔اور چونکہ اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے لہٰذا یہ صورت محال ہے۔(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سو فیصد نفع نہ لے، پچاس فیصد لے، یعنی ففٹی ففٹی کرلے کہ پچاس فیصد بندے کو دے دے، پچاس فیصد خود لے لے، یہ بھی ناممکن ہے۔اس میں بھی اللہ کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے نہ کم نہ زیادہ۔ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ نہ بندہ کا فائدہ ہو نہ اللہ کا، جس کو چاہا کھانسی دے دی، جس کو چاہا

بخار دے دیا، کسی کو صدمہ وغم دے دیا اور کسی کا ایکسیڈنٹ کرا دیا، جس میں کوئی فائدہ اور مقصد نہیں تو بے فائدہ کام کرنا، بے مقصد کام کرنا، فضول اور لغو کام کرنا، یہ اللہ کی عظمت کے خلاف ہے۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ (۴) اب صرف چوتھی شکل باقی ہے کہ ہر مصیبت اور تکلیف میں سو فیصد مومن ہی کا فائدہ ہے۔ قُلْ لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا میں لام نفع کے لیے ہے ورنہ علٰی ضرر کے لیے آتا۔

تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو، ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرو، تَشَکُّر کی کیفیت غالب رہے تو تَکَبُّر پاس نہیں آئے گا۔ تکبر سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر تشکر غالب ہو، کیونکہ تشکر سببِ قرب ہے، شکر کرنے سے قُربِ اِلٰہی بڑھتا ہے اور تکبر سے بُعد اور دوری ہوتی ہے اور دوری اور حضوری میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔

تکبر کا نقصان اور تواضع کا فائدہ

تکبر ایسی بُری بیماری ہے کہ اگر دل میں ایک ذرّہ کے برابر، رائی کے برابر بھی ہوگا تو جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہیں پاؤ گے۔ اور تکبر غیر شعوری طور پر آجاتا ہے، اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو ایک بخاری پڑھانے والا دوسروں کو اپنے سامنے حقیر سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اپنے کو سب مسلمانوں سے کمتر سمجھو فی الحال یعنی موجودہ حالت میں بھی ہم تمام مسلمانوں سے کمتر ہیں اگرچہ بخاری شریف پڑھاتے ہیں اس لیے یہ جملہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو، اس کا معمول بنالو کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ ابھی اپنا انجام نہیں معلوم تو اللہ ایسے بندہ سے کتنا خوش ہوگا۔ باوجود صدہا ہنر اور خوبیوں کے اپنے

کو بے قدر سمجھتا ہے۔ بے قدر کا خود کو بے قدر سمجھنا کچھ کمال نہیں، کمال یہ ہے صد ہا ہنر ہوتے ہوئے اللہ کے خوف سے خود کو بے قدر سمجھے، یہ خود کو بے قدر سمجھے گا لیکن لوگ اس کو بے قدر نہیں سمجھیں گے، لوگ اور قدر کریں گے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ تواضع کے بعد لِلّٰہِ لگا ہوا ہے جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا۔ یہاں لِلّٰہِ کیوں لگایا کیونکہ بعض لوگ تواضع کرتے ہیں تاکہ میری تعریف ہو کہ بہت متواضع ہیں، یہ تواضع لِلّٰہِ نہیں ہے لِلنَّفْسِ ہے۔ ایسی تواضع پر رفعت و بلندی کا وعدہ نہیں ہے۔ جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ اس کو بلندی دے گا۔ یہاں پر ارشاد فرمایا کہ یہ تو میری تقریر ہوگئی حالانکہ میں آج کل کوئی تقریر نہیں کرتا۔ (اس کے بعد مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

ایک عجیب تعلیم فنائیت

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اچھا ایک بات عرض کرتا ہوں جو سمجھ میں مشکل سے آئے گی۔ لیکن کچھ لوگ سمجھ لیں گے۔ امید ہے کہ میں اس کو آسان کروں گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مسائل السلوک حاشیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّيْنَ مِنَ الصُّوْفِيَآءِ وَالسَّالِكِيْنَ يَنْسِبُوْنَ كَمَالَاتِهِمْ اِلٰى مُجَاهَدَاتِهِمْ فَهٰذَا عَيْنُ الْكُفْرَانِ﴾

بہت سے صوفیاء دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، وہ اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ اب اس میں تو بڑے بڑے لوگ مبتلا ہیں کہ صاحب ہم نے تو بڑے پاپڑ بیلے، اتنے مجاہدات کیے تب یہ نعمت ہم کو ملی ہے لیکن یہ سوچنا چاہیے کہ آپ نے مجاہدات تو کیے لیکن ان مجاہدات کی بعض

بے اصولیاں ایسی زہرِ قاتل ہیں جو سب کو کراس (Cross) کر گئیں، اس لیے مجاہدہ تو ہے لیکن اپنے اعمال کو بھی دیکھئے، اس لیے اپنے کسی کمال کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان کی عطا اور ان کا انعام سمجھے کہ ان کے فضل کا سبب ان کا فضل ہے، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے، میرا مجاہدہ نہیں ورنہ میرے اعمال ایسے ہیں جو اپنے مجاہدات پر پانی پھیر دیتے ہیں اور بجائے ثواب کے سزا کا مستحق بناتے ہیں۔ اب کسی کا منہ ہے جو اپنے مجاہدات کو اہمیت دے۔ جب کہ اس کا بعض عمل اس کو مجرم اور سزا کے قابل بنا دیتا ہے لہٰذا اللہ کے کسی انعام کو اپنے بڑے سے بڑے مجاہدہ کا ثمرہ نہ سمجھو، بلکہ ان کی عطا کا سبب ان کی عطا ہے، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی کہو کہ اے اللہ! مجھ پر جو آپ کی عنایات ہیں ان کا سبب آپ کی عنایات ہیں، مجھ پر جو آپ کا فضل ہے اس کا سبب آپ کا فضل ہے، میرے مجاہدے اس کا سبب نہیں ہو سکتے۔ بتایئے باریک بات ہے کہ نہیں؟ علماء نے عرض کیا کہ بہت باریک بات ہے اور ہمارے لیے سبق ہے۔ فرمایا کہ یہ سبق بھی آج بلا ارادہ دے دیا، کچھ سوچ کر نہیں بیٹھا تھا۔ کوئی مضمون بیان کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ بس اب اس کا ترجمہ کر دیجئے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

رضا بالقضاء موجبِ اطمینان ہے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ کبھی کسی کو کسی سے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو منہ سے غیبت نکل جاتی ہے کہ فلاں آدمی ایسے ویسے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جن لوگوں سے تکلیف پہنچ جائے تو کچھ منہ سے نہ نکالے اور راضی رہے اللہ پر:

﴿مَنْ يَنْظُرُ اِلٰی مَجَارِی الْقَضَاءِ لاَ یُفْنِیْ اَیَّامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ وَیَقُوْلُ لاَ تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۱۲)

مجاری جمع مجریٰ کی ہے یعنی جاری ہونے کی جگہ مراد عرشِ اعظم ہے کہ اللہ کا فیصلہ عرشِ اعظم سے جاری ہوتا ہے۔ پس جس کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے مجاری قضاء سے ہوتا ہے، وہ لوگوں کے جھگڑوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا اور کہتا ہے جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج آپ لوگوں پر کوئی الزام نہیں، شیطان نے بھائیوں کے درمیان گڑبڑ کر دی تھی، بھائیوں کی غلطی کو شیطان کے اوپر ڈال دیا، یعنی بھائیوں کی غلطی کو شیطان کی طرف منسوب کر کے ان کو بَری کر دیا تا کہ ندامت کے ساتھ وہ نہ کھائیں، پئیں۔ اس کی نظر لوگوں پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ پر ہوتی ہے کہ یہ سب وہاں سے آیا ہے۔ بھلا ان کی مجال تھی کہ یہ میرے منہ کو آتے ؎

بھلا اِن کا منہ تھا میرے منہ کو آتے
یہ دشمن اُنہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

تو اس سے بڑا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مجاری قضاء پر اس کی نظر ہوتی ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کو یہی منظور تھا۔ اس لیے یہ لوگوں سے جھگڑنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا، جانتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر وہ زیادتی کر رہے ہیں تو اس کی سزا اللہ ان کو دے گا، یہ تو گنہگار اور ظالم نہیں ہوگا۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

گناہ کی ترغیب دینے والا بھی مجرم ہے

ترجمہ کے بعد مولانا سے فرمایا کہ بیٹھئے ابھی اور سنئے۔ یہ سن کر تمام

سامعین خوش ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عورت زُلیخا عزیز مصر کی بیوی نے برے کام کی طرف ورغلایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جمع کا صیغہ نازل کیا مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ اے اللہ! مجھے قید خانہ پیارا ہے اس بات سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں یَدْعُوْنَ جمع کا صیغہ ہے واحد کا نہیں ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ ورغلانے والی ایک عورت تھی تو جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل کیا؟ حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس کا جواب دیا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ آپ زلیخا کی خواہش پوری کر دیجئے تو برے کام کی سفارش کرنے والیوں کو اللہ تعالیٰ نے انہی میں شامل کر دیا جمع کا صیغہ نازل فرما کر۔ معلوم ہوا کہ برائی کی سفارش کرنے والا اتنا ہی مجرم ہے جتنا برائی کرنے والا۔

بنگلہ دیش کے شہر سلہٹ کے ایک بڑے دارالعلوم میں بہت بڑے مجمع کے سامنے میرے بیان کے دوران ہی ایک عالم نے اِشکال کر دیا کہ یَدْعُوْنَ تو مذکر ہے تو مونث کے لیے یعنی عورتوں کے لیے اللہ نے کیوں استعمال کیا؟ میں نے کہا مذکر اور مونث دونوں کے لیے یَدْعُوْنَ استعمال ہوتا ہے پھر میں نے گردان سنائی یَدْعُوْا یَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ، تَدْعُوْا تَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ بڑھاپے میں صرف ونحو کس پیر کو یاد رہتا ہے؟ لیکن اللہ کا کرم ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

موقعِ فرار پر دعا کے لیے بھی قرار جائز نہیں

ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلایا کہ یہ گناہ کرو، ورنہ میں تم کو جیل میں ڈال دوں گی تو

حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ میں گر کر دعا نہیں مانگی بلکہ وہاں سے فوراً بھاگے معلوم ہوا کہ موقع فرار پر موقع قرار جائز نہیں ہے کہ وہاں بیٹھ کر دعا کرو۔ بعض لوگ اسی معشوق کے پاس بیٹھ کر روتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ دعا کرنے کے بعد منہ کالا کرلیا۔ شیطان بہت چالاک ہے، جس دن بندہ کو زیادہ روتے ہوئے دیکھتا ہے اس دن اور زیادہ گناہ کراتا ہے۔ کہتا ہے آج تو بہت رو چکے، پچھلے پاپ سب دُھل گئے، پچھلا حساب صاف ہوگیا، چلو آج نیا بازار لگائیں۔

جب گناہ کے اسباب پیدا ہوجائیں تو یہ موقع فرار ہے وہاں سے فرار واجب ہے:

﴿ فَفِرُّوۡا اِلَی اللہِ اَیۡ فَفِرُّوۡا عَمَّا سِوَی اللہِ اِلَی اللہِ ﴾

(التفسیر الخازن، سورۃ الذاریات، آیت: ۵۰)

غیر اللہ سے اس وقت بھاگنا فرض ہے، وہاں بیٹھ کر اس وقت دعا مانگنا قرآن کی روشنی میں جائز نہیں ہے، جہاں ہر طرف میگنٹ (مقناطیس) لگے ہوں وہاں اُٹھنّی بیٹھ کر دعا کرے کہ یا اللہ میں نہ کھنچوں تو دعا مانگنے کے باوجود میگنٹ کھینچ لے گا۔ پہلے بھاگو، بھاگنے کا حکم بھی تو اللہ ہی کا ہے کہ نامناسب موقع سے بھاگو، وہاں بھاگنا عبادت ہے، بھاگنا فرض ہے، بھاگنا مرضی الٰہی ہے، منشاء الٰہی ہے کہ تیزی سے بھاگو، ورنہ حسن کے میگنٹ تمہیں کھینچ لیں گے، میگنٹ بھی تو اللہ ہی کا ہے، انہوں نے حسن کے میگنٹ لگا رکھے ہیں اور بھاگنے کا حکم بھی وہی دے رہے ہیں لہٰذا ان کے حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ پس جہاں موقع فرار ہو وہاں سے فرار واجب ہے، قرار جائز نہیں ہے خواہ بصورتِ دعا ہو، فرار کے وقت بھاگتے ہوئے جو کچھ کہہ سکو کہ یا اللہ! مدد فرما، یہ صحیح ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگے تھے، بھاگنے سے تالے ٹوٹے ہیں،

اللہ نے مدد کی اور بھاگنے کا انعام مل گیا، تالے خود بخود کھل گئے۔ پس جو انبیاء علیہم السلام کا عمل ہے اس کی نقل امت پر واجب ہے، یہ سبق بہت ضروری ہے آج ضروری سبق دیئے گئے ہیں۔ حضرت والا نے مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ اس کو بھی بیان کر دیجئے۔ مولانا نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔

پھر فرمایا کہ حسن میں بھی کشش ہے اور عشق میں بھی کشش ہے، دونوں پاس رہیں گے تو بچ نہیں سکتے، ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے اس لیے فرار واجب ہے کہ محاذات سے الگ ہو جاؤ تو میگنٹ کا تعلق ختم ہو جائے گا، جب آمنے سامنے نہ رہیں گے، دُور رہیں گے تو میگنٹ کیا کرے گا؟ دُور رہنے سے اس کے دائرۂ کشش میں نہ آئیں گے اور میگنٹ کچھ نہ کر سکے گا، اٹھنی میگنٹ کے سامنے رہے گی تو ناچتی رہے گی، میگنٹ کی طرف کھنچتی رہے گی اور جب اس کے محاذات سے ہٹ جائے گی تو اس کے اثر سے بچ جائے گی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے میگنٹ کے محاذات سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھگا دیا۔ اس لیے بھاگنا فرض ہے، چاہے بھاگتے ہوئے دعا کرتے رہو لیکن وہاں دعا کے لیے بھی رُکنا جائز نہیں۔ قدم فرار کے مضبوط رہیں، اگر قدم فرار کے مضبوط نہ ہوئے تو میگنٹ غالب ہو جائے گا، فرار اختیار کرنا واجب ہے، جو لوگ گناہ میں مبتلاء ہوتے ہیں ان کا فرار کمزور ہوتا ہے، اگر ہمت کر کے بھاگ جائیں تو میگنٹ کیا کرے گا؟ لہٰذا اس کو یاد رکھو کہ گناہ کے موقع سے فرار واجب ہے، اس وقت نہ بھاگنا اور آنسو بہانا، رونا، دھونا سب بیکار ہو جائے گا۔ اس وقت **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ** بھی کام نہیں کرے گا۔ **فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ** کا حکم نصِ قرآن ہے جو نصِ قرآن پر عمل نہ کرے، اس کا مبتلاء ہو جانا کیا بعید ہے۔ یہ باتیں بہت اہم ہیں۔ پھر فرمایا کہ اب ترجمہ کر دو۔

بس اب دعا کریں کہ اللہ مجھ کو اور میرے متعلقین کو اور آپ کے متعلقین کو قیامت تک نسلاً بعد نسلٍ اولیاء صدیقین کا مقام عطا فرمادے یعنی دنیا ہی میں ہمارا ایمان ایسا ہو جائے جیسے دوزخ اور جہنم کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اللہ ہر گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دونوں کام یعنی نیک کام کرنے کی اور برائی چھوڑنے کی توفیق دے، کیونکہ جو نیک کام کرے اور برائی نہ چھوڑے تو وہ کیسے ولی اللہ ہو گا؟ اللہ مجھ کو بھی توفیق دے کہ اختر ہر سانس اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی ناراض نہ کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بیان کے بعد حضرت والا رہائش گاہ آزادوِل تشریف لائے اور کچھ خاص احباب بھی بعد عشاء آ گئے تو فرمایا میں قسم کھا سکتا ہوں مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ میں کیا بیان کروں گا میرے ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ وہ دیتے گئے، میں لیتا گیا اور لے کر لوگوں کو دیتا گیا۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ہماری بھی جو تعریف کرتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہے کیونکہ دینے والا وہ ہے، اگر اللہ کی مدد نہ ہو تو فالج میں یہ باتیں یاد رہ سکتی ہیں؟ ہم ہردوئی میں ایک مریض کو دیکھنے گئے جو حافظِ قرآن تھے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ بھی بھول گئے تھے، الحمد شریف بھی یاد نہ تھی۔

۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ، بعد نمازِ فجر، ایک پارک میں جھیل کے کنارے

بعض آدابِ شیخ

ایک صاحب جو حضرت والا سے بیعت ہیں مجلس میں تسبیح پڑھ رہے

تھے۔اس وقت ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے شیخ کے سامنے تسبیح دِکھا کر نہ پڑھے۔اگر پڑھنا ہے تو جیب میں تسبیح چھپائے رکھے اور جیب میں ہاتھ ڈال کر پڑھے۔مگر شیخ کے سامنے تسبیح پڑھنا خلافِ ادب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کو تسبیح دِکھا کر پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ جنید بغدادی ہیں تو میں بھی بابا فرید سے کم نہیں ہوں۔صورتاً یہ بھی ایک قسم کا تقابل ہے۔ایک اللہ قبول ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور قبولیت کے لیے ادب شرط ہے اور بزرگانِ دین نے جس چیز کو بے ادبی کہا ہے اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ ہم لوگ متبع شریعت اور متبع سنت بزرگوں کے اندھے مقلد ہیں۔اس لیے وہ لوگ جو مجھ سے بیعت بھی ہیں ان کا میرے سامنے تسبیح پڑھنا غیر افضل ہے نہ پڑھنا افضل ہے۔اگر محبت ہو تو محبت کی نظر سے شیخ کو دیکھنا خود عبادت ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ ماں باپ کو محبت سے دیکھنے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میں نے کہا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور شیخ کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے۔دلیل یہ ہے کہ کعبہ موجود تھا، زم زم موجود تھا اور مولد شریف یعنی آپ کی جائے پیدائش وغیرہ تبرکات موجود تھے لیکن ہجرت کا جب حکم ہوا تو ایک صحابی کو بھی مکہ شریف میں رہ جانے کی اجازت نہیں ملی۔سب کو حکم ہوا کہ تم سب کے سب جاؤ جہاں میرا نبی جا رہا ہے۔اب کعبہ سے لپٹنا مفید نہیں ہوگا۔کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔کعبہ کو ان بتوں کو نکالنے کی طاقت نہیں تھی، نبی نے وہ بت نکالے۔تو نبی تمہارے دلوں کے بت بھی نکالے گا یعنی رذائل سے تمہارا تزکیہ کرے گا۔بس نبی کی صحبت، اللہ والے کی صحبت جہاں ملے وہاں چلے جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کا پھیلنا، دین کی اشاعت کعبۃ اللہ میں قیام

سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی لیے ہجرت فرض ہوئی، پھر مدینہ شریف سے دین پھیلا۔ اس لیے مدینہ کی مٹی سے بھی آپ کو محبت تھی۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے تھے تو اپنی چادر مبارک اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے کہ مدینہ شریف کی مٹی مجھ کو لگ جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ سے کیوں محبت تھی؟ اس لیے کہ مدینہ سے اسلام پھیلا ہے اور مکہ مکرمہ سے محبت تھی کیونکہ اللہ کا شہر ہے، بلد امین ہے۔ بس مکہ شریف اور مدینہ شریف جاؤ آؤ، جاؤ آؤ مگر وہیں نہ رہ جاؤ کیونکہ وہاں ابھی حالات دین کی خدمت کے نہیں ہیں، قانونی رکاوٹیں ہیں۔ ہاں مرتے وقت وہاں پہنچ جاؤ اور وہاں کی موت نصیب ہو جائے تو نعمتِ عظمیٰ ہے۔ یہ دعا کرلو:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ﴾

(صحیح بخاری، باب کراھیۃ النبی ان تعری المدینۃ)

اے اللہ! میرے لیے اپنی راہ میں شہادت مقدر فرما دے اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر فرما دے۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت سے اجازت مانگی کہ میں مدینہ شریف میں مستقل رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھی بات ہے۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا کہ اگر یہ یہاں میرے پاس رہتا تو زیادہ نفع میں رہتا۔ یہاں رہ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کی سمجھ کی توفیق ہوتی۔ پھر مدینہ میں کچھ اور ہی انوار نظر آتے۔ مکہ مدینہ میں قیام برکت کی چیز ہے مگر اِصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔

غیر اختیاری ذکر موجبِ قرب نہیں

پارک میں جنوبی افریقہ کی ایک خاص چڑیا جس کی بولی پر کئی سال

پہلے حضرت والا نے بتایا تھا کہ یہ حق تعالیٰ، حق تعالیٰ کہتی ہے۔ کسی کو اس کا احساس نہیں تھا، حضرت والا کے توجہ دِلانے پر سب کو احساس ہوا کہ واقعی بالکل صاف حق تعالیٰ کہتی ہے۔ وہی چڑیا پارک میں بول رہی تھی تو حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا کہتی ہے۔ مولانا منصور صاحب نے عرض کیا حضرت والا نے ہمیں بتایا تھا کہ یہ حق تعالیٰ کہتی ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر اختیاری ذکر موجبِ قرب نہیں۔ ارادہ کر کے اپنے اختیار سے ذکر کرو کہ اللہ راضی ہو جائے۔ غیر ارادی غیر اختیاری ذکر پر ثواب نہیں ملتا، ارادی اور اختیاری عبادت پر ثواب ہے۔

ذکر میں اعتدال مطلوب ہے

بعض اشخاص ایسے ملے کہ بیٹھے ہیں اور بلا ارادہ گردن ہل رہی ہے لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ ۔ میں نے کہا کہ تمہاری گردن تو گردان کرنے لگی یہ ٹھیک نہیں ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں گردان کے لفظ سے بہت لطف آیا۔) آج کل ہر وقت ذکر کرنے سے مزاج غیر معتدل ہو جاتا ہے اور اللہ یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ کوئی مشفق باپ نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا اتنی خدمت کرے کہ اس کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ اولیاء اللہ ہمیشہ معتدل المزاج بنائے جاتے ہیں۔ جب مزاج میں اعتدال نہ رہا تو اخلاق بھی غیر معتدل ہو جائیں گے۔ اس لیے جو تجربہ کار مشائخ ہیں وہ زیادہ ذکر اور وظیفہ نہیں کراتے۔ بس مقررہ اوقات میں جو ذکر ہے اس کو کرلیں۔ اب یہ زمانہ ہر وقت ذکر کرنے کا نہیں ہے۔ ہر وقت ذکر کرنے سے آج کل خشکی بڑھ جاتی ہے، نیند میں کمی آجاتی ہے۔ پہلے زمانہ کا ذکر اور وظیفہ اِس زمانہ میں نہیں کرایا جاسکتا۔ پہلے زمانہ میں اتنا خون ہوتا تھا

کہ ہر مہینہ خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب خون کی اتنی کمی ہے کہ خون چڑھوانا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے شیخ سے پوچھ لو کہ کتنا وظیفہ پڑھیں اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیخ کچھ طبیب بھی ہو کہ صحتِ جسمانی کی حفاظت کا بھی اسے تجربہ ہو۔ جن کا مزاج غیر معتدل ہو گیا وہ بیوی بچوں سے لڑنے لگے، گاہکوں سے لڑنے لگے، دکان فیل ہو گئی، معاش کے بغیر مفلس اور پریشان ہو گئے۔

ذکرِ قلبی اور دوامِ ذکر کی حقیقت

مزاج معتدل ہو، ہر وقت باخدا ہو، دل سے باخدا ہو یہ ضروری نہیں کہ زبان سے باخدا ہو، یہی ذکرِ قلبی، یہی دوامِ ذکر ہے کہ دل باخدا ہو اور جسم فرماں بردار ہو، کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، اگر زبان سے ذکر کرنے کو کوئی شیخ منع کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اندیشہ ہے کہ اگر یہ ذکر کرے گا تو اس کی خشکی بڑھ جائے گی اس لیے ذکر کو منع کر رہا ہے۔ پہلے زمانہ کے احکام میں اور اس زمانہ کے احکام میں فرق ہے۔ اصول ایک ہے لیکن فروعات میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔ دیوبند میں ایک طالب علم نے جو کے بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھالی۔ اس کو پیچش شروع ہو گئی۔ اس نے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ حضرت میں نے سنت سمجھ کر جو کی روٹی کھالی جس سے مجھ کو پیچش ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا کیا تمہاری آنتیں صحابہ جیسی ہیں؟ تم کو اس زمانہ کے بزرگوں کی نقل کرنی چاہیے کہ وہ کس کس سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ جن سنتوں پر اس زمانہ کے اولیاء کرام عمل کر رہے ہیں بس ان پر عمل کرو۔ اولیاء اللہ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ پہلے زمانہ کے بزرگوں کی نقل بھی جائز نہیں ہے، ان کے قویٰ بہت اچھے تھے وہ زیادہ ذکر کر کے بھی معتدل رہتے تھے بس آج کل کے زمانہ میں سب سے بڑا ذکر گناہوں سے بچنا

ہے، متقی رہو تو چوبیس گھنٹوں کے عبادت گذار رہو گے کیونکہ تقویٰ نام ہے عدمِ معصیت کا، یہاں کسب نہیں ہے، ترک ہے، یہاں اعمال نہیں ہیں ترکِ اعمال ہے یعنی گناہ کے اعمال نہ کرو، ترکِ گناہ کرو، ہر وقت غم جھیلو، ہر وقت اللہ کو راضی رکھو، ایسی نسبت عطا ہوگی کہ ہر وقت باخدا رہو گے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ اس زمانہ کے جو صاحبِ نسبت اولیاء اللہ ہیں ان کی تقلید کرو۔ امام رازی اور امام غزالی کے وظائف کی تقلید اس زمانہ میں نہ کرو۔ وہ ستر ہزار وظائف کرتے تھے اور متاثر نہیں ہوتے تھے، ان کی صحت اعلیٰ تھی، بتاؤ صحابہ جیسی صحت ہماری ہے؟ پھر ہم ان کے اعمال کی نقل کیسے کرسکتے ہیں؟ جو حکم ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفلی اعمال میں دیا اس کی تقلید سب پر واجب نہیں ہے جیسے:

﴿لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رُطَبًا مِنْ ذِکْرِ اللہِ﴾

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے، لیکن اب کوئی ہر وقت ذکر کرے تو اس کا دماغ پاگل ہوجائے گا۔ اس لیے دیکھنا چاہیے کہ اُس وقت مخاطَب کون تھے اور اب مخاطَب کون ہیں۔ جو مخاطَب کہ اب سے تیس گنا زیادہ طاقت رکھتے تھے اور بیس کلو ان کے جسم میں خون تھا تو اب وہ ذکر دس کلو خون رکھنے والوں کو کیسے دیا جاسکتا ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں قوتیں بہت تھیں، اب اس زمانہ میں وہ قوت نہیں ہے تو اب وظائف و نوافل و ذکر میں ان کی نقل جائز نہیں۔ یاد رکھو:

﴿یَتَبَدَّلُ الْاَحْکَامُ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ﴾

ہاں اصول ایسے بنائے گئے ہیں جن میں کسی تبدیلی کی گنجائش کی ضرورت نہیں۔ جو مغرب کی تین رکعات تھیں وہ اب بھی ہیں اور قیامت تک تین ہی رہیں گی۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ تین کی دو رکعات کرلو کہ اب لوگ کمزور ہوگئے ہیں مگر فروعات ومستحبات میں ترمیم ہوجاتی ہے۔ایک شخص کو حضرت تھانوی نے بتایا کہ ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ کرلیا کرو اس نے دس ہزار کرلیا، گرم ہوگیا اور تھانہ بھون کی خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا اور کنویں کے اندر بھی ذکر کررہا تھا۔اس کو مولانا شبیر علی صاحب نے نکالا اور حضرت کے پاس لے گئے۔حضرت نے دم کرکے پانی دیا،ٹھیک ہوگیا مگر پھر حضرت نے اس کی پٹائی کی کہ ہم نے ایک ہزار بتایا تھا تم نے دس ہزار کیوں کیا۔شیخ طبیب ہوتا ہے اس کی اتباع ضروری ہے۔ جتنا ذکر شیخ بتائے اتنا ہی کرو، اگر وہ کہہ دے چپ چاپ بیٹھو تو اس کی اتباع کرو۔بس اس کا اہتمام کرو کہ مرا دل ایک لمحہ کو اللہ سے غافل نہ ہو۔ترکِ معصیت ضروری ہے ورنہ بہت سے لوگ نوافل، اشراق وتہجد اور عمرہ کرتے ہیں مگر گناہ کبیرہ تک سے باز نہیں آتے۔اب بتاؤ یہ ولی اللہ ہوں گے یا شیطان ہوجائیں گے۔ولی اللہ ایسے ہوتے ہیں؟ ولی اللہ تو نافرمانی سے بچتے ہیں بلکہ ایک گناہ بھی نہیں کرتے یعنی گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بناتے۔اگر کبھی خطا ہوگئی تو رو روکر اللہ کو راضی کرلیتے ہیں اور آئندہ کو تقویٰ کا عزمِ مصمم کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ جو طبیبِ جسمانی کا مسئلہ ہے وہی طبیبِ روحانی کا ہے۔اگر طبیبِ جسمانی کہتا ہے کہ چھ چھ ماشہ خمیرہ مروارید صبح وشام کھائیے اور آپ نے ایک ایک چھٹانک کھالیا تو کیا نتیجہ ہوگا؟ ایک صاحب کو میں نے سات بادام بتائے، انہوں نے ایک پاؤ کھالیے۔نتیجہ یہ نکلا کہ کپڑے اتار کر رات بھر ٹہلتے رہے۔جب تک یہ کیفیت نہ ہو کہ شیخ کی بات بے دلیل مان لے جبکہ شیخ متبع سنت ومتبع شریعت ہے اور سمجھے کہ شیخ جہاں تک دیکھ رہا ہے وہاں تک میری نظر نہیں ہے تب تک کام نہیں بنتا۔اگر ذکر کی کثرت سے پاگل ہوگئے، دماغ میں خشکی بڑھ گئی تو شیخ کیا کرے گا، دماغ

غیر معتدل ہو گیا اب تو شیخ کے قابو سے باہر ہو گئے، اب شیخ بھی نہیں بچا سکتا سوائے اس کے کہ لنگوٹی باندھ کر آپ باہر نکل جائیں اور مجذوب کا لقب مل جائے حالانکہ آپ مجذوب نہیں ہوئے مجنوں ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ ایک بچہ دور سے رو رہا ہے اور اماں اماں کر رہا ہے اور دوسرا بچہ ہے جو ماں کی گود میں خاموشی سے دودھ پی رہا ہے، اماں اماں بھی نہیں کر رہا ہے۔ بتاؤ کون مقرب ہے؟ عام لوگ جو بھولے بھالے ہوتے ہیں وہ ان ہی کو زیادہ ذاکر سمجھتے ہیں جو تسبیح پر اللہ اللہ کرتے ہیں اور جو اس بچے کی طرح ہیں جو ہر وقت ماں کا دودھ پی رہا ہے اور اماں اماں نہیں کہہ رہا وہاں تک نظر نہیں پہنچتی۔ بعضے اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کے اعمالِ ظاہرہ بہت کم نظر آتے ہیں لیکن ان کی جان ہر وقت اللہ کے ساتھ چپکی ہوئی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی تھی کہ بعض اولیاء ایسے ہیں کہ وہ اگر تہجد میں اُٹھنا چاہیں تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کے پیر دباؤ تا کہ پھر سو جائیں۔ صحت ناساز ہے، دماغ کمزور ہے، اگر رات کو اُٹھ جائیں تو دن کو پڑھا نہیں سکتے، دین سکھا نہیں سکتے تو ان کو سلا دیتے ہیں اور بعضوں کو جگا دیتے ہیں۔ قرب کی بے شمار قسمیں ہیں۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

بنگلہ دیش کے ایک محدث ابوداؤد شریف پڑھاتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا مرید ہونے کے لیے تہجد ضروری ہے؟ میں نے کہا بالکل ضروری نہیں، کون کہتا ہے کہ تہجد ضروری ہے۔ فرض، واجب، سنت موکدہ ادا کر لیجئے، اور گناہ نہ کریں تو آپ ولی اللہ ہیں کیونکہ جو کسی وقت گناہ نہیں کرے گا وہ ہر وقت باخدا رہے گا، جب باخدا رہے تب ہی تو گناہ نہیں کرے گا۔ وہ مجھ سے مرید ہو گئے اور کہا کہ میں اسی لیے مرید نہیں ہو رہا تھا کہ تہجد کی پابندی ہوگی، میرا مزاج کمزور ہے، اگر رات کو اٹھ جاؤں تو دن بھر چکر آتے ہیں اور میں مدرسہ

سے پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہوں، میرے لیے رات کو اٹھنا کیسے جائز ہوگا۔ ایسے کمزوروں کے لیے تہجد گذار ہونے کا ایک آسان نسخہ ہے جو حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ عشاء کے بعد وتر سے پہلے چند نفل پڑھنے سے تہجد کی نماز حاصل ہوجاتی ہے۔ شامی نے روایت نقل کی ہے:

﴿كُلُّ مَا صُلِّيَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ﴾

ملا علی قاری نے جو لکھا ہے:

﴿لَيْسَ مِنَ الْكَامِلِيْنَ مَنْ لَّا يَقُوْمُ اللَّيْلَ﴾

وہ کاملین میں سے نہیں ہوسکتا جو تہجد نہ پڑھے تو اس کا علاج یہی ہے کہ وتر سے پہلے چند نوافل پڑھ لے جیسا کہ شامی نے حدیث نقل کی ہے اور شامی کا فقہی فیصلہ ہے:

﴿فَاِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ الْعِشَآءِ قَبْلَ النَّوْمِ﴾

عشاء کے بعد سونے سے پہلے نوافل پڑھنے سے سنتِ تہجد حاصل ہوجاتی ہے۔ قیامت کے دن ایسا شخص تہجد گذار اٹھایا جائے گا جو عشاء کے بعد وتر سے پہلے تہجد پڑھ لے اور یہ کمزوروں کے لیے ہے، جو اقویٰ ہیں وہ رات کو اُٹھیں کہ ان کے لیے یہ افضل ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ مغفرت جو ہوگی رحمتِ الٰہی سے ہوگی۔ غیر محدود عظمتوں کا حق محدود طاقتوں سے کہاں ادا ہوسکتا ہے اس لیے کاملین جو ہیں وہ نظر رحمتِ الٰہی پر رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اگر چاہیں تو دو رکعات پر بخش دیں اور چاہیں تو بیس رکعات والے کو پکڑ لیں۔

معیتِ صادقین مطلوب ہے تقریر نہیں

ارشاد فرمایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ سے معلوم ہوا کہ معیتِ صادقین مطلوب ہے، صادقین کا ساتھ مطلوب ہے۔ اس میں کہاں ہے

کہ وہ تقریر کر رہا ہو، صرف رہنا مطلوب ہے **کُوْنُوْا** کہ معنی ہیں رہ پڑو۔ حضرت تھانوی کا ترجمہ ہے کہ صادقین سے مراد ہے کہ **صَادِقِیْنَ فِی الْوِلَایَۃِ** کے ساتھ رہ پڑو، تقویٰ میں کاذِب نہ ہو، در دِل اس کا صادق ہو، جو تنہائی میں ہو وہی بازاروں میں بھی ہو۔ یہ نہیں کہ مسجد کے گوشہ میں تو باخدا ہے اور بازاروں میں جا کر شیطان ہے کہ ہر عورت کو دیکھ رہا ہے۔ مومنِ کامل وہی ہے جو ہر جگہ باخدا ہے، اس کی نسبت کسی وقت کمزور نہ ہو **لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ** ظاہری حالات سے اس کا باطن متاثر نہ ہو۔ **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** سے ظاہر ہے کہ اگر شیخ خاموش بیٹھا ہے تو بھی **کُوْنُوْا** ہے، معیت حاصل ہے کہ نہیں؟ تقریر ضروری نہیں۔ (مولانا منصورالحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔)

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۲/اپریل ۲۰۰۲ء، بروز جمعہ، بعد مغرب، مسجد دارالعلوم آزادوِل

بعد مغرب حضرت والا آج پھر مسجد میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا جس سے بعض ارشادات نقل کرتا ہوں۔

صحابہ کا ادب

ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ شریف ہجرت کی تو صحابہ بیمار ہوگئے۔ صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں آئی بلکہ یہ کہا کہ ہم مدینہ منورہ کی آب و ہوا کے موافق نہیں ہوئے، صحابہ کا ادب دیکھئے۔ صحابہ کی علمی قابلیت تو زیادہ نہیں تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے وہ سراپا ادب تھے کہ بڑے بڑے علم والے ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں

رکھتے۔ اگر یہ کہتے کہ وہاں کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں آئی تو مدینہ شریف کی آب وہوا کی توہین ہو جاتی۔ صحابہ کے ادب نے گوارہ نہیں کیا کہ مدینہ شریف کی آب وہوا کو اپنے لیے مضر قرار دیں اِس لیے فرمایا کہ ہم یہاں کی آب وہوا کے موافق نہیں ہوئے۔ (مولانا منصور صاحب نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا)

ظاہری آرائش سے زیادہ باطن کی درستگی اہم ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ ظاہر کو اہمیت دیتے ہیں کہ ظاہر حسین ہو، اندر چاہے کچھ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمانوں کا، حاجیوں کا سر منڈوا دیا اور بعضوں کا قصر کرا دیا کیونکہ بعض فتنہ کا سبب تھے اس لیے ظاہری حسن کو ختم کر دیا اور باطنی حسن میں اضافہ کر دیا۔ اس لیے ظاہری حسن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے اپنے مدرسہ میں ایک طالبِ علم کا سر منڈوا دیا کیونکہ لڑکے بے ریش ہوتے ہیں اور بال فتنہ ہوتے ہیں۔ تو اس کی ماں نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ آپ نے میرے لڑکے کے بال منڈوا کر اس کی توہین کی، سب اعزاء واقربا اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ توہین تو نہیں ہے۔ اگر یہ توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے مہمانوں کی توہین کرتے؟ کہ سب حاجیوں کا سر منڈوا دیا یہ سن کر وہ خاموش ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندہ کا دل بھی پاک ہو جائے، جسم بھی پاک ہو جائے، بال بھی فتنہ ہے۔ بعض اہلِ دنیا بڑی محنت سے بال بناتے ہیں اور بال بنا کر حسینوں کو پھنساتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ باطن کو دیکھتے ہیں، سر منڈوا کر بڑے بڑے نوابوں کو مسکین بنا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس کے باطنی مال کا اضافہ ہے، جب ظاہر کی طرف سے لاپرواہی ہو گی تو باطن چمک جائے گا۔ جو

لوگ ظاہر کو زیادہ سنوارتے ہیں وہ باطن سے غافل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ظاہر کو اللہ تعالیٰ نے اہمیت نہیں دی کہ بالوں کی فکر چھوڑو، احرام باندھو، دیوانے بنو اور شکل بھی دیوانوں کی سی بناؤ۔ جب دنیاوی محبت میں لوگ اپنے ظاہر سے بے پرواہ ہوجاتے ہیں تو میری محبت میں میرے دیوانوں کا کیا حال ہونا چاہیے؟ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

ستر کے متعلق ایک دلچسپ حکیمانہ جواب

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے ہردوئی میں پوچھا کہ ناف سے نیچے گھٹنہ تک چھپانا کیوں فرض ہے؟ جبکہ اصل ستر کو چھپانے کے لیے تو ایک لنگوٹی بھی کافی تھی۔ میں نے جواب دیا کہ جہاں فوجی افسر رہتے ہیں وہاں دور دور تک تار لگا دیئے جاتے ہیں تاکہ کوئی دشمن فوجی افسر کو نقصان نہ پہنچادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے فوجی افسر کا انتظام کیا کہ ناف سے گھٹنے تک حفاظت رہے اور کوئی نقصان نہ پہنچا سکے یعنی کھلی ہوئی ستر دیکھ کر شہوانی ہیجان نہ پیدا ہو اور معصیت میں مبتلا ہوکر آخرت کا نقصان نہ کر بیٹھے۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا حکم تمام صحابہ کو دیا گیا کہ جہاں میرا نبی جارہا ہے تم سب وہاں جاؤ، کعبہ سے مت چپکے رہو۔ کعبہ میرا گھر ضرور ہے، اس کا طواف ضروری ہے مگر اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا لہٰذا جہاں میرا نبی جارہا ہے تم بھی چلے جاؤ اور کسی صحابی کو اجازت نہیں ملی کہ کعبہ میں رہ جائے اس سے سبق ملا کہ اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ فرض حج اور دوسرے

واجبات کے بعد صحبت اہل اللہ بہت ضروری ہے، اللہ والوں سے چپکے رہو، جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپکا ہوا دودھ پیتا رہتا ہے۔ میرے شیخ حضرت عبدالغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ اختر میرے پیچھے اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔

ہجرت کے بعض اہم اسرار

بتایئے! کعبہ کتنا اہم ہے؟ جو اللہ کا گھر ہے اس کی اہمیت کا کیا کہنا مگر ہجرت کا حکم دے کر بتا دیا کہ میرے رسول کو کعبہ سے زیادہ اہم سمجھو، میرے رسول کے ساتھ جاؤ، وہیں تم کو اللہ ملے گا، یہاں تم کو گھر ملے گا اور میرے نبی سے تمہیں گھر والا ملے گا۔ کتنا فرق ہو گیا؟

ہجرت کے حکم سے وطن کی محبت بھی نکل گئی، سب اپنا بنا بنایا گھر، بنی بنائی دکان، رزق کے سارے وسائل چھوڑ چھاڑ کے رازِق کو ساتھ لے گئے۔ یہ تھا ہجرت کا راز کہ رزق کے دروازے، دکانداری، تجارت سب چھوڑ دو اور جہاں میرا نبی جا رہا ہے تم سب بھی ساتھ جاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہجرت سے وطن کی محبت بھی نکال دی اور یہ عقیدہ بھی کہ رزق اسی دکان سے ملے گا دل سے نکال دیا اور جو صحابہ ہجرت کر کے گئے ان کو کمی نہیں ہوئی وہ سب خوشحال ہو گئے، ہجرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا بت توڑ دیا۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب۔)

بیت اللہ کے بے آب و گیاہ وادی میں واقع ہونے کا راز

اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سبزہ زار اور حسین مناظر والا نہیں بنایا، چٹیل میدان ہے، ایک سوکھا تنکا بھی وہاں نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آدمی گھر بنانے سے پہلے جغرافیہ دیکھتا ہے کہ کہاں گھر بناؤں؟ ہم لوگ کیا

پسند کرتے ہیں؟ کہ گھر ایسی جگہ بناؤ جہاں درخت وغیرہ ہوں، ہرا بھرا ہو، آکسیجن خوب ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے تصورات سے بالاتر سبزہ زار کے بجائے چٹیل میدان، بے آب و گیاہ پہاڑوں کے درمیان اپنا گھر بنایا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر اردگرد کے پہاڑ سبزہ زار ہوتے تو حاجی لوگ کعبہ کو چھوڑ کر درختوں کے نیچے کیمرہ لیے ہوئے سینری کی تصویریں بنایا کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جب حاجی میرے گھر آئیں تو میرے علاوہ کسی سے دل نہ لگائیں۔ یہاں بھی توحید ہے کہ میرے علاوہ پہاڑوں سے دل نہ لگاؤ، مناظر سے دل نہ لگاؤ۔

بیت اللہ کے مختصر ہونے کی عجیب حکمت

بعض لوگوں نے کہا کہ بڑے آدمیوں کا گھر بڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں لیکن گھر چھوٹا سا بنایا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو یہاں سے جدہ تک اپنا گھر بنا دیتا لیکن ایک ہی پھیرے میں تمہاری جان نکل جاتی۔ چھوٹا سا گھر بنایا، جس سے جلدی جلدی سات پھیرے طواف کے ہو جاتے ہیں، اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے آرام کے لیے اللہ نے گھر چھوٹا بنایا جس سے طواف آسان ہوگیا، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حاجیوں کے لیے سہولت فرما دی۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

آفتابِ نبوت کا مطلع

نبوت غارِ حرا میں عطا ہوئی، وہاں بھی چٹیل پہاڑ ہیں اور درخت و سبزہ کا نام نہیں۔ میرا شعر ہے؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو! ویرانوں کو

ویرانے ہی میں خزانۂ نبوت عطا ہوا، ویرانوں کو حقیر نہ سمجھو، یہ

ویرانے بڑے کام کے ہیں کہ جہاں سے آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی کچھ دن ویرانے میں عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد جب کوئی منصب عطا ہوتا ہے تب ان کو مخلوق میں بھیجتے ہیں کہ اب تم دین کا کام کرو۔ نبوت عطا ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ویرانہ محبوب کردیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

﴿حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَآءُ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب بدأ الوحی)

کہ تنہائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب کردی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کو عطا کرنا ہوتا ہے اور جو جس کے مقدر میں ہوتا ہے اس کی محبت پیدا ہوجاتی ہے حُبِّبَ مجہول ہے کہ خلوت محبوب کردی گئی۔ معلوم ہوا۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

نفس کا تیل نکالنے سے خدا ملتا ہے

ارشاد فرمایا کہ بمبئ میں ہمارے پیر بھائی تیل کا کاروبار کرتے ہیں، سرسوں اور بہت سی دوسری جڑی بوٹیوں کا تیل نکالتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر نفس کا تیل نکال دو تو بہت کامیاب ہوجاؤ گے کیونکہ نفس کا تیل نکالنے سے خود بھی ولی اللہ ہوجاؤ گے اور جو اس سے استفادہ کرے گا وہ بھی ولی اللہ ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نفس کا تیل کیسے نکالیں؟ میں نے کہا کہ نفس جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف کرے اس کی خواہش کو کچل دو، ہر وقت نفس سے کشتی لڑو، نفس سے مرتے دم تک جنگ ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾

(سورۃ حجر، آیت: ۹۹)

کتنی ہی تکلیف ہو، چاہے جان نکل جائے لیکن نفس کی حرام خواہش کو پورا نہ کرو۔ لومڑیانہ چال سے اللہ نہیں ملتا، شیرانہ چال چلو۔

شرح حدیث اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا الخ

بمبئی میں ایک دن میرا بیان ہوا جس میں میں نے یہ حدیث پڑھی:

﴿ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا
وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

یعنی اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھئے اور مسکین ہی ماریئے اور مسکینوں میں میرا حشر فرمایئے۔ میں نے اس کی شرح بیان کی جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھی ہے کہ یہاں مسکین کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ امت غریب ہوجائے مسکین کے معنیٰ ہیں:

﴿ اَلْمِسْکِیْنُ مِنَ الْمَسْکَنَۃِ وَھِیَ
غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْہِ الْکَمَالِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب فضل الفقراء وما کان من العیش)

مسکنت کے معنیٰ ہیں کہ غلبۂ تواضع ہو، کمال درجہ کی خاکساری ہو، فقیر اور غریب ہوجانا مراد نہیں ہے۔ تو وہ تیل والے حاجی صاحب کہنے لگے کہ تین سال سے مارے ڈر کے یہ دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ کہیں غریب نہ ہوجاؤں؟ تو مسجد و مدرسہ میں کیسے مال دوں گا؟ آج اس کے معنیٰ معلوم ہوگئے، آج سے پھر یہ دعا پڑھنا شروع کردوں گا۔ کتنے صحابہ مالدار تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، صدقہ و خیرات دیتے تھے، اگر مسکین سے مفلس ہونا مراد ہوتا تو سارے صحابہ مفلس ہوجاتے، مراد یہ ہے کہ دل مسکین ہو، ہاتھ میں پیسہ ہو، جیب میں پیسہ ہو مگر دل میں نہ ہو، مال خوب ہو، مال کا نشہ نہ ہو۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ دعاءِ قنوت میں ایک جملہ ہے:

﴿وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ﴾

(کنز العمال، ج:۸، ص:۳۸، دار الکتب العلمیة)

یعنی ہم ترکِ تعلق کرتے ہیں ان لوگوں سے جو تیرے نافرمان ہیں، اس کی وجہ سے بہت سے دین دار لوگ جو اس کا مطلب نہ سمجھے اپنی نافرمان اولاد کو گھر سے نکال دیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتا یا انگریزی بال رکھتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت زیادتی ہے۔ یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے کہ اگر عقیدہ خراب ہوجائے مثلاً قادیانی ہوجائے، یہودی یا عیسائی ہوجائے تب اس سے قطع تعلق کرنا واجب ہے۔ مَنْ یَّفْجُرُکَ سے مراد فجورِ عملی نہیں ہے کہ مثلاً نماز نہیں پڑھتا، ڈاڑھی نہیں رکھتا، انگریزی بال رکھتا ہے تو اس سے ترکِ تعلق کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو گھر سے نکال دیا تو بری صحبتوں میں بیٹھ کر وہ بالکل ہی تباہ ہوجائے گا، ان کو جوڑے رہو، سمجھاتے رہو، کتنوں نے ڈاڑھیاں رکھ لیں، نمازی ہوگئے۔ اس لیے اعمال کی کوتاہیوں پر ترکِ تعلق جائز نہیں ہے، پس مَنْ یَّفْجُرُکَ سے مراد اعتقادی فجور ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اس کو الطرائف والظرائف میں لکھا ہے۔
(ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

نفاقِ عملی اور نفاقِ اعتقادی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ایک مثال اور دیتا ہوں کہ جہاں حدیثِ پاک میں نفاق کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں نفاق سے مراد نفاقِ عملی ہے نفاقِ اعتقادی نہیں ہے:

﴿اِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ﴾
(مشکوٰۃ المصابیح، ج:۳، ص:۱۳۵۵، کتاب الادب، المکتب الاسلامی)

گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے، یہاں نفاق سے مراد اعتقادی نفاق نہیں جس کے لیے یہ وعید ہے:

﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾
(سورۃ نسآء، آیت: ۱۴۵)

بلکہ اس مراد یہ ہے کہ غناء مثلِ نفاق ہے، منافقوں جیسا عمل ہے، نفاقِ عملی مراد ہے اس کے معنیٰ یہ نہیں ہے کہ گانا بجانے والا منافق ہو گیا جس کے لیے جہنم کے درکِ اَسفل کی وعید ہے۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

آنکھوں پر دو خودکار (آٹومیٹک) پردے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب ایک کام بہت آسان ہے، اس کو پیش کرنا ہے، اس کے بعد تقریر ختم، بہت آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾
(سورۃ غافر، آیت ۱۹)

بری نظر سے کسی لڑکی کو یا بے ریش لڑکے کو دیکھنا اور دل میں گندے خیالات پکانا خواہ ماضی کے گناہ کو یاد کر کے مزہ لینا یا کسی معشوق کو نہ پانا لیکن دل میں فیچر بنا کر اس سے مزہ لینا، یہ دل کی خیانت ہے اور دونوں گناہ ہیں، ایک آنکھوں کی چوری ہے اور دوسری دل کی خیانت ہے اور اکثر آنکھوں کی چوری ہی سبب ہوتی ہے دل کی خیانت کی اور اس کا پرچہ حل کرنا بہت آسان ہے اور کیوں آسان ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے اوپر دو پردے دیئے ہیں پلکوں کے، ان کو بند کر لو، بند کرنے کے لیے کہیں اُٹھ کر جانا نہیں ہے، کوئی سوئچ نہیں دبانا ہے، اس میں آٹومیٹک سوئچ ہے، آنکھ کے اوپر خودکار پردہ لگا ہوا

ہے، آٹو میٹک سوئچ والا۔ کوئی حسین شکل لڑکی یا لڑکے کی سامنے آ گئی تو سوئچ دبانے کے لیے اٹھ کر جانا بھی نہیں ہے کہ جا کر دباؤ تو آنکھ بند ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں خود ہی صلاحیت رکھ دی کہ بیٹھے بیٹھے پردہ گرا دو اور آنکھ بند کر لو ؎

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

دل میں گندے خیالات بھی نہ لاؤ۔ جو ملک سلامت رہنا چاہتا ہے وہ باڈر کی حفاظت کرے اور کیپٹل کی حفاظت کرے۔ باڈر آنکھ ہے اور کیپٹل دل ہے، پس اگر آنکھ کا باڈر اور دل کا کیپٹل سلامت رہے گا تو ہمارا ملکِ ایمان، ملکِ اسلام اور ملکِ احسان محفوظ رہے گا اور اگر بدنگاہی کر لی تو سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہوئی قرآن شریف میں ہے:

﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۰)

ہر نظر بچانا ضروری نہیں ہے مِن تبعیضیہ ہے، بعض نظر بچانا ہے، جب کوئی نامحرم کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن یا حسین لڑکا سامنے آ جائے تو آنکھ بند کر لو اور دل میں گندے خیالات کی کھچڑی نہ پکانا بھی اختیار میں ہے، نہ دال، نہ چاول اور کھچڑی پک رہی ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ایسا ہے کہ ہر شخص اس کے خلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہے اِلّا بے حیا، بے غیرت لوگ، انگریزوں اور یہودیوں کا یہاں تذکرہ نہیں ہے، انگریزوں کی ماں، بہن کو کوئی دیکھے تو خوش ہوتے ہیں کہ ہماری ماں، بیٹی (**Selected**) ہو رہی ہے، لوگوں کی نظر میں جچ رہی ہے، لیکن جو شرافت رکھتے ہیں ان کی ماں، بیٹی کو دیکھو تو ان کو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص میری لڑکی کو جو برقعہ میں تھی دیکھ رہا تھا میرا جی چاہتا تھا کہ بندوق ہو تو اس کو گولی مار دوں، ہر شریف

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی میری بیٹی کو، میری بیوی کو، میری ماں کو، میری بہن کو بری نظر سے دیکھے تو جو ہم لوگ چاہتے ہیں وہی تو اللہ نے عین ہماری فطرت کے مطابق حکم نازل کر دیا۔

روایت میں ہے ایک شخص نے جو جوان تھا کہا کہ مجھے زِنا کی اجازت دی جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھو! اپنے پاس بٹھایا۔ آج کل کوئی مولوی بٹھائے گا ایسے شخص کو اپنے پاس۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلم وکرم تھا جوامت کے لیے سبق ہے کہ دعوۃ الی اللہ میں حکمت وتحمل کی ضرورت ہے، اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں سے کوئی زِنا کرنا چاہے تو تم اس کو اجازت دے دو گے؟ کہا کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری بہن زندہ ہے؟ کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا تمہاری بہن سے کوئی زِنا کی اجازت مانگے تو اجازت دے دو گے؟ کہا کہ اس کو بھی قتل کر دوں گا۔ ایسے ہی آپ نے پھوپھی، خالہ کا نام لے کر پوچھا۔ اس نے یہی کہا کہ میں برداشت نہیں کرسکتا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ تم زِنا کی اجازت مانگتے ہو وہ بھی کسی کی ماں ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی تو جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لیے کیوں پسند کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر رکھ کر یہ دعا پڑھی:

﴿ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ ﴾

(مسند احمد، حدیث ابی اُمامه، رقم الحدیث ۲۱۱۸۵)

اے اللہ! اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما اور اس کے گناہ کو معاف فرما۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس کے بعد زندگی بھر زِنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

رسٹن برگ روانگی

یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ

دو دن آزاد وِل میں قیام فرمانے کے بعد آج ساڑھے سات بجے صبح حضرت اقدس مع احباب رسٹن برگ کے لیے روانہ ہوئے۔ مشورہ یہ طے پایا تھا کہ بوٹسوانا کا سفر ہوائی جہاز سے نہ کیا جائے کیونکہ ائیر پورٹ کی آمدورفت اور جملہ کارروائیوں کی وجہ سے تقریباً چار گھنٹے لگ جائیں گے جس سے حضرت والا کو کافی تعب ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ بذریعہ کار سفر کیا جائے جو رسٹن برگ سے تقریباً دو گھنٹہ کا ہے اور آزادول سے رسٹن برگ کا سفر ایک گھنٹے کا ہے جہاں پہنچ کر ایک دن حضرت والا آرام فرمائیں اور اگلے دن بوٹسوانا کا سفر ہو۔ چنانچہ آج صبح رسٹن برگ کے لیے روانگی ہوئی اور یوسف حافظ جی صاحب کے یہاں حضرت والا نے قیام فرمایا۔

مجلس بعد عصر بمقام رسٹن برگ برمکان یوسف حافظ جی

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بدنظری کرتے ہیں ان کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نقصان ہوا اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ دل بھی کمزور ہو جاتا ہے، اُس معشوق کو لینا چاہتا ہے، حسن کش کرتا ہے اور اللہ کا حکم مکش کرتا ہے تو کش مکش میں جو چیز ہوگی وہ کمزور نہ ہوگی؟ کش مکش میں دل رہے گا تو دل میں انجائنا نہ ہوگا؟ لکھنؤ کے مولانا سلمان صاحب، جو مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار ہیں کراچی آئے تھے، میں نے کہا ایک شعر سن لیجئے، شعر سن کر وہ بہت محظوظ ہوئے ؎

ایک سلمیٰ چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

ورنہ انجائنا ہوجائے گا، انجان کو دل دو گے تو انجائنا ہوجائے گا، بدنظری سے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں، سارا جسم کمزور ہوجاتا ہے، ایک نہ ملنے والی چیز کو دیکھنا اور ہائے ہائے کرنا اعصاب کو توڑ دیتا ہے اور بدنظری سے ہائے ہائے ہی ملتی ہے کہ بھائی کیا بتائیں، ماں باپ نے معلوم نہیں کس نمبر کا چشمہ لگا کر میری بیوی کا انتخاب کیا تھا۔ یہ ہائے ہائے بھی ہوئی، ناشکری بھی ہوئی، ماں باپ سے بدگمانی ہوئی اور اگر نظر کی حفاظت کی جائے تو اپنی چٹنی روٹی بھی پلاؤ معلوم ہوگی۔ جو لوگ نظر کی حفاظت کرتے ہیں ان کو اپنی بیوی سے بہت محبت ہوتی ہے کیونکہ لے دے کے ایک ہی تو ہے اور کہاں جائیں گے اس لیے ان کا وہی پلاؤ قورمہ ہے بس نظر بچا لینے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا ہر قانون ہمارے لیے سو فیصد مفید ہے۔

بس سارے عالم میں یہی مضمون ہے کہ آنکھوں کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو، میں سچ کہتا ہوں، میرا تجربہ ہے کہ جو یہ دو عمل کرلے ولی اللہ ہوجائے گا، کیسے؟ لوگ کہیں گے کہ چاہے روزہ نماز نہ کرے؟ ارے! جو آنکھ بچائے گا وہ نماز روزہ نہ کرے گا؟ جو بھینس اٹھالے گا وہ مرغی نہ اٹھالے گا؟ جو مشکل پرچہ حل کرلے گا وہ آسان پرچہ حل نہ کرے گا؟ جو دین کے مشکل احکام پر عمل کرے گا وہ آسان احکام پر عمل نہ کرے گا؟

تو اب تین باتیں ہیں، ایک قرآن کی نصِ قطعی ہے، **قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** یہ تو قرآن کی آیت ہوگئی۔ لوگ کہتے ہیں نا کہ قرآن میں دِکھاؤ حالانکہ یہ کہنا سخت بے ادبی ہے۔ کیا ہر حکم قرآن مجید میں ہی ہونا ضروری ہے، کیا قرآن پاک میں نماز کا طریقہ ہے کہ کس طرح نماز پڑھو؟ روزہ، زکوٰۃ وحج کے مسائل قرآن پاک میں ہیں؟ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائے اس لیے آپ کا فرمان اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(سورة حشر، آیت:۷)

جو ہمارا رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے روک دے اُس سے رُک جاؤ۔
لیکن بہر حال حفاظتِ نظر کا حکم تو قرآن پاک میں موجود ہے۔ دیکھ لو قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور مِنْ تَبْعِيْضِيَة ہے یعنی ہر نظر بچانے کا حکم نہیں ہے بلکہ جو نظر حرام ہے اس کو بچاؤ، کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور بہو کو نہ دیکھو۔

قرآن شریف کے بعد بخاری شریف کا نمبر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ بدنظری آنکھوں کا زنا ہے، جو کسی کی بہن کو، کسی کی بیٹی کو دیکھتا ہے آنکھوں کا زِنا کرتا ہے۔ ارے آنکھوں کا زِنا کر کے ولایت کا خواب دیکھ رہے ہو کہ ہم ولی اللہ ہو جائیں گے، آنکھوں کا زانی کبھی ولی اللہ نہیں ہوسکتا جب تک توبہ نہ کرے۔ کیا یہ ہمارے لیے تازیانہ نہیں ہے کہ نظر بازی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں کا زِنا فرما رہے ہیں اس کے باوجود ہم زِنا کرتے ہیں اور ڈکار نہیں لیتے، سمجھتے نہیں کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا، نہ دیا نہ لیا صرف دیکھ لیا۔ میں کہتا ہوں کہ جب نہ دیکھنا اتنا غیر اہم ہے کہ کچھ لینا دینا نہیں تو پھر کیوں دیکھتے ہو؟ معلوم ہوا کہ اس میں چوری ہے، نفس کو اس میں کچھ مزہ آتا ہے۔ مزہ کی چوری کرتے ہو اور کہتے ہو کہ کچھ لیا نہ دیا۔

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے۔ پیروں کی بددعا سے ڈرنے والوں رسول کی بددعا سے ڈرو جن کی غلامی سے پیر پیر بنتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع نہیں وہ پیر اور ولی بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بددعا فرما رہے ہیں کہ اللہ لعنت فرمائے جو بدنظری کرتا ہے اور جو بدنظری کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور لعنت ضد ہے رحمت کی۔ بس جس پر لعنت ہوگئی وہ رحمت سے محروم ہوگیا اور نفس دشمن کی گود میں پھینک دیا گیا اور جو دشمن کے قبضہ میں آگیا دشمن اس کی جو درگت بنائے کم ہے۔

آج کل یہ مرض عام ہورہا ہے اس لیے دیندار لوگوں کو، مولانا لوگوں کو، علماء کو، مدرسہ کے مدرسین کو، طلباء کو اس فعل سے بہت بچنا چاہیے۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فعل سے مدرسین اور اساتذہ اور طلباء اور اہلِ علم کو بہت بچنا چاہیے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ یہاں جنوبی افریقہ میں گھروں میں جو ماسی آتی ہے اس سے بھی بہت احتیاط کرو۔ ایک مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کہ ماسی کا رکھنا کیا ضروری ہے؟ انہوں نے کہا کہ صاحب ماسی نہیں ہوتی تو کوئی اپنی بیٹی بھی نہیں دیتا کہ سب کام میری بیٹی کو کرنا پڑے گا۔ لہٰذا جو ماسی رکھے اس کو میں کہتا ہوں کہ جب گھر میں بیوی نہ ہو، تو ماسی سے کہلوادو کہ جب تک بیوی نہ آئے گی خبردار تب تک نہ آنا۔ اکیلی ماسی آئی اور برتن دھورہی ہے اور بیوی گئی ہوئی ہے میکے یعنی مائی کے ہاں، تو خطرہ ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو باہر بیٹھے رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ باہر بیٹھنے والوں کو اندر کرنا شیطان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کہ جاؤ اکیلی بیٹھی ہے۔ اور ان کے اندر شرم و حیا تو ہے نہیں، کافر ہیں۔ ان کے لیے گناہ کوئی چیز نہیں۔ اس لیے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ﴾

(سورة بقرة، آیت:۱۸۷)

یہ اللہ کے حدود ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

بمبئی میں ایک سیٹھ تھے، بہت نیک، بالکل باشرع۔ ایک دفعہ ان

کے دفتر میں جانا ہوا تو دیکھا کہ ان کا حلیہ بدلا ہوا ہے، بال بنے ہوئے، پان کھائے ہوئے، آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے۔ ہم نے کہا ضرور کوئی بات ہے۔ دیکھا کہ ایک لڑکی پی اے رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا حاجی صاحب یہ (P.A) کیوں رکھی آپ نے؟ انہوں نے کہا کہ یتیم ہے، اس کا کوئی نہیں، مجبور ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تو مجبور نہیں ہیں، آپ آنکھوں میں سرمہ لگائے اور پان کھائے ہوئے، اپ ٹو ڈیٹ (Up To Date) بنے بیٹھے ہیں۔ پہلے کتنے سادہ رہتے تھے، ہم نے آپ کو پہلے بھی دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھو یہ یتیم تو ہے مگر اس کو (P.A) رکھنے میں خطرہ ہے، اگر آپ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو زکوٰۃ سے مدد کر دیں اور کسی بوڑھے سے بھجوائیں اور اس کو بتائیں بھی نہیں کہ میں دے رہا ہوں تاکہ نفس امیدوار نہ ہو، احسان کرنے سے امید ہو جاتی ہے کہ اب جو کچھ کہوں گا انکار نہ کرے گی۔ دیکھو اگر کسی لڑکی یا بے ریش لڑکے پر کچھ احسان کرنا ہو تو کسی دوسرے کے ذریعہ سے کراؤ اور اس کو بھی مت بتاؤ کہ میں اس کی مدد کر رہا ہوں۔ مدد اللہ کے لیے کرنا ہے تو اللہ ہی کے لیے کرو۔

بہر حال یہ مضمون میرا خاص مضمون ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے کہ اللہ کے لیے، اللہ کے لیے ڈرو اور بدنظری نہ کرو، ہزاروں فتنے ہیں اس میں اور دل میں گندے خیالات مت پکاؤ۔ مجھے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے بدنظری کرنے والے کی گردن مار دوں۔ بدنظری کرنے والوں کی شکل بھی عجیب ہو جاتی ہے کیونکہ چہرہ دل کا ترجمان ہوتا ہے۔ اگر دل میں کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہوتا ہے، اگر دل میں نفاق ہے تو چہرہ نفاق کا ترجمان ہوتا ہے، اگر دل میں کسی لڑکے کی محبت ہے تو چہرہ اس کا ترجمان ہوگا، چہرہ پر منحوسیت ٹپکے گی، اگر لڑکی کی ناجائز محبت ہے تو چہرہ بھی اس کا ترجمان ہوگا اور اگر دل میں صرف اللہ ہے، سب غیر اللہ کو نکال دیا تو چہرہ اللہ کا ترجمان

ہوگا۔اس لیے اولیاءاللہ کی شان میں حدیثِ پاک میں ہے کہ اِذَا رُأُوْ ذُکِرَ اللہُ اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔بس یہ مضمون بہت ضروری تھا کیونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، یہاں تک کہ صوفیاء بھی مبتلا ہوجاتے ہیں کیونکہ بھولے بھالے ہوتے ہیں،صوفیاء میں کوئی مرض نہیں ہوتا، نہ جیب کترنے کا، نہ جھوٹ بولنے کا۔اللہ کے تعلق سے ان کی سب بیماریاں اچھی ہوجاتی ہیں مگر صرف عشقِ مجازی میں ان کے مبتلا ہونے کا سخت خطرہ رہتا ہے، اگر نفس کی باگ ذرا ڈھیلی چھوڑی تو اپنی پچاس پچاس سالہ مجاہدہ والی زندگی کو برباد کردیتے ہیں،منٹوں میں شیطان بہکا دیتا ہے۔اسی لیے کہتا ہوں کہ راستہ چلتے ہوئے اچٹی پچٹی نظر ڈالو جیسے ریل پر چلتے ہیں تو درخت دیکھتے جاتے ہیں مگر پتے نہیں گنتے،بس نظر سامنے رہے، دائیں بائیں کسی عورت پر نظر نہ ڈالو۔نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو، یہ نہ دیکھو کہ ناک کی اٹھان کتنی ہے، آنکھیں کیسی ہیں، لوگ بہانہ کرتے ہیں کہ بھئی میں تو ڈرائیور ہوں مجھے دیکھنا پڑتا ہے۔دیکھو مگر معائنہ نہ کرو اور یاد رکھو کہ ڈرائیور کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جارہے ہیں اِدھر اور دیکھ رہے ہیں اُدھر۔

یاد رکھو! لڑکی نانی اماں ہونے والی ہے اور لڑکا نانا ابا ہونے والا ہے تو نانی اماں اور نانا ابو سے کہو گے کہ ہم تمہارے اوپر عاشق ہیں؟ کیا حماقت کی باتیں کرتے ہو، انجام پر نظر کرو۔عبرت اور نصیحت قرآن پاک کی ہو یا حدیثِ پاک کی ہو اُسی وقت مفید ہے کہ جب نظر بچائے، اگر نظر گندے کام میں مُلَوَّث ہے تو نصیحت کچھ کارگر نہیں ہوگی،بس نقد مالِ حرام ہڑپ کرنے کا نفس کا میلان ہوگا۔نصیحت رحمت ہے اور نظر بد لعنت ہے۔لعنت کی حالت میں اللہ کی رحمت کیسے مل سکتی ہے؟ لعنت اور رحمت جمع نہیں ہوسکتی لہٰذا پہلے نظر بچاؤ، پھر نصیحت کارگر ہوگی۔

مجلس بعد مغرب بر مکان یوسف حافظ جی رسٹن برگ

غم اور پاسِ انفاس

ارشاد فرمایا کہ دشمن کو جس نے شاد کیا اس کا منہ کالا ہوا اور اس کو غم اُٹھانا پڑا، ایسی رسوائی ہوئی کہ تاریخ میں اس کا واقعہ عبرت ناک ہوا، اور وہ اپنے عیب کو جانتا ہے کہ آج میرا مرض ظاہر ہوجائے تو میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں، ایک وقت کی روٹی کوئی نہیں کھلائے۔ حسینوں کی محبت کا غم فانی اور منحوس ہے اور اللہ کی محبت کا غم، جائز ناجائز کا غم کہ کس بات سے وہ خوش ہیں اور نہ جانے کس بات سے ناخوش ہیں، جس کو ہر سانس میں یہ فکر ہو وہ دو نعمت سے مشرف ہے، ایک تو اللہ کی ولایت اور دوسرے پاس انفاس۔ انفاس جمع ہے نفس کی۔ ہر سانس کا وہ لحاظ رکھتا ہے کہ میری کوئی سانس مرضی الٰہی کے خلاف نہ گذرے۔ اس غم کا نام اللہ کی محبت کا غم ہے، ورنہ پوچھتے ہیں کہ اللہ کی محبت کا غم کیا ہے؟ غم یہی ہے کہ اللہ راضی ہے یا نہیں۔ پاس انفاس صوفیاء میں مشہور ہے کہ ہر سانس میں وہ ذکر کرتے ہیں لیکن کوئی عورت آجائے یا کوئی امرَد آجائے تو اس کو دیکھنے سے جو باز نہ آئے تو کیا یہ پاس انفاس ہے۔ پاس انفاس اصلی اور مقبول اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ جو ہر سانس اللہ کی مرضی کے مطابق گذارتا ہے اور ایک سانس اللہ کو ناراض نہیں کرتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہے اصلی پاس انفاس ورنہ جاہل صوفیوں کا کیا ہے کہ ہر سانس میں اللہ نکل رہا ہے، بڑے خوش ہو رہے ہیں کہ ہم بڑے کامیاب ہیں، مگر جب گناہ کا موقع آتا ہے تو ؎

یوں تو بگلے کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
اور مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

بگلہ آنکھ بند کر کے سر جھکائے دریا میں ساکت بیٹھا رہتا ہے۔ مچھلیاں سمجھتی ہیں کہ کوئی بھگت ہے لیکن جیسے ہی کوئی مچھلی اس کے ٹارگٹ پر آتی ہے فوراً تیزی سے چونچ پانی میں ڈال کر اس کو نگل جاتا ہے اور پھر بھگت بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ جاہل صوفیاء پاس انفاس کیے ہوئے بگلہ بھگت کی طرح بیٹھے ہیں لیکن جیسے ہی گناہ کا موقع آتا ہے یہ فوراً گناہ کر لیتے ہیں۔ بس اصل پاس انفاس یہی ہے کہ ہر سانس اللہ کی محبت، اللہ کی مرضیات میں گذرے اور جن باتوں سے اللہ ناخوش ہوتے ہوں ایک سانس بھی اس میں نہ گذرے۔ جس کو یہ حاصل ہے تو پاس انفاس اس کو حاصل ہے اور یہ اپنے وقت کا صدیق ہے۔

صدیق کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی نے صدیق کی تین تعریف کی ہے۔ ایک تو یہ:

﴿اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُہٗ حَالَہٗ﴾

جس کا قال اور حال ایک ہو اور:

﴿اَلَّذِیْ لَایَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ﴾

ظاہری حالات اس کے باطن کو متأثر نہ کرسکیں چاہے وہ ہیتھرو ائیر پورٹ پر ہو یا جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر ہو، ہر وقت خدا سے ڈرتا ہو، کسی موقع پر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا اور صدیق کی تیسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۱۲)

اللہ تعالیٰ پر دونوں جہاں فدا کر دے، دنیا تو فدا کر دے مگر دین کو فدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے، جنت پر مقدم رکھتا

ہے اللہ کی رضا کو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَ الْجَنَّۃَ اور واوٗ عاطفہ بیچ میں ہے، معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے، رضا کی تقدیم سے ثابت ہوا کہ اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے، جس سے وہ راضی ہوں گے اسی کو جنت دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا اور ہے اور جنت اور ہے، اللہ کی رضا جنت سے بالاتر ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی رضا چاہتا ہوں، میں نماز روزہ آپ کی رضا کے لیے کرتا ہوں، آپ کی رضا کو جنت پر مقدم کرتا ہوں اور جنت بھی چاہتا ہوں لیکن درجۂ ثانوی میں کیونکہ جنت عاشقوں کی جگہ ہے، آپ کے دیدار کی جگہ ہے، جب محبوب وعدہ کرلے کہ فلاں جگہ ہم ملیں گے تو وہ جگہ بھی مقصود اور محبوب ہوجاتی ہے لہٰذا جنت اس لیے پیاری ہے کہ وہاں آپ کا دیدار نصیب ہوگا۔ عاشقین کا مقام یہی ہے کہ جنت سے وہ دیدارِ الٰہی کے مشتاق ہوتے ہیں۔ تو اللہ کی رضا کو مقدم کرکے گویا جنت اللہ پر فدا کردی اور دوزخ کیسے فدا کی؟ پہلے مانگا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ سَخَطِکَ وَالنَّارِ اے اللہ میں آپ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں اور جہنم سے بھی، تو ناراضگی کو پہلے فرمایا اس لیے کہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک اللہ کا ناراض ہونا جہنم سے اشد ہے۔ اللہ کے عاشق گناہ اس لیے نہیں کرتے کہ ہمارا اللہ ناراض ہوجائے گا۔ ناراضگی کا خوف ان پر غالب رہتا ہے۔ جہنم کا سبب تو اللہ کی ناراضگی ہے۔ اگر اللہ ناراض نہ ہو تو جہنم کیا کرے گی۔ اس لیے وہ جہنم سے ڈر کر گناہ نہیں چھوڑتے اللہ سے ڈر کر چھوڑتے ہیں۔ اور اللہ کی ناراضگی سے ڈر کر گناہ نہ کرنا یہ کمالِ عشق ہے۔ یہاں بھی اللہ کی ناراضگی اور جہنم کے درمیان واوٗ عاطفہ داخل ہے لہٰذا یہاں بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی ناراضگی میں اور جہنم میں مغایرت ہے اور سَخَطِکَ کی تقدیم بتارہی ہے کہ اللہ کی ناراضگی جہنم سے اشد ہے کہ سبب ہے دخولِ جہنم کا۔ اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ اللہ کا شوق اور اس کا عشق جنت سے زیادہ ہو کیونکہ وہ خالقِ جنت ہے اور دوزخ سے زیادہ اللہ سے ڈرو کہ اللہ خالقِ دوزخ ہے۔ تو ہر کام کو اللہ کی رضا کے لیے کرنا اور جنت کو درجۂ ثانوی سمجھنا اور اللہ کی ناراضگی سے زیادہ ڈرنا اور جہنم کو درجۂ ثانوی سمجھنا یہ ہے کہ اس نے اللہ پر دونوں جہاں کو فدا کر دیا۔

تو صدیق کی تین تعریفیں آپ نے سنیں، اب چوتھی تعریف سنو جو اللہ نے اس فقیر کو عطا فرمائی۔ اللہ جس کو دیتا ہے مبدأ فیاض سے دیتا ہے۔ جو اللہ علامہ آلوسی کو دے سکتا ہے وہ اختر کو نہیں دے سکتا؟ جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی کو عطا ہوئی اسی مبدأ فیاض سے اگر کسی بندۂ حقیر کو بھی عطا کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ وہ تعریف یہ ہے کہ صدیق وہ ہے جس کی ہر سانس اللہ کی مرضی کے مطابق گذرے اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں مشغول نہ ہو۔ اس کی عربی بھی بن گئی:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْاَنْفَاسَ کُلَّھَا فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ
وَ لَا یَشْتَغِلُ نَفَساً وَّاحِداً فِیْ عِصْیَانِ رَبِّہٖ﴾

مگر ہر وقت اس کا خیال رکھنا یہ آسان کام نہیں ہے۔ یہ سوروں اور کتوں کا کام نہیں ہے، یہ رجال اللہ کا کام ہے، اللہ کے مرد اور ہیں گیڈر اور لومڑی اور گدھے اور ہیں۔ جو لوگ کسی امرد یا لڑکی کو دیکھتے ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ میری آنکھیں خدا کی امانت ہیں، میں امانت کے خلاف کام کر رہا ہوں۔ یہ رجال اللہ نہیں ہیں مخنث اور لومڑی ہیں۔

رجال اللہ کون ہیں؟ مردانِ خدا کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللہِ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۷)

مردانِ خدا وہ ہیں جن کو بڑی تجارت اور چھوٹی تجارت یعنی دنیا کی کوئی شئ اللہ سے غافل نہیں کر سکتی:

﴿یَخَافُوۡنَ یَوۡماً تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۷)

تو جو آدمی ایسے دن سے ڈرتا ہے کہ جس دن دل اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہوجائیں گی تو وہ اللہ کی مرضی پر چلتا ہے۔ ناراضگی سے بچتا ہے وہ مرد ہے، رجال اللہ ہے، ان کو مرد فرمایا اور جو شخص قوی ہیکل ہے مگر اللہ کا نافرمان ہے وہ مخنث اور عورتوں کی طرح ہے۔ اگر مرد ہے تو امتحان کے وقت کیوں مخنث اور لومڑی بن جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو نظر بچانے کی قوت اور ہمت نہ دی ہوتی تو واللہ میں کہتا ہوں کہ اللہ ہم پر تقویٰ فرض نہ کرتا کیونکہ اللہ ظالم نہیں ہے کہ طاقت نہ ہو اور اس پر بوجھ ڈال دے۔ پہلے اللہ نے طاقت دی، مرتے دم تک ہمت دی ہے پھر تقویٰ فرض کیا ہے:

﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ﴾

(سورۃ حجر، آیت ۹۹)

دلیل ہے کہ مرتے دم تک طاقت موجود ہے، ہمت موجود ہے مگر جو گناہ کرتا ہے وہ اللہ کی عطا فرمودہ ہمت کو استعمال نہیں کرتا۔ یہ ظالم طاقت چور ہے، ہمت چور ہے، ہمت کو نفس کے لیے چرا کر رکھتا ہے تاکہ نفس کو کچھ مزہ آجائے۔ یہ خبیث اس قابل نہیں ہے کہ زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق دے اور آپ سب کو بھی توفیق دے، ہم شیر بہادر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ اللہ کے کرم کا شکر گذار ہوں کہ جو نظر بچانے کی توفیق دیتا ہے۔ سب اسی کی تعریف ہے۔

دیکھو! اگر اخبار یا ریڈیو اعلان کردے کہ آج حسن میں پورے عالم میں اوّل نمبر آنے والے لڑکی رسٹن برگ کی سڑک سے دس بجے صبح گذرے گی تو کتنے لوگ سڑک کے کنارے کھڑے ہوجائیں گے کہ دیکھیں اس کا حسن کیسا

ہوگا لیکن جولوگ خدا سے ڈرتے ہیں وہی بچیں گے کیونکہ جانتے ہیں کہ کچھ دن میں یہ گل سڑ جائے گی، مر جائے گی، بڑھاپا آجائے گا، قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہی بڑھاپے کی قبر میں دفن ہو جائے گی۔ میرا شعر ہے ؎

جنازہ حسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
سنوں کیا آہ! اس کی داستاں عہدِ جوانی کی

بڑھاپا خود ایک قبر ہے جس میں حسن کا جنازہ دفن ہوتا ہے اور جیتے جی اس کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور حسن میں اوّل نمبر آنے والی ستر برس کی ہو جاتی ہے، اس کی چھاتیاں ایک ایک فٹ نیچے لٹکی ہوئی ہیں اور دانت نکل کر باہر آ گئے، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، بارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا، اب بڈھی ہو کے لٹھیا لے کر چل رہی ہے اور گردن بھی ہل رہی ہے۔ اب دیکھو گے اس کی طرف؟ یا کوئی لڑکا حسین ہے جس کو دیکھ کر خبیث بدمعاش کہتے ہیں کہ کمال کا حسن ہے مگر وہ ستر برس کا ہوگا یا نہیں اس کی کمر جھکے گی یا نہیں؟ اس کی آنکھیں اور اس کے لب اور اس کے دانت کا نقشہ اور جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ ہر پانچ سال بعد حکومت بدل جاتی ہے تو حسن کی حکومت نہ بدلے گی؟ میرا شعر ہے ؎

وہ جانِ حسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں

جو حسن کل تک بادشاہوں پر حکومت کرتا تھا بڑھاپا خود اس حسن کا تختہ الٹ دیتا ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو لکیر کے فقیر ہوتے ہیں، حسن کا سانپ گذر جاتا ہے لیکن وہ لکیر ہی کو پیٹتے رہتے ہیں۔ دفترِ حسن میں ان کا کام بلوں کو پاس کرنا ہے، کہتے ہیں کہ میں بل پاس کرنے میں ماہر ہوں۔ اس پر میرا شعر ہے کہ ؎

دفترِ حسن میں جب میر اک افسر تھے کبھی
پاس کرنے میں بلوں کے کبھی تاخیر نہ کی

بڑے رحم دل تھے بے چارے!

بہر حال اے حسن پر مرنے والو! کان کھول کر سن لو کہ ان حسینوں کو بڑھاپے میں خود بخود چھوڑ دو گے یا حسن کے زوال سے چھوڑ دو گے یا اس کی روح نکل جانے سے چھوڑ دو گے۔ اگر کوئی حسین کہہ دے کہ ہم تمہارے ساتھ ہمیشہ لپٹے رہیں گے، ایک منٹ کو بھی الگ نہ ہوں گے تو کب تک لپٹائے رہو گے۔ آخر ایک وقت تو وہ معشوق بوڑھا ہوگا، بال سفید ہوں گے، اس کے دانت ٹوٹیں گے، تب خود بخود اس کو پھینک دو گے، اپنے جسم سے اس کو دور کر دو گے۔ تو جس کی صورت میں تغیر ہو ایسے حادث و فانی سے کیا دل لگانا:

﴿ اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَ کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ ﴾

عالم متغیر ہے اور ہر تغیر والی چیز حادِث ہے، فانی ہے پس پورا عالم حادث ہے، پورے عالم میں ایک چیز ایسی نہیں ثابت کر سکتے جو غیر فانی ہو لہٰذا جب پورا عالم حادث ہے تو عالم کی ہر چیز حادث ہے۔ اس کا کوئی جز غیر حادث، غیر فانی نہیں ہوسکتا اور حسین بھی عالم کا جز ہیں پس یہ بھی فانی و حادث ہیں۔ بس پھر دردِ دل سے یہی کہتا ہوں کہ اختر کی جان پر اگر رحم نہیں آتا تو اپنی جانوں پر رحم کرلو (حضرت والا دامت برکاتہم نے گلو گیر آواز میں فرمایا کہ) جو میرے خاص لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ جب آپ کی جان نکلے تو ہماری جان بھی نکل جائے، اُن سے تو یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ اللہ کے لیے تم اپنی جان پر غم اُٹھا لو تو تم ولی اللہ بن جاؤ گے۔ میں کہتا ہوں کہ آج عہد کرلو، دل و جان سے ہمت کرلو، وہ ہمت جو اللہ نے دی ہے، کسی کو مت دیکھو، حسین چاہے

مذکر ہو یا مونث ہو مت دیکھو کہ اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق کمزور ہو جائے گا۔ ایک بدنظری سے شیخ کی صحبت کا نور، تہجد اور اشراق کا نور سب نکل جائے گا۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ ایسا شخص بے وقوف ہے کہ نہیں؟ اور نظر بچانے کی ہمت کرنے کے بعد جو انعام ملتا ہے وہ حلاوتِ ایمانی ہے، ایمان کی مٹھاس ہے۔ حدیثِ قدسی کے الفاظ ہیں:

﴿يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ﴾

(کنز العمال، ج:۵، رقم الحدیث ۱۳۰۷۵)

تمہارے قلب میں ایمان کی مٹھاس گھول دوں گا۔ کتنا بڑا انعام ہے یعنی یوں سمجھو کہ نہ دیکھنے سے جو غم ہوا، جو دل کا خون ہوا اس کا خوں بہا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات رکھی ہے کہ تم اپنی ناجائز خواہشات کا، حرام تمناؤں کا خون کرلو اس کے بدلے میں مجھے لے لو، یہ معنیٰ ہیں حلاوتِ ایمانی کے۔ ایک بڑے میاں نعمانی صاحب ہمارے مدرسہ میں رہتے تھے، غیر عالم تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ جب میں آنکھ بچاتا ہوں تو دل میں ایک مٹھاس معلوم ہوتی ہے۔ وہ جانتے نہیں تھے کہ یہی حلاوتِ ایمانی ہے، یہ وہ چیز ہے کہ غیر عالم بھی اس کی مٹھاس محسوس کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ، يَجِدُ کے معنی ہیں وہ پاجاتا ہے جس کی گردان ہے وَجَدَ يَجِدُ وِجْدَانًا فَهُوَ وَاجِدٌ واجد اسم فاعل ہے اور دوسری گردان ہے وُجِدَ يُوْجَدُ وِجْدَانًا فَهُوَ مَوْجُوْدٌ۔ مَوْجُوْد اسمِ مفعول ہے۔ تو یہ نظر بچانے والا حلاوتِ ایمانی کا واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہوگی۔ ایسا یقینی وعدہ ہے کہ تم حلاوتِ ایمانی اپنے قلب میں موجود پاؤ گے اور ان حسینوں کو دیکھنے سے کیا ملے گا؟ زیادہ سے زیادہ آنکھوں کی کچھ تازگی ہوگی مگر بعد میں پاگل کتے کی طرح پھروگے۔

علامہ آلوسی نے فرمایا کہ بدنظری کرنے والا پاگل کتے کی مانند ہے کہ جیسے پاگل کتا سیدھا نہیں چلتا اِدھر اُدھر چلتا ہے ایسے ہی بدنظری کرنے والا بھی اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ شاید کوئی نظر آجائے، شاید پر عمل کرتا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یقین کو، حلاوتِ ایمانی کے یقینی وعدہ کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔ بدنظری کی عارضی لذت کو، ان حسینوں کو اپنی نظروں کے آگے کرتا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یقینی وعدۂ حلاوتِ ایمانی کی یقینی لذت کو فراموش کرتا ہے۔ لہٰذا آج سے وعدہ کرو کہ یا اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے خوف سے، آپ کی ناراضگی کے ڈر سے آج سے کسی لڑکے یا کسی لڑکی کو نہیں دیکھوں گا چاہے جان نکل جائے۔ بس اب وعدہ کرلیا؟ (تمام حاضرین نے عرض کیا کہ پکا وعدہ کرتے ہیں۔)

اچانک نظر بھی نقصان سے خالی نہیں

ارشاد فرمایا کہ ہر ملک سالم رہتا ہے جب اس کی سرحد یعنی Border اور اس کا دارالخلافہ یعنی Capital محفوظ رہتا ہے۔ پس آنکھوں کی حفاظت بارڈر کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل اور دارالخلافہ کی حفاظت ہے۔ اس لیے آنکھوں کی سرحد اور دل کا کیپٹل بچاؤ، آپ کا ملکِ اسلام و ایمان و احسان محفوظ رہے گا۔ اس زمانہ میں عورتوں کا آمنا سامنا اکثر ہوتا رہتا ہے، اس لیے اچانک نظر بھی احتیاط سے اُٹھاؤ، کوشش کرو کہ ایک ذرّہ، ایک اعشاریہ حرام لذت امپورٹ نہ ہونے پائے، اگر اچانک نظر پڑ جائے تو کیونکہ نفس چور ہے اندر کچھ نہ کچھ حرام لذت چرالے گا اس لیے اچانک نظر پر بھی معافی مانگو۔ اچانک نظر معاف تو ہے لیکن نقصان کر جاتی ہے جیسے کوئی انجانے میں زہر کھالے تو گناہ تو نہ ہوگا لیکن زہر نقصان تو پہنچائے گا،

اس زمانہ میں بے پردگی کا طوفان ہے، اب اگر نظر نہ بچائی تو نفس اچانک میں چینک کی چینک حرام کی پی جائے گا۔ جب آندھی چل رہی ہو تو آنکھ بند رکھتے ہو یا کھولے رکھتے ہو؟ بند رکھتے ہو کہ کہیں کوئی ذرّہ آنکھ میں نہ گھس جائے، ضرورت کے بقدر تھوڑی سی راستہ دیکھنے کے لیے کھولتے ہو۔ اس لیے اس زمانہ میں بے فکری سے اِدھر اُدھر نہ دیکھو۔ اگر دس بیس نظر اچانک پڑ جائے تو دیکھو دل کا کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ کی رَٹ لگائے رہو۔ اِستغفار میں فائدہ ہی فائدہ ہے کہ میرا بندہ اگر چہ جانتا ہے کہ اچانک نظر معاف ہے پھر بھی استغفار کر رہا ہے تو اللہ کتنا خوش ہوگا۔

بدنظری کے بعض طبی نقصانات

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک بات سنو، بدنظری کے طبی نقصانات وہی بتا سکتا ہے جو طبیب ہو کہ ایک بدنظری کرنے سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ نمبر ایک دل میں کمزوری آجاتی ہے کیونکہ دل کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دل کو حسن کھینچتا ہے اور یہ اللہ کے خوف سے اللہ کی طرف کھنچتا ہے، تو کش مکش میں انجائنا ہو جاتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ کمر میں میٹھا درد رہتا ہے۔ چوتھا نقصان یہ ہے کہ بار بار پیشاب لگتا ہے مگر اس کے اور اسباب بھی ہیں، ورنہ جو بار بار پیشاب کرے تو بدگمانی نہ کرو کہ او ہو دال میں ضرور کچھ کالا ہے اور بھی اسباب ہیں مگر من جملہ اسباب کہ یہ بھی ہے کہ بار بار پیشاب لگتا ہے، مثانہ کے غدود ورم کر جاتے ہیں اور پانچواں نقصان یہ ہے کہ منی پتلی ہو جاتی ہے کیونکہ بدنظری سے گرمی پہنچتی ہے جو منی کو رقیق کر دیتی ہے اور

ایسا شخص بیویوں کا صحیح حق ادا نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن ملکوں میں بدنظری عام ہے وہاں عورتیں زِنا میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ ایک مرد سے ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا ہے کہ لندن کی عورتیں افریقہ کے ملکوں میں جاتی ہیں کالوں سے بدمعاشی کرانے کے لیے۔ بدنظری کے یہ بعض نقصانات بتادیے۔

آخر میں حضرت والا نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادیں اور آئندہ ہمیں توفیق دے دیں کہ ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں نہ گذرے اور ہم سب کو اولیاء صدیقین کی نسبت عطا فرمادیجئے، اپنی رحمت سے کشادہ روزی عطا فرمادیجیے، اپنی رحمت سے تمام بلاؤں سے اور مشکلات سے رہائی نصیب فرمائیے، نجات نصیب فرمائیے اور ہمارے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم کو مکمل صحت عطا فرمائیے، مجھ کو بھی مکمل صحت عطا فرمائیے اور اللہ تعالیٰ ان کی صحت کو اور میری صحت کو اور جملہ خُدّامِ دین کی صحت کو بہتر فرمادے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بوٹسوانا روانگی

۲؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

آج صبح نو بجے ناشتہ کے بعد حضرت والا ایک کار سے بوٹسوانا روانہ ہوئے۔ حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، مطہر محمود صاحب، شمیم صاحب اور مولانا منصور الحق صاحب تھے۔ مفتی حسین بھیات صاحب کار چلا رہے تھے۔ گذشتہ کل بوٹسوانا سے شمسی صاحب جو حضرت والا کے منسلکین میں ہیں سفر کی ہمراہی کے لیے رسٹن برگ تشریف لے آئے تھے۔ وہ اور دیگر احباب دوسری کاروں میں تھے۔ الحمدللہ تعالیٰ راستہ

بہت اچھا تھا اور حضرت والا کا سفر آرام سے ہوا۔ بوٹسوانا کے بارڈر پر ویزا وغیرہ کی کارروائی میں کچھ دیر لگی۔ بہرحال تقریباً ایک بجے ہم لوگ بوٹسوانا پہنچے اور مولانا عبدالحمید صاحب کے مرید اشرف صاحب کے یہاں قیام ہوا۔

مجلس بعد مغرب بر مکان اشرف صاحب

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنی دعاؤں میں درود شریف پڑھ لیا کرو، اگر تم درود شریف نہیں پڑھو گے تو تمہاری درخواست آسمان کے اوپر نہیں جائے گی، دوسری بات علامہ شامی ابن عابدین لکھتے ہیں کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھو اور دعا کے بعد بھی درود شریف پڑھو تو اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور ان کے کرم سے بعید ہے کہ اوّل اور آخر کو قبول فرمالیں اور بیچ کی آپ کی درخواست کو پھینک دیں:

﴿اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ مُجَابٌ قَطْعاً﴾

اللہ تعالیٰ کے ہاں درود شریف کی قبولیت قطعی ہے۔ اس لیے اپنی دعاؤں کو قبول کرانے کے لیے درود شریف پہلے بھی پڑھو اور بعد میں بھی پڑھو۔ بس یہ چند باتیں کہہ دو انگریزی میں۔ مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر احقر راقم الحروف سے حضرت والا نے اپنی نعت پڑھنے کے لیے فرمایا۔ جب احقر نے یہ شعر پڑھا ؎

گر نہ صَلِّ عَلٰی ہو زباں پر
کیا اثر ہوگا آہ و فغاں میں

تو حضرت والا نے فرمایا کہ صرف آہ و فغاں اور رونے سے کام نہیں بنے گا، کتنا ہی روؤ مگر دعا کی درخواست آسمان کے اوپر نہیں جائے گی بغیر درود شریف کے۔ رونا کب مقبول ہے؟ جب درود شریف کے ساتھ اپنے آنسوؤں کو بھیجو،

اپنے آنسوؤں کو درود شریف کے ساتھ ملا کر بھیجو تو پھر وہ قبول ہو جائیں گے ورنہ چلاتے رہو، روتے رہو کچھ قبول نہیں ہے، اس لیے یاد رکھو کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خالی توحید سے نجات پا جائیں گے ان کا یہ خیال باطل ہے۔ اگر کروڑوں سال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے رہیں لیکن جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نہ ملائیں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب تک ایمان نہ لائیں گے تو مقبول نہیں ہوں گے، اللہ کے پیارے نہیں بنیں گے چاہے ساری عمر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ پڑھتے رہیں۔ توحید کامل ہوتی ہے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توحید کا جز ہے۔ اگر کوئی شخص دریا کا دریا رو لے اور درود نہ پڑھے، رسالت پر ایمان نہ لائے اس کا دریا کا دریا رونا بیکار ہے اور توحید اور رسالت پر ایمان کے ساتھ ایک قطرہ آنسو بھی قبول ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے، خوب سمجھ لیجئے۔

آج صبح ری یونین سے نو حضرات اور انگلینڈ سے تین حضرات حضرتِ اقدس کی زیارت کے لیے جنوبی افریقہ پہنچے تھے جو رات بارہ بجے بوٹسوانا پہنچے۔

مجلس بر مکان شمسی صاحب بمقام بوٹسوانا

۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۵؍ اپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ

آج صبح کی سیر کے بعد حضرت والا دامت ظلہم العالی شمسی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور ناشتہ کے بعد کچھ دیر اپنے ارشادات سے مستفیض فرمایا۔

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ الخ کا ایک عجیب تفسیری نکتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْر﴾
(سورۃ غافر، آیت: ۱۹)

تمہاری آنکھوں کی چوریوں سے اللہ باخبر ہے اور جو راز تمہارے سینے چھپاتے ہیں ان سے بھی باخبر ہے۔ باخبر ہونا سزا کی دھمکی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں تمہارے کرتوت کو، اگر نہ بچو گے تو سزا دوں گا۔ یہ ہیں معنی اس کے کہ خبردار ہوجاؤ میں واقف ہوں، باخبر ہوں تمہاری آنکھوں کی چوریوں سے اور سینے کے رازوں سے ؎

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بے پردہ عورتوں کی وجہ سے عریانی کی بہت ہی فراوانی ہے، اب آنکھ بچا کر چلنا بہت مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کثرتِ عریانی ہے یعنی عریانی کی فراوانی ہے تو حلوۂ ایمان کی بھی تو فراوانی ہے۔ نظر بچاؤ اور ایمان کا حلوہ کھاؤ۔ اگر دن میں سو بار نظر بچائے گا تو سو بار ایمان کا حلوہ پائے گا، اس کو ایمان کی مٹھاس، ایمان کی حلاوت ملے گی۔ پھر بتایئے ایمان کی مٹھاس کا کتنا اسٹاک اس کے پاس ہوجائے گا اور ایمان کی کتنی مٹھاس دل میں ملے گی اور بدنظری کرنے والے کی صرف آنکھ عارضی مزہ پاتی ہے اور نظر بچانے والے کا دل مزہ پاتا ہے حلاوتِ ایمانی کا۔ اور دل سارے جسم کا ہیڈ کوارٹر ہے، مرکز ہے، جب خون پمپنگ کرتا ہے تو سارے جسم میں خون کے ساتھ اس حلاوتِ ایمانی کو بھی سپلائی کرتا ہے۔ جسم کا کوئی ذرّہ خالی نہیں ہوتا جس میں مزہ نہ ہو۔ سر سے لے کر پیر تک بال بال ایمان کا مزہ پاتا ہے۔ دل کا نور جسم کے ذرّہ ذرّہ میں پھیل جاتا ہے۔

بندوں سے محبت ذوقِ سنت ہے

ارشاد فرمایا کہ میں آپ لوگوں سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے کمالات دیکھتا ہوں اور اللہ کے عاشقوں کی صحبت کو نعمت سمجھتا ہوں۔ یہی ذوقِ سنت ہے، یہی ذوق اولیاء صالحین کاملین کا ہے۔ جو تنہائی میں رہتا ہو اور لوگوں سے ملنے سے گھبراتا ہو اس کا ذوق سنت کے مطابق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے کتنی محبت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔ آیت **وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ الخ** ۔ کی تفسیر دیکھ لو۔ اور اگر تنہائی کی عبادت اللہ کو پسند ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہی کہتے کہ اکیلے میں ہم کو یاد کرو، مگر نہیں! پانچ وقت کی مسجد کی نماز واجب کردی، یہ مضمون اختیاری نہیں ہے، لازمی کر دیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سکون ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں سکون مقصود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ چاہے بے سکونی کے ساتھ ہو ہمارے بندوں کے ساتھ مل کر عبادت کرو۔ فرض نماز وہ مقبول ہے جو جماعت سے ہو اور جو تنہائی میں سکون سے عبادت کرتا ہے اور جماعت کا تارک ہے اس کی نماز مقبول نہیں۔ وہ اس قانون سے گرفتار ہوگا کہ جماعت کی نماز کیوں نہیں پڑھی۔ ترکِ واجب بدونِ عذر کیوں کیا، جو چیز ہم نے واجب کی تم نے اس کو غیر واجب کیوں کر دیا۔ بندوں کی صحبت ومعیت کے مطلوب ہونے کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ تارکِ جماعت کو فاسق قرار دے دیا۔

پھر مولانا منصور صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا اور جب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

رکھ نظر نیچی حسینوں سے بدل کر راستہ
کر نہ تو احوال پُرسی اور نہ ان سے مل ملا

تو حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھیے جس کی مزاج پرسی سے اپنا مزاج خراب ہوجائے اس کی مزاج پرسی مت کرو۔ پھر مولانا نے یہ شعر پڑھا ؎

نفس کو پرہیزی بد سے لگی جب ٹلٹلی
ڈانٹ کا تب شیخ کی جانب سے لوموٹل ملا

جب ٹلٹلی یعنی دست لگ جائیں تو ایک دوا ہے لوموٹل Lomotil کھاؤ فوراً ٹلٹلی رُک جائے گی۔ مزاحاً فرمایا کہ لوموا کے معنی ملامت کرو، امر کا جمع کا صیغہ ہے، تم نے اتنا کیوں کھایا کہ ٹلٹلی چل گئی۔ اب Lomotil کھاؤ تو ٹلٹلی رک جائے گی۔

جب مولانا منصور صاحب نے حضرت والا کی شان میں یہ شعر پڑھا ؎

جہاں بھی میرے مولیٰ رکھیں مجھے
وہیں پر میں رہنے کو تیار ہوں

تو حضرت والا نے مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ خیال رکھیے گا! اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ جب تک افریقہ میں میرا قیام ہے آپ میرے ساتھ رہیں تو مولانا منصور صاحب نے عرض کیا کہ یہ میری سعادت ہے۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ سعادت کے ساتھ شہادت بھی تو ہے۔

فانی چیزوں سے دل لگانا بے وقوفی ہے

ارشاد فرمایا کہ لیلیٰ بہت پرکشش نام ہے۔ لیلیٰ کا نام سن کر سب کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے مقدس لوگوں کے کان بھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لیکن اسی برس بعد جب وہی لیلیٰ قابلِ نفرت

ہو جائے گی، جب اسی برس کی بڑھیا لٹھیا لے کر آئے گی تو لیلیٰ، لیلیٰ نہ رہے گی، پھر اس میں وہ کشش کہاں ہوگی۔ جو چیزیں علیٰ معرض الفنا ہیں ان کو لیلیٰ بنانا بے وقوفی ہے۔ حلال بیوی کا حق ادا کردو اور بس اللہ سے دل لگاؤ۔ کسی چیز کو بقا نہیں ہے نہ جوانی کو نہ بڑھاپے کو۔ جوان بڈھا ہوا، بڈھا قبر میں گیا، یہی رولنگ ہورہی ہے، بہت احمق اور بے وقوف ہیں وہ جو حسن کو دیکھ کر اپنے کو ناپاک کر ڈالتے ہیں اور لعنت خریدتے ہیں، جنہوں نے غیر اللہ سے دل لگایا ہمیں بتادیں کہ کیا حاصل ہوا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور وقت الگ ضائع ہوا اور جن لوگوں نے عبادت کی، دردِ دل سے دین پھیلایا وہ نفع میں ہیں۔ بس وہ کام کرو جو کام آئے۔

مزاح کے حدود

ارشاد فرمایا کہ مزاح کے بھی حدود ہوتے ہیں۔ مزاح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ قلیل ہو ورنہ چہرے سے ہیبت اور رعب جاتا رہتا ہے۔ آدمی میں بے وقوفی اور حماقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ صحیح ہو، صادِق ہو، سچا مزاح ہو، تیسرے یہ کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے، کسی کی توہین اس میں نہ ہو ورنہ ایسا مزاح حرام ہے جس میں کسی کی توہین ہوتی ہو، کسی کی دل آزاری ہوتی ہو، اس لیے زیادہ مزاح سے بچو۔

۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل

آج صبح نو بجے بوٹسوانا سے جنوبی افریقہ کے لیے واپسی ہوئی۔ تقریباً ایک بجے رسٹن برگ پہنچے اور یوسف حافظ جی کے مکان پر قیام ہوا۔ عصر کے بعد برطانیہ سے جناب مولانا ایوب سورتی صاحب اور مولانا آصف صاحب

اور کراچی سے جناب فیروز میمن صاحب رسٹن برگ پہنچے۔

مجلس بعد مغرب بر مکان جناب یوسف حافظ جی رسٹن برگ

زندگی کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

﴿یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْ اللّٰہَ﴾

(سورۃ توبۃ، آیت: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تم تقویٰ اختیار کروتا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو میرے دوست بن کے آؤ۔ اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ بغیر دوست بنے ہوئے گناہوں کا گو موت لپیٹے ہوئے اللہ کے پاس حاضر ہو۔ تقویٰ کی برکت سے ولایت کا تاج ملتا ہے:

﴿اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ انفال، آیت: ۳۴)

میرے ولی صرف متقی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متقی سے تاجِ ولایت چھین لیا جاتا ہے، گناہ کرنے سے تاجِ ولایت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ کتنا ہی حج، عمرہ کرے، کتنا ہی شیخ کی صحبت میں رہے لیکن اگر گناہ نہیں چھوڑتا تو پھر ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کوشش کرو یارو! اللہ کے لیے کوشش کرو کہ گناہ کی عادت چھوڑ دو، آنکھ کو بھی بچاؤ اور دل کو بھی بچاؤ۔ یہ دو گناہ ایسے ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دو تو سب گناہ آسانی سے چھوٹ جاتے ہیں۔ سب سے پہلے نظر کی حفاظت کرلو۔ جب مقابلہ کا موقع آتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ نظر بچانا کتنا مشکل کام ہے۔ لندن کے ہیتھرو ائیر پورٹ یا جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر اُترنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ نظر بچانا واقعی کتنا بڑا مجاہدہ ہے، جبکہ ٹانگیں

کھولے ہوئے کتابیں پڑھ رہی ہیں اور نفس کی حریص چڑیا للچا رہی ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے پردگی ہو وہاں جو آنکھوں کی حفاظت کرلے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اللہ کی محبت غالب ہے اور اگر وہاں حفاظت نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ نفس اور شیطان کا غلام ہے، اس کو محبت کی ہوا بھی نہیں لگی، وہ جانتا ہی نہیں کہ اللہ کی کیا قیمت ہے۔ اپنی دولتِ ایمان کو سمجھتا ہی نہیں ہے، کمینہ اور بہت ہی ناپاک شخص ہے وہ جو عورتوں کو بری نظر سے دیکھ لیتا ہے۔ اسی وقت اس سے تاجِ ولایت چھن جاتا ہے۔ بتایئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ نہیں؟ اللہ دیکھتا ہے کہ نہیں؟

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

(سورۃ حدید، آیت: ۴)

اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو، جب ساتھ ہے تو کیا نابینا ہے؟ جو سب کو بینائی دیتا ہے وہ خود نابینا ہوگا؟

﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾

(سورۃ علق، آیت: ۱۴)

کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے، اس لیے ہمت کرو، اپنی جان پر رحم کرو، ہمت کرو دوستو! اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمت دی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم میں دیکھنے کی تو ہمت ہے لیکن نظر ہٹانے کی ہمت نہیں ہے۔ ان بے وقوفوں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر وہی معشوق یا معشوقہ پستول لیے ہوئے ہو اور کہے کہ جو ہمیں دیکھے گا ہم اس کو جان سے ماردیں گے، تو ہے کوئی نظر باز جو وہاں جا کر نظر لڑائے گا اور جان پر کھیل جائے گا۔ تب اپنی جان بچانے کے لیے پستول باز معشوق سے بچے گا

یا نہیں؟ اگر ہمت نہیں تھی تو اب کہاں سے آ گئی۔ بس سمجھ لو کہ ہمت اللہ نے دی ہے، ہمتِ تقویٰ دی ہے، گناہ چھوڑنے کی طاقت دی ہے، اس کے بعد تقویٰ فرض کیا ہے۔ وَ اعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے۔ کسی زمانہ میں بھی چھوٹ نہیں ہے چاہے اسی برس کا بڈھا ہو جائے، نظر کی حفاظت اس وقت بھی فرض ہے۔ یہ سب بہانہ بازی ہے، بدمعاشی اور کمینہ پن ہے۔ بولو بھئی جو دیکھتا ہے کمینہ ہے کہ نہیں؟ کمینہ پن کیوں اختیار کرتے ہو؟ نظر کی حفاظت کرو، جیسے اپنی بہن، اپنی ماں، اپنی بیٹی کو کوئی دوسرا دیکھے تو غصہ آتا ہے کہ نہیں؟ تو تم جس کو دیکھتے ہو وہ بھی کسی کی ماں ہوتی ہے، کسی کی بہن ہوتی ہے، کسی کی بیٹی ہوتی ہے۔ جس طرح سے ہم تم نہیں چاہتے کہ ہماری بہن، بیٹی، ماں، خالہ اور پھوپی کو کوئی دیکھے تو ہماری آپ کی مرضی کے مطابق ہی تو اللہ نے حکم نازل کر دیا، غضِ بصر کا حکم تمہاری عین مرضی کے مطابق ہے، عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور یاد رکھو کہ اگر بغیر تاجِ ولایت کے اللہ کے ہاں گئے تو سوال ہوگا کہ جب میں نے تم پر فرض کیا تھا کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو تاکہ میرے ولی بن جاؤ تو تم نے کیوں تقویٰ اختیار نہیں کیا اور کیوں میرے ولی نہیں بنے۔ جب کہ ہم نے بتا بھی دیا تھا کہ ولی کیسے بنو گے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم نازل کر دیا تھا کہ جو تقویٰ میں سچے ہیں ان کی صحبت میں رہو تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے، میرے دوست ہو جاؤ گے۔ صادقین فرمایا مگر مراد اس سے متقین ہیں اور صادقین اس لیے فرمایا کہ ذرا دیکھ لو کہ سچا متقی ہے یا نہیں، اس کا تقویٰ کاذب تو نہیں ہے۔ اور پھر نیتِ تقویٰ سے ساتھ رہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے متقی بنا دے۔ شیخ کے ساتھ پاپڑ، سموسہ اور طرح طرح کی ڈش اڑانے کی نیت نہ ہو اور یہ نیت بھی نہ ہو کہ شیخ کے ساتھ رہیں گے، طرح طرح کے ملکوں کی سیر کریں گے، مفت کا ٹکٹ

ہوگا اور ہر ملک میں خوب نمکینوں کے طرح طرح کے ڈیزائن دیکھیں گے، اگر یہ نیت ہے تو جو نیت ہے وہی پاؤ گے، اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ تم بغیر اللہ کے مرو گے، بغیر اللہ کے وہ شخص مرے گا جو نیت صحیح نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ مجھے چاہنے والے میرے عاشق صرف میری رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جب ایمان لائے ہو، اللہ کو اللہ مان لیا ہے تو ہمت کیوں نہیں کرتے ہو، کیوں گناہ میں اپنی آنکھوں کو خراب کرتے ہو، دیکھنے سے کیا مل جاتی ہے؟ اور پھر یہ عورتیں، ایک وقت میں ان کی توند نکل آتی ہے، گردن موٹی ہو جاتی ہے، ناک پکوڑا سی ہو جاتی ہے، اور لڑکا ہو تو اس کی بھی۔

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

جس لڑکی سے عشق لڑاتے ہو، بتاؤ نانی اماں ہونے والی ہے یا نہیں اور لڑکا اگر ہے تو نانا ابو ہونے والا ہے یا نہیں؟ پھر پانچ سال کے بعد جب اس کی شکل بگڑ جاتی ہے تو جس کو پلاؤ اور بریانی کھلاتے تھے اور جان و دل سے فدا تھے پھر وہ محبت کیا ہوئی، اب اس کو کیوں نہیں دیکھتے؟ خیریت بھی پوچھتے ہو تو منہ اُدھر کر کے، بھئی تمہارے بچے وچے تو خیریت سے ہیں۔ کیوں تم نے منہ کالا کیا ایسی شکلوں کے لیے اور پھر جب وہ مر گیا تو اس معشوق کی قبر پر بھی نہیں گئے، کس منہ سے جائیں گے اس کی قبر پر۔ اگر ان کو دیکھنے سے کچھ مل جاتا ہے تو ہمیں بتاؤ کہ کیا ملتا ہے۔ اگر برابر دیکھو گے تو ''**You are bloody fool**'' کی آواز سنی جائے گی، گالیاں ملیں گی اور اگر اپنی نظر بچاؤ تو بڑی عزت ملتی ہے کہ واقعی یہ کوئی شاہ صاحب، کوئی اللہ والا ہے۔ ورنہ جو چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں زندگی بھر کے لیے گالی ان کی زبان پر رہتی ہے۔ اگر کبھی کوئی لاکھ

تعریف بھی کرے کہ بڑے اونچے شاہ صاحب ہیں، ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے، تم نہیں جاتے ان کے پاس؟ اصل میں تم ان کے مقام کو نہیں جانتے۔ تو جس سے بچپن میں چھیڑ چھاڑ کی ہو وہ سر جھکا کر مسکراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خوب جانتا ہوں، اب زبان مت کھلوائیے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنے بڑے صوفی ہیں۔ تو عزت و آبرو چلی جاتی ہے ذرا سی دیر کی لذت کے لیے۔ جس چیز سے کچھ نہ ملے اور چند سال کے بعد وہ میلان اور جوش و محبت بھی نہ رہے ایسی شکلوں پر زندگی برباد کرنا حماقت ہے یا نہیں۔ پانچ سال پر حکومت بدل جاتی ہے۔ حسن کی حکومت بھی پانچ سال میں ختم ہو جاتی ہے۔ ہر پانچ سال پر ہر چیز کو دیکھئے تو جغرافیہ بدلا ہوا ملے گا۔ پس جو لوگ اپنی نگاہ کی حفاظت کریں اور دل کی حفاظت کریں وہی چین سے رہیں گے، سکون سے رہیں گے۔ ان کی کمر میں درد بھی نہیں ہوگا، پنڈلی میں بھی میٹھا میٹھا درد نہیں ہوگا اور دل میں انجائنا بھی نہیں ہوگا، کشمکش میں انجائنا ہو جاتا ہے۔ آج کل ستر فی صد دل کے امراض بدنظری سے ہو رہے ہیں۔ جس دن سے آپ نے نیت کر لی کہ واللہ! آج سے نہیں دیکھنا ہے، کتنا ہی حسین ہو اپنی نظر کو نیچی رکھنا ہے، دیکھئے کیا چین ملتا ہے۔ آپ کے ارادہ کا نقطۂ آغاز آپ کے چین اور آپ کے عیش کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ اتنا مزہ آئے گا کہ جس کو آپ بیان نہیں کر سکتے، کوئی بھی ہو، چاہے تاجر طبقہ ہو، ملازم ہو، سروس مین ہو۔ ہر شخص عمل کر کے دیکھ لے، نظر بچالے اور دل بچالے، پھر خود دیکھے گا کہ کس طرح چین سے رہتا ہے۔

پس اپنے ناجائز ارمانوں کا خون کرو، جب ارمان نہ رہیں گے اور حسن پر بڑھاپا آجائے گا تب تو ہندو، یہودی، عیسائی بھی نہیں دیکھتا تو تم میں اور اس میں کیا فرق ہوا۔ مومنِ کامل وہی ہے کہ لباس جیسا ہو اس کا عمل بھی ویسا ہی ہو۔ عین جوانی میں، معشوق کی عین جوانی میں مومن کامل اس کو نہیں دیکھتا،

ہمت کرو، ہمت کرو، ہمت ہے بس چور نہ بنو۔ اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے، ہمت ہے، اللہ نے نہ دیکھنے کی ہمت دی ہے پھر ہمت چوری کیوں کرتے ہو۔ بدنظری سے بچنے کا حکم یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ قرآن پاک کا حکم ہے اگر نہیں مانو گے تو اللہ گردن مروڑ دے گا، اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور بخاری شریف کی حدیث میں بدنظری کو آنکھوں کا زِنا فرمایا تو اے کم بختو! تم نظر بازی بھی کرتے ہو اور ولی اللہ بننے کا خواب بھی دیکھتے ہو یا ولی اللہ ظاہر بھی کرتے ہو، ولی اللہ کا لباس پہن کر دعوتیں بھی اڑاتے ہو، شرم نہیں آتی؟ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ تو بدنظری کرنے والے کے تین لقب ہوگئے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی نافرمانی کرنے سے اللہ کا نافرمان ہوگیا، بخاری شریف کی حدیث زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ کی رُو سے آنکھوں کا زِنا کار اور لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ سے ملعون ہوگیا۔ تو اللہ کا نافرمان، آنکھوں کا زِنا کار اور ملعون کہیں ولی اللہ ہوسکتا ہے جب تک توبہ نہ کرے۔ بدنظری کرنے والوں کے یہ تین القاب نوٹ کرلو، جب کبھی تقاضا ہو تو اس کو یاد کرو کہ ہم کیا کررہے ہیں، ہم مولانا صاحب بنے ہیں، قوم کے مقتدا ہیں اور ہم کتنی گری ہوئی حرکت کررہے ہیں۔ جب ہمارے دین کا یہ حال ہوگا تو ہم سے کیا نفع ہوگا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ بھائیو! گناہ سے کچھ نہیں ملتا سوائے رسوائی اور بدنامی کے اور ناشکری الگ خصوصاً بدنظری سے بہت ناشکری پیدا ہوتی ہے مثلاً ہمارے ماں باپ نے ہماری شادی اچھی جگہ نہیں کی، بیوی ایسی پری ہوتی کہ دیکھتے ہی بے ہوش ہوکر گر جاتے۔ اس ناشکری کی نحوست سے اپنی بیوی سے محبت کم ہوجاتی ہے۔ آج کل میاں بیوی میں جھگڑے اسی لیے ہورہے ہیں کہ جب دوسری کو دیکھتا ہے تو وہی نگاہ میں نچ جاتی ہے اور اپنی بیوی بھوتنی معلوم ہوتی ہے اور اگر آدمی کسی عورت کو نہ دیکھے تو

لے دے کے وہی تو رہے گی، اس لیے اسی کا عاشق رہے گا۔

واللہ! دیکھو اب میں جوش میں آرہا ہوں، میں قسم کھا کے کہتا ہوں، قسم کھا کے کہتا ہوں، واللہ، ثـم واللہ، ثـم واللہ بدنظری سے جس دن بچنے کا ارادہ ہوگا اس دن یہ دنیا ہی بدل جائے گی، اللہ تعالیٰ وہ مزہ دے گا حلاوتِ ایمانی کا کہ یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ حلاوتِ ایمانی قلب میں پا جائے گا۔ یہ تصوراتی دنیا نہیں ہے، پا جائے گا یعنی یہ واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہوگی۔ جب آپ نظر بچائیں گے تو حلاوتِ ایمانی دل میں موجود ہوگی اور آپ اس کے واجد ہوں گے۔ اتنا مزہ پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ جو ہزاروں مجاہدوں سے نہیں ملتے، اس مجاہدہ سے بہت جلد اللہ مل جاتا ہے، بندہ صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے، بس یاد رکھو کہ جس کو بغیر اللہ کا ولی بنے ہوئے موت پسند ہو وہ ظالم مر جائے اور ولی اللہ نہ بنے لیکن جس کو ولی اللہ بننے کا شوق ہو تو وہ ہمت کر کے اپنی آنکھ پر حفاظتی پردہ ڈال لے، اللہ تعالیٰ نے ہر آنکھ پر آٹو میٹک پردہ دیا ہے بس جب چاہا بند کر لیا۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

کانوں میں پردہ نہیں ہے، کان کھلے ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ کان کے فیصلے کو بعض دفعہ آنکھ رد کر دیتی ہے مثلاً کان سے آواز سنی، معلوم ہوا کہ بہت حسین ہے لیکن جب آنکھ سے دیکھا تو بھوتنی اور کالی مائی معلوم ہوئی تو کان کا فیصلہ بعض دفعہ آنکھ رد کر دیتی ہے اس لیے اللہ نے کان پر پردہ نہیں لگایا کہ جب آنکھ سے دیکھیں گے تو خود ہی فیصلہ دے دیں گے اور پھر بات کے بہت کم مواقع آتے ہیں زیادہ تر آنکھ کا امتحان ہوتا ہے اس لیے اللہ نے آنکھ کا پردہ بنا دیا کہ جب ضرورت ہو آنکھ کو بند کر لو۔

دین پر اِستقامت کا وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ سات مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ کر دعا کرے کہ یا اللہ مجھ کو ہمت دے دیجئے، جو آپ نے ہمت دی ہے ترکِ گناہ کی اس ہمت کو استعمال کرنے کی ہمت دے دیجئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نظر بچانے کی دعا بھی ہو جائے گی لیکن یہ بتائیے کوئی شخص دعا کرے کہ مجھ کو اولاد دے دیجئے اور بیوی اس کی ہو کیپ ٹاؤن میں، کبھی ملاقات نہ ہو تو اولاد ہوگی دعا سے؟ تو خالی دعا نہیں ہمت بھی کرو، اپنی ہمت بھی استعمال کرو، بزرگانِ دین سے ہمت کی دعا بھی کراؤ، اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کرو اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے معنی ہیں کہ نہیں ہے طاقت مجھ میں گناہوں سے بچنے کی اور نہ نیک عمل کرنے کی مگر آپ کی مدد سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سات مرتبہ پڑھ کر دعا کر لو کہ آپ اپنی رحمت سے مجھے ہمت دے دیجئے، لومڑی کو شیر بنا دیجئے جو شکلاً تو شیر ہے مگر ننگِ رُوباہ ہے بس آپ ہمت تو کریں ؎

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگا لی جائے گی

آپ ہمت تو کریں، آخر خدا نے حکم دیا ہے تو ہمت دے کر حکم دیا ہے۔ ایسا کوئی حکم نہیں ہے جس کی ہمت اور طاقت اللہ نہ دے ورنہ یہ ظلم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہیں اور اس کی دلیل وہی ہے کہ ابھی کوئی چھرا لے کر دھمکی دے کہ اگر بدنظری کرے گا تو چھرا بھونک دوں گا تو فوراً آنکھ بند کر لے گا۔ معلوم ہوا کہ آنکھ بند کرنے کی ہمت ہے۔ مگر ہمت چور ہیں ہم لوگ، لیکن میں اتنا کہتا ہوں کہ ان ہگنی، موتنی، پدنی لاشوں سے نظر بچا کر واللہ اتنا مزہ پاؤ گے کہ سارے مزے بھول جاؤ گے مگر بیوی مستثنیٰ ہے، بیوی جیسی بھی ہو وہ

محبوب ہے، حلال ہے، اس کی محبت کرنے میں ثواب ہے۔ بیوی سے صحبت کرنے کا ثواب تہجد سے زیادہ ہے، مگر بیوی کے علاوہ کسی طرف خیال نہ کرو۔

بس میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ جتنا اس عمل سے مجھے قرب حاصل ہوا ہے اتنا کسی عمل سے قرب حاصل نہیں ہوا، کسی عمل سے اتنا قرب نہیں ہوا جتنا نظر بچانے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملا ہے، اب راز کی بات بتادی، یہ بات بتانی نہیں چاہیے مگر بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب جتنا اس سے ملتا ہے اتنا کسی عمل سے نہیں ملتا۔ یَجِدُ حَلاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ نظر بچانے والا حلاوتِ ایمانی کو پالے گا، تم واجد ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ موجود ہو جائیں گے تمہارے قلب میں۔ اللہ مل گیا تو اور کیا چاہیے، اللہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا، اللہ نہ ملا تو سب بے کار ہے۔ اگر کسی کے پاس بادشاہت ہے، تخت وتاج ہے لیکن کافر ہے تو کچھ بھی نہیں۔ بس مرا کہ سب گیا۔

لہٰذا گناہ سے بچو، ایک گناہ بھی نہ کرو، ولی اللہ بن جاؤ گے اور ولی اللہ جو نہ بنا وہ خسارے میں گیا، کیوں کہ جس چیز پر محنت کی دکان، تجارت سب چھوڑ کر دو گز کفن پہن کر چلا جاتا ہے۔ تو اُس وقت کیا ہوگا، پھر اللہ پوچھے گا کہ تم میرے ولی کیوں نہیں بنے جب کہ میں نے تمہیں پیغام دیا تھا، میں نے حکم دیا تھا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ اے ایمان والو! تقویٰ سے رہو، کیا معنیٰ کہ تم میرے ولی بن جاؤ، ہم نے اپنی دوستی کی دعوت دی اور تم نے اپنے نفس کی گندی خواہشات سے میری دعوت قبول نہیں کی۔ تم کو سوچنا چاہیے تھا کہ منی سے پیدا کرکے احکم الحاکمین اتنا بڑا اللہ ہم کو دوست بنانے کی دعوت دے رہا ہے، مگر تم اپنے کمینہ پن، نفس کی خواہشات کی وجہ سے میرے ولی نہیں بنے، بغیر ولی بنے میرے پاس آگئے، لہٰذا اب اس کی سزا بھگتو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، ہمت دے اور ہمت عمل کی دے اور چوری کرنے کی عادت سے اور کمینہ پن سے ہم کو پاک کردے۔ یہ جو چھپ

چھپاکے دیکھتا ہے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا، ارے تم بندوں سے چھپ سکتے ہو اللہ سے کیسے چھپو گے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو متقی بنادے اور اولیائے صدیقین کی نسبت نصیب فرمادے اور دنیا اور آخرت کی مشکلات بھی حل فرمادے اور کشادہ روزی دے دے، کسی کا محتاج نہ فرمائے۔ جو بیمار ہیں ان کو صحت عطا فرما، اللہ مجھ کو بھی صحت نصیب فرما اور میرے حق میں بھی قبول فرما اور میرے متعلقین کے حق میں بھی قبول فرما اور آپ کے حق میں اور آپ کے متعلقین کے حق میں قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

نوٹ: آج ۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے رسٹن برگ سے بنونی (Binoni) کے لیے روانگی ہوئی۔ جناب ابراہیم بیرا صاحب نے درخواست کی تھی کہ ۱۸؍اپریل کو ڈربن کے سفر پر جانے سے پہلے حضرت والا ایک دن کے لیے بنونی میں ان کے گھر پر قیام فرمالیں جہاں سے ایئرپورٹ بھی قریب ہے اور اگلے دن ایئرپورٹ جانے میں آسانی ہوگی۔ آج ۱۱ بجے صبح حضرت والا مع رفقاء کے بنونی پہنچے۔ چونکہ حضرت والا کافی تھکے ہوئے تھے اس لیے مغرب کے بعد مختصر مجلس ہوئی۔

ڈربن کے لیے روانگی

اگلے دن ۶؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات صبح دس بجے ہوائی جہاز سے ڈربن کے لیے روانگی ہوئی۔ حضرت والا کے ساتھ کراچی کے احباب اور دوسرے مقامی حضرات بھی تھے۔ دوپہر بارہ

بجے جہاز ڈربن ائیر پورٹ پر اترا۔

ناسازیٔ طبع کی وجہ سے چار سال کے بعد حضرت والا کا یہ پہلا سفر تھا اس لیے حضرت والا کی زیارت کے لیے بے تاب ڈربن کے عشاق کا ائیر پورٹ پر زبردست ہجوم تھا۔ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب ائیر پورٹ پر موجود تھے جو انتظامات کے لیے دو دن پہلے لینیشیا سے ڈربن آ گئے تھے۔ ائیر پورٹ سے مولانا کے مدرسہ میں حضرت والا تشریف لائے جہاں حسبِ سابق قیام کا انتظام تھا۔

عصر کی نماز کے بعد ہی مدرسہ کے بڑے ہال میں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت والا سفر کی تکان کی وجہ سے آرام فرما رہے تھے۔ ہال میں موجود لوگوں کو حضرت والا کی تالیف مواہب ربانیہ سے ملفوظات پڑھ کر سنائے گئے۔ اس کے بعد نمازِ مغرب کے لیے لوگ مسجد تشریف لے گئے۔ بعد نمازِ مغرب مدرسہ کا ہال لوگوں سے بھر گیا۔ نماز کے بعد حضرت والا تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کے اشعار اپنے خاص ترنم اور خاص انداز میں سنائے جس سے حضرت والا اور تمام سامعین مسرور ہو گئے۔ عشاء کے قریب مجلس ختم ہوئی۔

اگلے دن نماز فجر کے بعد حضرت مرشدی **اَدَامَ اللّٰہُ ظِلَالَھُمْ عَلَیْنَا** اپنے سابق معمول کے مطابق نمازِ فجر کے بعد صبح کی سیر کے لیے ایک پارک میں تشریف لے گئے۔ حضرت والا کے ساتھ عاشقین کی کاروں کی ایک لمبی قطار تھی۔ پارک میں بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ حضرت والا نے حافظ ضیاء الرحمٰن کے سہارے سے تھوڑی دیر چہل قدمی فرمائی اس کے بعد پارک کے لان میں آرام کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ لان میں قالین بچھوا دئے گئے تھے جس پر احباب بیٹھ گئے اور حضرت والا نے اپنے ارشادات سے سامعین کو مستفیض

فرمایا جن میں سے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

۷؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ
مجلس بعد سیرِ صبح در پارک ڈربن

غیر فانی اور لذیذ غم

ارشاد فرمایا کہ غمِ جاناں حاصل کرو یعنی اللہ کی محبت کا غم حاصل کرو، ان کی توجہ اور ان کا کرم حاصل کرو، صرف اللہ کی محبت کا غم لذیذ اور دائمی ہے باقی سارے غم عارضی اور دردِ سر ہیں۔ عارف شاعر کہتا ہے ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

میں نے اس غم کو ٹھکرا دیا جو غم ہمیشہ کا نہ تھا، عارضی و فانی تھا۔ آج بیس سال کی لڑکی کا غم ہے کہ اس کی یاد میں رو رہے ہیں، رات کو تارے گن رہے ہیں مگر جب وہ پچاس سال کی بڈھی ہوگئی، ستر، اسی سال کی ہوگئی تب اس کا غم کس کو رہتا ہے؟ یہاں تک کہ عاشق و معشوق کو بھی ایک دوسرے کا غم نہیں رہتا اور اگر اس غم کو باقی رکھنا چاہیں تو اس پر قادر نہیں رہتے مثلاً جب دونوں کی گردن ہلنے لگی، عاشق کی گردن اور معشوق کی گردن تو دونوں ہمیں معانقہ کر کے دکھا دیں۔ ایک کا اثبات ہوگا تو دوسرے کی نفی ہوگی، ایک ایسے کرے گا تو دوسرا ایسے کرے گا (حضرت والا نے ہاں اور نہیں کے انداز میں گردن ہلا کر بتایا) دونوں کی گردن مل نہیں سکتی، معانقہ بھی گیا۔ ایسا فانی غم ٹھکرانے ہی کے قابل ہے۔ اللہ کی محبت کا لازوال غم حاصل کرو جو دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ لذیذ ہے، غیر محدود ہے، غیر فانی ہے جس کی لذت میں کبھی زوال نہیں آتا۔

ولی اللہ بننے کا نسخہ

ارشاد فرمایا کہ جو چار باتوں پر عمل کر لے، ان شاء اللہ ولی اللہ ہو جائے گا یہ میرا تجربہ ہے۔ نمبر۱۔ پاجامہ لنگی، کرتا ٹخنہ سے اوپر رکھو، بعض لوگ ٹخنہ سے نیچے رکھتے ہیں، کرتا اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ٹخنہ چھپ جاتا ہے۔ عبا، کرتا، پاجامہ، لنگی، پتلون اتنی لمبی پہننا جائز نہیں ہے جس سے ٹخنہ چھپ جائے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت اگر کرتا ٹخنہ سے اوپر ہو لیکن رکوع میں جب جائے تو ٹخنہ سے نیچے ہو جائے تو حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذل المجہود، ابوداؤد کی شرح میں لکھا ہے کہ ٹخنہ چھپانا اس وقت ناجائز ہے جب کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور جب جھکا ہو، بیٹھا ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے، اور عورتوں کے لیے چھپانا ضروری ہے۔ ٹخنہ نہ چھپانے کا حکم مردوں کے لیے ہے۔

دوسری بات ہے ایک مشت ڈاڑھی رکھنا۔ مٹھی اپنی ہو، حجام کی مٹھی نہ ہو، حجام کے بچے کی مٹھی نہ ہو، اب جو ڈاڑھی کٹاتا ہے ایک مشت سے کم تو گویا ڈاڑھی کو نابالغ کرتا ہے۔ اپنے بچے کو کوئی ایسی دوا کھلا دے کہ جس سے وہ ہمیشہ نابالغ رہے تو کیا کوئی ایسا کرتا ہے؟ بس سوچ لو! پھر اپنی ڈاڑھی کو کیوں نابالغ کرتے ہو جو ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرتے ہیں، کٹاتے ہیں وہ ڈاڑھی بالغ نہیں ہوتی، نابالغ رہتی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو ڈاڑھیاں کٹانے کی عادت ہے وہ ڈاڑھی نہ کٹائیں، بالغ کر لیں، ایک مٹھی جب ہوگی تو بالغ ہو جائے گی اور ایک مٹھی کے بعد کاٹ دیں تو خوبصورت لگے گی۔ قاضی ایک مشت سے ایک انگل زیادہ رکھ سکتا ہے اور قاضی القضاۃ دو انگل زیادہ رکھ سکتا ہے۔ ڈاڑھی کے بچے کو بھی کاٹنا جائز نہیں ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ کھانا کھاتے ہوئے

ڈاڑھی کے بچہ کا بال منہ میں آجاتا ہے اس لیے کیا میں ڈاڑھی بچہ کٹا سکتا ہوں؟ میں نے کہا کہ اگر آپ کا بچہ آپ کے منہ میں انگلی ڈال دے تو کیا انگلی کو کاٹ دیتے ہو یا سمجھاتے ہو کہ پیارے بچے، بابا کے منہ میں انگلی نہیں ڈالتے۔ ایسے ہی ڈاڑھی بچہ کو سمجھا دو یعنی تیل لگا کر کنگھا کر دو تو بال منہ میں نہیں آئیں گے اور مونچھوں کا حکم یہ ہے کہ اوپر کے ہونٹ کا طرفِ آخر یعنی آخری کنارہ مونچھوں سے نہ چھپنے پائے، اوّل تا آخر اس کو کھولنا ضروری ہے، یہاں تک کہ قربانی کے زمانہ میں جب کہ بال نہ کاٹنا مستحب ہے اگر مونچھوں کے بال بڑھ جائیں کہ یہ کنارہ ذرا سا بھی کراس (**Cross**) کر لیں تو اس زمانہ میں بھی مونچھوں کو کاٹنا چاہیے، کیونکہ مونچھوں کے بالوں کا ہونٹوں تک بڑھ جانا حرام ہے اور بقرعید کی یکم سے نو تک بال نہ کاٹنا سنت ہے تو سنت اور حرام کا جب تقابل ہوگا تو حرام سے بچا جائے گا۔

اور گالوں پر ڈاڑھی کے بال کہاں تک بنانا چاہیے؟ بعض لوگ گال کو فارغ البال کر لیتے ہیں اور صرف ایک لکیر رکھ لیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اوپری جبڑے کے بال بنا سکتا ہے نیچے کے جبڑے کو نہیں بنا سکتا، نیچے کا جبڑا ڈاڑھی میں داخل ہے۔ منہ کھول کر نیچے کے دانت پر انگلی رکھ لے، بیچ میں جو گڈھا ہے وہ گال ہے اس کے بال بنا سکتا ہے۔

اب دو حکم اور ہیں آنکھوں کا اور دل کا۔ نظر کی حفاظت کیجئے، نامحرم سے نظر بچائیں، اسی طرح بے ریش لڑکوں کو بھی نہ دیکھیں چاہے حسین ہو یا غیر حسین ہو کیونکہ جب چوہے کو بلیاں دوڑاتی ہیں تو چوہا بل کے حسن کی طرف نہیں دیکھتا کہ بل سنگِ مرمر کا ہے یا نہیں، وہ دیکھتا ہے کہ بل ہونا چاہیے، بلیوں کی میاؤں سے گھبرا کر اس میں گھس جاتا ہے۔ میر صاحب کے لیے میرا شعر ہے ؎

بے کسی اے میر اس چوہے کی دیکھا چاہیے
بلیوں کی میاؤں ہو اور پاس کوئی بل نہ ہو

میرے مدرسہ میں ایک الجزائری تھا، وہ عربی بولتا تھا، اردو نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے عربی میں اس کو یہ شعر سمجھایا کہ بلیوں کی میاؤں ہوتی ہے تو چوہا کس طرح بھاگتا ہے۔ وہ بہت ہنسا اور اس نے عربی میں کہا کہ چوہا گھبرا کر بھاگتا ہے مگر مارے گھبراہٹ کے اُلٹ جاتا ہے، پھر سیدھا ہوتا ہے، پھر اُلٹ جاتا ہے۔

تو دو حکم بیان ہو گئے۔ اب دو حکم اور ہیں، آنکھ کی حفاظت اور دل کی حفاظت۔ آنکھوں کو حسینوں سے بچاؤ، نہ محبت سے دیکھو نہ غصہ سے دیکھو۔ ایک صاحب آنکھیں لال کیے ایئر ہوسٹس پر غصہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں تمہارے آفیسر سے شکایت کروں گا کہ یہ سروس اچھی نہیں کرتی، چائے میں دیر کر دی اور چینی بھی نہیں دی وغیرہ وغیرہ، تو میں نے ان کی آنکھ کو دیکھا اور اپنے تجربہ کی بنا پر سمجھا کہ غصہ کی حالت میں بھی نفس اپنا کام کرتا ہے، محبت سے تو مزہ لیتا ہی ہے لیکن غصہ میں بھی مزہ لیتا ہے، اس لیے عورتوں کو نہ غصہ سے دیکھنا چاہیے اور نہ محبت سے دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح لڑکوں کو خصوصاً جن لڑکوں میں حسن ہو اگرچہ ان کے کچھ بال ڈاڑھی کے نکل آئیں تب بھی نہ دیکھو۔ مولانا رومی کے زمانہ میں اگر دو چار بال نکل آتے تھے تو کشش ختم ہو جاتی تھی لیکن یہ زمانہ ایسا ہے کہ ایک ہزار بال کے باوجود لوگوں کو کشش معلوم ہوتی ہے۔ غرض اگر چہرہ پر کشش ہے، نمک ہے تو اس سے بچنا واجب ہے۔ تو لڑکے، لڑکیاں، عورتیں کیسی بھی ہوں ان سے بچنا چاہیے، چاہے بالکل مکروہ شکل ہو۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ایک عورت کے حمل ٹھہر گیا اور وہ بہت ہی مکروہ تھی۔ ہارون رشید کو تعجب ہوا کہ اس کو کس نے استعمال کیا، کون ایسا بدذوق ہے کہ اس پر عاشق ہو گیا۔ تحقیق کی تو (C.I.D) نے اس کے زانی کو

گرفتار کرلیا۔ وہ بھی ویسا ہی مکروہ تھا۔ **لِکُلِّ سَاقِطَةٍ لَا قِطَةٌ** ہر گری پڑی چیز کا کوئی اٹھانے والا ہے اور غیر شادی شدہ پر جب شہوت سوار ہوتی ہے تو وہ مکروہ شکل کو بھی نہیں چھوڑتا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں اور لڑکوں سے آنکھ کی حفاظت بہت ضروری، بہت ضروری، بہت ضروری ہے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے بے خوف نہ ہو ورنہ اللہ گردن پکڑ کر مروڑ دے گا، جس دن عذاب دے گا اس دن کوئی کام نہیں آئے گا۔

اور دل میں بھی گندے خیالات مت پکاؤ۔ پرانے گناہوں کو یاد کرکے مزہ لینا بھی حرام ہے، بلا ارادہ خیال آجائے تو اس خیال میں مشغول نہ ہو، اس خیال کو پاکیزہ خیال میں تبدیل کردو یا خدا کا خوف دل میں لاؤ، دوزخ اور قیامت کو یاد کرلو اور سوچو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اس کے سامنے ہمارا قلب بالکل ایسا ہے جیسے ہم آفتاب کو دیکھتے ہیں۔ نظر کی حفاظت باڈر کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل کی حفاظت ہے۔ اگر کسی ملک کا باڈر اور کیپٹل محفوظ ہو تو وہ ملک سدا سلامت رہتا ہے۔ بس جس کی آنکھیں اور قلب غیر اللہ سے محفوظ ہوگا اس کا اسلام، ایمان، احسان، سب محفوظ رہے گا ورنہ کتنا ہی حج، عمرہ ہو، کتنا ہی وظیفہ پڑھتا ہو، اگر آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا تو سمجھ لیجئے کہ ایک بدنظری سے سارا نور نکل جاتا ہے۔ اگر ہمت نہ کی تو مرتے دم تک یہ عادت نہیں چھوٹتی۔ اَسّی نوے سال کے ہوجائیں گے اور مرتے ہوئے بھی نرسوں کو دیکھ کر مریں گے۔ عادت خراب ہوجاتی ہے۔ اس لیے یاد رکھو اللہ کی دی ہوئی ہمت کو ایک نعمت سمجھ کر استعمال کرو ورنہ پھر ہمت اتنی کمزور ہوجائے گی کہ مرتے دم تک یہ مرض نہیں جائے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک اسّی سال کے بڈھے تھے، انھوں نے لکھا کہ مجھے بدنظری کا مرض ہے۔ وجہ کیا تھی؟ اللہ کی دی

ہوئی ہمت اور طاقت کو استعمال نہیں کیا، سب کو اللہ نے بچنے کی طاقت دی ہے، ہر انسان کو آنکھوں کے بچانے کی طاقت دی ہے، ہمت دی ہے مگر یہ ہمت چور ہے، یہ طاقت چور ہے جو ہمت اور طاقت کو استعمال نہیں کرتا۔

ایک بات بہت ہی دردِ دل سے واللہ قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جس دن نظر بچانے کی اور دل بچانے کی توفیق ہوگئی آپ ایمان کی حلاوت پا جائیں گے، آپ کا ایمان اور احسان اتنا بڑھ جائے گا کہ حج وعمرہ اور نفل والے سب پیچھے رہ جائیں گے، آپ اللہ کے راستہ میں سب سے آگے بڑھ جائیں گے۔ شیر ہرن کا خون پیتا ہے، کیسا لال رہتا ہے، چلتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے، سارا جنگل اس سے خائف رہتا ہے کیونکہ اس کی غذا خون ہے، آپ بھی ارمانوں کا خون، تمناؤں کا خون پی لیں، لیکن ہر تمنا کا خون پینا فرض نہیں ہے، جو تمنا، جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف ہے اس کا خون پی جائیں تو بس آپ بھی شیر کی طرح ہو جائیں گے۔ سارا جہاں آپ سے ڈرے گا، آپ کی باتوں میں اثر ہوگا، دردِ دل پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے بہت ہی دردِ دل کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ آنکھ بچانے کی ہمت کریں، دل میں احسانی کیفیت اور محبت پیدا ہو جائے گی۔ نظر کی حفاظت بہت بڑا مجاہدہ ہے لیکن حلاوتِ ایمانی اس کے بدلہ میں ملتی ہے۔ مجاہدہ بہت ہوتا ہے لیکن انعام بھی کتنا بڑا ہے۔ اگر آسان ہو تو ہر کوئی نہ کر لے۔ حسین کو دیکھ کر دل للچا جاتا ہے کہ ایک نظر دیکھ لوں۔ علامہ جوزی نے لکھا ہے کہ اللہ نے بصارت کی مٹھاس لے کر بصیرت کی مٹھاس دے دی، اب سمجھ لیجئے کہ یہ کتنا بڑا انعام ہے، ہزاروں سال کی عبادت سے یہ نعمت نہیں ملتی، آپ نظر بچانے کی مشق کیجئے پھر اس کا پھل اور اس کا انعام دیکھئے۔ اللہ نے مردہ لاشوں سے نظر کی حفاظت کرا کے اس کے بدلہ میں خود اپنی ذات کو دے دیا۔ خونِ آرزو کا خوں بہا اللہ ہے۔ حلاوتِ ایمانی کیا چیز

ہے؟ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر اللہ مل جاتا ہے، اللہ مل جاتا ہے، اللہ مل جاتا ہے نظر کے بچانے سے۔ پھر بتاؤ اللہ کے مقابلہ میں نظر بچانا کیا مشکل ہے۔ کنکر پتھر کے بدلہ میں اگر کروڑوں کا موتی مل جائے تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے؟ ان حسینوں کو بڑھاپے میں تم خود چھوڑنے والے ہو تو جس چیز سے تم بھاگنے والے ہو، اس سے آج جوانی میں اللہ کے خوف سے اللہ کے لیے نظر کو بچالو، اِن شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ مل جائیں گے۔ اللہ نے خونِ تمنا کا خوں بہا اپنی ذات کو رکھا ہے۔ ان مردہ لاشوں کے لیے، مرنے والی لاشوں کے لیے، سڑنے، گلنے، والی لاشوں کے لیے اللہ سے محروم ہوتے ہو! اور مرنے سے پہلے ہی بڑھاپے میں جب ان کے گال پچک جائیں گے تم ان کو نہیں دیکھو گے تو اس وقت کوئی اجر نہیں ملے گا آج بچو گے تو اللہ کو پاجاؤ گے۔ اس وقت اپنی طبعی نفرت سے نہ دیکھو گے، طبیعت کا غلام اللہ کا غلام نہیں ہے۔ اللہ کا غلام وہ ہے کہ جب طبیعت جوان ہو اور دیکھنے کو جی چاہے مگر پھر بھی نہ دیکھے اللہ کے خوف سے۔ یہ کیا کہ معشوق بڈھا ہو گیا تو بھاگ نکلے۔ یہ کمینہ آدمی ہے، بے غیرت ہے۔ عین جوانی کے وقت گناہ سے بچنا اللہ والوں کا کام ہے ورنہ کافر بھی جب بڈھا ہو جاتا ہے یا بڈھی ہو جاتی ہے تو کافر دیکھتا ہے؟ بتاؤ! ہندو، یہودی، عیسائی ستر برس کی بڑھیا کو دیکھتا ہے للچائی ہوئی نظر سے؟ تو تم نے اگر ستر برس میں چھوڑ دیا تو کیا کمال کر دیا۔ ہندو، یہودی اور عیسائی کی مشابہت کر لی، جوانی میں حسینوں سے بچنے کی مشق کرو۔ دیکھو قربانی جاندار جانور کی اچھی ہوتی ہے، تم جب تگڑے ہو اس وقت قربانی پیش کرو تو تم اللہ کے نزدیک مقبول ہو جاؤ گے بس اب میری تقریر ختم۔

ہمارے سارے اعضاء اللہ کے غلام ہیں۔ بِجَمِیْعِ اَعْضَاءِ ہٖ وَ بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِ ہٖ ہم اللہ کے غلام ہیں لہٰذا ہمارے ہر عضو سے اللہ کی غلامی ظاہر

ہو، ہماری آنکھوں سے، ہماری زبان سے، ہمارے ہاتھ پاؤں سے، ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ سے اللہ کی غلامی کے آثار ظاہر ہوں اور ہم اپنی آنکھوں پر، اپنے دل پر، اپنے ظاہر و باطن پر اللہ کے قانون کو نافذ کریں۔ اگر محروم مرنا ہے تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ بدنظری میں اپنی جان دے دیں، لیکن اگر کامیاب زندگی چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھوں کو غیر محرم سے بچاؤ۔ دیکھو سب لوگ عہد کرو کہ یا اللہ تیرے حکم کے تابع رہیں گے، اپنی آنکھوں کو بھی آپ کا غلام بنائیں گے اور دل کو بھی۔ غلام کو آقا کے تابع ہونا چاہیے، غلام آقا کا تابع ہو تو وہ انعام یافتہ کہلاتا ہے، اور جو نافرمان ہو سزا یافتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمت اور توفیق دے دے کہ نامحرم پر نظر نہ ڈالیں، کسی حسین کو نہ دیکھیں، اللہ تعالیٰ اس کی ہمت، اس کی توفیق دے دے اور اپنی رحمت سے اپنا بنالے، اللہ سارے احکام پر عمل نصیب فرمائے اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ایمان کی حلاوت دل کو عطا فرمائے اور اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

مغرب کی نماز کے بعد مدرسہ کا ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا جو حضرت والا کی زیارت کے لیے آئے تھے۔ نماز پڑھ کر حضرت والا ہال میں تشریف لائے اور اپنے ارشادات سے مستفیض فرمایا۔

مجلس بعد مغرب مدرسہ کے ہال میں

حفاظتِ نظر کا انعام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ارشاد فرمایا کہ صحابہ نے جب ملکِ شام فتح کیا تو کس طرح فتح ہوا۔ شام کا حسن مشہور ہے، سبزہ آمیز ہوتا ہے، گرین (Green)۔

عیسائیوں نے اپنی خوبصورت لڑکیوں کو سجا کر دورویہ کھڑا کر دیا کہ صحابہ جب گذریں گے تو بدنگاہی کریں گے اور اللہ کی مدد ان سے ہٹ جائے گی تو فتح نہیں کرسکیں گے، یہ اسکیم بنائی، لیکن جب صحابہ گذرے تو سپہ سالار نے یہ آیت پڑھ دی قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کرلیں۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی ابھی نازل ہورہی ہے۔ جب صحابہ اس طرف سے نیچی نگاہ کر کے گذر گئے تو لڑکیوں نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ آپ کی چال بے کار گئی۔ وہ لوگ تو فرشتے ہیں فرشتے! انہوں نے ہماری طرف دیکھا بھی نہیں اور محض اس عمل کی برکت سے بغیر جنگ کیے ہوئے فتح ہوگئی۔

آہ! صحابہ نے دین پر اپنی جانیں دے دیں اور خونِ شہادت قبول کرلیا اور ہم لوگ نگاہ نیچی کرنے سے کتراتے ہیں اور نگاہ کو لید کے مقام پر پلید کرتے ہیں، پیشاب پاخانے کے مقام کے بدلہ میں آہ! اللہ سے خود کو محروم کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی قیمت ابھی ہمارے دلوں میں نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اگر دل میں ہو تو معلوم ہو کہ یہ حکم کس کا ہے، جس نے آنکھ پیدا کی اور آنکھ میں روشنی کا خزانہ رکھا، سیاہ پتلی میں روشنی رکھی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرتِ قاہرہ کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ سیاہی میں روشنی رکھ دی جبکہ سیاہی اور روشنی میں تضاد ہے اور پھر حکم غضِ بصر کا دیا۔ کیا اللہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آنکھ دے اور آنکھ کے متعلق حکم نافذ نہ کرے۔ جس نے آنکھ بنائی اس نے آنکھ کے لیے حکم نافذ کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھ کی حفاظت کریں اور کسی نامحرم، کسی اجنبیہ، کسی کی بہن، کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو نہ دیکھیں، اس لیے کہ جو لوگ خود نظر باز ہیں، اگر ان کی بیوی، ان کی بہن، ان کی ماں، ان کی

خالہ اور ان کی پھوپھی کو کوئی دیکھے تو ان کو بھی برا معلوم ہوگا۔ پس ہم نے تو وہی حکم نازل کر دیا جو تم چاہتے ہو، جو تمہاری چاہت کے مطابق ہے۔ تم جب کسی کو دیکھتے ہو تو تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، کیا بات ہے کہ جانور کی طرح سے زندگی گذارتے ہو، جہاں چاہتے ہو دیکھتے ہو حالانکہ جس نے آنکھ بنائی ہے اسی کا تو قانون ہے کہ کہاں دیکھو، کہاں نہ دیکھو۔ جہاں ہم کہیں وہاں دیکھو اور جہاں ہم منع کر دیں وہاں مت دیکھو ورنہ ہم تمہاری آنکھ اندھی کرنے پر قادر ہیں، تمہاری آنکھ کو بے نور کرنے پر قادر ہیں۔ بتاؤ کوئی بدنظری کرے اور اس کی آنکھ کی روشنی اللہ چھین لے تو پھر کیا ہوگا؟ کیا پھر دیکھ سکتا ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ مردہ لاشوں کے پیچھے مردہ خور بنے ہوئے ہو۔ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ان مردہ لاشوں کی خاطر اللہ کو نہ چھوڑیئے، نظر خراب کر کے اللہ کو ناراض نہ کیجئے۔ نافرمانی سے کچھ نہیں پاؤ گے سوائے اس کے کہ تمہیں اللہ کا نافرمان لکھ دیا جائے گا۔ یہ بھی تو سوچو کہ مردہ لاش کو دیکھا، چلو صرف دیکھا ہی نہیں حاصل بھی کر لیا تو مردہ کی خاطر اس زندہ حقیقی کو چھوڑ دیا اور یہ مردے ہیں یا نہیں؟ کل مریں گے اور گل سڑ کے ختم ہوں گے تو آج ہی سمجھ لو کہ مرے ہوئے ہیں۔ ان مردہ لاشوں کی چمک دمک کو مت دیکھو، اللہ کو دیکھو کہ وہ کتنا حسین، کتنا صاحبِ جمال ہے کہ کروڑوں لیلاؤں کو پیدا کرتا ہے اور فنا کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان لیلاؤں کا حسن فانی ہے۔ باقی، پائیدار اور ہمیشہ رہنے والا حسن اللہ کا ہے۔ لہٰذا ان لاشوں سے فروخت ہو کر خود کو ذلیل نہ کرو کیونکہ جن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہو وہ بھی حقیر سمجھتی ہیں کہ کوئی نہایت بدمعاش ہے اور اگر نظر بچالو چاہے ہیتھرو ائیرپورٹ پر یا فرینکفرٹ ائیرپورٹ پر تو ان عورتوں کے دل میں تمہاری عزت اور وقار پیدا ہو جائے گا کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں، خدا سے ڈرنے والے لوگ ہیں جو ہماری

صورت کو نہیں دیکھتے جب کہ ہماری صورت کو دیکھنے کے لیے بڑے بڑے بادشاہوں کی رال ٹپک جاتی ہے۔

فانی لذت اور باقی لذت کا فرق

ارشاد فرمایا کہ ستراسی سال کے بعد میاں بیوی خواہ کتنے ہی حسین ہوں مگر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم، ٹک ٹک دیکھتے ہیں اور دم نہیں مارتے کیونکہ مارنے کا دم نہیں رہتا اور بزبانِ حال کہتے ہیں ؎

لینے دینے پر ڈالو خاک
کرو محبت پاک

بس سمجھ لو ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ ساری صحبتیں خاک ہو جائیں گی۔ ہمارے ایک دوست نے جو اس وقت یہاں موجود ہیں لندن میں ایک شادی کی جو پچیس سال کی عمر کی ہے اور خود باون سال کے ہیں تو میں نے ان کے متعلق لندن میں ایک شعر بنایا تھا کہ ؎

وہ ففٹی ٹو ہے لیکن طاقتِ ٹو فائیو رکھتا ہے
اگرچہ شیخ ہے ظالم مگر ٹو وائف رکھتا ہے

لندن کے ماحول اور بے پردگی کی وجہ سے مجبور تھے اس لیے انہوں نے دو شادیاں کرلیں۔ لیکن ہم کو بنگلہ دیش میں ایک آدمی اپنی لڑکی دے رہا تھا اور وہ بڑھا خوبصورت تھا، لڑکی بھی خوبصورت ہوگی مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو دین کی خدمت عزیز ہے۔ اگر میں نے یہ شادی کرلی تو میں مجلس میں دین کی بات سنا رہا ہوں گا کہ تم آؤ گے کہ آپ کے بیٹے کو ڈائیریا ہو گیا ہے اس کو ڈاکٹر کے ہاں لے کر جائیے تو آپ ہم سے اس کام کو چھین لیں گے۔ اب ہم کو یہی کام عزیز ہے۔ اگر نوجوان لڑکیاں مفت میں ملیں، گفٹ میں ملیں

تب بھی میں (Reject) کردوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ یہ مزہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا، فکر کا، دین کی اشاعت کا اس کا کوئی مثل نہیں۔ اب سمجھ لو کہ اس وقت مجھے کیا نشہ آیا، سلطنت بھی اگر ہو تو قربان کردی جائے، اس مزہ کے سامنے تو سلطنت کی کوئی قیمت نہیں۔

اہل اللہ کا ادب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ للہ کرنے والوں کا ہمیشہ ادب کیا ہے کبھی ان کی شان میں بے ادبی نہیں کی خواہ وہ کسی مسلک کے ہوں جبکہ میں کیڑے نکالنا خوب جانتا ہوں، لیکن جو بھی اللہ اللہ کرتا ہے ان کے بارے میں میں زبان خاموش رکھتا ہوں۔ اللہ اللہ کرنے والوں سے میں ڈرتا ہوں کہ ان کا نام بہت بڑا نام ہے۔ اپنا نام لینے والوں پر نہ جانے وہ کب فضل فرمادیں اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمادیں اور ہدایت کا فیصلہ فرمادیں۔

سلوک کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ سلوک کا حاصل اپنی تمناؤں کا خون پینا ہے۔ جو لوگ اپنی حرام تمناؤں کا خون پیتے ہیں، اللہ کو راضی رکھتے ہیں، اپنی خواہش کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اللہ کی رضا کو آگے رکھتے ہیں وہ جدھر سے گذرتے ہیں اللہ کی خوشبو آتی ہے۔ وہی اللہ کے راستہ کے شیر ہیں۔ جس شخص کو یہ حوصلہ نہ ہو وہ ہیجڑہ ہے، لومڑی ہے، شیر نہیں ہے، اللہ کا راستہ شیر بننے سے طے ہوتا ہے، دانت پیس کر نفس پر حملہ کردو، نفس کی بری خواہش کو ہرگز نہ پوری کرو، کہہ دو کہ جیسے شیر خون پیتا ہے، اے نفس ہم تیرا خون پی لیں گے اور خونِ ارماں کیا ہے؟ نظر کی حفاظت میں غم برداشت کرنا اور دل میں گندے

خیالات نہ پکانا، ماضی کے گناہوں کو یاد کرکے لطف نہ لینا، سلوک میں یہ دو چیزیں بڑی اہم ہیں جس کو یہ حفاظت نصیب نہیں وہ ولی نہیں ہوسکتا، بغیر ولایت کے مرے گا اگر توبہ نہ کی کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہوسکتی۔

ایک شخص میرے پاس آیا، میں نے پوچھا کہاں رہتے ہو، کہنے لگا منظور کالونی میں۔ میں نے کہا کہ دیکھو ناظر کالونی میں نہ رہنا۔ پھر میں نے ایک شعر کہا کہ ؎

اخترؔ وہی اللہ کا منظورِ نظر ہے

دنیا کے حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا

یہی پرچہ مشکل ہے، ہمارے یہاں یہی حل کیا جاتا ہے اور اس سے آدمی بہت جلدی اللہ والا بنتا ہے۔ تھوڑا سا غم اٹھالیا اور اس کے بدلہ میں اللہ مل گیا تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے۔ کیوں بھائی، اگر کسی عورت کو آتا دیکھ کر نظر نیچی کرلی تو کیا جان سے مرگئے؟ آدھی جان لے کر اللہ تعالیٰ نظر کی حفاظت کی برکت سے جان میں سو جان عطا کرتا ہے، ایسی تجارت کہاں ہے، کون ہے ایسا کریم مالک۔ نظر بچانے کا مزہ اگر حقیقت میں کھل جائے تو واللہ کہتا ہوں کوئی بدنظری نہ کرے اگر نظر بچانے کا مزہ پاجائے، بس ہمت کرو، ہمت اللہ نے دی ہے۔

اِصلاح سے محرومی کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ جو اہل اللہ کے ساتھ رہے اور اس کی اصلاح نہ ہو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو نہیں توڑتا اور چھپ چھپ کر گناہ کرتا ہے۔

فریبِ مجاز

ارشاد فرمایا کہ مجاز زبردست دھوکہ ہے۔ دیکھو! سولہ سال کے لڑکے پر ایک شخص عاشق ہوگیا۔ اس کے تِل پر سمرقند و بخارا فدا کررہا ہے۔

وہی لڑکا جب پچاس سال کا ہوگیا، بال سفید ہوگئے تب وہ آیا اور اس نے کہا کہ سمرقند و بخارا آپ مجھ پر فدا کرنے کے لیے کہا کرتے تھے اب سمرقند و بخارا کا کچھ حصہ ہی دے دیجئے، بخارا نہ دے سکیں تو سمرقند دے دیجئے، سمرقند نہ دے سکیں تو بخارا دے دیجئے کیونکہ آج کل کڑکی ہے، کنبہ بڑا ہے، بارہ پوتوں کا دادا ہوں، نونواسوں کا نانا ہوں۔ تو قدیم عاشق نے کہا کہ اب میں بخارا تو کیا آلو بخارا بھی نہیں دے سکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ کہا کیونکہ تجھ کو دیکھ کر بخار آرہا ہے۔ تو جو فانی چیزیں ہیں ان پر فدا ہونا اُلو پنا ہے، عشقِ مجازی کیا ہے، بیوقوفی، اُلو پن اور انٹرنیشنل گدھا پن ہے۔ ایسے ہی پندرہ سال کی لڑکی کو دیکھ کر بادشاہوں کی رال ٹپک رہی ہے لیکن جب وہ اسی سال کی ہوکے آئے گی، آنکھیں اندر دھنسی ہوئی، ناک چپٹی اور منہ سے رال بہہ رہی ہے اور لٹھیا ہاتھ میں ہے، کمر جھکی ہوئی ہے اور پونے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہے، بتاؤ! اب رال بہے گی بادشاہوں کی؟ تو حسن کا یہ انجام ہونے والا ہے۔ وہ شخص انٹرنیشنل ڈنکی اینڈ منکی ہے جو حسنِ فانی پر مرتا ہے۔ عقل کی بین الاقوامی، انٹرنیشنل تعریف انجام بینی ہے۔ جو انجام پر نظر رکھے وہ عقلمند اور جو انجام پر نظر نہ رکھے وہ بے وقوف ہے، بین الاقوامی بے وقوف ہے، اور اللہ باقی ہے جس پر کبھی فنا نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہی عقلمند ہیں۔

دعا کرو کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے بیان کیا اس پر سب سے پہلے مجھے توفیق دیجئے، ہمت عطا فرمائیے عمل کرنے کی اور میرے سب دوستوں کو، میرے متعلقین کو اور ان کے متعلقین کو توفیق دیجئے اور اپنی محبت میرے دل میں اور میرے دوستوں کے دل میں اور میرے متعلقین کے دل میں اتنی زیادہ ڈال دیجیے کہ آپ کے ہر حکم پر عمل کرنا آسان ہوجائے، نظر کی حفاظت کیا چیز ہے جان دینا بھی آسان ہوجائے۔ ہمیں جذب فرما کر اپنا بنالے، عمل کی توفیق

عطا فرمادے اور خاص کر مشکل پرچہ آنکھوں کی حفاظت بالکل آسان کردے اور آنکھ کھولنا حسینوں کے سامنے مشکل کردے اور آنکھ بچانا آسان کردے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

۸؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ

آج مغرب کے بعد حضرت والا کی زیارت کے لیے آنے والوں کا مجمع بہت زیادہ تھا تقریباً دو ہزار آدمی تھے جو مدرسۃ البنات کے بڑے ہال میں نہیں سما سکتے تھے اس لیے مولانا یونس پٹیل صاحب کی درخواست پر حضرت والا مسجدِ نور تشریف لے گئے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت والا کے ارشادات جاری رہے۔ درمیان میں مولانا منصور الحق ناصر صاحب انگریزی میں ترجمہ فرماتے رہے۔

۹؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

مجلس در پارک ڈربن بوقتِ صبح

آج بروز اتوار اسٹینگر کے لیے روانگی کا نظم تھا۔ حضرت والا حسبِ معمول فجر کے بعد ڈربن کے (Botonical Garden) میں سیر کے لیے تشریف لے گئے جہاں زائرین کا بہت بڑا مجمع تھا۔ پارک کے اندر تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب نے فرمایا کہ ڈربن کی تاریخ میں پارک میں مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی کے سہارے کچھ دیر چہل قدمی فرمانے کے بعد حضرت اقدس آرام دہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے جس پر نرم گدّے لگا دیئے گئے تھے اور سامنے قالینوں پر پورا مجمع بیٹھ گیا، موسم میں خوشگوار خنکی تھی اور ہوا بھی نرم سیر تھی۔

منہ پر تعریف کے متعلق حدیث کی تشریح

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ فِیْ وَجْهِهٖ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِهٖ﴾

(کنز العمال، ج: ۱، رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

جب مومنِ کامل کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ اس کا ایمان کامل ہوتا ہے تو تعریف سے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ وہ اپنی تعریف کو اللہ کی تعریف سمجھتا ہے، اپنی تعریف نہیں سمجھتا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تعریف کی صرف چار قسمیں ہیں، پانچویں کوئی قسم نہیں ہے اور چاروں اللہ کے لیے خاص ہیں۔ تعریف کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) بندہ بندے کی تعریف کرے۔ (۲) بندہ اللہ کی تعریف کرے۔ (۳) اللہ بندے کی تعریف کرے۔ (۴) اللہ خود اپنی تعریف کرے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اگر کسی کمہار کے برتن کی تعریف کی جائے تو اصل میں وہ کمہار کی تعریف ہے۔ مٹی کے برتن بنانے والے کو کمہار کہتے ہیں۔ اگر کوئی برتن پھولنے لگے کہ واہ میری تعریف کی جارہی ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔ اسی لیے جو خام اور کچے لوگ ہیں، غیر عارف ہیں وہ اپنی تعریف سے پھول جاتے ہیں۔ اگر اندیشہ ہو کہ گدھے کی طرح پھول جائیں گے تو ایسوں کے سامنے ان کی تعریف نہ کرے لیکن تعریف مطلق منع نہیں ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں ہے کہ اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ فِیْ وَجْهِهٖ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِهٖ کہ جب مومن کی تعریف کی جاتی ہے اور مومن سے مراد مومنِ کامل ہے کیونکہ اَلْمُطْلَقُ اِذَا اُطْلِقَ یُرَادُ بِهِ الْفَرْدُ الْکَامِلُ جب کوئی چیز مطلق بولی جائے تو مراد اس کا فردِ کامل ہوتا

ہے۔ معلوم ہوا کہ مومنِ کامل کو تعریف سے ضرر نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے اور اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری تعریف نہیں ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو رہی ہے جس نے مجھے بنایا ہے۔ اس کو اپنی حقارت اور اللہ کی عظمت کا استحضار بڑھ جاتا ہے۔ اگر تعریف مطلق منع ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ فرماتے کہ تعریف سے مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اکابر نے اپنے لائق شاگرد کی جلسوں میں تعریف کی ہے کہ ہمارا یہ شاگرد ماشاء اللہ بہترین طالبِ علم ہے، بہت لائق ہے، بڑا ذہین ہے، بہت متقی ہے وغیرہ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب تمہارے منہ پر کوئی تعریف کرے تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ تو کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ جب استاد نے کسی شاگرد کی تعریف کی تو وہ شاگرد مٹی تلاش کرنے لگا ہو اور پڑیا میں مٹی لا کر استاد سے کہا ہو کہ استاد جی منہ کھولو، میں آپ کے منہ میں مٹی ڈالوں گا۔

منہ کھولنے پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ کراچی میں ایک علاقہ ہے لالو کھیت۔ وہاں ایک پٹھان نے دیکھا کہ ایک آدمی مچھر کی دوا بیچ رہا تھا اور ایک گھنٹہ میں سو روپے کما لیے۔ اس نے سوچا کہ ہم دن بھر بلاک ڈھوتے ہیں، خون پسینہ بہاتے ہیں تو سارے دن میں دس روپے ملتے ہیں لہٰذا چلو ہم بھی قسمت آزما لیں۔ اس نے راکھ کی پچاس پڑیاں بنا کر تھیلے میں رکھ لیں اور کہا کہ یہ پڑیا مچھروں کی دوا ہے، ایک مچھر نہیں رہ سکتا۔ دو روپے کی ایک پڑیا ہے مچھروں سے نجات دلانے والی۔ وہیں ایک لکھنؤ کے آدمی شیروانی پہنے بٹن لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ بھی پٹھان کے چکر میں آ گئے اور دو روپے کی پڑیا لے لی۔ جب مجمع ختم ہو گیا تو لکھنؤ والے صاحب کو خیال آیا کہ میں نے اس کا طریقۂ استعمال تو پوچھا ہی نہیں، وہ دوڑے اور پٹھان کو پکڑ کر پوچھا کہ اس کی ترکیبِ استعمال تو بتا دو کہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تم اتنا بھی نہیں جانتا،

عجب بے وقوف آدمی ہو۔ ارے مچھر کو پکڑو، پھر اس کا منہ کھولو، ایسا ما فک (موافق) کھولو۔ جب منہ کھول دے تو پڑیا اس کے منہ میں ڈال دو۔ پھر بھی اگر نہ مرے تو ہمارے پاس لاؤ، ہم مارے گا، ہم ذمہ لیتا ہے۔ ایسے ہی حرام کا دو روپیہ ہم تھوڑی لیتا ہے۔

تو منہ پر تعریف کرنا مطلق منع نہیں ہے۔ اس کا حکم بہت وسیع ہے لیکن لوگ سمجھتے نہیں۔ تنگ نظر، تنگ دل، تنگ عقل بے وقوفی کی بات کرتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے اکابر نے اپنے چھوٹوں کی تعریف کی ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے صحابہ کی تعریف فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ کے ماموں تھے کہ سعد میرے ماموں ہیں، لائے کوئی میرے ماموں جیسا اپنا ماموں! اور فرمایا کہ سعد یہ تیر لو اور اس کافر کو مارو جس نے مسلمانوں کا دل جلا رکھا ہے۔ انہوں نے نشانہ لیا تو وہ کافر دھڑام سے گر پڑا اور اس کی لنگی کھل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں اور حضرت سعد ابن ابی وقاص کی آپ نے تعریف فرمائی کہ میرے سعد کا تیر خطا نہیں کرتا اور دعا فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ﴾

(کنز العمال، ج:۸، رقم الحدیث: ۳۶۶۴۴)

یا اللہ! اس کا نشانہ صحیح فرما اور اس کی دعا قبول فرما چنانچہ صحابہ اس وجہ سے ان کی تعریف کرتے تھے اور ان سے دعائیں کراتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے مستجابُ الدعوات ہونے کی دعا فرمائی۔

اسی طرح کافروں کے مقابلہ میں حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار سنائے تو آپ نے فرمایا ماشاء اللہ اور دُعا دی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب الشعر فی المسجد، رقم الحدیث ۴۳۴)

اے اللہ! جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔ احادیث میں خلفاء راشدین اور دوسرے کتنے صحابہ کی تعریفیں ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں اور اسماءُ الرِّجال میں سب لکھا ہوا ہے۔

یک من علم را دہ من عقل باید یعنی ایک من علم سمجھنے کے لیے دس من عقل چاہیے۔ منہ میں مٹی ڈالنے کا مطلب یہ نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ منہ پر تعریف کرنا مطلق منع ہے۔ اس حدیث کی شرح بڑی کتابوں میں ہے کہ جو لوگ تعریف کر کے دنیوی نفع یا مال حاصل کرتے ہیں ان کی تعریفوں کا کوئی اثر نہ لو، دوسرے کی تعریف سے اپنے کو کچھ نہ سمجھو کہ ہم واقعی ایسے ہیں بلکہ سمجھو کہ سب اللہ کی تعریف ہورہی ہے۔ کوئی بڑا تعریف کرے تو سمجھو کہ یہ ان کی دعا ہے اور جو تعریف اپنے دنیوی فائدہ مال وغیرہ کے لیے کرے تو اس سے متأثر نہ ہو، نہ اس کو کوئی انعام دو تو گویا اس کے منہ میں تم نے مٹی ڈال دی۔

تقویٰ کے بعض انعام

ارشاد فرمایا کہ ایک بات بتائیے کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے سب کام آسان ہوجائیں؟ اور کیا چاہتے ہیں کہ کوئی مشکل نہ پیش آئے اور ہر مشکل سے نکل جائیں اور تیسرے کیا آپ چاہتے ہیں کہ روزی ایسی جگہ سے ملے کہ جہاں آپ کو سان وگمان بھی نہ ہو؟ مجمع نے عرض کیا کہ ضرور چاہتے ہیں تو فرمایا کہ اگر یہ چاہتے ہیں تو تقویٰ اختیار کیجئے گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔ یہ میں نہیں کہتا، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۴)

جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے کاموں میں آسانی کر دیتا ہے اور:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً ﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۲)

جو گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل اور پریشانی سے مخرج (Exit) عطا فرما دیتے ہیں اور ہر مشکل سے نکال دیتے ہیں اور:

﴿وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۳)

اور متقی کو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

اس لیے جب کوئی مشکل پیش آئے تو سوچو کہ کوئی گناہ تو نہیں ہو گیا خصوصاً اِس زمانہ میں آنکھ کا گناہ جو ہے بڑے بڑے لوگ مقطع صورت، گول ٹوپی رکھتے ہوئے اس گناہ میں مبتلا ہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ بہت کم لوگ ہیں جو بدنظری سے بچتے ہیں کیونکہ اس کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں۔ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ کا حکم نازل نہ کرتے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زِنا نہ فرماتے اور ناظر اور منظور کو لعنت کی بددعا نہ دیتے۔ بس آج سے توبہ کرلو اور ارادہ کرلو کہ ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے، کرسچن عورت ہو یا مسلمان عورت کسی کو نہیں دیکھیں گے۔ دانت پیس کر نفس سے کہو کہ اے نفس ظالم ہم تیرا خون پی لیں گے۔ اگر اس کو تکلیف ہوتی ہے تو ہونے دو کیونکہ نفس دشمن ہے۔ بتایئے! دشمن کی تکلیف سے آپ خوش ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر دشمن خوش ہو اور مسکرا رہا ہو تو آپ ڈر جاتے ہیں کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور دشمن غمگین ہو اور رو رہا ہو تو آپ خوش ہوتے ہیں۔ نفس روئے تو خوش ہو جاؤ کہ دشمن کا رونا ہی اچھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔ اس کو جتنی بھی تکلیف ہو ہونے دو۔ نفس کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف کیوں سمجھتے ہیں۔ یہ آپ کو تکلیف نہیں ہورہی ہے آپ کے دشمن کو ہورہی ہے۔ جس تکلیف سے اللہ مل جائے وہ مبارک تکلیف ہے، اللہ کے مقابلہ میں کوئی تکلیف کچھ نہیں ہے۔ اللہ ملتا ہے نظر بچانے سے، خوب سمجھ لو اللہ ملتا ہے نظر بچانے سے۔

پھر کہتا ہوں، درد دل سے کہتا ہوں کہ نظر خراب کر کے اللہ کو نہ چھوڑیئے، ان مردہ لاشوں کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کیجئے، سوچو کہ مردہ لاش کو دیکھا اور اللہ کو چھوڑا۔ آہ! کیا کھویا اور کیا پایا؟ اللہ کے بدلہ میں مردہ کو لے لیا۔ یہ سب مردہ ہیں یا نہیں؟ گل سڑ کے ختم ہو جائیں گے۔ جو کل مریں گے آج ہی سمجھ لو کہ مرے ہوئے ہیں۔ ان مردہ لاشوں کی چمک دمک کو مت دیکھو کہ عارضی ہے، اللہ کو دیکھو کہ کتنا حسین ہے، اس کا حسن پائیدار ہے، لازوال ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے لیکن اللہ اُسی کو ملتا ہے، اللہ کے حسنِ غیر فانی اور جمالِ لازوال کا اِدراک اُسی دل کو ہوتا ہے جو اللہ کے خوف سے ان حسینوں سے نظر بچاتا ہے مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ پر یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ کا وعدہ ہے۔ یاد رکھو کہ نظر بچانے سے دل کی آرزو ٹوٹ جاتی ہے، شدید غم ہوتا ہے کیونکہ ان حسینوں میں حسن اور کشش اللہ ہی نے رکھی ہے تو اس کو چھوڑنے کے بدلہ میں اپنی ذاتِ پاک کو دے دیا کہ تم ہماری مٹھاس اور شیرینی کو پا جاؤ گے، یجد کا لفظ فرمایا کہ تم واجد ہو گے اور تمہارے دل میں اللہ موجود ہوگا۔ یہ خیالی باتیں نہیں ہیں، یہ ظنّیات نہیں ہیں یقینیات ہیں۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عمل کر کے دیکھو اللہ کو موجود پاؤ گے اور اس کی حلاوت کو محسوس کرو گے۔ لہٰذا گناہوں سے بچو، اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں ہر کام کی آسانی رکھی ہے اور مشکلات و مصیبت کی دوری رکھی ہے اور رزق بے حساب رکھا ہے۔

اللہ کا اسم اور مسمّٰی لازم وملزوم ہے

اس کے بعد پارک سے واپسی ہوئی کیونکہ ناشتہ کے بعد اسٹینگر روانگی کا نظم تھا۔ حضرت والا، مولانا یونس پٹیل صاحب کے مدرسہ میں اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور احقر راقم الحروف کو طلب فرمایا کہ میر کہاں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دوسرے کمرہ میں ہے۔ فرمایا کہ بلاؤ میر کو کہ تمہارا نام لیا جارہا ہے۔ اسم حاضر مسمّٰی غائب۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا پیارا ہے کہ جہاں ان کا اسم ہوتا ہے مسمّٰی بھی وہیں ہوتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ضروری نہیں کہ اسم کے ساتھ مسمّٰی لازم ہو۔ ممکن ہے کہ اسم ہو اور مسمّٰی نہ ہو لیکن صرف اللہ کا نام ہے کہ مسمّٰی بھی وہیں ہوتا ہے۔ جہاں بھی اللہ کا نام لو اللہ وہاں موجود ہوتا ہے۔

ناشتہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے صبح جنوبی افریقہ کے اس سفر کے داعی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے خلیفہ جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے شہر اسٹینگر کے لیے روانگی ہوئی اور دس بجے کے قریب یوسف صاحب کے مکان پر آمد ہوئی، عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک حضرت والا نے مجلس فرمائی۔

شب ۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۲۰۰۲؁ء بروز اتوار

مجلس بعد مغرب بر مکان جناب یوسف ڈیسائی صاحب اسٹینگر

عذابِ الٰہی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو دنیا ہی میں جہنم کا مزہ چکھنا ہو وہ ظالم عشقِ مجازی میں جری ہوجائے اور کسی اَمرَد یا کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا

ہو جائے۔ اس لیے فرمایا کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور انسان یہ بھی نہیں سوچتا کہ جو آج لڑکا ہے وہ کل نانا ابو ہونے والا ہے۔ جب وہ نانا ابا بن جائے گا، چھوٹے چھوٹے بچے اس کو نانا کہیں گے کیا تب بھی تم اس سے کہو گے کہ میں تم پر عاشق ہوں؟ افسوس ہے کہ انسان کو مستقبل کا خیال نہیں آتا، بس بل کا خیال ہوتا ہے۔ بل کے لیے بلبلاتا ہے اور تل کے لیے تلملاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکی خوبصورت ہے تو وہ نانی اماں ہونے والی ہے، پھر کیا منہ اس قابل رہے گا، پھر کیا نانی اماں کو منہ دِکھا سکو گے۔ لڑکا نانا ابا ہونے والا ہے، دادا ابا ہونے والا ہے، لڑکی نانی اماں اور دادی اماں ہونے والی ہے۔ پھر کہاں جاؤ گے اپنا کالا منہ لے کر؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اس لیے مستقبل پر نظر رکھو کہ آئندہ کیا ہوگا، اس وقت نقد تو مزہ ہے لیکن آئندہ تو عذابِ الٰہی ہے اور نقد بھی عذاب ہے۔ عاشقِ مجاز کو نقد عذابِ الٰہی ملتا ہے کہ تڑپتا رہتا ہے، اسی میں جلتا رہتا ہے، نیند بھی نہیں آتی، سکون بھی چھن جاتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

عاشقِ مجاز کے دل پر ہر وقت عذاب رہتا ہے اور دنیا میں بھی عزت نہیں ملتی۔ اللہ کے عاشقوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور مجاز یعنی غیر اللہ کے عاشقوں کے سر پہ جوتے مارے جاتے ہیں، کتنا فرق ہے۔ اللہ کے

عاشقوں کے جوتے اٹھانا ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا ہے اور غیر اللہ سے دل لگایا کسی لڑکے سے کسی لڑکی سے اور اس کے ماں باپ یا بھائیوں کو پتہ چل گیا تو اس کے سر پر جوتے ماریں گے۔ یہ کیا کم لعنت ہے؟

حسنِ مجازی سے نجات دلانے والا شعر

ارشاد فرمایا کہ میرا امریکہ کا سفر ہو رہا تھا تو جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر ایک لڑکی بہت ہی نازک، بہت ہی شوخ، بہت ہی بدتمیز اس نے اس قدر آفت مچادی کہ ہمارے احباب پریشان ہو گئے، کبھی بے ضرورت آ کر منہ سے منہ ملا کر بات کرتی پھر مڑ کر جاتی اور پیچھا دِکھاتی۔ میں نے کہا کہ اس کو دیکھو ہی مت اور آنکھ بند کر کے میرا شعر پڑھو لیکن دیکھو مت کیونکہ دیکھنے کے بعد عقل خراب ہو جاتی ہے، کوئی فائدہ قرآنِ پاک اور حدیثِ پاک کا نہیں پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَا رَأَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَا کُنَّ الخ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۴۴، کتاب الحیض، باب ترک الحیض الصوم)

عورتیں آدھی عقل کی ہیں مگر پوری عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں اور دیکھنے سے جب عقل ہی سلامت نہیں رہے گی تو جو گناہ کر لے وہ کم ہے تو میں نے کہا کہ اُدھر دیکھو مت اور آنکھ بند کر کے میرا یہ شعر پڑھو، دیکھنے سے شعر کا فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ شعر یاد کرلو، بڑے کام کا ہے۔ میرا شعر کوئی ہنسی مذاق کے لیے نہیں ہے، اِصلاح کے لیے ہے ؎

آگے سے موت پیچھے سے گو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

عورتوں کے آگے سے موت نکلتا ہے اور پیچھے سے گو اور یہی حال لڑکوں کا بھی ہے اور عورتیں تو کسی وقت حلال ہو سکتی ہیں مثلاً شوہر مر گیا، آپ نے نکاح کے

لیے پیغام دے دیا، اس نے قبول کرلیا، ایجاب وقبول ہوگیا اور کام بن گیا لیکن لڑکا کبھی حلال نہیں ہوسکتا، جتنی زیادہ عمر ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی حرمت سمجھ میں آجائے گی، جیسے جیسے عمر بڑھے گی بابا بنا پھر دادا بنا پھر پردادا بنا پھر قبر میں ختم ہوگیا پھر اپنے منہ پر جوتے مارنے کو دل چاہے گا کہ ہم نے کہاں اپنی زندگی ضائع کی۔ لیکن اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ عین شبابِ حسن کے وقت نظر کو بچالو، غم اٹھالو اور اس غم کے بدلہ میں اللہ کو پالو، دونوں جہان بنالو۔

خوبصورت الفاظ، گندے معانی

ارشاد فرمایا کہ ان مجازی شاعروں نے امت کا اور بیڑا غرق کردیا۔ خوبصورت الفاظ کے پیچھے مطلب گندا ہوتا ہے۔ غالب نے کہا تھا ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

معشوق نے پوچھا کہ غالب صاحب کیا مدعا ہے؟ کہا کہ مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کہا کچھ تو کہئے، آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے، اس نے کہا کہ آپ کا جو مقامِ نفرت ہے وہی میرا مدعا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا نالائق تو بدمعاشی کرنا چاہتا ہے۔ جوتا نکال کر دس لگائے گا، پھر عاشق صاحب غزل بغل میں دبا کر سر سہلاتے ہوئے بھاگیں گے۔ میرا شعر ہے ؎

میر نے اس بت کا جب پیچھا کیا
کرب و غم نے میر کا پیچھا کیا
اپنے پیچھے کا جو غم دیکھے ہے میر
اس کے پیچھے کا نہ پھر پیچھا کیا

حضرت مولانا منصور الحق صاحب نے اس شعر کا مفہوم اور غالب

کے شعر کی حضرت والا کی مندرجہ بالا شرح کا انگریزی میں ترجمہ کر کے حاضرین کو سنایا۔

حفاظتِ نظر حفاظتِ قلب کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جو آنکھوں کو بچالے تو دل کا بچانا آسان ہے کیونکہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب آنکھ سے بدنگاہی کرتا ہے تب دل گندا ہوتا ہے اور گندے خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں، جو آنکھ بچالے گا اس کا دل بھی پاک رہے گا۔ دل اللہ کا گھر ہے اگر تم کسی کو مہمان بنانا چاہتے ہو تو کیا اس کو گندی جگہ ٹھہراتے ہو جہاں بلی کتے کا گو ہو یا مردے لیٹے ہوں؟ جہاں کہیں مردہ لیٹا ہوتا ہے تو تم بھی پسند نہیں کرتے کہ وہاں کھانا کھاؤ۔ یہ دل اللہ کا گھر ہے اور ان ہی کا بنایا ہوا ہے اور تم نے مُردوں کی محبت سے اس کو ناپاک کر دیا تو اللہ پاک ہے وہ ناپاک گھر میں نہیں آتا۔ لہٰذا دل کو پاک رکھو اور سکھ کی نیند سو، گناہوں سے بچو اور چین سے رہو۔ سکھ کی نیند سو، نہ ویلیم فائیو کی ضرورت ہے نہ ویلیم ٹین کی ضرورت ہے، جو اللہ کو راضی رکھتا ہے چین سے رہتا ہے۔

نسخۂ ولایت

ارشاد فرمایا کہ چار باتوں پر جو عمل کرلے گا ان شاء اللہ ولی اللہ ہو کے مرے گا، ولی اللہ ہوئے بغیر نہیں مرے گا۔ ان میں دو اسٹرکچر (Structure) اور دو فنشنگ (Finishing) ہیں۔ اسٹرکچر کیا ہے؟ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا اور ٹخنہ کھول کے رکھنا اور فنشنگ ہے نظر کی حفاظت اور دل کی حفاظت۔ ڈاڑھی کا اور ٹخنہ کھولنے کا حکم عورتوں کے لیے نہیں ہے مگر آج کل کراچی میں عورتیں درزی سے کہتی ہیں کہ مُلّا کٹ شلوار بناؤ۔ جنہیں ٹخنہ

چھپانے کا حکم ہے وہ کھول رہی ہیں اور جنہیں ٹخنہ کھولنے کا حکم ہے وہ چھپا رہے ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی عورتوں کے لیے نہیں ہے اس لیے ان کے نکلتی ہی نہیں مگر ایک بات ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کا ثواب ان کو مل سکتا ہے۔ کیسے؟ اگر وہ اپنے مردوں سے کہہ دیں کہ تمہارا ڈاڑھی منڈانا مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے تو عورت کی بات کا بہت زیادہ اثر پڑے گا۔ مولویوں کی چار گھنٹے کی تقریر اور عورت کا ایک جملہ برابر ہے۔ اگر وہ کہہ دے کہ ڈاڑھی منڈانے سے تم بندر معلوم ہوتے ہو، شیرنی معلوم ہوتے ہو، شیر نہیں معلوم ہوتے تو کسی عورت کے بار بار کہنے سے اگر کسی مرد نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس عورت کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب مل جائے گا، ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

حل اللغات

مزاحاً فرمایا کہ ایک مضمون ہے جس کو حل اللغات کہتے ہیں۔ **Husband** کے معنی بتادوں؟ جو بیوی کو دیکھ کر ہنسے اور بینڈ بجائے اور بیاہ کے معنی ہیں کہ بے آہ ہوگیا، بیوی کے لیے آہ آہ کررہا تھا، بیوی آگئی تو آہ ختم ہوگئی، بے آہ ہوگیا۔ بیاہ کے معنی ہیں بے آہ۔ دوسری لغت سنئے کہ ماموں کے کیا معنی ہیں؟ ماں کی طرح منہ، ماں کا سگا بھائی ہوتا ہے تو بھائی بہن میں مشابہت ہوتی ہے ماموں جس کا ماں کی طرح منہ ہے۔ بیوہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کی ہر وقت واہ واہ ہوتی تھی اب شوہر مرگیا تو بے چاری بے واہ ہوگئی۔ اب واہ کیسے کہے گی۔ بیوہ بے واہ تھا اور میکہ کے معنی ہیں مائی کے۔ بیوی میکہ جارہی ہے یعنی مائی کے جارہی ہے۔ گجرات کے لوگ بیت الخلاء کو جاجرو کہتے ہیں۔ وہ بہت صحیح کہتے ہیں کیوں کہ پائخانہ جب صاف ہوجاتا ہے تو بادشاہ کی طرح چہرہ ہوجاتا ہے، جارج معنی بادشاہ اور رو معنی چہرہ جب پائخانہ صاف ہوگیا تو چہرہ

اب بادشاہ کی طرح ہوگیا۔ **Businessman** جس کی نس نس بزی ہو، فرصت نہ ملتی ہو۔ جو کموڈ پر بیٹھتا ہے چیئرمین **(Chairman)** ہوجاتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ

مجلس بر ساحل سمندر اسٹینگر بوقت سیر بعد فجر

حدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ الخ کی عجیب شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی کی تعریف ہے ھُوَ الْکَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُہُ النَّبِیُّ بِلَفْظِہٖ وَیُنْسِبُہٗ اِلٰی رَبِّہٖ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے بیان ہو اور نبی اس کی نسبت اللہ کی طرف کردے کہ اللہ نے یوں فرمایا۔ اس حدیث کے ہر لفظ میں بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَآبِّیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ
وَ الْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ﴾

(موطا مالک، باب ما جاء فی المتحابین فِیَّ)

میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہوجاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان کی آپس میں محبت کا سبب میں ہوں، نہ رشتہ داری، نہ قرابت داری، نہ بزنس پارٹنری کسی قسم کا رشتہ نہیں، نہ ملکی، نہ علاقائی، نہ لسانی، کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی عربی بول رہا ہے، کوئی اردو مگر میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کررہے ہیں تو ان کو اپنی محبت عطا کرنا میرے ذمہ واجب ہوجاتا ہے ؎

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلبِ شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

قلب کب شکستہ ہوتا ہے؟ جب اس کی ڈیمانڈ پوری نہ ہو یعنی اس کو مثل سانڈ کے آزادی نہ دے۔ سانڈ ہر کھیت میں منہ ڈالتا ہے، اس کو تمیز نہیں کہ میرا ہے یا کسی اور کا ہے۔ آزادی سے کھاتا ہے مگر اتنی لاٹھیاں پاتا ہے کہ سارا جسم زخمی ہوتا ہے اتنا ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کسی لڑکے کے چکر میں رہتے ہیں اور بعض عورتوں کے چکر میں۔ عورت کی محبت فطری ہے مگر جائز ناجائز اس میں بھی ہے اور لڑکوں کا تعلق بالکل غیر فطری ہے، اس کو تو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، شرعی عدالت میں اس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ عہدِ صحابہ میں اس فعل میں کبھی کوئی شخص پکڑا جاتا تو اس کو قتل کردیا جاتا۔ اس لیے سانڈ کی طرح نفس کی ہر ڈیمانڈ پوری نہ کرو۔ جب اس کی ڈیمانڈ پوری نہیں کرو گے، گناہ کے تقاضے پر عمل نہیں کرو گے تب ایک ٹوٹا ہوا دل سینہ میں ہوگا اور ٹوٹے ہوئے دل میں پھر اللہ کی محبت آتی ہے۔ جب غیر اللہ کی محبت نکلتی ہے پھر اللہ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت آتی ہے۔

اللہ والوں کی محبت ذریعہ ہے اللہ کی محبت کا۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ میری محبت ان کے لیے واجب ہوجاتی ہے جو آپس میں میرے لیے محبت رکھتے ہیں اور محبت کا مقام قلب ہے لیکن قلب بغیر قالب کے چل نہیں سکتا۔ قلب کی سواری قالب ہے۔ جس سے اللہ کے لیے محبت ہے اس کے پاس قالب پر بیٹھ کے قلب جائے گا۔ قلب جسم کا بادشاہ ہے۔ اسی لیے جب قلب خراب ہوجاتا ہے تو جسم کا سارا ملک خراب ہوجاتا ہے، جس کا قلب خراب ہوگیا اس کی آنکھیں بھی خراب، کان بھی خراب، زبان بھی خراب، ہاتھ بھی خراب، سارے اعضاء خراب ہوجاتے ہیں یعنی تمام اعضاء سے خراب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں:

﴿اِنَّ فِیْ الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا

فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلاَ وَ ھِیَ الْقَلْبُ﴾

(صحیح بخاری، ج: ۱، باب فضل من استبرأ لدینہ)

جب قلب خراب ہوجاتا ہے پورا جسم خراب ہوجاتا ہے اور جب قلب صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوجاتا ہے۔ اسی دل میں اللہ والوں کی محبت ہوتی ہے اور جب دل میں محبت ہوتی ہے تو اس سے ملنے بھی جاتا ہے۔ معلوم ہوا تجالس کا سبب تحابب ہے۔ اگر کوئی گھر بیٹھا رہے، اپنے شیخ کے پاس نہ جائے اور خط لکھتا رہے کہ مجھے آپ سے بہت عشق ہے تو یہ محبت خام ہے۔ اگر محبت کامل ہوتی تو ضرور ملتا اسی لیے مُتَحَابِّیْنَ فِیَّ کے بعد وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ ہے کہ دل میں محبت ہو تب مجالست مفید ہے۔ اگر دل میں محبت نہیں ہے ایسے ہی بیٹھا ہوا ہے تو مجالست منافقت ہے اور مجالست بدونِ محبت سے نفع نہیں ہوگا۔ اسی لیے دل کی محبت کو مقدم کیا کہ اصل قلب کی محبت ہے۔ محبت دل میں ہو اور محبت بھرا دل لیے ہوئے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو تو جب دل محبت سے لبریز ہوگا پھر جامِ تبریز ملے گا۔ محبت سے لبریز دل، محبت بھرا دل ہو، دل میں محبت ہی محبت ہو اور محبت سے دل کا کوئی گوشہ خالی نہ ہو تو جتنی تیز محبت ہوگی اتنا ہی تیز جامِ تبریز ملے گا، تیز والا نشہ ملے گا۔ فرمایا کہ میری محبت واجب ہوجاتی ہے کس کے لیے؟ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور محبت جتنی ہوگی اس کے بدلہ میں اتنی ہی محبت ملے گی۔ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ سے معلوم ہوا کہ محبت احساناً واجب تو ہوجاتی ہے مگر محبت کی مقدار نہیں بتائی گئی پس جو لوگ اپنے شیخ سے جتنی زیادہ محبت کریں گے اتنی ہی زیادہ اللہ کی محبت ملے گی پھر وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ ہے اور یہاں مجالست کی بھی مقدار نہیں بتائی گئی پس جتنی زیادہ مجالست ہوگی اتنی ہی زیادہ محبت ملے گی اور جتنی محبت ہوگی اتنی ہی تیز والی اللہ کی محبت ملے گی اور مجالست کا نفع محبت پر ہے یعنی

بقدرِ محبت مجالست کا نفع ہوگا۔ اگر محبت معمولی ہے تو نفع بھی معمولی ہوگا اور جس کو زیادہ محبت ہوگی اس کو مجالست سے زیادہ نفع ہوگا۔ اور اس کے بعد فرمایا وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ جو آپس میں زیارت کرتے رہتے ہیں یعنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر بالکل شیخ کے پاس ہی نہ بیٹھ جائیں کہ صاحب متجالسین کا لفظ ہے اس لیے ہم تو مستقل شیخ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں لیکن متزاورین فرما کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتدال پیدا کر دیا کہ بیوی بچوں کا حق بھی یاد رکھو۔ پیر پر ایسے عاشق نہ ہو جاؤ کہ بیوی بچے بھوکے مر رہے ہیں اور پیر کو گالیاں دے رہے ہیں کہ مریدوں کو پھنسا لیتا ہے۔

زیارت کے معنیٰ یہ ہیں کہ مسلسل مجالست نہ رہے، کبھی ہو کبھی نہ ہو ورنہ وہ زیارت کہاں رہی۔ ایک جعلی پیر اپنے مرید کے یہاں آیا۔ وہ جاتا ہی نہیں تھا، روزانہ مرغی کھلانا پڑتی تھی۔ ایک دن مرید بہت زار و قطار رونے لگا۔ پیر صاحب نے پوچھا کیوں رو رہا ہے بے وقوف! کہا کہ ارے اب آپ کبھی نہیں آئیں گے۔ کہا کہ کیوں نہیں آؤں گا ضرور آؤں گا۔ کہا کہ نہیں اب آپ کبھی نہیں آئیں گے۔ کہا یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا کہ جب آپ جائیں گے نہیں تو آئیں گے کیسے؟

تو جلوس مقید ہے زیارت سے، مسلسل مت رہو، آؤ جاؤ زیارت کرتے رہو۔ ایک دفعہ چالیس دن رہ لو پھر بعد میں گاہ گاہ آتے رہو اور خط و کتابت کرتے رہو۔ اس کے بعد وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ ہے کہ آپس میں میرے نام پر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ ایک شخص کا کتا مر رہا تھا اور وہ شخص رو رہا تھا۔ پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ کہا میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ اس کے سر پر ٹوکرا تھا جس میں سو روٹیاں تھیں۔ کہا کہ ٹوکرے میں اتنی روٹیاں ہیں، ان میں سے کچھ دے دو۔ کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو مفت کے ہیں۔ اللہ کے لیے

آپس میں محبت رکھنے والے ایسے نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے پر اللہ کی محبت میں خرچ بھی کرتے ہیں۔حدیث کی شرح ہوگئی کہ محبت کو مقدم کیوں کیا۔محبت اگر نہیں ہے تو بیٹھنا بیکار ہے اس لیے محبت پہلے ہے اور بعد میں مجالست ہے، پھر اس کے بعد مزاورت ہے کہ ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں اور اس کے بعد ہے کہ ایک دوسرے پر خرچ بھی کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِجَلَالِیْ کہ میرے جلال، عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ملا علی قاری نے اِشکال کیا کہ بِجَمَالِیْ کیوں نہیں فرمایا تو فرمایا کہ کتنے لوگ پھر جمال کی وجہ سے نفسانی محبت میں مبتلا ہو جاتے اس لیے بِجَلَالِیْ کی قید لگادی کہ صوفیاء پاکیزہ ہوتے ہیں اِنَّھُمْ مُنَزَّھُوْنَ عَنْ شَائِبَةِ النَّفْسِ وہ شائبہ نفس سے بھی محفوظ رہتے ہیں، کسی سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت نہیں کرتے اس لیے بِجَمَالِیْ نہیں فرمایا بِجَلَالِیْ فرمایا کہ میری عظمت باعث ہو محبت کا، میری عظمت سببِ محبت ہو، حسنِ ظاہری سبب نہ ہو۔بِجَمَالِیْ اگر ہوتا تو لوگ انگریزوں سے مرید ہو جاتے کہ جب ظاہر کی چمڑی اتنی سفید ہے تو باطن کتنا سفید ہوگا، مگر اس کا عکس ہے کہ دل کفر سے کالا ہے اور کھال اُجلی ہے۔لیکن یہ ضروری نہیں کہ کسی اللہ والے سے محبت کا سبب صرف جمال ہو جیسے حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے۔ایک بڈھے نے ان سے بیعت کی جس کی عمر اسی برس تھی اور حضرت مظہر جان جاناں چالیس سال کے تھے تو لوگوں نے بدنام کیا کہ آپ کو کوئی بوڑھا پیر نہیں ملا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ حسن پرست ہیں تو اس نے کہا ؎

جس کے دردِ دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

مجلس بعد مغرب بر مکان یوسف ڈیسائی صاحب بمقام اسٹینگر

صالحین کی صحبت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ صالحین کی صحبت اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ پانچ وقت کی جماعت واجب کردی اگر کوئی مسجد میں جماعت سے نماز نہ پڑھے تو فاسق اور نافرمان ہوجائے گا۔ پھر جمعہ فرض کردیا کہ صالحین کی اور بڑی جماعت ملے، پھر عیدین کی جماعت واجب کردی تاکہ اور بڑی جماعت ملے اور حج وعمرہ میں بین الاقوامی عاشقوں سے ملو۔ یہ تو دنیا کا حال ہے کہ صالحین سے ملتے رہو، لیکن جنت میں صالحین کی صحبت کو جنت پر مقدم فرمایا **فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ** پہلے میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو **وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ** بعد میں جنت کی نعمتوں سے استفادہ کرنا۔ میرے خاص بندے جنت سے افضل ہیں۔ عِبَادِیۡ میں یاء نسبتی لگی ہوئی ہے کہ یہ میرے خاص ہیں کیونکہ دنیا میں یہ کسی کے نہ ہوئے، نفس کے نہیں ہوئے، شیطان کے نہیں ہوئے، معاشرہ کے نہیں ہوئے، میرے بن کے رہے تو ان کو میں کیوں نہ کہوں کہ یہ میرے خاص ہیں لہٰذا **فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ** پہلے میرے مقبولین سے ملاقات کرو **وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ** جنت بعد میں ہے۔ جب میرے خاص بندوں سے مل چکو پھر جنت کی نعمتوں کے مزے اُڑاؤ، میرے خاص بندے جنت سے افضل ہیں کیونکہ وہ اللہ کو لیے ہوئے ہیں، جنت کی نعمتوں کا پیدا کرنے والا ان کے دل میں ہے تو ان سے ملاقات گویا میری ملاقات ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جنت مکان ہے اور اہلِ جنت اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں

جہان میں اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ یکتائی اور بے مثل محبوبیت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں ہے۔ بیوی بچے سب کچھ ہیں مگر سب سے پیارا اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے پیاری ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کچھ نہیں تھا تب بھی اللہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب ازلی اور ابدی ہے اور جنت ابدی تو ہے مگر ازلی نہیں ہے۔نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کی اور اب کبھی فنا نہیں ہوگی اس لیے ازلیت کی مٹھاس سے وہ محروم ہے،شانِ ازلیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لہٰذا جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو ٹکٹکی باندھ کر سب اللہ کو دیکھتے ہوں گے، اس وقت اہلِ جنت کو جنت یاد بھی نہیں آئے گی، نہ جنت، نہ جنت کی حوریں، نہ شراب کی نہریں، کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے
صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے
ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

حالانکہ جنت کی حوروں میں اتنی کشش ہے کہ حدیث میں ہے کہ اگر ان کے آنچل کا ذرا سا حصہ دنیا میں ظاہر ہوجائے تو ساری دنیا بے ہوش ہوجائے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو کوئی حور یاد نہیں آئے گی۔ معلوم ہوا کہ حوروں سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ دلکش اور محبوب ہیں کیونکہ جنت اور جنت کی نعمتیں مخلوق

ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے تو مخلوق خالق کے برابر کیسے ہوسکتی ہے۔اس لیے ہر وقت دیدار نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے جنت کی نعمتوں کی بھی قدر کریں۔اگر ہر وقت دیدار ہوتا تو کون ظالم تھا جو حوروں میں مشغول ہوتا کیونکہ حوریں اس کو یاد بھی نہ آتیں اس لیے دیدار کبھی کبھی ہوگا تاکہ اہلِ جنت جنت کے مزے بھی اُڑائیں۔میرا ایک شعر ہے ؎

دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

اللہ تعالیٰ سے مصافحہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ اور ملاقات کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر مرید ہوجائے تو اس شیخ کا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا اپنے شیخ کے ہاتھ میں اور یہ سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ** اے صحابہ! تم جو میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت ہورہے ہو تو اس کو تم نبی کا ہاتھ مت سمجھو، وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔اس طرح اللہ کا مصافحہ ہوا کہ نہیں؟ اس واحد طریقہ کے علاوہ اللہ سے مصافحہ کا طریقہ کوئی ہمیں بتادے۔لیکن شرط یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اللہ والا ہو، متبع سنت، متبع شریعت ہو، سلسلۂ بزرگان کا صحبت یافتہ واجازت یافتہ ہو، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آجائیں۔اس کے تمام کردار، اطوار، گفتار، رفتار سب ایسے ہوں کہ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد آجائے یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع ہو، متبع شریعت ہو، متقی ہو، ایسے کمینہ فعل میں مبتلا نہ ہو کہ دیکھ کر جی چاہے کہ اس کے منہ پر تھوک دو اور جوتے لگاؤ کیونکہ

اگر تقویٰ نہ ہوا تو اس کی صحبت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** کے معنی ہیں کہ جو تقویٰ میں صادق ہیں ان کے ساتھ رہو تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے۔ پس جو متقی نہیں اس کے ساتھ رہنے کا حکم نہیں ہے۔

پیٹر میرٹز برگ کا سفر

جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے مکان پر اسٹینگر میں دو دن قیام کے بعد مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر حضرت والا نے ۲۳ اور ۲۴/اپریل کو ان کے شہر (**Peter Maritzburg**) کا سفر قبول فرمالیا اور فون پر پیٹر میرٹز برگ حضرت والا کی آمد کی اطلاع کر دی گئی۔

مورخہ ۲۳/اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل آٹھ بجے صبح (**Peter Maritzburg**) کے لیے حضرت والا کی روانگی ہوئی اور صبح دس بجے کے قریب شہر میں آمد ہوئی۔

حضرت والا سفر سے بہت تھک گئے تھے اس لیے عصر کے بعد کی مجلس نہیں ہوئی۔ عصر کے بعد معلوم ہوا کہ مجمع بہت بڑا ہے جو مکان پر نہیں آ سکتا اس لیے مسجد موسوم بہ (**Mountainrise**) میں بعد نمازِ مغرب حضرت مرشدی مدظلہ العالی کی مجلس تجویز ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد وھیل چیئر پر حضرت والا مسجد تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کی نعت ''یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ'' پڑھی۔ اس کے بعد حضرت والا نے اچانک خطبہ مسنونہ پڑھا تو سامعین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چونکہ ناسازی طبع کی وجہ سے بیان کی کوئی امید نہیں تھی۔ یہاں حضرت والا نے عظیم الشان وعظ ''عظمتِ رسالت'' بیان فرمایا جو طبع ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ یہاں شائع نہیں کیا جا رہا البتہ اس کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ کہ اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ بلند کر دیں گے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ بلند کر دیا۔ وعدہ نہیں ہے کہ آئندہ بلند کر دیں گے، اس کا انتظار کیجئے۔ انتظار کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دینا چاہتے، اپنے محبوب کو کوئی تکلیف دیتا ہے؟ اس لیے وَ رَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ ازل سے ہی ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے قرآنِ پاک نازل کیا اسی نے اس کی تفسیر حدیثِ قدسی میں فرمائی کہ اِذَا ذُکِرۡتُ ذُکِرۡتَ مَعِیۡ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو تیرا ذکر بھی کیا جائے گا، میرے نام کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایک کروڑ مرتبہ میرا نام لے اور تیرا نام نہ لے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللہِ نہ کہے یعنی اللہ پر ایمان لائے لیکن رسول اللہ پر ایمان نہ لائے تو اس کی توحید قبول نہیں ہے۔ وہ لوگ سن لیں جو اپنے کو موحد سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا، رسالت کی تعظیم اور تصدیق توحید کے لیے ضروری ہے۔ جب اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور رسول اللہ کی عظمت بھی بیان کی جائے تب توحید کامل ہوتی ہے یعنی عظمت اللہ اور عظمتِ رسول اللہ دونوں کی تصدیق کا نام توحیدِ کامل ہے۔ اللہ کی عظمت کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کی تصدیق کی جائے۔ جتنا بڑا ملک ہوتا ہے اس کا سفیر اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر امریکہ کا سفیر آجائے تو دنیوی حکومتوں میں زلزلہ مچ جاتا ہے۔ سب لوگ ڈر جاتے ہیں کہ بھئی اس کے خلاف کوئی کام نہ کرو اور یہ تو محض دنیاوی عزت ہے کہ ملک بڑا ہے۔ یہ کوئی عزت نہیں محض دنیاداری ہے۔

لیکن اس مثال سے معلوم ہوا کہ ملک کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ رسول، اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ پس جب اللہ عظیم الشان ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ کا رسول بھی عظیم الشان ہے اور یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ اگر کوئی عمر بھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھتا رہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ کہے یعنی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں وہ بتائیں کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ (مجلس میں موجود علماء نے عرض کیا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جامع) کیونکہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو اس نے مانا لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تسلیم نہیں کیا جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ یعنی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم کردیا۔ پس جس نے رسالت کا انکار کیا اس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اس لیے منکرِ رسالت کافر ہے۔ عظمتِ رسالت کا انکار اللہ کا انکار ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمد
اقرار ہے اللہ کا اقرارِ محمد

اسی لیے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ جب میرا نام لیا جائے گا تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ جب کوئی موذن اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے گا تو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه بھی کہے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

یہ عاشقوں کی عزت ہے، عاشقوں کو اللہ نے یہ درجہ دیا ہے، اللہ اپنے عاشقوں کو عزت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا اللہ کا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے سب سے

بڑے عاشق ہیں، آپ جیسا عاشق ہونا ناممکن ہے، آپ جیسا اللہ کا عاشق نہ کوئی ہوا، نہ کوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ اسی لیے آپ کو یہ اعزاز ملا کہ اِذَاذُکِـرْتُ ذُکِـرْتَ مَعِیْ جب میرا نام لیا جائے گا تو تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اگر میرا نام لیا جائے اور تیرا نام نہ لیا جائے تو ایسی زبان سے میں اپنا نام بھی قبول نہیں کروں گا، تیرے انکار کو میں اپنا انکار قرار دوں گا۔

بیت اللہ اور روضۂ مبارک میں فاصلہ کی عجیب حکمت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہجرت فرض نہ کی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک بھی وہیں بنتا جہاں کعبہ شریف ہے تو اللہ بھی مل جاتا اور رسول اللہ بھی۔ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ دل ایک ہے، اس کے دو ٹکڑے نہیں ہو سکتے، اگر روضۂ مبارک بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا تو عاشقوں کے دل کے ٹکڑے ہو جاتے۔ جب طواف کرتے تو دل لگا رہتا کہ کب روضۂ رسول اللہ پر جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھیں اور جب روضۂ مبارک پر جاتے تو دل لگا رہتا کہ کب کعبہ شریف جائیں۔ تو کعبہ شریف اور روضۂ مبارک کے درمیان دل کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ دیکھو رکوع کے بعد سجدہ فوراً فرض نہیں کیا، پہلے قومہ کا حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ، کچھ فاصلہ کر لو۔ فصل کے بعد وصل کی قدر ہوتی ہے۔ اگر رکوع کے ساتھ ہی بغیر قومہ کیے سجدہ کا حکم ہو جاتا تو مزہ نہ آتا۔ تھوڑا سا فاصلہ کر دیا تا کہ فراق سے تڑپ کر پھر سجدہ کرو تو سجدہ کا مزہ آجائے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف میں اور مدینہ شریف میں فاصلہ کر دیا، تقریباً پانچ سو کلو میٹر کا فاصلہ ہے تا کہ جب کعبہ میں رہو تو کعبہ والے پر قربان ہو جاؤ اور جب مدینہ جاؤ تو روضۂ رسول اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی۔ سب بات کتاب ہی میں نہیں ملتی، کچھ آسمان سے بھی ملتی ہے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

آج تو بیان کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا اور کوئی مضمون بھی ذہن میں نہیں تھا مگر بس اللہ کے بھروسہ پر مضمون چل پڑا اور بیان ہوگیا۔

پھر فرمایا کہ میں بیمار آدمی ہوں، تھک بھی گیا ہوں لہٰذا اب آرام کروں گا۔ آخر میں حضرت والا نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہم سب لوگوں کو جذب فرمالے اور اپنا بنالے۔ اگر ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے آپ کا نہ بھی بننا چاہیں تو ہماری نالائقی کو معاف کردے اور جذب فرماکر ہم سب کو اللہ والا بنادے۔ جتنے آدمی بھی اس مجمع میں ہیں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ والا نہ بنے۔ یا اللہ! مجھ سمیت اس مجمع کو سو فیصد اللہ والا بنادے اور میرے جو احباب یہاں نہیں ہیں ان کے لیے بھی میری اس دعا کو قبول فرمالے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات

آج کے دن زمبیا کا سفر تجویز تھا۔ مولانا رشید صاحب اور مولانا اقبال صاحب حضرت والا کی ہمراہی کے لیے زمبیا سے ڈربن تشریف لائے اور مستقل ساتھ رہے۔

زمبیا روانگی

دو دن پیٹر میرٹز برگ میں قیام کے بعد آج نمازِ فجر پڑھ کر صبح چھ بجے ڈربن کے لیے کار سے روانگی ہوئی اور ڈربن سے ساڑھے سات بجے ہوائی جہاز سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی ہوئی اور نو بجے کے قریب جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر آمد ہوئی جہاں سے زمبیا کے لیے سیٹیں بک تھیں۔ ساڑھے دس بجے صبح جہاز نے زمبیا کے لیے پرواز کی اور ساڑھے بارہ بجے

زمبیا کے دارالحکومت (Lusaka) ائیر پورٹ پر ہمارا جہاز اترا۔ ائیر پورٹ سے مولانا رشید صاحب کے مکان پر حضرتِ اقدس تشریف لائے۔

نمازِ مغرب کے لیے حضرتِ اقدس جامع مسجد تشریف لے گئے اور بعد مغرب متفرق مضامین ارشاد فرمائے جن میں سے بعض یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات، بعد نمازِ مغرب، جامع مسجد Lusaka زمبیا

اہل اللہ کی اذیت کا وبال

ارشاد فرمایا کہ کعبہ کے بتوں کو نبی نے نکالا۔ کعبہ میں خود بتوں کو نکالنے کی صلاحیت نہیں تھی اور کافر لوگ کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ بت کیوں رکھتے تھے؟ اپنے زعم میں برکت کے لیے اور بتوں کی کھوپڑیوں پر شہد لگا دیتے تھے لیکن مکھیاں سارا شہد چاٹ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایسے بتوں کو پوجتے ہو جو اپنا مال مکھی سے نہیں چھڑا سکتے۔ مکھیاں ان کی کھوپڑیوں سے شہد چاٹ کر بھاگ جاتی ہیں اور تمہارے معبودان کو پکڑ نہیں سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ تم ایسے کمزور اور لچر بتوں کی پرستش کرتے ہو جو اپنی منڈی ہوئی کھوپڑیوں کے شہد کو مکھیوں سے نہ چھڑا سکیں۔ جس طرح کعبہ سے بتوں کو نبی نے نکالا اسی طرح ہمارے دلوں میں جو غیر اللہ کے چلتے پھرتے بت چھپے ہوئے ہیں، ہم نے اپنی جن خواہشوں کو خدا بنا رکھا ہے، اللہ والا ان کو نکالتا ہے اس لیے اللہ والوں کو خصوصاً اپنے شیخ کو خوش رکھنا اس راہ میں ضروری ہے۔ اللہ والوں کو اذیت دینا بہت زیادہ محرومی کی بات ہے۔ اللہ والوں کو اذیت دینے والا سخت خطرہ میں ہے کہ اللہ کا اگر غضب نازل ہو گیا

تو دل سے کلمہ ہی نکل جائے گا اس لیے جس کو بار بار کہا جائے کہ یہ کام نہ کرو پھر وہی کرنا کمینہ پن اور کم بختی کی بات ہے۔ کوشش کرو کہ شیخ جو کام دے اس کو پورا کرو مثلاً کسی سے کہے کہ صبح وشام یہ ہدایت نامہ پڑھا کرو، اس میں کوتاہی کرنا مرید کی نالائقی اور کمینہ پن ہوگا، اس لیے پابندی سے اس کا اہتمام کرو۔ یہ سمجھ لو کہ اللہ والوں کو دُکھ دینا چاہے غیر شعوری طور پر ہو، غیر ارادی طور پر ہو بلکہ چاہے اخلاص سے ہو بہت مضر ہے۔

دیکھو جن لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوا پلائی تھی جس کو آپ نے منع فرمایا تھا لیکن آپ بے ہوش ہو گئے تو بعض صحابہ نے غلبۂ محبت میں وہ دوا پلا دی، اس سے آپ کو ناگواری ہوئی، جب آپ کو ہوش آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھے کڑوی دوا پلائی ہے ان سب کو وہی پلا دو ورنہ عذاب آ جائے گا، مجھے کیوں اذیت دی۔ بتایئے دوا پلانے میں اخلاص تھا یا نہیں؟ سو فیصد اخلاص تھا، صحابہ نے اخلاص ہی سے دوا پلائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبولین کی طبعی تکلیف پر اخلاص بھی پسند نہیں، اپنے مقبول بندوں کی طبعی تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اخلاص کو بھی پسند نہیں کیا چنانچہ مقبولین کی طبیعت کو خوش رکھنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

علماء دین اللہ کے نبی کے وارث ہیں، وہ امت کے قلوب سے غیر اللہ کے بتوں کو نکالتے ہیں چاہے ہر سال نفلی حج کرنے جاؤ، کتنی ہی تہجد و اِشراق پڑھ لو لیکن اصلاح کسی اللہ والے سے ہوگی۔

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ، بعد نمازِ فجر، بمقام لوساکا دارالحکومت زمبیا

فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد حضرت مرشدی دام

ظلہم العالی حسبِ معمول سیر کے لیے تشریف لے گئے اور (Metro Spot Club) کے میدان میں مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا:

حسن کی طرف میلان کے باوجود تقویٰ سے رہنا کمال ہے

ارشاد فرمایا کہ حسینوں سے نظر نیچی کرنے میں جس کو گرانی اور تکلیف نہ محسوس ہو اس کا ولی اللہ ہونا تو درکنار وہ انسان بھی نہیں ہے، اس لیے کہ نظر بچانے کا جو انعام ہے وہ اسی تکلیف کی وجہ سے ہے۔ علامہ جوزی نے لکھا ہے کہ بصارت کی تکلیف کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے بصیرت کا حلوہ دے دیا۔ پس جس کی بصارت میں تکلیف نہ ہوئی تو معلوم ہوا یہ انسان نہیں ہے، اس کا کیسا دل ہے کہ حسینوں سے نظر نیچی کرنے میں گرانی محسوس نہیں کرتا، یہ انسانی دل نہیں ہے حیوانی دل ہے۔ اس لیے وہ لوگ مایوس نہ ہوں جن کو گرانی محسوس ہوتی ہے۔ گرانی کا محسوس ہونا عین فطرت ہے لیکن گرانی کو برداشت کرنا اور اللہ کے سامنے سر ڈال دینا، اللہ کا حکم مان لینا ہی تو کمالِ مجاہدہ ہے اور انعام یہ ہے کہ آنکھوں کی مٹھاس لے کر دل کو اپنے قرب سے میٹھا کر دیا۔ میرے ایک دوست عالم نہیں تھے لیکن بڑے باپ کے بیٹے تھے، انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے جب میں نظر نیچی کرتا ہوں تو میرے دل میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے کیونکہ نظر نیچی کرنے سے اللہ کی اطاعت لازم آتی ہے اور اللہ کی ہر فرمانبرداری کے ہر عمل کی جزا الگ الگ ہے۔ دل بادشاہ ہے اور غضِ بصر میں دل کو تکلیف ہوتی ہے اور بادشاہ جب اللہ کے راستہ میں مزدور بن جاتا ہے تو اس کو اجر بھی عظیم الشان دیتے ہیں۔ بادشاہ کو اجر بھی بادشاہ کے شایانِ شان دیا جاتا ہے چنانچہ اس کو اللہ تعالیٰ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی، اپنے قرب کی مٹھاس عطا فرماتے ہیں۔ نظر بچانے سے جو دل میں خون بہا تو اس

کے خوں بہا میں اللہ نے اپنی ذات کو پیش کیا ہے۔ایک آدمی کسی کو قتل کر دے تو اس قتل کے بدلہ میں قاتل کو قتل کر دیا جاتا ہے یا وارثوں کی مرضی سے خوں بہا بصورتِ رقم دیا جاتا ہے لیکن نظر کی حفاظت میں جو دل کا خون ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا خوں بہا میں ہوں۔حلاوتِ ایمانی کیا ہے؟ حلاوتِ ایمانی سے مراد اللہ کی ذات ہے اَبۡدَلۡتُهٗ اِیۡمَاناً یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیۡ قَلۡبِهٖ حلاوتِ ایمانی کا اور کیا ترجمہ آپ کریں گے سوائے اس کے کہ اللہ خود مل جاتا ہے۔اس مجاہدہ سے اس کے دل کا عالم بدل جاتا ہے۔عالمِ بُعد سے وہ عالمِ قرب میں آجاتا ہے۔ دل جسم میں بادشاہ ہے اس لیے اس کی محنت پر اس کا معاوضہ اور مزدوری بھی زیادہ ہونی چاہیے۔اسی لیے حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے اور وعدہ بھی ایسا ہے یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیۡ قَلۡبِهٖ یعنی اپنے قلب میں وہ پالے گا حلاوت کو یعنی وہ واجد ہو جائے گا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہو جائے گی۔اس پر عمل کر کے تو دیکھو خالی سننے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔یہ سننے کی بات نہیں ہے، عمل کرنے کی بات ہے مثلاً ائیر ہوسٹس سے نگاہ بچالو تو پتہ چلے گا کہ کیا تکلیف ہوئی اور کیا ملا۔

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔انہوں نے یہ غزل پڑھی جو ہوائی جہاز میں انہوں نے کہی تھی اور جب انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

دے دے دیارِ مرشدِ محبوب کا پتہ
بادِ صبا تو اڑتی ہے لے کر کدھر مجھے

حضرت والا نے یہ شعر پسند فرمایا اور تمام سامعین نے بھی پسند کیا اور مولانا کو مختلف لوگوں نے ہدایا دیئے تو حضرت نے فرمایا کہ پہلے زمانہ میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کسی شعر سے خوش ہو جاتے تھے تو شاعر کو لوگ نذرانہ دیتے تھے آج ماشاء اللہ بزرگوں کی ایک سنت زندہ ہوگئی، اولیاء اللہ کا ایک طریقہ زندہ ہوا۔

اس کے بعد فرمایا کہ بس اب چلنا چاہیے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم

سب کو غضِّ بَصَر کی ہمت دے دے اور مجھے اور میرے دوستوں کو اپنی ذاتِ پاک پر جان فدا کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

شب ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء جمعرات

بر مکان مولانا رشید احمد صاحب (زمبیا)

عشاء کے بعد کچھ لوگ حضرت والا سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اس وقت مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا۔

حسینوں کا پوسٹ مارٹم

ارشاد فرمایا کہ نظر باز سمجھتا ہے کہ میں بڑے مزے میں ہوں، حلوہ مل رہا ہے لیکن حلوہ کس چیز کا، پیشاب پاخانے اور گوکا۔ دنیاوی حسینوں کا جسم پیشاب پاخانے اور گُو کا حلوہ ہے، اوپر سے چاندی کا ورق لگا دیا گیا ہے، اس کا نام گوری ہے۔ گوری کی حقیقت کیا ہے؟ گُو مُوت پیشاب پاخانے اور گندی ہوا پر چاندی کا ورق لگا دیا۔ یہ امتحان ہے جس کی وجہ سے سب عیب چھپا ہوا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کے جسموں میں کوئی سوراخ ایسا بنا دیتا جس سے ہر وقت بدبو آتی تو ناک دینا مشکل ہو جاتا۔ اس امتحان کو اگر امتحان نہ سمجھا اور ان پر فریفتہ اور مست رہے تو ایک دن موت آئے گی اور عاشق و معشوق دونوں خاک میں مل جائیں گے اور اللہ سے محروم ہو جائیں گے، ان آنکھوں کی حرکت کی وجہ سے اللہ سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر آپ آج ہی سے ہمت کر لیں کہ ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے چاہے جان چلی جائے، جان دے دیں گے مگر اللہ کو ناراض نہیں کریں گے تو اطمینان رکھیے جان سلامت رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب سے وہ

مستیاں، وہ کیف ملے گا کہ بادشاہوں کو خواب میں بھی نظر نہیں آ سکتا، اللہ ہم سب کو ہمت دے اور ہیجڑہ پن اور لومڑی پن سے نجات بخشے۔ بدنظری کرنا ہیجڑہ پن اور لومڑی پن ہے، آج سے ہمت کرلیں کہ اے نفس اگر تو دیکھے گا تو تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ ماریں نہیں دھمکی دیں۔ نفس بے وقوف ہے، دھمکی سے بھی ڈر جاتا ہے۔ سمجھے گا کہ کیا پتہ یہ ملا ایسا ہی کردے۔ بس آج سے ارادہ کرلو (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا) کہ اگر یہ ایک عمل حفاظتِ نظر کا جاری ہوگیا تو میری نجات کے لیے کافی ہے۔ حفاظتِ نظر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور بخاری شریف کی حدیث زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ اور مشکوٰۃ شریف کی روایت لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ اللہ لعنت فرمائے جو بدنظری کرتا ہو یا منظور ہو یعنی خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے تو اللہ و رسول کا حکم توڑ کر کوئی فلاح پاسکتا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا کیا بیکار جاسکتی ہے؟ چاہے نفلی عبادت کم کرو، چاہے وظیفے کم کرو مگر آنکھ کو خراب مت کرو۔ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کرنا اتنا بدترین عمل ہے کہ اس سے بدترین عمل کوئی نہیں ہے۔ میرے دوستو! اس کا ارادہ کرلو کہ زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا کریں گے، زندگی اللہ نے اس لیے دی ہے کہ ایک سانس بھی ہم اللہ کو ناراض نہ کریں کیونکہ ان کو ناراض کرنا سب سے بڑی نمک حرامی، کمینہ پن اور بے حیائی ہے۔

وہ لوگ جو اتنے حسین ہوں کہ جس سے معلوم ہو کہ ہم مجاہدہ میں فیل ہوجائیں گے ان سے نظر بچا کر یہ شعر پڑھو تو ان شاء اللہ نظر محفوظ رہے گی ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

یہ بتاؤ دنیا کا ہر حسین آگے سے موت اور پیچھے سے گو نکالتا ہے کہ نہیں؟ یہ

دوسری بات ہے کہ کسی وقت ڈھیلا ڈھالا نکالتا ہے جو ذرا جلدی نکل جائے گا اور کسی وقت سخت ہوگا تو ذرا زور لگانا پڑے گا مگر گو اور موت کے سوا کیا چیز نکلے گی؟ اگر ان کے سوارخ (سوراخوں) سے زعفران اور مشک نکلتا تو کتنے فقیر پیالہ لیے کہتے کہ بھئی ذرا سا ہگ دو، ذرا سا موت دو، میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں، گھر میں آٹا نہیں ہے، ان حسینوں کا پوسٹ مارٹم کرکے دیکھو کہ حقیقت کیا ہے، خالی ان کے گال مت دیکھو، چہرہ کا ڈیزائن مت دیکھو، یہ دیکھو کہ اندر سے گو اور موت کے سوا کیا نکلتا ہے، جس میں گھسنے کو تم مرغوب سمجھتے ہو، گو اور موت کی جگہ کا تصور کیا کرو تو نفرت ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤ گے، میرے احباب نے اس شعر سے بہت نفع محسوس کیا ہے کہ ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اگر گو، موت کے بجائے کسی کے مشک و زعفران نکلتا ہو تو ہمیں بتاؤ! کوئی صاحب ہیں اس مجلس میں جن کے علم میں ہو کہ فلاں حسین مشک و زعفران ہگتا ہے اور عرقِ گلاب موتتا ہے، بتاؤ! ان حسینوں کے پاس موت اور گو کے سوا کیا ہے؟ یہی بدبودار چیزیں ان کے پاس ہیں۔

بس سمجھ لو کہ گناہ کی حقیقت ہی بدبو ہے، وہ پست حوصلہ آدمی ہے جو گندی جگہ کا خیال کرتا ہے، بہت ہی ذلیل اور کمینہ ہوتا ہے اور جو اللہ والا ہوتا ہے وہ پاکیزہ طبیعت اور پاکیزہ خیالات کا حامل ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا نام لیتا ہے اور اللہ پاک ہے، پاک نام لو گے تو دل میں پاکی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ کا نام پاک ہے، اس کی پاکی بیان کریں گے تو اس کی برکت سے ہم پاک ہو جائیں گے، اللہ تو پاک ہے ہی ہم جو سبحان اللہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک ہے تو اس کی برکت سے ہم پاک ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس معشوقوں اور حسینوں

کے پاس کیا ہے، جن کے لیے دنیا پاگل ہو رہی ہے۔ جب کوئی حسین ہگ رہا ہوتو اس کا گو چمچہ میں لے کراس عاشق صاحب کے منہ میں زبردستی ڈالو تب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم کس کے عاشق ہیں، اگر کوئی عاشق کسی حسین کا ایک پلیٹ گو کھالے اور ایک پیالہ پیشاب پی لے تب ہم جانیں کہ تم بڑے عاشق ہو، بڑے بڑے عاشق یہاں فیل ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم پناہ مانگتے ہیں ان گندی چیزوں سے، یہ ہے حسینوں کی حقیقت ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اس شعر کو پڑھو اور گو، موت میں اپنی زندگی ضائع مت کرو۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میں نے تم کو کس لیے پیدا کیا تھا؟ کیا گو، موت پر فدا ہونے کے لیے میں نے تمہیں دنیا میں بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تم کو ولی اللہ بنانے کے لیے پیدا کیا تھا، اپنا دوست بنانے کے لیے پیدا کیا تھا اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے ولی صرف متقی ہیں۔ تقویٰ نام ہے گناہ سے بچنے کا، گو موت سے بچنے کا، یہ مقامات ایسے ہیں کہ ان کے اندر گھسنے کے تصور ہی سے طبیعت متنفر ہو جاتی ہے اور پھر کچھ دن کے بعد ان حسینوں پر بڑھاپا آئے گا، عورت بھی اسّی برس کی ہو جائے گی، مرد بھی اسّی برس کا ہو جائے گا اور ان کا اِسٹرکچر ہل جائے گا۔ میرے اشعار ہیں ؎

جب ترا اے دوست اسٹریکچر ہلا
مجھ پہ رازِ حسنِ ڈسٹمپر کھلا
حسن جب چہرہ سے زائل ہو گیا
وہ نظر آیا مجھے بندر کھلا

ہاتھ پاؤں کانپنے لگیں گے، گردن ہلنے لگے گی، اب تصور کرو کہ

دونوں معانقہ کررہے ہیں، ایک کی گردن اوپر سے نیچے ہل رہی ہے، دوسرے کی گردن دائیں سے بائیں، دونوں کا معانقہ مشکل ہوجائے گا۔ ایک کی گردن نفی میں ہل رہی ہوگی تو ایک کی اثبات میں، کبھی دورعشہ کے مریضوں کو معانقہ کرتے دیکھو تو سبق حاصل ہوجائے گا اور اگر لقوہ ہوگیا، منہ ٹیڑھا ہوگیا تو اگر وہ تم کو خود سے بھی بوسہ کی پیشکش کرے تو تم اس کا بوسہ نہیں لوگے حالانکہ ذات وہی ہے، سوارِیخ وہی ہیں مگر تاریخ اور جغرافیہ بدل گیا۔ حسن کا بگڑا ہوا جغرافیہ عاشقوں کی تاریخ بدل دیتا ہے اور ان کی ساری مستی نکال دیتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص کسی اللہ والے کا عاشق ہے، اپنے شیخ کا عاشق ہے، وہ شیخ کی محبت سے اللہ کا عاشق ہوجاتا ہے کیونکہ شیخ سے محبت اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے ہی کی جاتی ہے لیکن جو لوگ کسی شیخ سے دین نہیں سیکھتے وہ رات کی عبادت کے جواہرات تو لوٹ لیتے ہیں مگر دن میں نظر کی حفاظت نہیں کرتے تو رات کا سارا نور دن لے جاتا ہے، اس سے تو بہتر تھا کہ وہ فرض نمازیں جماعت سے پڑھتے اور دن بھر حفاظتِ نظر کا غم اُٹھاتے تو اس غم کے بدلہ میں اللہ اُن کو مل جاتا۔ بڑے بڑے حاجیوں کو، بڑے بڑے عابدوں کو دیکھا ہے کہ جب ائیر ہوسٹس آتی ہے مٹکتی، چمکتی، دندناتی اور بھاگتی، دوڑتی تو اس کے چلنے کی آواز سے ان کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔

بس قابلِ مبارک باد ہیں وہ بندے جو اللہ کے خوف سے ان کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے، جن کے دل اللہ کی یاد سے جلے بھنے ہوتے ہیں اور جن کی آنکھیں اللہ کے عشق میں روتی ہیں، اِنہی دو آدمیوں کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مبارک باد پیش کی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی لکھی ہے جس میں ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہیں، ان ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان

دو آدمیوں کو مبارک باد دی ہے کسی اور کو مبارک باد نہیں دی، نہ تہجد گذاروں کو، نہ روزہ داروں کو نہ کسی اور کو، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ان کو مبارکباد دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اے ہمایوں دل کہ آں بر یانِ اوست
اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست

وہ دل مبارک ہے، جو اللہ کے عشق میں جل بھن رہا ہے اور وہ آنکھیں مبارک ہیں جو اللہ کی یاد میں رو رہی ہیں۔ باقی سب الّو ہیں، جو مرنے والوں پر، مٹی کے ڈھیلوں پر مر رہے ہیں، یہ حسین چاہے کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں مگر ہیں سب مٹی کے ڈھیلے۔ بس اگر مولانا کی مبارک باد لینا ہے تو دو کام کرو، اپنے قلب کو اللہ کے عشق میں جلا بھنا رکھو اور اللہ کے عشق میں رونا سیکھ لو تب تمہاری آنکھیں قابلِ مبارک باد ہوں گی اور یہ سب کب ہوگا؟ جب نظر کی حفاظت کریں گے۔ لاکھ تہجد، لاکھ اشراق، لاکھ اوّابین پڑھ لو لیکن اگر کسی عورت کو یا کسی لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تو پھر دیکھو کہ دل کی کیا حالت ہوتی ہے، دل بالکل ویران ہو جائے گا، تاریک معلوم ہوگا۔

یہاں پر میں ایک بات اور کہتا ہوں اور آپ کو یہ بات بتانے والے کم ہی ملیں گے کہ ایئر ہوسٹس کو پیار سے دیکھنا بھی حرام ہے اور غصہ سے دیکھنا بھی حرام ہے، یعنی پیار سے، محبت سے دیکھنا تو حرام ہے ہی مگر غصہ سے دیکھنا بھی حرام ہے کہ غصہ سے سُرخ آنکھیں نکال کر گھورتے بھی جا رہے ہیں اور اسے دیکھتے ہوئے ڈانٹتے بھی جا رہے ہیں کہ تم نے چائے لانے میں دیر کر دی، اس میں شکر کم ڈالی ہے یا مجھے پھیکی چائے دی، شکایت ہو رہی ہے، آنکھیں لال ہیں، مارے غصہ کے چور ہو رہے ہیں لیکن سمجھ لو کہ نفس اپنا کام کر گیا اور غصہ کے رنگ میں مزہ اڑا گیا۔

بس اللہ سے دعا مانگا کرو کہ وہ اپنے جذب سے ہم جیسے نالائقوں کو بدونِ استحقاق جذب فرما کر اپنا دوست بنالے اور اپنی رحمت سے اس میں دیر بھی نہ کرے، یا اللہ جو لمحہ ہمارا غفلت اور نافرمانی میں گذر رہا ہے اس کو بخش دیجئے۔

اے اللہ! غضِ بصر کی ہمت دے دے، قلب کی حفاظت کی ہمت دے دے، تمام گناہوں سے بچنے کی ہمت دے دے اور اپنی ذاتِ پاک پر اپنی جان فدا کرنے کی مجھے اور میرے دوستوں کو توفیق عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذب فرمالے اور اللہ والا بنا دے اور بلا استحقاق اپنی رحمت میں ہم کو چھپا لے اور ہمارے عیوب کو چھپا لے اور اپنی محبت دے دے۔ تمام گناہوں کو چھوڑنے کی خاص کر نظر کی حفاظت کی ہمتِ شیرانہ عطا فرما دے یعنی ہم نفس سے کہہ سکیں کہ اے نفس! اگر تو نے کسی عورت کو دیکھا تو تیرا خون پی لوں گا جیسے شیر ہرن کا خون پی لیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب، مجلس در جامع مسجد مدرسہ ھدایت الاسلام لوساکا (زمبیا)

اللہ تعالیٰ کی ولایت کا اسٹرکچر اور فنکشنگ

ارشاد فرمایا کہ اوجز المسالک شرح موطاء امام مالک میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو اس قدر باریک کرتے تھے کہ کھال کی سفیدی دور سے نظر آتی تھی لیکن تھوڑی تھوڑی مونچھیں رکھنا بھی جائز ہے بشرط یہ کہ وہ اوپر والے ہونٹ سے آگے نہ بڑھ جائیں اور ڈاڑھی ایک مٹھی رکھے وہ بھی تینوں طرف سے یعنی دائیں طرف سے، بائیں طرف

سے اور سامنے سے ایک مٹھی سے کم نہ ہو، اور ٹخنے سے اوپر پاجامہ رکھنا یہ مسلمان کی شان ہے، مسلمان کی پہچان ہے اور ذریعۂ عرفان ہے کہ یہ آدمی صالح ہے۔ صالح ہونے کی پہچان یہی ہے کہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم نہ ہو، جیسے ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی ایک مٹھی سے کم کترانا بھی حرام ہے۔ جو لوگ کتراتے ہیں وہ دراصل ڈاڑھی رکھنے ہی سے کتراتے ہیں ورنہ ڈاڑھی کو چھوٹی کرنے کی اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ کم عمر معلوم ہوں کہ میں ابھی زیادہ بوڑھا نہیں ہوا ہوں اس لیے میری ڈاڑھی ابھی ایک مٹھی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک ایسا شخص نابالغ ہے، اس کی ڈاڑھی تو بالغ ہے مگر زبردستی اس کو کم کرکے نابالغ کردیتا ہے۔ اس لیے کوشش کرو، میرے دوستو! میرے مسلمان بھائیو! جنہوں نے ایک مٹھی نہیں رکھی وہ تھوڑی سی کوشش کرکے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لیں۔ مخلوق سے کیا ڈرنا، اپنی بیویوں سے مت ڈرو کہ ایک مٹھی دیکھ کر گھبرا جائے گی۔ ڈاڑھی اللہ کو دکھانے کے لیے رکھو۔ ایک بزرگ نابینا تھے مگر جمعہ کے دن سرمہ لگاتے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ تمہاری آنکھ میں سرمہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کہنے لگے کہ تمہیں دِکھانے کے لیے ہم نے سرمہ نہیں لگایا، تم کو اچھا لگے یا نہ لگے ہم کو تو اللہ کو دِکھانا ہے کہ وہ اللہ خوش ہوجائے گا کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ادا کرکے آیا ہے۔ پس مخلوق پر نظر نہ رکھو، جس کی نظر آسمان پر ہوتی ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا، بتاؤ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقتور ہو؟ پھر مزاحاً فرمایا کہ ڈاڑھی شیرنی کی نہیں ہوتی تو ایسے لوگ جو ڈاڑھی منڈادیتے ہیں چڑیا گھر نہ جائیں ورنہ شیر سمجھے گا کہ کہیں یہ شیرنی نہ ہو۔

یہ تو اللہ کی ولایت اور دوستی کا اسٹرکچر ہوگیا۔ اب دو کام فنشنگ کے ہیں، ایک آنکھ کی حفاظت کہ اس سے کسی کی بہو، بیٹی اور ماں بہن کو مت دیکھو۔ بتائیے آپ کی بہن، بیٹی، بیوی یا خالہ اور پھوپھی کو کوئی دیکھے تو آپ کو ناگوار

ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کسی لڑکے کو بھی بری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے بیٹے کو کوئی بری نظر سے دیکھ رہا ہے تو کتنا غصہ آئے گا، جی چاہے گا کہ اس کو کچا چبا جاؤں۔ بس اسی لیے یاد رکھو کہ جب اپنی بیٹی بہو بہن خالہ پھوپھی کو دوسرے کا بری نظر سے دیکھنا تم پسند نہیں کرتے تو تم دوسروں کی بہو بیٹی کو کیوں دیکھتے ہو؟ حفاظتِ نظر کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت کے عین مطابق نازل کیا ہے۔

اب میں حفاظتِ نظر کے تین دلائل پیش کرتا ہوں۔ پہلے قرآن شریف، پھر بخاری شریف کی حدیث اور پھر ایک حدیث مشکوٰۃ شریف کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ وہ اجنبیہ عورتوں کو، کسی کی بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ کو نہ دیکھیں، نہ ہی امردوں کو یعنی کم عمر اور بغیر ڈاڑھی مونچھوں والے لڑکوں کو بلکہ کسی بھی ایسے لڑکے کو نہ دیکھیں کہ جس کی طرف قلب مائل ہوتا ہے۔

یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کہ وہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں۔ قرآنِ پاک میں جہاں مردوں کے لیے حکم نازل ہوا وہیں عورتوں کے لیے بھی ہے کہ مرد نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتیں نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں۔

بے پردگی بڑا فتنہ ہے، ایک عورت تھی، اس کے شوہر کا بھائی بہت حسین تھا، گھر میں شرعی پردہ نہیں تھا۔ وہ عورت میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے مرید تھی۔ مکہ شریف میں میرے شیخ کے پاس اس کا خط آیا کہ میں بہت پریشان ہوں، شوہر کے بھائی کو دیکھتے دیکھتے اس سے عشق ہوگیا، اب میں کیا کروں، پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں مگر

اس کا عشق دل سے نہیں جاتا۔ حضرت والا نے لکھا کہ حکیم اختر کی ایک کتاب ہے ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' اس کو روزانہ پڑھا کرو۔ اس موقع پر میرے مزہ کو نہ پوچھو کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی کہ میری کتاب پڑھنے کا حکم میرا شیخ دے رہا ہے۔ غضِ بصر کی دوسری دلیل کیا ہے؟ یہ دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے۔ میں نے پہلے قرآن شریف سے بیان کیا کیونکہ لوگ اکثر یہ کہتے ہیں کہ دلیل قرآن میں دکھلاؤ تو ہم مانیں گے۔ تو میں نے قرآن میں دِکھایا کہ نہیں؟ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نہیں؟ اگر قرآن شریف میں موجود اللہ کا حکم نہ مانو گے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا، تب ساری قابلیت اور ساری پہلوانی کا پتہ چل جائے گا۔ اگر اللہ چاہے تو راتوں رات اس کے گردہ میں کینسر پیدا کرسکتا ہے۔ رات کو خیریت سے سویا صبح اٹھا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ تمہارے گردے میں کینسر ہے۔ ایسے قادرِ مطلق کو جو ہر قسم کی بیماری اور ہر قسم کی مصیبت دے سکتا ہے اس کو ناراض کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

اب بخاری شریف کی حدیث پیش کرتا ہوں جو **اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللہِ** ہے یعنی قرآن پاک کے بعد سب سے مستند ترین اور صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں **زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ** نظر بازی کرنا آنکھوں کا زِنا ہے۔ اب بتاؤ! آنکھوں کا زِنا کرنے والا اللہ کا ولی ہوسکتا ہے؟ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو ولی بننے کی تمنا رکھتے ہیں اور بدنظری کرکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ صرف ولی اللہ بننے کا خواب دیکھتے ہیں۔ چاہے لاکھ تبلیغی جماعت میں چلّے لگاؤ، خانقاہوں میں رہ پڑو، عمر گذار دو لیکن اگر آنکھوں کی حفاظت نہیں کی تو ولی اللہ بننے کا بس خواب ہی دیکھتے رہوگے۔ ایسا شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک وہ سچی توبہ نہ کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے
وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں حکم دیں
اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو۔ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جس بات سے خدا کا
رسول تمہیں روک دے اس سے تم رُک جاؤ، مجھے عام لوگوں سے تو زیادہ رنج
نہیں پہنچتا لیکن ان لوگوں پر زیادہ افسوس ہوتا ہے جو دین کی محنتیں کر رہے
ہیں، اِصلاح چاہتے ہیں لیکن نظر بازی سے باز نہیں آتے، لعنتی فعل سے باز
نہیں آتے۔ خوب سمجھ لیں کہ جب تک توبہ نہ کریں گے وہ اللہ کی دوستی کا
خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔

اس کے بعد تیسری حدیث مشکوٰۃ شریف کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ کہ اللہ تعالیٰ لعنت
فرماتے ہیں ناظر پر بھی اور منظور پر بھی۔ یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا
ہے کہ منظور فرمایا منظورۃ نہیں فرمایا تاکہ لڑکے بھی داخل ہوجائیں۔ اگر کوئی
لڑکوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے تو وہ بھی اس لعنت میں شامل ہے اور لعنت کے
معنیٰ کیا ہیں؟ خدا کی رحمت سے دوری، جب دوری ہوگی تو اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ
بِالسُّوْٓءِ اِلَّامَارَحِمَ رَبِّیْ کا استثنیٰ ہٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نفسِ
اَمّارہ برائی کا بہت حکم دیتا ہے مگر جب تک اللہ کی رحمت کا تم پر سایہ رہے گا تب
تک تمہارا نفس تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم نے بدنظری کر کے رحمت کا سایہ
اپنے سر سے خود ہٹا دیا ہے۔ بتاؤ! یہ بدنگاہی کتنا بُرا مرض ہے کہ اللہ کی رحمت کا
سایہ دور کر دیتا ہے۔ ہم خود بدنظری کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔

تین باتیں ہوگئیں۔ ایک قرآن پاک کی آیت اور دو احادیثِ
مبارکہ۔ کیا یہ بدنظری کے گناہ سے بچنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ بڑے بڑے
بڈھے اسّی برس کے ہوگئے لیکن اب تک نگاہ کی بیماری میں مبتلا ہیں، کوئی

خوبصورت لڑکی آ گئی تو ٹک ٹک دیکھتے ہیں اور کبھی شفقت اور لجاجت سے پوچھتے ہیں کہ کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟ خیر و عافیت ہے؟ ارے بھائی اتنی خیریت پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی ایسے سے مزاج کی خیریت مت پوچھو جس سے خود تمہاری خیریت خطرے میں پڑ جائے۔

قلب کی حفاظت

ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد ہے قلب کی حفاظت۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرَ** اللہ وہ ہے جو تمہاری آنکھوں کی چوریوں اور تمہارے سینے کے رازوں سے باخبر ہے۔ سینہ سے مراد قلب ہے اور دل سینے میں ہوتا ہے۔ بس دل کی حفاظت کرو **تَسۡمِیَۃُ الۡحَالِ بِاسۡمِ الۡمَحَلِّ** یہ مجازِ مرسل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں کی خیانتوں اور تمہارے دلوں کے بھیدوں کو ہم خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

لہٰذا دل میں گندے خیالات اگر آجائیں اور اس میں ایک لمحہ کو بھی مشغول ہو گئے تو فوراً توبہ کرلو۔ گندے خیالات آنا برا نہیں ہے، خیالات لانا برا ہے۔ استغفار کرلو، اللہ سے معافی مانگ لو، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میرے بارے میں یہ صاحب کیسے کیسے خیالات پکا رہے ہیں تو اگر اس کا بس چلے تو سر پر جوتیاں برسا دے۔

میں جو یہ بیان کر رہا ہوں یہ میرے پچھتر سال کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ جو ان چار باتوں پر عمل کرلے گا وہ دین کے ہر کام کو کرلے گا کیونکہ جو مشکل پرچہ حل کرلے گا آسان پرچہ بھی حل کرلے گا، جو بھینس اٹھالے گا وہ

بکری بھی اُٹھالے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت عطا فرمائے اور جذب فرمالے۔ اے اللہ آپ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ اے اللہ! اپنے جذب سے ہم سب کو کھینچ لے، اپنے فضل سے ہم سب کو جذب فرمالے اور تمام گناہوں سے بچنے کی ہمت دے دے اور لعنتی زندگی سے نجات عطا فرما دے۔ یا اللہ! لعنتی زندگی سے نجات عطا فرما اور اپنے پاس بلانے سے قبل ہمیں اپنا پورا پورا فرماں بردار بنادے۔ آپ ہمیں اس بات کی مہلت دے دیجئے کہ ہم سب سو فیصد آپ کے فرماں بردار بن کے آپ کے پاس آئیں۔

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ،

بعد نماز مغرب، جامع مسجد مدرسہ ہدایت الاسلام بمقام لوساکا (زمبیا)

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ ہجرت سے اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اہل اللہ سے اللہ ملتا ہے۔ حج وعمرہ ادا ہوگا کعبہ شریف سے مگر اِصلاحِ باطن اور نفس کی اصلاح اللہ کے رسول سے ملے گی۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، ان بتوں کو نبی نے نکالا، کعبہ میں خود صلاحیت نہیں تھی کہ ان کو نکال دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کو کعبہ سے نکال دیا اور غیر اللہ کے بتوں کو دلوں سے نکال دیا۔ پس اللہ کے نبی کے جو وارث ہیں یعنی علماء وہ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَۃِ اُمت کے قلوب سے غیر اللہ کے بتوں کو قیامت تک نکالتے رہیں گے چاہے وہ بت پتھر کے ہوں یا چلتے پھرتے انسانوں کے ہوں۔ اللہ والے ہمارے دلوں سے ان چھپے ہوئے بتوں کو

نکالتے ہیں اور حسینوں کی ناپاک محبت کو نکال کر دل کو پاک کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک دلوں میں ہی آتے ہیں۔

دین کی اشاعت اور مدینہ کی موت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعض تندرست علماء نے اجازت چاہی کہ اجازت دے دیجئے کہ مدینہ شریف میں آ کر مر جاؤں۔ فرمایا کہ ابھی تم تنگڑے ہو جب تک صحت اچھی ہے اپنے اپنے ملکوں میں دین کا کام کرو۔ دین کا کام ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں زیادہ کر سکتے ہو۔ یہاں مواقع کم ہیں اور اللہ کو دین کا پھیلانا اتنا محبوب ہے کہ اسی وجہ سے مدینہ ہجرت کا حکم ہوا کہ وہاں دین زیادہ پھیلے گا۔ مکہ کے لوگ ناقدرے تھے، ناشکرے تھے، انہوں نے ہمارے رسول کی قدر نہیں کی اس لیے اپنے رسول کو ہم نے مدینہ والوں کو دے دیا۔ جس بستی میں کسی اللہ والے کی قدر نہ کی جائے اس بستی سے اس کو چھین لیا جاتا ہے اور اُس بستی میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں اس کے قدردان اور عاشق ہوں۔ اس لیے اللہ والوں کا عشق بہت قابلِ مبارک باد ہے۔

عشق کا تقاضا ہے کہ محبوب کی مرضی کے مطابق کام کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنے دین کا پھیلاؤ زیادہ عزیز ہے۔ ایک شخص دن رات کعبہ شریف میں رہتا ہے اور ایک لاکھ کا ثواب ہر نماز میں لیتا ہے اور ایک شخص دین کے لیے دن رات مارا مارا پھرتا ہے خود سوچ لیجئے کہ کس کا درجہ زیادہ ہے۔

لہٰذا جب تک جان میں جان ہے اپنے ملکوں میں خوب دین کا کام کرو اور جب آثار چل چلاؤ کے محسوس ہونے لگیں اور معلوم ہو کہ اب کسی کام کے نہیں رہے تو مدینہ آ جاؤ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خوش ہوں گے کہ اپنا کام کر کے آ گیا اب اپنی شفاعت میں شامل کریں گے۔ مدینہ میں مرو تا کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پا جاؤ۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ مدینہ شریف میں مرنے والوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پہلے ملے گی، مکہ شریف والوں کو بعد میں ملے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِهَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِهَا﴾

(سنن ترمذی، ج: ۲، باب فضل المدینه)

ترجمہ: جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ آکر مر جائے اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود طریقہ بتا رہے ہیں کہ میری شفاعت اس طرح حاصل کرو کہ مدینہ میں آکر مر جاؤ اور میری شفاعت لے لو۔ مرنا تو بہر حال ہے ہی بس کوشش کرو کہ مدینہ میں موت آجائے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ الخ کی عجیب وغریب تشریح فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ﴾

(المغنی عن حمل الا سفار للعراقی، ج: ۲، ص: ۳٦٦، موسوعة اطراف الحدیث النبوی، ج: ۲، ص: ۱۷۰، تفسیر ابن کثیر، ج: ۱، ص: ۲۹۵)

اے اللہ مجھے حق کو حق دِکھا اور اس کا اتباع نصیب فرما اور باطل کو باطل دِکھا اور اس سے اجتناب نصیب فرما۔

میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں وَارْزُقْنَا کیوں فرمایا وَفِّقْنَا کیوں نہیں فرمایا۔ وَارْزُقْنَا کے معنی ہیں کہ ہمیں رزق دیجیے یعنی اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزق ہم کو عطا فرمائیے۔ اس حدیث کا مطلب دوسری

حدیث سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ نَفۡساً لَنۡ تَمُوۡتَ حَتّٰی تَسۡتَکۡمِلَ رِزۡقَھَا﴾

(مشکوٰۃ الصابیح، ج: ۱، باب التوکل و الصبر)

کسی نفس کو ہرگز موت نہیں آسکتی جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے تو اتباعِ حق اور اجتنابِ باطل کی توفیق سے تعبیر فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت پر رحم فرمایا اور امت کے لیے یہ نعمت مانگ لی کہ جس طرح رزقِ ظاہری مکمل کیے بغیر کسی نفس کو موت نہیں آسکتی اسی طرح میری امت میں کسی کو مرنے نہ دیجئے جب تک وہ اپنا اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزق مکمل حاصل نہ کرلے یعنی جب تک امت حق کی پوری تابع دار نہ ہوجائے اور باطل اور معصیت اور گناہوں کے اعمال سے اس کو طہارتِ کاملہ نصیب نہ ہوجائے اس وقت تک امت کے کسی فرد کو موت نہ آئے۔مطلب یہ کہ جس طرح استکمالِ رزقِ ظاہری کے بغیر کسی ذی روح کو موت نہیں آسکتی اسی طرح استکمالِ رزقِ باطنی یعنی اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کی تکمیل کے بغیر اے اللہ! ہم میں سے کسی کو موت نہ دے۔جب یہ رزقِ باطنی ہم مکمل طور پر حاصل کرلیں تب موت آئے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ رزق اپنے مرزوق کو تلاش کرتا ہے:

﴿اِنَّ الرِّزۡقَ لَیَطۡلُبُ الۡعَبۡدَ کَمَا یَطۡلُبُہٗ اَجَلُہٗ﴾

(مشکوٰۃ الصابیح، ج: ۱، باب التوکل و الصبر)

رزق بندہ کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔ وَارۡزُقۡنَا فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی مانگ لیا کہ جس طرح رزق ظاہری ہمیں تلاش کرلیتا ہے، ہمارا رزق باطنی بھی ہمیں اسی طرح تلاش

کر لے کہ خواہ ہم کہیں بھی ہوں اور آپ کی فرماں برداری میں کتنے ہی سست اور کاہل ہوں لیکن اتباعِ حق کا رزق آپ ہماری روح میں داخل کردیجئے۔ اسی طرح باطل سے اجتناب کی توفیق بھی بصورتِ رزق دے دے کہ جس معصیت اور گناہ کے نرغہ میں ہم کہیں بھی پھنسے ہوئے ہوں اُس سے بچنے کی توفیق کا رزقِ روحانی ہمیں پہنچ جائے پس اے خدا ہمیں موت نہ آئے حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا جب تک ہمارا نفس اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزقِ روحانی مکمل حاصل نہ کرلے۔

مولانا منصور الحق صاحب جو محدِّثِ کبیر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی تقریر سے طبیعت پھڑک گئی اور اس ایک تقریر ہی سے ہمارا یہاں آنا اور سفر وصول ہوگیا۔ حضرت احادیث کی جو شرح آپ فرماتے ہیں حضرت کی عمر اللہ دراز فرمائے اور مکمل صحت عطا فرمائے میرا دل چاہتا ہے کہ پوری حدیثیں حضرت والا آپ سے دوبارہ پڑھوں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میری یہ تشریح سن کر اسپنگو بیچ کے شیخ الحدیث مولانا ہارون نے بھی کہا تھا کہ میں حدیث پڑھاتا ہوں اور بہت چوٹی کے اساتذہ سے حدیث پڑھی ہے لیکن کسی استاذ سے ایسا مضمون نہیں سنا اور نہ کسی کتاب میں دیکھا مگر اب آپ سے سن رہا ہوں اور دل قبول کر رہا ہے کہ بہت عجیب وغریب بات ہے۔

۱۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷؍اپریل بروز ہفتہ بعد نمازِ فجر

بوقتِ سیر **Metro Spot Club** کے میدان میں

ارشاد فرمایا کہ جو اِن حسین عورتوں سے نظر بچاتا ہے تو

وہ عورت بھی سوچتی ہے کہ سب تو مجھے دیکھ کر للچا رہے ہیں لیکن کیا بات ہے کہ یہ شخص مجھے خاطر میں ہی نہیں لا رہا ہے، میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اعلیٰ چیز پا رہا ہے جس کے سامنے میرا حسن اس کی نظر میں ہیچ ہے۔ یہ اللہ کو پا رہا ہے اس لیے حسینوں سے مستغنی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو حسینوں کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کا مزاج بوجہ تقویٰ زیادہ لطیف ہوتا ہے، اُن کو حسن کا اِدراک عام آدمیوں سے زیادہ ہوتا ہے لیکن وہ اپنی حرام تمناؤں کو پھانسی پر چڑھا دیتے ہیں اور نفس سے کہہ دیتے ہیں کہ ہرگز اس کو نہیں دیکھوں گا، اگر تو دیکھے گا تو میں تجھ کو دیکھ لوں گا یعنی کڑی سزا دوں گا۔ اگرچہ دیکھنے کو ان کا بھی دل چاہتا ہے لیکن وہ اپنے دل کا خون کرتے ہیں کیونکہ اسی خونِ آرزو سے وہ اللہ کو پاتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی حرام تمنا کو پھانسی پر چڑھا دیا تو میرے ضلع کا شاعر دانش پرتاب گڑھی کہتا ہے؎

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گذر چلیں
سنتے ہیں اِس طرف سے مسافت رہے گی کم

یہ شارٹ کٹ راستہ ہے، جو برسوں میں اللہ تک نہ پہنچے وہ ایک نظر بچانے میں پہنچ جائے گا، اسی لیے شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ سالک نظر اٹھا کر دیکھ لے کیونکہ جانتا ہے کہ نظر بچانے سے یہ بہت جلد اللہ کا مقرب ہو جائے گا، شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ حلوۂ ایمانی حاصل نہ کر پائے کیونکہ اگر یہ حلوۂ ایمانی پا گیا تو میری دُکان لذتِ عریانی کی فیل ہو جائے گی، اگر حلوۂ ایمانی کا مزہ اس کو مل گیا تو یہ میرے حلوۂ شیطانی کو دیکھے گا بھی نہیں۔ اسی لیے حدیثِ پاک کی عبارت سمجھوائے اہلِ علم حضرات **مَنْ تَرَکَهَا مَخَافَتِیْ** جس نے میرے خوف سے نظر بچائی، امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے نہیں یا کمیٹی کے ممبروں کے خوف سے نہیں، شیخ ہے تو مریدین کے خوف سے نہیں کہ اگر

عورتوں کو دیکھوں گا تو میری پیری مریدی نہیں چلے گی غرض کوئی اور وجہ نہ ہو سوائے خوفِ خدا کے بس آسمان والے پر اس کی نظر ہو، آسمان والے سے اس کو محبت ہو، آسمان والے سے اسے نسبت ہو، صرف اللہ کا خوف ہو کہ اے اللہ! کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے مگر تو مجھے دیکھ رہا ہے، تیری وجہ سے میں نظر کو نیچی رکھتا ہوں اور اس حسین کو نہیں دیکھتا تو یَجِدُ حَلَاوَتَ الْاِیْمَانِ فِیْ قَلْبِہٖ تو حلوۂ ایمانی وہ اپنے دل میں پا جائے گا۔ اسی لیے شیطان چاہتا ہے کہ یہ بدنظری کرلے کیونکہ جانتا ہے کہ اگر یہ حلوۂ ایمانی پا جائے گا تو میرا مزہ پھیکا پڑ جائے گا۔ میں کتنا ہی دِکھانا چاہوں گا تو یہ سمجھ لے گا کہ عورت ہے تو اس کے سامنے سے پیشاب ہی نکلے گا عرق گلاب نہیں نکلے گا اور پیچھے سے گو ہی نکلے گا مشک وزعفران نہیں نکلے گا۔

جان میں سینکڑوں جان آنے کا نسخہ

نظر بازی معمولی گناہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخاری شریف کی حدیث میں اس کو آنکھوں کا زِنا نہ فرماتے۔ آپ لوگ خود فیصلہ کیجئے کہ آنکھوں کا زانی اللہ کا ولی ہوسکتا ہے؟ جو کچھ بھی دل پر گذر جائے گذار لو مگر اللہ کو ناراض نہ کرو۔

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

اتنا بھی نہ کہا کہ بہت مشکل پرچہ ہے۔ جو کچھ اللہ کا حکم ہے اس پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہی تو بہادری ہے، دیکھ لینا کون سی بہادری ہے۔ دیکھنے والا تو اس وقت اُلّو ہوتا ہے اور وہ اپنے کو اُلّو نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ جو لوگ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں وہ بے وقوف ہیں، میں تو اتنا عقلمند ہوں۔ جو جتنا بے وقوف ہوتا ہے اپنے کو اتنا

ہی عقلمند سمجھتا ہے۔ اصلی بے وقوف وہ ہے جس کو اپنی بے وقوفی پر یقین نہ آئے اور یہ سمجھے کہ جو لوگ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں وہ خود بے وقوف ہیں۔ اس لیے دوستو میرے عزیزو! بس جان کی بازی لگا دو (یہ بات حضرت والا دامت برکاتہم نے روتے ہوئے فرمائی) آنکھ کو بچاؤ چاہے جان نکل جائے مگر جان نہیں نکلے گی اور آ جائے گی۔ اللہ کا حکم ماننے میں جان میں اور جان آ جاتی ہے ؎

نیم جاں بِستاند و صد جاں دہد

اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں آدھی جان لیتا ہے اور سو جان دیتا ہے۔ تو آپ نفع میں ہیں یا نہیں؟ ایسے کریم مالک سے سودا کر لیجئے آدھی جان دے کر سو جان لے لیجئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نعمتوں کا وعدہ ہے، وہ جو تمہارے گمان اور خیال میں بھی نہیں آئے گا وہ نعمتیں، وہ حلاوت اللہ عطا کرے گا۔ دوستو! کبھی اللہ کے نام پر ذرا مر کے دیکھ لو، پھر دیکھو کہ کیا مزہ آتا ہے۔ ان ہگنی، موتنی، پدنی لاشوں کو بھول جاؤ گے۔ سمجھ لو کہ یہ سڑکوں پر بے پردہ پھرنے والیاں گُو، مُوت اور رِیاح کا مجموعہ ہیں۔ ان کے پاس تین دولتیں ہیں دولتِ گو، دولتِ موت اور دولتِ گندی ہوا۔

ایک عبرت انگیز فرضی قصہ

ایک فرضی قصہ عبرت کے لیے بنایا ہے وہ سن لیجئے! ایک صاحب بہت رومانٹک قسم کے تھے، وہ ہوائی جہاز میں اُس سیٹ پر بیٹھے جو ائیر ہوسٹس کی گذرگاہ تھی اور اس پر بھی نوے ڈگری نہیں بیٹھے بلکہ پینتالیس ڈگری گذرگاہ کی طرف جھک گئے کہ ائیر ہوسٹس جب آئے جائے تو اس کی کمر سے میری ٹچنگ (Touching) ہو جائے۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ آدمی ٹُچّا ہے اور مجھ سے

غلط مزہ لے رہا ہے۔ اس نے بڑے افسر سے کہا۔ افسر نے ڈاکٹر سے کہا کہ اس ائیر ہوسٹس کو ایک دوا کھلا دو جس سے گندی ہوا نکلے اور یہ اس آدمی کی ناک پر جا کر چھوڑ دے۔ وہ کیمیکل ایسا تھا کہ اس سے بد بو بہت پیدا ہوئی جس کو سونگھتے ہی وہ آدمی پینتالیس ۴۵ ڈگری سے نوے ڈگری پر آ گیا اور سیدھا بیٹھ گیا۔ اس قدر بد بو محسوس ہوئی۔ اس کے بعد پھر دوسرے پھیرے میں ایک اور ہوا خارج کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ۴۵ ڈگری دوسری طرف کو ہو گیا۔ پھر تیسرے چکر میں اس نے ایسی ہوا کھولی کہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر دوسرے شخص سے درخواست کی کہ مہربانی ہو گی اپنی سیٹ مجھے دے دیجئے اور میری سیٹ پر آپ بیٹھ جائیں۔ اگر اس کے اندر کوئی خوبی تھی تو کیوں بھاگا، ہوا کو سونگھتا رہتا اور تمنا کرتا کہ یہ زعفرانی ہوا اور سونگھ لوں۔ دوستو! اللہ کے لیے عقل سے کام لو، اللہ کے لیے نہ دیکھو، اللہ کا حکم ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اے نبی! ایمان والوں سے آپ فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو گندی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود کیوں نہیں فرمایا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں کہلایا، جبکہ دوسرے احکام کو تو خود فرمایا اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ تم لوگ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی تو فرما سکتے تھے کہ نگاہوں کو بچاؤ مگر اپنے نبی سے کہلایا۔ اس میں کیا راز ہے؟ یہ حیاءِ الوہیت ہے۔ باپ جب اپنے بیٹوں کو کسی نالائقی میں دیکھتا ہے تو خود نہیں کہتا اپنے دوست سے کہتا ہے کہ تم ان سے کہہ دو کہ ایسی گندی حرکت نہ کریں۔

بین الاقوامی معیوب چیز

نظر بازی بین الاقوامی معیوب چیز ہے۔ طبعاً ہر ایک بدنظری کو معیوب سمجھتا ہے حتیٰ کہ کافر بھی نہیں پسند کرتا کہ میری بہو، بیٹی، بہن اور خالہ کو

کوئی بری نظر سے دیکھے۔ یہ اور بات ہے کہ خلافِ فطرت زندگی گذارنے سے حیا ختم ہوجاتی ہے ورنہ طبعاً کافر کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کی بہن بیٹی کو دیکھے تو مسلمان کی کیا شان ہوگی، مسلمان کو کتنی غیرت آنی چاہیے کہ جس کو ہم دیکھتے ہیں وہ کسی کی بہن ہے، کسی کی ماں ہے، کسی کی بیٹی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ کو اس فعل پر کتنی غیرت آتی ہوگی کہ نالائق میری بندیوں کو بری نظر سے دیکھ رہا ہے اور پھر ولایت کا خواب بھی دیکھ رہا ہے کہ میں ولی اللہ ہوجاؤں، آنکھوں کا زِنا کرکے تم ولایت کا خواب دیکھتے ہو، یہ محال ہے، بس نظر بچانا اگرچہ تکلیف دہ ہے مگر بہت بڑا اجر ہے، ایسوں کو جلد اللہ مل جائے گا، شارٹ کٹ راستہ اختیار کرو، اب عمریں بہت کم ہوگئی ہیں، شارٹ کٹ راستہ اختیار کرو، حسینوں کو نہ دیکھو، نہ دیکھنے سے سکون میں رہو گے اور دیکھنے سے بے سکونی میں مبتلا ہوگے، اللہ کی نافرمانی میں بے سکونی ہے، بے چین رہو گے کہ ہائے کیسی صورت ہے، کاش مل جاتی، کاش، کاش، کاش اور دل ہوگیا پاش پاش پاش اور نہ دیکھنے سے آرام سے رہو، وقار سے رہو، عزت سے رہو، اگر دیکھو گے تو تم کو بھی تو کوئی دیکھے گا کہ کس کو دیکھ رہا ہے، تم سمجھتے ہو کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، مثلاً ائیر ہوسٹس کو دیکھو گے تو سارا جہاز تم کو دیکھے گا کہ یہ کیسا صوفی ہے، بایزید کی شکل میں ننگِ یزید ہے اور کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

۲۷؍اپریل بروز ہفتہ بعد مغرب بمقام جامع مسجد لوساکا

عورتوں کے حقوق

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

﴿اَلْمَرْأَۃُ کَالضِّلْعِ اِنْ اَقَمْتَھَا کَسَرْتَھَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِھَا اسْتَمْتَعْتَ بِھَا وَفِیْھَا عِوَجٌ﴾

(بخاری شریف، ج:۲، باب المداراۃ مع النسآء)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس سے گذارہ کروگے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہوگے تو فائدہ اٹھالوگے اگرچہ پسلی ٹیڑھی رہے گی۔ ہمارے آپ کے سینہ میں بھی پسلی ٹیڑھی ہے، کیا کسی کو دیکھا ہے کہ ہسپتال جا کر ٹیڑھی پسلی سیدھی کرائی ہو۔ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے یہ سیدھی نہیں ہوسکتی۔ اس کے ٹیڑھے پن سے کام چلاؤ گے تو کام بن جائے گا ورنہ ٹوٹ جائے گی لیکن سیدھی نہیں ہوسکتی۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی نے ارشادُ السّاری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح لکھی ہے:

﴿وَ فِیْ الْحَدِیْثِ اِشَارَۃٌ اِلَی الْاِحْسَانِ اِلَی النِّسَآءِ وَالرِّفْقِ بِھِنَّ وَالصَّبْرِ عَلٰی عِوَجِ اَخْلَاقِھِنَّ وَ اِحْتِمَالِ ضُعْفِ عُقُوْلِھِنَّ﴾

(ارشادُ السّاری، جلد:۸، ص:۷۸)

اس حدیث میں تعلیم ہے عورتوں کے ساتھ احسان کرنے کی اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کی بوجہ اس کے کہ ان کی عقلیں کمزور ہیں۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ **عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ بڑے آدمی کی سفارش

بھی بڑی سمجھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے؟ انہوں نے عورتوں کے لیے سفارش نازل کی، مردوں کے لیے سفارش نہیں کی۔ اس لیے کہ عورتیں کمزور ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ تر مرد ہی ظالم ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں سے فرمایا کہ **عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** دیکھو جو تمہاری بیویاں ہیں یہ ہماری بندیاں ہیں ان کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے۔ ان سے اگر کوئی غلطی ہوجائے تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اگر تمہارا داماد تمہاری بیٹی کی پٹائی کرتا ہے تو تم فوراً پیر صاحب کے پاس پہنچتے ہو کہ پیر صاحب کوئی تعویذ دے دیجئے۔ اپنی بیٹی کے لیے تو تعویذ لیتے ہو اپنے غصہ کے لیے کیوں تعویذ نہیں لیتے؟ جو تمہاری بیویاں ہیں وہ بھی تو کسی کی بیٹیاں ہیں، اپنے غصہ کا علاج کراؤ اور ایک وظیفہ میں بتائے دیتا ہوں **یَا سُبُّوْحُ، یَا قُدُّوْسُ، یَا غَفُوْرُ، یَا وَدُوْدُ** یہ اللہ تعالیٰ کے چار نام ہیں، ان کو سات مرتبہ پڑھ کر اللہ سے دعا کرلو کہ اے اللہ! ان ناموں کی برکت سے میرے دل کو نرم کردے۔ یہ وظیفہ بہت مجرب ہے۔ کسی افسر کے سامنے پڑھ لو تو افسر مہربان ہوجائے اور جلد کام کردے، اگر امام پڑھ لے تو کمیٹی والے دُم دبائے رہیں گے اور امام کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے اور اگر کمیٹی والے پڑھیں گے تو امام شرارت نہیں کرے گا۔ یہ بڑے کام کی چیز ہے، اپنی بیٹیوں کو سکھا دو، جب شوہر کے سامنے جائیں تو اس کو پڑھتی رہیں، شوہر مہربان ہوجائے گا اور پڑھ کر پھونک ماردیں تو اور اچھا ہے۔ پھونک مارنے کا طریقہ تو جنوبی افریقہ والوں کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ یہاں خیریت اس طرح پوچھتے ہیں، کیم چھو، تو کیم آہستہ سے کہہ دیں چھو ذرا زور سے کہہ دیں اگر وہ پوچھے کہ کیا کررہے ہو تو کہہ دو کہ تمہاری خیریت پوچھ رہے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سفارش نازل فرمائی کہ ان کے

ساتھ بھلائی کرو اور حدیث میں بھی تعلیم ہے کہ ان پر احسان کرو۔ ان کے ٹیڑھے پن پر صبر اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ وہ ضعیف العقل ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کی بیوی سے سالن میں نمک تیز ہوگیا۔ وہ غریب آدمی تھا چھ مہینے پیسہ بچا بچا کر مرغی لے کر آیا تھا، نمک اتنا تیز ہوگیا کہ اس سے کھایا نہیں گیا، اس نے دل میں سوچا کہ اللہ کی بندی ہے، ہاتھ ہی تو ہے، تیز ہوگیا نمک، اس نے کہا یا اللہ میں اپنی بیوی کو نہ ماروں گا نہ پیٹوں گا، صبر کروں گا، یہ کہہ کر سوگیا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن ہماری بندی سے نمک تیز ہوگیا تھا اور تو نے معاف کردیا تھا، اس معافی کے بدلہ میں تیری تمام خطاؤں کو معاف کرتا ہوں۔

بہت سے اللہ کے بندے صرف بیوی کی کڑوی کڑوی باتوں پر صبر کرنے سے ولی اللہ ہوگئے جس میں سے ایک شاہ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ ان کی بیوی بہت بدمزاج تھیں لیکن وہ صبر کرتے تھے۔ ایک شخص خراسان سے مرید ہونے کے لیے آیا۔ ان کی بیوی نے دو چار گالیاں دے کر کہا کہ تم کہاں پھنس گئے، کس کے چکر میں آگئے، بالکل بدھو معلوم ہوتے ہو، اپنے شوہر کو بہت کچھ برا بھلا کہا کہ ہمارے سامنے ان کے دن رات ہیں، وہ بہت چکر باز شخص ہیں تو وہ بے چارہ رونے لگا کہ میرا اتنی دور سے آنا بے کار گیا۔ محلّہ والوں سے پوچھا، محلّہ والوں نے کہا کہ یہ عورت بدتمیز ہے، وہ شیخ کی قدر کیا جانے۔ جاؤ! شیخ کو دیکھو جنگل سے لکڑیاں لا رہے ہوں گے۔ محلّہ والوں کے کہنے سے یہ جنگل کی طرف چلے گئے۔ دیکھا کہ شیخ شیر کی پیٹھ پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہے ہیں اور کوڑا سانپ کا ہے، اس سے شیر کو مارتے ہیں جب وہ چلنے میں سستی کرتا ہے۔

انہوں نے شیخ کو دیکھا اور شیخ نے ان کو دیکھا۔ شیخ سمجھ گئے کہ بیوی سے ملاقات کر کے آرہا ہے، فرمایا کہ دیکھو! اگر اس بیوی کی تلخیوں پر میں صبر نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ یہ کرامت مجھ کو نہ دیتا کہ شیر میری بیگاری کر رہا ہے، میں اس کو سانپ کے کوڑے سے مار رہا ہوں، یہ اس صبر کا انعام ہے جو بیوی کی بداخلاقیوں پر میں کرتا ہوں اور اس کو کچھ نہیں کہتا اور اگر میں اسے طلاق دے دوں تو جائز ہے لیکن میرے کسی دوسرے مسلمان بھائی کو ستائے گی، اس سے اچھا ہے کہ میں ہی صبر کرلوں اس موقع پر میرے شیخ مولانا رومی کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر میرا صبر بیوی کا بوجھ نہ اُٹھاتا تو یہ شیر کب میری بے گاری کرتا۔ اب دیکھو میرا نوکر بنا ہوا ہے۔

ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ جن کے نفلی اعمال زیادہ نہیں تھے مگر بیوی کی بداخلاقیوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ ہوا، اس لیے کہتا ہوں کہ بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرو، سوچو کہ اگر اپنی بیٹی ایسی ہوتی تو ہم کیا چاہتے؟ یہی چاہتے کہ داماد بہت اچھا سلوک کرے، معاف کردیا کرے، اگر ایسا داماد مل جائے تو آپ کہیں گے کہ میرا داماد فرشتہ ہے، اگر میرے پاس جائیداد ہوتی تو میں سب اس کے نام لکھ دیتا، میری بیٹی تو مزاج کی کڑوی ہے، مگر میرا داماد فرشتہ ہے، فرشتہ! برداشت کرتا ہے اُف نہیں کرتا، اللہ کی بندی سمجھ کر۔

خود سوچو کہ اللہ کی بندیوں سے جو اچھا سلوک کرے گا تو اللہ کو اس پر کتنا پیار آئے گا۔ مظہر جانِ جاناں بہت بزرگ آدمی تھے مگر انتہائی نازک مزاج تھے۔ دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے جاتے، راستہ میں اگر کوئی چارپائی ٹیڑھی پڑی ہوئی ہوتی تو ان کے سر میں درد ہوجاتا تھا اور نئی رضائی

اوڑھی اور اس کی سلائی ٹیڑھی ہوئی تو رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔ بادشاہ آیا اور اس نے پانی پیا، پانی پی کر صراحی پر پیالہ ترچھا رکھ دیا تو سر میں درد ہوگیا لیکن صبر کیا پھر بادشاہ نے کہا کہ حضور اگر اجازت ہو تو کوئی خادم دے دوں اس کی تنخواہ میں ادا کروں گا۔ فرمایا کہ اب تک تو میں نے صبر کیا لیکن اب صبر کا پیالہ لبریز ہوگیا۔ جب تمہارا یہ حال ہے کہ تم نے پانی پی کر پیالہ ترچھا رکھ دیا جس سے میرے سر میں درد ہوگیا تو تمہارے خادم کا کیا حال ہوگا، وہ مجھے کتنا ستائے گا۔ مزاج اتنا حساس اور نازک تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اِلہام فرمایا اور یہ واقعہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر اِلہام فرمایا کہ فلاں محلّہ میں ایک عورت ہے جو نماز، روزہ کی پابند ہے اور مجھ کو بہت یاد کرتی ہے مگر مزاج کی بڑی کڑوی ہے، تم اگر اس سے شادی کرلو تو ہم تم کو نواز دیں گے، سارے عالم میں تمہارا ڈنکا پٹوا دیں گے، ایسا درجہ دیں گے کہ لوگ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور تم سب سے اونچے ہوجاؤ گے۔ حضرت جانِ جاناں نے جا کر پیغام دے دیا اور اس اِلہام پر شادی کرلی۔ اب کیا تھا صبح شام لن ترانیاں سن رہے ہیں۔ ایک پٹھان جو شیخ کا شاگرد تھا شیخ کے مکان سے کھانا لینے گیا اور کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا ہے کہ کھانا دے دو۔ اندر سے اس نے کیا کہا۔ فرمایا ہے؟ حضرت شیخ؟ اس چکر باز کو یہ القاب و آداب! ہم ان کو خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا ہیں، تم لوگوں نے خواہ مخواہ ان کو اتنا بڑھایا ہوا ہے۔ پٹھان نے تو چھرا نکال لیا مگر پھر فوراً عقل آ گئی کہ ارے یہ تو ہمارا شیخ کا بیوی ہے۔ یہ ہم کیا کر رہا ہے۔ چھرا واپس رکھ لیا مگر آ کر شیخ سے رونے لگا کہ ایسی بیوی کو کیوں رکھا ہوا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے فرمایا کہ دیکھو اس کی تکالیف پر صبر کرنے سے مجھ کو اللہ نے وہ درجہ دیا ہے کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ کو بھی وہ مقام حاصل نہیں۔ اللہ نے میرے سلسلہ میں ایسی برکت دی کہ مولانا خالد کُرد ِی،

علامہ شامی اور علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی کے مصنف بھی اسی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مظہر جانِ جاناں کے خلیفہ تھے شاہ غلام علی اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے مولانا خالد کردی اور ان کے ہاتھ پر علامہ آلوسی اور علامہ شامی بیعت ہوئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت جانِ جاناں کا ڈنکا پٹوا دیا۔ معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کو درجات بلند کرنے کے لیے کڑوی بیویاں دے دی جاتی ہیں، اُن کی کڑوی باتوں پر صبر کرنے سے ان کو بہت بڑا درجہ ملتا ہے۔

لیکن عام لوگوں میں میاں بیوی کے اختلاف کی وجہ بدنظری ہے۔ جو بدنظری کرتا ہے اس کو اپنی بیوی اچھی معلوم نہیں ہوتی، اگرچہ وہ اچھی اور خوبصورت ہو مگر جو لوگ نگاہ کے مریض ہیں ان کو نگاہِ حرام کی عادت پڑ جاتی ہے، گھر میں اپنی اماں سے لڑتے ہیں کہ تم نے کتنے نمبر کا چشمہ لگا کر انتخاب کیا تھا، تم نے میری شادی غلط جگہ کر دی، بڑھیا کمزور آنکھ کی تھی، کمزور آنکھ سے ایسی بدصورت بیاہ کر لے آئی، رات دن لڑائی، ماں کے ساتھ گستاخی، بدتمیزی ہو رہی ہے اور بیوی کا دل الگ دُکھا رہا ہے، کاش کہ تم ایسی ہوتیں جیسی کہ ہم دفتر میں دیکھ کر آئے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا میں چندروز رہنا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور نظر کی حفاظت کرو۔ جو نظر کی حفاظت کرتا ہے اس کو گھر کی چٹنی روٹی، پلاؤ قورمہ معلوم ہوتی ہے۔ جو نظر بچاتا ہے وہ آنکھوں کے زِنا سے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے بزرگوں کا تجربہ بیان کرتا ہوں کہ جو لوگ نگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہوتی ہے اور وہ جب دینی گفتگو کرتے ہیں تو اس میں اللہ اثر ڈال دیتا ہے اور جو نظر خراب کرتے ہیں ان کی نہ آنکھوں میں چمک ہوتی ہے نہ چہرہ پرنور ہوتا ہے، چہرہ پر لعنتی آثار ہوتے ہیں۔ تو میرے دوستو! میں کہتا ہوں کہ اگر نہ دیکھو گے تو کیا نقصان ہوگا اور دیکھنے سے کیا ملے گا؟ دیکھنے سے

کچھ نہیں ملتا؟ کیا دیکھنے سے وہ تمہیں مل جاتی ہے؟

برمکان مولانا رشید صاحب بمقام لوساکا

سیر کے لیے جانے سے پہلے جنوبی افریقہ سے ساتھ آنے والے علماء مولانا منصور الحق صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، شیخ الحدیث مولانا ہارون صاحب اور زمبیا کے مقامی علماء سے فرمایا کہ وضو کے بعد کی مسنون دعا:

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ﴾

(سنن الترمذی، ج: ۱، ص ۱۸، باب مایقال بعد الوضوء)

کا کیا راز ہے؟ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وضو ظاہری اعضاء کو دھونے کا نام ہے تو گویا اس دعا میں بندہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! جہاں تک میرا ہاتھ پہنچا وہاں تک میں نے دھولیا لیکن دل تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ہے، دل تک آپ کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے لہٰذا آپ مجھے تَوَّابِیْنَ بنا دیجئے یعنی توبہ کی توفیق دے کر میرے دل کو آپ پاک کر دیجئے اور مُتَطَھِّرِیْنَ اس لیے فرمایا کہ یہ بابِ تفعُّل ہے جس میں خاصیت تکلف کی ہے یعنی اگر ہماری طبیعت پاکیزہ نہ ہو تو بہ تکلف ہم اس کو پاکیزہ کرلیں، اپنی فطرت اور عادت کے خلاف بہ تکلف اپنے آپ کو پاک رکھیں اور اس میں تکلیف اٹھائیں اور تکلیف اٹھا کر پاکیزہ رہیں۔ توابین کے معنیٰ رَجَّاعِیْنَ کے ہیں اور ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ رجوع کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَةِ اِلَی الطَّاعَةِ (نافرمانی سے فرماں برداری کی طرف لوٹ آنا)

(۲) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَی الذِّکْرِ (غفلت سے ذکر کی طرف لوٹ آنا)

(۳) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَةِ اِلَی الْحُضُوْرِ (عدم حضوری سے حضوری کی طرف لوٹ آنا)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

ہم ان کو بھی پسند کرتے ہیں، جو بہ تکلف اپنے کو پاک کرتے ہیں، پاک کرنے میں تکلیف اٹھاتے ہیں، فطرت ان کی گناہ پسندی کی ہے لیکن بہ تکلف اس گناہ پسندی سے نفرت کرتے ہیں اور بہ تکلف پاکیزہ رہتے ہیں۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ جس کو گناہ کی طرف بالکل میلان نہ ہو، حسینوں سے نظر بچانے میں جس کو کوئی تکلیف نہ ہو، وہ انسان نہیں ہے۔ گناہ کی طرف میلان تو ہماری فطرت ہے۔ مجاہدہ کرتے کرتے تکلیف اُٹھاتے اُٹھاتے کسی زمانہ میں اس درجہ مقدس ہو جائے کہ اس کی طبیعت نیکی پر ہی بدل جائے تو اور بات ہے۔ مگر گناہ کی طرف میلان ہو پھر جو حسین سامنے آئے جی چاہے کہ اس کو (Use) کرلو مگر اس تقاضہ کو اللہ کے لیے روکے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس تکلیف کو برداشت کرے کہ اے اللہ میں تمام لعنتی کاموں سے توبہ کرتا ہوں اور ان کے وَساوِس سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں تو ایسے بندوں کو جو بہ تکلف گناہوں سے بچتے ہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت والا سیر کے لیے تشریف لے گئے اور Metro Spot کلب میدان Lusaka میں حضرت والا کے ارشاد پر مولانا منصور الحق صاحب نے اپنا کلام سنایا۔ آخر میں حضرت والا نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم سب کو جذب فرمالے بلا استحقاق، ہمارا استحقاق نہیں ہے مگر آپ کریم ہیں، بلا استحقاق کرم فرماتے ہیں۔ اے اللہ! ہم لوگوں کو جذب فرمالے کیونکہ اپنے دست و بازو ہم بہت آزما چکے ہیں۔ جب اپنی قوت سے مایوسی ہو جائے تو ان کے جذب کو پُکارا جائے کہ اے اللہ ہم پر اپنی صفتِ جذب کو ظاہر فرمایئے اور ہم کو اپنا بنا لیجئے اور اپنی صفتِ جذب اگر ہم کو نہ دینا ہوتا تو اس کو قرآن پاک میں ظاہر نہ کیا جاتا۔ جو ابا اپنا خزانہ بچوں کو بتادے تو معلوم ہوا کہ وہ بچوں کو دینا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتادیا:

﴿اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾
(سورۃ شوریٰ، آیت:۱۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پس اے اللہ اس مَنۡ یَّشَآءُ میں ہم سب کو بلا استحقاق داخل کر لے اور جذب کر لے اور دنیا کے سارے جذّ اب سے محفوظ فرمالے۔ پس اس وقت یہی دعا مانگنے کو دل چاہتا ہے۔

آج مولانا اقبال صاحب کے مکان پر جانے کا نظم تھا جو حضرت والا کو مدعو کرنے کے لیے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تھے۔ سیر کے بعد حضرت والا مولانا کے گھر تشریف لائے۔ مولانا موصوف کا تعلق حضرت والا کے دوست مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی سے ہے۔ وہاں ایک صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ بوئے وطن می آید۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پرتاب گڑھ کے ہیں۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکہ شریف گئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھئی مجھے بوئے وطن آرہی ہے، تھانہ بھون کی بو آرہی ہے، کوئی تھانوی آ گیا کیا؟ حضرت کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت تھانوی تشریف لائے ہیں۔

حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے غار نیشا پور میں دس سال عبادت کی۔ اس کے بعد حج کرنے گئے، ان کا لڑکا بھی بلخ سے گیا جو اس وقت بلخ کا سلطان تھا، طواف کرتے ہوئے نظر سے نظر مل گئی، خون کی کشش ہوئی تو بعد طواف کے مقامِ ابراہیم پر دونوں نے ملاقات کی، سلطان ابراہیم ابن ادھم نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو، اس نے کہا کہ بلخ کا رہنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ابا کہاں ہیں، اس نے کہا کہ کئی سال سے لاپتہ ہیں، اللہ کے عشق میں سلطنت سے نکل گئے، بس وہ لپٹ گئے اور فرمایا کہ

میں ہوں تمہارا باپ، بلخ کا سلطان ابراہیم اور تم میرے بیٹے۔ ہو تو یہ کشش زمین کی ہوتی ہے، تحصیل پٹی کے یہ ہیں اور پرتاب گڑھ کی تحصیل کے ہم ہیں۔

مجلس برمکان مولانا اقبال صاحب بمقام لوسا کا بعد مغرب

قصہ نقاب پوش بادشاہ کا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بادشاہ پر اللہ کے عشق کی کیفیت ایسی غالب ہوئی کہ اس نے سلطنت چھوڑ دی اور دوسرے ملک میں چلا گیا اور وہاں مزدوری کرنے لگا۔ یہ قصہ مولانا روم نے بیان کیا جو خود شاہِ خوارزم کے سگے نواسے تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ جب وہ چلتے تھے تو پانچ سو علماء ان کی پالکی کے پیچھے چلتے تھے۔ انہوں نے اللہ کی محبت میں اپنی جاہ کو چھوڑا اور حضرت شمس الدین تبریزی کا بستر سر پر اٹھائے پھرتے تھے۔ وہ اس بادشاہ خوش بخت تارکِ تخت کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ بادشاہ، بادشاہت چھوڑ کر دوسرے ملک میں اینٹیں بنانے لگا۔ اللہ کی عبادت میں ایسا مزہ آیا کہ بادشاہت چھوڑ کر مزدور بن گئے۔ اس سے اندازہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کتنے پیارے ہیں اور ان کی محبت میں، ان کی عبادت میں کیا مزہ ہے کہ سلطنت کا مزہ اس کے سامنے پھیکا پڑ جاتا ہے۔ غرض وہ بادشاہ اینٹیں بنانے لگا، ہفتہ میں ایک دن اینٹیں بناتا تھا اور چھ دن عبادت کرتا تھا لیکن چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی اپنی بادشاہت کو چھپانے کے لیے کیونکہ شاہی چہرہ چھپ نہیں سکتا، بادشاہ کے چہرہ پر بادشاہت کا ایک اقبال ہوتا ہے۔ ایک دن ہوا چلی تو ذرا سا نقاب ہٹ گیا تو مزدوروں نے کہا کہ بھائی یہ مزدور نہیں ہے، یہ چہرہ تو بادشاہ کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ خبر اس ملک کے بادشاہ کو پہنچ گئی۔ بادشاہ بہت گھبرایا کہ شاید کوئی سی آئی ڈی میری سلطنت کا راز لینے

آیا ہے۔ بادشاہ نے فوراً اس جگہ کا دورہ کیا اور تمام مزدوروں کو بھگا دیا اور نقاب پوش مزدور کو بلالیا اور کہا کہ چہرہ سے نقاب ہٹائیے۔ چہرہ دیکھ کر بادشاہ نے کہا کہ آپ بادشاہ معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ بادشاہ کو پہچانتا ہے، آپ کے چہرہ پر اقبال بادشاہت کا ہے، آپ مزدور نہیں ہیں، جو حقیقتِ حال ہے سچ سچ بتائیے ورنہ آپ ہمارے ملک میں ہیں، ہم کو ہر طرح کا اختیار ہے۔ تب نقاب پوش نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں لیکن بادشاہت کو چھوڑ چکا ہوں۔ اس بادشاہ نے کہا کہ میں آپ کا غلام ہوں کیونکہ آپ تارکِ سلطنت ہیں اور میں سلطنت کا عاشق ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیں اور میری سلطنت آپ لے لیجئے، آپ کا درجہ بڑا ہے، میں آپ کا غلام بننے کے لیے تیار ہوں ؎

پیشِ ما باشی کے بختِ ما بود
جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے سامنے ہوں، آپ کی ملاقات سے میری جان سو جان ہوگئی۔ نقاب پوش بادشاہ نے دل میں سوچا کہ میں تو سلطنت چھوڑ کر آیا ہوں، یہ دوبارہ مجھ سے سلطنت چپکانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا سب وزیروں کو یہاں سے ہٹائیے اور اپنا کان میرے قریب لائیے، میں آپ کے کان میں کچھ کہوں گا۔ بتائیے کوئی بادشاہ سے ایسی بات کرسکتا ہے، اس طرح بادشاہ کو کوئی نصیحت وتبلیغ کرسکتا ہے کہ اپنا کان قریب لائیے۔ ہے کسی کی ہمت جو بادشاہ سے اس طرح خطاب کرے لیکن ہاں جو بادشاہت کو چھوڑ سکتا ہے، جس کے دل میں بادشاہت کی کوئی حقیقت نہ ہو، جو بادشاہت کو ترک کرنے کا جذبہ رکھتا ہو اُسی کی یہ ہمت ہوسکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ بیان کرنا بھی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا کام ہے کیونکہ وہ بادشاہ کے نواسے تھے۔ کوئی عام آدمی تو اس کو بیان بھی نہیں کرسکتا۔

غرض ایسے رعب سے اس نے کہا کہ بادشاہ کانپنے لگا، سب کو ہٹا دیا اور اپنا کان اس بادشاہ کے منہ کے قریب کر دیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ درد بھرے دل سے نہ جانے اس کے کان میں کیا کہہ دیا اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کا کیا مزہ گھول دیا کہ وہ بادشاہ بھی سلطنت چھوڑنے کو تیار ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ چلیے ہم دونوں کسی تیسرے ملک میں چلیں جہاں لوگ ہمیں نہ پہچانیں، وہاں مزدوری کریں گے اور اللہ کی عبادت کریں گے، دونوں اپنا اپنا ملک چھوڑ کر نکل گئے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہی راز حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم پر کھل گیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ کتنے بادشاہ مر گئے جنہیں آج کوئی پوچھتا بھی نہیں لیکن اس بادشاہ تارکِ سلطنت حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کا نام تفسیر روح المعانی کے پانچویں پارے کی تفسیر میں آ رہا ہے ۔

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

مولانا رومی نے فرمایا کہ اللہ کے نام میں وہ مزہ ہے کہ کتنے سلاطین گھر سے بے گھر ہو گئے اور اللہ کے راستہ میں سلطنتیں قربان کر دیں لیکن کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی ولی اللہ نے اپنی ولایت کے بدلہ میں سلطنت قبول کی ہو۔ اس پر احقر کے اشعار ہیں ۔

بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر   دِلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر

مزہ ان کو آیا جو اس سنگِ در پر   تو پایا فقیری کو شاہی سے بہتر

وہ دل جو ترے غم کا مارا نہیں ہے

وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے

ہجرت کے اسرار و رُموز

ارشاد فرمایا کہ دوسرا مضمون یہ ہے کہ اگر ہجرت فرض نہ ہوتی تو کعبہ شریف کے پاس ہی روضۂ مبارک بنتا اور حاجی جب حج کرنے آتے تو ان کے دل کے دو ٹکڑے ہوجاتے۔ کعبہ کا عشق مجبور کرتا کہ کعبہ کا طواف کریں اور عشقِ رسول تقاضا کرتا کہ روضۂ مبارک پر چلیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام پیش کریں۔ پس ہجرت کا تکوینی راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ سے پانچ سو میل دور بھیج دیا تاکہ عاشقوں کے دل کے ٹکڑے نہ ہوں۔ مکہ میں کعبہ شریف پر فدا ہوں اور مدینہ میں روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔

ہجرت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وطن کا بت دِلوں سے نکل جائے۔ جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں سے وطنیت کا بت نکل گیا کہ اللہ کے سامنے وطن کوئی چیز نہیں ہے۔ میرا شعر ہے ؎

بت وطن کے بھی ہجرت سے سب گر گئے
سوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

تیسری چیز یہ ہے کہ عقیدہ درست کر دیا گیا کہ رزّاق اللہ تعالیٰ ہے۔ رزق کے اسباب چھوڑ دو، جمی جمائی دکان چھوڑ دو، چلی چلائی دکان چھوڑ دو۔ مدینہ شریف چلے جاؤ، تم اسبابِ رزق چھوڑ رہے ہو مگر رزّاق کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ کیوں ڈرتے ہو؟ جو رزق ہم تمہیں کعبہ میں دے سکتے ہیں وہ مدینہ شریف میں بھی دے سکتے ہیں۔ لہٰذا سارے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مدینہ میں کتنے غنی ہوگئے۔

مقامِ رسالت کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنی اہمیت دی کہ ہمارا رسول بندوں کے نفوس کا تزکیہ کرے گا، ان کی اصلاح کرے گا۔ کعبہ شریف میں ارکانِ حج وعمرہ ادا ہو جائیں گے، ثواب مل جائے گا مگر تم کو اللہ نہیں ملے گا، اللہ ہمارے رسول سے ملے گا۔ لہٰذا جہاں میرا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جا رہا ہے تم سب کے سب وہیں جاؤ اور اللہ کے رسول سے محبت کرنا تمہارے لیے آسان بھی ہے کیونکہ رسول بصورتِ بشر ہے۔ بباطن نورِ نبوت رکھتا ہے بظاہر بشر ہے اور تم بھی بشر ہو اور بشر کو بشر چاہیے اس لیے تم سب لوگ میرے نبی کے ساتھ جاؤ، اللہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھو کہ اللہ پر کیسے مرا جاتا ہے۔ مرنا جینا تم کو میرے رسول سے آئے گا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مرو جیو، تمہیں زندگی کا قرینہ آجائے گا، جینے کا قرینہ بھی آجائے گا مرنے کا قرینہ بھی آجائے گا۔ اللہ کی بندگی اللہ کا رسول سِکھائے گا۔ اللہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا درجہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ہے اس لیے آپ سے زیادہ کوئی مزاج شناسِ الوہیت بھی نہیں لہٰذا ہمارا رسول ہی ادائے بندگی سِکھائے گا۔ کعبہ سے ادائے بندگی نہیں آئے گی۔ کعبہ خود بندگی نہیں کرسکتا تو وہ کیا بندگی سکھائے گا۔ خدا کا رسول ادائے بندگی سکھاتا ہے کہ اس طرح وضو کرو، اس طرح نماز پڑھو۔ کعبہ شریف نماز نہیں پڑھتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے والے کو بھیجا تاکہ تم کو نماز پڑھنا آجائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب الاذان للمسافر)

تم ایسے نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ نبی جیسی نماز تم کہاں پڑھ سکتے ہو؟ اس لیے اس کی نقل کرلو۔ تم نماز کو مقامِ نبوت سے ادا نہیں کر سکتے کہ میں کیسے **سبحان ربی العظیم** کہتا ہوں کیسے **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتا ہوں، میرے سامنے جو خدا کی عظمت ہوتی ہے وہ تمہارے سامنے کیسے آ سکتی ہے۔ لیکن تم میری نقل کرلو، نقل سے تمہارا کام بن جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتنے مبارک ہیں کہ پوری کائنات میں رَأَیْتُمُوْنِیْ کا شرف صرف صحابہ کرام کو حاصل ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس لیے صحابہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے زیادہ کوئی دوسرا طریقہ معتبر نہیں کیونکہ صحابہ کے علاوہ کسی نے حضور کو نہیں دیکھا اور رَأَیْتُمُوْنِیْ صرف نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ روزہ بھی ایسے رکھو جیسے مجھے دیکھتے ہو اور حج میں بھی میری نقل کرو، اگر میری مرضی کے خلاف، میری سنت کے خلاف، میرے طریقہ کے خلاف تم حج کروگے تو قبول نہیں ہوگا لہٰذا جیسے میں نے حج کیا ہے تم اس کی نقل کرلو، جیسے میں نے طواف کیا ہے ایسے ہی تم طواف کرلو، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ غرض ہر عبادت اسی طرح کرو جیسے مجھے دیکھتے ہو۔ میری نقل سے اللہ تمہیں پیار کرلے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی آپ کہہ دیجئے **فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا پیارا بنالیں گے۔

میدانِ عرفات کی بہترین دعا

یہاں پر ایک بات یاد آئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے روز جو دعائیں میں نے پڑھیں یا مجھ سے پہلے انبیاء نے پڑھیں ان میں بہترین دعا یہ ہے:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ
لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

(سنن ترمذی، ج: ۱، باب فی دعاء یوم عرفۃ)

بتاؤ! اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی چیز مانگی ہے؟ بظاہر کچھ نہیں مانگا مگر سب دعاؤں سے افضل ہے کیونکہ ثَنَاءُ الْکَرِیْمِ دُعَاءٌ کریم کی تعریف کرنا ہی دعا ہے کیونکہ تعریف سے خوش ہو کر کریم بغیر مانگے عطا فرما دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دِلانے کے لیے ایسی پیاری دعا سِکھائی جس میں صرف حق تعالیٰ کی حمد ہے اور حمد کا انکار ممکن نہیں لہٰذا یہ دعا یقیناً اللہ قبول کرے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آپ نے ثناء وہ شروع کی جو کلمہ کی بنیاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ عقیدہ ایمان کی بنیاد ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا کافر ہے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کلمہ سے دعا شروع کی کیونکہ حق تعالیٰ اس کا انکار فرمائیں گے ہی نہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ الخ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا ملک اسی کا ہے اور تمام تعریف صرف اسی کے لیے خاص ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ نے ایسی دعا فرمائی کہ بارگاہِ حق سے جس کا انکار ممکن نہیں، نہ معبودیت کا انکار ممکن ہے نہ وحدانیت کا انکار ممکن ہے نہ لاشریک اور قادرِ مطلق ہونے کا انکار ممکن ہے تاکہ اُمت جب یہ دعا مانگے تو حق تعالیٰ خوش ہو کر سب کچھ عطا فرما دیں۔ حق تعالیٰ دیکھیں گے کہ بندہ کچھ نہیں مانگ رہا ہے صرف میری تعریف کر رہا ہے تو وہ کریم بغیر مانگے رحمت کے دریا اُنڈیل دے گا۔

زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ اچھا اب ایک نئی بات سنو! جو شاید مجھ ہی سے سنو گے۔ ملاوی میں ایک رات دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو کتا بھونک رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا بات ہے کہ یہاں کا کتا بھی اسی زبان میں بھونکتا ہے جس زبان میں کراچی کا کتا بھونکتا ہے۔ کتے بلی اور تمام جانور ہر ملک کے ایک ہی طرح بولتے ہیں۔ انگلینڈ کا کتا یہ نہیں کہتا کہ **I am a dog** اور انگلینڈ کی بلی یہ نہیں کہتی کہ **I am a cat** بلکہ ہر ملک کی بلی میاؤں ہی کہے گی۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم نے مزاحاً کہا کہ بلی جو میاؤں کہتی ہے تو دراصل کہتی ہے کہ میں آؤں؟ یعنی دستر خوان پر کیا اکیلے اکیلے ٹھونس رہے ہو میں آؤں؟ لیکن انسانوں کی زبانیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی مختلف ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ دل میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے ان کی زبانوں میں اختلاف کر دیا تاکہ اس اختلاف سے وہ مجھے پہچانیں کہ واہ رے میرے اللہ آپ کی کیا قدرت ہے کہ آپ نے کتنی زبانیں پیدا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ...... الخ﴾

(سورۃ روم، آیت: ۲۲)

تمہارے اختلافِ زبان اور اختلافِ رنگ میں میری نشانیاں ہیں اور نشانیاں جانوروں کو نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کے اندر معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت ہی نہیں ہے ورنہ انگلینڈ کی بلی انگریزی بولتی اور پاکستان کی بلی اردو بولتی اور بنگلہ دیش کا کتا بنگلہ بولتا لیکن ساری دنیا کے جانور ایک ہی طرح بولتے ہیں، پاکستان کا

گدھا اسی طرح بولے گا جس طرح انگلینڈ کا گدھا بولتا ہے اور انسانوں کو کیونکہ اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا اس لیے ان کی زبان اور رنگ میں اختلاف کردیا لیکن یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اس کو وجہ فضیلت بنالیں کہ ہم گورے ہیں تم کالے ہو۔ معلوم ہوا کہ زبان اور رنگ کا اختلاف لڑنے کے لیے نہیں اللہ کی معرفت ومحبت کے لیے ہے۔ اگر ابا اپنی کوئی نشانی دے تو بچے اس کو دیکھ کر ابا کو یاد کرتے ہیں یا آپس میں لڑتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو اختلافِ السنہ و اختلافِ الوان کو اپنی نشانی بتا رہے ہیں اور ہم بجائے اپنے مالک کو یاد کرنے کے اس پر لڑ رہے ہیں اور اس کو اپنی اپنی فضیلت کا سبب بنا رہے ہیں۔ اس لیے دوسری جگہ فرمادیا:

﴿اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللہِ اَتۡقَاکُمۡ﴾

(سورۃ حجرات، آیت:۱۳)

تمہاری فضیلت اور کرامت زبانوں اور رنگوں پر نہیں ہے تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی مُکرّم ہے۔

مسکین کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ میں بمبئی کی مسجد نور میں تقریر کررہا تھا تو دورانِ تقریر میں نے حدیث کی یہ دعا پڑھی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّاَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا
وَّاحۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

اے اللہ مجھ کو مسکین زندہ رکھیے اور مسکینی میں موت دیجیے اور مسکینوں میں اُٹھائیے۔

میں نے عرض کیا کہ اس دعا کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ امت غریب ہوجائے اور زکوٰۃ لینے لگے اس لیے مسکین کے معنیٰ سمجھ لیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

﴿اَلۡمِسۡکِیۡنُ مِنَ الۡمَسۡکَنَةِ وَالۡمَسۡکَنَةُ هِیَ غَلَبَةُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجۡهِ الۡکَمَالِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی)

یعنی مسکنت کے معنیٰ مفلسی کے نہیں ہیں بلکہ کمالِ تواضع مراد ہے۔ اگر مسکنت کے معنیٰ مفلسی کے ہوتے جیسا کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب ہوجاتے اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے امیر صحابہ قلاش ہوجاتے۔ تقریر کے بعد ایک سیٹھ صاحب ملے جو میرے پیر بھائی بھی ہیں انہوں نے کہا کہ تین سال سے میں اس دعا کو اس ڈر سے نہیں پڑھ رہا ہوں کہ میں غریب ہو جاؤں گا تو غریبوں کو زکوٰۃ کیسے دوں گا؟ مسجد اور مدرسہ کی خدمت کیسے کروں گا؟ مسکین کے معنیٰ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ہم غریب، تہی دست اور قلاش ہو جائیں گے۔ اس کے یہ معنیٰ تو ہمیں معلوم ہی نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے میرا ڈر نکال دیا۔ اب میں یہ دعا پڑھا کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ شکر ہے، ایک بہت بڑی جہالت آج دور ہوگئی، حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی دعا کیسے بتلا سکتے ہیں کہ اُمت غریب ہوجائے، آپ تو امت کو دونوں جہان میں آرام سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اِسی طرح غربت کے معنیٰ بھی مفلسی کے نہیں ہیں بلکہ غربت کے معنیٰ ہیں پردیسی ہونا، بے یار و مددگار رہونا:

﴿بَدَأَ الۡاِسۡلَامُ غَرِیۡبًا وَ سَیَعُوۡدُ کَمَا بَدَأَ غَرِیۡباً فَطُوۡبٰی لِلۡغُرَبَآءِ﴾

(صحیح مسلم، ج: ۱، کتاب الایمان، باب بیان اَنَّ الاسلام بدأ غریباً)

اسلام غربت میں پیدا ہوا یعنی اجنبی اور بے یار و مددگار کہ ہر شخص اسلام سے ڈرتا تھا جیسے پردیسی کو کوئی نہیں پوچھتا ایسے ہی اسلام آخر میں ہوجائے گا یعنی غریب، پردیسی اور اجنبی کے مانند اور اسلام کو ہاتھ میں لینا ایسا ہوگا کہ جیسے

انگارہ ہاتھ میں لے رہا ہے۔ پس مبارک ہو غریبوں کے لیے کہ جب اُنہیں کوئی نہ پوچھتا ہو پھر بھی وہ دین پر قائم رہیں۔

حفاظتِ نظر کی ایک عجیب حکمت

ارشاد فرمایا کہ اگر نظر کی حفاظت کرو اور باہر والی عورتوں کو نہ دیکھو تو اپنی کم حسین بیوی بھی اچھی معلوم ہوگی۔ دوسری عورتوں کو دیکھنے سے ناشکری پیدا ہوگی کہ ہائے یہ زیادہ حسین ہے، میری بیوی کم حسین ہے۔ منجملہ اور اسرار کے ایک راز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت اسی لیے فرض کی ہے کہ نہ دوسری کو دیکھیں گے نہ للچائیں گے اور لے دے کے اپنی ہی اِنہیں حسین معلوم ہوگی لہٰذا اپنی بیویوں کی ناقدری مت کرو، اللہ کی بندی سمجھ کر ان کو پیار و محبت سے رکھو۔ ان سے حسنِ سلوک کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اگر ہم ان پر زیادتی کریں گے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا، چندروز صبر کرلو، جنت میں یہی بیویاں حوروں سے زیادہ حسین بنا دی جائیں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوروں نے نمازیں نہیں پڑھیں، روزے نہیں رکھے، عبادت نہیں کی، شوہروں کی خدمت نہیں کی اور دنیا کی عورتوں نے یہ سب عبادتیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عبادت کا نور ڈال دے گا، یہ مستزاد نور حوروں میں نہیں ہوگا۔ حوروں میں صباحت ہوگی لیکن نورِ عبادت کی وہ ملاحت نہیں ہوگی جو دنیا کی عورتوں پر ہوگی، وہ اللہ کا نور ہوگا جو حوروں کے چہروں پر نہیں ہوگا پھر وہ ہماری بیویوں سے کیسے خوبصورت ہوسکتی ہیں۔ دنیا مسافر خانہ ہے، یہاں چندروز رہنا ہے، کچھ دن صبر کرلیں پھر جنت میں عیش کریں گے۔

۱۶؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۲۰۰۲ء؍اتوار
بعد نماز فجر لوسا کا (زمبیا) Metro spot club

مدینہ منورہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاک کی مٹی سے محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپ غزوات سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچتے تھے تو اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے تاکہ مدینہ کی مٹی میرے بدن کو لگ جائے اور کسی مقدس مقام کے لیے ثابت نہیں ہے کہ وہاں کی مٹی کو آپ نے بدن پر مل لیا ہو۔ معلوم ہوا کہ جہاں سے اللہ کا دین پھیلتا ہے وہ جگہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک بہت محبوب ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آں جا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود

سب سے بہترین زمین وہ ہے جہاں میرے سر کا سودا آپ کی ذاتِ پاک کے ساتھ ہو جائے، جہاں میرا سر آپ پر فروخت ہو جائے وہ زمین مجھے سب سے پیاری ہے۔ مدینہ منورہ میں اللہ کے رسول نے اپنے سر کا سودا کیا ہے اور آپ کے طفیل میں صحابہ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ
فَلْیَمُتْ بِهَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِهَا﴾

(سنن ترمذی، ج:۲، باب ما جاء فی فضل المدینة)

جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ آکر مر جائے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مدینہ

میں مرنے والوں کی شفاعت پہلے ہوگی۔ جب مدینہ والوں کی شفاعت ہوجائے گی پھر مکہ والوں کی باری آئے گی۔ وحی کے نزول کا زمانہ تھا، اللہ نے یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ ہمارے گھر والوں کو آپ نے بعد میں رکھا، ہمارے پڑوسیوں کو آپ نے محروم کردیا، ایسا نزولِ وحی نہیں ہوا، سکوت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ بھی اس بات سے راضی ہے جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

اور صحابہ نے حج وعمرہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا زیادہ اہتمام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دے دی کہ حج اور عمرہ کا بار بار کرنا مَحَّاءُ الذُّنُوْبِ ہے، خطاؤں کی معافی بھی ہوگی اور روزی بھی بڑھے گی۔ حج میں تو خرچ ہوتا ہے، بتایئے کتنے تعجب کی بات ہے کہ حج اور عمرہ بار بار کرو تو تمہاری روزی بڑھ جائے گی۔ معلوم ہوا رزّاق کو خوش کرنے سے روزی بڑھ جاتی ہے اور حج وعمرہ عاشقانہ عبادت ہے۔ کعبہ کا طواف کرنا صفا مروہ پر دوڑنا یہ کیا عشق نہیں ہے۔ عرفات منیٰ مزدلفہ یہ سب ارکانِ عاشقانہ ہیں مگر جب سنت کے مطابق ہوگا تب قبول ہوگا۔ بہرحال کعبہ شریف اور مدینہ شریف دونوں کی محبت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔

عظمتِ رسالت کا منکر جہنمی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کیا شان دی ہے کہ علماء امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے لہٰذا جو اللہ کے نام پر قربان ہو وہ رسول اللہ پر نہ قربان ہو، پھر اس کی کیا قربانی ہے، کوئی اللہ پر قربان ہے، شہادت کے لیے تیار ہے لیکن رسول اللہ کی عظمت اگر اس کے دل میں نہیں ہے تو جہنم میں جائے گا۔ اس لیے عظمتِ رسالت بھی ایمان کے لیے لازمی ہے

(مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بہت قیمتی بات فرمائی) بعض لوگ شہید ہونے کے لیے تیار ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت میں کمی ہے تو یہ دلیل ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی عظمت بھی نہیں ہے۔ عظمتِ رسول عظمتُ اللہ کی دلیل ہے۔ جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اس کے دل میں رسول کی عظمت بھی ہوگی۔

ثابت ہوا کہ جس دل میں رسول اللہ کی عظمت نہیں اس کے دل میں اللہ کی بھی عظمت نہیں ہے۔ پس رسالت کا منکر اللہ کا منکر ہے اس لیے جہنمی ہے۔

درود شریف کی ایک عجیب خصوصیت

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب سے صرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے خلفاء میں تھے۔ تمام خلفاء حضرت کی خدمت میں باادب بیٹھے تھے وہ فرماتے تھے کہ صرف درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ساتھ ساتھ نکلتے ہیں ؎

دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں اللہ کا نام بھی آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی آئے اس لیے کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کے لیے مغفرت کی بشارت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تو عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يَآاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴿

(سورۃ احزاب، آیت: ۵۶)

اللہ اوراس کے فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی سے پیار کرو۔ یہ عاشقانہ ترجمہ ہے جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عاشقانہ ترجمہ حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا کہ اللہ پیار کرے محمد صاحب کا اور سلامت رکھے ان کو۔ اس عمل میں اللہ اوراس کے فرشتوں کے ساتھ ہماری شرکت نعمت نہیں ہے؟ جس تجارت میں بادشاہ کا حصہ بھی ہو اس تجارت میں خسارہ اور (Loss) ہوسکتا ہے؟ وہ بزنس گھاٹے میں جاسکتی ہے؟ درود شریف بھیجنا اللہ کا کام ہے اور فرشتوں کا کام ہے، اس میں اپنا حصہ لگالو یہ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ہے، اس میں خسارہ ہے ہی نہیں۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورا قصیدہ بردہ شریف روزانہ تہجد کے وقت پڑھتے تھے۔ سب زبانی یاد تھا اور ساتوں منزل مناجاتِ مقبول کی روزانہ پڑھتے تھے اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ایسا دیکھا کہ فرمایا حکیم اختر میں نے آج خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسے زیارت کی کہ آپ کی آنکھوں میں لال لال ڈورے بھی نظر آئے۔ میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو فرمایا ہاں عبدالغنی تم نے اپنے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ کیا کہوں پوری داستان آنکھوں کے سامنے سے گذرگئی۔ سترہ سال ساتھ رہا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے

شیخ کے انتقال کے بعد صدمہ وغم سے میرا بھی انتقال ہو جائے گا مگر انتقال اللہ کے قبضہ میں ہے، جب ان کا حکم ہوگا تب ہی ہوگا انتقال۔ (حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ طویل مدت تک دراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ ایک سو بیس سال تک سلامت رکھے آمین۔ جامع)

آج جنوبی افریقہ واپسی کا دن تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے حضرت والا کے ہمراہ جملہ احباب ائیر پورٹ روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ بجے جہاز کی روانگی کا وقت تھا۔ پونے چار بجے شام جوہانسبرگ ائیر پورٹ پر آمد ہوئی اور وہاں سے مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان لینیشیا پہنچے۔

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل

زمبیا سے واپسی کے بعد دارالعلوم زکریا کے مہتمم حضرت مولانا شبیر صالح جی نے حضرت والا سے درخواست کی تھی کہ حضرت والا کچھ دیر کے لیے دارالعلوم تشریف لائیں اور طلباء کو نصیحت فرمائیں۔ چنانچہ مغرب کے بعد حضرت والا دارالعلوم تشریف لے گئے اور خطبۂ مسنونہ پڑھ کر وعظ فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ○

(سورۃ حجر، آیت: ۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں نے نازل کیا ہے وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اور اس کی حفاظت بھی میرے ذمہ ہے۔ علامہ آلوسی السید محمود

بغدادی مفتی بغداد لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، سابقہ آسمانی کتابوں کی حفاظت اس وقت کے علماء کے سپرد کی گئی تھی تو وہ ایک آدھ پشت تو صحیح پڑھتے رہے مگر اس کے بعد پھر ملاوٹ شروع کردی توریت، زبور اور انجیل میں تحریف کردی کیونکہ ان کتابوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے کوئی ذمہ نہیں لیا تھا اس لیے ان کتابوں کا کوئی حافظ بھی نہ تھا اور قرآن پاک کے تو چھوٹے چھوٹے بچے حافظ ہیں۔ اگر مصر کا کوئی بڑا قاری ایک نقطہ تبدیل کردے لَوْ تَغَيَّرَ نُقْطَةً فِي الْقُرْآنِ لَيَرُدُّ عَلَيْهِ الصِّبْيَانِ تو ہمارا نو سال کا بچہ اس کو ٹوک دے گا اَنْتَ اَخْطَأْتَ يَا شَيْخُ کہ شیخ آپ نے یہاں غلطی کردی۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہیں لیکن جمع کا صیغہ کیوں نازل کیا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا تَفْخِيمًا لِّشَأْنِهٖ اپنی شانِ عظمت کے مقتضا کے مطابق جمع کا صیغہ استعمال کیا جیسا کہ شاہانِ دنیا بھی کرتے ہیں کہ اپنے لیے کہتے ہیں کہ مابدولت نے ایسا کیا۔ شاہانِ دنیا کبھی واحد نہیں بولتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا نازل کیا یعنی تحقیق کہ ہم نے نازل کیا۔ یہ بات علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں لکھی ہے اور وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اور تحقیق کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کہاں کریں گے؟ آسمان میں، زمین میں، کہاں؟ یہاں تفسیری جملہ بڑھا دیا اَیْ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِيَآءِ نَا تو تفسیر روح المعانی کے لحاظ سے وہ اللہ کا دوست ہوگیا جو حافظِ قرآن ہوگیا۔ قرآن کی عظمت کے لیے حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ میری امت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں۔ یہ اشرافِ امت ہیں یعنی امت کے بڑے لوگ ہیں، ان کو حقیر سمجھنے والا بے وقوف ہے۔ قرآن کے حافظ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کے بڑے لوگ فرمایا ہے۔ باقی اپنے منہ سے بڑا بننے

سے کوئی بڑا نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے لوگ اُمت میں دو کو فرمایا حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَ اَصْحَابُ اللَّيْلِ کہ جو حاملِ قرآن ہیں اور جو اصحاب اللیل ہیں یعنی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ اب رہ گیا یہ کہ تین بجے رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا تو سب کے لیے آسان نہیں ہے تو علامہ شامی ابنِ عابدین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عشاء ہی کے وقت میں چار رکعات فرض اور دو سنت پڑھ کے دو چار رکعات نفل پڑھ لے تو وہ تہجد گذاروں میں شمار ہوگا:

﴿اِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قَبْلَ النَّوْمِ﴾

جو سونے سے قبل وتر سے پہلے دو چار رکعات پڑھ لے اس شخص کی سنتِ تہجد ادا ہو جاتی ہے، وہ تہجد گذاروں میں شمار ہوگا۔ حضرت تھانوی نے بھی امدادُ الفتاویٰ جلد نمبر ۵ میں یہ لکھا ہے (حضرت والا نے درمیان میں فرمایا کہ ابھی لوگ حیرت میں ہیں کہ اس کو کیسے یاد ہے، فالج کے مریضوں کو تو سب بھول جاتا ہے مگر میرے اللہ نے مجھ پر فضل فرمایا کہ حافظہ پر اثر نہیں پڑا۔ جامع) تو عرض کر رہا تھا کہ چار رکعات پڑھ لے تو قیامت کے دن وہ بھی اسی صف میں کھڑا ہوگا جس میں تہجد گذار ہوں گے۔ اس لیے تہجد گذاری نہایت آسان ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ لی چار فرض اور دو سنت اور اس کے بعد دو رکعات نماز تہجد کی پڑھ لی۔ مولانا منصور الحق صاحب نے اس دوران فرمایا کہ طالبِ علموں کے لیے اس میں بہت سہولت ہے تو حضرت والا دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ طالبِ علموں ہی کے لیے تو سب کچھ کیا جاتا ہے کیونکہ بعضے ان میں بحرا لکاہل ہوتے ہیں یعنی کاہلی کا سمندر، ان کے لیے یہ طریقہ ہے کہ حافظِ قران بھی ہو گئے اور اصحابُ اللیل بھی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چیزوں کے مجموعہ کا نام اَشرافِ اُمت رکھا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم تھے، وہ کہتے تھے کہ اگر ہم رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں تو دن بھر چکر آتا ہے، پھر ہم پڑھا

نہیں سکتے، تو میں نے کہا کہ کون کہتا ہے کہ تہجد کے لیے اس وقت اٹھنا ضروری ہے، عشاء ہی کے وقت میں تہجد پڑھ لیجئے، چار رکعات عشاء اور دو سنت پڑھ کے دو چار رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیجئے، آپ کا شمار فتاویٰ شامی کی رُو سے قیامت کے دن تہجد گذاروں میں ہوگا۔ تو جو حافظِ قرآن ہیں وہ اگر عشاء کے بعد دو چار رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں تو حدیثِ پاک کی رُو سے وہ اشرافِ اُمت یعنی اُمت کے بڑے لوگ ہو جائیں گے اور اگر خالی حافظ ہوئے اور تہجد نہیں پڑھی تو ناقص رہیں گے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت لازم ہے اور دونوں مل کر جملہ معطوفہ بنتا ہے۔ لہٰذا تہجد کی نماز پڑھنا ہر حافظِ قرآن کے لیے ضروری ہے جس کا آسان طریقہ میں نے بتا دیا ہے کہ عشاء ہی کے وقت میں پڑھ کے سو جائیں پھر اگر رات میں آنکھ کھل جائے تو مزید بریانی کھالیں ورنہ گوشت روٹی پر صبر کریں۔ بڑے لوگ تہجد گذار اور حملۃ القرآن ہیں، باقی لوگوں کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ ہم بڑے آدمی ہیں جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے آدمی فرمایا ہے وہی بڑے ہیں اور وہ حافظِ قرآن اور اصحاب اللیل ہیں اگر حافظِ قرآن اصحاب اللیل نہ ہوئے اور چند رکعات تہجد کی نہیں پڑھیں تو سمجھ لیجئے آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگا اور بڑے آدمی کے زُمرہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ **لَیْسَ مِنَ الْکَامِلِیْنَ مَنْ لَّا یَقُوْمُ اللَّیْلَ** کاملین میں سے وہ نہیں ہے جو قیامِ لیل ترک کرتا ہے۔ لہٰذا عشاء کے بعد وتر سے پہلے دو رکعات یا چار رکعات پڑھنا کیا مشکل ہے، آپ قیامت کے دن تہجد گذار اُٹھائے جائیں گے۔ قرآن شریف آخری کتاب ہے، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ **وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ** یعنی وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا **وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ** اور جو کچھ آپ

سے پہلے نازل کیا گیا۔ یہ دلیل ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے کیونکہ اگر بعد میں نازل کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ فرمادیتے، یہی دلیل ہے کہ اب کوئی دین، کوئی کتاب، کوئی پیغمبر آنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور قرآن شریف آخری کتاب ہے اور اسلام آخری دین ہے بس جو کچھ آپ پر نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا ان دو پر ایمان لانا ہے۔ تیسری کوئی چیز نہیں ہے وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ بس اس کے بعد قیامت ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ باقی کتابوں کی حفاظت کیوں نہیں کی گئی؟ جواب یہ ہے کہ اس لیے نہیں کی گئی کہ ان کو فنا کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو آخری کتاب فرمایا اس لیے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا کیونکہ اب صرف دینِ اسلام مقبول ہے۔

دوسری چیز یہ عرض کرنی ہے کہ اہلِ مدارس کے لیے چار چیزوں کا خیال بہت ضروری ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے سے بہت ہی بدنامی ہوتی ہے اور آخرت کا ضرر الگ ہے، نمبر ایک ٹخنہ سے پاجامہ اوپر رکھنا۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۲، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین)

جو ٹخنہ چھپائے گا اتنا حصہ دوزخ میں جلے گا، دوزخ کا عذاب معمولی گناہ پر نہیں آتا گناہِ کبیرہ پر آتا ہے۔ لہٰذا سب طالبِ علم بلکہ سب لوگ غور سے سن لیں کہ شلوار یا پتلون یا پاجامہ ٹخنہ سے نیچے نہ ہونے پائے بلکہ ٹخنہ سے بچ بھی نہ ہونے پائے۔ سرحدی علاقوں میں بمباری ہوجاتی ہے، سرحد سے دور رہنا چاہیے، ٹخنہ سرحد ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

﴿اَمَّا ظَاهِرُ الْاَحَادِيْثِ فَيَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ﴾

ظاہری احادیث سب دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، لہٰذا سب ایک دوسرے کی امداد کرتے رہیے، اس کا نام امدادِ باہمی ہے کہ جس کا ٹخنہ چھپا ہوا

دیکھو ادب سے کہہ دو کہ قاری صاحب آپ کا ٹخنہ چھپ رہا ہے، ٹخنہ چھپانا تو حرام ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھ لیجئے، ایک مشت سے ذرا سی بھی نہیں کٹائیے، اگر آپ نے ایک مشت سے کم کر دیا گویا آپ نے ایک بالغ چیز کو جان بوجھ کر نابالغ کر دیا، ڈاڑھی کو شکایت ہوگی کہ یا اللہ میں تو بالغ تھی لیکن یہ کتر کر نابالغ بنا دیتا تھا اور یہ ڈاڑھی کا بچہ ہے، اس کا بھی رکھنا واجب ہے۔ اس کا منڈانا بھی جائز نہیں ہے۔ آج سب لوگ وعدہ کیجئے کہ ایک مشت ڈاڑھی سامنے سے، داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے رکھیں گے پھر تیل لگا کر اس کو کنگھی کیجئے۔ ڈاڑھی کے تین حق ہیں تغسیل، تدہین اور تمشیط یعنی دھونا، تیل ڈالنا اور کنگھی کرنا۔ دو باتیں اور ہیں وہ فنشنگ **Finishing** کی ہیں، یہ تو اسٹرکچر **Structure** کی ہے، فنشنگ میں ذرا دیر لگتی ہے، اس کی تیاری میں دس دس سال ہو گئے، نظر بازی کی عادت پڑی ہوئی ہے، حسینوں سے نظر بچانا، حسین لڑکیاں ہوں یا بے ریش لڑکے ہوں یا ڈاڑھی ہو مگر کشش ان میں ہو، ان کو دیکھنے کو دل چاہے تو جتنا گناہ لڑکی کو دیکھنے کا ہے اتنا ہی گناہ لڑکوں کو دیکھنے کا ہے۔ حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ لڑکا تو کسی وقت حلال ہو ہی نہیں سکتا، لڑکی تو حلال ہوسکتی ہے۔ مان لو اس کا شوہر مر گیا تو فیلڈ خالی ہے، آپ نے پیغام دیا اور وہاں سے قبول ہو گیا تو کام بن گیا، عورت حلال ہوگئی جبکہ ایک زمانہ میں حرام تھی مگر لڑکا کبھی بھی حلال نہیں ہوسکتا، بچپن سے لے کر آخری عمر تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرے گا جو حلال ہو، ان کو دیکھنا ہمیشہ حرام ہے، شہوت کے خیال سے بھی یا یہ سمجھ کر کہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا، یہ بھی حرام ہے، کسی کی لڑکوں کو دیکھنے کی عادت ہوتی ہے، کسی کی لڑکی کو دیکھنے کی عادت ہوتی ہے، کسی کو دونوں عادتیں ہوتی ہیں، لڑکی ملی تو اس کو دیکھ لیا اور لڑکا ملا تو اس کو دیکھ لیا، یہ سب باتیں شریعت میں حرام ہیں، اللہ کے

غضب سے ڈریئے اور عورت کو بھی جب تک ایجاب وقبول نہ ہو نہیں دیکھ سکتے، جب نکاح ہوگیا اب رات بھر دیکھئے۔

بس مشق کرو کہ ایک نظر بھی خراب نہ ہو، دوسروں کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی خالہ ان سب سے نظر بچاؤ، کسی کو مت دیکھو چاہے کتنی ہی حسین ہو، اللہ کے حکم سے زیادہ یہ پیارے نہیں ہیں، اللہ کا حکم نہ توڑو ورنہ اللہ تعالیٰ گردن توڑ دے گا، ایسی بلاؤں میں مبتلا کر دے گا کہ نانی یاد آجائے گی، اپنا دل توڑ دو، غلام ہو تو دل بھی غلام ہے بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَعْضَاءِہٖ تم غلام ہو تو دل بھی غلام ہے، اپنی خوشی کو توڑ دو، اللہ کی مرضی پر چلو۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ چار حکم ہوگئے۔ آخر میں قلب کا حکم بچتا ہے کہ دل میں پرانے گناہوں کو سوچ کر مزہ لینا بھی حرام ہے اور آئندہ کے لیے اسکیم بنانا بھی حرام ہے، کسی عورت کو دیکھا تو للچا گئے کہ بہت حسین ہے، مگر اس کو پایا نہیں، اب کیا کریں تو سوچتے ہیں کہ چلو اس کا تصور کرو، تصور کر کے مزہ لو، تو یہ سب اپنے کو دھوکہ دینا ہے، اللہ سے ڈرو، پھر کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اللہ سے ڈرو، چاروں حکم سمجھ لو، ایک دفعہ پھر سن لو، ٹخنہ چھپانے سے ڈرو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین اس وقت میں جبکہ آپ کو ایک زہر میں ڈوبا ہوا چھرا مارا گیا، اس وقت بھی آپ نے فرمایا اِرْفَعْ اِزَارَکَ یَا غُلَامُ اے لڑکے تو اپنی لنگی کو اوپر کرلے، اگر یہ معمولی حکم ہوتا تو اپنے رب سے ملنے کے وقت اس حکم کا خیال ہوتا؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلِیْنَ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان سنو کہ اللہ تعالیٰ ٹخنہ چھپانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بَذْلُ الْمَجْھُوْدِ ابوداؤد کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جو لباس اوپر سے آرہا ہے، چاہے کرتا ہو، چاہے عبا ہو، چاہے پاجامہ ہو اس سے ٹخنہ چھپانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ یہ

مسئلہ یاد رکھو کہ جو لباس نیچے سے آ رہا ہے اس سے اگر ٹخنہ چھپ گیا تو کوئی حرج کی بات نہیں جیسے موزہ اگر گلے تک پہن لو تو کوئی حرج نہیں، بالکل جائز ہے، موزہ سے ٹخنہ چھپانا جائز ہے، کیونکہ وہ نیچے سے آ رہا ہے اور اوپر سے آنے والے لباس میں بھی ٹخنہ چھپانا دوصورتوں میں ناجائز ہے جس وقت آدمی چل رہا ہو یا کھڑا ہوا ہو، اگر بیٹھے ہوئے ہو یا لیٹے ہوئے ہو تو اگر اس حالت میں ٹخنہ چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں، بس یہ دو حکم ہو گئے۔ (۱) ٹخنہ نہ چھپانا اور (۲) ڈاڑھی ایک مشت رکھنا۔ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ذرا سی بھی کم نہ ہو، تینوں طرف سے ایک مشت ہو۔

تیسرا حکم ہے نظر کی حفاظت۔ یہ بہت مشکل پرچہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر جزا بھی بہت پیاری رکھی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو آنکھ کی بصارت کا مزہ اللہ کے حکم پر قربان کردے گا، اللہ تعالیٰ اسے حلاوتِ ایمانی سے نوازیں گے یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ پس وہ اپنے دل میں حلاوت کو پا جائے گا محض تصور نہ ہوگا، واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی اس کے قلب میں موجود ہوگی، وَجَدَ یَجِدُ وِجْدَاناً فَهُوَ وَاجِدٌ، تو یہ واجد ہوگا اور اللہ اس کے قلب میں موجود ہوگا۔ آہ! کیا لذت رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے، واللہ کہتا ہوں کاش آپ کو میرے حال پر رحم آ جائے کہ کس درد سے کہہ رہا ہوں کہ جب حلاوتِ ایمانی کا مزہ آئے گا تو اس کے مزہ کے آگے اعضاء کے سب مزے بھول جاؤ گے۔ دل بادشاہ ہے اور دل جب مزہ پاتا ہے تو اس کا مزہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ اگر آنکھ بچاؤ گے تو یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ وہ شخص اپنے دل میں اس حلاوت کو موجود پائے گا اور وہ اس حلاوت کا واجد ہوگا یعنی پانے والا ہوگا۔

تو سمجھ لو کہ چار باتوں پر جو عمل کرلے گا یقیناً ولی اللہ ہو جائے گا، یہ

میرا دعویٰ ہے، اس لیے کہ یہ بڑے مشکل پرچے ہیں، جو بھینس اُٹھا لے گا تو کیا وہ مرغی اور بکری نہیں اٹھا لے گا؟ جو طالبِ علم مشکل پرچہ حل کر لیتا ہے آسان پرچے اس کو حل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ دین کے تمام احکام ان چار اعمال کے مقابلہ میں بالکل آسان ہیں، بس اس کی مشق کرو، کچھ دن لگیں گے لیکن بعد میں زندگی بھر شکریہ ادا کرو گے، ذرا سی دیر کے مزہ کے لیے انسان بے وقوفی کرتا ہے اور گناہ کر بیٹھتا ہے مثلاً ہوائی جہاز پر بیٹھا ایئر ہوسٹس کو دیکھ رہا ہے، لطف لے رہا ہے، حرام نشہ لا رہا ہے، اس کے بعد تین گھنٹے میں جب جہاز اُتر گیا تو ایئر ہوسٹس اپنا بیگ لے کر اس کو الّو بناتی ہوئی چلی جائے گی، تمہاری طرف دیکھے گی بھی نہیں کہ یہ ہمارا عاشق ہے، لہٰذا اس بے وفا قوم سے ہوشیار رہو، جب اللہ حلال کی دے تو حلال کو حلال کرو مگر اس میں بھی اعتدال رکھو۔ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ حلال کے معنی یہ نہیں کہ رات دن حلال کرتے رہو، حلال کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صحت کو بھی دیکھتے رہو، اتنا زیادہ استعمال مت کرو جس سے صحت خراب ہو جائے ورنہ پھر دوسرا مقدمہ چل جائے گا کہ اپنے نفس کا خیال کیوں نہیں رکھا اِنَّ لِنَفۡسِکَ عَلَیۡکَ حَقًّا۔

بس یہ داستان بڑی لمبی ہے، یہ داستان میں رات دن بیان کرتے کرتے مرا جا رہا ہوں، مگر مبارک ہے وہ بندہ جو اس کو مان لے۔ ان چار اعمال کی برکت سے کتنے لوگ ولی اللہ ہو گئے۔ وہ چار اعمال یہ ہیں، ٹخنہ نہیں چھپاؤ، ڈاڑھی ایک مشت رکھو، ایک مشت سے کم پر اس کو کاٹو نہیں، آنکھ کی حفاظت کرو، کسی صورت بھی آنکھ نہ اُٹھے، اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، جب کوئی حسین صورت نظر آئے فوراً آنکھ بند کر لو، اللہ تعالیٰ نے آنکھ کے پپوٹوں میں ایسا آٹو میٹک سوئچ لگا دیا ہے کہ کسی دوسری جگہ جانا بھی نہیں پڑتا، بس بیٹھے بیٹھے آنکھ بند کر لی، کوئی بٹن نہیں دبانا پڑا، کوئی سوئچ نہیں دبانا پڑا، کس قدر اللہ

نے آسانی دی ہے، کانوں میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خود بخود بند ہوجائیں، چونکہ اس کے مواقع کم آتے ہیں، زیادہ تر موقع آنکھ کا آتا ہے۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

یہ میرا شعر ہے، اللہ کے لیے نابینا بن جاؤ، آسمان سے اللہ دیکھ کر خوش ہوگا کہ یہ میرا بندہ اپنی اختیاری قوت کو استعمال نہیں کررہا ہے اور میری خاطر نابینا بن رہا ہے اور جب سامنے سے وہ صورت چلی گئی تو بینا بن جاؤ، اب آنکھیں کھول لو۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، ''مِنْ'' تبعیضیہ لگادیا یعنی نگاہوں کی حفاظت ضروری ہے، ہر نگاہ پر پابندی نہیں لگائی، سب چیزیں دیکھو لیکن جب سامنے کوئی حسین آجائے، نامحرم آجائے جیسے بھابھی آگئی تو بس آنکھ بند کرلو، تھوڑی دیر میں مجاہدہ ختم۔

آخر میں دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب حاضرینِ کرام کو نسبتِ اولیاءِ صدیقین عطا فرمائے، اے میرے اللہ! آنکھوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرما اور دل کی حفاظت کی توفیق عطا فرما اور ٹخنہ کھلا رکھنے کی توفیق عطا فرما، ڈاڑھی ایک مشت رکھنے کی توفیق عطا فرما اور جتنے بچے ہمارے حافظ ہوئے ہیں ان بچوں کو پکا حافظ بنا دیجئے اور جتنی باتیں مناسب ہیں ان کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور تمام نامناسب باتوں کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۲ء بروز بدھ

آج بعد فجر حضرت والا حسبِ معمول احباب کے ساتھ سیر کے لیے

فلوریڈا پارک تشریف لے گئے اور چہل قدمی کے بعد گھاس کے لان پر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ سامنے جھیل تھی۔ کچھ فاصلے پر جھیل کے کنارے دو تین عیسائی انگریز نہایت خستہ حالت میں گھاس پر لیٹے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ نشہ میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُٹھ کر آئے اور پیسے مانگنے لگے۔ بعض احباب نے کہا کہ ان کو مت دو۔ حضرت والا کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ان کو دے دو۔ ان کے دل میں مسلمانوں کی محبت آئے گی جس سے یہ اسلام سے قریب ہوں گے۔ ان کے اسلام لانے کی حرص میں ان کی مدد کرو۔

حسن کی تأثیر کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ حسنِ فانی کے دھوکہ میں نہ آؤ۔ یہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ شئی معنی چیز اور لاشئی معنی کوئی چیز نہیں، جب شئی نہیں ہے تو لاشئی ہے، تو لاشئی پر لاش ہونا حماقت ہے۔ سب اعضاء فنا ہونے والے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ حسینوں کو مت دیکھو، ہم نے حسن میں اثر رکھا ہے۔ حسن کا اثر ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام حسین تھے۔ زُلیخا نے مصر کی عورتوں کو ایک ایک لیموں اور چاقو دیا اور کہا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنا تو لیموں کاٹ دینا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب ان کے سامنے سے گذرے تو انہوں نے بجائے لیموں کے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ دیکھو! حسن ایسی چیز ہے کہ اُن عورتوں کو ہوش ہی نہیں رہا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی اُن کے ہوش اڑ گئے۔ ہوش رُبا کے سامنے ہوش کیا بچتا ہے۔ حسن کو دیکھ کر خوش نہ ہو بلکہ ڈر جاؤ کہ یہ امتحان ہے۔ یہ قرآن شریف ہے، کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے۔ یہ واقعہ پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بس پڑھ کر

آگے گذر گئے بلکہ پڑھ کر عبرت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ قصہ اس لیے بیان فرمایا کہ ہم لوگ حسن کے سامنے بہادری نہ دِکھائیں۔ دیکھ لو! مصر کی عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حسن ایسا فتنہ ہے کہ انگلیاں کیا گردنیں کٹ جاتی ہیں، قتل ہو جاتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، یہ قصہ ہوشیار کرنے کے لیے ہے، اس قصہ کو سنو اور اس سے عبرت لو، کیا بہادر بنے ہوئے ہو کہ حسن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہم بڑے مضبوط ہیں، ان عورتوں نے بھی بہادری دِکھائی تھی، مگر انگلیاں کاٹ لیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے، بس اپنے کو ضعیف کمزور سمجھو، ناتواں سمجھو، پہلوان مت بنو کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ یاد رکھو! سارا تقویٰ خاک میں مل جائے گا، زلیخا کا مقصد ہی یہی تھا کہ ان عورتوں کو دِکھا دیں کہ غلام سے ہم ہی نہیں تم لوگ بھی مغلوب ہو گئیں۔ یہاں ایک شعر یاد آ گیا جو ایک شاعر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ؎

اپنے یوسف کو مرے یوسف سے مت تشبیہ دے
اے زلیخا! اِس پہ سر کٹتے ہیں، اُس پر انگلیاں

غرض کسی حسین کو مت دیکھو، چاہے زیادہ حسین ہو یا کم حسین ہو بلکہ کم حسین زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ بے وقوف آدمی سمجھتا ہے کہ کوئی بات نہیں، معمولی سا حسن ہے، اس سے کیا بچنا! اگر زیادہ حسن ہوتا تو اس سے بچتے، حالانکہ کم حسین سے زیادہ بچنا چاہیے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہلکی حرارت زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ افلاطون، بقراط، سقراط، بوعلی سینا، جالینوس سب حکیموں کا اتفاق ہے کہ ہلکی حرارت اس لیے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ ہڈیوں میں اُتر جاتی ہے اور تپ دق ہو جاتا ہے اس کے برعکس تیز بخار سے آدمی گھبرا جاتا ہے اور علاج کرتا ہے۔

اس لیے زیادہ حسن سے سالک ہوشیار ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا چاہیے اور کم حسین سے نہیں گھبراتا اور بے فکری سے اس کو دیکھتا ہے، بات چیت کرتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کے حسن کا زہر اپنا اثر کرتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا چار آنہ حسن سولہ آنہ نظر آنے لگتا ہے اور اس کے عشق میں مبتلا ہو کر پیشاب پاخانہ کی گٹر لائنوں میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کم حسین زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ان سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ بات آپ ایک طبیب ہی سے سنیں گے۔

اس لیے حفاظتِ نظر کی تین دلیلیں سناتا ہوں۔ پہلی دلیل قرآن شریف کی ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی بعض نگاہوں کو نیچی کرلیں، ہر نگاہ کو نہیں، ماں باپ کو دیکھو، بیوی بچوں کو دیکھو، درختوں کو دیکھو کہ اللہ کے حکم سے کیسے کھڑے ہیں، پانی کا نظارہ کرو جیسے سمندر اور دریا، دیکھنے کی بہت سی چیزیں ہیں۔ اللہ کے کلام کی ایک آیت ہی شریف آدمی کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد بخاری شریف کی حدیث ہے کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہیں، آخر آپ نے ایسے ہی تو نہیں فرما دیئے۔ جب نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آنکھوں کا زِنا کار ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ پھر مشکوٰۃ کی روایت ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ناظر پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور منظور پر بھی لعنت ہو، یہاں منظورۃ نہیں لگایا کیونکہ عورت متعین نہیں ہے، اس میں لڑکے بھی داخل ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں ناظر اور منظور ہے، ناظرۃ اور منظورۃ نہیں ہے کیونکہ تبعاً عورتیں خود اس میں شامل ہیں۔ بس نظر کرنے والا اور نظر کرنے والی اور جو اپنے آپ کو بدنظری کے واسطے پیش

کرتا ہو یا کرتی ہو دونوں پر لعنت آئی ہے اور لعنت کے کیا معنی ہیں اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَةِ رحمتِ الٰہیہ سے دوری، اب دیکھو کہ نفسِ اَمّارہ کے شر سے وہی بچ سکتا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو، جب تک سایۂ رحمت ہوگا وہ نفسِ اَمّارہ کے شر سے بچا رہے گا اور رحمت کا سایہ ملتا ہے اللہ والوں کے پاس، ان کے پاس رحمت برستی ہے کیونکہ وہ دریائے خون عبور کیے ہوئے ہیں ؎

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارفین ہر وقت امن میں کیوں ہیں؟ اس لیے کہ وہ دریائے خون سے گذر کر آئے ہیں، معمولی مجاہدہ تھوڑی کیا ہے، دریائے خون سے عبور کیا ہے، بس بدنظری سے بچنے کے لیے یہ تین دلائل دیئے ہیں، ایک دلیل قرآن شریف کی ہے اور دو حدیث پاک کی، اب ان سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟ سب سے بڑا حکم تو قرآن حکیم کا ہے، پھر بخاری شریف کا نمبر ہے، اب اس کے بعد بھی اگر کوئی بدنگاہی کرے تو اس کی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ اس کو غور سے سُن لو، اُلّو پنا نہ دکھاؤ، نفس وشیطان تم کو اُلّو بنانا چاہتے ہیں، مت دیکھو کسی عورت کو۔ نہ دیکھنے سے تمہارا کیا بگڑ جائے گا اور عورتوں کو دیکھنے سے کیا مل جائے گا، پیشاب اور پاخانے کے مقام سے آپ کو کیا ملنے کی توقع ہے؟ کیا عرقِ گلاب ملے گا آگے سے؟ یا پیچھے سے مشک اور زعفران ملے گا؟ اگر ایسا ہوتا تو فقیر حسینوں کے پیچھے پیالہ لیے رہتے کہ ایک لینڈ دے دیجئے، ایک لینڈ ہوگا دو تین تولے کا تو ایک مہینہ کا آٹا مل جائے گا۔ ان حسینوں کے پاس گو موت کے سوا کیا ہے؟ میرا شعر ہے ؎

آگے بڑھا تو اس نے مجھے مُوت دے دیا
پیچھے پڑا تو اس نے مجھے گُو چکھا دیا

بس یاد رکھو کہ یہ راستہ غیرت مندوں کا ہے، جس میں غیرت نہ ہو، شرافت نہ ہو وہ چھوڑ کے بھاگ جائے کہیں اور، یہ راستہ شریفوں کا ہے۔ ہمت کرو! اللہ نے مسلمان بنایا ہے، شریف بنایا ہے اس لیے ذِلت کے کام نہ کرو۔

نظریں بچانے کی توفیق علامت ہے حق تعالیٰ کے حصول کی اور اُنہیں پانے کی۔ نظریں بچانے کی توفیق، ضمانت، علامت اور بشارت ہے اللہ تعالیٰ کو پانے کی۔ جس کو بڑی خوشی ملتی ہے اسی کو توفیق ملتی ہے چھوٹی خوشی قربان کر دینے کی۔ جو خوش قسمت ہوتا ہے اسی کو توفیق ہوتی ہے عالی ہمتی اور عالی حوصلہ ہونے کی، پھر وہ اپنی خواہشات پر حملہ کرتا ہے، شیر کی طرح وہ نفس کی خواہش کا خون پی لیتا ہے، خون پینے کی علامت یہ ہے کہ خواہش گر پڑتی ہے، جس طرح جب شیر ہرن کا خون پی لیتا ہے تو ہرن گر جاتا ہے، کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی۔ جب بندہ ناجائز ارمانوں کا خون پی لے گا تو سب ارمان گر جائیں گے، خواہشات ضعیف ہو جائیں گی، نفس مثل مردہ کے قابو میں آجائے گا، لیکن اس میں جان کھپانا یہ خوش نصیب لوگوں کا مقام ہے اور جو خود کو گو موت میں ملوث رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی میں پڑا رہنے دیتے ہیں۔ ساری عمر پاخانہ پیشاب کے مقام کو چاٹتا رہتا ہے اور اسی کو سمجھتا ہے کہ واہ واہ واہ کیا کمال ہے! کیا ہونٹ، کیا گال ہیں، لیکن یاد رکھو کہ گال کو دیکھو گے تو گالی پاؤ گے۔ یہ حرام کی واہ واہ تمہیں دائمی آہ آہ میں مبتلا کر دے گی۔

خوف اور خشیت کا فرق

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ خوف اور خشیت میں فرق یہ ہے کہ خوف میں ڈر ہوتا ہے اور عظمت نہیں ہوتی اور خشیت میں خوف ہوتا ہے عظمت کے ساتھ۔ پولیس کا خوف بھی ہوتا ہے مگر اس

میں عظمت نہیں ہوتی، اگر پولیس نے گرفتار کرلیا تو چپکے چپکے اسے دل دل میں گالیاں دے رہے ہیں کہ بدبخت نے شبہ میں پکڑ لیا، کوئی جرم بھی نہیں تھا، اسی طرح سانپ کو مار رہے ہیں مگر ڈر بھی رہے ہیں۔ پس جس خوف میں عظمت نہ ہو اسے خشیت نہیں کہتے، خشیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن قرآن شریف میں جہاں جہاں خوف آیا ہے سب مقید ہے خشیت سے، یہ اصولِ تفسیر ہے کہ اگر ایک جگہ مقید آیا ہو اور دس جگہ آزادی ہو تو وہاں بھی قید پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اللہ کے کلام میں جہاں بھی خوف ہے وہ خشیت ہی کے معنوں میں ہے، اس لیے اللہ کی عظمت ہوتے ہوئے آدمی گناہ کیسے کرسکتا ہے؟

پارک میں اب کافی وقت ہوگیا تھا۔ واپسی کا وقت ہورہا تھا۔ سامنے جھیل کا بہت حسین منظر تھا۔ اس کو دیکھ کر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ جغرافیہ، یہ منظر اور یہ پانی بھی اللہ کی نشانی ہے، یہ درخت بھی اللہ کی نشانی ہے اور یہ گھاس بھی جس پر بیٹھے ہیں ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

یہ گھاس وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہتی ہے، پہلے زمین سے پودا نکلتا ہے پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کے صدقہ میں اس توفیق کے صدقہ میں کہ یہاں جنگل میں آکر اپنی یاد کی توفیق دی یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمیں بدنگاہی کرنے سے اتنی نفرت دے دے کہ ہم اسے پیشاب پاخانے سے زیادہ بدتر سمجھیں، جیسے پیشاب پینے سے اور پاخانہ کھانے سے آدمی کو نفرت ہوتی ہے اتنی ہم کو بدنگاہی سے نفرت ہوجائے اور اللہ تعالیٰ

ہمارے ایمانوں کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرمادے کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک سیکنڈ بھی تیری نافرمانی میں نہ گذرے اور عافیتِ دارین عطا فرمادے، ہم کو بھی، ہمارے متعلقین کو بھی اور جو غیر حاضر ہیں، یہاں موجود نہیں ہیں ان کو

بھی اے اللہ آپ اپنی قدرت سے یاد رکھئے، ان کو بھولیے نہیں، ان کو فراموش نہ کیجئے، ان کو بھی شامل رکھئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ اے اللہ! ہر خیر ہر مسلمان مرد کو، ہر مسلمان عورت کو نصیب فرما، جن لوگوں کی بیٹیوں کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں ان کو صحیح رشتہ عطا فرما، ہم لوگوں کو توفیق نصیب فرمادے بدنگاہی سے بچنے کی اور جن گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے ان سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! حماقتوں کے قہر سے ہم کو نجات عطا فرما اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا حفاظت عطا فرما۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

جب حضرت والا پارک سے روانہ ہونے لگے تو جو انگریز مچھلیاں پکڑ رہے تھے وہ پھر آئے اور آ کر ہمارے ایک ساتھی سے حضرت والا کے لیے پوچھا کہ کیا یہ آپ لوگوں کے Priest ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اور دریافت کیا کہ یہ کیوں پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تین گھنٹے سے یہاں جال لگائے بیٹھے تھے، ایک مچھلی بھی نہیں آ رہی تھی اور نہ درختوں پر یہاں کوئی پرندہ تھا۔ جب سے یہ (حضرت والا) آئے ہیں مچھلیاں اتنی تیز رفتاری سے آ رہی ہیں کہ ہمارے جھولے بھر گئے اور درختوں پر اتنے سارے پرندے نہ جانے کہاں سے آ گئے جبکہ پہلے ایک بھی پرندہ نہیں تھا۔

۲۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲ رمئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات
فلوریڈا جھیل کے کنارے (جوہانسبرگ)

اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت، ضمانت اور بشارت

ارشاد فرمایا کہ بدنصیب ہے وہ شخص جو بدنگاہی کرتا ہے،

اللہ کو چھوڑ کر غیروں میں مشغول ہونا یہ بدنصیبی ہے، **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہُ** کے خلاف ہے۔ کلمہ کا پہلا جملہ **لَا اِلٰـہ** ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے، کیونکہ جو اِلٰـہ باطل نظر آ رہے ہیں یہ اصل میں نہیں ہیں کیونکہ کچھ دن میں ختم ہو جاتے ہیں۔ زمین کے اوپر جتنے لوگ ہیں سو برس کے اندر زمین کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ ہر سو برس کے بعد زمین کے اوپر کا طبقہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے، کہیں لاکھوں میں کوئی ایک بچتا ہے اگر کسی کی زندگی زیادہ ہوئی لیکن آخر میں وہ بھی زمین کے نیچے جاتا ہے۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت، لہٰذا زمین کے اوپر یہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ کس سے دل لگاتے ہو؟ اللہ کے سوا کسی کو جان کا سہارا بنانا بے وقوفی ہے۔ جائز محبت مثلاً بیوی کی محبت بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس کی محبت پر اللہ کی محبت غالب رہے۔

عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند

نافِ ما بر مہرِ خود ببریدہ اند

یعنی اپنی محبت کی چوٹ لگا کر ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور اپنی محبت کی شرط پر ہمیں وجود بخشا ہے۔ مجھے ترس آتا ہے ان لوگوں پر جو غیر اللہ پر مرتے ہیں۔ سچ کہتا ہوں، قسم کھا کے کہتا ہوں کہ مجھ کو ان پر ترس آتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کاش یہ شخص مجھ سے ملا ہی نہ ہوتا اور جو کوئی میرے سامنے کسی حسین کو دیکھ لیتا ہے تو بس جی چاہتا ہے کہ یہ ابھی مر جاتا۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بس جو شیر کی طرح جھپٹ کر خواہشاتِ نفسانیہ کا خون پی لے وہ ہم کو پیارا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ اصلی بہادر، اصلی جواں مرد ہے۔ ورنہ جسم تو شیر جیسا اور حرکت لومڑیانہ! ایسے بزدل کو جینے کا کیا حق حاصل ہے؟ پس علامت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اور ضمانت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اور بشارت اللہ تعالیٰ کے ملنے کی کیا ہے؟ نگاہوں کی حفاظت کی توفیق! جس کو بڑی خوشی ملنی ہوتی ہے اسی کو توفیق

ہوتی ہے چھوٹی خوشی قربان کر دینے کی۔ جس کے نصیب اچھے ہوتے ہیں اسی کو یہ عالی ہمتی اور عالی حوصلگی عطا ہوتی ہے کہ وہ نگاہ نیچی کر لیتا ہے، کسی نامحرم کو نہیں دیکھتا۔ ایسی بے وقوفی کی حرکت سے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتے ہیں، اس کو عقلمند بنا دیتے ہیں، وہ جانتا ہے کہ ان کو دیکھنے سے کچھ نہیں ملے گا، اللہ چھوٹ جائے گا، دور ہو جائے گا، ناراض ہو جائے گا، وہ اپنی حرام خواہشات پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور ان کا خون پی لیتا ہے اور جس طرح خون پینے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہرن گر جاتا ہے، اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اسی طرح جو اپنے حرام ارمانوں کا خون پی لیتا ہے تو اس کے ارمان گر جاتے ہیں، مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ ان پر غالب آ جاتا ہے لیکن یہ خوش نصیب لوگوں کا مقام ہے لیکن اپنے کمینہ پن اور دناءتِ طبع سے جس کا نصیب خراب ہے وہ گوموت ہی میں پڑا رہتا ہے، پیشاب پاخانے کے مقام کو چاٹتا رہتا ہے اور اس کو سمجھتا ہے کہ واہ واہ کیا کمال ہے، کیا اس کے ہونٹ ہیں، کیسے بال ہیں، کیسے گال ہیں حالانکہ جو گال کو دیکھتا ہے گالی پاتا ہے۔

اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اس بندہ پر جس کو اللہ حفاظتِ نظر کی توفیق دے دے اور نظر ڈال کر دل کو للچانا، کلپانا، تڑپانا بے وقوفی ہے۔ جس کے لیے آج تڑپ رہے ہیں یہی کل جب ساٹھ برس کی بڑھیا بن کر آئے گی اور لڑکا نانا ابا بن کر آئے گا تب اس کے لیے تڑپو گے؟ تب اس سے کہو گے کہ جوانی میں ہم تمہارے لیے تڑپا کرتے تھے؟ سور اور کتے سے بدتر ہے وہ شخص جو عارضی حسن پر مرتا ہے، انتہائی احمق اور کمینہ ہے، بے غیرت ہے، جوتے مارنے کے قابل ہے۔ فساق ہی مجاز کے عاشق ہوتے ہیں، آج کوئی لڑکی اگر ان کے سامنے اپنی دبر یعنی پچھلا حصہ ہلا دے تو ان کو انزال ہو جاتا ہے۔ دنیا کے کافر چاہے گوموت کھائیں مگر مسلمان کو کیا ہو گیا ہے کہ دنیائے مردار پر

مر رہا ہے۔ مولانا روم شاہِ خوارزم کا سگا نواسہ شیخ التفسیر والحدیث امام اولیاء فرماتے ہیں ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ پیشاب پاخانہ کی نالیاں چاٹ رہا ہے تو تعجب کی بات نہیں لیکن آہ! وہ بازِ شاہی جو سلطان دیدہ آنکھیں رکھتا ہے، جو بادشاہ کی کلائی پر بیٹھتا ہے اس کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی گھٹیا حرکت کرتا ہے، جو ہر وقت اس ماحول میں رہتا ہے جہاں ہر وقت ذکر اللہ ہے، اللہ والوں کا ماحول ہے وہ گو بھرے ہوئے جسموں کی چمک دمک سے دھوکہ کھاتا ہے۔ لیکن عقلمند کہے گا کہ اس کے نیچے انگلی ڈال کر چاٹو تو ہم جانیں۔ پیچھے سے پاخانہ ہی نکلے گا، مشک وزعفران نہیں نکلے گا اور آگے سے کیوڑہ وگلاب نہیں نکلے گا، بدبودار پیشاب ہی نکلے گا۔ میرا شعر ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گو

اے میر جلدی سے کر آخ تھو

فرینکفرٹ ایئرپورٹ جرمنی میں ایک لڑکی ایئرپورٹ کی ملازمہ دو دھاری تلوار چلاتی تھی، آگے کی تلوار اور پیچھے کی تلوار جس سے ہمارے بعض ساتھی بہت پریشان ہوئے اور مجھ سے کہا کہ یہ لڑکی تو پاگل کردے گی۔ میں نے کہا کہ اس کو بالکل نہ دیکھو، نظر بچاؤ اور پھر میرا یہ شعر پڑھو جو فرینکفرٹ ایئرپورٹ پر اسی وقت ہوا ؎

آگے سے موت پیچھے سے گو

اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت

جب آتی ہے تو ایک شیطان اس کے سامنے ہوتا ہے اور جب جاتی ہے تو ایک شیطان اس کے پیچھے ہوتا ہے۔ وہ شیطان بلاتا ہے کہ آؤ مولوی صاحب، صوفی صاحب، عارف باللہ صاحب اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں گھس جاؤ، بہت مزہ آئے گا لیکن جس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے وہی بچتا ہے۔ اس کے سامنے ان کا گوموت ہوتا ہے، وہ پوسٹ مارٹم کرتا ہے کہ اے بدمعاشو! کم بختو! زیادہ نہیں ایک تولہ گو نکالو اور پھر سونگھو اور منہ میں رکھو پھر کہو کہ واہ واہ کیا حلوہ ہے۔ پیشاب پاخانہ پر چاندی کا ورق لگا دیا ہے جس پر بے وقوف لوگ للچا رہے ہیں۔ (حضرت والا کے خلیفہ شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے خیال میں آپ کے فرینکفرٹ والے شعر سے زیادہ ہمارے تزکیہ کے لیے اور اس بیماری سے بچانے کے لیے کوئی دوا مؤثر نہیں ہوسکتی۔ حسنِ فانی کے سحر سے بچانے کا یہ شعر بہترین علاج ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو

اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اس شعر سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔) حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ شعر پڑھنے کا فائدہ جب ہوگا جب نظر بچا کر یہ شعر پڑھو یا سوچو۔ نظر سے نظر ملا کر اگر سوچو گے تو سوچنے کی سوئچ فیل ہو جائے گی۔ نظر سے نظر ملی کہ پاگل بنا، جادو ہوگیا اس پر، اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تھوڑی فرمایا **قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ**، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ نظر سے نَظر کو پُچ نہ ہونے دیں، نظر سے نظر ملے گی تو جادو ہو جائے گا اور دونوں مقناطیس آپس میں لڑ جائیں گے، ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اللہ تعالیٰ خالق ہیں مقناطیس کے، وہ جانتے ہیں کہ ہمارے بندے پاگل اور دیوانے بن جائیں گے، وہ اپنے خاص بندوں کو پاگل کرنا نہیں چاہتے اس لیے

غضِ بصر کا حکم نازل کر دیا کہ پاگل نہ بنو، عقل بڑی نعمت ہے، عقل رہے گی تو سب کچھ ہے ورنہ پاگل کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ گندی نالی میں پیشاب پی لیتا ہے، پاخانہ کھاتا ہے، تو حسینوں کو دیکھنے سے عقل خراب ہو جائے گی اور پیشاب پاخانہ کی جگہ اس کو محبوب معلوم ہوگی۔ اگر نظر سے نظر مل گئی تو پاگل ہو جاؤ گے ؎

نظر نظر سے جو ٹکرا گئی تو کیا ہوگا

پھر یہ ہوگا کہ انتہائی نفرت کی جگہ، پیشاب پاخانہ کی جگہ عزیز تر ہو جائے گی، بس اس لیے بتا دیا کہ قبل اس کے کہ منہ کالا ہو، قبل اس کے کہ پیشاب پاخانہ کے مقامات میں گھسو اللہ کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو اور دوسروں پر بھی رحم کرو کیونکہ جو آدمی خود بچے گا وہ بچائے گا بھی، جو بچے گا نہیں وہ کیا بچائے گا۔ جو حلاوتِ ایمانی کھاتا ہے وہ اکیلے نہیں کھاتا، جماعت سے کھاتا ہے، تو اس کی تقریر میں اثر بھی ہوتا ہے۔ ایک جماعت کی جماعت اس کے ذریعہ اللہ والوں کی پیدا ہوتی ہے اور جو منہ کالا کرتا ہے وہ مردود، کمبخت، سور، کتا ہے، اس کو کیا پوچھتے ہو، وہ انسان ہے؟ مقام پلید اور لید بدمعاش آدمی کی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے، دیکھو جس کو نگاہ بچانے کی توفیق ہو اس کے اوپر بہت بڑا رحم ہو گیا کہ حلاوتِ ایمانی اس کے نصیب میں آ گئی ورنہ ساتھ نہ رہو کہ ہم کو دیکھ کر افسوس ہو۔ جن لوگوں کو بدنظری اور عشقِ مجازی سے بچنے کی ہمت نہ ہو وہ ساتھ نہ رہیں، ان کی حرکت سے خانقاہ بھی بدنام ہوگی، دوسرے لوگوں کو بھی بہانہ ملے گا کہ بھئی یہ تو فلاں بزرگ کے ساتھ رہتے ہیں، ان کا جب یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا، ہماری کیا اصلاح ہوگی، لہٰذا ایسے لوگ خانقاہ میں نہ رہیں، تاکہ اگر بدنامی ہو تو ان کا ماحول الگ ہو۔ لیکن جو حرام مزہ کی خاطر خانقاہ چھوڑے گا تو نانی یاد آ جائے گی، فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی میں اتنی

پریشانی ہے کہ آدمی مجبور ہوکر اللہ سے توبہ کرے گا اور معافی مانگے گا کیونکہ کچھ دن تو قرب کا مزہ چکھ چکا، لذتِ قربِ حق کا ذائقہ اس کو یاد آئے گا۔ مجاز کی تلخی چکھ کر کہے گا کہ میری توبہ بھلی جیسے کہ میں نے شعر میں کہا ہے ؎

ہے بری یہ گلی، بڑھ گئی بے کلی

اے سکھی میں چلی، میری توبہ بھلی

تو ہے گو من چلی، مت دِکھا کھلبلی

سن ری اے دل جلی، بھاگ رب کی گلی

مجاز میں تلخی ہی تلخی ہے اور اللہ کے نام میں مزہ ہی مزہ ہے، ان کے اسم میں اتنا مزہ ہے تو مسمیٰ کیسا ہوگا؟ پریشان دل کو اللہ اللہ کرنے کی برکت سے، اللہ کے نام سے سکون ملتا ہے تو جن کے نام سے سکون ملتا ہے ان کا مسمیٰ کیسا ہوگا؟ جنت میں جب دیدار ہوگا تو جنت اور جنت کی حوریں اور جنت کی کوئی نعمت یاد بھی نہیں آئے گی۔

موزمبیق کے لیے روانگی

مولانا نذیر لونت صاحب کی دعوت پر آج موزمبیق روانگی کا دن تھا۔ معذوری کے باوجود یہ حضرت والا کا افریقہ کے چوتھے ملک کا سفر تھا۔

مولانا نذیر لونت صاحب محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں۔ جب کراچی کے مدرسہ نیوٹاؤن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے پابندی سے خانقاہ آتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے وطن موزمبیق واپس چلے گئے۔ دس سال سے جنوبی افریقہ کے اسفار کے دوران ہر سال حضرت مرشدی دام ظلہم العالی کو موزمبیق کی دعوت دیتے تھے لیکن سفر کا اتفاق نہ ہوسکا۔ اس بار حضرت والا نے فرمایا کہ ان شاء اللہ اس

سال ضرور موزمبیق جائیں گے۔ چنانچہ ۲۰؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲؍مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات دوپہر کو جوہانسبرگ ایئرپورٹ سے موزمبیق روانگی ہوئی اور تین بجے موزمبیق کے دارالحکومت موپوٹو (Mopotu) آمد ہوئی۔

بعد نمازِ مغرب میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے مکان پر حضرت والا نے عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا وعظ ''اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی'' بیان فرمایا اور مولانا موصوف نے پرتگالی زبان میں ترجمہ فرمایا اور اسی سفر میں حضرت والا کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرکے مولانا موصوف کا نوجوان عیسائی ڈرائیور حضرت مرشدی مدظلہم العالی کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوا۔ یہ وعظ بھی طبع ہوچکا ہے اس لیے یہاں صرف چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

بندوں کے خواب وخیال سے بالاتر نعمت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾

(وسرة توبة، آیت: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿اِنۡ اَوۡلِیَآءُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ﴾

(سورة انفال، آیت: ۳۴)

کہ میرے اولیاء صرف اہلِ تقویٰ ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ، تم تو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے، تم سے دوستی میں پہل کریں گے، تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم تم کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں۔ تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ ماں کے حیض اور باپ کی منی سے پیدا کرکے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ذات اُس نطفۂ ناپاک کو اپنا دوست بھی بنالے! دنیاوی بادشاہ کسی

معمولی آدمی کو اپنا دوست کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ یہ ہمارے میل کے نہیں ہیں، ان کی ہماری میچنگ **(Matching)** نہیں ہے، میں ان کو کیسے اپنا دوست کہوں۔ مگر میرے اللہ کی انتہائی مہربانی، انتہائی ذرّہ نوازی، انتہائی شفقت و محبت ہے کہ خالق ہو کر **اتقوا اللہ** فرما کر پیغامِ دوستی دے رہے ہیں کہ تم تو پہل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ تمہارے خواب و خیال اور وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا لیکن ہمارا کرم اس بات کا متقاضی ہوا کہ ہم تمہیں اپنا دوست کہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، گناہوں سے بچو، نافرمانی سے بچو تو ہم تم کو صرف گناہ چھوڑنے پر اپنا تاجِ ولایت عطا کر دیں گے، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تم لمبے چوڑے وظیفے پڑھو بس صرف فرض، واجب، سنت مؤکدہ ادا کرلو باقی بس گناہ سے بچو، میری نافرمانی نہ کرو تو تم میرے دوست ہو کیونکہ میرے نافرمان میرے ولی نہیں ہو سکتے۔ اگر میرا ولی بننا ہے تو بس گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ کوئی انسان اس کو سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اللہ کے دوست بھی بن سکتے ہیں لیکن قرآنِ پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اِنْ اَوْلِیَآءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ** میرا کوئی ولی نہیں ہے لیکن صرف وہ بندے جو گناہ نہیں کرتے، تم ہمارے دوست بن جاؤ گے جب گناہ چھوڑ دو گے۔ یاد رکھو چاہے رات بھر عبادت کرو، چاہے کتنی ہی نفلیں پڑھو، کتنے ہی وظیفے پڑھو، مگر عبادت سے تم میرے ولی نہیں بن سکتے ہو جب تک کہ گناہ نہ چھوڑ دو۔ مجھے تعجب ہے کہ گناہ تمہیں کیوں پسند ہے جبکہ طبعی طور پر گناہ غیر شریفانہ حرکت ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو شریفانہ ہو، کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جو شرافت سے کچھ بھی تعلق رکھتا ہو۔ جتنے گناہ ہیں، اللہ کی جتنی نافرمانی ہے سب شرافت کے خلاف ہے۔ وہ شخص غیر شریفانہ طبیعت رکھتا ہے جو گناہ کرتا ہے، جو بے حیائی کا کام کرتا ہے، بے غیرتی سے منہ کالا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کو بہت آسان کر دیا۔ یہ نہیں فرمایا

کہ آدھی رات کوسمندر میں جاؤ اور آدھی کمر تک پانی میں گھس کر اور ایک ٹانگ اٹھا کر عبادت کرو، پھر ہمارے ولی بنو گے، یہ کچھ نہیں کرنا ہے۔بس فرمایا کہ صرف گناہ چھوڑ دو، ہماری وِلایت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دیا جائے گا اور گناہ وہ چیز ہے جو چھوڑنے ہی کی ہے۔بس جو چیز چھوڑنے کی ہے اسی کو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ چھوڑ دو، مثلاً اگر تمہاری ماں بہن کے ساتھ،تمہاری خالہ پھوپھی کے ساتھ یا تمہاری لڑکی اور لڑکے کے ساتھ کوئی بدفعلی کرنا چاہے اور تم سے پوچھا جائے تو کیا اجازت دو گے؟ غیرت اور شرافت اجازت نہیں دے گی۔ بس یہی بات تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہتے ہو وہی میں چاہتا ہوں، جو تم چاہتے ہو وہی ہماری بھی مرضی ہے کہ تم شرافت سے رہو،عزت سے رہو، آبرو سے رہو۔ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں بھی تمہاری عزت رہے اور آخرت میں بھی عزت رہے۔(میزبان مولانا نذیر لونت صاحب نے بہت جوش کے ساتھ پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

ترجمہ کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ جوش وخروش اور بہت درد کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میرے شیخ بھی جب یہاں تشریف لائے تھے تو ان کے ترجمہ سے بہت خوش ہوئے ہوں گے۔

سلبِ توفیقِ توبہ کا ایک عبرتناک واقعہ

مسلسل گناہ پر اصرار کرنے سے کبھی یہ نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے، اللہ پناہ میں رکھے، پھر ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ اس سے توفیقِ توبہ چھین لیتے ہیں۔ناظم آباد میں ایک شخص رات دن گناہ کرتا تھا۔جب مرنے لگا تو اس کے دوست نے کہا کہ بھائی اب تو تم مرنے کے قریب ہو،توبہ کرلو اس نے کہا کہ ڈاکٹر کا لفظ نکلتا ہے، دوا کا لفظ نکلتا ہے، دوا لاؤ، بسکٹ لاؤ، چائے لاؤ،

لغت کے سارے الفاظ، سارے حروف نکلتے ہیں مگر جو لفظ تم کہتے ہو، یہ میرے منہ سے نہیں نکل رہا ہے۔ بتائیے کتنے عبرت کا مقام ہے کہ ایک شخص سارے الفاظ بول رہا ہے لیکن لفظ توبہ کیوں نہیں بول پاتا؟ یہ توبہ کے چار حروف (ت، و، ب، ہ) پر کس نے پہرہ لگادیا؟ اور یہ کوئی پرانے زمانہ کا قصہ نہیں ہے اسی زمانہ کا میرا چشم دید واقعہ ہے۔ تو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے اور توبہ کی توفیق اٹھ جائے، اس دن سے پناہ مانگو، معصیت پر جرأت! بے شرمی و بے حیائی کی حد ہے کوئی! کیا غیرت اور شرم کا پیالہ بالکل دھوکر پی چکے ہو۔ اسی لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا کہ اگر گناہوں سے بچنا چاہتے ہو تو سچوں کے ساتھ رہو اور صادقین اس لیے فرمایا کہ دیکھ لینا کہ سچا متقی ہے کہ نہیں؟ یا صرف لمبا کرتا اور گول ٹوپی ہی پہنے ہوئے ہے۔ دیکھ لینا خوب تجربہ کر لینا کہ سچا اللہ والا ہو، سچا متقی ہو، آپ دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ جس سے کسی کام کو کہو تو وہ سچا آدمی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جو تقویٰ میں سچا ہو اس کے ساتھ رہو۔ (مولانا نذیر لونت نے پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی محبت وجاں نثاری

ارشاد فرمایا کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو اسبابِ ہجرت ختم ہوگئے، لیکن وفاداری بھی کوئی چیز ہے۔ اہلِ مدینہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہم کو وسوسہ آتا ہے کہ آپ کہیں پھر اپنے وطن میں نہ رہ جائیں اور مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رہ جائیں اور ہم لوگوں کو اکیلا چھوڑ دیں تو آپ ہماری جان لے لیجئے، ہماری اولاد لے لیجئے، ہمارا مال لے لیجئے، سب چیزوں پر ہم صبر کر سکتے ہیں لیکن ہم لوگ آپ پر صبر نہیں کر سکتے، آپ پر ہم انتہائی بخیل اور کنجوس ہیں۔ ہم ساری چیزیں آپ پر قربان کر سکتے ہیں، ہم

شہید ہو جائیں، ہماری بیویاں بیوہ ہو جائیں، ہمارے بچے یتیم ہو جائیں لیکن اللہ کے لیے آپ ہم سے جدا نہ ہوں، آپ پر صبر کرنا ہمارے لیے ناممکن ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ہجرت اللہ کے حکم سے کی ہے اور میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ رہے گا۔

شیطان کا مکر

جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو حج میں کچھ نومسلموں کو تالیفِ قلب کے لیے آپ نے اونٹ اور بکریاں ذرا زیادہ دے دیں تو شیطان انسان کی شکل میں آیا اور وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ دیکھو تمہارے نبی نے مکہ والوں کو کچھ زیادہ اونٹ اور بکریاں دے دیں اور تم لوگوں کو نہیں دیا۔ یہاں نعوذ باللہ وطنیت رنگ لائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شیطان مردود نے اتہام لگایا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو دے دی تو آپ نے صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اے صحابہ! میں نے جو کچھ کیا ہے، جو اونٹ اور بکریاں مکہ کے جوانوں کو دی ہیں یہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ اللہ کا حکم ہے **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** کہ نومسلم کی دل جوئی کرنی چاہیے، میں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ لیکن شیطان نے تم لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کی اور تم کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ تو سن لو جب حج ختم ہو جائے گا تو مکہ کے نومسلم کچھ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے جائیں گے اور تم لوگ خدا کے رسول کو لے جاؤ گے تو بتاؤ تم زیادہ نصیبے والے ہو یا اونٹ اور بکریاں لے جانے والے؟ بتاؤ اونٹ اور بکریوں کی قیمت زیادہ ہے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی؟ بس صحابہ اس تقریر پر اتنا روئے کہ آنسوان کی ڈاڑھیوں سے بہہ کر نیچے گر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ بعض وقت شیطان چھوٹی چیز دکھا کر بڑی چیز سے محروم کر دیتا ہے مثلاً دِکھایا کہ کوئی چہرہ نمکین اور حسین ہے، اب شیطان کے کہنے

سے اللہ کا حکم توڑ کر اس حسین کو حاصل کرنے کی ناجائز اور حرام کوشش کی اور اللہ کو ناراض کر دیا۔ بتاؤ کیا یہی انصاف ہے کہ بندہ اللہ کے قانون کو توڑ دے اور اپنا دل خوش کر لے۔ مالک کی مرضی کے خلاف غلام کا اپنے دل کو خوش کر لینا بھی حرام ہے۔ اللہ حکم دیتا ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اے نبی! آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیں، کسی کی ماں، کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو نہ دیکھیں اور یہ آنکھیں کھول کر اُلّو کی طرح دیکھ رہا ہے اور اللہ کو ناراض کر رہا ہے۔ ایسے ہی لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ کسی باپ سے پوچھو کہ اس پر کیا گذرتی ہے اگر اس کو خبر مل جائے کہ اس نے میرے لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی۔ اگر باپ کا بس چلے تو اس مردود خبیث کا خون پی لے۔ مگر انسان حریص ہے شہوت کا، شہوت کے سامنے کچھ نہیں سوچتا کہ میرے اس فعل سے کیا حرج ہوگا۔ قومِ لوط نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا۔ تو کیا انجام ہوا کہ چھ لاکھ کی بستی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بازو سے اٹھا کر لے گئے اور ان کے پانچ سو بازو ہیں، ایک بازو سے چھ لاکھ کی بستی کو آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اُلٹ دیا، پھر اس پر پتھر بھی برسائے گئے اور ہر پتھر پر ان ظالموں کا نام بھی لکھا تھا۔ تو دیکھو شیطان نے کتنا نقصان پہنچایا، مرنے والی لاشوں کو کیا دِکھا دیا اور اللہ کے قانون کو اس قوم نے توڑ دیا۔ جس فعل کو اللہ نے منع کیا تھا اسی فعل کو کیا اور ہلاک ہو گئے۔

اَمرَد پرستی سے بچنے کا ایک عجیب اور مفید مراقبہ

ابھی ایک نیا مضمون دل میں آیا ہے جو امرد پرستی سے بچنے کا ایک مفید اور عجیب مراقبہ ہے لیکن مراقبہ اُس وقت مفید ہوگا جب پہلے نظر بچاؤ پھر مراقبہ کرو کیوں کہ دیکھنا بدنظری ہے اور بدنظری پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ اللہ لعنت کرے بدنگاہی کرنے والے پر اور جو خود کو بدنگاہی کے لیے پیش کرے۔ معلوم ہوا کہ بدنگاہی موجبِ لعنت ہے اور لعنت کے معنیٰ ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ تو رحمت اور لعنت جمع نہیں ہوسکتیں، لہٰذا پہلے نظر بچاؤ پھر یہ مراقبہ کرو کہ جس لڑکے کی طرف آج میلان ہو رہا ہے اگر خدانخواستہ بدنظری کر لی تو بدنظری کی لعنت الگ ملی اور اس بدنگاہی کی نحوست سے اگر اس کے ساتھ منہ کالا کرلیا تو کل کو یہ لڑکا ابدال ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ غوث ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ قطب الاقطاب، قطب العالم اور تمام اولیاء کا سردار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جو اللہ کا پیارا ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے پیارا ہوتا ہے، خالی مستقبل ہی میں پیارا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ ہر ایک کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کا حال کیا ہے، ماضی کیا ہے اور یہ مستقبل میں کیا ہوگا۔ ہر ایک کے ماضی، حال اور مستقبل کا اللہ کو علم ہے۔ جو آدمی مستقبل میں غوث، ابدال اور قطب ہونے والا ہے وہ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے، جو جوانی میں قطب الاقطاب ہونے والا ہے اللہ کے علم میں وہ بچپن ہی سے ہوتا ہے۔ یہی لڑکے تو اللہ والے ہو جاتے ہیں۔ بتاؤ اس کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لڑکا غوث ہے تو کسی کی ہمت پڑے گی اس کے ساتھ بدفعلی کرنے کی؟ پس بچپن میں کسی کو مفعول بنالینا، بدفعلی کرنا، اِغلام بازی کرنا انتہائی بدمعاشی، کمینہ پن اور بدبختی ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔

پس جب کسی لڑکے کی طرف میلان ہو تو سوچو کہ اگر آج اس لڑکے کو استعمال کرلیا، بدفعلی کر لی اور کل یہی لڑکا غوث، قطبُ الاقطاب اور اولیاء کا سردار ہوگیا تو جس وقت وہ سجدہ میں سارے عالم کے لیے دعا کر رہا ہوگا اور آپ کی نظر اس پر پڑ گئی کہ یہ اپنے وقت کا غوث ہے تو اس وقت کتنی شرمندگی

ہوگی اور کتنا خوف ہوگا کہ اللہ کا کتنا غضب اور کتنی لعنت مجھ پر برسے گی کہ اللہ کے اتنے پیارے بندے کے ساتھ میں نے بدفعلی کی، میں کتنا بدقسمت اور محروم ہوں، کتنا خوف ہوگا کہ مجھ پر اللہ کا جو غضب نازل ہو جائے کم ہے۔

بتاؤ یہ مراقبہ کیسا ہے؟ مفید ہے یا نہیں؟ (احقر راقم الحروف اور دیگر سامعین نے عرض کیا کہ حضرت عجیب وغریب مراقبہ ہے، دل خوف سے دہل گیا۔اس مراقبہ کا استحضار رہے تو آدمی اس خبیث فعل میں مبتلا نہیں ہوسکتا)

فرمایا کہ بس نظر بچاؤ، جسے دیکھ کر لالچ معلوم ہو تو فوراً اپنی نظر بچاؤ اور سوچو کہ یہ ہمیشہ لڑکا نہیں رہے گا۔اگر یہ قطب، ابدالِ وقت اور صاحبِ کرامت ہو گیا اور آج لڑکا سمجھ کر اس کے ساتھ منہ کالا کر لیا تو اللہ کی کتنی لعنت برسے گی، کتنا غضب نازل ہوگا کہ ہمارے پیاروں کے ساتھ تم بدفعلی کرتے تھے۔ بتاؤ پھر کہاں جاؤ گے، اللہ کے غضب سے کیسے بچو گے، کتنا خوف ہوگا کہ میں نے اللہ کے ایسے پیارے بندے کے ساتھ بدفعلی کی ہے، اللہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لے۔بس اللہ کے غضب کو یاد کرو اور نظروں کی حفاظت کرو، جو نظر کی حفاظت کرے گا بدفعلی سے محفوظ رہے گا، بدنظری وہ آٹو میٹک زینہ ہے جو بدنظری کی آخری منزل یعنی بدفعلی تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو اپنے کرم سے ایسے مضامین عطا فرماتا ہے۔سوچ لو کہ شاید ہی کوئی پیر یہ مراقبہ بتائے۔اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے میرے اوپر کیا کرم کیا ہے، کیا انعامات نازل فرمائے ہیں۔ یہ باتیں شاید ہی کہیں ملیں، شاید بھی دعویٰ توڑنے کے لیے کہتا ہوں ورنہ کسی عالم سے سنا ہے یہ مراقبہ؟ سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ نے عشقِ مجازی سے بچنے کا پی ایچ ڈی کا کورس پڑھانے کے لیے مجھ کو مقرر کیا ہے، لیکن یہ سب میرے بڑوں کا فیض، ان ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۳ رمئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ

سمندر کے متعلق عارفانہ ارشادات

فجر کی نماز پڑھ کر کچھ علماء حضرت والا کی خدمت میں حاضر تھے، ان کے ہمراہ حضرت والا صبح کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ ساحلِ سمندر پر سمندر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بڑا عجیب جغرافیہ ہے، سمندر گول دائرہ میں معلوم ہو رہا ہے کیونکہ دنیا گول ہے تو سمندر کیسے چوڑا ہو جائے گا۔ زمین ظرف ہے، سمندر مظروف ہے، جیسا ظرف ہوتا ہے ویسا ہی مظروف نظر آتا ہے اسی لیے سمندر گول نظر آ رہا ہے۔ سمندر اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے، سوچو کہ اتنا پانی کس نے پیدا کیا، اتنا پانی پیدا کرنا کس مخلوق کے بس کی بات ہے؟ پھر اس پانی میں پچاس فیصد نمک کس نے ڈالا؟ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں پچاس فیصد نمک اس لیے ڈالا کہ سمندر کی مخلوق زندہ رہے ورنہ پانی سڑ جاتا، سمندر کی مچھلیاں مر جاتیں، دنیا کی تین چوتھائی غذا ختم ہو جاتی اور ایسی بدبو ہوتی کہ ساحلی علاقے کے لوگ بھی مر جاتے لیکن کافران سب چیزوں پر غور ہی نہیں کرتے یہ تو نمک چور ہیں، بس نمک چرانا جانتے ہیں، آلات فٹ کر کے نمک نکال لیا، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو چرا کے فخر کرتے ہیں کہ دیکھو ہم نے ریسرچ (Research) کر کے بتا دیا کہ اس پانی میں اتنا نمک ہے اور ٹنوں نمک نکال لیا لیکن نمک چورو! کیا یہ نمک تمہارے باپ نے پیدا کیا ہے؟ نمک تک پہنچ گئے لیکن نمک کے خالق تک ان کی رسائی نہیں ہوئی، نعمت تک پہنچ گئے لیکن افسوس کہ نعمت دینے والے کو نہ پہچان سکے اور یہ بات بھی جانتے ہیں کہ اگر پچاس فیصد نمک سمندر میں نہ ہوتا تو اتنی بدبو ہوتی کہ مچھلیاں بھی زندہ نہ رہتیں اور ساحلی علاقوں کی آبادی بھی زندہ نہ رہتی۔ یہ بات تو مولوی

حضرات کی سمجھ میں بھی آ جانی چاہیے اگر نہ سمجھیں تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ حضرات قربانی کی کھالوں میں نمک کیوں لگاتے ہیں؟ تاکہ وہ سڑے نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سمندر میں نمک ڈال دیا جس سے مچھلیاں زندہ ہیں اور تین چوتھائی (۳/۴) غذا دنیا کے انسانوں کو خدا سمندر سے دیتا ہے اور ساحلی علاقوں کی حیات کا سبب نمک ہے جس کی وجہ سے بیماریاں نہیں پھیلتی ہیں۔

عاشقانِ خدا کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے عاشقوں کے آہ و نالہ سے زمین و آسمان قائم ہیں مگر ان کی قدر کرنے والے کم ہیں چونکہ یہ بھی کم ہیں تو قدر کرنے والے بھی کم ہیں، مگر کم کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، لعل پہاڑوں میں کہیں کہیں ہوتا ہے، ہیرا بھی کہیں کہیں ہوتا ہے اور پتھروں سے پہاڑ بھرا ہوتا ہے تو کیا پتھر کثرت کی وجہ سے لعل اور ہیرے کی برابری کرسکتا ہے؟ تو یہ عاشقانِ خدا اللہ تعالیٰ کے ہیرے اور لعل ہیں جن کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اسی لیے میں نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

مجھ کو خلوت میں بھی یاد تیری رہے
اے خدا عاشقوں کا نظارا بھی دے

آپ کب تک یادِ خدا میں رہیں گے آخر تھک کر بیٹھ جائیں گے، تھک جانے کے بعد اللہ والوں کی صحبت ہی میں سکون ملے گا۔ اس لیے دُرویشوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جس کا نام گروہِ عاشقاں ہے، جو عاشقِ عشق و مستی ہو اور ناواقفِ انتظامِ بستی ہو۔

محبت کا صحیح استعمال

حضرت والا کے خاص احباب میں سے ایک صاحب جن کا نام

محبوب ہے کراچی سے پہنچے تو ان کو دیکھ کر فرمایا۔

بہارو پھول برساؤ، مرا محبوب آیا ہے

ملاوی میں مولانا ایوب سورتی لندن سے میری محبت میں آئے تھے۔ صبح کی سیر کے وقت درختوں کے پاس موٹر گذری تو زمین پر اتنے پھول گرے تھے کہ زمین نظر نہیں آ رہی تھی، گل پوش تھی تو میں نے مولانا ایوب کے لیے کہا کہ

بہارو پھول برساؤ، مرا محبوب آیا ہے

مولانا ایوب اور محبوب کو دیکھئے تو سمجھ لیجئے کہ یہ کیسے محبوب ہیں، جسم کے اعتبار سے نہیں روحانیت کے اعتبار سے محبوب ہیں۔ اہلِ دنیا جن اشعار کو مجازی فانی محبوبوں کے لیے استعمال کرتے ہیں وہی اشعار میں اللہ والے دوستوں کے لیے استعمال کرتا ہوں۔ محبت کے مادّہ کو غلط استعمال کرو تو محبوبانِ مجازی پر فدا ہونے لگتا ہے اور صحیح استعمال کرو تو اللہ پر اور اللہ والوں پر فدا ہوتا ہے۔

غیر اللہ عذابِ الٰہی ہے

اس کے بعد حضرت والا نے مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا۔ مولانا اشعار سنانے لگے اور جب یہ شعر پڑھا۔

عشقِ لیلیٰ سے توبہ کرو تم

عشقِ لیلیٰ عذابِ خدا ہے

تو حضرت والا دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف توجہ کی تو اس کی توجہ خود مُعذَّب ہوگئی اور انسان کا حسن بدلتا رہتا ہے، جب حسینوں کا حسن بگڑ جاتا ہے، جغرافیہ بدل جاتا ہے تو اپنی حماقتوں پر تعجب کرتا ہے، اس لیے جب غیر اللہ کی طرف توجہ ہو تو سمجھئے کہ اب حماقت کی ابتدا ہوگئی اس لیے غیر اللہ کی طرف لاکھ کشش ہو بس مجاہدہ کرو۔

شب ۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۳ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ بعد مغرب برمکان مولانا نذیر لونت

ارشاد فرمایا کہ آج کا مضمون چار باتوں پر مشتمل ہے اور دو حصوں میں تقسیم ہے۔ چار باتوں میں دو باتیں اسٹرکچر ہیں اور دو فنشنگ ہیں، اسی سے عمارت کی تکمیل ہوتی ہے اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو لوگ ان چار باتوں پر عمل کرلیں گے وہ پورے پورے ولی اللہ بن جائیں گے، جو کچھ کمی ہوگی وہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی برکت سے پوری کردیں گے۔

پہلا حکم یہ ہے کہ ٹخنہ کو چھپانا نہیں چاہیے، بخاری شریف کی حدیث ہے، بہت مضبوط روایت ہے کہ **مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡكَعۡبَيۡنِ مِنَ الۡاِزَ ارِ فِـى الـنَّـارِ** جتنا حصہ ٹخنوں کا ازار سے چھپے گا وہ جہنم میں جلے گا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ **اَمَّـا ظَـاهِرُ الۡاَحَادِيۡثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحۡرِيۡمِ الۡاِسۡبَالِ** یعنی ظاہری احادیث کے مجموعہ پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، معمولی گناہ نہیں ہے، جو لوگ اس کو معمولی سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے۔ ٹخنہ چھپانا حرام کیوں ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی چار وجوہ لکھتے ہیں۔ پہلی ہے:

﴿مِنۡ جِهَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ﴾

بہ سبب نجاست میں ملوث ہو جانے کے۔ بعض کتے نوّے یعنی نائنٹی ڈگری پر پائخانہ کرتے ہیں تو جس کا ازار یعنی پاجامہ لنگی وغیرہ ٹخنوں سے نیچے ہوتا ہے وہ چلنے سے نجاست میں ملوث ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ ہے:

﴿مِنۡ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِالنِّسَآءِ﴾

عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے۔ تیسری وجہ:

﴿مِنْ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾
متکبرین کی وضع کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور چوتھا سبب ہے:

﴿مِنْ جِهَةِ الْاِسْرَافِ﴾

(فتح الباری شرح بخاری، ج: ۱۰، ص: ۲۶۳)

فضول خرچی کی وجہ سے کہ اتنا کپڑا ضائع ہوتا ہے۔ اب کوئی کہے کہ اتنا ذرا سا کپڑا ضائع ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہماری نظر تو اپنے تک ہے، یہ دیکھو کہ لاکھوں مسلمانوں میں کتنا کپڑا ضائع ہوگا اور ٹخنہ نہ چھپانے سے کتنا کپڑا بچے گا، جس میں لاکھوں مسلمانوں کا لباس بن جائے گا اوّل تو مسلمان کو وجہ پوچھنی ہی نہیں چاہیے۔ جب مسلمان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان ہے تو وجہ پوچھنا بے ادبی ہے، لیکن وجہ بتانا شفقت کی دلیل ہے، مشفقین، مربیین شفقت کی وجہ سے بیان کر دیتے ہیں۔ تو یہ چار سبب ہیں جن کی وجہ سے اسبالِ ازار یعنی ٹخنہ چھپانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاری فرمایا تو سوائے منافقین کے سب کے ٹخنے کھل گئے۔ منافقین نے اس پر عمل نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب فیروز مجوسی کافر نے زہر میں بُجھایا ہوا خنجر مارا تو اس وقت آپ سخت بے چینی اور کرب میں تھے مگر غلام کی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی دیکھ کر فرمایا اِرْفَعْ اِزَارَکَ اے غلام! تو اپنی لنگی کو اوپر کر لے۔ بتائیے! خون نکل رہا ہے، اللہ سے ملنے والے ہیں، اگر یہ حکم زیادہ اہم نہ ہوتا یعنی معمولی ہوتا تو ایسے وقت میں آپ تنبیہ نہ فرماتے، لہٰذا سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان جب معلوم ہو جائے تو مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے پہلو تہی کرے، اب پھر سے سن لیجئے! پہلا سبق پاجامہ یا لنگی یا کرتا، جو لباس اوپر سے آ رہا ہو اس سے ٹخنے

چھپانا حرام ہے اور جو لباس نیچے سے آ رہا ہو جیسے موزہ، تو موزہ چاہے گردن تک بنوا لو، اس سے کوئی گناہ نہیں ہے اور ٹخنہ کھولنے کا حکم عورتوں کے لیے نہیں ہے ان کو ٹخنہ چھپانا چاہیے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے **بَذْلُ الْمَجْهُوْدِ شرح ابو داؤد** میں یہ بھی لکھا ہے کہ مردوں کو ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم دو حالتوں میں ہے۔ ایک جب کھڑے ہوں اور دوسرا جب چل رہے ہوں، اگر بیٹھے ہوئے ہیں یا لیٹے ہوئے ہیں تو ٹخنے چھپانے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیثِ پاک ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلِیْنَ ﴾

(سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب موضع الازار این هو)

اللہ تعالیٰ اسبالِ ازار یعنی ٹخنہ چھپانے والے کو پسند نہیں کرتے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میری پنڈلی سوکھ گئی ہے، اگر میں ٹخنہ کھولتا ہوں تو لوگ میرا عیب جان جائیں گے، مجھے اجازت دیجئے کہ میں ٹخنہ چھپا کے رکھوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرض تو خدا کی طرف سے ہے، مگر یہ فعل، میری نافرمانی، تمہاری طرف سے ہوگی پھر ایک جملہ تازیانۂ محبت کا ارشاد فرمایا:

﴿ اَمَا لَکَ فِیَّ اُسْوَۃٌ ﴾

(سنن النسائی، ج:۵، ص:۴۱۴، مطبوعة دار الكتب العلمية)

کہ کیا میری زندگی تیرے لیے نمونہ نہیں ہے؟

دوسرا حکم یہ ہے کہ اپنے چہرے پر ڈاڑھی رکھو اور کتنی رکھو؟ ناف تک نہیں، بمبئی میں ایک آدمی نے ڈاڑھی رکھی تھی، جب پیشاب کرتا تھا تو ڈاڑھی کو بغل میں دبا لیتا تھا۔ ڈاڑھی کی بھی ایک حد ہے، اس کی

پلاٹنگ (Plotting) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی کہ ایک مشت رکھو اور مشت کے بعد جو بڑھ جائے تو اس کو کاٹ دو، یعنی ایک مٹھی اور مٹھی حجام کے بچے کی نہ ہو، اپنی مٹھی سے ایک مٹھی رکھو، سامنے سے بھی، دائیں طرف سے بھی، بائیں طرف سے بھی، تین طرف سے ایک مٹھی رکھو اور نیچے والے ہونٹ کے نیچے جو بال ہیں یہ ڈاڑھی کا بچہ ہے، یہ بچہ ہی رہتا ہے، بالغ ہی نہیں ہوتا، اس کو بھی کاٹنا جائز نہیں ہے۔ البتہ گردن کی طرف سے جو بال بڑھ جاتے ہیں تو جو بال ڈاڑھی سے ملے ہوئے ہیں، ڈاڑھی سے ملنے کی برکت سے ان کو رکھنا واجب ہے اور جو بال فرار اختیار کررہے ہیں، ڈاڑھی سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ سمت مخالفت کو بھاگ رہے ہیں تو ان کو کاٹ سکتے ہیں۔ ایک مسئلہ مونچھوں کا بھی ہے، مونچھوں کا یہ کنارہ **شفة عليا** کا طرفِ آخر یعنی اوپر کے ہونٹ کے آخری کنارہ سے مونچھ ذراسی بھی بڑھنے نہ پائے، آگے بڑھ جائے تو اس کو پیچھے کرنا آپ کا کام ہے، آگے بڑھنا اس کا کام ہے اور پیچھے قینچی سے کرلو۔ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک میں شیخ الحدیث نے لکھا ہے کہ افضل یہی ہے کہ مونچھوں کو قینچی سے بالکل صاف کردو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو اتنا باریک کرتے تھے کہ ہونٹوں کی سفیدی نظر آتی تھی، تو افضل طریقہ پر عمل کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی قرآن شریف میں کہاں ہے، ان کے لیے تو خاص ایک آیت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑی تھی تو مٹھی میں ڈاڑھی جب ہی آسکتی ہے جب ایک مٹھی ہو، ایک مٹھی سے اگر کم ہو تو مٹھی میں نہیں پکڑ سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا کہ میری قوم نے میرے اللہ کی نافرمانی کیوں کی اور غیرتِ دینی سے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی مٹھی

میں پکڑ کر ان کو ہلایا۔ اس سے ایک مشت ڈاڑھی کا ثبوت قرآن شریف سے مل گیا۔

اگر عورتیں چاہیں کہ ہم کو بھی ڈاڑھی کا ثواب مل جائے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ وہ عورتیں روزانہ اپنے شوہر کے کان میں کہیں کہ بغیر ڈاڑھی کے تمہاری شکل بندر کی شکل معلوم ہوتی ہے، ڈاڑھی کیوں نہیں رکھتے ہو؟ تو جس عورت کے بار بار کہنے سے اس کا شوہر یا بھائی ڈاڑھی رکھ لے گا تو اس عورت کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب ملے گا۔ عورتیں مطمئن رہیں کہ ثواب ملے گا، ان کے ڈاڑھی نہیں نکلے گی۔ جتنے شیر ببر ہیں سب کے ڈاڑھی ہے اور ڈاڑھی نہ ہونا شیرنی کی علامت ہے، لہٰذا جو ڈاڑھی نہیں رکھتے ان کو میرا مشورہ ہے کہ چڑیا گھر میں شیر کو دیکھنے نہ جائیں ورنہ اس کو شبہ ہوگا کہ یہ شیرنی ہے۔ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا حرام ہے، ایک مٹھی ڈاڑھی شریعت میں بالغ کہلاتی ہے، ایک چیز بالغ ہونے والی ہے تو آپ کو اسے نابالغ کرنے کا کیا حق ہے، لہٰذا اپنی مٹھی کے برابر ڈاڑھی رکھو چہرے کے تینوں طرف۔

ایک مسئلہ عورتوں کے متعلق یہ ہے کہ نماز میں عورتوں کو اتنا باریک دوپٹہ پہننا جائز نہیں ہے جس سے بالوں کی سیاہی جھلکتی ہو، لیکن ہر وقت چھپانا نہیں ہے، نماز میں چھپانا ہے اور غیر مردوں سے چھپانا ہے، جن گھروں میں غیر محرم لوگ بھی رہتے ہیں تو ان سے شرعی پردہ کرنا چاہیے اور بالوں کو بھی دوپٹہ سے چھپانا چاہیے۔

تیسرا حکم آنکھوں کی حفاظت ہے، آنکھوں کی حفاظت کا حکم قرآن شریف کا ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾

اور عورتوں کے لیے بھی یہ ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

تو نظروں کی حفاظت کا حکم عورتوں کے لیے بھی ہے اور مردوں کے لیے بھی ہے، یہ تو قرآن شریف کا حکم ہوگیا، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دکھاؤ! قرآن میں کہاں ہے تو دیکھو بھئی! قرآن ہی میں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آنکھوں کا زِنا ہے نظر بازی۔ بخاری شریف کی حدیث سب سے مضبوط مانی جاتی ہے، زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو دیکھنا یہ آنکھوں کا زِنا ہے۔ کیا آنکھوں کا زِنا کرنے والے کا ولی اللہ بننے کا خواب پورا ہوگا؟ ہم لوگ بھی تو چاہتے ہیں کہ ہماری بیوی، ہماری بہن، ہماری ماں، ہماری بیٹی کو کوئی بری نظر سے نہ دیکھے اور نامحرم کو بری نظر ہی سے دیکھتا ہے، کیا کوئی اچھی نظر سے دیکھتا ہے؟ جب دیکھے گا تو آدمی کی نظر بری تو ہو ہی جائے گی، اس لیے جو ہم اپنی بہو، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی اور والدہ کے بارے میں چاہتے ہیں کہ ہماری بہن کو، ہماری بیوی کو، ہماری ماں کو کوئی نہ دیکھے وہی قانون اللہ تعالیٰ نے نازل کردیا، بالکل عین فطرت کے مطابق، اس میں کسی کو تنگی معلوم ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آنکھ بچانے میں بہت سکون ہے، اللہ حلاوتِ ایمانی دیتا ہے، حلاوتِ بصارت لے کر حلاوتِ بصیرت دیتا ہے، حلاوتِ ایمانی کیا چیز ہے؟ اللہ کا قرب، اللہ کے تعلق کی مٹھاس۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں بدنظری کرنے والے پر اور جو بدنظری کرانے والی ننگی پھرتی ہیں، لعنت کے معنیٰ کیا ہیں؟ اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَةِ اللہ کی رحمت سے دوری، بتاؤ! پھر ہماری حفاظت کیا چیز کرے گی۔ بدنظری کر کے اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ کا سایہ تو تم نے اُتار کر پھینکا ہے، اپنی آنکھوں کو حرام کاری میں مبتلا کر کے کیوں

دیکھا تم نے، جب دیکھا تو دل تڑپ گیا، اُس کے اوپر آ گیا، اب اس کے لیے بے چین ہو، بے چینی تو تم نے خود مول لی، تو تین حکم ہو گئے، قرآن شریف کا حکم، بخاری شریف کا حکم اور مشکوٰۃ شریف کا حکم، اب رہ گیا کہ بدنظری میں مزہ آتا ہے اور نظر نیچی کرنے میں دل کو تکلیف ہوتی ہے تو مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں چاہے جان چلی جائے خوشی خوشی دے دے، یہ جذبہ ہونا چاہیے، مومن کی شان یہی ہے کہ جو اللہ کا حکم ہو سر آنکھوں پر رکھ لو اور اللہ کے حکم کے خلاف نہ چلو، چند دن کا امتحان ہے، یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، کچھ دن آنکھوں کا مجاہدہ کرلو پھر یہ وقت بھی نہیں ملے گا اور نہ اس مجاہدہ کی لذت ملے گی، مجاہدہ کا حلوۂ ایمانی دنیا میں کھالو، یہ مزہ جنت میں بھی نہیں ہے، جنت میں اگر کوئی کہے کہ ہمیں نظر بچانے کا مزہ دے دیجئے تو نہیں ملے گا، کیونکہ وہاں شریعت نہیں ہے، وہاں شریعت کا حکم ختم، وہ دارالجزاء ہوگا، اس لیے وہاں نظر بچانا فرض نہیں ہے، شریعت کے سب جائز و ناجائز کے احکام ختم، اس لیے یہ مزہ حلاوتِ ایمانی کا یہیں دنیا میں کھالو، ورنہ وہاں ترسو گے تب بھی نہ ملے گا۔

چوتھا حکم حفاظتِ قلب ہے، بعض لوگ سر جھکائے مراقبہ میں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بہت صوفی آدمی ہیں لیکن میرا شعر ہے ؎

یوں تو بگلہ کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
جوں ہی مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

بگلہ آنکھ بند کر کے بیٹھا رہتا ہے اور جب مچھلی کو دیکھتا ہے تو جلدی سے منہ میں رکھ لیتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی چالباز اور مکار ہے۔ تو یہ سمجھ لو کہ ایسا صوفی معتبر نہیں جو حسینوں کو دیکھ کر ہڑپ کر لے، بگلہ بھگت نہ ہو، اصلی صوفی وہ ہے جو حسینوں کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ تو چوتھا حکم دراصل فنشنگ **(Finishing)** کا ہے کہ دل میں بھی گندا خیال نہ لاؤ، اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمارا اور آپ کا دل

ایسا ہے جیسے سورج۔ جس طرح ہم پر سورج ظاہر ہے اس سے زیادہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ پر عیاں ہے۔ خود سوچو کہ اگر آپ کا کوئی دوست آپ کے خلاف خیالات پکا رہا ہو اور آپ کے پاس کوئی ایسی مشین ہو جس سے اُس کے دل کی گندگی کا حال معلوم ہو جائے تو کیا ایسے شخص کو دوست بناؤ گے؟ یا اس کو جوتے مار کے بھگا دو گے، تو دوستو! دل میں اللہ کی نافرمانی کا خیال مت پکاؤ، سر سے پیر تک اللہ کے باوفا رہو، اس وفاداری میں جان بھی چلی جائے تو جان دینے کا جذبہ پیدا کرو، یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی، ایک دفعہ زندگی ملی ہے، اسی میں وفاداری کا امتحان پاس کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہماری سینکڑوں جانوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، ہر حکم میں ہماری جانوں کی حفاظت کی ضمانت ہے، کوئی بھی حکم سخت نہیں ہے، بلکہ حکم کے خلاف چلنے میں سختی ہے، مثلاً نظر بچانا، تو اس میں بندہ کی آبرو کا کس قدر انتظام ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسروں کی بیوی، دوسروں کی عورت کو دیکھنے سے بچالیا تو ہم کو جوتے کھانے سے بچالیا۔ دیکھو! دوسری کو دیکھ کر للچاؤ مت، اپنی بیوی کو دیکھو جو اللہ نے تمہیں دی ہے اسی پر راضی رہو۔ رضا بالقضاء اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنے کا نام ہے، اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا فرض ہے، جیسے روزہ نماز فرض ہے ویسے ہی اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا بھی فرض ہے۔

جنت میں یہی عورتیں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے، انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان عورتیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین بنادی جائیں گی، عرض کیا کہ کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، حج کیا ہے، زکوٰۃ دی ہے، ہمارا حکم مانا ہے اور حوریں وہیں پیدا ہوئیں، وہیں ڈھلی

ڈھلائی مل گئیں اس لیے دین میں اپنے مجاہدات کی وجہ سے وہ حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ لہٰذا دنیا میں مسلمان عورتیں اگر حسن میں کم ہیں، تو فکر نہ کرو، چندروز کا مجاہدہ ہے، اس کے بعد یہ حوروں سے زیادہ حسین بنادی جائیں گی، ان کی ملاحت زیادہ ہوجائے گی۔ حسن کی دو صفات ہیں۔ ایک ملاحت دوسری صباحت۔ بعض گورے چٹے ہوتے ہیں، یہ اہلِ صباحت ہیں اور بعضے گورے چٹے تو نہیں ہوتے مگران میں ملاحت جھلکتی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ دیوبند میں ایک بنگالی طالبِ علم تھا، وہ صبیح تو نہیں تھا، یعنی اس میں صباحت تو نہیں تھی، گورا چٹا تو نہیں تھا لیکن ملاحت غضب کی تھی۔

اس طالبِ علم کو جنات کے بادشاہ نے اٹھوالیا اور اس سے اپنی لڑکی کی شادی کرنی چاہی تو اس طالبِ علم نے کہا کہ ہمارے فقہ میں غیر جنس میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ جنوں کے بادشاہ نے مایوس ہوکر اس کو دیوبند واپس پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ ملاحت اور چیز ہے اور صباحت اور چیز ہے۔ بعض لوگوں کا چہرہ روشن ہوتا ہے مگر نمک بالکل نہیں ہوتا اور بعضے چہرے سانولے ہیں یا کالے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے غضب کی ملاحت ان کو دی ہے۔ تو مسلمان عورتیں ملاحت میں حوروں سے زیادہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دے گا۔ انہوں نے جو عبادتیں کی ہیں اس کا نور زیادہ **(Extra)** ہوگا۔ لیکن حوریں بھی کم نہیں ہوں گی، ان کا ناک نقشہ بھی عظیم الشان ہوگا، لیکن مسلمان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔ جنت میں مزے ہی مزے اور عیش ہی عیش ہوگا۔ بس چند روز صبر کر لیجئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو بہت حسین ہوں، میری بیوی اتنی حسین نہیں ہے، ہماری **(Matching)** نہیں ہوئی، اس لیے خوشیوں کی چنگ بجانے کا میری زندگی میں موقع نہیں، تو صبر کرو، اللہ کی مرضی پر راضی رہو، چند دن

کے بعد مر کے جسم گل جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ دوسرا جسم عطا کریں گے۔

ان چار حکموں پر جو چستی، مستعدی، جواں مردی اور مردانگی کے ساتھ عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ کو پا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کا ولی ہو جائے گا، ان چار اعمال کی برکت سے پورے دین پر عمل کی توفیق ہو جائے گی، اولیاء صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ جائے گا اور جنت پا جائے گا، اور جنت کی بھی جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں اتنا مزہ ہے کہ جس وقت جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو کوئی حور یاد نہیں آئے گی، جنت کی کوئی ڈش، کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور ازلی اور ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ نشہ کسی چیز میں نہیں ہے کیونکہ کوئی شے ازلی ابدی نہیں ہے، ازلی ابدی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور قیامت میں پھر فنا کر دی جائے گی۔ تو دنیا نہ ازلی ہے نہ ابدی، بالکل گھٹیا چیز ہے اس لیے اللہ والے اس کو منہ نہیں لگاتے۔ اب رہ گئی جنت تو جنت نیک لوگوں کی جگہ ہے، صالحین کی جگہ ہے، جنہوں نے دنیا میں اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے، لیکن جنت بھی ابدی ہے، ازلی نہیں ہے، جن کے منہ کو اللہ کی محبت کی شراب لگ گئی، جو عاشقِ ذاتِ حق ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ازلی اور ابدی اللہ کے مقابلہ میں جنت بھی کچھ نہیں ہے، لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کوئی چیز اللہ کے برابر نہیں، اس لیے اللہ کے عاشقوں کے لیے درجۂ اوّلیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جنت درجۂ ثانوی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا جب دیدار ہوگا تو جنتی لوگ جنت کی نعمتوں کو یاد ہی نہیں کریں گے بلکہ کوئی نعمت یاد ہی نہ آئے گی، کوئی حور بھی یاد نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ اس لیے جو لوگ یہاں اپنی آرزوؤں کا خون کرتے ہیں ان کا خوں بہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، خونِ آرزو

کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ خود مل جاتے ہیں کہ تم نے جو اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے اس کے صلہ میں حلاوتِ ایمانی لے لو، تم نے حسینوں سے نگاہیں بچا کر اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے تو خونِ آرزو کا بدلہ میری ذات ہے، حلاوتِ ایمانی ہے، ایمان کی مٹھاس ہے، جو حوروں کو پیدا کرسکتا ہے وہ دنیا میں بھی حوروں کا مزہ دے سکتا ہے، اللہ کے احکام میں سُستی مت کرو، خدا کی عبادت میں چوڑیاں مت پہنو، اللہ کی عبادت میں شیرِ مرد رہو، نفس پر مردانہ حملہ کرو۔

ہیں تبر بردار مردانہ بزن

خبردار! تبر اُٹھاؤ اور مردانہ حملہ کرو، نفس دشمن مردانہ حملہ ہی سے دبے گا اگر مردانہ حملہ نہیں کرو گے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے، بغیر اللہ کے مرو گے، بے حد خسارہ میں جاؤ گے۔ اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہے کہ اللہ نہ ملے اور آدمی مرجائے، بہت ہی بدبخت، بدنصیب اور محرومِ جاں ہے وہ جو اللہ کو نہ پائے اور مرجائے۔ خدا کے لیے، اللہ کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو، میرے دوستو! میرے عزیزو! جان دے دو مگر اللہ کو ناراض نہ ہونے دو، ان شاء اللہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دل کو ایسا مست کردیں گے کہ معلوم ہوگا کہ آپ سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نہیں ہے، چٹائی پر، بوریوں پر، خاک پر، تختِ شاہی کا مزہ ملے گا۔ لوگوں کو بکنے دو، جو کہتے ہیں کہ فلاں صورت میں یہ مٹھاس ہے، وہ مٹھاس ہے۔ صورتوں میں کیا ہے، آج جو سولہ سال کی ہے، کل جب اَسّی سال کی بڑھیا ہوگی تو اس کو چوما چاٹی کرو گے؟ شادی کی پہلی رات میں کس قدر خوشی تھی اور اب وہی خوشی باسی ہوگئی، یہ کیا ہے؟ سب فانی ہے، دنیا بِجَمِیْعِ اَعْضَاءِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ سب فانی ہے، دیکھو جوان کتنا ہی حسین ہو، ایک دن اس کو نانا بننا ہے، جب ڈاڑھی مونچھ نہ آئی ہو اُس وقت تو سخت امتحان ہوتا ہے، لیکن ایک دن نانا دادا بن جائے گا اور لڑکی ابھی کتنی ہی حسین ہو ایک دن نانی دادی بنے گی۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

جولڑکا تھا نانا ابا بن گیا، اب اس کی ڈیمانڈ **(Demand)** کروگے؟ اور جو لڑکی تھی نانی اماں ہوگئی تو پھر اس کو چاہو گے؟ اس لیے کسی کی جوانی مت دیکھو۔لڑکا ہے تو اس کا بڑھاپا سوچو کہ بڈھا ہوگا تو کیسا ہوگا؟ لڑکی بڈھی ہوگی تو کیسی معلوم ہوگی؟ جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ عقلمند کہلاتا ہے، عقل کی انٹرنیشنل یعنی بین الاقوامی تعریف یہ ہے کہ انجام پر نظر ہو اور ان حسینوں کے چاہنے والوں کی نظر انجام پر نہیں ہوتی، اگر وہ کہہ دے کہ ہم آپ کے باوفا رہیں گے، کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ جب بڈھی ہوجائے گی تو خود اسے اپنے سے دور پھینک دوگے۔اسی طرح لڑکا جب بڈھا ہوگا تو اسے بھی اپنے سے دور پھینک دوگے، تو یہ کیا چیز ہے کہ آج جن کے لیے پاگل ہو رہے ہو اور جب شکل بگڑ جائے گی تو پاگل نہیں عقلمند کے باپ بن جاؤ گے، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کرلو، اللہ نے اسی لیے پیدا کیا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوْا اللّٰہَ اے ایمان والو! متقی ہوجاؤ۔متقی کا کیا مطلب ہے؟ یعنی میرے دوست بن جاؤ، یہ دوست بننا فرض ہے، اختیاری مضمون نہیں ہے، متقی یعنی ولی بننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جو ولی اللہ بنے بغیر مرا تو نامُراد مرا، اس لیے دیکھو کہ کس پر مر رہے ہو، ہر حسین کا بڑھاپا دیکھو۔بس اپنی بیوی سے محبت کرو، مگر وہ بھی اللہ سے زیادہ نہ کرو، اس کو بھی سوچو کہ ایک دن مرنے والی ہے اور قبر میں اس کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے والا ہوں، اللہ باقی ہے اور سب فانی ہے، انجام پر نظر رکھیں۔انجام پر نظر نہ رکھنے والا انٹرنیشنل بے وقوف ہے، انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہے۔بس میرے دوستو! میرے عزیزو! میرے ساتھیو! اللہ پر جان دینا سیکھو اور کچھ کام نہیں آئے گا، جتنی چیزیں ہیں سب لات

مار کر آپ کو قبر میں پھینک دیں گی، ساری دنیا بے وفا ہے۔

دین دار بننے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرے نیک بندوں میں رہو گے تو میرا خوف، تقویٰ اور دین تم میں آسانی سے آجائے گا۔ بیس نمازیوں میں ایک بے نمازی کو رکھ دو تو نمازی بن جائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ والا بنانے میں نیک صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں۔ نیک بننے کا یہی ایک آسان راستہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** اگر نیک بننا چاہتے ہو تو نیکوں میں رہ پڑو۔

وعظ کے بعد میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے عیسائی ڈرائیور نے کہا کہ حضرت مرشدنا ومولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کے ہاتھ پر مجھے مسلمان کرادیں۔ مولانا نذیر لونت نے بتایا کہ یہ اردو بالکل نہیں سمجھتا۔ یہ تقریر سن کر ایمان نہیں لایا، حضرت والا کا چہرۂ مبارک دیکھ کر مسلمان ہوا ہے۔ حضرت والا نے اس کو کلمہ پڑھا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا۔ حضرت والا کی شفقت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

۲۲؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۴؍مئی ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ بعد فجر

نومسلم کے تالیفِ قلب کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ نومسلم کی تالیفِ قلب کا حکم ہے۔ اس لیے نومسلم محمد بلال کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضرت والا نے اس کا نام بلال رکھا اور محبت سے اس کو فرماتے کہ یہ میرا بلال ہے اور فرمایا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کالے تھے۔ حضرت والا نے حافظ ضیاء الرحمٰن کو حکم دیا کہ حضرت والا کی رقم میں سے بلال کے لیے ہدیہ نکال کے رکھ لیں۔ شام کو اس کو پیش کریں گے۔ حضرت والا کے احباب نے بھی جو کراچی سے ساتھ گئے تھے حضرت والا کی

خدمت میں ہدایا پیش کیے کہ حضرت والا اپنی طرف سے بلال کو عطا فرمائیں۔ میزبان نے عرض کیا کہ ہم لوگ نومسلموں کو ہدیہ نہیں دیتے کیونکہ اس سے ان کی عادت خراب ہوجاتی ہے اور وہ لالچ کرنے لگتے ہیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ نومسلموں کی تالیفِ قلب کا حکم نہ فرماتے اور آیت **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** نازل نہ ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سے روک دیا جاتا کہ آپ ایسا نہ کیجئے اس سے نومسلموں کی عادت خراب ہوجائے گی۔ اس کے برعکس ان کی تالیفِ قلب کا حکم دیا گیا جو دلیل ہے کہ اس سے ہرگز ان کی عادت خراب نہیں ہوسکتی بلکہ ان کی ہمت افزائی ہوگی اور دین سے ان کی محبت اور پختہ ہوگی۔ پھر جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے تحفہ ملے تو عادت خراب ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اپنے مربی کے ہاتھ سے جو چیز ملے اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے میں خود بلال کو ہدیہ پیش کروں گا۔

بعد مغرب حضرت والا نے بلال کو طلب فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے بہت سے تحفے دیئے جن میں نقدی بھی تھی اور دوسرے تحائف بھی تھے۔ آخر میں حضرت والا نے جانماز منگوائی اور بلال کو عطا فرمائی۔ بلال نے پرتگالی زبان میں مولانا نذیر لونت سے کہا کہ میں نے رات ہی خواب دیکھا کہ حضرت والا مجھ کو جانماز عطا فرما رہے ہیں اور اپنے نانا کو دیکھا جو مسلمان تھے کہ وہ بلال کے اسلام لانے پر بہت خوش ہو رہے ہیں۔ حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ خوش کیوں نہ ہوں گے کہ ان کا خون دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔

گناہ کو منکر اور نیکی کو معروف کیوں فرمایا گیا؟

ارشاد فرمایا کہ جب انسان گانا گاتا ہے تو ایک شیطان اس کے کندھے پر بیٹھ کر اپنی دونوں ایڑیوں کو اس کے سینہ پر رگڑتا ہے جس

سے اس کو اور جوش آتا ہے۔ اسی وجہ سے گانے والا اچھلتا کودتا ہے جیسا کہ آج کل دیکھا ہوگا۔ اللہ نے ہمیں اسلام سے نوازا ورنہ کافر ہوتے تو جہنم میں جلتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اسلام وراثت میں دے دیا، جنت کا ٹکٹ مفت میں عطا فرمادیا۔ موروثی ایمان کی اس ایک ہی نعمت کا شکر ہم لوگ ادا نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم میرے شکر گذار بندے بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو، تب تم حقیقی شکر گذار بن جاؤ گے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ اور تم نہایت ہی بے کس تھے۔ اَذِلَّةٌ کے معنی بے کس، بے سروسامان کے ہیں، ذلیل مراد نہیں ہے، یعنی بدر میں تم نے اپنی قلت، بے مائیگی اور بے سروسامانی کا مشاہدہ کیا پھر ہم نے تمہاری مدد کی وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پس تم تقویٰ اختیار کرو تاکہ حقیقتاً شکر گذار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جو نافرمانی میں مبتلا ہے وہ شکر گذار ہو ہی نہیں سکتا اور شکر گذار کیسے بنو گے؟ وَ اتَّقُوْ اللّٰهَ اللہ سے ڈرتے رہو، یعنی گناہ سے بچو، لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ شکر گذار بننے کے لیے تمام گناہوں سے بچنا ضروری ہے اور گناہ منکر ہے اور منکر کے معنی ہیں اجنبی اور اجنبی سے سب گھبراتے ہیں۔ کسی مالدار آدمی کے پاس کوئی اجنبی آکر بیٹھ جائے تو وہ ڈر جائے گا کہ جیب کترا معلوم ہوتا ہے۔ گناہ کو اسی لیے منکر فرمایا کیونکہ اس سے آدمی کی طبیعت مانوس نہیں، گناہ انسانی فطرت کے لیے اجنبی ہے۔ اسی لیے جو پہلی دفعہ گناہ کرتا ہے پسینہ پسینہ ہوجاتا ہے، پھر دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں دفعہ میں بے حیا ہوتا چلا جاتا ہے اگرچہ شریف گھرانے کا بچہ ہو، لیکن پہلے گناہ پر شرم سے پسینہ آجاتا ہے ؎

نہ تم آئے نہ ہم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

اس شعر میں شاعر نے پہلے گناہ کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ منکر ہے اور پہلی نیکی سے پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ معروف ہے، جان پہچان کی چیز ہے، فطرت اس سے مانوس ہے۔ نافرمانی انسانی فطرت کے خلاف ہے، اس لیے پہلے گناہ پر طبیعت پریشان ہوتی ہے لیکن پھر مسلسل ارتکاب سے دل مردہ ہوجاتا ہے پھر نافرمانی اس کے لیے اس کی غذا بن جاتی ہے، وہ تلملاتا رہتا ہے، جب تک اس کو کوئی منکر نہ ملے، جب تک گناہ نہ کرلے پریشان رہتا ہے۔ عادت بری بلا ہے، اس لیے گناہوں سے بچو، بری عادت نہ ڈالو، عادت بری ہونے کے اسباب سے بھی بچنا چاہیے ورنہ اگر عادت بگڑ گئی تو کتے کی دم کی طرح ہوجائے گی کہ برسوں بانس میں رکھا لیکن جب نکالا تو ٹیڑھی تھی لیکن کتے کی دم میں اور انسان میں فرق ہے۔ انسان اگر ایک عرصہ تک گناہ نہ کرے اور نیک صحبت میں رہے اور گناہ کا خیال بھی نہ لائے تو دھیرے دھیرے ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ نیک ہوجاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ذرا سی بھی نافرمانی ہوجائے تو تڑپ جاتا ہے جیسے قطب نما کی سوئی ہوتی ہے کہ جب سوئی کا قبلہ بدل جاتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا قبلہ بدلا ہوا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی سوئی بے چین رہتی ہے، جب تک قبلہ درست نہیں کرلیتی مسلسل پریشان و بے چین رہتی ہے، ہلتی رہتی ہے اور جب قطب نما کا قبلہ درست ہوجاتا ہے تو سکون میں آجاتی ہے۔ پس جس طرح قطب نما کی سوئی کی بے سکونی سے لوگ پہچان جاتے ہیں کہ اس کا قبلہ درست نہیں اسی طرح جن کے دل اللہ کی نافرمانی سے بے چین ہیں اللہ والے پہچان جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بدنظری کرنے والے کو پہچان لیا جو بدنظری کرکے آپ کی مجلس میں آیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

﴿مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِهِمُ الزِّنَا﴾

کیا حال ہے ایسی قوم کا جس کی آنکھوں سے زِنا ٹپک رہا ہے۔ آپ نے چہرہ کی بے چینی سے سمجھ لیا۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس حدیث کو سنا تھا کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظْرُ نظر باز آنکھوں سے زِنا کرتا ہے، پس ان کے قلبِ مصفی پر آنکھوں کے زِنا کی ظلمت منکشف ہوگئی۔ صحابہ جانتے تھے کہ اللہ کا ولی وہ نہیں ہوسکتا جو آنکھوں کا زِنا کرتا ہو۔ وہ لوگ حریص تھے کہ اللہ ہم سے راضی رہے۔ ان کی روح میں طلبِ رضاءِ حق کا طوفان تھا، وہ رضاءِ حق کو تلاش کرتے تھے اور ناراضگیِ حق سے بچتے تھے۔ اُس زمانہ میں نافرمانی کا تصور بھی نہیں تھا۔

غمِ فانی اور غمِ جاوداں

ارشاد فرمایاکہ جب میں عربی پڑھتا تھا تو ایک شاعر یہ شعر پڑھا کرتا تھا ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا غم جاوداں ہے، باقی کوئی غم جاوداں نہیں۔ اس لیے میں نے دنیا کے غموں کو ٹھکرا دیا کیونکہ وہ جاوداں نہ تھے۔ آپ ہی بتایئے دنیا کا کوئی غم جاوداں ہے؟ مثلاً جو لڑکا آج جوانِ سبزہ آغاز ہے جس پر دین وایمان فدا کرنے کو جی چاہتا ہے، چند دن کے بعد اس کا جو حال ہوتا ہے وہ میں نے اپنے قطعہ میں بیان کیا ہے ؎

کبھی جو سبزہ آغازِ جواں تھا
تو سالارِ گروہِ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اسے دیکھا گیا جب
کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

ہر لڑکا ابا بننے والا ہے، نانا دادا بننے والا ہے، کیا یہ غمِ جاوداں ہے؟ پھر اپنی عاشقی پر شرمندگی ہوگی، جب نانا ابا بن جائے گا تو اپنی عاشقی کے دن یاد کرکے شرمندہ ہوگے اور اس سے یہ بھی نہ کہہ سکو گے ؂

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہی حال لڑکی کا ہے۔ ہر لڑکی نانی اماں بننے والی ہے یا نہیں؟ جس لڑکی کا غم حاصلِ زندگی معلوم ہوتا تھا وہی لڑکی جب نانی بن گئی، اب اس کی عاشقی کی داستان سب بے کار ہوگئی کہ نہیں؟ جو تاریخِ عشق ضائع ہونے والی، فنا ہونے والی ہے، اس پر کیا زندگی ضائع کرتے ہو۔ جب لڑکا نانا ابا اور لڑکی نانی اماں ہوگی، اس وقت تاریخِ عشق فنا ہوگی کہ نہیں۔ معشوقوں کے بڑھاپے کے بعد بتاؤ تاریخِ عشق جوان رہے گی؟ دنیا دھوکہ کی جگہ ہے، نانی اماں اور نانا ابو بننے والوں سے دل نہ لگاؤ۔ میرا ایک قطعہ ہے ؂

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر
یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

مریخ کا وزن چیخ سے ہے، بس چیخنا پڑ جائے گا، رونے چلانے کے سوا دنیا داروں کو کچھ حاصل نہیں۔ دیکھئے! جن کے معشوق بڈھے ہوگئے ان سے پوچھئے کہ ان کی زندگی ضائع ہوئی کہ نہیں؟ زندگی کے جو دن ولی اللہ بنا سکتے تھے جوانی کے وہ اوقات تو عشقِ بُتاں میں گذار دیئے، پاخانے اور پیشاب کے بدبودار مقامات کے گرویدہ ہوگئے۔ اس لیے دوستو! جوانی کی قدر کرلو، زندگی کی قدر کرلو، حسنِ فانی میں کچھ نہیں رکھا، ساری دنیا بے کار ہے، دنیا سے آنکھ بند کرلو، کچھ مت دیکھو، حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دِگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

دل کا آرام اسی میں ہے کہ دل میں صرف وہ محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ ہو باقی ساری دنیا سے آنکھوں کو بند کرلو، دنیا کے نقد مال کو مت دیکھو، حسینوں کے حسن سے دھوکہ مت کھاؤ کیونکہ اس کا انجام بہت ہی برا ہونے والا ہے۔ جو لڑکی آج پندرہ سولہ سال کی نہایت حسین وجمیل ہے جس کو دیکھ کر ایمان فروخت کرنے کو جی چاہتا ہے وہی سولہ سال کی لڑکی جب اَسّی برس کی ہوگی تو پھر کیا کرو گے، جب کمر جھکی ہوئی آئے گی، لاٹھی لیے ہوئے، بارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا، بال سفید، تو اس کا جغرافیہ بدلنے سے کیا تمہاری تاریخ نہ بدلے گی؟ کون ہے ایسا شخص جو اس وقت بھی اس سے ایسی ہی محبت کرے جیسی سولہ برس کی عمر میں کیا کرتا تھا ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

یہ دنیا کے حسینوں کا حال ہے۔ بڑھاپے سے جب حسن کا پوسٹ مارٹم ہوجائے گا، پھر کہاں جاؤ گے، کس سے دل کو بہلاؤ گے؟ وہ زندگی وہ جوانی جو ولی اللہ بننے کے لیے تھی، وہ زندگی کے دن تو چلے گئے، اب منہ پِٹاؤ، جوتے کھاؤ، رُسوائی الگ ہوئی، بدنامی الگ ہوئی، لہٰذا کسی کا سولہ سالہ حسن مت دیکھو، نظر بچاؤ اور پھر سوچو کہ یہ لڑکی بڈھی ہونے والی ہے، اس کی چھاتیاں ایک ایک فٹ لٹک جائیں گی، اس وقت یاد کرو گے کہ جوانی میں تو یہ مثلِ انار تھیں، سارا عشق ناک کے راستہ نکل جائے گا۔ اسی طرح جس لڑکے پر آج مر رہے ہو، بڈھا ہونے کے بعد اس کو دیکھ کر اس گدھے کی طرح بھاگو گے جو شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے ؎

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

اس لیے یہ شعر مجھے بہت پسند ہے ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غم جاوداں نہ تھا

یعنی غمِ جاناں کی توجہ کے میں قربان جاؤں، اس اللہ پر فدا ہو جاؤں جو لا زوال حسن رکھتا ہے، کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ ۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یوم کے معنی یہاں دن کے نہیں بلکہ وقت کے ہیں اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ، وَفِیْ کُلِّ لَمْحَةٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ ،وَفِیْ کُلِّ لَحْظَةٍ مِّنَ اللَّحَظَاتِ هُوَ فِیْ شَأْنٍ ،یعنی ہر وقت، ہر لمحہ، ہر لحظہ اس کی ایک نئی شان ہے اور معشوقانِ مجازی کی شان ہر لمحہ، ہر لحظہ رو بہ زوال ہے۔اس لیے عاشقانِ مجاز بالکل احمق اور بے وقوف نظر آتے ہیں۔ اگر اس میں کسی کو شبہ ہو تو ہم سے کہے ہم اس کی حماقت کو ثابت کر دیں گے۔ کیسے؟ بڑھاپا ہر شخص پر آئے گا یا نہیں؟ تو جب معشوق بُڈّھا اور معشوقہ بُڈّھی ہو جائے گی تو اس کے ساتھ یہ جوش و خروش، یہ غزل خوانی، یہ قصیدہ سرائی رہے گی؟ بڈھا، بڈھی دونوں کی گردن ہل رہی ہے، دونوں معانقہ کر کے دِکھائیں، ایک کا اثبات ہوگا دوسرے کی نفی ہوگی۔آہ! بڈّھے اور بڈھی معانقہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ بات میں خون کے آنسو بہا کر کہوں تو بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔ واللہ! دنیا فانی ہے، ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے دل لگایا جائے ،جن لوگوں نے دنیا سے دل لگایا، اپنی جوانیاں تباہ کیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ملا؟ وہی معشوق جن کو دیکھ کر پاگل ہوتے تھے، آج اُنہی کو دیکھ کر دل شرمندہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ ان سے کہہ بھی نہیں سکتا کہ میں تم پر کبھی عاشق تھا۔بس سب سے کنارہ کش ہو کر سمندر کے کنارے تسبیح لے کر بیٹھ جاؤ اور اللہ کا نام لو ؎

گیا حسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

ہدایت کے تین ذرائع

سمندر کے کنارے سمندر کی وسعت اور آسمان کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سارا عالم بغیر کالم کے ہے، زمین معلق ہے، کسی چیز پر سہارا نہیں ہے اور اب تو مصنوعی سیّاروں سے بھی دیکھ لیا گیا ہے کہ زمین بھی چاند سورج کی طرح فضا میں معلق ہے، اوپر یا نیچے کوئی کالم نہیں ہے۔ زمین پر کوئی عمارت بنا کر دکھایئے جس میں کالم نہ ہو۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ ان کی جس زمین پر کالم کے ساتھ مکان بناتے ہیں وہ زمین خود بے کالم ہے۔ میرے اس مضمون کو ہمارے میر صاحب نے شعر میں بیان کر دیا۔

ارض و سماء کیسے ہیں معلق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم
سارا عالم ہے بے کالم
واہ رے میرے ربُّ العالَم

لیکن اس عظیم الشان قدرتِ قاہرہ کا مشاہدہ بھی ہدایت کے لیے کافی نہیں، ہدایت کے لیے تین ذرائع ناگزیر ہیں، ناممکن ہے کہ اس کے بغیر انسان اللہ تک پہنچ جائے۔ یہ تین ذریعے کیا ہیں؟

﴿وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ
مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۲۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے مخاطبِ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تمام جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو وَ رَحْمَتُہٗ اور اس کی رحمت نہ ہو مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا تو قیامت تک کوئی پاک نہیں ہوسکتا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ، لیکن اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے تزکیہ کردیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کے تین ذرائع ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور مشیت۔ اللہ ہم سب کو جذب فرما کر اپنا بنالے اور دنیا اور آخرت کی فلاح ہم لوگوں کو نصیب فرما، بدونِ استحقاق اولیائے صدیقین کی نسبت سے مشرف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۲۳ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۴ رمئی ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء

حیاتِ انسانی کا مقصد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝

(سورۃ ملک، آیت: ۱۔۲)

برکت کسے کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت مبارک، بہت برکت والی ذات ہے

وہ جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ مُلک سے مراد سارا جہان ہے، یَدٌ کے معنی عربی میں قبضہ یعنی قدرت کے بھی آتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ ذات، برکت والی ہے وہ ذات اللہ کہ جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے، اتنی بڑی برکت والی ذات ہے کہ جوان کا نام لیتا ہے اس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے۔ ایک آدمی نماز روزہ کا پابند ہے، اللہ کو یاد کرتا ہے، وہ کسی بخار کے مریض پر دم کردیتا ہے تو اس کا بخار اُتر جاتا ہے، وہ ایسے برکت والے ہیں کہ جواُن کا نام لیتا ہے اُس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے۔ وہی دوسرا جو بے عمل ہے، پڑھ کر دم کرے تو اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایسے بابرکت ہیں کہ ان کا نام لینے والا بھی بابرکت ہوجاتا ہے۔

قدرتِ الٰہیہ اور اس کی مثال

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ،مبارک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور ہر شئ پر ان کو قدرت ہے، ہر کام پر قدرت ہے، زندہ کو مردہ کرتا ہے، مردہ کو زندہ کرتا ہے، فقیر کو بادشاہ بناتا ہے اور بادشاہ کو فقیر بناتا ہے۔ بعضے غریبوں کو اللہ تعالیٰ نے بے سان وگمان اچانک بادشاہت دے دی۔ ایک فقیر تھا، سات پشت کا فقیر، اس کا خاندان سات پشت سے بھیک مانگتا آرہا تھا، وہ رات کو فقیر سویا اور صبح اٹھا تو بادشاہت کے لیے منتخب ہوگیا۔ رات میں ملک کے بادشاہ کا انتقال ہوگیا تھا اور اسمبلی ہاؤس میں، پارلیمنٹ میں یہ پاس ہوا کہ جو سب سے پہلے شاہی دروازہ پر آئے گا اس کو بادشاہت دی جائے گی۔ بس جیسے ہی یہ آیا اور شاہی دروازہ پر بھیک مانگی کہ اللہ کے نام پر دو روٹی دے دو تو پولیس والوں نے اس کو پکڑ لیا۔ یہ بہت گھبرایا کہ کیا ماجرا ہے۔ ان سے تو

میں نے اللہ کے نام پر دو روٹی بھی نہیں مانگی لیکن اس کو کیا خبر کہ اس کو بادشاہ بنایا جارہا ہے، نہلا دھلا کر شاہی لباس پہنا کر اس کو بادشاہت دی گئی، وہ اللہ کی قدرت کا تماشہ دیکھتا رہا کہ واہ رے میرے اللہ! بھک منگا سلایا اور بادشاہ اُٹھایا، بس یہ بادشاہ بن گیا اور شاہی دربار میں تمام فیصلے صحیح کیے اور دوپہر بارہ بجے جب دربار ختم ہوا تو اس نے وزیروں سے کہا کہ اے وزیرو! آؤ اور میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے اٹھاؤ جیسے پہلے بادشاہ کو اٹھاتے تھے اور شاہی محل تک ہم کو لے چلو۔ تو وزیر اعظم نے کہا کہ جہاں پناہ اگر جان کی امان پاؤں تو ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اجازت ہے پوچھو، وزیر نے کہا کہ آپ سات پشت کے خاندانی فقیر ہیں، آپ رات کو فقیر سوئے اور صبح آپ کو بادشاہ بنادیا گیا مگر یہ آدابِ شاہی آپ نے کہاں سے سیکھے؟ اس نے کہا کہ جو اللہ مجھ جیسے فقیر کو بادشاہ بنا سکتا ہے وہ آدابِ شاہی بھی سِکھا سکتا ہے، جو اللہ سات پشت کے فقیر کو سلطنت دے سکتا ہے وہ آدابِ سلطنت بھی سکھا سکتا ہے۔ وہ لوگ سمجھ گئے کہ واقعی بات یہی ہے، جس نے کبھی تھانیدار کو بھی نہیں دیکھا تھا وہ شاہی فیصلے صحیح کرے یہ اللہ کی قدرت ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، فقیر کو بادشاہ بنا سکتا ہے، بادشاہ کو فقیر کر سکتا ہے۔

حیات پر موت کی تقدیم کی وجہ

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو بھی، تو میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے اس آیت کو جب پڑھایا تو فرمایا کہ حکیم اختر یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پہلے زندگی دیتا ہے، بعد میں موت دیتا ہے لیکن اس آیت میں فرمارہے ہیں کہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو۔ یہ کیا ماجرا ہے کہ موت کا ذکر پہلے ہورہا ہے

اور حیات کا ذکر بعد میں ۔تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے اس کی زندگی زندگی ہوتی ہے اور جو جانور کی طرح کھاتا ہے اور ہگتا ہے، اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ہم کس لیے پیدا ہوئے ہیں، بس رات میں کھا لیا اور صبح لیٹرین میں جمع کر دیا، اس کی زندگی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں ۔ جو موت کو یاد رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کس لیے پیدا کیا ہے، میری زندگی کا مقصد کیا ہے، وہ غور کرتا ہے، زمین و آسمان دیکھتا ہے، سورج و چاند دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ ساری چیزیں ہمارے لیے پیدا کی گئی ہیں، سورج اور چاند کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے، آسمان اور زمین کی گردش کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے، رات اور دن کے آنے جانے میں انسان کو فائدہ پہنچتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ ہمارے لیے ساری دنیا ہے اور ہم دنیا کے پیدا کرنے والے کے لیے ہیں۔ آسمان، زمین، سورج اور چاند سب ہماری خدمت میں لگے ہیں لیکن ہم کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں رہ کر ہمیں نہ بھولو کہ مر کر پھر تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ موت کو یاد رکھو گے تو تمہاری زندگی زندگی ہو جائے گی ۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

آیت لِیَبْلُوَکُمْ الخ کی تین تفسیریں

تفسیر روح المعانی میں اس کی تین تفسیر بیان کی گئی ہیں ۔ پہلی تفسیر ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَفَھْمًا تاکہ اللہ آزمائے کہ تم میں سے کون ہے جو عقل کا کمال رکھتا ہے اور عقل کا کمال ہے انجام بینی ۔ عقل مند وہ لوگ ہیں جو انجام پر نظر رکھتے ہیں، عقل کی بین الاقوامی تعریف بھی یہی ہے کہ انجام پر نظر رکھنا۔ یہ تفسیر علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں کی

ہے جو عربی زبان میں زبردست تفسیر ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تفسیر روح المعانی سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی تفسیر نہیں ہے، اس کے اندر یہ موجود ہے۔ ہمارے ایک دوست عالم ہیں ان کو کچھ شک ہوگیا کہ یہ روح المعانی میں ہے یا نہیں، شاید بڈھا ہوگیا ہے، حافظہ غلط ہوگیا ہو تو میں نے ان کو دِکھا دیا کہ کہاں لکھا ہے تب ان کو اطمینان ہوگیا۔

انجام پر نظر رکھنے والے ہی عقلمند ہیں

پہلی تفسیر یہ ہے:

﴿لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَتَمُّ عَقۡلاً وَّفَهۡمًا﴾

اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ کون لوگ ہیں جو عقل اور فہم رکھتے ہیں اور کون لوگ بے عقل اور بے وقوف ہیں۔ دونوں کی زندگیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ ملاوی میں ایک سڑک پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر S لکھ کر اس کو کراس (×) کر دیا تھا۔ میں نے مولانا عبدالحمید سے پوچھا کہ S لکھ کر اس کو کیوں کراس کر دیا۔ انہوں نے مزاحاً کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ یہاں بے وقوف ہو جائیں یعنی وقوف نہ کریں۔

حرام چیزوں سے بچنے والے اصل عبادت گذار ہیں

دوسری تفسیر ہے:

﴿اَيُّكُمۡ اَوۡرَعُ عَنۡ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى شَانُهٗ﴾

تم میں سے کون لوگ ہیں جو حرام چیزوں سے بچتے ہیں یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حرام فرمایا ان سے بچتے ہیں کہ ہمارا اللہ ناراض ہو جائے گا جیسے بدنظری سے، بدنگاہی سے اللہ کے خوف سے بچتے ہیں، نہ گوری کو دیکھتے ہیں نہ کالی کو دیکھتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اُسے دیکھ جس نے اِنہیں رنگ بخشا

اِنہیں اللہ نے رنگ بخشا ہے۔ تم ریسرچ کرلو کہ ماں کے پیٹ میں کون سی سائنسی مشین داخل ہوئی تھی جس نے کسی کو کالا کردیا کسی کو گورا کردیا۔ تحقیق کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے تماشے ہیں، جس کو چاہا کالا کردیا، جس کو چاہا گورا کردیا، تو دوتفسیر ہوگئی اَیُّکُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللہِ جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتے ہیں، مثلاً بدنگاہی حرام ہے تو اپنی خواہش کا خون کرتے ہیں بلکہ خون پیتے ہیں اور اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔ کیا مقام ہے ان کا! ہر وقت دل پر آرا چلتا ہے لیکن مجال نہیں کہ اپنی نگاہ کو ناپاک کرلیں، اللہ ان کے مجاہدات کو، ان کی باطنی شہادت کو دیکھتا ہے کہ میرے بندے باطن میں شہید ہوگئے، یہ زندہ شہید ہیں ؎

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم، نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

اور مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے بسا زندہ شہیدے معتمد

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بہت سے بندے اللہ کے ایسے عاشق ہیں کہ زندہ شہید ہوگئے باطن میں شہادت ہوگئی اور ان کی شہادت معتمد ہے، قابلِ اعتماد ہے۔ بہت سے لوگ زندہ نظر آتے ہیں مگر وہ شہید ہیں، ان کا خونِ شہادت اندر اندر بہہ گیا، اچانک نظر پڑگئی لیکن فوراً ہٹالی، بہت ہی حسین صورت تھی، اللہ نے دیکھا کہ بندہ کی آرزو تھی کہ دیکھ لوں مگر شاباش میرے بندے! تجھ کو شاباشی ہے کہ تو نے اپنا دل توڑ دیا، اپنی آرزو کا خون کرلیا مگر میرا حکم نہیں توڑا، تو اللہ کی طرف سے شاباشی ملتی ہے اور جن لوگوں نے دیکھ لیا ان کو کیا ملا، شاباشی نہیں، ان پر لعنت برستی ہے اللہ کی لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بد دعا ہے کہ لعنت کرے اللہ اس پر جو دیکھنے والا ہے اور جو اپنے کو دِکھانے والی ہے یا دِکھانے والا ہے یعنی جو حرام نظر ڈالے اور حرام نظر کے لیے خود کو پیش کرے وہ سب اس لعنت میں داخل ہیں تو کیوں اللہ کے رسول کی بد دعا لیتے ہو، دیکھ لینے سے کیا ملتا ہے؟ میرے علم میں بہت سے لوگ ہیں جو مجال نہیں کہ ایک نظر خراب کریں ۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

میرا شعر ہے یہ، ایسا شعر کون کہے گا؟

اللہ کے عاشق اللہ کی فرماں برداری میں سرگرم ہیں

تیسری تفسیر ہے:

﴿اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۲۸)

کون ہے تم میں سے تیز رفتاری دِکھانے والا اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف، ان کے حکم کی تابعداری میں، ان کی عبادت میں کون آگے بڑھتا ہے، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے اس معاملہ میں آگے بڑھنے والا ورنہ حلوہ کھانے کے لیے تیار، مقویات کھانے کے لیے تیار، بادام، اخروٹ، پستہ اور ساری غذائیں کھانے کے لیے تیار، سوپ (Soup) صبح بھی پی رہے ہیں اور شام کو بھی پی رہے ہیں حالانکہ ان کو سوپ پینے کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں لیکن جو اللہ کے خاص بندے ہیں وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی طاقت کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرتے۔

یہ تین تفسیریں ہیں اس آیت کی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے جن کے اوپر قرآن نازل ہوا، انہوں نے بیان فرمائیں۔

صفتِ عزیز کی صفتِ غفور پر تقدیم کی وجہ

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اور وہ عزیز ہے اور غفور ہے۔ عزیز کو غفور پر کیوں مقدم کیا؟ اس میں کیا راز ہے؟ چونکہ مغفرت اور بخشش صاحبِ قدرت کی زیادہ قابلِ قدر ہوتی ہے۔ ایک آدمی پہلوان ہے اگر گھونسہ مارے تو ناک سے خون جاری ہو جائے وہ کہتا ہے کہ جاؤ! میں نے معاف کر دیا اور ایک کمزور ہے، سانس پھول رہی ہے، چار پائی پر لیٹا ہوا ہے، اُٹھتا ہے تو چکر آجاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جاؤ! میں نے معاف کر دیا تو آپ اس کی معافی کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ آپ کہیں گے کہ معاف نہ کرو گے تو ہمارا کیا کر لو گے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ قدرت کو پہلے بیان کیا **وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ** وہ بہت صاحبِ قدرت ہے، **عزیز** کے معنیٰ ہیں:

﴿**اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ**﴾

جو ہر چیز پر قادر ہو، آدمی کو پتھر بنا دے اور پتھر کو انسان بنا دے، اس کی قدرت کے استعمال میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے، وہ جو چاہے سو کر دے، اس کو صاحبِ قدرت کہتے ہیں مثلاً محمد علی کلے کسی کے ایک گھونسہ مارنا چاہے لیکن موپوٹو کے دس پہلوانوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، مجبور ہو گیا، اپنا ارادہ نافذ نہ کر سکا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو ارادہ کر لے، جو فیصلہ کر لے اس کو کوئی شئ نہیں روک سکتی۔ سارے عالم کے پہلوان مل کر بھی اللہ کے فیصلہ میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے جس کو اللہ عزت دینا چاہے کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور جس کو ذلیل کرنا چاہے، بندر بنانا چاہے، سور اور کتا بنانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا، ساری دنیا مل کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، اس کے استعمالِ قدرت

میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ یہ ہے وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ عزیز کو مقدم فرمایا کہ جانتے ہو تم کو معافی کس ذات سے مل رہی ہے؟ جو بہت بڑا صاحبِ قدرت ہے، بہت بڑے صاحبِ قدرت سے تم کو معافی مل رہی ہے جو تم کو سور اور کتا بنا سکتا ہے، جو چاہے سو کرسکتا ہے اس کے بعد غَـفُـوۡرُ فرمایا کہ دیکھوا تنے بڑے صاحبِ قدرت کی معافی کی تم قدر کرلو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ عزیز کو صفتِ مغفرت پر مقدم کیا۔ کیا شان ہے کلام اللہ کی ! بس میری تقریر ختم۔

اے اللہ میری فریاد سن لے۔ اے اللہ میں مسافر ہوں اور بیمار بھی ہوں:

﴿دُعَاءُ الۡمَرِیۡضِ کَدُعَاءِ الۡمَلٰئِکَةِ﴾

(کنز العمال، ج: ۹، ص: ۴۴، دارالکتب العلمیه)

مریض کی دعا مثل فرشتوں کی دعا کے ہوتی ہے اور مسافر بھی ہوں، پردیس میں ہوں، اے اللہ میرا سفر قبول فرمالے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خزانہ کی خبر دی ہے، اگر اللہ تعالیٰ خزانہ نہ دینا چاہتا تو اس خزانہ سے خبردار ہی نہ کرتا، ہم لوگوں کو کیا خبر تھی مگر اللہ نے اپنے خزانہ کی خبر خود دی ہے کہ اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چاہنے کی اللہ نے کوئی شرط نہیں لگائی کہ کالا ہو یا گورا ہو، خوبصورت ہو یا بدصورت ہو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنا بنالے، اپنی طرف کھینچ لے تو اس صفت کا ذکر قرآن میں فرمایا، اے اللہ! میں آپ کی اس صفت کو پیش کرتا ہوں کہ آپ نے کوئی شرط نہیں لگائی، بس اپنی مشیت اپنے چاہنے کی شرط لگائی کہ ہم جس کو چاہ لیں، اپنا بنالیں تو اے اللہ ہم لوگوں کو اپنا بنا لیجئے، اللہ والا بنا دیجئے، اللہ والا بنا دیجئے اور جذب فرمالیجئے، آپ جس کو جذب کرتے ہیں اس کو کوئی کھینچ نہیں سکتا، کوئی اپنا نہیں بنا سکتا ہے، اللہ جس کو کھینچ لے ساری دنیا عاجز ہوجائے گی، تمام دنیا کی گمراہ کن

ایجنسیاں کوشش میں لگ جائیں کہ اس کو بہکا دیں تو نہیں بہکا سکتے، جو اللہ کا کھینچا ہوا ہو اس کو کوئی کھینچ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں اپنا بنالے، اللہ والا بنا دے، دنیا و آخرت دونوں ہماری بنا دے اور میری دعا کو قبول کر لے اور میں اور میری اولاد اور میرے متعلقین کو اپنا بنالے اور آپ سب کو اپنا بنالے اور آپ سب کے متعلقین کو بھی اپنا بنالے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

۲۳؍صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۵؍مئی ۲۰۰۲؁ء بروز اتوار بمقام موپوٹو

بعد فجر حضرت مرشدی احباب کے ہمراہ حسبِ معمول صبح کی سیر کے لیے سمندر کے کنارے تشریف لے گئے۔ چہل قدمی کے بعد حضرت والا کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور سب احباب حضرتِ والا کے سامنے گھاس پر بیٹھ گئے۔

تزکیہ کا موقوف علیہ

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَلٰكِنَّ اللهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۲۱)

صحابہ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے صحابہ! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی قیامت تک پاک نہیں ہوتا لیکن جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل، اور رحمت اور مشیت لہٰذا اس فضل و رحمت و مشیت کو مانگتے رہنا چاہیے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ تزکیہ اور اصلاح تین نعمتوں پر موقوف ہے بغیر ان

کے وہ مل نہیں سکتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور دنیا میں بھی نہیں ہے کہ ہم انہیں کہیں سے حاصل کرلیں بلکہ اے اللہ وہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے، آپ کا فضل آپ کے فضل ہی سے مل سکتا ہے، آپ کی رحمت آپ کی رحمت ہی سے مل سکتی ہے، آپ کی مشیت آپ کی مشیت ہی سے مل سکتی ہے، وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اے صحابہ! ہمارے محبوب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت تمہیں نصیب ہے لیکن پھر بھی تزکیۂ نفس کا اختیار میرے پاس ہے، نبی ہدایت کے معاملہ میں اسمِ ہادی کا مَظۡہرِ اَتَم ہے لیکن جب تک مُظۡہِر ظاہر کرنے کا ارادہ نہ کرے مَظۡہَر کچھ نہیں کرسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی توحید بتادی کہ میرے نبی کے باوجود ہدایت کے حصول میں تم لوگ میرے فضل و رحمت و مشیت ہی کے محتاج ہو، مجھ ہی سے مانگو کہ اے اللہ! آپ نے اپنے نبی کی صحبت عطا فرمائی جو نعمتِ عظمیٰ ہے مگر اس کے ساتھ جب آپ کا فضل، آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت ہوگی تبھی ہم پاک ہوسکتے ہیں ورنہ قیامت تک نبی کے باوجود ہمارا تزکیہ نہیں ہوسکتا لیکن تزکیہ کی نعمت ملے گی نبوت ہی کے دروازہ سے، فضل و رحمت و مشیت نبوت ہی کے دروازہ سے ملے گی، اسی لیے دروازہ کا احترام، اس کی توقیر اور اس کا اِکرام ضروری ہے، تم نبی سے مستغنی نہیں ہوسکتے کیونکہ ہم نے دروازۂ فضل، دروازۂ رحمت اور دروازۂ تزکیۂ نفس اپنے نبی کو بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ مانگنا چاہیے کہ اے اللہ! ہم نے اسبابِ تزکیہ کے لیے شیخ تو پکڑ لیا ہے لیکن شیخ کا ہونا آپ کے ارشاد کے مطابق کافی نہیں، سب سے بڑے شیخ اور مربی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جب ان کے ہوتے ہوئے صحابہ تزکیۂ نفس میں آپ کے فضل، آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت کے محتاج تھے تو اے اللہ! شیخ ہونے کے باوجود ہم بھی اپنے تزکیہ میں آپ کے فضل، آپ کی رحمت اور آپ

کی مشیت کے محتاج ہیں، بس! آپ ہم پر اپنے فضل سے اپنا فضل، اپنی رحمت سے اپنی رحمت اور اپنی مشیت سے اپنی مشیت فرما دیجئے، تینوں نعمتیں ہمارے شاملِ حال فرما دیجئے اور ہمارے نفوس کے تزکیہ کا فیصلہ فرما لیجئے تاکہ ہم پاک ہوجائیں مگر ذریعہ اور وسیلہ نبی ہوگا اگر نبی زندہ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہوچکی لہٰذا اب نبی کے نائبین ذریعہ ہوں گے۔

تو نصِ قطعی ہے کہ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِنۡ اَحَدٍ اَبَدًا اگر اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت نہ ہو تو ناک رگڑ کر مر جاؤ، بڑے سے بڑے ولی کامل کے پاس رہو ہرگز اصلاح نہیں ہوگی وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ لیکن اللہ اسی کا تزکیہ کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، اس لیے ان کے چاہنے کو مانگو کہ اے اللہ! میرے تزکیہ کا آپ ارادہ فرمالیں، بغیر آپ کے چاہے ہماری اصلاح نہیں ہوسکتی، آپ نے قرآن مجید میں خود فرمادیا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ہمیں بھی مَنۡ یَّشَآءُ میں داخل کرلیجئے، مَنۡ یَّشَآءُ کا مَنۡ بہت بڑا ہے، اس میں کمی نہیں ہے، مَنۡ یَّشَآءُ میں جذب بھی شامل ہے، بس وہ چاہ لیں تو فوراً ہی جذب کرلیں گے مگر آپ اپنی بے بسی تو دکھایئے، ان سے دعا تو مانگئے، یہ دعا چھوڑنے والی نہیں ہے، ہمیشہ مانگتے رہیے تاکہ ان کا فضل، ان کی رحمت اور ان کی مشیت ہمارے شاملِ حال رہے۔ اگر ہم لوگ یہ دعا مانگتے رہیں تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے، کوئی شخص ہم کو گمراہ نہیں کرسکتا، نہ کوئی لڑکا، نہ کوئی لڑکی، سارے عالم کی گمراہ کن ایجنسیاں مل کر کوشش کرلیں تب بھی اس شخص کو گمراہ نہیں کرسکتیں جس پر اللہ کی ان تین نعمتوں کا سایہ ہو۔ ہمارے پاس ایسے ایسے خزانے ہیں مگر افسوس! ان خزانوں سے فائدہ اٹھانا بھی قسمت والوں کا کام ہے۔ جس کے لیے ہدایت مقدر ہے اُسی کو مانگنے کی بھی توفیق عطا ہوتی ہے اور جس کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے

اُس کو مانگنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔

ہدایت کی دعا نہ مانگنے کی توفیق بہت بری علامت ہے، محرومی اور بدنصیبی کی علامت ہے لہٰذا بہت مانگنا چاہیے، کم از کم روزانہ ایک مرتبہ ضرور مانگ لو کہ اے اللہ! اپنا فضل، اپنی رحمت اور اپنی مشیت میرے شاملِ حال فرما دیجیے پھر ہم گمراہ نہیں ہوسکتے، ہم کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، ہم عالمی گمراہ کن ایجنسیوں کو چیلنج کرسکتے ہیں، یہودیوں کی ایجنسی ہو یا عیسائیوں کی یہاں تک کہ خود اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے، اگر وہ خود بھی گمراہ ہونا چاہے گا تو بھی نہیں ہوسکتا جبکہ وہ اللہ سے فضل و رحمت و مشیت مانگ چکا ہے۔ اگر اتنا کچھ بتانے پر بھی کسی کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا تو یہ بہت بڑی محرومی کی علامت ہے، محرومی کی علامت بدل دو، اللہ سے ان نعمتوں کو مانگو پھر تم کو کوئی گمراہ نہیں کرسکے گا، تمہارا نفس بھی بے دست و پا ہوجائے گا، تمہارا نفسِ امّارہ بھی اگر چاہے گا کہ اس کو بہکا دوں تو نہیں بہکا سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ نفسِ اَمّارہ بالسُّوء ہے، بہت بہکانے والا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ مگر جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اسے نفس امارہ بھی نہیں بہکا سکتا۔ بدنظری سے اللہ کی رحمت کا سایہ اُٹھ جاتا ہے، ایسے شخص پر اللہ کی لعنت برستی ہے، لعنت اور رحمت میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ پس لعنت اُسی وقت برستی ہے جب اللہ کی رحمت کا سایہ اُٹھ جاتا ہے، اِس لیے بدنگاہی سے بچو، نہ دیکھو گے نہ رحمت کا سایہ اُٹھے گا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ کا ساتھ مت چھوڑو ورنہ پھر خیریت نہیں، بدنظری کی لعنت سے زندگی لعنتی اور ملعون ہوجاتی ہے۔ بدنگاہی کرنے والے کے چہرہ کو دیکھ لو، اس کے چہرہ پر لعنت برستی ہے مگر نفد مال کے لیے عورتوں کو اُلّو کی طرح دیکھتا ہے، یہ نہیں سمجھتا کہ ہم رحمت کے سائے سے محروم ہورہے ہیں اور اللہ کی لعنت کے سائے میں آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل کا سایہ، اپنی رحمت کا سایہ اور اپنی مشیت کا سایہ بلا اِستحقاق مقدر فرما دیجئے ، ہماری تقدیر بدل دیجئے ، اے اللہ! ہماری تقدیر میں اپنے فضل کا سایہ، اپنی رحمت کا سایہ اور اپنی مشیت کا سایہ ہمارے تزکیہ کے لیے، ہم کو پاک کرنے کے لیے مقدر فرما دیجئے۔

یہ جو سامنے پہاڑ، سمندر اور آسمان نظر آ رہے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی مخلوق ہیں، اللہ کی قدرت کی عظیم الشان نشانیاں ہیں بس واسطہ دو اللہ تعالیٰ کو اُن کی قدرت کا کہ اے اللہ! آپ بڑی قدرت والے ہیں، اس قدرت کے صدقہ میں اپنا فضل، اپنی رحمت اور اپنی مشیت ہمارے شاملِ حال فرما دیجئے، یہ جو آپ نے نصِ قطعی سے اِرشاد فرمایا ہے **وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ** تو اے اللہ! اس مَنۡ یَّشَآءُ میں اپنے فضل سے ہم سب کو داخل کر دے، ہم سب کو برائیوں سے پاک کر دیجئے۔ یا اللہ! آسان راستہ جو آپ نے اپنی رحمت سے مجھے سمجھایا ہے یعنی گناہ چھوڑنے کا تو اس کی توفیق ہم سب کو عطا فرما کر ہماری دنیا و آخرت دونوں بنا دیجئے ، اپنی رحمت سے ہمیں ایسی نسبتِ اولیاءِ صدیقین عطا فرمائیے کہ ہم ایک سانس بھی آپ کو نہ بھولیں، ہر وقت آپ کو یاد رکھیں، ہمیں اللہ والا بنا دیجئے۔

وَ اٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

یَاذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ، یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ،

یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ

یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ میں اسم اعظم ہے، اس کو تین دفعہ دعا میں

پڑھ لو، دعا قبول ہوجائے گی۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اَیْ صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ ۔ یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ کا ترجمہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ آپ اپنی ذات وصفات میں مکمل مستغنی ہیں، نہ اپنی ذات میں کسی کے محتاج ہیں نہ اپنی کسی صفت میں محتاج ہیں، آپ اپنی ذات کے اعتبار سے، اپنی صفات کے اعتبار سے بالکل مستغنی ہیں۔ دنیا میں جو مستغنی ہوتا ہے وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، کسی مصیبت زدہ کی مدد نہیں کرتا مگر اے اللہ! آپ ایسے مستغنی ہیں کہ باوجود مستغنی ہونے کے صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ ہیں، آپ کا فیض اتنا عام ہے کہ کافر تک کو روٹی کھلا رہے ہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نگاہوں کا وضو

ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہر وقت باوضو رہوں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت وضو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے، گیس روکنا کئی بیماریوں کا باعث بنتا ہے، اس سے بہتر ہے کہ نگاہوں کو باوضو رکھو۔ حفاظتِ نظر، نظر کا وضو ہے، نگاہ کے وضو میں براہِ راست قلب نورانی ہوجاتا ہے۔ اِس زمانہ میں بے پردگی بہت عام ہے، ہر وقت نگاہ بچانا گویا ہر وقت عبادت میں مشغول رہنا ہے۔ ایک آدمی رات بھر عبادت کرتا ہے اور دن بھر نظریں مارتا ہے یہ شخص فاسق ہے۔ اور ایک آدمی رات کو نہیں جاگتا، صرف فرض نمازیں ادا کرتا ہے لیکن اپنی ایک نگاہ بھی خراب نہیں کرتا، یہ شخص ولی اللہ ہے، ضروریاتِ دین کو سمجھنا چاہیے، ہم تو کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ضعف بہت ہے، زیادہ وظیفہ نہیں پڑھ سکتے بس گناہ نہ کرو، اس میں تو وظیفہ بھی

نہیں پڑھنا پڑتا۔

۱۱ بجے کی مجلس کے بعض ارشادات بر مکان مولانا نذیر لونت صاحب

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام کے حلوۂ ایمانی کی لالچ میں بدنگاہی چھوڑ دیجئے! حلوۂ بصیرت کی لالچ میں حلوۂ بصارت چھوڑ دیں اور قلب کی حفاظت کریں تاکہ قلب میں گندے خیالات نہ آئیں، اس لیے کہ قلب اللہ کا گھر ہے، مومن کا دل اللہ کا گھر ہے، اگر اس میں گندگی آئے گی تو گندی جگہ اللہ کیسے آئے گا؟ اور گندے خیالات سے کچھ ملتا بھی نہیں ہے، سارا دل ناپاک ہوجاتا ہے، دل کی ناپاکی گندے خیالات سے ہے۔ آہ! اللہ کے نام کا مزہ لوگوں کو معلوم نہیں ہے ورنہ لوگ اس کے نام پر جان دے کر بھی اس مزہ کو حاصل کریں لیکن حدیث پاک میں اللہ کے نام کی لذت کو حاصل کرنے کا طریقہ موجود ہے:

﴿اِنَّ النَّظْرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ

مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَاناً يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ﴾

(کنز العمال، ج:۵، ص: ۱۳۰، دار الکتب العلیمة)

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے خوف سے اپنی نگاہ بچائے، حسین شکلوں کو نہیں دیکھے، لڑکا ہو یا لڑکی، کسی کے حسن سے نگاہیں نہیں سینکے تو میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا، ایمان کی حلاوت کو اس کا قلب پالے گا، یہ واجد ہوگا، حلاوتِ ایمانی اس کے قلب میں موجود ہوگی، اس کا ایمان حالی، ذوقی، وجدانی ہوجائے گا لِيَزْدَادُوْا اِيْمَاناً مَعَ اِيْمَانِهِمْ اُن کا ایمانِ موروثی، عقلی، استدلالی تبدیل ہوجاتا ہے ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے، بیان القرآن میں لکھا ہے۔ بس اپنے ایمان کو ترقی دو کیونکہ ایک دن

موت تو آنی ہے، اگر موت آ گئی اور ایمان ناتمام، نامکمل لے کر گئے تو پھر کیا ہوگا؟ بس! ایمان مکمل لے جاؤ تا کہ اللہ خوش ہو جائے اور ایمان اس وقت مکمل ہو گا جب ایمانِ استدلالی، موروثی اور عقلی تبدیل ہوکر ایمانِ ذوقی، حالی اور وجدانی ہوجائے۔ ایمان میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اولیاء اللہ کا ایمان اسی لیے مؤثر ہوتا ہے۔ ایک ولی ہزاروں ولی ساز تیار کر کے جاتا ہے۔ ہزاروں اولیاء اللہ اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کا ایمان ذوقی، حالی اور وجدانی ہوتا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْ اے ایمان والو! ایمان لاؤ یعنی تمہارا ایمان جو عقلی، استدلالی اور موروثی ہے اس کو ترقی دے کر بدل دو، ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے، تو پھر تمہارا ایمان اس قابل ہوجائے گا کہ دوسروں کو دعوت دے گا بغیر زبان کے۔ زبان سے کچھ نہ کہو گے مگر تمہارا جسم دلالت کرے گا کہ اللہ کا یہ بندہ ایمانِ ذوقی، وجدانی، حالی لیے جارہا ہے۔

مولوی تو بہت ہیں مگر جو مولوی کوشش کر کے، مجاہدہ کر کے، تقویٰ اختیار کر کے ایمانِ ذوقی، حالی اور وجدانی پیدا کر لیتا ہے اُنہی مولویوں سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، ان کا ایمان دوسروں کے ایمان کا سبب بن جاتا ہے اور جو مردار خور ہیں کرگس صفت، مردہ پرست وہ نہ تو خود ایمانِ کامل لے گئے نہ دوسروں کو دے گئے۔ ایسے ہی مر گئے، نہ لے گئے، نہ دے گئے، دنیا سے ناکام گئے۔ یہ ناکام لوگ ہیں، نامراد لوگ ہیں۔ مر گئے مگر اللہ نہ ملا۔ کمال یہ ہے کہ اسی زندگی میں اللہ مل جائے، دل میں محسوس ہوجائے کہ اللہ میرے دل میں آ گیا ہے ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

اور وہ اسی سے ہے کہ قلب ونظر کی حفاظت کرو۔ قلب ونظر کی حفاظت بہت

ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے کیونکہ معشوق ایک ہو تو اسے دل دے دو، یہاں تو روزانہ ہزاروں شکلیں سامنے آتی رہتی ہیں اور ایک دل ہزاروں کو دینے میں سخت مشکل ہو جائے گی۔ ہماری پچھتر سال کی عمر ہے۔ اس عمر کے تجربہ کا نچوڑ یہی ہے کہ آج کا سلوک حفاظتِ نظر، حفاظتِ قلب پر منحصر ہے، باقی سب چیزیں بھی ضروری ہیں مگر ان سے ایمان میں تازگی نہیں آتی۔ حفاظتِ قلب اور حفاظتِ نظر سے ایمان بارونق ہو جاتا ہے اور یہی دو پرچے سب سے مشکل بھی ہیں۔

لوگ ازار کو ٹخنہ سے اوپر بھی کرلیں گے، ڈاڑھی بھی رکھ لیں گے مگر انہیں بھی حفاظتِ نظر اور حفاظتِ قلب کا پرچہ بہت مشکل لگتا ہے، اگر پرچہ مشکل ہے تو انعام بھی تو بہت بڑا ہے۔ بتایئے! دل بادشاہ ہے کہ نہیں تو حفاظتِ نظر میں دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل بادشاہ ہے، بادشاہ جب مزدور بنتا ہے تو اس کی مزدوری کتنی ہونی چاہیے؟ بس دل کو اللہ کا مزدور بنا دو، اس پر اللہ تعالیٰ نوازش فرمائیں گے۔ آنکھ آٹو میٹک سوئچ ہے، جب کوئی حسین شکل سامنے آئی اس کو بند کرلیا اور جب حسین لڑکے، لڑکیاں چلی گئیں تو اس کو کھول لیا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

آج شام کو حضرت والا کی جوہانسبرگ واپسی تھی۔ مولانا نذیر لونت صاحب، ان کے احباب اور ان کا نومسلم ڈرائیور حضرت والا کی واپسی سے مغموم تھے۔ شام ۴ بجے موزمبیق ائیر پورٹ سے ہوائی جہاز روانہ ہوا اور ۵ بجے جوہانسبرگ ائیر پورٹ اُترا۔ یہاں سے حضرت والا اپنے میزبانِ دیرینہ

مفتی حسین بھیات صاحب کے ہمراہ ان کے مکان واقع لنیشیا روانہ ہوئے اور تقریباً ۴۰ منٹ میں لینیشیا پہنچ گئے۔

۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۶ رمئی ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ مجلس برمکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لنیشیا

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَأْتِیَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جولوگ تم میں سے مُرتد ہوگئے ہیں تو ان کی پرواہ نہ کرو، ایمان عطا کرنا ہمارے اختیار میں ہے اور یہ لوگ اِرتداد کے وبال میں کیوں مبتلا ہوئے؟ اس لیے کہ نصاریٰ اور یہودیوں سے دوستی کرتے تھے، یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستی کا الزام اپنے سر لے لیا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ﴾

(سورة مائدة، آیت: ۵۱)

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی دوستی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اگر تم نے ان کو دوست بنایا تو یہ اِرتداد کا سبب ہوگا، یہود و نصاریٰ کی دوستی اِرتداد کا سبب بنے گی اور آخر میں فرمایا:

﴿مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾

(سورة مائدة، آیت: ۵۴)

اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے پھر گیا تو اس کی پرواہ نہ کرو، میں مستغنی ہوں، میری صفت اَلصَّمَدُ ہے۔ اَلصَّمَدُ کی تفسیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے جس کو علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے کہ اَلصَّمَدُ کے معنیٰ ہیں:

﴿اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَ الْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ﴾

صمد اسے کہتے ہیں جو سارے عالم سے مستغنی ہو اور سارا عالم اس کا محتاج ہو، تو جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کی فکر نہ کرو پھر مسلمانوں کی تسلی کے لیے فرمایا کہ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ میں عنقریب ایک ایسی قوم پیدا کروں گا یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر بالفاظِ دیگر یہ ہے:

﴿قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ
لِیَعْلَمُوْا اَنَّ مَحَبَّتَھُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم فرمایا ہے بندوں کی محبت پر تا کہ بندے جان لیں کہ اُن کو اللہ سے جو محبت ہے وہ اللہ ہی کی محبت کے فیضان کا عکس ہے۔ یُحِبُّھُمْ کی ضمیر اللہ کی طرف جارہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو قوم پیدا کریں گے اُس سے محبت کریں گے اور وہ لوگ بھی اللہ سے محبت کریں گے اور یہ سب ایک قوم ہوگی، ورنہ اللہ تعالیٰ اقوام نازل فرماتے، اللہ کے عاشقوں کی ایک قوم ہے، چاہے افریقی ہو، چاہے ہندوستانی ہو، چاہے پاکستانی ہو، چاہے بنگلہ دیشی ہو کہیں کا بھی ہو، یہ مت کہو کہ وہ فلاں قومیت کا ہے، اللہ کے عاشقوں کی قومیت ایک ہی ہے، الگ الگ نہیں ہے، وہ ایک ہی قوم کہلاتے ہیں۔

ابھی موزمبیق میں ایک شخص نیا مسلمان ہوا، میں نے اس کو سینے سے لگا لیا، اس کے نزدیک یہ بہت بڑی بات تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، میں نے اس کو ہدیے بھی خوب دیئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ہم لوگ یہاں

نومسلموں کو ہدیے نہیں دیتے، اس سے ان کی عادت خراب ہوجاتی ہے، اخلاص نہیں رہتا، اسلام لانے کے بعد لوگوں پر نظر رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنی فہم سے زیادہ نبوت کی فہم پر اعتماد کریں، آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے **وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ** پر کیوں عمل کیا اور عرفات کے میدان میں نومسلموں کو بھیڑ بکریاں زیادہ کیوں دیں؟ معلوم ہوا کہ قوم کا رئیس، قوم کا سردار اگر ہدیہ دے تو عادت خراب نہیں ہوگی، ہاں صحابہ کرام اور عام لوگ دیتے تو اندیشہ بھی تھا، قوم کا سردار تو ایک ہی ہوتا ہے، اس کی عظمت کی وجہ سے اُس سے لالچ نہیں کیا جاتا۔ تو میں نے اس کو ایک بہت قیمتی نئی گھڑی دی، تقریباً آٹھ سو چالیس رین دیئے، کچھ لوگوں نے کپڑے دیئے اور اس کو لمبا کرتا اور گول ٹوپی پہنا کر صوفی بنا دیا۔ اگر نومسلموں کو ہدایا سے محروم رکھا جائے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا اور استدلال کتنا عمدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے نومسلموں کو ہدیے ملے تھے، اگر یہ خطرناک بات ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی روک دیا جاتا کہ اے ہمارے رسول ایسا نہ کیجئے۔

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ اللہ ان سے محبت کرتے ہیں اور یہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، کیوں؟ اس لیے تاکہ صحابہ کو اس کا علم ہوجائے کہ **اَنَّ مَحَبَّتَهُمْ بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ اللهِ** صحابہ کو اللہ سے جو محبت ہے وہ اللہ کی محبت ہی کا فیضان ہے۔ یہاں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ قوم نازل فرمایا، اقوام نازل نہیں فرمایا ورنہ لازم آتا کہ اللہ کے عاشق ایرانی، افغانی، ہندوستانی وغیرہ ہر ملک کے لحاظ سے الگ الگ ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ سارے عالم کے مسلمان ایک قوم ہیں، اقوام نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

اصولاً تو یہاں لام آنا چاہیے تھا کیونکہ ذَلَّ یَـذُلُّ کا صلہ لام آتا ہے، ذَلَّ زَیْـدٌ لِفُلَانٍ، ذَلَّ زَیْـدٌ نَـفْسَـهٗ سلِفُلَانٍ لیکن اللہ تعالیٰ نے عـلٰی کیوں نازل فرمایا؟ تاکہ معلوم ہوجائے کہ صحابہ جو مومنین کے سامنے تواضع اختیار کرتے ہیں تو ان کی یہ تواضع، یہ ذلت خصلتِ ذاتیہ نہیں ہے بلکہ فی نفسہٖ یہ بڑی عزت والے لوگ ہیں، یہ فطرتاً ذلیل نہیں ہیں، یہ گدا اگر تواضع کند خوئے اوست نہیں ہیں اس لیے عَلٰی نازل فرمایا کہ یہ ہیں تو بڑے معزز لوگ مگر اللہ کے لیے اپنے نفس کو مٹائے ہوئے ہیں، اللہ کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کیے ہوئے ہیں لیکن ان کی یہ تواضع صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے، کافروں کے مقابلہ میں وہ سیر کے سوا سیر ہیں، کافروں کے ساتھ تواضع حرام ہے، کیا کافروں سے کوئی یہ کہے گا کہ ناچیز حقیر فقیر عبدالقدیر آپ سے لڑنے آیا ہے؟ کافروں سے ایسی تواضع حرام ہے، ان سے تو یہی کہو کہ اگر تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں۔ اَذِلَّةٍ عَـلَـی الْـمُـؤْمِنِیْنَ میں عَـلٰی اسی لیے آیا ہے کہ صحابہ اپنی فطرت کے اعتبار سے ذلیل نہیں ہیں بلکہ بہت معزز لوگ ہیں مگر اللہ کے لیے اپنے کو مٹا دیا ہے اور اَعِزَّةٍ عَلَی الْـکٰـفِرِیْنَ کافروں کے سامنے شدید ہیں، یہ عَـلٰی بتاتا ہے کہ اگر وہ ذلیل ہوتے تو کافروں کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوتے مگر صحابۂ کرام کافروں کے سامنے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہیں۔

آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

یہ اللہ کے راستہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، یہ نہیں کہ مالِ غنیمت تو خوب شوق سے لے لیں اور جب کوئی مصیبت اور مشقت آئے تو بھاگ نکلیں، مصیبت کے وقت میں ہتھیار ڈال دیں، یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے

میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تم لوگ میری پشت دیکھو، میں تو وہ ہوں کہ میدانِ جنگ میں خاک اور خون کے درمیان میرا سر دیکھو گے۔ تو صحابہ نے خود اپنی شان نہیں بیان کی، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی شان بیان کی۔ معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں، جو نظر بچانے میں ہیجڑہ ہیں، سمجھ لو کہ انہوں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں، وہ میدانِ جہاد سے بھاگے ہوئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کا اندازہ کرلیں۔

تو یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کے کیا معنیٰ ہوئے:

﴿یُجَاهِدُوْنَ فِیْ ابْتِغَآءِ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾

اللہ کی رضامندی کی تلاش میں دن رات ہر مشقت اُٹھانے کے لیے تیار رہتے ہیں، یہ نہیں کہ بدنظری کا موقع آیا تو اُلّو کی طرح سے دیکھ رہے ہیں، وہ ہر وقت سرگرمِ اطاعت رہتے ہیں۔ تو یُجَاهِدُوْنَ کی دوسری تفسیر ہے:

﴿یُجَاهِدُوْنَ فِیْ نُصْرَةِ دِیْنِنَا﴾

نصرتِ دین میں جان کی بازی لگادیتے ہیں اور تیسری تفسیر ہے:

﴿فِیْ امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا﴾

اللہ کے امتثالِ حکم میں جان کی بازی لگادیتے ہیں اور چوتھی تفسیر ہے:

﴿فِی الْاِنْتِهَآءِ عَنْ مَّنَاهِیْنَا﴾

(تفسیر مظھری، ج:۷، ص:۲۱۶)

اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے اُمور سے بچنے میں شیر کی طرح ڈٹے رہتے ہیں۔

چنانچہ صحابہ کی بہادری کی مثال تاریخ میں ہے، جب وہ ملکِ شام گئے

تو وہاں کے عیسائیوں نے اپنی لڑکیوں کو خوب بنا سجا کے دورویہ کھڑا کر دیا، آج کل کے لوگ ہوں تو منہ کالا کرلیں لیکن مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ آیت تلاوت کی قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا لگا جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے، ہم لوگوں نے اپنی نگاہوں کو جھکالیا اور سر جھکائے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ان لڑکیوں نے اپنے کافر ماں باپ سے کہا کہ وہ لوگ تو فرشتہ ہیں، انسان نہیں ہیں، انسان ہوتے تو ہم کو ضرور دیکھتے، لیکن جو اللہ کی حرام کردہ شکلوں کو دیکھ لیتا ہے وہ انسان تو کیا ہوتا شیطان ہوجاتا ہے، شیطان ہی اس طریقہ سے نافرمانی کرتا ہے، جو لوگ نافرمانی میں مبتلا ہیں وہ خوب اچھی طرح سن لیں کہ یہ شیطانی حرکت ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن سے میں محبت رکھتا ہوں اور جو لوگ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اُن کی ایک علامت اور ہے:

﴿ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

وہ کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لَوْمَةَ اسمِ جنس ہے اور معنی میں واحد کے ہے لیکن اس کا مفہوم ہے لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّا ئِمِیْنَ یعنی سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے تو پھر یہ سوال کیا کہ جب لومات مراد ہے تو لومۃ کیوں نازل کیا؟ تاکہ ہمارے بندوں کی بہادری معلوم ہو کہ تمام دنیا کی ملامتیں ان کے نزدیک مثل لَوْمَة وَاحِدَة کے ہیں، محض ایک ملامت کے برابر ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ مرغابی کے لیے دنیا بھر کے طوفان ایک گھونٹ کے برابر ہیں۔

بمبئی میں، میں نے دیکھا کہ سمندر میں بیس فٹ کی لہر آئی تو مرغابی جو پانی پر بیٹھی تھی لہر کے ساتھ بیس فٹ اوپر چلی گئی اور جب لہر نیچے آئی تو جس

زاویئے سے وہ اوپر گئی تھی اُسی زاویئے سے نیچے اُتر گئی، ایک انچ، ایک اعشاریہ کا بھی فرق نہیں تھا۔اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

دعویِ مرغابی کردہ ست جاں

کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

اے دنیا والو! میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلاؤں کے طوفان سے ہم لوگ نہیں ڈرتے ،قومِ صوفیاء اور اللہ کے عاشقوں کی قوم اللہ کی راہ کے مجاہدات سے جان نہیں چُراتی ،اُن کی راہ کی مشقتیں برداشت کرتی ہے،لیکن اللہ کی راہ میں مجاہدات برداشت کرنے کی ہمت بھی اللہ ہی کی عطاء کردہ توفیق سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو ہماری عطاء سے یہ نعمتیں حاصل ہوجائیں تو وہ اپنے اوپر ناز نہ کرے،ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے شکر گذار ہو جاؤ کیونکہ شکر جھکاتا ہے اور تکبر اکڑاتا ہے،تکبر بُعد کا سبب ہے اور تشکر قُرب کا سبب ہے،قرب کا سبب اور بُعد کا سبب دونوں جمع نہیں ہوسکتے ،اجتماعِ ضدین محال ہے۔

جنوبی افریقہ کے ایک صاحب جو بہت بڑے عالم ہیں اور میرے خلیفہ بھی ہیں انہوں نے فون پر مجھ سے کہا کہ مجھے تکبر کا اندیشہ ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگ مجھ سے مرید ہورہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جب کبھی کوئی نعمت ملے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو، اللہ کا شکر ادا کرنے سے تکبر قریب نہیں آسکتا کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے اور تشکر سببِ قرب ہے اور سببِ بُعد اور سببِ قرب میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے، یہ میرا ٹیلی فونک خطاب ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ چیزیں فضل سے ملتی ہیں جب تک اللہ کا فضل نہ ہو اعمالِ صالحہ کی اور تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہوتی ،کتنا ہی بڑا بہادر پہلوان ہو خدا کی توفیق کے بغیر چوڑیاں پہننے والے ہیجڑہ سے بدتر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا

فضل، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تین چیزیں ہدایت کے لیے ضروری ہیں۔ نبی سے بڑھ کر کون مربی اور پیر ہوسکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے فرماتے ہیں کہ اے اصحابِ محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو تم میں سے کوئی بھی پاک نہیں ہوسکتا، اس لیے رسول کو خدا نہ بناؤ، ذریعۂ ہدایت سمجھو کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں مگر رسول بھی محتاج ہوتا ہے مسبب کا، اختیار سب کا سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اللہ نے جس کو چاہا اس کو ہدایت مل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کو ہدایت مل گئی، ابو طالب کے لیے نہیں چاہا تو نہیں ملی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کہا کہ چچا! اگر سب کے سامنے ایمان لانے میں آپ کو شرم معلوم ہوتی ہے تو میرے کان میں کلمہ پڑھ دیجئے، میں قیامت کے دن آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا تو ابو طالب نے کہا اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَی الْعَارِ میں جہنم کو ترجیح دیتا ہوں اس بدنامی پر کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بھتیجے پر ایمان لایا حالانکہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت بہت تھی لیکن معلوم ہوا کہ محبت بھی کافی نہیں ہے، محبت بھی جب مفید ہے جب اللہ کے لیے ہو، ابو طالب کو محبت نسب کی وجہ سے تھی اللہ کے لیے نہ تھی اس لیے بعض اوقات محبت بھی حجاب بن جاتی ہے، محبت کرنے والا دھوکہ میں آجاتا ہے کہ مثلاً ہم تو اللہ والوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، ان کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ بعض لوگ جو گناہ کے عادی ہوتے ہیں تو جس دن انہوں نے شیخ کے پیر دبائے تو شیطان نے سمجھایا کہ بس آج تو فضل ہی فضل ہے، تم نے شیخ کی خدمت کی ہے، اپنے نفس کی باگ ڈھیلی کردی اور اسی دن منہ کالا کرلیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے توحید کا جھنڈا

بلند کردیا کہ سب کچھ ہمارے اختیار میں ہے، نبی کا دروازہ پکڑو، ہدایت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازہ ہی سے ملے گی مگر میرے حکم کے بغیر نہیں ملے گی، دروازۂ نبوت کا ادب کرو، توقیر کرو، مگرادب وغیرہ بھی سب ہماری رحمت، ہمارے فضل اور ہماری مشیت پر موقوف ہے **وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ** کیا مطلب؟ پاک وہی ہوگا، تزکیۂ نفس اُسی کا ہوگا جس کے متعلق میں چاہوں گا، پس مجھ ہی سے مانگو، عطاء کرنے والی ذات میری ہی ہے۔اسی لیے کہتا ہوں کہ کسی چیز پر نہ اکڑو نہ ناز کرو، ہمیشہ مٹے رہو ؎

نہد شاخِ پُر میوہ برسرِ زمیں

جس شاخ میں میوہ اور پھل آجاتا ہے وہ زمین پر جھک جاتی ہے، تواضع کی یہ علامت بتاتی ہے کہ اللہ کے ہاں سے کچھ پا گیا ہے، اللہ کے ہاں سے دولتِ قُرب اس کو حاصل ہوگئی ہے، اس کے اندر کچھ ہے جبھی جھکا جھکا چل رہا ہے **ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡم** اللہ کا فضل وسیع تر ہے، تھوڑا سا فضل نہیں ہے۔ پس اے میرے بندو! مایوس نہ ہونا کہ تھوڑا سا فضل ہے، ختم ہوجائے گا تو ہم کو کیا ملے گا، نہیں! میرا فضل بہت وسیع ہے، میری کوئی صفت محدود نہیں تو قلیل کیسے ہوسکتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہمارے فضل سے مایوس نہ ہو **وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ**۔اس کی تفسیر علامہ آلوسی نے کی ہے:

﴿اَیۡ عَلِیۡمٌ بِاَھۡلِہٖ وَمَحَلِّہٖ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون ہمارے فضل کے قابل ہے، ظاہری قابلیت اور چیز ہے اور اللہ کے دربار میں مقبولیت اور چیز ہے، قابل ہونا اور چیز ہے اور مقبول ہونا اور چیز ہے، بعضے بندے بہت قابل ہیں مگر مقبول نہیں ہیں، بعضے بندے بہت مقبول ہیں مگر قابل نہیں ہیں اور بعضوں کو اللہ دونوں نعمتیں دے دیتے ہیں، وہ قابل بھی ہیں اور مقبول بھی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ فالج کی اس بیماری میں بھی میرا حافظہ ماشاء اللہ بالکل درست ہے ورنہ میں نے کانپور میں ایک حکیم صاحب کو دیکھا جن کی عیادت کے لیے میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا تھا، ان کو فالج ہو گیا تھا، وہ حافظِ قرآن تھے مگر قُلْ هُوَ اللّٰهُ بھی یاد نہ رہی تھی، یہ بڑا خطرناک مرض ہے، حافظہ پر بہت برا اثر پڑتا ہے اسی لیے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ تشکر میں اللہ تعالیٰ بندے کے سامنے ہوتے ہیں اور تکبر میں نظر اللہ سے ہٹ جاتی ہے، اپنی صفت پر ہوتی ہے، تشکر میں اللہ سامنے ہوتا ہے کہ اے اللہ! یہ آپ کا احسان، آپ کا کرم، آپ کا فضل ہے اور تکبر میں اللہ یاد ہی نہیں رہتا، متکبر کہتا ہے کہ بس میرے سوا کوئی نہیں ہے، ہم ہی ہم ہیں تو یہ ہے وجہ تشکر کے ساتھ تکبر کے جمع نہ ہونے کی کہ تشکر میں غفلت سے حفاظت رہتی ہے، تشکر والا کبھی اللہ سے غافل نہیں ہوسکتا، ہر وقت اللہ کو سامنے رکھتا ہے کہ سب آپ ہی کا کرم ہے، ہم کچھ بھی نہیں ہیں اور تکبر والا کہتا ہے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں، اس لیے تشکر اور تکبر جمع نہیں ہو سکتے، دونوں میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ تکبر سے بچنے کے لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ تکبر سے محفوظ رہے وہ روزانہ دو جملے اللہ تعالیٰ سے عرض کر دے کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل یعنی معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں، بس یہ دو جملے یاد رکھیے۔ تکبر سے نجات کا دادا پیر نے نسخہ بتا دیا ہے، اس سے ان شاء اللہ تکبر پاس نہیں آئے گا۔ کیونکہ جب بندہ یہ کہے گا کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں کمتر ہوں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اگر ہمارے اندر کوئی خوبی ہے تو دوسرے بندہ میں دوسری خوبی

ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ ہم سے زیادہ اللہ کے نزدیک ہو اور کافر اور جانور مجھ سے بہتر ہیں فی المآل یعنی اپنے انجام کے اعتبار سے، معلوم نہیں ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں ہوگا، بعضے بندے ایسے ہیں کہ زندگی بھر نیکیاں کرتے رہے لیکن آخر میں کوئی ایسا گناہ کر گئے کہ خاتمہ خراب ہوگیا۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی ایسا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک آدمی بڑی بہادری سے جنگ لڑ رہا تھا، کافروں کو خوب قتل کر رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ بھئی! یہ تو بڑا بہادر ہے لیکن اسے ایک زخم لگا جس کی تاب نہ لا سکا اور مارے تکلیف کے آخر وقت میں خودکشی کر لی۔

۲۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۶؍مئی ۲۰۰۲ء

مجلس برمکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لینیشیا بعد نمازِ مغرب

منکر اور معروف کے معانی

ارشاد فرمایا کہ منکر کے معنیٰ ہیں اجنبی یعنی جس سے جان پہچان نہ ہو اور اجنبی آدمی پر اعتماد نہیں ہوتا۔ گناہ کو منکر اسی لیے کہا گیا ہے کہ ہر گناہ طبیعت کے لیے اجنبی ہے، فطرت اس سے مانوس نہیں، اس لیے منکر سے تو طبعی طور پر نفرت ہونی چاہیے اور طبعی طور پر نفرت ہوتی بھی ہے لیکن ہم نے بار بار گناہ کر کے طبیعت کو اس کا عادی بنا دیا ہے جیسے تمبا کو کھانے سے قے اور چکر آتے ہیں لیکن عادت ڈالنے کے بعد پھر طبیعت اس کی عادی ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس معروف کے معنیٰ ہیں جس سے جان پہچان ہو اس لیے نیک کاموں کو معروف کہا گیا ہے کیونکہ طبیعت کو ان سے پرانی جان پہچان ہے، اس لیے نیک کام کر کے کسی کو پریشانی اور گھبراہٹ نہیں ہوتی کیونکہ وہ طبیعت کے لیے معروف ہے اور منکر سے جان پہچان نہیں اس لیے جب کوئی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے۔

نہ ہم آئے، نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

لیکن منکر کرتے کرتے وہ طبیعت کو مانوس ہو جاتا ہے۔ جب عادت بگڑ جاتی ہے تو بغیر تمبا کو کھائے چین نہیں ملتا اور جو تمبا کو نہیں کھاتے وہ اگر کھالیں تو پسینہ آجائے، بے ہوش ہو جائیں، لیکن اگر تمبا کو کی تھوڑی تھوڑی عادت پڑ جائے تو چار چھ مہینے کے بعد اگر تمبا کو نہ ملے تو اس کو تلاش کرتا ہے، سید صاحب، شیخ صاحب، خان صاحب غرض بہت ہی معزز لوگ بھی بھنگی سے حقہ مانگ لیتے ہیں کہ بھئی اپنے چلم سے ذرا ایک کش ہمیں کھینچ لینے دو، جس حقہ میں وہ بھنگی پی رہا ہے اسی حقہ میں سے حصہ مانگ لیتے ہیں کیونکہ یہ حقہ کے عادی ہیں۔ اسی طرح نفس بھی بدمعاش ہے، جب یہ گناہ کا عادی ہو جاتا ہے پھر اگر اس کو گناہ نہ ملے تو تلاش کرتا ہے، یہی حسینوں سے پٹواتا ہے، معشوقوں سے گالی کھلواتا ہے، ساری شرافت ختم ہو جاتی ہے جب معشوق انہیں گالیاں دیتا ہے اور بعض خبیث الطبع لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی گالیاں کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کی گالی تو مٹھائی ہے لیکن یہی معشوق جب بڈھا ہو جاتا ہے تو اس سے کتراتے ہیں، اس کی ملاقات سے گھبراتے ہیں پھر خود کو ہزار گالیاں دیتا ہے کہ تو نے شیطانی کی مگر جب بدمعاشی کر رہا تھا اس وقت اس شیطان کو اپنی شیطانیت کا بھی احساس نہیں تھا، اصلی بے وقوف وہ ہے جو اپنے کو بے وقوف نہ سمجھتا ہو حالانکہ وہ ہوتا بے وقوف ہے لیکن خود کو عقلمند سمجھتا ہے، اسی طرح اصلی شیطان وہ ہے جس کو اپنی شیطانیت پر ندامت نہ ہو۔

امر بالمعروف آسان ہے، نہی عن المنکر مشکل کام ہے، لیکن مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

دعویٰ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں اللہ کے دریائے معرفت میں مرغابی کی طرح ہوں، میں طوفان اور بلاؤں سے آہ وفغان نہیں کرتا۔ بعض لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بھئی یہ کیسے ہیں کہ بدنگاہی نہیں کرتے، ہر طرف عورتیں ہیں، ائیر ہوسٹسیں ہیں لیکن ان کی جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ طوفانِ بلا سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے ایک مدت مجاہدہ کیا ہے تب احکامِ شریعت ان کا مزاجِ ثانی بن گئے ہیں، وہ اللہ کے قرب کے دریا میں رہتے ہیں۔ نہی عن المنکر یعنی گناہ چھوڑنے کا مزہ الگ ہے اور امر بالمعروف یعنی نیک کام کرنے کا مزہ الگ ہے تو ایک مزہ لینے سے کام نہیں چلتا، خالی معروف پر عمل کرنے سے خدا نہیں ملتا جب تک نہی عن المنکر بھی نہ کرے، یہ کیا کہ نفل پر نفل پڑھے جارہے ہو اور بدنگاہی سے نہیں بچتے ہو، اللہ کے غضب سے نہیں بچتے ہو اور عبادت پر عبادت کیے جارہے ہو، نفل چاہے کم کردو مگر اس کی جگہ گناہوں سے بچنے میں محنت کرو، دل پر غم برداشت کرو، جب عورتیں سامنے آجائیں تو وہی وقت ہے ایمان کے امتحان کا، پرچہ اسی وقت حل ہوتا ہے، جب عورت سامنے آجائے تو نظر نیچی کرلو، جیسے کچھ نظر ہی نہیں آتا ؎

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ایک نگاہ بچا کر دیکھو، اگر زندگی میں ہزار زندگی نہ معلوم ہو تو کہو کہ اختر کیا کہہ رہا تھا، نگاہ بچاؤ گے تو حلاوتِ ایمان پا جاؤ گے۔ حدیثِ پاک میں وعدہ ہے یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بصارت کی مٹھاس کو اللہ پر قربان کردو، تم بصیرت کی مٹھاس پا جاؤ گے اور بدنگاہی میں مصیبت ہی مصیبت ہے، بدنگاہی میں جوتے بھی پڑتے ہیں جس کو دیکھتے ہو وہ بھی کہتی ہے کہ میری طرف کیوں دیکھتے ہو، نظرباز کہتا ہے کہ

ہم تمہاری طرف نہیں دیکھ رہے ہیں اور پھر بھی دیکھتا ہے تو وہ سینڈل برسا دیتی ہے، ایسے ہی لڑکوں سے گالیاں کھاتے ہیں لوگ، گو کے مقام میں گھسنے کے لیے بے چین ہیں۔ آہ! سید صاحب، شیخ صاحب جیسے عالی مقام ذلیل وخوار ہوجاتے ہیں۔

میں بدفعلی سے بچنے کے لیے ایک مراقبہ بتاتا ہوں کہ تصور کرو کہ بچہ کی پیدائش کے بعد گندا خون نکل رہا ہے، اس کو نرسیں بالٹی بھر بھر کے پھینک رہی ہیں اور ایک انچ کا قطر ایک فٹ کے برابر ہوگیا، جب بچہ نکلتا ہے تو کیسے نکلتا ہے؟ اس وقت میں اگر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا چاہو تو کیا ہوگا؟ کنویں میں چڑیا گر جائے گی، کر ہی نہیں سکتے، مفت کیا اگر ایک لاکھ روپیہ بھی کوئی دے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرلو تو نہیں کرسکتے، ایسی گندی چیز کے لیے اپنے اللہ کو ناراض کرنا کیا حماقت ہے۔ اسی طرح پائخانہ کے مقام میں گھسنا اور بھی ذلیل اور خبیث کام ہے۔ عورت نکاح کے بعد حلال ہوسکتی ہے لیکن مرد تو کسی وقت حلال نہیں ہوسکتا، وہ معشوق بھی گالیاں دیتا ہے، چاہے اس وقت نہ دے، لیکن جب عمر زیادہ ہوجائے گی تو بدفعلی کرنے والے کے ساتھ کبھی نہیں ملتا اور اگر اس کو دیکھتا بھی ہے تو ماں کی گالی دیتا ہے کہ اس کمبخت نے مجھ کو ذلیل کیا، اس پر ہزار لعنت بھیجتا ہے، کیا بتاؤں، گناہ میں نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہے، کوئی ایک فائدہ بھی ثابت نہیں کرسکتا مگر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو انجام بینی سے محروم ہیں۔ جب شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ لڑکے ہمیشہ لڑکے تھوڑی رہتے ہیں، وہ شیخ الحدیث بھی بنتے ہیں، ڈاکٹر بھی بنتے ہیں، تھانہ دار بھی بنتے ہیں۔

اس کے متعلق ایک فیچر سنئے، بہت ہی دلچسپ ہے، ایک آدمی پیٹا گیا تو رَپَٹ لکھوانے تھانہ میں گیا۔ اس نے جو تھانہ دار صاحب کو دیکھا تو اس کے

پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کیونکہ تھانہ دار صاحب بچپن میں اس کے مفعول رہ چکے تھے۔اسے دیکھتے ہی تھانہ دار صاحب نے پولیس والوں سے کہا کہ پکڑ واس نالائق کو، اس نے بچپن میں ہم کو ذلیل کیا تھا تو پولیس نے پکڑ کر خوب پٹائی کی۔ وہاں سے مار کھا کے بھاگے اور زکوٰۃ کمیٹی کے چیئر مین کے پاس گئے تو وہ بھی ان کا مفعول نکلا۔اس نے دیکھتے ہی مجسٹریٹ کوفون کیا کہ ایک بدمعاش آیا ہے، مجسٹریٹ نے پکڑوا کر جیل بھجوادیا۔وہاں سے چھوٹے تو سوچا چلو ایس پی سے فریادرسی کریں تو ایس پی بھی ان کا مفعول نکلا۔اس نے لات اور گھونسوں سے خوب تواضع کی،غرض ان کو وطن چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر ذلت سے بچنا چاہتے ہوتو خانقاہوں میں کچھ وقت لگا کر اللہ کا نام لینا سیکھ لو، اللہ کے نام کے صدقہ اپنی حرام آرزوؤں کا خون کرنا سیکھ لو،نفس کی اصلاح کرالوتو پھر کیا ملے گا؟اسی کو شاعر کہتا ہے ؎

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

دل کی آرزو کا خون کردو، دل تباہ ہوجائے بس اللہ مل جائے گا، جو حسین صورتیں ہیں اگر ہم ان سے نظر بچالیں تو یہی ہم کو واصل باِللہ کرتی ہیں، یہ حسین ایسے ہی تھوڑی پیدا کیے ہیں، یہ ہماری تکمیل کے لیے ہیں،ان سے نظر بچاؤ،حلوۂ ایمانی کھاؤ،اس لیے ان حسینوں کا وجود ضروری ہے،مگر ان کی طرف التفات نہ کرو، یہ مولوی کو مولانا بنانے والی ہیں،مولائے روم بنانے والی ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ ان سے نظر بچاؤ، چاہے جان نکل جائے،مگر جان نہیں نکلے گی بلکہ سینکڑوں جانیں عطا ہوں گی ؎

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

آدھی جان لے کر وہ سو جان دے دیتے ہیں، جو رحمت اللہ دیتا ہے وہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی، نظر کی حفاظت سے دل میں رحمت کی بارش کرتا ہے، اسی کا نام حلوۃ ایمانی ہے، یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلاوَۃَ الْاِیْمَانِ نظر بچانے والا اپنے دل میں پا جائے گا یعنی وہ واجد ہوگا اور اللہ اس کے دل میں موجود ہوگا، یہ تصورات نہیں ہیں وحی الٰہی ہے جو غلط نہیں ہوسکتی۔ نظر بچانے والا دل میں حلاوتِ ایمانی کا واجد ہوتا ہے اور حلاوتِ ایمانی اس کے دل میں موجود ہوتی ہے یعنی یہ اللہ کا واجد ہوتا ہے اور اللہ اس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔

اور جو شخص اللہ کا نام لیتا ہے اور نگاہوں کی حفاظت بھی کرتا ہے لیکن کبھی کبھی پھسل جاتا ہے اور نگاہ خراب کرلیتا ہے تو گناہوں کے ساتھ اللہ کے نام کا مزہ ایسا ہے جیسے خاک آلود پانی ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب گناہوں کے ظلمات کی ملاوٹ کے ساتھ اللہ کے ذکر کے گھونٹ میں مزہ آتا ہے تو جس دن بغیر ملاوٹ والا صاف ستھرا گھونٹ پیو گے تو تمہارا کیا حال ہوگا، میں نہیں کہہ سکتا کہ صاف پانی پینے کے بعد تمہاری کیا حالت ہوگی یعنی جس دن گناہوں سے مکمل اجتناب کی توفیق ہوگی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نام میں پھر کتنا مزہ آئے گا۔ جن لوگوں کے پلہ کچھ نہیں پڑا وہ چُھپ چُھپ کے گناہ کرتے ہیں، بدنگاہی کرتے ہیں، ان کو خاک آمیز جرعہ بھی نصیب نہیں ہے۔

بس جتنی آپ کی قربانی اتنی اللہ تعالیٰ کی مہربانی، اگر آپ نے دل پر غم جھیل لیا، غم سے دل پارہ پارہ ہوگیا، حسینوں سے نظر بچانے سے دل غمگین ہوگیا مگر آپ نے اس غم کو برداشت کرلیا تو پھر مہربانی بھی بقدرِ قربانی ہوگی ان شاء اللہ۔ دیکھیے! سلطان ابراہیم ابنِ ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی قربانی دی،

اللہ کے عشق و محبت میں سلطنت چھوڑ دی مگر پھر ان کو کیا ملا؟ وہ چیز ملی جو ہم اور آپ جانتے نہیں۔

جن افعال پر لعنت آئی ہے ان میں سے ایک مردوں کی مردوں کے ساتھ بدفعلی بھی ہے، لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ اللہ لعنت فرمائے جو قومِ لوط کا عمل کرے تو جس فعل پر لعنت آئی ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ ہماری جانوں کو، ہمارے قلب کو، اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے اور اپنی مشیت سے جذب کر لے جذب کے لیے آپ کی رحمت، آپ کا فضل، آپ کی مشیت ضروری ہے اور جس کو آپ جذب کر لیں پھر اس کو کوئی جذب نہیں کر سکتا، بس اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے اور اپنی مشیت سے ہم لوگوں کو جذب کر لیجئے، ہماری دنیا و آخرت دونوں بنا دیجئے، حسنِ خاتمہ بھی نصیب فرما دیجئے، سوءِ قضاء کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجئے، خاتمہ ایمان پر مقدر فرما دیجئے، دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے محفوظ فرمائیے اور دنیا میں فلاح و صلاح اور عزت نصیب فرمائیے، آمین۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۲۵ / صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۷ / مئی ۲۰۰۲ء بروز منگل

بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لنیشیا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ○

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً
وَھُوَالْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o

ہدایت کے اسباب میں سب سے قوی تر قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے، وہ ہدایت ہی کے لیے نازل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تَبَارَکَ الَّذِیْ بہت برکت والی ہے وہ ذات بِیَدِہِ الْمُلْکُ جس کے ہاتھ میں، جس کے تحت القدرت سارا جہاں ہے، ملک سے مراد سارا جہاں ہے، ہر ماسوی اللہ اللہ کا ملک ہے، ان کی برکت کا یہ حال ہے کہ جو اُن کا نام لے لے، اس کے منہ میں بھی برکت ڈال دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جب مریض پر دم کرتا ہے تو وہ شفا پا جاتا ہے، تو اسی کے قبضہ میں سارا جہان ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ ید کے معنی قدرت کے ہیں، اس کی قدرت میں سارا جہاں ہے، جس کو چاہے فقیر بنا دیں، جس کو چاہیں بادشاہ بنا دیں۔ رات کو بادشاہ سویا دن کو بھیک مانگنے لگا اور رات کو بھک مَنگا سویا دن کو اُٹھا تو بادشاہ بن گیا۔

حضرت نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو فقیر سویا، اس کی سات پشت بِھک منگی تھی۔ جب وہاں کا بادشاہ مر گیا تو وہاں کی اسمبلی نے تجویز کیا کہ جو سب سے پہلے شاہی محل کے دروازہ پر آئے گا، اسی کو بادشاہ بنالیں گے۔ اللہ کی شان کہ وہی بِھک منگا آیا اور اس نے کہا کہ اللہ کے نام پر دو روٹی دے دو۔ بس پولیس والوں نے پکڑ لیا، وہ سمجھا کوئی بلا آ رہی ہے، کسی جرم میں پکڑا گیا ہوں، لیکن جب اس کو نہلا دھلا کے شاہی لباس پہنا کے بادشاہ بنا دیا گیا تو اس کے بعد جب اس نے شاہی فیصلے کیے تو بالکل ٹھیک فیصلے کیے، جیسے کہ پرانا بادشاہ ہو، اس کی سات پشتیں سلطنت کرتی آ رہی ہوں۔ وزیروں نے پوچھا کہ سرکار! اگر جاں بخش دی جائے تو میں ایک سوال کرلوں؟ کہنے لگا ہاں ہاں سوال کرو۔ اس نے کہا کہ سات پشتیں آپ کی بِھک منگی تھیں، آپ

نے کبھی بادشاہوں کو بھی نہیں دیکھا مگر آپ نے سارے شاہی فیصلے بالکل درست کیے ہیں، آپ کو یہ سب کس نے سِکھا دیا؟ اس نے جواب دیا کہ جس نے ایک بھک منگے کو بادشاہت دی ہے، وہ آدابِ سلطنت سِکھانے پر بھی قادر ہے، جس نے ایک بھک منگے کو سلطنت دی وہ آدابِ سلطنت نہیں سکھا سکتا؟

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیْرٌ وہ اتنا بڑا قادرِ مطلق ہے کہ اپنے ملک کی حکومت چلانے کے لیے انسان کو باپ کی منی اور ماں کے حیض سے پیدا کر کے اور پھر بالغ کر کے آدابِ سلطنت سکھا کر بادشاہ بنا دیتا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیْرٌ کی تفسیر ہے کہ اللہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ ناپاک منی اور حیض سے نو مہینے میں انسان کو پیدا کرتا ہے اور اگر علمِ الٰہی کے مطابق اُس کو بادشاہت ملنے والی ہے تو بادشاہوں کی غذا اس کے ماں باپ کے ذریعہ اُس تک پہنچاتا ہے، پھر بادشاہت کرنے کا سلیقہ بھی عطا فرماتا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیْرٌ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ وہ ذات جو موت کو پیدا کرتی ہے اور زندگی کو بھی، آپ لوگ یہ بتلائیے کہ پہلے موت آتی ہے یا اللہ پہلے زندگی دیتا ہے؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے موت کو کیوں مقدم کیا خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ حیات کو بعد میں بیان فرمایا، موت کو پہلے فرمایا، کیوں؟ اس میں یہ راز ہے کہ جو زندگی اپنی موت کو یاد رکھے گی وہ زندگی حقیقتاً زندگی ہوگی اور جو موت کو بھول جائے گی اور زندگی ہی پر نظر ہوگی وہ ہر قسم کی خبیث حرکت کرنے کے لیے تیار ہوگا، کیونکہ اس کا مقصد محض زندگی کا لطف اُڑانا ہے اور جو زندگی اپنی موت کو یاد رکھے گی وہ سمجھے گی کہ ہم کو اللہ کو حساب دینا ہے، اس لیے وہ ہر فعل کو سوچ سمجھ کر کرے گی، جانور کی طرح زندگی نہیں گذارے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ جو موت کو ہر وقت یاد رکھے گا وہ کبھی بے اصولی نہیں کرے گا، جو ظالم موت کو بھول جاتا ہے اُسی ظالم سے ظالمانہ افعال صادر

ہوتے ہیں، موت کو یاد کر کے کوئی شخص گناہ کیسے کر سکتا ہے؟ اِسی لیے فرمایا ہے کہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ موت سے پہلے ڈرایا، اگرچہ موت بعد میں آتی ہے، زندگی پہلے ملتی ہے، مگر موت کا پہلے تذکرہ کیا۔ اگر تم لوگ اپنی زندگی چاہتے ہو تو موت کو ہر وقت یاد رکھو، تب تم کو صحیح معنوں میں زندگی مل جائے گی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اور انسان کو پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیوں پیدا کیا تم کو؟ تاکہ تم لطف اڑاؤ، عیش کرو، جو جی میں آئے جو خواہش پیدا ہو اس پر عمل کرو؟ نہیں، تمہیں پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً اللہ نے تم کو اس لیے پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم آزمائش پر پورے اُترتے ہو یا نہیں، آزمائش کے قابل ہو یا نہیں۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تین تفسیر کی ہے اور وہ تفسیر بھی بحوالہ حدیث پیش کی ہے لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً تاکہ آزمائے تم کو کہ اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا یہ پہلی تفسیر ہے کہ تم میں سے کون گدھا ہے اور کون عقلمند ہے، کون گدھے کی طرح، سانڈ کی طرح زندگی گذارتا ہے جیسے سانڈ اور گدھا ہوتا ہے کہ اُس کو جوتے پڑیں چاہے لات پڑے، مگر اُس کو عقل نہیں آتی ہے، وہی حال اس انسان کا ہے جو اپنی من مانی زندگی گذارتا ہے اور خوش نصیب لوگ اللہ کے حکم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہے اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا تم میں سے کون عقلمند ہیں، کیونکہ نافرمانی خود بے وقوفی اور بے عقلی ہے، اتنی بڑی طاقت والی ذات سے ٹکر لینا اور نہ ڈرنا علامت ہے کہ انتہائی احمق ہے، انتہائی گدھا، کمینہ، بے ہودہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تو پہلی تفسیر کیا ہے اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عقلِ کامل رکھتا ہے، فہمِ کامل رکھتا ہے کیونکہ عقل کی بین الاقوامی تعریف

ہے، جو انجام پر نظر رکھے، جس کی نظر انجام پر ہو، یہ کیا کہ بدمعاشی کر کے حرام مزہ اُڑایا اور سزا میں سر پر جوتے پڑ رہے ہیں تو کیا جوتا کھانے والا عقلمند ہے؟ دوسری تفسیر سنیے! اَیُّکُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللہِ کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے کون زیادہ بچتا ہے۔ اب جس شخص میں حرام و حلال کی تمیز نہ ہو تو وہ گدھا ہے، انسان کہلانے کے قابل نہیں ہے، یعنی تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون ہے جو حرام سے زیادہ احتیاط کرتا ہے اور تیسری تفسیر ہے اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَۃِ اللہِ عَزَّ وَ جَلَّ تم میں سے کون ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ بڑھے اور اللہ کے ہر حکم کے سامنے لبیک کہہ دے، اے اللہ میں حاضر ہوں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ، اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَۃِ اللہِ عَزَّ وَ جَلَّ تم میں سے کون تیز ہے جو میرے احکام کے سامنے لبیک کہے اور سرِ تسلیم خم کر دے۔

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ عزیز قدرت کو ظاہر کرتا ہے، عزیز کہتے ہیں اس قدرت کو کہ جب انتقام لے تو لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ اس کے استعمالِ قدرت میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ڈالے، پورے عالم میں جو چاہے سو کرے، اتنی بڑی قدرت ہے کہ وَلَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ، عزیز کی تعریف مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ جیسے محمد علی کلے نے کسی کو مکا مارنے کی کوشش کی، اب سب لوگ ڈر گئے کہ یہ محمد علی کلے ہے، اس سے کون لڑے، مگر دس پہلوانوں نے ہمت کی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ مجبور ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پکڑنے کی کوئی جرأت نہیں کرسکتا، وہ جو چاہے سزا دے، اسی لیے عزیز کو مقدم فرمایا کہ اے میرے بندو! تم سمجھ لو کہ تم کو معافی کس ذات سے مل رہی ہے، بہت بڑی قدرت والی ذات ہے اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَ لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ وہ ہر چیز پر قادر ہے، تم کو سور اور کتا بنا سکتا ہے اور

کوئی چیز اس کے انتقام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتی، ایسی بڑی طاقت والی ذات کا مقابلہ کرنا، نافرمانی پر قدم اُٹھانا، حماقت اور گدھا پن نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بیوقوفوں کا کام ہے وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ میں عزیز کو اسی لیے مقدم کیا کہ اے میرے بندو! تم قدر کرلو کہ تم کو مغفرت کس طاقت والی ذات سے مل رہی ہے، ایک آدمی ہے جو اُٹھ نہیں سکتا، سانس کی بیماری ہے، اُٹھتا ہے تو گر پڑتا ہے، وہ اگر دشمن سے کہے کہ جاؤ! تم کو معاف کردیا تو دشمن کہتا ہے کہ معاف نہ کرو گے تو کیا کرلو گے؟ تم تو کمزور ہو، سانس پھول رہی ہے، اٹھو گے تو گرو گے تو کمزور کی معافی کی قدر نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ میں عزیز کو مقدم فرمایا کہ تم سمجھ لو کہ تمہیں بہت بڑی طاقت والی ذات سے معافی مل رہی ہے، عزیز کے معنیٰ ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ جو قدرت رکھتی ہے ہر شے کی وَ لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ اس کو قدرت کے استعمال میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم اور بھی دیا ہے، ویسے تو بہت سے احکام ہیں مگر ایک وقت میں ایک ماحول میں جب کسی جگہ کسی مرض کی زیادتی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اسی کا علاج کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مومنین سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رابطہ کیوں بنایا؟ نگاہوں کی حفاظت کا حکم براہِ راست کیوں نہیں دیا جبکہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ نماز اور زکوٰۃ کے احکامات براہِ راست دیئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندوں کو معلوم ہوجائے کہ نظر بازی اتنا خبیث عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو براہِ راست حکم دیتے ہوئے حیا آئی اور اپنے نبی کو واسطہ بنانا پڑا کہ اے ہمارے نبی! آپ مومنین سے فرمادیجیے کہ اس خبیث عمل سے بچیں

اور اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں من تبعیضیہ ہے، ہر نگاہ بچانا مراد نہیں ہے، آسمان و زمین دیکھو، اپنے ماں باپ کو دیکھو، بیوی کو عشاء سے لے کر فجر تک دیکھو، مگر یہ دیکھنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ رات بھر جاگنے سے تو صحت خراب ہوجائے گی، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء اگر نہ آئے تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حیا کرو، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسم تمہارے آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان سے محبت طبعی بات ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت طبعی بات ہے تو اے ہمارے نبی! آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو بچائیں اور **يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ** اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں **وَيَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ** اور عورتوں کے لیے بھی یہ حکم ہے کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں اور **وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ** اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، معلوم ہوا کہ جو آدمی نظر کی حفاظت نہیں کرتا اس کی شرم گاہ خطرہ میں رہتی ہے، جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی ذرا نہیں ڈرتا کہ ہم کیسے حرام اور خبیث فعل میں مبتلا ہو رہے ہیں، ایسی کم بختی، بدبختی اور حرام مستی سوار ہوتی ہے کہ اس وقت تمیز ہی نہیں رہتی کہ میں کیا کر رہا ہوں، اس لیے نظر کو بچانا چاہیے، کیونکہ نظر عقل اُڑا دیتی ہے، عورتیں خود آدھی عقل کی ہیں، مگر پوری عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھنے سے منع کیا، غیر محرم عورتوں کو مت دیکھو ورنہ کہیں شہوت غالب نہ ہوجائے، اِدھر بھی غالب ہوجائے اور اُدھر بھی غالب ہوجائے، دونوں میں کشش ہے، دو میگنٹ میں ڈبل کشش ہوتی ہے، اگر دو میگنٹ آمنے سامنے ہوں تو ایک دوسرے سے چمٹ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دے کر ہم پر رحم فرمایا ہے، یہ حکم دے کر ہماری آبرو کو تحفظ بخشا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظْرُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخاری شریف میں فرمایا کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آنکھوں کا زِنا کرنے والا ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ بتاؤ! ولایت کا خواب دیکھنے والے، ولایت کی امید رکھنے والے، اللہ کا ولی بننے کی تمنا اور حوصلہ رکھنے والے، آنکھوں کا زِنا کیوں کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آپ لوگ فیصلہ کر لیجئے کہ جو لوگ عورتوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ ولی اللہ ہو سکتے ہیں؟

اب بخاری شریف کے بعد مشکوٰۃ شریف کی روایت پیش کرتا ہوں لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بددعا دے رہے ہیں کہ اللہ لعنت کرے ناظر پر بھی اور منظور پر بھی، یہاں ضمیر متعین نہیں کی تاکہ اس میں سب داخل ہو جائیں، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی تو اتنے دلائل اور روایتیں جمع کر دیں آپ کے سامنے، قرآن کی آیت تلاوت کر دی، بخاری شریف کی حدیث بیان کر دی، مشکوٰۃ شریف کی حدیث بیان کر دی۔ اللہ کی لعنت کے باوجود کوئی ولی کیسے ہوسکتا ہے، جس کی زندگی لعنتی ہو وہ رحمتی زندگی پا سکتا ہے؟ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نفس بہت شریر ہے، ہر برے کام کی طرف توجہ دلاتا ہے، اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ یہاں مَا ظرفیہ، زمانیہ، مصدریہ ہے، کیا مطلب؟ اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ جس وقت تمہارے اوپر رحمتِ رب کا سایہ ہوگا ''فِیْ'' کیا ہے؟ ظرفیت، اور وقت کیا ہے؟ زمانیہ اور رحم ماضی تھا، رحمت مصدر ہے، اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ جب تک تمہارے رب کی رحمت رہے گی تم نفس کے شر سے محفوظ رہو گے، اب بتاؤ! جس پر بدنظری کے وقت اللہ کی لعنت برس رہی ہو، اس نے لعنتی چادر اوڑھ لی ہو، اللہ کی لعنت اختیار کر لی ہو، اللہ کی رحمت کا سایہ اس پر سے اُٹھ گیا ہو تو اب وہ نفسِ امارہ کی گود میں ہوگا۔

قرآن قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے، ہدایت کی کتاب ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے اپنے محل میں بلاکر سارے دروازوں پر تالے لگا دیئے اور برائی کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو یہ ہدایت نہیں فرمائی کہ زلیخا کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرو، **فَفِرُّوْا اِلَـى اللّٰهِ** وہاں سے بھاگو، حضرت یوسف علیہ السلام وہاں سے بھاگے، جائے فرار پر جائے قرار نہیں ہے، وہاں دعا بھی قبول نہیں ہے، جہاں سے بھاگنے کا حکم ہے وہاں بیٹھ کر دعا مانگی تو آپ نافرمان ہوں گے کہ فرار کے بجائے وہاں قرار کیا، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس سے فوراً بھاگے اور بھاگتے ہوئے جس دروازہ کے پاس جاتے اس کا تالا ٹوٹ کر گر جاتا۔ جب سب تالے کھل گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ **رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ** اے میرے رب! مجھے آپ کے راستہ کا قید خانہ اَحَب ہے اس چیز سے جس طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں تو جو اللہ اتنا پیارا ہو کہ جس کی راہ کا قید خانہ اَحَب ہوتا ہے تو اس کی راہ کے گلستان کیسے ہوں گے؟ جب میں نے یہ بات علماء لکھنؤ کے سامنے بیان کی تو وہ عش عش کر اٹھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے پیارے ہیں کہ ان کے راستہ کے قید خانے، جانِ یوسف علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہیں۔

بنگلہ دیش میں بھی جب میں نے یہ بات پیش کی تو ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ اس آیت میں یدعون تو جمع ہے حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے والی صرف زلیخا تھی تو **یَدْعُوْنَ** جمع کیوں نازل ہوا؟ میں نے کہا کہ یہ جمع ایسا ہے کہ یہ جمع مذکر بھی ہے اور جمع مؤنث بھی ہے، اس کی گردان ہے **یَدْعُوْا، یَدْعُوَانِ، یَدْعُوْنَ ، تَدْعُوْا، تَدْعُوَانِ ،یَدْعُوْنَ**، یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی استعمال ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ

بلانے والی تو ایک تھی پھر اللہ تعالیٰ نے جمع کیوں نازل کیا؟ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ مصر کی عورتوں نے سفارش کی تھی، گناہ پر سفارش کرنا اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا اصل مجرم ہے، اس لیے اللہ نے جمع میں مصر کی عورتوں کو بھی شامل کرلیا، بتاؤ! کتنا بڑا امتحان تھا میرا۔ لوگ کہتے کہ یہ پیر ایسا ہی ہے اور قواعد وغیرہ کچھ نہیں جانتا۔ بنگلہ دیش میں جب میں نے جواب دیا تو سب عش عش کر اُٹھے کہ بھئی یہ پیر تو ایسا ہے کہ قواعد وغیرہ سے بھی واقف ہے، اللہ تعالیٰ نے میری آبرو رکھ لی۔

اب قلب کی صفائی کا مرحلہ ہے، آنکھ کو تو کوئی دیکھ سکتا ہے کہ فلاں بدنگاہی کررہا ہے، مگر دل میں گندے خیالات کوئی پکائے تو کسی کو خبر نہیں ہے کہ یہ صوفی ہے یا کوفی ہے، اس لیے:

﴿یَعۡلَمُ خَائِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡر﴾

(سورۃ غافر، آیت: ۱۹)

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوریوں سے باخبر ہے اور جو کچھ تمہارے سینے چھپاتے ہیں اس سے بھی واقف ہے، صدور سے مراد قلوب ہیں **تَسۡمِیَۃُ الۡمَحَلِّ بِاسۡمِ الۡحَالِ** یہ مجاز مرسل ہے، مجاز مرسل کیوں استعمال کیا؟ یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے۔

تو نظر کی حفاظت کے بعد دوسرا عمل یہ ہے کہ گندے خیالوں سے دل کو بھی محفوظ رکھیے، تیسرا اہتمام یہ ہے کہ ٹخنہ کھولیے، کبھی نہ چھپائیے، ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اَمَّا ظَاھِرُ الۡاَحَادِیۡثِ یَدُلُّ عَلٰی تَحۡرِیۡمِ الۡاِسۡبَالِ﴾

احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، یہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی اسی میں ہے، فتح الباری میں ہے کہ **اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡبِلِیۡنَ** اللہ تعالیٰ ٹخنہ

چھپانے والے کومحبوب نہیں رکھتے ،اللہ کی محبت سے محرومی معمولی بات ہے؟

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں ،ٹخنہ چھپانے سے عیب چھپ جائے گا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرض تو اللہ کی طرف سے ہے،مگر نافرمانی تیری طرف سے ہوجائے گی، ان کوٹخنہ چھپانے کی اجازت نہیں دی تو بہرحال ٹخنہ چھپانا حرام ہے اور لباس ٹخنہ سے آدھا انچ اونچا ہی ہو کیونکہ سرحدی علاقوں پر بمباری ہوجاتی ہے،سرحد کے قریب بھی نہ رہو،خصوصاً جولوگ امام ہیں ان کوتو اور بھی احتیاط کرنی چاہیے،تو تین باتیں ہوگئیں۔اب چوتھی بات کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھو،بعض لوگ ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، یاد رکھو! دائیں، بائیں اورسامنے تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے،ڈاڑھی کو تیل لگا کر کنگھی کر کے رکھو، یوں نہ رکھو کہ ڈاڑھی جھاڑی کی طرح لگے اور یہ ڈاڑھی کا بچہ جو ہے اس کا بھی رکھنا واجب ہے،ڈاڑھی میں گردن کے بال اگر ڈاڑھی سے فراراختیار کررہے ہیں اور نیچے کی طرف جارہے ہیں تو ان کا بھی قتل جائز ہے کیونکہ یہ فرار کی سزا ہے۔یہ تو ہوگیا ڈاڑھی کا مسئلہ اور مونچھوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مونچھوں کو باریک کرلو۔شیخ الحدیث اوجزالمسالک شرح موطا امام مالک میں جو۱۴جلدوں میں ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مونچھوں کے بالوں کو اتنا باریک کرتے تھے کہ دور سے کھال کی سفیدی نظر آتی تھی، اس لیے مونچھوں کو بھی باریک کرنا چاہیے، البتہ اگر اوپر والے ہونٹ کا کنارہ کھلا ہو تو تھوڑی مونچھیں رکھنا بھی جائز ہے،مگر افضل یہی ہے کہ باریک کرلو۔اب بیان ختم ہوا،اس وقت یہ چار مضمون بیان کرنے ضروری تھے۔

آخر میں آپ کواللہ کاواسطہ دیتا ہوں،قرآن کاحکم ہے، قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ آپ ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، اس لیے اللہ کے واسطہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کیجیے، نامحرم عورتوں کو مت دیکھیے، اللہ دیکھنے والا ہے، اللہ حساب لینے والا ہے، اپنے قلب کی حفاظت کیجیے، ہمارا دل اللہ کے سامنے آفتاب کی طرح کھلا ہوا ہے، وہ دل کے ہر بھید کو جانتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینے کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

بس جس کو اللہ کو حساب دینا ہے، اس کو سب ہاتھ پیر شریعت کے مطابق رکھنے ہوں گے، قرآن شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف سب سے ثابت ہے، لہٰذا اپنی آنکھوں کو غلط جگہ مت ڈالیے، کتنی ہی حسین عورت ہو کہہ دو کہ میں اللہ کا حکم نہیں توڑوں گا، اپنا دل توڑ دوں گا، اپنا دل توڑ دیجیے، اللہ کا حکم نہ توڑیئے ورنہ اگر اللہ انتقام لینے پر آجائے تو آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑے گا، بس اپنی خواہشوں کا خون کر لیجیے، چند دن کی محنت ہے، پھر جنت میں آپ کی بیویاں یعنی مسلمان عورتیں، حوروں سے زیادہ خوبصورت کر دی جائیں گی، چاہے یہاں لنگڑی لولی، چپٹی ناک والی اور کالی کلوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

۲۶ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۸ رمئی ۲۰۰۲ء

آج بروز بدھ کراچی واپسی کا دن تھا۔ جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں سے علماء اور دیگر احباب کئی روز پہلے سے آگئے تھے اور بہت سے اب بھی آرہے تھے۔ حضرت والا کا قیام ہمیشہ کی طرح مفتی حسین بھیات صاحب کے یہاں تھا کیونکہ جنوبی افریقہ کا سفر مفتی صاحب ہی کی وجہ سے ہوا یعنی اُنہی کی درخواست پر ۱۹۹۰ء میں جنوبی افریقہ کا پہلا سفر ہوا تھا، اُس کے بعد جتنے

اسفار ہوئے سب مفتی صاحب ہی کی وجہ سے ہوئے اگر چہ بہت سے احباب نے بارہا حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت والا کے سفر کے تمام انتظامات ہم کریں گے مگر حضرت والا نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مفتی حسین بھیات کو راضی کرلیں اگر وہ مان جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن مفتی صاحب نے کسی کو اجازت نہیں دی اور خود تمام اسفار کا انتظام فرمایا، صرف موجودہ سفر مولانا عبدالحمید صاحب کی دعوت پر ہوا لیکن اس کے لیے بھی حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے مفتی حسین بھیات صاحب کو اس کی اطلاع کردیں۔ اپنے خدام کے ساتھ حضرت والا کی دلجوئی اور شفقت بھی بے مثال ہے۔

آج صبح حسبِ معمول گیارہ بجے کی مجلس ہوئی اور حضرت والا نے احباب سے ملاقات کی۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور تھوڑی دیر قیلولہ فرمایا اور تقریباً ساڑھے چار بجے جوہانسبرگ ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ حضرت والا کو الوداع کہنے کے لیے ایئرپورٹ پر لوگوں کا ہجوم ہوگیا اگرچہ ایئرپورٹ آنے کے لیے منع کردیا گیا تھا لیکن جن کو معلوم نہ تھا وہ پہنچ گئے۔ سب لوگ حضرت والا کی جدائی کے غم سے افسردہ تھے۔ جب تک ٹکٹ وغیرہ کا انتظام ہوا حضرت والا احباب کے ساتھ تشریف فرما رہے اور آخر میں رخصت ہو کر سلام فرمایا اور لاؤنج میں داخل ہوگئے۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا، لاؤنج ہی میں نماز باجماعت ادا کی گئی اور بعد مغرب جہاز نے دبئی کے لیے پرواز کی جہاں سے کراچی کے لیے پی آئی اے سے سیٹیں پہلے ہی بک کرالی گئی تھیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَااَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَلنَّحوُ لِلعُلُومِ کَالضَّوءِ لِلنُّجُومِ

ارشادُ النحو

شرح اُردُو

ھِدایۃُ النحو

مع ضمیمہ المسمّٰی بہ اَلکَاسُ الدِّھَاقُ
فِی حَلِّ سُوالَاتِ الوِفَاقُ

مؤلفہ

اُستاذُ العُلماء حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مدیر و شیخ الحدیث دارُالعُلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال

ترجمہ · تشریح · حلُّ الترکیب · حلِّ سُوالاتُ الوفاق

شائع کنندہ
ادارۃ التصنیف
دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال
0300-7891475

رابطہ کیلئے محترم جناب عبدالرحمٰن شاہ
0334-6801004
0323-6355870

اَلنَّحْوُ لِلْعُلُوْمِ كَالضَّوْءِ لِلنُّجُوْمِ

ارشاد النحو

شرح اردو

هداية النحو

مع ضمیمہ المسمّٰی بہ اَلْکَاسُ الدِّهَاقُ
فِیْ حَلِّ سُوَالَاتِ الْوِفَاقِ

مؤلفہ

اُستاذ العلماء حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مدیر و شیخ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا خانیوال

ترجمہ — تشریح — حل الترکیب — حل سوالات الوفاق

شائع کنندہ ادارۃ التصنیف دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : ارشاد النحو اردو شرح هداية النحو

افادات : حضرت مولانا الشیخ ارشاد احمد صاحب مدظلہ

کمپوزنگ : حضرت مولانا سراج الحق صاحب

: استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا خانیوال

سرورق : الممتاز گرافکس بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 4541760

برائے رابطہ : محترم جناب عبدالرحمٰن شاہ صاحب 0334-6801004 0323-6355870

فہرست مضامین

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے

محسن ومربی شیخ اقدس رأس الاتقیاء ولی کامل

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

رأس الاتقیاء مخدوم العلماء ولی کامل محسن ومربی الشیخ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

اور

اپنے عظیم محسن ومشفق ومربی استاذ العلماء ولی کامل الشیخ

حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

اور اپنے محسن ومشفق جمیع اساتذہ کرام ادام اللہ فیوضھم

کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی محبت وشفقت ومقبول دعاؤں کی برکت سے احقر کو نورِ ہدایت ملا اور تعلیم وتدریس وتالیف کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم کی راہنمائی حاصل ہوئی اللہ تعالی اس پر استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رائے گرامی

رأس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلي علىٰ رسوله الكريم

رأيت الكتاب المسمى بارشاد النحو شرح هداية النحو مصنفه مولانا ارشاد احمد استاذ الحديث في دار العلوم كبير والا من عدة مقامات وجدته نافعا للطلبة والمدرسين وحاملا للفوائد الكثيرة والنكات النفيسة جعلها الله تعالى مقبولة عند اهل العلم وذخيرة سعيدة في العقبى للمصنف ادعوا له ان يوفقه الله تعالىٰ لخدمة العلوم العربية تحريرا و تقريراً والله الموفق صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد و آله وصحبه اجمعين

كتبه

منظور احمد نعمانی

خادم جامعه عربيه انوريه حبيب آباد طاهر والی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

رأس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی

مہتمم مدرسہ امداد العلوم محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ

هدایۃ النحو کی اہمیت اور افادیت سے اساتذہ کرام اچھی طرح واقف ہیں اگر اس کتاب کو کافیہ اور جامی کیلئے نورانی قاعدہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس کتاب کو اگر طالب علم علی حسب الاستعداد سمجھ کر پڑھ لے تو کافیہ اور پھر جامی میں یقیناً افادہ محسوس کرتا ہے۔

عزیز مولوی ارشاد احمد استاذ درجۂ علیا دار العلوم کبیر والا نے اس کتاب کے مسائل اور مطالب کو سمجھانے کیلئے سہل ترین اردو زبان استعمال کر کے اس کتاب کو نورانی بنادیا ہے حواشی میں تراکیب طلباء کرام پر نہ صرف مزید احسان ہے بلکہ مستقبل کی استعداد کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے شکر الله سعی المؤلف وجعله نافعا للمبتدئين والمبتدئات

محمد صدیق

رائے گرامی

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

دار العلوم عیدگاہ کبیر والا کی تعلیمی خصوصیات میں سے ایک اہم ترین خصوصیت طلبہ کے اندر تدریسی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ حضرات اکابر اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالی نے اسی وجہ سے صرف ونحو وادب پر بہت زور دیا ہے تاکہ آسان اور عام فہم انداز سے طلباء وطالبات کو مشکل مسائل صرف ونحو سمجھائے جائیں۔ اب تک وہی انداز کارفرما ہے ناظم تعلیمات دار العلوم استاذ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب جن کو اللہ تعالی نے صرف ونحو میں خصوصی درک دیا ہے نے طلبہ وطالبات کیلئے عام فہم ھدایۃ النحو کی شرح لکھ کر احسان کیا ہے

محمد انور خادم الطلبہ والطالبات

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ غلام یاسین صاحب مدظلہ العالی مدیر جامعہ اسلامیہ للبنات تونسہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: کافی عرصہ سے بندہ کی خواہش تھی کہ کوئی صاحبِ قلم اور ماہرِ صرف ونحو استاذ ھدایۃ النحو کی مختصر، عام فہم اردو شرح لکھے جسمیں زیادہ قیل وقال نہ ہو اور طلبہ وطالبات کی استعداد وہمت سے زائد سوالات وجوابات نہ ہوں بس بقدر ضرورت تشریح ہو تاکہ مبتدی طلبہ وطالبات اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تبارک وتعالی نے میری دعا سن لی اور میرے انتہائی قابلِ اعتماد شاگرد عزیز القدر مولانا ارشاد احمد صاحب زید مجدہ نے میری خواہش کے عین مطابق شرح لکھی جس سے دل بہت خوش ہوا۔ شرح جامع ترین ہے میری رائے یہ ہے کہ اس شرح کے ہوتے ہوئے طلبہ وطالبات، معلمین ومعلمات کو کسی اور شرح کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دعا ہے اللہ تبارک وتعالی عزیز موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سرخروئی عطا فرمائے آمین

فقط غلام یٰسین عفی عنہ

جامعہ اسلامیہ لبنات الاسلام تونسہ

رائے گرامی

شیخ المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یاسین صاحب صابر مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ عمر بن الخطاب ملتان

کتاب ھدایۃ النحو کو ہمارے درس نظامی میں جو اھمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے بنین وبنات کے شمار درجات میں یہ کتاب زیر تعلیم ہے۔ضرورت تھی کہ اس کی آسان اور ضروری تشریح ہوتا کہ اس کا فائدہ عام ہو یہ ضرورت عزیزم محترم فاضل مولانا ارشاد احمد صاحب کی اس شرح سے پوری ہوگئی ہے حق تعالیٰ اس کو ہر طرح نافع بنائے آمین

محمد یاسین صابر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مدظلہ العالی صدر مدرس مظاہر العلوم کوٹ ادو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: مولوی ارشاد احمد صاحب کی شرح اردو ھدایۃ النحو کا مسودہ چند مقامات سے دیکھا بعض ضروری اصلاحات کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے بمصداق مَنْ جَدَّ وَجَدَ حلِ کتاب میں مؤلف موصوف کی محنت شاقہ قابلِ تحسین ہے اور طلباء کیلئے ایک انمول علمی تحفہ ہے۔دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شرح کو مؤلف کیلئے خیر الزاد بنائے اور طلباء کیلئے سبیل الرشاد بنائے اور ہم سب کو فلاح دارین نصیب فرمائے آمین! نصیب صح

محمد اشرف

مدرس جامعہ مظاہر العلوم کوٹ ادو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

امام الصرف والنحو استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اشرف صاحب شاد مدظلہ العالی مہتمم جامعہ اشرفیہ مانکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: بندہ نے محترم مولانا ارشاد احمد صاحب زید مجدہ استاذ حدیث دارالعلوم کبیر والا کی تحریر کردہ ھدایۃ النحو کی اردو شرح کا بعض مقامات سے مطالعہ کیا تو اسے کمزور طلباء وطالبات کیلئے نہایت مفید پایا نیز ابتدائی مدرس کیلئے بھی معین ثابت ہوگی مولانا صاحب زید مجدہ نے طلباء وطالبات پر احسان کیا ہے ترجمۂ کتاب اور ترکیب کا التزام کیا ہے اگر مثالوں پر اعراب بھی لگا دیا جائے تو مزید مفید ثابت ہوگی ان شاء اللہ اہل علم اس محنت وکاوش کی قدر کریں گے اور یہ حضرت مولانا صاحب کا صدقہ جاریہ ثابت ہوگا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین

فقط العارض

محمد اشرف شاد بقلم خود جامعہ اشرفیہ مان کوٹ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

شیخ الصرف والنحو استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! ھدایۃ النحو کی اھمیت اور مقبولیت ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا عالم اسلام کا شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہوگا جہاں یہ کتاب داخل نصاب نہ ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اب تک اس مقبول عالم کتاب پر اردو زبان میں اس درجہ کا کام نہیں ہوا تھا کہ بنین اور بنات کیلئے یکساں طور پر مفید ہو اور تمام پہلوؤں کے اعتبار سے پیاس کو بجھائے یہ خدمت اللہ رب العزت نے مولانا ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم کے مقدر میں کر دی ہے کہ کتاب کے تمام پہلوؤں کو آسان اور اختصار کے ساتھ سمجھانے والا یہ ایک نیا تحفہ ہے فللہ در المصنف باقی ناظرین خود اندازہ لگالیں گے مثل مشہور ہے ۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار گوید

فقط والسلام

محمد اسماعیل

مدرس دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ۲۳ جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

رائے گرامی

شیخ الصرف والنحو استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جامی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دارالعلوم رحیمیہ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخی المکرم جامع المعقول والمنقول محبوب الطلبہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب زید مجدہ کی سحر انگیز شخصیت علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں اللہ جل شانہ نے حضرت کو فطری ذھانت وفطانت وفہم وفراست سے خوب نوازا ہے، انہی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس وقت مادر علمی دارالعلوم کبیروالا کے ممتاز اور مقبول ترین استاذ ہیں اور طلباء وطالبات کی دھڑکن ہیں بندہ ناچیز نے بھی دارالعلوم میں سولہ سال حضرت والا کی رفاقت میں گزارے ہیں سیدی واستاذی حضرت مفتی عبدالقادر صاحب زید مجدہم ومخدومی استاذی حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب تونسوی زید مجدہم کے بعد بندہ کو جس شخصیت نے علمی قابلیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ حضرت مؤلف زید مجدہم کی شخصیت ہی تھی، چونکہ حضرت سے انتہائی گہر تعلق و برادرانہ بے تکلفی تھی جب بھی کوئی الجھن پیش آئی تو حضرت سے ہی رجوع کرتا۔ اسی اثناء میں حضرت کے ساتھ مل کر مشترکہ طور پر التحفۃ العلمیۃ مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جو حضرت کی دعاؤں سے علمی حلقوں میں کافی مقبول ہوئی فللہ الحمد

اس کی تصنیف سے فراغت کے بعد حضرت زید مجدہ نے ھدایۃ النحو کی شرح لکھنے کا آغاز کردیا اور بندہ نے پارہ عم کی تفسیر لکھنا شروع کردی بفضلہٖ تعالیٰ اب دونوں تیاری کے آخری مراحل میں ہیں اور طبع ہو کر منظر عام پر آیا ہی چاہتی ہیں۔

حضرت والا کی شرح قابلِ دید وقابلِ داد ہے موجودہ دور اور ماحول کے عین مطابق طلبہ وطالبات کی استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی مختصر مگر جامع ترین شرح دیکھنے کا اس سے پہلے موقع نہیں ملا۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کردیا۔ حضرت نے مبتدی طلبہ وطالبات کا بوجھ بہت ہلکا کردیا ہے **فجزاہ اللہ خیرا** اس شرح میں عزیز طلباء وطالبات کیلئے وہ سب کچھ دستیاب ہے جو ان کی علمی استعداد بنانے اور وفاق کے امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے۔

دعا ہے اللہ جل شانہ اس چشمۂ علم کو تشنگان علم کیلئے سیرابی کا ذریعہ بنائے اور حضرت زید مجدہ کی محنت کو قبول فرما کر اس شرح کو قبولیت عامہ تامہ عطا فرمائے آمین

فقط والسلام

عبدالرحمن جامی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللهم لک الحمد كله ولک الشكر كله ....اما بعد

قرآن وسنت اور علوم عربیہ کو حاصل کرنے کیلئے صرف ونحو بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے الصرف ام العلوم والنحو ابوھا جو خدمت اور اعزاز واکرام ماں باپ کا ہوتا ہے۔علوم عربیہ میں صرف ونحو اسی اعزاز واکرام اور خدمت کے مستحق ہیں اگر نحو کمزور ہے تو باقی علوم پڑھنے میں لطف نہیں آتا وہ پھیکے پھیکے محسوس ہوتے ہیں جیسے کھانا بغیر نمک کے اسی لئے مقولہ مشہور ہے النحو فی الکلام کا الملح فی الطعام ۔واضح بات ہے کہ اگر بنیاد کمزور ہوگی تو امارت بھی ناقص وکمزور ہوگی اسی بنیاد کو مضبوط و مستحکم کرنے کیلئے قبل ازیں حضرت جامی صاحب اور بندہ نے التحفة العلمیه کے نام سے ایک رسالہ جو ترکیبی فوائد پر مشتمل تھا تصنیف کیا بفضلہ تعالی طلبہ وطالبات کیلئے مفید ثابت ہوا جس کا تیسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے اس کی تصنیف سے فراغت کے بعد بندہ کے دل میں ھدایۃ النحو کی شرح لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا کیونکہ یہ کتاب مبتدی طلبہ وطالبات کیلئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور اس میں نحو کے تمام مسائل کو احسن انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور وفاق المدارس کے نصاب للبنین والبنات میں اس کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

اپنے مادر علمی دار العلوم کبیر والا میں کئی بار یہ کتاب بندہ ناچیز کو پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی تو بندہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کی جامع اور آسان شرح مرتب کی جائے جو طلبہ وطالبات کے تینوں طبقات (اعلی ،متوسط ،ادنی) کیلئے پکی پکائی روٹی ثابت ہو اور ابتدائی معلمین ومعلمات کو دوسری شروحات کے منتشر مضامین وفوائد کے اخذ کرنے کی کلفت سے مستغنی کردے اور یہ کتاب مدرسین کیلئے بالکل تیار شدہ تقریر ہو۔

خصوصیات شرح

(۱) لفظی ترجمہ (۲) بقدر ضرورت عبارت کی تشریح اور اہم سوال وجواب ،زیادہ قیل وقال سے دانستہ طور پر احتراز کیا گیا ہے تاکہ طلبہ وطالبات الجھن محسوس نہ کریں البتہ معلمین ومعلمات اور ذی استعداد طلباء وطالبات کے علمی ذوق کا

لحاظ کرتے ہوئے کچھ سوالات وفوائد مہمہ حاشیہ میں ذکر کردیے گئے ہیں تاکہ ان کیلئے تشفی وتسکین کا باعث بنے۔

(۳) حاشیہ میں الخاتمة فی التوابع تک ترکیب بھی حل کردی گئی ہے تاکہ ترکیبی استعداد مضبوط ہو اور وفاق کے امتحان میں مشکل پیش نہ آئے البتہ واضح ترکیبات سے صرف نظر کی گئی ہے۔ (۴) وفاق کے سابقہ اٹھارہ سالہ پرچہ جات کے ۱۶۶ سوالات کا حل بھی آخر میں بطور ضمیمہ بعنوان الکاس الدھاق فی حل سوالات الوفاق لف ہے تاکہ طلبہ وطالبات اس کو سامنے رکھ کر امتحان کی تیاری کریں اگرچہ حل سوالات کے سلسلہ میں برادرم فاضل حضرت مولانا اللہ بخش صاحب مدظلہ العالی نے اپنے مخصوص انداز میں کافی وافی محنت کی ہے مگر چونکہ احقر عزم کرچکا تھا اس لئے حل سوالات کو شرح کا حصہ بنا کر آخر میں لف کردیا گیا ہے۔ بنات کی سوالات کے آخر میں لفظ للبنات مع سنِ امتحان لکھ کر تعیین کردی گئی ہے بقیہ سوالات اکثر بنین سے متعلق ہیں جس سوال کا حل تفصیل طلب ہے شرح میں چونکہ ہر مسئلہ کی تفصیل وتشریح ہوچکی ہے اس لئے صفحہ نمبر کا حوالہ دے کر طالب وطالبہ کو خود ملاحظہ کرنے کی تکلیف دی گئی ہے تاکہ تکرار سے شرح کا حجم نہ بڑھ جائے۔

اظہارِ تشکر: اس موقع پر اولاً میں اپنے ان عظیم اساتذہ کرام اور اکابرین صلحاء عظام دامت فیوضہم العالیہ کا بے انتہا شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود بندہ پر شفقت فرماتے ہوئے اپنی مبارک آراء لکھ کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی خصوصاً مشفقی وسیدی استاذ العلماء رأس الاتقیاء الشیخ حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی اور حضرت استاذی مولانا محمد اشرف صاحب زید مجدہ صدر مدرس مظاہر العلوم کوٹ ادو کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور تراکیب مہمہ میں مدد کی اور قابل اصلاح امور کی نشاندہی فرمائی فجزاھم اللہ خیرا

ثانیاً اپنے عزیز فاضل حضرت مولانا مفتی محمد ناصر صاحب سلمہ اللہ صدر مدرس احیاء العلوم حاصل پور کا شکر گزار ہوں جن کی تحریک وتعاون سے تصنیف کی ہمت ہوئی۔

ثالثاً صاحبزادہ فاضل نوجوان حضرت مولانا سراج الحق سلمہ اللہ استاذ درجہ علیا دار العلوم کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے رات، دن ایک کرکے شرح کی کتابت اور کانٹ چھانٹ کی کلفت برداشت کی۔

رابعاً ان عزیزان کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس مسودہ کی تیاری میں بندہ کا تعاون کیا خصوصاً عزیزی فاضل مولوی محمد محسن صاحب کبیر والوی اور مولوی افتخار احمد حشمت مرالوی اور مولوی محمد فاروق چنوی اور درجہ موقوف علیہ ودرجہ خامسہ کے دیگر عزیزان کا بھی جنہوں نے تصحیح اعراب وغیرہ کی خدمت سرانجام دی۔

آخری گذارش یہ ہے کہ انسان غلطی اور نسیان کا مجموعہ ہے اس شرح میں یقیناً بندہ سے غلطیاں ہوئی ہونگی حضرات اکابرین اوراحباب سے التجاء ہے کہ بندہ کوضرور مطلع فرمائیں تا کہ ان کی اصلاح کی جائے۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس شرح کو ابتدائی معلمین ومعلمات اور طالبین وطالبات کیلئے نافع بنائے اور بندہ کیلئے اپنی رضاء کاذریعہ بنائے۔آمین

نوٹ! شیخ اقدس حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تقریظِ سعید سے محرومی کا سبب ان کی علالت طویلہ ہے دل کی گہرائیوں سے دعا ہے حق تعالی شانہ حضرت والا کوصحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں اورتادیران کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پرقائم دائم رکھیں آمین!

نوٹ:۔وائے حسرت وافسوس ارشادالنحو کے پہلے ایڈیشن کے بعداب دوسراایڈیشن اس حال میں چھپ رہا ہے کہ ہمارے مخدوم ہمیں داغ مفارقت دیکرواصل رحمت ہو چکے ہیں

ذهب الذی یعاش فی اکنافهم

علم وعمل ،زہدوتقوی کا یہ آفتاب ۹ ماہ کی طویل علالت کے بعد ۱۲/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بروز سوموار بوقت عصرآفتاب کے غروب ہونے سے پہلے غروب ہوگیا **اللهم اغفر له واحمه رحمة واسعة شاملة كاملة**

ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراق شيخنا لمحزونون

ارشاداحمدعفی عنہ

مدرس دارالعلوم عیدگاہ کبیروالاضلع خانیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب ھدایۃ النحو درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم نحو کی مشہور ترین کتاب ہے اس کی اہمیت اور افادیت سے اساتذہ کرام بخوبی واقف ہیں نحوی مسائل اور قواعد وضوابط کے استحضار کیلئے بے حد نافع ہے اس کتاب کو اگر محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور مسائل وقواعد وضوابط نحو کے یاد کر لئے جائیں تو عربی عبارت پڑھنے میں کوئی اُلجھن نہیں ہوگی۔ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) تعریف علم: تاکہ طلب مجہول مطلق لازم نہ آئے (۲) موضوع: تاکہ ایک علم دوسرے سے ممتاز ہو جائے (۳) غرض وغایت ومقصد: تاکہ طلب عبث لازم نہ آئے (۴) واضع علم: تاکہ علم کی عظمت وشان دل میں اتر جائے (۵) تاریخ علم: تاکہ عظیم الشان علماء کی محنت وعرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے (۶) مقام ومرتبہ علم: تاکہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے (۷) مصنف کتاب کا تعارف: تاکہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے مصنّف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ بازار میں مصنِف (لکھنے والا) بکتا ہے مصنَّف (کتاب) نہیں بکتی۔

علم نحو بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے اول تین چیزیں تعریف موضوع غرض وغایت ومقصد خطبہ کتاب کے آخر میں مذکور ہیں تشریح شرح میں ملاحظہ ہو

چوتھی چیز واضع علم نحو:۔ واضع علم نحو کے بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ حضرت ابوالاسود دئلیؒ سے مروی ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ متفکر بیٹھے ہیں میں نے فکرمندی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے غور کیا عجم وعرب کے اختلاط کی وجہ سے لغت عرب میں فساد آرہا ہے میں نے کچھ اصول منضبط کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ان پر عمل کر کے فساد سے تحفظ ہو سکے تین دن بعد پھر میں حاضر ہوا تو مجھے ایک قطعہ دیا اس قطعہ میں یہ مضمون تھا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَلۡكَلَامُ كُلُّه ثَلٰثَةٌ اِسۡمٌ وَفِعۡلٌ وَحَرۡفٌ فَالۡاِسۡمُ مَا اَنۡبَأَ عَنِ الۡمُسَمّٰى وَالۡفِعۡلُ مَا اَنۡبَأَ عَنِ الۡفَاعِلِ وَالۡحَرۡفُ مَا اَنۡبَأَ عَنۡ مَعۡنًى لَيۡسَ بِاِسۡمٍ وَلَا فِعۡلٍ

پھر فرمایا آپ اس میں کچھ اضافہ کریں پھر ابوالاسودؒ فرماتے ہیں میں نے مزید کچھ قواعد جمع کئے عطف، لغت، تعجب، استفہام، باب اِنَّ وغیرہ کو جمع کر کے مسودہ پیش کیا حروف مشبہ بالفعل میں میں نے لٰكِنَّ کو ذکر نہیں کیا تو فرمایا اس کو بھی شامل کرلو۔ اچھا خاصہ ایک مجموعہ قواعد نحویہ کا مرتب ہوگیا۔ آپ نے اس مجموعہ کو دیکھ کر فرمایا مَا اَحۡسَنَ هٰذَا النَّحۡوَ الَّذِيۡ قَدۡ

نَحَوْتَ (کیا ہی خوب ہے یہ قصد جو آپ نے کیا ہے) اس قول کے مطابق واضع اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں ۔ ۱

وجہ تسمیہ علم نحو: ۔ چونکہ حضرت علیؓ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مجموعہ پر النحو کا لفظ بولا اسی وجہ سے اس علم کا نام بھی علم نحو رکھا گیا

﴿۵﴾ تاریخ علم نحو: ۔ دور اول تو یہی ہے جس میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوالاسود دؤلیؒ نے بنیاد ڈالی ۔

دور ثانی: ابوالاسود دؤلیؒ سے اسکے بیٹوں نے اس علم نحو کو حاصل کیا اسیطرح اس سے ابواسحٰق عیسی الثقفیؒ، ابوعمرو بن العلاء نے بھی اس علم کو حاصل کیا نصر بن عاصمؒ اور عبدالرحمن بن ہرمز الاعرجؒ، یحیی بن یعمرؒ وغیرہ نے بتدریج اس علم کو ترقی دی

دور ثالث: ۔ ابوعمر بصریؒ اور انکے شاگرد ابوعبدالرحمن خلیل بن احمد فراھیدیؒ المتوفی ۱۶۰ھ اور خلیل کے شاگرد امام ابوبشر عمرو بن عثمان سیبویہؒ المتوفی ۱۶۱ھ نے تحقیق کی امام سیبویہؒ قریہ قریہ گھوم کر دیہاتیوں سے خالص فصیح عربی سن کر اس سے قواعد اخذ کرتا تھا چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جو کتاب سیبویہ کے نام سے مشہور ہوئی جو بعد والی نحو کی کتب کیلئے امام کی حیثیت رکھتی ہے ۔ ابوعمرو عیسی بن عمرو الثقفیؒ نے نحو میں دو کتابیں لکھیں (۱) الاکمال (۲) الجامع ۔ پھر نحویوں کے دو گروہ ہو گئے (۱) نحاۃ کوفہ (۲) نحاۃ بصرۃ انہوں نے شرح وبسط کے ساتھ علم نحو میں کام کیا مشاہیر علماء جنہوں نے علم نحو میں عرق ریزی کی ان میں سے چند مشہور شخصیات مندرجہ ذیل ہیں مبردؒ، اخفش، ابوعثمان بکر بن محمد بن عثمان المازنیؒ، زجاجؒ محمد بن سراجؒ، ابوعلی فارسیؒ، عبدالقاہر جرجانیؒ، ابن ھشامؒ، جاراللہ زمخشریؒ، امام ثعلبؒ، علامہ رضیؒ، علامہ ابن حاجبؒ اور صاحب کتاب ابوحیانؒ وغیرہ ۔

---

۱ **(۲) دوسرا قول:** ۔ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے درخواست کی کہ مجھے محمد ﷺ پر نازل شدہ قرآن کلام الٰہی پڑھایا جائے ایک عجمی قاری صاحب نے اس کو پڑھانا شروع کیا جب سورۃ براۃ کی اس آیت پر پہنچے ان اللہ بریئٌ من المشرکین ورسولُہ تو عجمی قاری صاحب نے ورسولِہ کو لام کے جر کے ساتھ پڑھا جس سے آیت کا معنی فاسد ہو گیا (ترجمہ آیت: بے شک اللہ تعالی مشرکین سے بھی بری اور اپنے رسول سے بھی بری ہے) تو اعرابی نے کہا اَبَرِیَٔ اللہ مِن رَسُولِہ (کیا اللہ تعالی اپنے رسول سے بری ہیں) پھر کہا ان کان اللہ بَرِیْئٌ من رسولہ فانا بَرِیْ مِنْہُ (اگر اللہ تعالی اپنے رسول سے بری ہے تو میں بھی اس رسول سے بری ہوں ۔ نعوذ باللہ) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بے حد غمگین ہوئے فکر ہوئی کہ چند قوانین وضع کرنے چاہییں جن سے عجمی لوگ غلطیوں سے محفوظ ہو جائیں تو انہوں نے حضرت ابوالاسود دؤلیؒ کو قوانین وضع کرنے کا حکم دیا آپ کے حکم سے انہوں نے قواعد وضع کئے اس قول کے مطابق بحیثیت آمر کے حضرت عمرؓ گویا کہ واضع علم نحو ہیں ۔ (تفسیر جمل ص ۲۶۵ ج ۲)

(۲) قول ثالث: ۔ حضرت ابوالاسود دؤلیؒ (جو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے استاذ ہیں) نے ایک شخص سے سنا اس نے ان اللہ بریئٌ من المشرکین ورسولُہ میں ورسولِہ کو (بالکسر) پڑھا حضرت ابوالاسود دؤلیؒ ناراض ہوئے فرمایا ھذا کفر پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی نحوتُ اَن اصنع میزانا للعرب (میرا ارادہ ہے کہ میں عرب کے لئے میزان اور قانون بنانا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنی زبان کو ٹھیک رکھیں) حضرت علی نے فرمایا اقصد نحوہ (اس کی طرف تم قصد کرو) اسی وجہ سے اس علم کا نام بھی نحو رکھا گیا اس کو علم الاعراب بھی کہتے ہیں کیونکہ اعراب میں اس کا دخل ہے ۔ اس قول کے مطابق واضع اول حضرت ابوالاسود دؤلیؒ ہیں ۔

2/1

﴿٦﴾ مقام ومرتبہ علم نحو:۔علوم کی دوقسمیں ہیں (۱) مقصودہ عالیہ (۲) غیر مقصودہ غیر عالیہ۔علم نحو ہے تو غیر مقصودہ میں سے کیونکہ یہ علوم عالیہ تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ کے لئے آلہ ہے خود مقصود نہیں لیکن مقصودہ کیلئے موقوف علیہ ہے اسی وجہ سے صاحب مفتاح فرماتے ہیں کہ علم النحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے حضرت عمرؓ کا قول ہے تعَلَّمُوا النَّحوَ كَمَا تَعلَّمُونَ السُّنَنَ وَالْفَرَائِض (علم نحو سیکھو جیسا کہ تم سنن اور فرائض کو سیکھتے ہو) ایوب سجستانی فرماتے ہیں تعَلَّمُوا النحوَ فانّه جَمالٌ لِلْوَضِيعِ وتَركُه هُجنَةٌ لِلشَّرِيف (نحو سیکھو اس لئے کہ یہ گھٹیا شخص کیلئے باعث جمال ہے اور شریف عزت والے کیلئے اس کا ترک کرنا باعث عیب ہے) امام کسائی فرماتے ہیں انما النَحوُ قِيَاسٌ يُتَّبَعُ وبه كُلُّ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ (علم نحو قابل اتباع قیاس ہے اور اس سے ہر علم میں نفع حاصل کیا جاسکتا ہے اس کی عظمت اور ضرورت کو ظاہر کرنے کیلئے علماء کرام کے عجیب وغریب فرمودات ہیں مثلاً ۱۔ اَلنَّحوُ فِي الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ ۲۔ اَلنَّحوُ لِلْعُلُوْمِ كَالضَّوْءِ لِلنُّجُوْمِ ۳۔ اَلنَّحوُ فِي الْكَلَامِ كَالضَّوْءِ فِي الظَّلَامِ [۱]

﴿٧﴾ مصنف کتاب کا تعارف:۔ مصنف کا نام محمد کنیت ابوحیان باپ کا نام یوسف سلسلہ نسب یوں ہے ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن حیان الاندلسی۔

ولادت:۔ اندلس کے شہر غرناطہ میں شوال ۶۵۴ھ میں ہوئی ابتدائی عمر میں قرآن حفظ کرلیا علم قرأت وتجوید وحدیث میں مہارت کاملہ حاصل کرلی علامہ سیوطی نے نحو میں جمع الجوامع لکھی علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ میں نے ابوحیان کی تصانیف سے حاصل کیا کتاب سیبویہ موصوف کو ازبر یاد تھی ابوحیان کے ہم زمان صلاح الدین صفویؒ ابوحیان کے بارے میں فرماتے ہیں كَانَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي النَّحْوِ مصر، عراق، شام، حجاز، یمن وغیرہ کی طرف علمی اسفار کئے مزاج میں تیزی، تفاخر، بخل تھا اپنے اساتذہ سے مسائل نحو میں خوب مخالفت کرتے تھے اپنی بیٹی نضار سے بہت محبت کرتا تھا ۷۳۰ھ میں جب اس کی وفات ہوئی تو ایک سال تک گوشہ نشین ہوگئے۔

اساتذہ کرام:۔ ابومحمد عبدالحق سے فن تجوید سیکھا ابوجعفر غرناطی اور حافظ ابوعلی حسین بن عبدالعزیز سے قرأت کی مشق کی بقول عبدالحلیم ابوحیان کے علم حدیث میں ۴۵۰ اساتذہ کرام ہیں علم فقہ علم الدین عراقی سے حاصل کیا علم منطق وعلم کلام ابوجعفر بن زبیر سے علم نحو

---

[۱] فضیلت کے سلسلہ میں ایک خواب:۔ ابوبکر بن مجاہد المقریؒ امام ثعلب" نحوی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے امام ثعلبؒ نے حسرت اور افسوس کا اظہار کیا کہ کسی نے علم تفسیر کی خدمت کی کسی نے علم حدیث کی کسی نے فقہ واصول فقہ کی ہم نے ساری زندگی ضرب زید عمرو میں گزاردی رات کو ابوبکر مقریؒ کو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی فرمایا ثعلب کو میرا اسلام دینا اور بشارت سنانا انت صاحب العلم المستطیل (یعنی آپ افسردہ نہ ہوں آپ بھی ایک لمبے علم دین والے ہیں عنداللہ)

ابوالحسن ابوجعفر بن زبیر ابوجعفر لیلی اور ابن صائغ سے حاصل کیا۔

تلامذہ:۔ابن عقیل اور ابن ھشام جیسے ممتاز علماء کو ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

تصانیف:۔تقریبا ۶۵ پینسٹھ کتب عربی وفارسی زبان میں تالیف فرمائیں جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں

(۱) البحر المحیط قرآن مجید کی مبسوط تفسیر ہے (۲) شرح تسھیل (۳) منہج السالک شرح الفیہ ابن مالک (۴) ھدایۃ النحو

وفات:۔تاریخ وفات میں اختلاف ہے ایک قول ۷۴۳ھ دوسرا قول ۷۴۵ھ کا ہے۔

یہ حالات تذکرۃ المصنفین سے حاصل کئے گئے ہیں۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

ترجمہ:۔شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تشریح: مصنفؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء بسم اللہ سے کی تا کہ کتاب اللہ کی اقتداء اور حدیث نبوی کی اتباع ہو جائے حدیث یہ ہے کُلُّ اَمرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ (ہر ذی شان کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے)اور سلف صالحین کے طریقے کی پیروی ہو جائے کہ حضرات سلف صالحین بھی اپنی کتابوں کو بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں پھر مصنفؒ نے بسم اللہ کے بعد الحمد للہ سے کتاب کو شروع کیا یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ کتاب اللہ کی اقتداء اور حدیث نبوی کی اتباع ہو جائے اور سلف صالحین کے طریقے کی پیروی ہو جائے چنانچہ الحمد للہ کے بارہ میں بھی حدیث آتی ہے کُلُّ اَمرٍ ذِیْ بَالٍ لَایُبْدَأُ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ (ہر وہ ذی شان کام جس کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ کی جائے وہ بے برکت ہوتا ہے)

فائدہ:۔ بسم اللہ میں با الصاق یا استعانت کی ہے یہ جار مجرور ہے اور ہر جار مجرور کیلئے سہارے کا ہونا ضروری ہے اس سہارے کو متعلَّق کہتے ہیں پھر اگر متعلَّق عبارت میں مذکور ہو تو جار مجرور کو ظرف لغو کہتے ہیں اور اگر محذوف ہو تو ظرف مستقر کہتے ہیں بعض کے ہاں یہ فرق ہے کہ اگر متعلَّق افعال عامہ میں سے محذوف ہو تو ظرف مستقر اور اگر افعال خاصہ میں سے محذوف ہو تو ظرف لغو کہتے ہیں افعال عامہ چار ہیں کون ،وجود ۔ثبوت ۔حصول ۔ان کے علاوہ تمام افعال خاصہ ہیں جیسے اَشْرَعُ اَصْنِفُ اٰکُلُ اَقْرَءُ وغیرہ پھر متعلَّق کبھی فعل ہو گا کبھی شبہ فعل ۔شبہ فعل یہ ہیں اسم مصدر اسم فاعل ،اسم مفعول ،صفت مشبہ ،اسم تفضیل ،اسم مبالغہ ،اسم منسوب ، اسمائے افعال۔

اللہ:۔اس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اس پر فنا کبھی نہیں آئی نہ آسکتی ہے اور ساری صفات کمالیہ کو جمع کرنیوالی ذات ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :۔یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں رحمٰن میں بنسبت رحیم کے زیادہ مبالغہ ہے رحمٰن کا معنی بے حد مہربان بے انتہاء رحم کرنیوالا اور رحیم کا معنی بہت رحم والا ہے بعض کے ہاں رحمٰن عام ہے یعنی دنیا و آخرت میں رحم کرنیوالا اور رحیم خاص ہے یعنی آخرت میں مؤمنین پر رحم کرنیوالا۔

حل ترکیب:۔ با حرف جر اسم مضاف اللہ موصوف الرحمٰن صفت اول الرحیم صفت ثانی موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مضاف الیہ ہوا اسم مضاف کا مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا با جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق اشرع یا اصنف فعل محذوف کے اشرع یا اصنف فعل انا ضمیر متکلم در و مستتر مرفوع محلاً فاعل ،فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر لفظاً جملہ خبریہ اور معنیً جملہ انشائیہ ہوا

بسم اللہ الخ میں اور بھی بہت سے ترکیبی احتمالات ہیں مگر یہاں تفصیل مناسب نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن (۱)

ترجمہ:۔تمام تعریفیں مختص ہیں اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

تشریح:۔حمد کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاحی معنی کسی کی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا تعظیم کے ارادے سے چاہے پھر جس کی تعریف کی جارہی ہے اس کی طرف سے نعمت ہو یا نہ ہو۔ایک لفظ شکر ہے

شکر:۔اس فعل کو کہتے ہیں جو محسن اور منعم کی تعظیم کی خبر دے اس کے انعام کے سبب سے خواہ وہ فعل زبان کا ہو یا دل کا ہو یا اعضاء وجوارح کا ہو۔ایک لفظ مدح ہے مدح:۔زبان سے کسی کی تعریف کرنا کسی خوبی پر خواہ وہ خوبی اس کے اختیار میں ہو یا نہ ہو جیسے موتی کی تعریف کرنا اس کی خوبی کی وجہ سے اور یہ خوبی اس کے اختیار میں نہیں۔

رَبّ:۔اصل میں مصدر ہے بمعنی پرورش کرنا یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ اس کے کمال کی حد تک پہنچانا اللہ تعالی پر اس کا بولنا بطور مبالغہ کے ہے گویا بہت تربیت کرنے کی وجہ سے عین تربیت ہو گئے ہیں بعض کہتے ہیں رَبّ مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے بمعنی رَابّ (تربیت کرنے والا) رب کا لفظ بغیر اضافت کے صرف اللہ پر بولا جاتا ہے اور اضافت کی صورت میں غیروں پر بھی بولا جاتا ہے رب الدار رب المال وغیرہ

اَلعالَمِيْن:۔یہ جمع ہے عالَم کی عالم اسم آلہ کے معنی میں ہے یعنی وہ چیز جس سے کسی چیز کو پہچانا جائے بعد میں یہ لفظ ان چیزوں پر بولا جانے لگا جن سے صانع (کاریگر) یعنی اللہ تعالی کی پہچان ہو یعنی اللہ کے ماسواء ہر چیز کو عالم کہتے ہیں پھر عالم کی بہت سی قسمیں ہیں عالم سموات، عالم ارض، عالم انس، عالم جن، عالم ملائکۃ وغیرہ تو مختلف انواع اور اقسام بتلانے کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن (۲)

ترجمہ:۔اور اچھا انجام ثابت ہے پرہیزگار لوگوں کیلئے

تشریح:اَلْعَاقِبَةُ پر الف لام مضاف کے عوض میں ہے اصل عبارت یوں تھی خیر العاقبة یا حسن العاقبة پھر مضاف کو حذف کر کے الف لام اس کے عوض میں لائے اگر الف لام کو مضاف کے عوض نہ مانیں تو پھر عاقبة کا لفظ انجام خیر اور انجام شر دونوں کو

---

(۱) حل ترکیب:۔الحمد مبتدأ لام جار اللہ موصوف رب مضاف العالمین مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر، مبتدأ خبر سے ملکر لفظا جملہ اسمیہ خبریہ معنی جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) حل ترکیب:۔واؤ اعتراضیہ العاقبة مبتدأ لام جار متقین مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابتة کے ثابتة صیغہ صفت اسم فاعل ہی ضمیر در و مستتر راجع بسوئے العاقبة فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

شامل ہوگا حالانکہ متقین کیلئے برا انجام نہیں ہے۔ یا العاقبة موصوف المحمودة صفت محذوف۔ یعنی عاقبۃ محمودۃ متقین کیلئے ہے

متقین: یہ جمع ہے مُتَّقِیْ کی یعنی صغائر و کبائر دونوں سے بچنے والا بمعنی پرہیز گار۔

وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ:۔ اور رحمت نازل ہو اس کے رسول یعنی محمد ﷺ پر اور اس کے سب آل و اصحاب پر۔

تشریح:۔ مصنف نے حمد کے بعد صلوۃ کا ذکر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں صلوۃ کا حکم ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ محسن و منعم حقیقی ہیں اور حضور ﷺ محسن مجازی ہیں کہ اللہ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے میں واسطہ، وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو جب مصنف نے محسن حقیقی کی حمد و ثناء کی تو مناسب سمجھا کہ محسن مجازی کا حق ادا کرنے کیلئے صلوۃ علی النبی کا ذکر کیا جائے۔

فائدہ:۔ صلوۃ کا لغوی معنی دعاء ہے اور اصطلاحی معنی میں تفصیل ہے صلوۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مراد رحمت ہوتی ہے اگر نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو مراد استغفار اگر نسبت بندوں کی طرف ہو تو مراد دعاء اگر نسبت پرندوں کی طرف ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

رَسُوْل: اس کا لغوی معنی بھیجا ہوا اور اصطلاحی معنی هُوَ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ وَمَعَهٗ کِتَابٌ (رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہو مخلوق کی طرف احکام شرعیہ کی تبلیغ کیلئے اور اس کے پاس آسمانی کتاب بھی ہو) (شرح عقائد)

نبی:۔ عام ہے خواہ اس کے پاس کتاب ہو یا نہ ہو۔

محمد:۔ اس کا لغوی معنی ہے تعریف کیا ہوا حضور ﷺ کا یہ نام آپ کے دادا یا آپ کی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا زمین میں آپ کا نام محمد اور آسمان میں آپ کا نام احمد ہے۔

اٰلِه:۔ سیبویہ اور بصریوں کے نزدیک اس کی اصل اهل ہے دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُهَیْلٌ آتی ہے تصغیر سے لفظ کی اصل حقیقت

حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ یا استینافیہ الصلوۃ مبتدا علی جار رسول مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف علیہ اور محمد عطف بیان یا مبدل منہ محمد بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ آل مضاف ہ ضمیر راجع بسوئے محمد مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اصحاب مضاف ہ ضمیر راجع بسوئے محمد مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مؤکد اجمعین تاکید مؤکد تاکید سے ملکر معطوف ہوا رسولہ معطوف علیہ کا معطوف علیہ معطوف سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق نازلۃ کے نازلۃ صیغہ صفت اسم فاعل ھی ضمیر در و مستتر راجع بسوئے الصلوۃ فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر۔ مبتدا خبر سے ملکر لفظا جملہ اسمیہ خبریہ معنی جملہ اسمیہ انشائیہ معطوفہ یا مستانفہ ہوا۔

معلوم ہوتی ہے ھاء کو خلاف قیاس ھمزہ سے اور پھر ھمزہ کو الف سے بدلا گیا۔

اٰل اور اھل میں فرق:۔ ﴿۱﴾ آل کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے لھذا آل فاطمۃ نہیں کہا جائیگا بخلاف اھل کے۔﴿۲﴾ آل کی اضافت مذکر میں سے شرافت اور عظمت والوں کی طرف ہوتی ہے خواہ شرافت وعظمت دنیا کے اعتبار سے ہو جیسے آل فرعون یا دین کے اعتبار سے ہو جیسے آل رسول لھذا آل حائک (پاولی، جولاہا)، آل حجَّام (نائی) نہیں کہا جائے گا بخلاف اھل کے۔

آل کا مصداق یا صرف بنوھاشم یا بنوھاشم اور بنومطلب یا ازواج مطہرات اور امہات اور داماد اور خادم یا ہر تابعدار متقی پرہیز گار ہے جیسے حدیث پاک ہے الی کل مؤمن نقی (میری آل ہر مومن پرہیز گار ہے)

اَصحَاب:۔ جمع ہے صَحْبٌ کی جیسے اَنہارٌ جمع ہے نَہرٌ کی یا جمع ہے صَحِبٌ کی جیسے اَنمارٌ جمع ہے نَمِرٌ کی۔ یہ صَاحِبٌ کی جمع نہیں ہے کیونکہ فاعل کی جمع افعال نہیں آتی مگر بعض کے ہاں یہ صَاحِبٌ کی جمع ہے جیسے اَشْھادٌ جمع ہے شاھِدٌ کی۔

صحابی: اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا ہو اور ایمان پر وفات پائی ہو۔

اَجْمَعِیْن:۔ یہ آل واصحاب کی تاکید ہے۔

اَمَّا بَعْد:۔ اس کی بحث خود ھدایۃ النحو میں حروف کی بحث میں آئیگی۔

فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِی النَّحْوِ جَمَعْتُ فِیْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ مُبَوَّبًا وَمُفَصَّلاً بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ مَعَ اِیْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِیْ جَمِیْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَیْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَالْعِلَلِ لِئَلَّا یُشَوِّشَ ذِهْنَ الْمُبْتَدِیْ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّیْتُه بِهِدَایَةِ النَّحْوِ رَجَاءَ اَنْ یَّهْدِیَ اللهُ تَعَالٰی بِهِ الطَّالِبِیْنَ وَرَتَّبْتُه عَلٰی مُقَدِّمَةٍ وَثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ بِتَوْفِیْقِ الْمَلِكِ الْعَزِیْزِ الْعَلَّامِ

ترجمہ وتشریح:۔ لیکن حمد وصلوۃ کے بعد پس یہ کتاب مختصر ہے ضبط کی گئی ہے جو کہ ہونے والی ہے نحو میں۔ جمع کیا ہے میں نے اس میں نحو کے مقصودی مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر اس حال میں کہ میں باب بنانے والا ہوں اور فصل بنانے والا ہوں واضح عبارت کے ساتھ۔ ساتھ، ساتھ لے آنے مثالوں کے اس کے سب مسائل میں بغیر چھیڑ چھاڑ کرنے دلائل اور علل کے تاکہ یہ کتاب نہ پریشان کرے مبتدی طالب علم کے ذھن کو مسائل کے سمجھنے سے اور نام رکھا ہے میں نے اس کا ھدایۃ النحو اس امید پر کہ ھدایت دے اللہ تعالی اس کے ذریعے طالبین کو اور مرتب کیا ہے میں نے اس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے بہت زیادہ علم والا ہے

حل ترکیب:۔ اما حرف شرط قائم مقام فعل شرط محذوف کے اصل عبارت تھی مھما یکن من شئی بعد البسملۃ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

هٰـــذا :۔اس کا مشار الیہ کتاب ہے اگر خطبہ تصنیف کتاب کے بعد لگایا گیا اور اگر خطبہ پہلے ہے تو ھٰذا کا مشار الیہ وہ مضامین ہیں جو مصنف کے ذہن میں تھے۔

مُخْتَصَر :۔وہ کلام جس کی عبارت تھوڑی اور معانی بہت ہوں۔

مَضْبُوط :۔یعنی حشو وزوائد سے محفوظ۔

عَلٰی تَرْتِیْبِ الْکَافِیَۃِ :۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کافیہ میں اسم کی بحث پہلے ہے پھر فعل کی اس کے بعد حرف کی۔ یہاں بھی اسی طرح ہے اور جس طرح کافیہ میں پہلے مرفوعات پھر منصوبات پھر مجرورات ہیں یہاں بھی ایسا ہی ہے مگر یہ ترتیب اکثر مسائل میں ہے سب میں نہیں لیکن کافیہ کی عبارت مشکل ہے یہاں واضح عبارت ہوگی اور مثالیں بھی ہونگی (مثال وہ چیز ہوتی ہے جو کسی ضابطے کی وضاحت کیلئے لائی جائے)

رَتَّبْتُــہ الخ:۔یہاں سے کتاب کے اجزاء کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کتاب کے پانچ اجزاء ہیں (۱) مقدمہ (۲) اسم (۳) فعل (۴) حرف (۵) خاتمہ۔

فائدہ:۔صحیح نسخوں میں خاتمہ کا لفظ نہیں ہے کیونکہ آخر کتاب میں خاتمہ نہیں ہے تو یہ کسی ناقل کی غلطی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) والحمد والصلوۃ بعد ظرف زمان مقطوع عن الاضافۃ مبنی بر ضم مفعول فیہ ہے اما حرف شرط کا جو قائم مقام ہے فعل شرط کے یا مفعول فیہ ہے فعل شرط محذوف کا (تفصیل بڑی کتابوں میں ہے) فاجزائیہ ھذا مبتدأ مختصر موصوف مضبوط صفت اول فی حرف جر النحو مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق کائن کے ہوکر صفت ثانی جمعت فعل با فاعل فی جارہ مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت کے مھمات النحو مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ ہوا جمعت فعل کا علی جار ترتیب الکافیۃ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت کے۔ مُبَوِّباً صیغہ اسم فاعل معطوف علیہ واؤ عاطفہ مُفَصَّلاً صیغہ اسم فاعل معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر حال ہے جمعت کی ت ضمیر فاعل سے با جار عبارۃ موصوف واضحۃ صفت اول مع مضاف ایراد مصدر متعدی مضاف الامثلۃ لفظاً مجرور مضاف الیہ معنی منصوب مفعول بہ فی جار جمیع مضاف مسائل مضاف الیہ ہوکر مضاف ھا ضمیر راجع بسوئے مختصر بتاویل رسالۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ نے ملکر مضاف الیہ ہوا جمیع مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا فی جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق ایراد مصدر کے مصدر اپنے مضاف الیہ مفعول بہ اور متعلق سے ملکر مضاف الیہ ہوا مع مضاف کا مع مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے جمعت کا یا مفعول فیہ ہے مقترنۃ صیغہ صفت اسم فاعل محذوف کا صیغہ صفت اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہوکر دوسری صفت ہے عبارۃ کی عبارۃ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور ہوا با جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت کے۔

مِنْ غَیْـرِ تَعَرُّض لِلْاَدِ لَّۃ الخ:۔من جار غیر مضاف تعرض موصوف لام جار الادلۃ معطوف علیہ واؤ عاطفہ العلل معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر مجرور ہوا لام جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق کائن اسم فاعل محذوف کے کائن صیغہ صفت کا ھو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے تعرض مرفوع محلاً فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت ہے تعرض موصوف کی۔

لِئَلَّا یُشَوِّشُ الخ:لام جارہ ان مصدریہ ناصبہ لا نافیہ یشوش فعل ھو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے تعرض یا مختصر اس کا فاعل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اَمَّا الْمُقَدِمَةُ فَفِي الْمَبَادِي الَّتِي يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ

ترجمہ:۔لیکن مقدمہ پس شامل ہونے والا ہے ان مبادیات میں جن کا مقدم کرنا واجب ہے بوجہ موقوف ہونے مسائل کے ان پر اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح:۔ مُقَدِمَۃٌ قَدَّمَ بمعنی تَقَدَّمَ سے مشتق ہے بمعنی آگے ہونے والا پھر یہ لفظ لشکر کے اس حصہ پر بولا جانے لگا جو لشکر سے آگے جا کر لشکر کے اترنے اور ٹھہرنے کا انتظام کرے اس کو مقدمۃ الجیش کہا جاتا ہے مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ذھن المبتدی مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ ہے یشوش فعل کا عن فہم المسائل جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یشوش فعل کے فعل اپنے فاعل و مفعول بہ اور متعلق سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر مجرور ہوا لام جارہ کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت کے یا تعرض مصدر کے، تعرض مصدر موصوف اپنی صفت اور متعلق سے ملکر مضاف الیہ ہے غیر مضاف کا غیر مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا من جارہ کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت کے جمعت فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تیسری صفت ہے مختصر کی۔

وسمیتہ الخ:۔ واؤ عاطفہ سمیت فعل با فاعل ہ ضمیر محلا منصوب مفعول بہ اول با جارہ زائدہ ھدایۃ النحو مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ ثانی رجاء مضاف ان مصدر یہ یھدی فعل اللہ ذوالحال تعالی فعل ھو ضمیر در و مستتر فاعل فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ماضیہ مثبتہ بتقدیر قد حال ذوالحال حال سے ملکر یھدی کا فاعل با جارہ ضمیر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یھدی کے الطالبین مفعول بہ فعل اپنے فاعل و متعلق و مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ ہوا رجاء مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول لہ ہے سمیت فعل کا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول بہ اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر چوتھی صفت ہے مختصر کی بذریعہ عطف۔

ورتبتہ الخ:۔ واؤ عاطفہ رتبت فعل بفاعل ہ ضمیر مفعول بہ علی جار مقدمۃ معطوف علیہ واؤ عاطفہ ثلثۃ اقسام مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مجرور ہوا علی جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق رتبت کے با جار توفیق مضاف الملک موصوف العزیز صفت اول العلام صفت ثانی موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت یا رتبت کے، رتبت فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر پانچویں صفت ہے مختصر کی بذریعہ عطف۔ مختصر موصوف اپنی سب صفتوں سے ملکر خبر ہے ھذا مبتدأ کی، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

اَمَّا الْمُقَدِمَۃ الخ حل ترکیب:۔ اما حرف تفصیل المقدمۃ مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ فی حرف جر المبادی موصوف التی اسم موصول یجب فعل تقدیم مصدر متعدی مضاف ھا ضمیر راجع بسوئے المبادی مجرور محلا مضاف الیہ لام حرف جر توقف مصدر لازمی مضاف المسائل مجرور لفظا مضاف الیہ مرفوع معنی فاعل علی جار ھا ضمیر راجع بسوئے المبادی مجرور محلا جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق توقف مصدر کے توقف مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل سے ملکر مجرور لام جار کا جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یجب کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر صلہ ہے موصول کا موصول اپنے صلہ سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مجرور جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابتۃ کے یا کائنۃ کے ہو کر خبر قائم مقام جزاء کے مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واؤ عاطفہ فیھا جار مجرور ظرف مستقر ثابتۃ سے متعلق ہو کر خبر مقدم فصول موصوف ثلثۃ صفت موصوف صفت سے ملکر مبتدأ مؤخر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مقدمۃ العلم وہ معانی مخصوصہ ہیں جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو جیسے تعریف موضوع غرض وغایت وغیرہ اور مقدمۃ الکتاب کلام کا وہ حصہ جو کتاب میں مسائل سے پہلے لایا جائے چاہے مسائل اس پر موقوف ہوں یا نہ۔

مبادی:۔ وہ چیزیں جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو اور یہاں مراد تعریف موضوع غرض وغایت ہے مقدمہ سے مراد الفاظ مخصوصہ اور مبادی سے مراد معانی مخصوصہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ الفاظ مخصوصہ ہونے والے ہیں معانی مخصوصہ کے بیان میں۔

وفیھا الخ: اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں اول فصل نحو کی تعریف اور غرض وغایت کے بیان میں ہے دوسری فصل نحو کے ایک موضوع کلمہ کی تعریف میں ہے تیسری فصل نحو کے دوسرے موضوع کلام کی تعریف میں ہے۔

فصل کا لغوی معنی کاٹنا۔ اصطلاحی معنی وہ لفظ جو دو مختلف حکموں کے درمیان حائل ہو اگر لفظ فصل کو ساکن پڑھیں تو یہ مبنی ہوگا اگر فصلٌ تنوین کے ساتھ پڑھیں تو معرب مرفوع ہوگا ھذا مبتدأ محذوف کی خبر ہوگا۔

فَصْل :اَلنَّحْوُعِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةِ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْض

ترجمہ:۔ نحو جاننا ہے ایسے چند قوانین کا جن کے ذریعے سے معلوم کئے جائیں تین کلموں کے آخر کے احوال باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ ملانے کا طریقہ۔

تشریح:۔ یہاں سے نحو کی تعریف [1] ذکر کرتے ہیں نحو کا لغوی معنی قصد کرنا (نحو کے اور بھی متعدد معانی ہیں صفحہ نمبر (۲۶) پر کے حاشیہ میں دیکھیں) اصطلاحی معنی وہی ہے جس کو مصنف نے بیان کیا ہے اصول جمع ہے اصل کی اصل کا لغوی معنی قانون وضابطہ وبنیاد

حل ترکیب:۔ النحو مبتدأ علم مصدر با حرف جار اصول موصوف یعرف فعل مجہول با حرف جار ھا ضمیر راجع بسوئے اصول مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یعرف کے احوال مضاف اواخر پھر مضاف الکلم موصوف الثلث صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ اواخر کا مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہے احوال کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف علیہ من حرف جر حیث مضاف الاعراب معطوف علیہ واؤ عاطفہ البناء معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ حیث مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یعرف کے واؤ عاطفہ کیفیۃ مضاف ترکیب مصدر متعدی مضاف بعض پھر مضاف ھا ضمیر راجع بسوئے الکلم الثلث مجرور محلا مضاف الیہ بعض مضاف کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور لفظا مضاف الیہ منصوب معنی مفعول بہ ترکیب مصدر کا، مع مضاف بعض مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر ظرف مفعول فیہ ترکیب مصدر کا، ترکیب مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ معنی مفعول بہ اور ظرف مفعول فیہ سے ملکر مضاف الیہ ہے کیفیۃ مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف احوال معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر نائب فاعل یعرف کا، یعرف اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر صفت ہے اصول موصوف کی موصوف اپنی صفت سے ملکر مجرور با جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق علم مصدر کے علم مصدر اپنے متعلق سے ملکر خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[1] التعریف کا لغوی معنی:۔ مایُعرفُ به الشئ (وہ چیز جس سے کسی چیز کو پہچانا جائے) اور تعریف کا (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

اور اصطلاحی معنیٰ وہ قاعدہ کلیہ جو اپنی جزئیات پر منطبق ہو یعنی سچا آئے۔

اَلْكَلِمِ الثَّلٰث:۔اس سے مراد اسم وفعل وحرف ہیں۔

فائدہ:۔جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے اس کو معرَّف اور محدود کہا جاتا ہے اور تعریف کے الفاظ کو معرِف اور حد اور تعریف کہا جاتا ہے تعریف میں ابتدائی الفاظ درجۂ جنس میں ہوتے ہیں جو معرَّف کو بھی شامل ہوتے ہیں اور غیروں کو بھی۔ بعد والے الفاظ درجۂ فصل میں ہوتے ہیں ان کے ذریعے سے غیروں کو خارج کیا جاتا ہے تو یہاں النحو معرَّف اور محدود ہے علمٌ باُصُول الخ معرِف اور حد اور تعریف ہے اس تعریف میں پہلا لفظ علم باصول درجۂ جنس میں ہے جو معرَّف یعنی نحو کو بھی شامل اور غیروں کو بھی یعرف بھا احوال پہلی فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہو گیا جس سے کلمہ کے احوال نہیں پہچانے جاتے بلکہ کلمہ کی ذات پہچانی جاتی ہے جیسے علم صرف اور اسی طرح وہ علم بھی خارج ہو گیا جس سے کلمہ کے معانی پہچانے جاتے ہیں جیسے علم منطق علم معانی علم بیان او اخرُ الکَلِم الثّلث یہ دوسری فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہو گیا جس سے کلمہ کے اول اور وسط کا حال معلوم ہوتا ہے جیسے علم لغت اور وہ علم بھی خارج ہو گیا اس سے جن وانس کے احوال معلوم ہوتے ہیں نہ کہ تین کلموں کے آخر کے احوال جیسے علم فقہ اور من حیث الاعراب والبناء یہ تیسری فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہو گیا جس سے کلمات کے احوال معلوم ہوتے ہیں مگر باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے نہیں بلکہ باعتبار قافیہ بندی کے جیسے علم عروض وعلم قوافی۔ کیفیة ترکیب بعضها مع بعض یہ چوتھی فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہو گیا جس سے مفردات کی کیفیت معلوم ہوتی ہے نہ کہ بعض کلمات کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ جیسے علم ھندسہ علم ھیئت اور علم اشتقاق وغیرہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اصطلاحی معنی ما یمیز بہ الشیٔ عن جمیع ماعداہ (وہ چیز جس کے ذریعے کسی چیز کو اپنے ماسوا سے جدا کیا جائے)

۲ نحو کا لغوی معنی:۔نحو کے لغت میں متعدد معانی آتے ہیں سات معانی تو درج ذیل شعر میں مذکور ہیں ؎

نَحَوْنَا نَحْوَ نَحْوِكَ يَا حَبِيْبِي　　نَحَوْنَا نَحْوَ اَلْفٍ مِنْ رَقِيْبٍ

وَجَدْنَا هُمْ مَرِيْضًا نَحْوَ قَلْبِيْ　　تَمَنَّوْا مِنْكَ نَحْوًا مِنْ زَبِيْبٍ

(ترجمہ) قصد کیا ہم نے تیرے قبیلے کی طرف اے میرے دوست ☆ پھیرا ہم نے اندازہ ایک ہزار رقیبوں کا ☆ پایا ہم نے انکو مریض مثل اپنے دل کے ☆ تمنا کرتے تھے آپ سے ایک قسم کی کشمش کی ☆

سات معانی مذکورہ در شعر:۔(۱) قصد (۲) طرف (۳) قبیلہ (۴) پھیرنا (۵) اندازہ (۶) مثل (۷) قسم (۸) الطریق (راستہ) محاورہ ہے هٰذَا النَّحْوُ السَّوِيُّ یعنی الطريق المستوى (سیدھا راستہ)۔(۹) الفصاحة محاورہ ہے کہا جاتا ہے ما احسن نَحْوَكَ فی الكلام (آپ کی فصاحت فی الکلام کیا ہی عمدہ ہے) (۱۰) اَلْانْحَاءُ (ہٹانا) جیسے اَنْحَيْتُ عَنْهُ بصرى اى عدلته (میں نے اس سے اپنی آنکھ ہٹائی) (۱۱) الانتحاء الاعتماد والميل (سہارا کرنا متوجہ ہونا)

وَالْغَرْضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِي فِي كَلَامِ الْعَرَبِ (۱)

ترجمہ:۔اورغرض اس کی ذھن کو بچانا ہے ایسی لفظی غلطی سے جو ہونے والی ہو کلام عرب میں ۔

تشریح: مصنف یہاں سے نحو کی غرض بیان کرر ہے ہیں غرض کا لغوی معنی نشان اور اصطلاحی معنی مَا يَكُوْنُ بَاعِثًا لِلْفِعْلِ (غرض وہ چیز ہے جوکسی کام پر برانگیختہ کرنے والی ہو) مصنف نے خطا کولفظی کی قید سے مقید کیا ہے تا کہ علم صرف اور علم معانی، علم بیان، علم منطق سے احتراز ہو جائے کیونکہ علم صرف کی غرض صیغوی غلطی سے بچانا ہے اور علم معانی و بیان کی غرض معنوی غلطی سے بچانا اور علم منطق کی غرض فکری غلطی سے بچانا ہے جبکہ علم نحو کی غرض لفظی غلطی سے بچانا ہے۔

وَمَوْضُوْعُه اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَام (۲)

ترجمہ وتشریح:۔اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے موضوع کا لغوی معنی رکھا ہوا اور اصطلاحی معنی مَا يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ عَوَارِضِهِ الذَّاتِيَةِ یعنی موضوع ہر علم کا وہ چیز ہے جس کے عوارض ذاتیہ یعنی حالات ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے علم طب کا موضوع انسان کا بدن ہے کیونکہ علم طب میں بدن انسانی کے احوال سے بحث کی جاتی ہے تو علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ و احوال ذاتیہ مثلاً منصرف، غیر منصرف، معرب بنی، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، مرکب تام، ناقص، وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ یا استینافیہ الغرض موصوف منہ جار مجرور ظرف مستقر متعلق الکائن کے ہوکر صفت موصوف صفت سے ملکر مبتدأ صیانۃ مصدر مضاف الذھن مجرور لفظا مضاف الیہ منصوب معنی مفعول بہ عن حرف جر الخطاء موصوف، اللفظی صفت اول فی حرف جر کلام مضاف العرب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق الکائن کے ہوکر دوسری صفت موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق صیانۃ کے صیانۃ مصدر متعدی مضاف اپنے مضاف الیہ معنی مفعول بہ اور متعلق سے ملکر خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ یا استینافیہ موضوع مضاف ہ ضمیر راجع بسوئے نحو مجرور محلا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ الکلمہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ الکلام معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر، مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فصل اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ

ترجمہ:۔کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح:۔الکلمة میں تین جز ہیں ایک الْ یعنی الف لام جو کہ حرف تعریف ہے۔دوسرا کَلِمْ (ک ل م) تیسرا جز تا ہے ہر ایک کی الگ الگ بحث ہوگی۔

الف لام کی اقسام:۔الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی

اسمی: الف لام اسمی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے جب کہ یہ تجدد اور حدوث کے معنی میں ہوں اور یہ الــــذی اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کا صلہ وہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جس پر وہ داخل ہوتا ہے

الف لام حرفی:۔الف لام حرفی وہ ہوتا ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے علاوہ کسی اور اسم پر داخل ہو۔[1]

پھر الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ۔

زائدہ کی تعریف:۔الف لام حرفی زائدہ وہ ہوتا ہے جس کے گرانے سے معنی فاسد نہ ہو یا بعنوان دیگر جس کے آنے کا فائدہ نہ ہو اور جانے کا نقصان نہ ہو زائدہ کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔یہاں الــکلمة میں جو الف لام ہے یہ اسمی نہیں بن سکتا کیونکہ کلمہ جس پر الف لام داخل ہے نہ اسم فاعل ہے اور نہ ہی اسم مفعول۔الف لام حرفی زائدہ بھی نہیں بن سکتا کیونکہ اس کے آنے کا فائدہ ہے کہ الــکلمه اس کی وجہ سے مبتدأ بن رہا ہے چلے جانے سے نقصان ہوگا کہ پھر اس کا مبتدأ بنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ نکرہ ہو جائیگا اور نکرہ مبتدأ نہیں بن سکتا۔

غیر زائدہ کی تعریف:۔الف لام غیر زائدہ وہ ہوتا ہے جس کے آنے کا فائدہ ہو اور جانے کا نقصان ہو۔

پھر غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی

حل ترکیب:۔الکلمة مبتدأ، لفظ موصوف، وضع فعل ماضی مجہول، ھو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے لفظ مرفوع محلا نائب فاعل، لام حرف جار، معنی مجرور تقدیراً جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق وضع کے، وضع اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے۔مفرد میں تین احتمال ہیں (۱) مرفوع ہو کر لفظ کی صفت ہو (۲) مجرور ہو کر معنی کی صفت ہو (۳) منصوب ہو کر وضع کی ضمیر یا معنی سے حال ہو۔تفصیل تشریح میں ہے۔لفظ موصوف اپنی صفت سے مل کر خبر ہے، مبتدأ خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[1] فائدہ:۔صفت مشبہ پر داخل ہونے والے الف لام کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے ہاں اسمی ہے چونکہ صفت مشبہ اسم فاعل و اسم مفعول کے مشابہ ہے اشتقاق افراد و تثنیہ جمع وغیرہ میں اور بعض کے ہاں یہ حرفی ہے کیونکہ صفت مشبہ میں اسم فاعل و اسم مفعول کی طرح تجدد و حدوث نہیں بلکہ دوام و استمرار والا معنی ہے تو یہ اسم جامد کے مشابہ ہے اور اسم جامد میں الف لام حرفی ہوتا ہے۔

وجہ حصر: الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہوگی یا افراد، اگر ماہیت مراد ہو تو یہ الف لام جنسی ہوگا جیسے الرَّجُلُ خَيْرٌ مِنَ المرأة (جنس مرد بہتر ہے جنس عورت سے) یہاں یہ معنی نہیں کہ افراد رجل افراد مرأۃ سے بہتر ہیں۔ کیونکہ بہت سے افراد عورتوں کے مردوں کے افراد سے بہتر ہوتے ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا وغیرہ۔ اگر افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو اس کو استغراقی کہتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں) یہاں پر الف لام جو الانسان پر داخل ہے استغراقی ہے (استغراقی نہ ہو تو استثناء صحیح نہ ہوگا تفصیل بڑی کتابوں میں ہے) اگر الف لام کے مدخول سے بعض افراد مراد ہیں تو پھر یہ دو حال سے خالی نہ ہوگا وہ بعض افراد خارج میں متعین ہونگے یا غیر متعین اگر متعین ہوں تو اس کو الف لام عھد خارجی کہتے ہیں اور اگر غیر متعین ہوں تو اس کو الف لام عھد ذہنی کہتے ہیں اول کی مثال اللہ تعالی کا فرمان ہے فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں الرسول سے مراد وہ متعین رسول ہیں جس کا ذکر پہلے اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا میں آچکا ہے یعنی حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام مراد ہیں ثانی کی مثال اللہ تعالی کا فرمان ہے فَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ (پس مجھے خوف ہے کہ کھا جائیگا اس کو بھیڑیا)۔ یہاں ذئب سے خارج میں کوئی متعین فرد مراد نہیں بلکہ کوئی بھیڑیا مراد ہے۔

فائدہ:۔ الف لام عھد ذہنی کا مدخول نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے معرفہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کو مبتدأ بنانا بھی درست نہ ہوگا۔

اب تحقیق یہ کرنی ہے کہ الکلمة میں الف لام حرفی غیر زائدہ کی کون سی قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ جنسی ہے استغراقی یا عھد خارجی وغیرہ نہیں کیونکہ ضابطہ ہے کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی تعریف نہیں ہوتی اگر استغراقی یا عھد خارجی وغیرہ ہو تو تعریف افراد کی لازم آئیگی اور یہ جائز نہیں۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ منطقی ضابطہ ہے نحوی قاعدہ نہیں نحوی حضرات اس کو نہیں مانتے لھذا یہ الف لام عھد خارجی بھی ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں کلمہ سے مراد متعین وخاص کلمہ ہے یعنی نحوی کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ جس کی تین قسمیں ہیں اسم وفعل وحرف کلمۂ شھادت یا لغوی کلمہ مراد نہیں ہے۔ البتہ یہ الف لام استغراقی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے سارے افراد مراد ہوتے ہیں تو تعریف افراد کی لازم آئیگی اور عھد ذہنی بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ الکلمة یہاں مبتدأ ہے اور الف لام عھد ذہنی مبتدأ پر داخل نہیں ہوتا۔

دوسری جز کلم کی بحث:۔ کَلِمٌ (بکسر اللام) مشتق ہے کَلْم (بسکون اللام) سے اس کا معنی ہے زخم کرنا جیسے زخم کی تاثیر ہوتی ہے اسی طرح کلمہ اور کلام کی بھی تاثیر ہوتی ہے بلکہ کلمہ اور کلام کی تاثیر زخم سے بھی کبھی زیادہ ہوتی ہے جیسے کسی شاعر نے فرمایا ہے

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ — وَلَايَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ: تیر وتلوار کے زخموں کیلئے ملنا ہے — اور نہیں ملتے وہ زخم جو زبان کرے

تیسری جز تا کی بحث: الکلمة میں جو تا ہے یہ وحدت کی ہے پھر اعتراض ہوا کہ الف لام جنسی اور تائے وحدت میں تضاد ہے کیونکہ

الف لام جنسی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور تائے وحدت کلمہ کے ایک ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وحدت وکثرت میں تضاد ہے
جواب :۔ وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) شخصی (۲) نوعی (۳) جنسی ۔
(۱) شخصی :۔ جو ایک شخص اور ایک فرد ہونے پر دلالت کرے ۔ (۲) نوعی :۔ جو ایک نوع اور قسم ہونے پر دلالت کرے ۔
(۳) جنسی :۔ جو ایک جنس ہونے پر دلالت کرے ۔ تو ان تین میں سے صرف وحدت شخصی اور الف لام جنسی میں منافات اور تضاد ہے اور وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ یہاں وحدت نوعی یا جنسی مراد ہے جو کلمہ کے ایک نوع خاص یا ایک جنس خاص ہونے پر دلالت کرتی ہے ، اور مراد اس کلمہ سے کلمۂ نحویہ ہے نہ کہ کلمۂ لغویہ یا کلمۂ شہادت ۔

لفظ :۔ لغوی معنی انداختن (پھینکنا) جیسے محاورہ ہے اَكَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ (کھایا میں نے کھجور کو اور پھینکا میں نے گٹھلی کو) اس لغوی معنی میں تفصیل ہے جو یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں ۔ اور اس کا اصطلاحی معنی ہے مَا يَتَلَفَّظُ بِهِ الْاِنْسَانُ مِنْ حَرْفٍ فَصَاعِدًا (جس کا انسان تلفظ کرے یا کر سکے خواہ وہ ایک حرف ہو یا ایک سے زائد) اللہ تعالیٰ کی کلام اور فرشتوں اور جنوں کی کلام کو بھی یہ تعریف شامل ہے کیونکہ کلام اللہ اور کلام ملائکہ اور کلام جن کا بھی انسان تلفظ کر سکتا ہے ۔

وَضع :۔ وضع سے مشتق ہے وضعٌ کا لغوی معنی نہادن (رکھنا) اور اصطلاحی معنی ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب پہلی شئ بولی یا محسوس کی جائے تو دوسری شئ سمجھ میں آ جائے جیسے لفظ چاقو دستے اور پھل کے لئے مخصوص ہے جب بھی لفظ چاقو بولا جاتا ہے دستہ اور پھل سمجھ میں آتا ہے ۔

فائدہ :۔ جب کسی چیز کی تعریف کی جائے اس کو معرَّف اور محدود کہتے ہیں اور جن لفظوں سے تعریف کی جائے ان کو تعریف ، معرِّف اور حد کہتے ہیں معرف کی تعریف میں جو پہلا لفظ ہو وہ معرَّف کو بھی شامل ہوتا ہے اور اس کے غیروں کو بھی اور اس کو جنس کہا جاتا ہے اور اس کے بعد جو الفاظ آتے ہیں ان کے ذریعے سے غیروں کو نکالا جاتا ہے اور ان بعد والے الفاظ کو فصل اور قید کہتے ہیں ۔ ان الفاظ وقیود کے بارے میں یہ بتلانا کہ فلاں لفظ درجۂ جنس میں ہے معرف کو بھی شامل ہے غیروں کو بھی اور فلاں لفظ اول فصل وقید ہے اس کے ذریعے سے فلاں کو نکالا گیا فلاں لفظ دوسرا فصل اور قید ہے اس سے فلاں چیز کو نکالا گیا اصطلاح میں اس کو فوائد قیود کہا جاتا ہے ۔

فوائد قیود :۔ تو یہاں الکلمۃ معرَّف اور محدود ہے اور لَفْظٌ وُضِعَ الخ تعریف معرِّف اور حد ہے تعریف میں اول لفظ یعنی لفظ درجۂ جنس میں ہے اور یہ معرف کو بھی شامل ہے اور اس کے غیروں کو بھی چنانچہ موضوع مہمل مفرد مرکب ، سب کو شامل ہے اور وضع کا لفظ فصل اول اور قید اول ہے اس کے ذریعے سے مہملات کو خارج کر دیا گیا جیسے جسق وغیرہ لیکن ابھی تک الفاظ مفردہ اور مرکبہ اور کلام تام اور کلام ناقص سب داخل ہیں بعد میں جو فصل آ رہے ہیں ان کے ذریعے سے کلمہ کے دیگر غیروں کو نکالا جائیگا ۔

اشکال :۔ الکلمۃ مبتدأ ہے اور لَفْظٌ وُضِعَ الخ اس کی خبر ہے مبتدأ خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت کا ہونا ضروری

ہے یعنی مبتدأ مذکر تو خبر بھی مذکر اگر مبتدأ مؤنث تو خبر بھی مؤنث مگر یہاں مبتدأ مؤنث ہے اور اس کی خبر مذکر ہے۔

جواب:۔ مبتدأ اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب خبر مشتق ہو اور اس میں کوئی ایسی ضمیر ہو جو مبتدأ کی طرف راجع ہو۔اور یہاں نہ خبر مشتق ہے اور نہ ہی اس میں کوئی ضمیر ہے جو مبتدأ کی طرف لوٹ رہی ہو بلکہ یہاں خبر مصدر ہے جو تذکیر و تانیث کیلئے برابر ہے۔لھذا یہاں مطابقت کا ہونا ضروری نہیں۔

لِمَعْنًی:۔لفظ معنی بروزن مفعل میں صیغوی تین احتمال ہیں (۱) ظرف ہے یعنی اسم مکان ہے بمعنی مقصد یعنی قصد کرنے کی جگہ (۲) مصدر میمی ہے (۳) اسم مفعول ہے اصل میں مَعْنُوْیٌ تھا سیدوالا قانون لگایا واؤ کو یا کیا اور پھر یا کو یا میں مدغم کر دیا تو مَعْنِیٌّ ہوا یا کی مناسبت کی وجہ سے نون کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا پھر خلاف قیاس ایک یا کو حذف کر دیا اور نون کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا پھر یا کو الف سے بدلا اور پھر الف کو التقائے ساکنین کی وجہ سے گرادیا تو مَعْنًی ہو گیا آخری دونوں صورتوں میں بمعنی مقصود یعنی قصد کیا ہوا ہے اور یہ دوسرا فصل ہے اور اس فصل اور قید سے حروف ھجاء کو خارج کیا گیا کیونکہ ان کی وضع غرض ترکیب کیلئے ہے یعنی کلمات کو جوڑنے اور مرکب کرنے کیلئے انکو بنایا گیا ہے جیسے ض ' ر ' ب سے ضرب بن جاتا ہے اور انکا کوئی معنی نہیں لھذا معنی کی قید سے یہ کلمہ سے خارج ہو گئے کیونکہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کی وضع کی گئی ہو معنی کیلئے۔ [1]

مُفْرَدٍ: فائدہ:۔ یہ باب افعال کا اسم مفعول ہے لغوی معنی الگ کیا ہوا اصطلاحی معنی آگے آ رہا ہے اس میں رفع ' نصب ' جر تینوں اعراب جاری ہو سکتے ہیں مرفوع ہونے کی صورت میں یہ لفظ کی صفت ثانیہ ہوگی اس وقت معنی یہ ہوگا کلمہ وہ لفظ مفرد ہے جس کو معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

لفظ مفرد کی تعریف اور اصطلاحی معنی:۔لفظ مفرد وہ ہے کہ اس کی جز سے معنی کی جز پر دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔اور اگر اس کو مجرور پڑھیں تو یہ معنیٰ کی صفت ہوگا اس وقت معنی ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

معنی مفرد کی تعریف و اصطلاحی معنی:۔ معنی مفرد وہ ہے اس کی جز پر لفظ کی جز سے دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔

منصوب ہونے کی صورت میں دو احتمال ہیں (۱) یا تو وضع کی ضمیر سے حال ہوگا (۲) یا معنی سے حال ہوگا جو کہ حقیقت میں مفعول بہ ہے بواسطہ حرف جار کے اس وقت معنی یہ ہوگا کلمہ وہ لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو واسطے معنی کے حال ہونا اس لفظ کا کہ وہ مفرد ہے یا حال ہونا اس معنی کا کہ وہ مفرد ہے۔

---

[1] فائدہ:۔ جب حروف ھجاء کو ان کے ناموں سے شمار کیا جائے مثلا یوں کہا جائے الباء' اللام' المیم' وغیرہ تو اس وقت ان کو حروف ھجاء کہیں گے اور جب وہ کسی کلمہ کا جز ہوں تو اس وقت ان کو حروف مبانی کہیں گے جیسے نصر میں ن' ص' ر' اور جب ان کا کوئی معنی کر رہے ہوں تو اس وقت ان کو حروف معانی کہیں گے جیسے مررت بزید (گزرا میں زید کے ساتھ) اس میں باء کا معنی کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ منصوب ہونے کی صورت میں یہ اعتراض ہے کہ جو اسم منصوب ہوتا ہے اس کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا تو یہاں مفرد کے آخر میں بھی الف لکھنا چاہئے تھا۔

جواب:۔ اسم منصوب کے آخر میں الف اس وقت لکھا جاتا ہے جب منصوب ہونے کے علاوہ کوئی اور احتمال نہ ہو یہاں تو مرفوع اور مجرور ہونے کا احتمال بھی ہے۔ لھذا الف کا لکھنا درست نہیں اور بھی بہت سے سوال و جواب ہیں جو بڑی کتب میں ذکر کیے جاتے ہیں

مُفْرَدٌ فصل ثالث اور قید ثالث ہے اس کے ذریعے سے مرکب تام اور مرکب ناقص کو خارج کیا گیا ہے کیونکہ مرکب ناقص مثلا غُلَامُ زَيْدٍ کا معنی ہے زید کا غلام تو ایک جز سے ذات زید اور دوسری جز سے غلام سمجھا جارہا ہے اسی طرح مرکب تام مثلا زيد قائم میں لفظ زید ذات زید پر دلالت کرتا ہے اور قائم اس کے کھڑے ہونے پر دلالت کرتا ہے تو یہ مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں اور ان کو کلام کہیں گے کلمہ کی تعریف ان کو شامل نہیں ہوگی تو اب کلمہ کی تعریف جامع اور مانع ہوگئی۔

فائدہ:۔ جامع مانع وہ تعریف ہوتی ہے جو معرف کے تمام افراد کو شامل ہو اور غیروں کے داخل ہونے سے رکاوٹ بنے یعنی غیروں کو نکال دے۔

وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٍ وَفِعْلٍ وَحَرْفٍ (۱)

ترجمہ:۔ اور وہ کلمہ تین قسموں میں بند ہے یعنی اسم اور فعل اور حرف میں۔

لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَّاتَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنَ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِي نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ (۲)

ترجمہ:۔ اس لیئے کہ تحقیق وہ کلمہ یا نہیں دلالت کریگا اپنے معنی پر بذات خود اور وہ حرف ہے یا دلالت کریگا اپنے معنی پر بذات خود اور ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ فعل ہے یا دلالت کریگا اپنے معنی پر بذات خود اور نہیں ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ اسم ہے۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ ھی مبتدأ منحصرۃ صیغہ صفت ھی ضمیر مستتر اس کا فاعل فی حرف جر ثلثۃ مضاف اقسام مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق منحصرۃ کے منحصرۃ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتدأ خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اسم وفعل وحرف میں تینوں اعراب رفع ونصب وجر پڑھ سکتے ہیں رفع اس لئے کہ یہ مبتدأ محذوف کی خبر بنیں گے۔ عبارت یوں ہوگی احدھا اسم وثانیھا فعل وثالثھا حرف۔ نصب اس وجہ سے کہ اعنی فعل مقدر کا مفعول بنیں گے عبارت یوں ہوگی اعنی اسما وفعلا وحرفا اور جر اس لئے کہ یہ اقسام سے بدل ہونگے مبدل منہ اور بدل کا ایک ہی اعراب ہوتا ہے۔ (۲) حل ترکیب:۔ لام حرف جار ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ھا ضمیر اسم اما تر دیدیہ ان مصدریہ ناصبہ لا نافیہ تدل فعل ھی ضمیر فاعل علی جار معنی موصوف فی جار نفسہا مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر متعلق کائن کے ہو کر صفت (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ کلمہ کے تین قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ اور دلیل بیان کرر ہے ہیں اس سے پہلے دعویٰ حصر تھا کہ کلمہ تین قسموں میں بند ہے اب اس دعویٰ کی دلیل حصر اور وجہ حصر کا بیان ہے۔ حاصل اس دلیل حصر کا یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں اپنے معنی پر بذات خود دلالت کریگا یا نہیں اگر وہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج ہو تو وہ حرف ہوگا یا پھر وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہیں ہوگا بلکہ اس سے معنی خود بخود بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے سمجھ میں آ جائیگا اور اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا تو وہ فعل ہے اور اگر اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی زمانہ سے مقترن نہ ہوگا تو وہ اسم ہے۔

اسم کی تعریف:۔ فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا غَیْرَ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَعْنِی الْمَاضِیَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ

ترجمہ:۔ پس اسم کی تعریف یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملنے والا نہ ہو مراد لیتا ہوں میں ماضی، حال، استقبال جیسے رجل اور علم۔

تشریح:۔ فحد الاسم پر فاء فصیحیہ ہے جو شرط محذوف کے جواب میں آتی ہے یہاں پر شرط محذوف ہے اذا بیّنّا دلیل الحصر فَحَدُّ الْاِسْمِ الخ (جب ہم نے دلیل حصر کو بیان کر دیا تو اب اسم کی تعریف یہ ہے)

(حاشیہ صفحہ سابقہ) موصوف صفت سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق لاتدل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ او عاطفہ تدل علی معنی الخ پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یقترن فعل معناہا مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل باحرف جار احد مضاف الازمنہ موصوف الثلثۃ صفت موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق یقترن کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر معطوف او عاطفہ تدل علی معنی فی نفسہا معطوف علیہ واؤ عاطفہ لم جازمہ جحد یہ یقترن فعل معناہا مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل بہ جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق لم یقترن کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر معطوف، لاتدل معطوف علیہ اپنے معطوفات سے مل کر بتاویل مصدر خبر ہے ان کی ان اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد مجرور ہوا لام حرف جر کا جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق منحصرۃ کے۔ وھو الحرف، وھو الفعل وھو الاسم مبتدأ خبر ہیں۔

حل ترکیب:۔ فا فصیحیہ حد الاسم مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدأ کلمۃ موصوف تدل علی معنی صفت فی نفسہا جار مجرور سے مل کر ظرف مستقر متعلق کائن کے ہو کر معنی کی صفت اول۔ یا جار مجرور ظرف لغو متعلق تدل کے۔ پھر تدل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت کلمہ کی موصوف صفت سے مل کر خبر مبتدأ محذوف ھی کی ھی ضمیر منفصل راجع بسوئے حد الاسم مرفوع محلا مبتدأ، مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے حد الاسم مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ غیر مقترن الخ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اصل عبارت یوں تھی ھو غیر مقترن الخ یا معنی سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے یا معنی کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے باقی ترکیب واضح ہے۔

فائدہ:۔اگر چہ دلیل حصر سے اسم، فعل، حرف میں سے ہر قسم کی تعریف سمجھ میں آ چکی ہے مگر متوسط اور کمزور ذہن والے طالب علم کیلئے مستقل طور پر ہر ایک کی تعریف کی۔تعریف کا حاصل یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہے یعنی وہ معنی اسی کلمہ سے سمجھا جائے اور اس کے سمجھنے میں کسی اور کلمہ کی طرف احتیاج نہ ہو اور اگر فی بمعنی با کے ہو تو اب اور زیادہ وضاحت ہو جائیگی کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرے بنفسہا یعنی بذات خود یعنی معنی پر دلالت کرنے میں کسی اور کلمہ کے ملانے کی ضرورت نہ ہو ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی زمانے سے ملنے والا نہ ہو یعنی اس سے کوئی زمانہ نہ سمجھا جائے۔

فوائد قیود:۔تعریف میں لفظ کلمہ درجہ جنس میں ہے معرَّف کو بھی شامل ہے اور غیروں یعنی فعل اور حرف کو بھی شامل ہے تدل علی معنی فی نفسہا فصل اول ہے اس سے حرف خارج ہو گیا کیونکہ حرف بذات خود معنی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ضم ضمیمہ کا محتاج ہوتا ہے۔اور غیر مقترن یہ فصل ثانی ہے اور اس سے فعل خارج ہو گیا کیونکہ فعل کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہوتا ہے اب اسم کی تعریف جامع مانع ہو گئی ہے۔[1]

وَعَلَامَتُه صِحَةُ الْإِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ

ترجمہ:۔اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زید قائم۔

تشریح:۔یعنی اس میں یہ لیاقت اور صلاحیت ہو کہ وہ مخبر عنہ اور محکوم علیہ بن سکے چاہے فی الحال فی الفور مخبر عنہ اور محکوم علیہ نہ بھی ہو جیسے زید بکر وغیرہ۔جب ترکیب میں واقع نہ ہو رہے ہوں تو اگر چہ فی الحال وہ مخبر عنہ اور محکوم علیہ نہیں ہیں لیکن ترکیب میں آ کر مخبر عنہ اور

---

[1] سوال:۔اسم کی تعریف جامع اور مانع نہیں کیونکہ اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسمائے افعال یہ سب ہیں تو اسم مگر ان میں زمانہ پایا جاتا ہے جیسے زید ضارب عمروا غدا (زید عمرو کو مارنے والا ہے کل) اسم مفعول کی مثال زید مضروب غلامہ غدا (زید کا غلام کل مارا جائیگا) تو ان میں زمانہ استقبال کا پایا گیا اسمائے افعال کی مثال ھیھات زید بمعنی بعد زید (یعنی دور ہوا زید گزرے ہوئے زمانے میں) یہ اسم فعل ہے اور اس میں ماضی کا زمانہ پایا جا رہا ہے۔تو اسم کی تعریف اپنے افراد کو شامل نہ رہی اور پھر یہ تعریف مانع بھی نہیں ہے کیونکہ کچھ افعال ایسے ہیں جن میں زمانہ نہیں پایا جاتا جیسے نعم بئس وغیرہ ان کو یہ تعریف شامل ہو جائیگی حالانکہ یہ اسم نہیں ہیں تو تعریف مانع بھی نہ رہی حالانکہ تعریف کا جامع مانع ہونا ضروری ہے۔

جواب:۔غیر مقترن الخ سے مراد یہ ہے کہ اسم کا معنی باعتبار وضع کے تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہو اگر چہ پھر استعمال میں اس میں زمانہ پایا بھی جائے تو کوئی حرج نہیں اسم فاعل اسم مفعول اور اسمائے افعال ایسے ہیں کہ ان میں باعتبار وضع کے زمانہ نہیں تھا اور استعمال کی وجہ سے ان میں زمانہ پایا جاتا ہے لھذا یہ اسم میں داخل رہیں گے اور اسم کی تعریف ان کو شامل ہوگی اور افعال مدح و ذم نعم و بئس میں باعتبار وضع کے زمانہ تھا لیکن اب استعمال میں ان سے زمانہ جاتا رہا تو ان کو اسم کی تعریف شامل نہ ہوگی لھذا اسم کی تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی ہے۔

حل ترکیب:۔علامتہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدأ، صحۃ مضاف، الاخبار مضاف الیہ، عنہ جار مجرور ظرف لغو متعلق الاخبار کے، مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر۔نحو زید قائم خبر ہے مبتدأ محذوف نحوہ کی۔

محکوم علیہ بن سکتے ہیں جیسے زید قائم میں زید مخبر عنہ اور محکوم علیہ ہے یعنی مبتدأ ہے اور قائم محکوم بہ اور مخبر بہ یعنی خبر ہے۔

سوال :۔ اسم کی تعریف سے ہی اسم کی پہچان ہو جاتی ہے تو پھر تعریف کے بعد اسم کی علامات بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :۔ ہر وہ چیز جو خارج میں موجود اور محسوس ہے اس کے دو وجود ہوتے ہیں۔(۱) وجود ذہنی: جو ذہن میں ہو۔(۲) وجود خارجی: جو خارجی جہان میں ہو۔ تعریف کے ذریعے شئی کا وجود ذہنی حاصل ہوتا ہے اور علامات کے ذریعے سے شئی کا وجود خارجی حاصل ہوتا ہے تو اسم کی تعریف سے اسی طرح فعل وحرف کی تعریف سے انکا وجود ذہنی حاصل ہوگا اور انکی علامات سے انکا وجود خارجی حاصل ہوگا علامات کو دیکھ کر الفاظ وکلمات میں اسم وفعل وحرف کو پہچان لیں گے۔

فائدہ :۔ مخبر عنہ اسم کی نشانی اس لئے ہے کہ اھل عرب نے فعل کو صرف مخبر بہ ہونے کیلئے وضع کیا ہے اب اگر فعل کو مخبر عنہ بنایا جائے تو خلاف وضع لازم آئیگا باقی رہا حرف تو وہ جب بذات خود اپنے معنی پر دلالت ہی نہیں کر سکتا تو وہ بے چارہ نہ مخبر عنہ بن سکتا ہے اور نہ ہی مخبر بہ یعنی نہ مسند الیہ ومحکوم علیہ ومبتدأ بن سکتا ہے اور نہ ہی مسند بہ ومحکوم بہ وخبر بن سکتا ہے۔

وَالْاِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ ترجمہ: اور مضاف ہونا جیسے غلام زید (زید کا غلام)

تشریح :۔ اس کا عطف صحۃ پر ہے الاضافۃ سے مراد کونُ الشَّئِ مُضَافًا بِتَقْدِيرِ حَرْفِ الْجَر یعنی اسم کی دوسری علامت کسی لفظ کا بتقدیر حرف جر مضاف ہونا جیسے غلام زید میں لفظ غلام اصل میں غلام لزید تھا اس میں لام حرف جر کو مقدر ومحذوف کر کے غلام کو زید کی طرف مضاف کر دیا تو غلام زید ہوا۔

فائدہ :۔ اضافت اسم کی نشانی اس لئے ہے کہ اضافت یا تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی نکرہ کو معرفہ بناتی ہے جب نکرہ کو معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے جیسے غلام زید۔ یا تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جب نکرہ کو نکرہ کی طرف مضاف کیا جائے جیسے غلام رجل۔ یا تخفیف کا فائدہ دیتی ہے جب اضافت لفظیہ ہو یعنی صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ تینوں چیزیں یعنی تعریف' تخصیص اور تخفیف خاص ہیں اسم کے ساتھ لھذا اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگی اور اس کی علامت ونشانی ہوگی۔

فائدہ :۔ بتقدیر حرف جر کی قید اسلئے لگائی کہ اگر حرف جر مقدر نہ ہو بلکہ مذکور ہو تو فعل بھی مضاف ہوتا ہے جیسے مررت بزید میں مررت فعل بواسطۂ حرف جار لفظی مضاف ومنسوب ہے زید کی طرف۔

فائدہ :۔ بعض نحویوں کا خیال ہے کہ مضاف ہونا اسم کی نشانی ہے نہ کہ مضاف الیہ ہونا کیونکہ مضاف الیہ جیسے اسم ہوتا ہے اسی طرح فعل یا جملہ فعلیہ بھی مضاف الیہ ہوتا ہے جیسے قول باری تعالی یومَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ میں یوم مضاف تو اسم ہے اور ینفع الخ فعل یا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ ہے۔ بعض نحویوں کے ہاں مضاف کی طرح مضاف الیہ ہونا بھی اسم کی علامت ہے باقی جہاں فعل یا جملہ

حل ترکیب :۔ واؤ عاطفہ الاضافۃ کا عطف ہے صحۃ پر لھذا یہ بھی علامۃ مبتدأ کی خبر ہے۔

فعلیہ مضاف الیہ بن رہے ہوں گے تو ان کو مصدر کی تاویل میں کر کے اسم بنایا جائیگا جیسا کہ یہاں یوم ینفع الخ بمعنی یوم نفع الصادقین ہے۔

وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ(۱) ترجمہ: اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل۔

تشریح:۔ اسکا عطف بھی صحۃ پر ہے یعنی اسم کی علامتوں میں سے ایک علامت لام تعریف کا داخل ہونا بھی ہے جیسے الرجل میں لام تعریف اسم پر داخل ہے اور یہ علامت لفظی ہے۔

فائدہ:۔ لام تعریف اسم کی نشانی اس لئے ہے کہ یہ تعریف کا فائدہ دیتا ہے اور تعریف اسم کے ساتھ خاص ہے فعل وحرف میں تعریف وتنکیر کا تصور نہیں ہے لھذا لام تعریف اسم کے ساتھ خاص ہوگا۔ [۱]

فائدہ:۔ مصنفؒ نے لام تعریف کہا تا کہ لام امر ،لام کیؑ اور لام تاکید وغیرہ خارج ہو جائیں۔

سوال:۔ مصنفؒ نے دُخُوْلُ لَامِ التعریف کہا حالانکہ مشہور تو یہ ہے کہ الف لام دونوں تعریف کا فائدہ دیتے ہیں تو دُخُوْلُ الِفِ التَّعْرِيْفِ وَلَامِه کہنا چاہئے تھا؟

جواب:۔ دراصل حرف تعریف میں نحویوں کا اختلاف ہے تین مذھب ہیں (۱) امام سیبویہؒ کے ہاں حرف تعریف صرف لام ہے اور ھمزہ شروع میں صرف ابتداء بالسکون کے محال ہونے کی وجہ سے زیادہ کیا جاتا ہے۔

(۲) امام خلیل بن احمدؒ کا مذھب یہ ہے کہ حرف تعریف مجموعہ الف لام ہے جیسے ھل۔ استفہام کیلئے دو حرفوں کا مجموعہ ہے (۳) امام مبردؒ کے نزدیک حرف تعریف صرف ھمزہ ہے لام اس کے بعد اس لئے زیادہ کیا جاتا ہے تا کہ ھمزہ تعریف اور ھمزہ استفہام میں فرق ہو جائے۔ مصنفؒ کے نزدیک سیبویہ کا مذھب پسندیدہ ہے اس لئے انہوں نے لام التعریف کہا۔

وَالْجَرُّ وَالتَّنْوِيْنُ نَحْوُ بِزَيْدٍ(۲) ترجمہ: اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید۔

تشریح:۔ الجر والتنوین کا عطف لام التعریف پر ہے مطلب یہ ہوگا کہ اسم کی علامت داخل ہونا جر کا اور تنوین کا یہاں

---

(۱) حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ دخول مضاف لام پھر مضاف، التعریف مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا دخول مضاف کا، دخول مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر معطوف ہے صحۃ پر۔

(۲) حل ترکیب:۔ الجر والتنوین مجرور ہوکر معطوف ہیں لام التعریف پر عبارت یوں ہوگی دخول الجر والتنوین۔

[۱] دوسری وجہ یہ ہے کہ لام تعریف معنی مستقل مطابقی کے متعین ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اسم کے علاوہ فعل اور حرف میں نہیں پایا جاتا کیونکہ حرف کا معنی تو بالکل غیر مستقل ہے اور فعل اگر چہ معنی مستقل پر دلالت کرتا ہے مگر وہ معنی مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہے یعنی فعل کا کل معنی مستقل نہیں بلکہ معنی کی ایک جز مستقل ہے اور ایک جز غیر مستقل ہے تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

دخول سے مراد مجاز الحوق ہے کیونکہ دخول کا معنی ہے شروع میں آنا اور لحوق کا معنی ہے آخر میں آنا جر اور تنوین آخر میں لاحق ہوتے ہیں
فائدہ:۔ جر اسم کی علامت اس لئے ہے کہ یہ اثر ہے حرف جار کا اور حرف جر جو مؤثر ہے اسم پر داخل ہوتا ہے لھذا اس کا اثر بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگا تا کہ مؤثر کا بغیر اثر کے پایا جانا لازم نہ آئے جیسے بزید اس کے آخر میں جر ہے با جارہ کی وجہ سے۔

والتنوینُ:۔ اور اسم کی علامت تنوین کا آخر میں ہونا ہے۔ اور تنوین وہ نون ساکن ہے جو پڑھنے میں آئے اور لکھنے میں نہ آئے۔ پھر تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔(۱) تنوین تمکن: جو اسم کے متمکن و منصرف ہونے پر دلالت کرے جیسے زید وغیرہ۔(۲) تنوین تنکیر:۔ جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہ اس کا معنی ہے اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا (چپ کر کسی وقت چپ کرنا) (۳) تنوین تقابل: جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں آئے جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں جیسے مسلمات میں تنوین مسلمون کے نون کے مقابلے میں ہے۔(۴) تنوین عوض: جو مضاف الیہ کے عوض مضاف کے آخر میں آئے جیسے یومئذ حینئذ ۔اصل میں یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا' حِیْنَ اِذْ کَانَ کَذَا تھا کان کذا جملہ مضاف الیہ کو حذف کر کے اسکے عوض یوم اذ حین۔ اذ کے آخر میں تنوین لے آئے تو یومئذ حینئذ ہوگئے (۵) تنوین ترنم: جو سر لگانے کیلئے اشعار کے آخر میں آتی ہے

جیسے۔ اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

العتابن اور اصابن میں تنوین ترنم ہے۔ ان پانچ قسموں میں سے تنوین ترنم تو فعل و حرف میں بھی پائی جاتی ہے جیسے اصابن فعل ہے اس میں تنوین ترنم ہے حرف کی مثال قدِ قد حرف کے آخر میں تنوین ترنم ہے باقی چار اسم کے ساتھ خاص ہیں چونکہ اکثر تناوین اسم کے ساتھ خاص ہیں اس لئے لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُل کے قاعدہ سے مطلق تنوین کو اسم کی علامت شمار کیا۔

فائدہ: تنوین اسم کی نشانی کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن چیزوں کیلئے یہ چار تنوینیں آتی ہیں یعنی تمکن تنکیر وغیرہ یہ سب اسم میں پائی جاتی ہیں لھذا یہ چار تنوینیں بھی اسم کے ساتھ خاص ہونگی تفصیل انشاء اللہ حروف کی بحث میں آئیگی

وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ

ترجمہ:۔ اور تثنیہ ہونا اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور مصغر ہونا اور منادی ہونا۔

تشریح:۔ اس عبارت کا عطف صحۃ یا دخول پر ہے مطلب یہ ہوگا اسم کی علامت تثنیہ اور جمع الخ ہونا ہے تثنیہ اور جمع اس لئے اسم کی علامات ہیں کہ یہ تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور تعدد فعل اور حرف میں نہیں ہوتا صرف اسم میں ہوتا ہے جیسے رجلان دو مرد رجال بہت سارے مرد۔

حل ترکیب:۔ التثنیہ معطوف علیہ اپنے سب معطوفات سے مل کر معطوف ہے دخول پر یا صحۃ پر۔

سوال:۔تثنیہ اور جمع تو فعل میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے ضَرَبَا وَضَرَبُوْا تو یہ اسم کی نشانی کیسے بنے؟

جواب:۔فعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا اور ظاہر میں جو تثنیہ اور جمع معلوم ہوتا ہے درحقیقت وہ فعل کا فاعل تثنیہ اور جمع ہوتا ہے اور فاعل اسم ہوتا ہے جیسے ضربا میں الف تثنیہ کی ضمیر بارز ہے جو فعل کا فاعل ہے اور ضربوا میں واؤ جمع کی ضمیر بارز ہے جو فعل کا فاعل ہے اور ضمیر بارز اسم ہے۔

وَالنَّعْتُ:اسم کی علامت کلمہ کا صفت ہونا بھی ہے یہ اس لئے نشانی ہے کہ کسی شئی کا صفت ہونا شئی کے زائد معنی پر دلالت کرنے کیلئے ہے اور زیادتی والا معنی اسم میں پایا جاتا ہے فعل اور حرف زیادتی کو قبول نہیں کرتے۔

اعتراض:فعل بھی صفت بنتا ہے جیسے جاء نی رجل یضرب میں یضرب فعل یا جملہ فعلیہ ہے رجل موصوف کی صفت ہے

جواب:۔جہاں بھی فعل یا جملہ فعلیہ صفت ہوگا وہ اسم مفرد کی تاویل میں ہوگا یہاں بھی یضرب بمعنی ضارب ہے تو عبارت بن جائیگی جاء نی رجل ضارب۔

والتَّصْغِيْرُ:۔یعنی کسی شئی کا مصغر ہونا بھی اسم کی علامت ہے اس لئے کہ تصغیر یعنی مصغر ہونا یہ شئی کی حقارت پر دلالت کرتا ہے اور فعل وحرف حقارت کو قبول نہیں کرتے جیسے رَجُلٌ سے رُجَيْلٌ چھوٹا مرد۔

وَالنِدَاء:۔کسی لفظ کا منادی ہونا بھی اسم کی علامت ہے یہ اس لئے کہ منادی ہونا اثر ہے حرف نداء کا اور حرف نداء اسم کے ساتھ خاص ہے لھذا اس کا اثر بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگا تا کہ مؤثر کا بغیر اثر کے ہونا لازم نہ آئے۔

فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ ترجمہ:۔پس تحقیق یہ سب علامات اسم کے خاصے ہیں۔

تشریح:۔یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔یہ ہے کہ علامت کسی چیز کی وہ ہوتی ہے جو اس سے جدا نہ ہو اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اسموں پر تنوین اور لام تعریف داخل نہیں ہوتے جیسے ضمائر اور اسمائے اشارہ۔لھذا یہ اسم کی علامات نہیں ہیں۔

جواب:۔مصنفؒ نے جواب دیا کہ علامت سے مراد خاصہ ہے اور خاصہ کسی چیز کا وہ ہوتا ہے جو اسکے علاوہ کسی دوسری چیز میں نہ پایا جائے۔پھر خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شاملہ:۔وہ ہے جو اس چیز کے سارے افراد میں پایا جائے۔(۲) غیر شاملہ:وہ ہے جو اس

حل ترکیب:۔فافصیحیہ ہے شرط یہاں محذوف ہے اذا علمت ان ھذہ علامات الاسم یعنی جب تو نے جان لیا کہ تحقیق یہ سب اسم کی علامات ہیں تو پس جان لیجئے کہ بے شک یہ سب علامات اسم کے خاصے ہیں انّ حرف کل مضاف ھذہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر ان کا اسم خواص الاسم مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر۔

کے سارے افراد میں نہ پایا جائے بلکہ بعض میں ہو۔اور یہ علامات خاصے غیر شاملہ ہیں اسم کے علاوہ فعل اور حرف میں نہیں پائے جاتے پھر بعض اسموں میں کوئی خاصہ،ور بعض میں کوئی دوسرا خاصہ پایا جاتا ہے۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْمَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَاً (۱)

ترجمہ:۔اور معنی اخبار عنہ کا یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے بوجہ ہونے اس کے فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ یا مبتدأ۔

تشریح:۔چونکہ بقیہ خواص وعلامات کی مراد واضح تھی اس لئے تفسیر وتشریح کی ضرورت نہ تھی اور اسم کی علامت الاخبار عنہ کی مراد واضح نہ تھی تو وضاحت کردی۔الاخبار عنہ سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ مراد اس سے صرف مبتدأ ہونا ہے فاعل اور نائب فاعل ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ مبتدأ کے علاوہ کوئی اور چیز مخبر عنہ نہیں ہوتی مخبر عنہ کا لفظ صرف مبتدأ پر بولا جاتا ہے تو مصنف نے اس عبارت سے واضح کیا کہ مخبر عنہ سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے لھذا یہ فاعل اور نائب فاعل کو بھی شامل ہے۔اگر مصنف اس طرح فرماتے کہ علامتہ صحۃ کونہ محکوما علیہ تو وضاحت کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وِسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى (۲)

ترجمہ:۔اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا اسم بوجہ بلند ہونے اس کے اپنے دونوں قسیموں پر نہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے معنی پر علامت ہے۔

تشریح:۔اس عبارت کی غرض اسم کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے پھر اسم کے اصل کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے بصریوں کے نزدیک اِسْمٌ اصل میں سِمْوٌ تھا (بکسر سین وسکون میم) بمعنی بلند ہونا دلیل اس اصل کی یہ ہے کہ اِسْمٌ کی جمع اَسْمَاءٌ اور اَسَامِی آتی ہے اور تصغیر سُمَيِّی آتی ہے جو اصل میں سُمَيْوٌ تھا اور تصغیر اور جمع ہی سے لفظ کی اصل معلوم ہوتی ہے معلوم ہوا کہ یہ لفظ ناقص واوی

---

(۱) حل ترکیب:۔معنی مضاف الاخبار مصدر معرف باللام عنہ جار مجرور ظرف ا[illegible] کے متعلق مصدر اپنے متعلق سے مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدأ ان مصدر یہ ناصبہ یکون فعل از افعال ناقصہ ھو ضمیر مستتر اسم محکوما صیغہ صفت اسم مفعول علیہ جار مجرور اس کا نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر خبر،لام جار کون فعل ناقص مضاف ہ ضمیر محلا مجرور مضاف الیہ معنی مرفوع اسم فاعلا معطوف علیہ او عاطفہ مفعولا معطوف او عاطفہ مبتدأ معطوف معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر خبر،کون اسم وخبر سے ملکر مجرور،جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یکون کے،یکون اپنے اسم وخبر ومتعلق سے ملکر بتاویل مصدر خبر ہے۔

(۲) حل ترکیب:۔واؤ عاطفہ یا استینافیہ یسمی فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل اسما مفعول بہ لام حرف جر سمو مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ علی جار قسیمیہ مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق سمو کے سمو مضاف،اپنے مضاف الیہ ومتعلق سے ملکر مجرور جار اپنے مجرور سے ملکر معطوف علیہ لا عاطفہ لام جار کون فعل ناقص مضاف ہ ضمیر محلا مجرور مضاف الیہ معنی مرفوع اسم،وسما موصوف علی المعنی جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائنا کے ہوکر صفت ہے وسما کی،موصوف صفت سے ملکر خبر کون اپنے اسم وخبر سے مل کر مجرور،جار مجرور سے ملکر معطوف ہے لسموہ پر۔معطوف علیہ معطوف سے ملکر ظرف لغو متعلق یسمی کے فعل اپنے نائب فاعل مفعول اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ہے پھر واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض شروع میں ھمزہ وصلی مکسور لے آئے پھر سین کو تخفیفا ساکن کر دیا تو اسم ہو گیا تو نحوی اسم کا نام اسم اس لئے رکھا گیا کہ اسم کا معنی ہے بلند ہونا چونکہ یہ اپنے دونوں قسیموں یعنی فعل وحرف سے بلند ہے کہ تنہا اسم سے کلام مرکب ہو جاتی ہے کیونکہ اسم مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی جیسے زید قائم بخلاف فعل اور حرف کے کہ تنہا ان سے کلام نہیں بنتی کیونکہ فعل صرف مسند ہوتا ہے مسند الیہ نہیں ہوتا اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ۔

کوفیوں کے نزدیک یہ اصل میں وسم تھا بمعنی علامت واؤ مکسور کو ھمزہ سے بدلا جیسے وشاح سے اشاح چونکہ اسم اپنے معنی مدلول ومسمی پر علامت ہوتا ہے اس لئے نحوی اسم کا نام اسم رکھا گیا۔ مصنفؒ کے نزدیک بصریوں کا مذہب راجح ہے کیونکہ کوفیوں والی وجہ تسمیہ تو فعل میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ فعل بھی اپنے معنی اور مدلول پر علامت ہوتا ہے تو اس کا نام بھی پھر اسم رکھنا چاہئے حالانکہ نہیں رکھتے لهذا البصریوں والی وجہ تسمیہ راجح ہے۔ اور مصنف کا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ لاالکونہ سے کوفیوں کے مذہب کو رد کر دیا ہے۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى كَضَرَبَ' يَضْرِبُ' اِضْرِبْ

ترجمہ:۔ اور فعل کی تعریف' فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ہونے والا ہو اس کی ذات میں ایسی دلالت جو مقترن ہو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ جیسے ضَرَبَ' یَضْرِبُ' اُضْرِبْ۔

تشریح:۔ اسم کی تعریف وعلامات بیان کرنے کے بعد اب فعل کی تعریف وعلامات بیان کرتے ہیں حاصل یہ ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے اور اس کا معنی تین زمانوں (ماضی' حال' مستقبل) میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے ضرب' یضرب' اضرب۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں لفظ کلمۃ جنس ہے جو معرَّف یعنی فعل اور غیر معرَّف یعنی اسم وحرف سب کو شامل ہے تدل علی معنی فی نفسہا فصل اول ہے اس سے حرف خارج ہو گیا کیونکہ یہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کرتا اور دلالۃ مقترنۃ بزمان ذلک المعنی یہ فصل ثانی ہے اس سے اسم خارج ہو گیا کیونکہ اس میں زمانہ نہیں ہوتا۔ [1]

حل ترکیب:۔ حد الفعل مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ کلمۃ موصوف تدل فعل ھی ضمیر فاعل علی جار معنی موصوف فی نفسہا جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائن کے ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق تدل کے یا فی نفسہا بمعنی بنفسہا ہو کر ظرف لغو متعلق تدل کے۔ دلالۃ موصوف مقترنۃ صیغہ صفت اسم فاعل ھی ضمیر فاعل با جار زمان مضاف ذٰلک اسم اشارہ المعنی مشار الیہ اسم اشارہ مشار الیہ سے ملکر مضاف الیہ' مضاف الیہ سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مقترنۃ کے' مقترنۃ اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر صفت' دلالۃ موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول مطلق تدل کا' تدل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول مطلق سے ملکر صفت' کلمۃ موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر ہے مبتدأ محذوف ھی کی۔ ھی ضمیر منفصل راجع بسوئے حد الفعل مبتدأ مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے حد الفعل مبتدأ کی۔ مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

[1] سوال:۔ آپ کی تعریف جامع مانع نہیں کیونکہ افعال منسلخہ یعنی جو زمانے سے خالی ہیں یعنی افعال مدح وذم (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

سوال:۔فعل کی تعریف فعل مضارع پر سچی نہیں آتی کیونکہ فعل مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں حال اور مستقبل اور آپ نے فعل کی تعریف کی ہے کہ اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا ہو تو یہ تعریف جامع نہیں۔

جواب:۔فعل مضارع میں جب دو زمانے ہیں تو دو کے ضمن میں ایک بطریق اولی ہے لھذا تعریف اس پر سچی آئیگی مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

وَعَلَامَتُه اَنْ يَصِحَّ الْاِخْبَارُ بِه لَاعَنْهُ (۱) ترجمہ:۔اور علامت اس فعل کی یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔

تشریح:۔یعنی اس کو مخبر بہ ومحکوم بہ ومسند بہ اور خبر بنانا صحیح ہو۔مخبر عنہ ومسند الیہ ومحکوم علیہ ومبتدأ بنانا صحیح نہ ہو۔اگر مسند بہ اور مسند الیہ دونوں بنانا صحیح ہوں تو وہ اسم ہے اگر صرف مسند بہ بنانا صحیح ہو مسند الیہ بنانا صحیح نہ ہو تو یہ فعل ہے مخبر بہ ہونا فعل کی علامت اس لئے ہے کہ فعل عرض ہے یعنی غیر کے ساتھ قائم ہونے والا ہے اور اعراض صرف مسند بہ ہوتے ہیں۔

وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ (۲) ترجمہ:۔اور داخل ہونا قد اور سین اور سوف اور جزم کا۔

تشریح:۔اس عبارت کا عطف ان یصح پر ہے فعل کی دوسری علامت قد کا داخل ہونا ہے قد اس لئے فعل کی علامت ہے کہ قد ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اور کبھی تحقیق اور کبھی تقلیل کیلئے آتا ہے یہ سب باتیں فعل میں پائی جاتی ہیں لھذا یہ فعل کی علامت ہے۔تیسری علامت سین کا شروع میں آنا اور چوتھی علامت سوف کا شروع میں آنا یہ دونوں اس لئے علامت ہیں کہ یہ استقبال کا معنی دیتے ہیں۔پھر سین استقبال قریب کے لئے اور سوف استقبال بعید کے لئے ہے اور زمانہ استقبال صرف فعل میں پایا جاتا ہے لھذا یہ دونوں فعل کی علامتیں ہیں۔پانچویں علامت جزم کا آخر میں آنا یہ اس لئے علامت ہے کہ یہ اثر ہے حروف جازمہ کا اور حروف جازمہ جو مؤثر ہیں وہ فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں لھذا ان کا اثر بھی فعل کے ساتھ خاص ہوگا تا کہ مؤثر کا بغیر اثر کے پایا جانا لازم نہ آئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جیسے نعم اور بئس وغیرہ یہ خارج ہو جائیں گے حالانکہ یہ معرف کے افراد ہیں اور اسمائے افعال جن میں زمانہ ہوتا ہے جیسے هیهات شتان وغیرہ یہ داخل ہو جائیں گے حالانکہ یہ معرف کے غیر ہیں؟

جواب:۔دلالۃ مقترنۃ بزمان الخ میں جو اقتران زمانی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ معنی باعتبار وضع کے زمانہ سے مقترن ہو ملا ہوا ہو، نہ یہ کہ استعمال میں زمانہ نہ پایا جائے نعم اور بئس کو اب تعریف شامل ہوگی کیونکہ باعتبار وضع کے ان میں زمانہ تھا اگرچہ استعمال میں جاتا رہا اور اسمائے افعال کو شامل نہیں کیونکہ باعتبار وضع کے ان میں زمانہ نہیں تھا اگرچہ استعمال میں زمانہ پایا جاتا ہے لھذا یہ تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی۔

(۱) حل ترکیب:۔علامتہ مبتدأ ان مصدریہ ناصبہ یصح فعل الاخبار مصدر معرف باللام بہ جار مجرور ظرف لغو الاخبار کے متعلق لا عاطفہ عنہ جار مجرور کا عطف بہ پر پھر الاخبار فاعل یصح اپنے فاعل سے ملکر بتاویل مفرد خبر۔

(۲) حل ترکیب:دخول مضاف قد معطوف علیہ السین وسوف والجزم معطوفات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر مضاف الیہ مضاف الیہ سے ملکر معطوف ہے ان یصح پر۔

وَالتَّصْرِيْفُ إِلَى الْمَاضِيْ وَالْمُضَارِعِ (۱) ترجمہ:۔اور ماضی اور مضارع کی طرف پھیرنا۔

تشریح: کسی کلمہ کا ماضی اور مضارع ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے ضرب یضرب اس لئے کہ ماضی اور مضارع کی طرف پھرنا اور تقسیم ہونا باعتبار زمانہ کے ہوگا اور زمانہ صرف فعل میں پایا جاتا ہے۔

وَكَوْنِهٖ أَمْرًا أَوْنَهْيًا (۲) ترجمہ:۔اور امر یا نھی ہونا۔

تشریح:۔کسی کلمہ کا امر یا نھی ہونا بھی فعل کی علامت ہے یعنی جو کلمہ امر یا نھی ہوگا وہ فعل ہوگا جیسے اضرب لاتضرب اس لئے کہ یہ دونوں طلب کیلئے آتے ہیں اور طلب صرف فعل میں ہوتی ہے۔

وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ (۳) ترجمہ:۔اور متصل ہونا ضمائر بارزہ مرفوعہ کا جیسے ضربت۔

تشریح:۔کسی کلمہ کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع کا متصل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جس کلمہ کے ساتھ یہ ضمیر متصل ہوگی وہ فعل ہوگا جیسے ضربت میں ت ضمیر بارز مرفوع متصل ہے اور ضربت میں ت ضمیر بارز مرفوع متصل ہے اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں ت ضمیر بارز مرفوع متصل ہے ضربنا جمع متکلم میں نا ضمیر بارز مرفوع متصل ہے۔ضمیر بارز مرفوع کا متصل ہونا اس لئے علامت ہے کہ یہ ضمیر فاعل ہوتی ہے اور فاعل فعل کا ہوتا ہے۔

وَتَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ (۴) ترجمہ:۔اور تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربت۔

تشریح:۔یہ اس لئے علامت ہے کیونکہ تائے تانیث ساکنہ فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے اور فاعل فعل کا ہوتا ہے۔[ل]

وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ (۵) ترجمہ:۔اور تاکید کے دونون (یعنی نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا)۔

---

(۱) حل ترکیب:۔التصریف مصدر معرف باللام الی جار الماضی معطوف علیہ المضارع معطوف پھر جار مجرور ظرف لغو متعلق مصدر کے پھر اس کا عطف ہے ان یصح پر۔(۲) حل ترکیب: کون مصدر فعل ناقص ہ ضمیر اسم امرا او نھیا معطوف علیہ معطوف، سے مل کر خبر کون اپنے اسم وخبر سے ملکر معطوف ہے ان یصح پر۔

(۳) حل ترکیب:۔اتصال مضاف الضمائر موصوف البارزۃ صفت اول المرفوعۃ صفت ثانی۔موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف ہے ان یصح پر۔

(۴) حل ترکیب:۔تاء مضاف التانیث مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر موصوف الساکنۃ صفت موصوف صفت سے ملکر معطوف ہے الضمائر پر۔

[ل] فائدہ:۔تائے تانیث متحرکہ اسم کی نشانی ہے تو اس کے مقابلے میں تائے تانیث ساکنہ کو فعل کی نشانی بنادیا برعکس نہیں کیا کیونکہ اسم خفیف ہے اور فعل ثقیل ہے ادھر تاء ساکنہ خفیف ہے اور تاء متحرکہ ثقیل ہے تو خفیف کو ثقیل اور ثقیل کو خفیف علامت دیدی تا کہ برابری ہو جائے۔

(۵) حل ترکیب:۔نونی مضاف التاکید مضاف الیہ پھر اس کا عطف ہے الضمائر پر۔

تشریح: یہ اس لئے علامت ہیں کہ یہ دونوں نون طلب کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور طلب والا معنیٰ فعل میں پایا جاتا ہے

فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ (۱)　　ترجمہ:۔پس تحقیق یہ سب علامتیں فعل کے خاصے ہیں۔

تشریح:۔یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے کہ علامت کسی شئی کی وہ چیز ہوتی ہے جو اس سے کبھی جدا نہ ہو اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض نشانیاں فعل سے جدا ہیں مثلاً نون تاکید فعل ماضی میں لاحق نہیں ہوتا اور تائے تانیث ساکنہ مضارع کے ساتھ لاحق نہیں ہوتی لھذا یہ فعل کی علامتیں نہیں ہونی چاہئیں۔

جواب:۔مصنف نے جواب دیا کہ علامت سے مراد خاصہ ہے اور خَاصَّةُ الشَّئِ مَا يُوْجَدُ فِيْهِ وَلَا يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِهٖ (خاصہ کسی شئی کا وہ ہوتا ہے جو صرف اسی میں پایا جائے اس کے غیر میں نہ پایا جائے)۔

پھر خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شاملہ:۔جو اپنے تمام افراد کو شامل ہو۔(۲) غیر شاملہ:۔جو بعض میں پایا جائے اور بعض میں نہ پایا جائے۔ اور یہ علامات فعل کے خاصے غیر شاملہ ہیں اگر فعل کے بعض افراد میں بعض نہیں پائے جاتے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ غیر میں تو بہر حال نہیں پائے جاتے۔

وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ (۲) ترجمہ:۔اور معنی اخبار بہ کا یہ ہے کہ ہو وہ فعل محکوم بہ۔

تشریح:۔چونکہ اخبار بہ کی مراد واضح نہ تھی کیونکہ شبہ ہو سکتا تھا کہ امر و نہی کو مخبر بہ ہونا شامل نہیں کیونکہ یہ خبر نہیں بلکہ انشاء ہیں تو پھر اخبار بہ کے معنی بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ مخبر بہ سے مراد محکوم بہ ہے اور یہ لفظ امر اور نہی کو بھی شامل ہوتا ہے۔

وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً (۳)

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس فعل کا فعل اپنے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ اصل مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے

---

(۱) حل ترکیب:۔فا فصیحیہ یا تفریعیہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل کل ھذہ اسم۔خواص الفعل خبر۔ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) حل ترکیب:۔معنی مضاف الاخبار مصدر معرف باللام بہ جار مجرور ظرف لغو متعلق الاخبار کے الاخبار اپنے متعلق سے ملکر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ان مصدریہ یکون فعل از افعال ناقصہ ہو ضمیر در و مستتر اسم محکوما اسم مفعول صیغہ صفت کا بہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر یکون کی یکون اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر ہو کر خبر مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) حل ترکیب:۔یسمی فعل مجہول ہو ضمیر مستتر نائب فاعل فعلا مفعول بہ باسم اصلہ جار مجرور ظرف لغو متعلق یسمی کے واؤ اعتراضیہ ہو مبتدا المصدر خبر مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ معترضہ ہوا۔لام جارہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل المصدر اسم ہو مبتدا فعل الفاعل مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبہم ممیز حقیقۃ تمییز ممیز تمییز سے ملکر خبر ہو مبتدا کی مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ان کی خبر　ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہو کر خبر۔ہے مبتدا محذوف ھذا کی۔

تشریح: ۔ یہاں سے مصنف فعل کی وجہ تسمیہ ذکر کر رہے ہیں کہ نحوی فعل کو فعل اس لئے کہتے ہیں کہ فعل حقیقۃ نام تھا مصدر کا جو کہ نحویوں کے فعل کی اصل ہے تو اصل والا نام اٹھا کر فرع کو دیدیا تسمیة الفرع باسم الاصل مصدر اصل اس لئے ہے کہ فعل مصدر سے مشتق ہے اور مصدر مشتق منہ ہے مشتق منہ اصل ہوتا ہے اور مشتق اس کی فرع ہوتی ہے [1]

وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لاتَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْو مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ ... دُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ

ترجمہ: ۔ اور تعریف حرف کی کہ وہ حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے اپنے معنی پر بذات خود بلکہ دلالت کرے اپنے معنی پر اپنے غیر کے ساتھ مل کر ۔ جیسے مــن پس تحقیق معنی اسکا ہے ابتداء خاص اور وہ لفظ مــن اس ابتدائے خاص پر دلالت نہیں کرتا مگر بعد ذکر کرنے اس چیز کے جس سے ابتداء ہوشل بصرہ اور کوفہ کے ۔ مثلا تو کہے گا سرت من البصرة الی الكوفة (سیر کی میں نے بصرہ سے کوفہ تک)

تشریح: ۔ فعل کی تعریف اور علامات سے فارغ ہو کر اب مصنف حرف کی تعریف اور علامات بیان فرماتے ہیں حاصل تعریف کا یہ ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی خاص پر خود بخود دلالت نہ کرے بلکہ اس پر دلالت کرنے میں اور کلمہ ملانے کی ضرورت ہو جیسے لفظ من کا معنی ہے خاص ابتداء یعنی کسی خاص جگہ سے شروع کرنا تو یہ لفظ من اس خاص معنی پر اس وقت تک دلالت نہیں کریگا جب تک خاص جگہ کا ذکر نہ کریں جیسے البصره یا الكوفة وغیرہ یا سرت من البصرة تو اس وقت معنی سمجھ آئیگا کہ سیر کی ابتداء بصرہ سے ہوئی ۔

فوائد قیود: ۔ حرف معرّف اور محدود ہے كلمة الخ تعریف معرّف اور حد ہے اس میں لفظ كلمة درجہ جنس میں ہے معرّف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی یعنی اسم و فعل کو بھی شامل ہے لا تدل الخ فصل ہے اس سے اسم و فعل دونوں خارج ہو جائیں گے کیونکہ وہ معنی پر خود بخود دلالت کرتے ہیں تو یہ تعریف جامع مانع ہے ۔

---

[1] فائدہ: ۔ بعض کہتے ہیں کہ مصدر جز ہے اور فعل نحوی کل ہے کیونکہ فعل مرکب ہے تین چیزوں سے معنی مصدر اور زمان اور نسبت الی الفاعل سے تو ایک جز مصدر بھی ہے تو فعل دراصل نام تھا مصدر کا جو کہ جز ہے تو جز والا نام کل کو دیدیا اسکو اصطلاح میں کہتے ہیں تسمیۃ الکل باسم الجز ۔

حل ترکیب: ۔ واؤ عاطفہ یا استینافیہ حد الحرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ کلمة موصوف لا تدل علی معنی فی نفسھا معطوف علیہ بل اضرابیہ عاطفہ تدل علی معنی فی غیرھا معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت، موصوف صفت سے مل کر خبر مبتدأ محذوف کی جو کہ ھی ہے ھی ضمیر منفصل راجع بسوئے حد الحرف مرفوع محلا مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے حد الحرف مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان حرف معناھا اسکا اسم الابتداء خبر۔ ھی مبتدأ لا تدل فعل ضمیر فاعل علیہ جار مجرور ظرف لغو متعلق لا تدل کے الاحرف استثناء بعد مضاف ذکر پھر مضاف ما موصولہ منہ ظرف مستقر خبر مقدم الابتداء مبتدأ مؤخر پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مضاف الیہ ذکر مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ بعد ظرف کا مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مستثنی مفرغ ہو کر مفعول فیہ مستثنی منہ (فی وقت من الاوقات) محذوف ہے لا تدل اپنے فاعل متعلق و مفعول فیہ سے مل کر خبر۔ مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وَعَلامَتُه اَنْ لَّايَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلَابِهٖ وَاَنْ لَّايَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَاعَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ(۱)

ترجمہ:۔اور علامت اس حرف کی یہ ہے کہ نہ صحیح ہو اس کا مخبر عنہ ہونا اور نہ ہی مخبر بہ ہونا اور یہ کہ نہ قبول کرے اسم و فعل کی علامات کو۔

تشریح:۔حرف مخبر عنہ اور مخبر بہ یعنی مبتدأ فاعل، نائب فاعل اور خبر اس لئے نہیں بن سکتا کہ اس کا معنی غیر مستقل ہے اور مخبر عنہ اور مخبر بہ بننے کیلئے معنی کا مستقل ہونا ضروری ہے۔

وَلِلْحَرْفِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ کَالرَّبْطِ بَیْنَ الْاِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ اَوِ الْفِعْلَیْنِ نَحْو اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ کَضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ اَوِ الْجُمْلَتَیْنِ نَحْواِنْ جَاءَ نِیْ زَیْدٌاَکْرَمْتُه وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِیْ تَعْرِفُهَا فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰی(۲)

ترجمہ:۔اور حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زید فی الدار یا دو فعلوں میں جیسے اُرِیْدَ اَنْ تَضْرِب یا اسم اور فعل میں جیسے ضربتُ بالْخَشْبَةِ یا دو جملوں میں جیسے اِنْ جاءَ نِیْ زَیْدٌ اَکْرَمْتُه اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تو معلوم کرے گا قسم ثالث میں ان شاء اللّٰہ تعالی ۔

تشریح:۔یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے۔سوال:۔یہ ہے کہ حرف جب نہ مخبر عنہ و مسند الیہ ہوتا ہے اور نہ مخبر بہ و مسند تو پھر اس سے بحث کرنا بیکار ہے؟ جواب:۔مصنف نے جواب دیا کہ حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں لھذا بحث کرنا بیکار نہیں ہے مثلاً دو اسموں میں ربط پیدا کرتا ہے جیسے زید فی الدار (زید گھر میں ہے) اس مثال میں اگر حرف فی نہ ہوتا تو زید کا گھر میں ہونا نہ سمجھا جاتا جب کہ مقصود یہی ہے۔فی کے بغیر معنی یوں بنتا ہے کہ زید گھر ہے یہ معنی بالکل غلط تھا یا دو فعلوں میں ربط پیدا کرتا ہے جیسے ارید ان تضرب (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو مارے) اس مثال میں ان حرف مصدر نے ارید اور تضرب دو فعلوں میں ربط دیا کیونکہ مقصود تھا کہ تضرب کو ارید فعل کا مفعول بنانا اور یہ بغیر ان مصدریہ کے نہیں بن سکتا یا اسم و فعل میں ربط دیتا ہے جیسے ضربت بالخشبة (مارا میں نے لکڑی کے ساتھ) اس مثال میں با حرف جر نے ربط دیا ہے اس لئے کہ اس جگہ مقصود ہے خشبہ کو ضرب کا آلہ اور واسطہ بنانا اور یہ مقصود بغیر با کے حاصل نہیں ہو سکتا اگر با کو گرا دیں ضربت الخشبة پڑھیں تو معنی ہو گا مارا میں نے لکڑی کو اور یہ معنی بالکل غلط ہے یا دو جملوں میں ربط دیتا ہے جیسے ان جاء نی زید اکرمته (اگر زید میرے پاس آیا تو میں اس کی عزت کروں گا) اس مثال میں ان حرف شرط نے ربط دیا ہے اور مقصود اس مثال سے اکرام کو مَجِیْئَت کے ساتھ معلق کرنا

---

(۱) حل ترکیب:۔علامته مبتدأ ان لایصح الخ کی ترکیب حسب سابق ہے پھر یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ ان لایقبل الخ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر بتاویل مصدر مفرد ہو کر خبر۔(۲) حل ترکیب:۔للحرف جار مجرور ظرف مستقر خبر مقدم فوائد موصوف مؤخر فی کلام العرب جار مجرور ظرف مستقر کائنة سے متعلق ہو کر صفت مقدم موصوف صفت سے مل کر مبتدأ مؤخر۔باقی ترکیب واضح ہے۔

ہے اور یہ مقصود بغیر حرف شرط کے حاصل نہیں ہوسکتا۔

وَيُسَمّٰى حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِي الْكَلَامِ حَرْفًا اَىْ طَرْفًا (۱)

ترجمہ:۔اور نام رکھا جاتا ہے اس کا حرف بوجہ واقع ہونے اس کے کلام میں ایک طرف۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنف حرف کی وجہ تسمیہ بتلاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حرف نحوی کا نام حرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ حرف کا معنی ہے طرف اور طرف کا معنی ہے کنارہ جیسے جَلَسْتُ حَرْفَ الْوَادِىْ اَىْ طَرْفَ الْوَادِىْ (بیٹھا میں وادی کے کنارے پر) تو چونکہ حرف نحوی بھی کلام کی ایک طرف میں یعنی ایک جانب میں واقع ہوتا ہے اسی لئے اس کا نام حرف رکھدیا گیا۔

اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ (۲)

ترجمہ:۔اس لئے کہ یہ حرف نہیں ہوتا مقصود بالذات مثل مسند اور مسند الیہ کے۔

تشریح:۔ یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے سوال:۔ہم نہیں مانتے کہ حرف کلام کی ایک طرف میں واقع ہوتا ہے کیونکہ زید فی الدار میں حرف فی اور ارید ان تضرب میں حرف ان ضربت بالخشبة میں حرف باء درمیان میں واقع ہیں؟

فَصْلٌ: اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ (۳) ترجمہ:۔کلام وہ لفظ ہے جو اپنے اندر لینے والا ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ۔

تشریح:۔نحو کے دو موضوع ہیں کلمہ اور کلام، کلمہ کی تعریف اور اس کے اقسام کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف ؒ نحو کے دوسرے موضوع کلام کی تعریف اور اس کے اقسام کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:۔طرف میں واقع ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کنارے پر واقع ہوتا ہے درمیان میں نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ مقصود بالذات نہیں جیسے مسند اور مسند الیہ مقصود بالذات ہیں تو کلام میں مقصود بالذات صرف مسند اور مسند الیہ ہیں اور حرف چونکہ نہ مسند ہوتا ہے اور نہ ہی مسند الیہ تو گویا کہ یہ کلام کی ایک طرف میں واقع ہے۔

---

(۱) حل ترکیب:۔یسمی فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل حرفا مفعول بہ لوقوعہ جار مجرور ظرف لغو متعلق یسمی کے فی الکلام جار مجرور ظرف لغو متعلق وقوع مصدر کے حرفا حال ہے وقوعہ کی ضمیر سے ای حرف تفسیر طرفا تفسیر ہے حرفا کی۔

(۲) حل ترکیب!۔اذ تعلیلیہ لیس فعل از افعال ناقصہ ھو ضمیر اسم، مقصودا خبر بالذات جار مجرور ظرف لغو متعلق ہے مقصودا کے۔مثل مضاف، المسند معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، المسند الیہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر خبر مبتدا محذوف ہوکی جو راجع ہے مقصود بالذات کی طرف۔

(۳) حل ترکیب:۔الکلام مبتدا لفظ موصوف تضمن فعل ھو فاعل کلمتین مفعول بہ بالاسناد متعلق تضمن کے یا ظرف مستقر متعلق ہے کائنا کے کائنا اپنے متعلق سے ملکر صفت ہے تضمنا موصوف محذوف کی تضمنا موصوف اپنی صفت سے ملکر مفعول مطلق ہے تضمن فعل کا تضمن فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے ملکر یا اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول مطلق سے ملکر صفت ہے لفظ کی موصوف صفت سے ملکر خبر الکلام مبتدا کی۔

فوائد قیود:۔الکلام معرّف اورمحدود ہے لفظ الخ تعریف،معرّ ف اورحد ہےتعریف میں لفظ کالفظ درجۂ جنس میں ہے کلام کو بھی شامل ہےاورکلام کے غیرمثلاًمہملات مفردات اورمرکبات غیرکلامیہ یعنی مرکب ناقص وغیرہ کوبھی شامل ہے۔ تـضـمـن کلمتین فصل اول ہےاس سے مہملات جیسے جسق اورمفردات جیسے زید و عمرو خارج ہوگئے کیونکہ مہمل بالکل کلمہ ہی نہیں اورمفردکلمہ تو ہےمگرایک ہےکلام کیلئے دوکلموں کا ہوناضروری ہے۔بـالاسناد یہ فصل ثانی ہےاس سے مرکبات غیرکلامیہ یعنی مرکب اضافی وتوصیفی خارج ہوگئے جیسے غـلام زید، رجل فاضل ۔کیونکہ یہ اگرچہ دوکلموں سے مرکب ہیں مگران میں اسنادنہیں کیونکہ اسناد کیلئے منداورمندالیہ کاہوناضروری ہے غلام زید مضاف مضاف الیہ سےملکریافقط مند ہے یافقط مندالیہ۔اسی طرح رجل فـاضـل یامند ہے یامندالیہ ہےاب تعریف صرف مرکبات کلامیہ یعنی مرکب تام وکلام کوشامل ہوگی جوکہ معرف ہے چاہےپھروہ مرکب تام جملہ خبریہ ہوجیسے ضـرب زیدقـامـت هند،زید قائم یاجملہ انشائیہ جیسےاضـرب لاتضرب جملہ خبریہ والی مثالوں میں دونوں کلمےحقیقی ہیں اور جملہ انشائیہ اضرب اور لاتـضـرب میں ایک کلمہ حقیقی اوردوسرا حکمی ہےاوروہ ہے انت ضمیر جواضرب اور لاتضرب میں پوشیدہ ہے جوانکا فاعل ہے۔

وَالْإِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَی الْکَلِمَتَیْنِ اِلَی الْاُخْرٰی بِحَیْثُ تُفِیْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً یَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْھَا نَحْو زَیْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً

ترجمہ:۔اوراسنادنسبت کرنا ہےدوکلموں میں سےایک کی دوسرے کی طرف ایسےطورپرکہ فائدہ دےمخاطب کوفائدہ تامہ کہ صحیح ہوچپ رہنااس فائدہ پرجیسے زید قائم (زید کھڑاہونے والا ہے)یاقام زید (زیدکھڑاہے)اورنام رکھاجاتا ہےاس کلام کاجملہ بھی۔

تشریح:۔کلام کی تعریف میں اسنادکالفظ ذکرکیاتھااب اس کی تعریف کرتے ہیں کہ دوکلموں میں سےایک کلمہ کی نسبت کرنادوسرے کی طرف اس طرح کہ وہ نسبت مخاطب کوپورافائدہ دےکہ متکلم یامخاطب کااس پرچپ رہناصحیح ہویعنی مخاطب کوخبریاطلب کافائدہ حاصل ہوجائے نہ مخاطب کواب پوچھنے کی ضرورت ہواورنہ متکلم کوبتانے کی ضرورت ہوجیسے زید قائم اور قام زید میں متکلم کامقصودزید کےکھڑےہونے کی خبردیناہےاوریہ خبر زیـد قـائـم اورقـام زید کہنے سے ہی حاصل ہوگئی اب مخاطب کوکسی اورچیز کی انتظارنہیں جیسے مند کے بعدمندالیہ کی یامندالیہ کے بعدمند کی انتظار ہوتی ہے باقی یہ باتیں کہ زیدکس جگہ کس وقت کس حالت میں کھڑاہے یہ

حل ترکیب:۔الاسنادمبتدأنسبۃ مضاف احدیٰ پھرمضاف الکلمتین مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سےمل کرمضاف الیہ ہوانسبۃ مضاف کاالی الاخری متعلق ہےنسبۃ کے باجارحیث مضاف تفیدفعل ھی فاعل المخاطب مفعول بہ،فائدۃ موصوف تامۃ مفسر،یصح فعل السکوت فاعل علیہامتعلق السکوت کےیصح اپنے فاعل سےمل کرتفسیر ہےتامۃ کی تامۃ مفسراپنی تفسیر سےملکرصفت فائدۃ کی،موصوف اپنی صفت سےملکرمفعول مطلق ہےتفید کا،تفید اپنے فاعل،مفعول بہ ومفعول مطلق سےمل کرمضاف الیہ حیث مضاف کا،مضاف مضاف الیہ سےملکرمجرورہواجارکا،جارمجرور سےملکرظرف لغومتعلق نسبۃ کے،پھرنسبۃ مضاف اپنے مضاف الیہ اورمتعلقات سےملکرخبرالاسنادمبتدأ کی۔واؤعاطفہ یسمی فعل ہونائب فاعل جملہ مفعول بہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ سےملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سب ضرورت سے زائد باتیں ہیں انکا کوئی اعتبار نہیں۔

فوائد قیود:۔الاسناد کی تعریف میں نسبةُ اِحْدَی الْکَلِمَتَیْنِ اِلَی الْاُخْرٰی جنس ہے معرّف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی اور بحیث تفید المخاطب الخ فصل ہے اس سے نسبت اضافی وتوصیفی خارج ہوگئی جیسے غلام زید رجل فاضل کیونکہ ان مثالوں میں ایک کلمہ کی دوسرے کی طرف نسبت تو ہے مگر یہ نسبت مخاطب کو فائدہ تام نہیں دے رہی کیونکہ فائدہ تام کیلئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے محکوم علیہ محکوم بہ نسبت حکمیہ اور حکم جیسے زید قائم میں زید محکوم علیہ ہے اور قائم محکوم بہ اور قیام کی زید کی طرف نسبت حکمیہ ہے اور قائم کا زید کے ساتھ جو ربط ہے یہ حکم ہے جس کی نشانی فارسی زبان میں است اور اردو میں لفظ ہے ' ہے مرکب اضافی اور توصیفی میں یہ چار چیزیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ مثلا غلام زید مضاف مضاف الیہ ملکر اگر محکوم علیہ ہے تو محکوم بہ کوئی نہیں اور اگر محکوم بہ ہے تو محکوم علیہ کوئی نہیں تو یہ نسبت فائدہ تام نہیں دیتی لھٰذا یہ خارج ہے۔

فائدہ:۔یصح السکوت الخ کی عبارت تعریف میں داخل نہیں بلکہ یہ فائدہ تامہ کی وضاحت اور تفسیر ہے۔

فائدہ: کلام کے اور بھی بہت سے نام ہیں (۱) جملہ (۲) مرکب تام (۳) مرکب مفید (۴) مرکب اسنادی وغیرہ، مشہور نام اسکا جملہ ہے

فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً اِسْمِیَّةً اَوْمِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَةً فِعْلِیَّةً

ترجمہ:۔پس معلوم ہوا کہ تحقیق کلام نہیں حاصل ہوتی مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ اسمیہ یا فعل واسم سے جیسے قام زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ فعلیہ۔

تشریح:۔جب کلام کی تعریف میں اسناد کا اعتبار ہے اور اسناد مسند اور مسند الیہ کے بغیر ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے حاصل ہوگی ایک مسند الیہ ہوگا اور دوسرا مسند جیسے زید قائم زید مسند الیہ ومبتدأ ہے قائم مسند وخبر ہے اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں کیونکہ اول جز اسم ہے یا فعل واسم سے حاصل ہوگی فعل مسند اور اسم مسند الیہ ہوگا جیسے قام زید قام مسند وفعل اور زید مسند الیہ وفاعل ہے اور اسکو جملہ فعلیہ کہا جاتا ہے کیونکہ اول جز فعل ہے۔

حل ترکیب:۔فا تفریعیہ علم فعل مجہول، ان حرف از حروف مشبہ بالفعل، الکلام اسم لا یحصل فعل ھو فاعل الا حرف استثناء من اسمین معطوف علیہ من فعل واسم معطوف معطوف علیہ معطوف ملکر مستثنی مفرغ ہوکر ظرف لغو متعلق لا یحصل کے لا یحصل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر ان کی خبر ان اپنے اسم خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہوکر علم کا نائب فاعل پھر جملہ فعلیہ خبریہ تفریعیہ ہوا یسمی فعل ھو نائب فاعل جملہ اسمیہ موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ۔ ویسمی فعل ھو نائب فاعل جملہ فعلیہ موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ۔

اِذْلاَ يُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ مَعًا فِيْ غَيْرِهِمَا وَلاَ بُدَّ لِلْكَلاَمِ مِنْهُمَا (۱)

ترجمہ:۔اس لئے کہ نہیں پائے جاتے مسند ومسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دوصورتوں کے غیر میں حالانکہ کلام کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح:۔یہ عبارت لا یحصل کی علت ہے مطلب یہ ہے کہ کلام صرف دواسموں یا فعل واسم سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے مسند اور مسند الیہ صرف انہی دوصورتوں میں ہی پائے جاتے ہیں کیونکہ حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ اور فعل مسند تو ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا

کلام کے احتمالاتِ عقلیہ :۔عقلی طور پر کلام کے حاصل ہونے کی چھ صورتیں ہیں (۱) دواسموں سے مرکب ہو (۲) دوفعلوں سے مرکب ہو (۳) دوحرفوں سے مرکب ہو (۴) اسم وفعل سے مرکب ہو (۵) اسم وحرف سے مرکب ہو (۶) فعل وحرف سے مرکب ہو۔چونکہ کلام کے لئے مسند ومسند الیہ کا ہونا ضروری ہے لھذا صرف اول اور چوتھا احتمال صحیح ہے باقی سب باطل ہیں کیونکہ دوحرفوں کی صورت میں نہ مسند ہوگا نہ مسند الیہ دوفعلوں کی صورت میں مسند تو ہوگا مسند الیہ نہیں اسم وحرف کی صورت میں اسم مسند بنے گا یا مسند الیہ حرف کچھ بھی نہیں فعل وحرف کی صورت میں فعل مسند ہوگا اور حرف کچھ بھی نہیں۔

فَاِنْ قِيْلَ قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ يَا زَيْدُ (۲)

ترجمہ:۔پس اگر کہا جائے کہ تحقیق کلام کا دوصورتوں میں حصر کرنا ٹوٹ گیا نداء کے ساتھ جیسے یا زید

تشریح:۔مصنفؒ اس عبارت سے ایک اعتراض ذکر کرتے ہیں اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ تمہارا حصر کا دعوی کرنا کہ کلام صرف دو صورتوں یعنی دواسموں یا فعل واسم سے مرکب ہوتی ہے یہ دعوی غلط ہے نداء سے یہ دعوی ٹوٹ جاتا ہے جیسے یا زید یہ بالاتفاق کلام ہے مگر یہ حرف اور اسم سے مرکب ہے یا حرف نداء ہے اور زید اسم منادی ہے۔

جواب: قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اُدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلاَ نَقْضَ عَلَيْهِ (۳)

---

(۱) حل ترکیب:۔اذ تعلیلیہ لا یوجد فعل مجہول المسند والمسند الیہ معطوف علیہ معطوف سے ملکر ذوالحال معا مفعول فیہ ہے کائنا محذوف کا کائنا صیغہ صفت ھو ضمیر راجع بسوئے کل واحد من المسند والمسند الیہ فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل سے ملکر حال ہے المسند والمسند الیہ سے ذوالحال حال سے ملکر نائب فاعل فی غیرھما متعلق لا تحصل کے' لا نفی جنس بد اسم للکلام متعلق بد کے منھما خبر۔(۲) حل ترکیب: ان حرف شرط' قیل فعل مجہول' قد حرف تحقیق' نوقض فعل مجہول' ھو نائب فاعل' بالنداء ظرف لغو متعلق نوقض کے 'پھر جملہ فعلیہ مقولہ ہے قیل کا قیل کا نائب فاعل ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے قول مصدر کے جو قیل سے سمجھا جارہا ہے (۳) حل ترکیب:۔قلنا فعل بافاعل' حرف النداء مبتدأ' قائم صیغہ صفت اسم فاعل' ھو فاعل' مقام مضاف' ادعو معطوف علیہ' اطلب معطوف' معطوف علیہ معطوف سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ قائم کا' قائم اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر خبر۔ھو الفعل مبتدأ خبر ہیں فا تفریعیہ لا نفی جنس نقض اسم' علیہ ظرف مستقر خبر۔

ترجمہ: ہم کہیں گے کہ حرف نداء قائم مقام ادعوا اور اطلب کے ہے اور ان میں سے ہر ایک فعل ہے پس نہیں ہے نقض اس دعوی پر

تشریح:۔اس عبارت سے مصنف نے اعتراض کا جواب دیا ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یا زید میں حرف نداء قائم مقام ادعو یا اطلب کے ہے کیونکہ یا زید کی اصل عبارت اَدْعُوْ زَیْدًا یا اُطْلُبُ زَیْدًا ہے اور یہ دونوں فعل ہیں پس کلام حقیقت اصل میں فعل واسم سے مرکب ہے نہ کہ حرف واسم سے۔ادعو فعل ہے انا ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے فعل وفاعل سے ملکر کلام مرکب ہے لفظ زید بھی کلام کا حصہ نہیں ہے کیونکہ یہ مفعول بہ ہے زائد ہے نہ مسند ہے اور نہ مسند الیہ۔

وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدَّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِي الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِي الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِيْفُه وَهُوَ يَنْقَسِمُ اِلَى الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِيِّ فَلْنَذْكُرْ اَحْكَامَه فِيْ بَابَيْنِ وَ خَاتِمَةِ اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِي الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِيْهِ مُقَدِّمَةٌ وَثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ اَمَّا الْمُقَدَّمَةُ فَفِيْهَا فُصُوْلٌ

ترجمہ:۔اور جب ہم فارغ ہوئے مقدمہ سے پس چاہئے کہ ہم شروع ہو جائیں اقسام ثلثہ میں اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اول قسم اسم میں ہے اور اس کی تعریف گزر چکی ہے اور وہ اسم تقسیم ہوتا ہے معرب ومبنی کیطرف پس چاہئے کہ ہم ذکر کریں اس اسم کے احکام دو بابوں میں اور ایک خاتمہ میں، اول باب اسم معرب میں ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے لیکن مقدمہ پس اس میں چند فصل ہیں۔

تشریح:۔مقدمہ سے فراغت کے بعد اب تین قسموں (اسم وفعل وحرف) کا الگ الگ بیان شروع کرتے ہیں اول قسم اسم کے بیان میں ہے۔

فائدہ:۔اسم کی بحث کو فعل وحرف پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ فعل وحرف سے عمدہ ہے کیونکہ تنہا اسموں سے کلام مرکب ہوتی ہے بخلاف فعل وحرف کے۔اسم کی تعریف گزر چکی ہے اور علامات بھی۔اب اس کی تقسیم کرتے ہیں کہ اسم کی باعتبار معرب ومبنی ہونے کے دو قسمیں ہیں ایک معرب اور دوسری مبنی۔وجہ حصر یہ ہے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں مفرد ہوگا یعنی کسی سے مرکب نہیں ہوگا یا کسی سے مرکب ہوگا اگر مفرد ہے تو مبنی اگر مرکب ہے تو دو حال سے خالی نہیں مبنی الاصل کے مشابہ ہوگا یا نہیں اگر ہے تو بھی مبنی اگر نہیں تو معرب ہے۔مفرد کی مثال زید عمرو ،بکر مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ ہو جیسے جاء نی ھٰؤلاء میں ھٰؤلاء جاء نی سے مرکب ہے اور مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے (مزید وضاحت آ رہی ہے) اگر مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو تو معرب ہے جیسے جاء نی زید میں زید مرکب ہے جاء نی سے اور مبنی الاصل کے مشابہ نہیں ہے۔

باب اول اسم معرب کے بیان میں ہے۔

حل ترکیب: واذا فرغنا الخ والی عبارت کی ترکیب واضح بھی ہے اور اس کی زیادہ ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ عبارت محض ربط کیلئے ہے مقصودی نہیں۔

فائدہ:۔معرب کی بحث کومبنی پراس لئے مقدم کیا کہ معرب میں اعراب لفظی اور تقدیری دونوں آتے ہیں اور مبنی پرصرف اعراب محلی آتا ہے اعراب لفظی اصل ہے محلی سے تو معرب اصل ہے اور مبنی فرع۔باب اول میں ایک مقدمہ، تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے مقدمہ میں چند فصل ہیں۔اول فصل میں معرب کی تعریف، ثانی میں معرب کا حکم، ثالث میں اعراب کے اقسام اور رابع میں معرب کی تقسیم ہوگی منصرف اور غیر منصرف کی طرف۔اور تین مقاصد ہیں اول مقصد مرفوعات کے بیان میں، دوسرا منصوبات اور تیسرا مجرورات کے بیان میں ہوگا۔

فَصل: فِیْ تَعْرِیْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَھُوَ کُلُّ اِسْمٍ رُکِّبَ مَعَ غَیْرِہٖ وَلَا یُشْبِہُ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اَعْنِیْ الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِیَ نَحْوُ زَیْدٌ فِیْ قَامَ زَیْدٌ لَا زَیْدٌ وَحْدَہٗ لِعَدَمِ التَّرْکِیْبِ وَلَا ھٰؤُلَاءِ فِیْ قَامَ ھٰؤُلَاءِ لِوُجُوْدِ الشِّبْہِ وَیُسَمّٰی مُتَمَکِّنًا

ترجمہ:۔فصل اسم معرب کی تعریف میں۔اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے غیر کے ساتھ اور نہ مشابہ ہو مبنی الاصل کے مراد لیتا ہوں میں حرف اور امر حاضر اور ماضی جیسے زید جو ہونے والا ہے قام زید میں نہ کہ اکیلا زید بوجہ نہ مرکب ہونے کے اور نہ ہی ھؤلاء جو ہونے والا ہے قام ھؤلاء میں بوجہ مشابہ ہونے کے اور نام رکھا جاتا ہے اسم معرب کا متمکن بھی۔

تشریح:۔مصنف اس عبارت سے اسم معرب کی تعریف کررہے ہیں کہ اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے غیر کے ساتھ اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو۔ لے مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) حرف (۲) امر حاضر معروف (۳) فعل ماضی۔یہ جمہور کا مذھب ہے صاحب مفصل کے نزدیک جملہ بھی مبنی الاصل ہے۔

فوائد قیود:اسم معرب معرَّف اور محدود ہے کل اسم الخ معرِّف، تعریف اور حد ہے تعریف میں کل اسم درجۂ جنس میں ہے معرَّف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی رُکِّبَ مَعَ غَیْرِہٖ یہ فصل اول ہے اس سے زید عمر و بکر جن کو اسمائے معدودہ کہتے ہیں خارج ہوگئے ولا یشبہ مبنی الاصل فصل ثانی ہے اس سے ھؤلاء خارج ہوگیا جو کہ قام ھؤلاء میں ہے کیونکہ یہ مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے جیسے حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسری چیز کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ھؤلاء بھی اپنے

حل ترکیب:۔ھو مبتدأ کل مضاف اسم موصوف رکب فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل مع مضاف غیر مضاف، ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ مع مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ رکب کا فعل اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ لا یشبہ فعل ھو ضمیر فاعل مبنی الاصل مفسر، اعنی فعل انا ضمیر فاعل الحرف معطوف علیہ الامر الحاضر والماضی معطوف، معطوف علیہ معطوفات سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر تفسیر، مفسر تفسیر سے ملکر مفعول بہ لا یشبہ کا فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر معطوف، رکب معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر صفت موصوف کی، موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ، کل مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

معنی پر دلالت کرنے میں اشارۂ حسیہ کا محتاج ہوتا ہے تو اسم معرب کی تعریف جامع مانع ہوئی اس کی مثال جیسے قـام زید میں زید ایسا اسم ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے لھذا یہ معرب ہوگا۔ [1]

فائدہ:۔معرب معرب اعراب سے مشتق ہے اس کا معنی ظاہر ہونا ہے یہ اسم مفعول کا صیغہ ہو تو ترجمہ ہوگا ظاہر کیا ہوا مگر بہتر یہ ہے کہ ظرف زمان بنایا جائے۔معرب کو معرب اس لئے کہتے ہیں کہ معرب کا معنی ہے ظاہر کرنے کی جگہ' اسم معرب بھی اعراب ظاہر کرنے کی جگہ ہے مبنی بناء سے مشتق ہے بمعنی بنیاد اور بنیاد جہاں رکھی جاتی ہے وہ اصولاً تبدیل نہیں ہوتی اسلئے مبنی کا آخر بھی عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا مبنی کو مبنی اس لئے کہتے ہیں کہ مبنی کا معنی ہے قرار کی جگہ مبنی بھی ایک ہی حالت پر برقرار رہتا ہے۔ مبنی آں باشد کہ ماند برقرار☆ معرب آں باشد کہ گردد بار بار معرب کا دوسرا نام متمکن بھی ہے بمعنی جگہ دینے والا چونکہ اسم معرب بھی اعراب کو جگہ دینے والا ہے اس لئے اس کو متمکن کہتے ہیں اور مبنی کا دوسرا نام اسم غیر متمکن ہے کیونکہ یہ ہر قسم کے اعراب کو جگہ دینے والا نہیں ہے مزید تشریح اور سوال وجواب کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

فصل: حُكْمُهُ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْتَقْدِيْرِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِيْ مُوْسٰى وَرَأَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى

ترجمہ:۔حکم اسم معرب کا یہ ہے کہ مختلف ہو اس کا آخر بسبب مختلف ہونے عوامل کے اختلاف لفظی جیسے جاء نی زید الخ یا اختلاف تقدیری جیسے جاء نی موسی الخ۔

تشریح:۔اس عبارت سے مصنف اسم معرب کا حکم بیان کرتے ہیں حکم کا معنی ہے وہ اثر جو کسی چیز پر مرتب ہو تو مطلب یہ ہے کہ جب کوئی اسم معرب ہوتا ہے تو اس پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اس کا آخر عوامل کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے تبدیل ہو جاتا ہے خواہ وہ تبدیلی لفظی ہو جیسے جاء نی زید ورأیت زیدا و مررت بزید اس مثال میں زید کے آخری حرف دال کی صفت وحالت یعنی حرکت لفظاً بدلتی رہی۔یا وہ تبدیلی تقدیری ہو جیسے جاء نی موسی ورأیت موسی ومررت بموسی اس مثال میں موسی کے آخری حرف کی صفت وحالت یعنی حرکت تقدیراً بدلتی رہی لفظاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کیونکہ آخر میں الف مقصورہ ہے جو کسی

---

[1] اعتراض:۔غلام زید (بسکون میم) اس مثال میں غلام اسم بھی ہے اور اپنے غیر کے ساتھ مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے مگر پھر بھی نحویوں کے ہاں یہ معرب نہیں بلکہ مبنی ہے حالانکہ تعریف معرب کی اس پر سچی آتی ہے جواب:۔رکب مع غیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو غلام (بسکون میم) اگر چہ زید کے ساتھ مرکب ہے مگر اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں کیونکہ اگر اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوتا تو غلام کی میم ساکن نہ ہوتی بلکہ مرفوع یا منصوب یا مجرور ہوتی جیسے جاءنی غلام زید میں مرفوع رأیت غلام زید میں منصوب' مررت بغلام زید میں مجرور ہے۔

حل ترکیب:۔حکمہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا اَن مصدر یہ ناصبہ یختلف فعل اخرہ فاعل با جار اختلاف مصدر مضاف العوامل مضاف الیہ اختلاف مصدر اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یختلف کے اختلافا موصوف لفظیا معطوف علیہ او عاطفہ تقدیریا معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مفعول مطلق ہے یختلف فعل کا فعل اپنے فاعل ومتعلق اور مفعول مطلق سے ملکر بتاویل مصدر خبر۔

قسم کی لفظی حرکت کو قبول نہیں کرتا پس فرض کرلیا جائیگا جاء نی موسی میں ضمہ ہے اور رأیت موسی میں فتحہ ہے اور مررت بموسی میں کسرہ ہے اگر چہ ضمہ فتحہ کسرہ نظر نہیں آتے۔

فائدہ: پھر چاہے یہ اختلاف ذاتی ہو یا صفتی' ذاتی سے مراد یہ ہے کہ معرب کا آخری حرف دوسرے حرف سے بدلے یہ اس وقت ہوگا جب اعراب بالحرف ہو جیسے جَاءَ نِیْ اَبُوْكَ رَأَیْتُ اَبَاكَ مَرَرْتُ بِأَبِیْكَ اول مثال میں واؤ ہے دوسری میں الف اور تیسری میں یا ہے۔ صفتی سے مراد یہ ہے کہ معرب کے آخری حرف کی حرکت دوسری حرکت سے بدلے یہ اعراب بالحرکت میں ہوگا جیسے جاء نی زید رأیت زیدا مررت بزید.

اعتراض:۔ انَّ زیدا قائمٌ رأیتُ زیدا انّی ضاربٌ زیدا میں زید معرب ہے عوامل کا اختلاف بھی ہے لیکن عوامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر مختلف نہیں ہوا تینوں مثالوں میں زیدا منصوب ہی رہا؟

جواب:۔ عوامل کے مختلف ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عوامل عمل بھی میں مختلف ہوں ایک رفع دینے والا' دوسرا نصب دینے والا اور تیسرا جر دینے والا ہو ان مثالوں میں عوامل ذاتی طور پر اور لفظی طور پر تو مختلف ہیں ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ہے رأیت فعل ہے اور ضارب اسم ہے مگر عمل اور تقاضا میں مختلف نہیں بلکہ تینوں نصب کو چاہتے ہیں لھذا زیدا پر نصب ہی آئیگی۔

اَلْاِعْرَابُ مَا بِهٖ یَخْتَلِفُ آخِرُ الْمُعْرَبِ کَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْکَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْیَاءِ (۱)

ترجمہ:۔ اعراب وہ ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہو جائے مثل ضمہ' فتحہ' کسرہ' اور واؤ' الف اور یاء کے۔

تشریح:۔ ما سے مراد حرف اور حرکت ہے بہ میں باسببیہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہو جیسے ضمہ فتحہ کسرہ یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہیں واؤ الف اور یاء یہ اعراب بالحرف کی مثالیں ہیں۔

فائدہ:۔ ضمہ' فتحہ' کسرہ' جب تا کے ساتھ ہوں تو معرب ومبنی دونوں کے اعراب پر بولے جاتے ہیں مبنی کے لئے ضم' فتح' کسر (بغیر تاء کے) بولے جاتے ہیں اور معرب کے اعراب کیلئے رفع' نصب' جر بولا جاتا ہے۔

وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَ جَرٌّ (۲)

---

(۱) حل ترکیب:۔ الاعراب مبتدا' ما موصولہ بہ جار مجرور ظرف لغو متعلق مقدم یختلف کے یختلف فعل آخر المعرب مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل' فعل اپنے فاعل ومتعلق مقدم سے ملکر صلہ' موصول صلہ سے ملکر خبر۔ کالضمۃ الخ ظرف مستقر خبر ہے مبتدا محذوف مثالہ کی۔

(۲) حل ترکیب:۔ اعراب الاسم مبتدا' علی جار ثلثۃ مضاف انواع مبدل منہ رفع معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفات سے ملکر بدل' مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر مضاف الیہ' مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر ثابت سے متعلق ہے' ثابت اپنے متعلق سے مل کر خبر (۲) رفع ونصب وجر اگر مرفوع ہوں تو مبتدا محذوف احدھا ثانیھا ثالثھا کی خبریں ہیں۔ (۳) منصوب ہونے کی صورت میں اعنی فعل محذوف کا مفعول بہ ہیں۔

ترجمہ وتشریح:۔اوراسم کا اعراب تین قسم پر ہے رفع نصب جر کیونکہ وہ چیزیں جن کیلئے اعراب کی وضع ہے وہ تین ہیں فاعلیت ومفعولیت واضافت۔لھذا اعراب بھی تین ہیں فاعلیت کیلئے رفع مفعولیت کیلئے نصب اور مضاف الیہ کیلئے جر کو وضع کیا گیا ہے۔

وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ(۱)

ترجمہ وتشریح:۔اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جرآئے جیسے جاء نی زید میں جاء عامل ہے اسکی وجہ سے زید پر رفع ہے۔رأیت زیدا میں رأیت عامل ہے اس کی وجہ سے زیدا پر نصب ہے مررت بزید میں باء حرف جر عامل ہے اس کی وجہ سے زید پر جر ہے۔

اعتراض:عامل کی تعریف لم اور لما پر سچی نہیں آتی کیونکہ انکی وجہ سے رفع نصب یا جر نہیں بلکہ جزم آتی ہے حالانکہ یہ بھی عامل ہیں

جواب:۔عامل سے مراد عامل الاسم ہے اور لم اور لما یہ فعل میں عمل کرتے ہیں نہ کہ اسم میں۔

وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَالْحَرْفُ الْاٰخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ (۲)

ترجمہ:۔اور محل اعراب اسم سے وہ حرف اخیر ہے مثال کل کی ،مثل قام زید کے ہے پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

وَاعْلَمْ اِنَّهٗ لَا يُعْرَبُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِئُ حُكْمُهٗ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (۳)

ترجمہ:۔اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں ہے معرب کلام عرب میں مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور عنقریب آئیگا اس فعل مضارع کا حکم قسم ثانی میں ان شاء اللہ تعالی۔

تشریح:۔یہاں سے مصنف مطلق معرب کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں کلام عرب میں معرب صرف دو چیزیں ہیں اسماء میں سے اسم

---

(۱) حل ترکیب:۔العامل مبتدأ ما موصولہ بہ خبر مقدم رفع اونصب اوجر معطوف علیہ معطوفات سے ملکر مبتدأ مؤخر جملہ اسمیہ خبریہ صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر۔

(۲) حل ترکیب:۔محل الاعراب مضاف مضاف الیہ سے ملکر موصوف من الاسم جار مجرور ظرف مستقر متعلقا لکائن کے الکائن اپنے متعلق سے ملکر صفت' موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ھو پھر مبتدأ الحرف الاخیر خبر۔مبتدأ خبر سے ملکر خبر محل الاعراب مبتدأ کی۔

(۳) حل ترکیب:۔اعلم فعل با فاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ہ ضمیر شان اسم لایعرب فعل مجہول فی کلام العرب جار مجرور ظرف لغو متعلق لایعرب کے الاحرف استثناء الاسم المتمکن موصوف صفت سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ الفعل المضارع موصوف صفت سے ملکر معطوف' معطوف علیہ معطوف سے ملکر مستثنی مفرغ ہوکر نائب فاعل لایعرب کا' لایعرب اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر ان کی خبر' ان اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد مفعول بہ اعلم کا۔

متمکن کیوں کہ اسم غیر متمکن مبنی ہوتا ہے اور افعال میں سے فعل مضارع وہ بھی اس وقت جب نون جمع مؤنث اور نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ سے خالی ہو باقی فعل ماضی اور فعل امر حاضر معروف اور فعل مضارع کے ساتھ جب نون جمع مؤنث اور نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ ملے ہوئے ہوں تو یہ سب مبنی ہیں۔

فصل: فِیْ اَصْنَافِ اَعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ

ترجمہ:۔ یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہے اور وہ نو اقسام ہیں اول قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ۔

تشریح:۔ مصنفؒ اس تیسری فصل میں اسم معرب کے اعراب کے اقسام بیان کر رہے ہیں اعراب کے اقسام نو ہیں اور وہ اسمائے معربہ متمکنہ جن پر یہ اعراب آتے ہیں وہ سولہ ہیں ان سولہ قسموں پر اعراب کی نو قسموں کو تقسیم کرنا ہے۔ چنانچہ اعراب کی ابتداء دو [illegible] ہیں (۱) لفظی (۲) تقدیری۔ اعراب لفظی اصل ہے اور تقدیری فرع ہے۔ پھر اعراب لفظی کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب لفظی بالحرکت کہ وہ اعراب ضمہ فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہو (۲) اعراب لفظی بالحرف کہ وہ اعراب واؤ الف اور یاء کے ساتھ ہو۔ ان دو میں سے اعراب لفظی بالحرکت اصل ہے تو مصنف پہلے اعراب لفظی بالحرکت کا محل بتاتے ہیں کہ اول قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو یعنی جب رفع دینے والا عامل معمول کو رفع دے تو اس حالت رفع میں رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب فتحہ کے ساتھ ہو یعنی جب نصب دینے والا عامل نصب دے تو اس حالت نصب میں نصب فتحہ کے ساتھ ہو اور جر کسرہ کے ساتھ ہو یعنی جب جر دینے والا عامل جر دے تو اس حالت جر میں جر کسرہ کے ساتھ ہو۔

فائدہ:۔ مصنف نے اس قسم کو دو وجہ سے مقدم کیا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اعراب بالحرکت ہے اور اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف خلاف اصل اور فرع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اعراب تینوں حالتوں میں تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے اور تینوں حرکتوں کے ساتھ اعراب اصل ہے اور تین حالتوں میں دو حرکتوں کے ساتھ اعراب خلاف اصل ہے اور فرع ہے۔

حل ترکیب:۔ هٰذا مبتدأ محذوف فصل موصوف فی اصناف الخ جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائن کے، کائن متعلق سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر خبر۔ هی مبتدأ تسعة اصناف مضاف مضاف الیہ ملکر خبر۔ الاول مبتدأ ان یکون الخ بتاویل مصدر ہو کر خبر۔

وَيُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِيحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَالَايَكُونُ فِيْ آخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَزَيْدٍ وَبِالْجَارِيْ مَجْرَى الصَّحِيحِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ فِيْ آخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ مَاقَبْلَهُمَا سَاكِنٌ كَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَ دَلْوٌ وَظَبْيٌ وَرِجَالٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَدَلْوًا وَظَبْيًا وَرِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَرِجَالٍ

ترجمہ: اور مختص ہے یہ اعراب مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور وہ نحویوں کے ہاں وہ ہے کہ نہ ہو اس کے آخر میں حرف علت جیسے زید اور جاری مجری صحیح کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ ہو اس کے آخر میں واو یا یاء جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو وظبی اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجال کہے گا تو جاء نی زید ودلو وظبی ورجال الخ۔

تشریح:۔ اول قسم اعراب کا اسم متمکن کی سولہ قسموں میں سے تین قسموں کو دیا گیا ہے (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) جاری مجری صحیح (۳) جمع مکسر منصرف۔

فائدہ:۔ مفرد کئی چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے کبھی مرکب کے مقابلے میں آتا ہے یعنی یہ مفرد ہے مرکب نہیں جیسے شروع کتاب میں گزر چکا ہے کبھی تثنیہ وجمع کے مقابلے میں آتا ہے یہ مفرد ہے یعنی تثنیہ وجمع نہیں ہے اور کبھی مضاف یا شبہ مضاف کے مقابلے میں آتا ہے یہ مفرد ہے یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہیں یہ منادی کی بحث میں آئیگا اور کبھی جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلے میں آتا ہے یہ مفرد ہے یعنی جملہ اور شبہ جملہ نہیں ہے یہ تمیز کی بحث میں آئیگا۔ یہاں مفرد منصرف صحیح میں مفرد تثنیہ جمع کے مقابلے میں ہے مفرد کہہ کر تثنیہ وجمع کو خارج کر دیا کیونکہ ان کا اعراب آگے آ رہا ہے منصرف کہہ کر غیر منصرف کو خارج کر دیا کیونکہ غیر منصرف کا اعراب آگے آ رہا ہے صحیح کہہ کر غیر صحیح کو خارج کر دیا (غیر صحیح سے مراد اسمائے ستہ مکبرہ ہیں) ان کا اعراب آگے آ رہا ہے۔

فائدہ:۔ مصنف نے صحیح کی یہ تعریف کی ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یہ تعریف نحویوں کے نزدیک ہے (صرفیوں کے ہاں صحیح وہ ہے جسکے فاء عین لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت اور ھمزہ اور تضعیف نہ ہو) جاری مجری صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اسکے لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت واو یا یاء ہو اور اسکا ماقبل ساکن ہو اس کو جاری مجری صحیح اس لئے کہتے ہیں کہ جب واو اور یاء کا ماقبل ساکن ہو تو واو اور یاء پر اعراب لفظی ضمہ فتحہ وغیرہ ثقیل نہیں ہوتا جیسے صحیح پر ثقیل نہیں ہوتا تو گویا یہ قائم مقام صحیح ہے۔ جمع مکسر منصرف کا بھی یہی اعراب

حل ترکیب:۔ واو عاطفہ یا استینافیہ یختص فعل مجہول ھو ضمیر نائب فاعل باء جار المفرد موصوف المنصرف صفت اول الصحیح صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق یختص کے وھو عند النحاۃ الخ ھو مبتدأ عند النحاۃ مفعول فیہ لا یکون کا، ما موصولہ لا یکون فعل ناقص فی آخرہ خبر مقدم حرف علۃ اسم مؤخر لا یکون اپنے اسم وخبر سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر ھو کی خبر۔ وبالجاری مجری الخ ظرف لغو متعلق یختص کے بذریعہ عطف۔ ھو مبتدأ ما موصولہ یکون فعل ناقص فی آخرہ خبر مقدم واو اویاء معطوف علیہ معطوف سے ملکر موصوف ماقبلھما مبتدأ ساکن خبر، مبتدأ خبر سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر یکون کا اسم، یکون اپنے اسم خبر سے ملکر صلہ، موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی۔ وبالجمع المکسر المنصرف کا عطف بالمفرد المنصرف الصحیح پر ہے۔

ہے مکسر کی قید سے جمع مذکر سالم وجمع مؤنث سالم کو خارج کر دیا کیونکہ انکا اعراب آگے آئیگا۔

فائدہ:۔ اعراب کا پہلا قسم رفع بضمہ نصب بفتحہ جر بکسرہ ان تینوں قسموں کے ساتھ اس لئے خاص ہے کہ یہ اعراب بالحرکت اصل ہے ادھر مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح بھی اصل ہیں اور جمع مکسر منصرف بھی اصل ہے بنسبت جمع مکسر غیر منصرف کے تو اصل کو اصلی اعراب دیا گیا مزید سوال وجواب بڑی کتابوں میں ہیں۔

اَلثَّانِی اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُوْلُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ

ترجمہ:۔ دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہواور نصب وجر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ تو کہے گا هُنَّ مسلماتٌ وَرَأَيْتُ مسلماتٍ ومررتُ بمسلماتٍ

تشریح:۔ یہاں نصب جر کے تابع ہے جیسے جر کسرہ کے ساتھ ہے نصب بھی کسرہ کے ساتھ ہے وجہ یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کے تابع ہے نصب وجر دونوں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہیں تو فرع میں بھی نصب کو جر کے تابع کر دیا۔

اعتراض:۔ جمع مؤنث سالم جب فرع ہے جمع مذکر سالم کی تو اس کو فرعی اعراب (بالحرف) دینا چاہیے نہ کہ اصلی اعراب (بالحرکت)؟

جواب:۔ اعراب بالحرف اس اسم میں آسکتا ہے جس کے آخر میں ایسا حرف ہو جو اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھے اور وہ ہے واؤ، الف، یا، جمع مؤنث سالم کے آخر میں واؤ الف یا نہیں اسلیئے مجبوری کی وجہ سے یہ اعراب بالحرکت دیا لیکن چونکہ فرع ہے اس لئے تین حالتوں میں دو حرکتوں کے ساتھ دیا ہے جو کہ فرع ہے۔

اعتراض:۔ ہم آپ کو چند مثالیں دکھاتے ہیں جو جمع مؤنث سالم نہیں یعنی مؤنث کی جمع سالم نہیں بلکہ مذکر کی جمع سالم ہیں یعنی ان کا مفرد مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہے جیسے مَرْفُوْعَاتٌ' منصوباتٌ' مجروراتٌ' کَوْکَبَاتٌ' صافِنَاتٌ وغیرہ انکا مفرد مرفوعٌ' منصوبٌ' مجرورٌ' کَوْکَبٌ' صافِنٌ مذکر ہے لیکن پھر بھی انکا یہی اعراب ہے تو یہ اعراب جمع مؤنث سالم کے ساتھ مختص نہ ہوا؟

جواب:۔ جمع مؤنث سالم سے مراد اصطلاحی جمع مؤنث سالم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو

حل ترکیب:۔ الثانی مبتدا ٔان مصدر یہ ناصبہ یکون فعل ناقص الرفع اسم بالضمة جار مجرور ملکر ظرف مستقر متعلق ثابت کے ثابت متعلق سے ملکر خبر النصب والجر کا عطف الرفع پر ہے بالکسرة کا عطف بالضمة پر ہے ان یکون بتاویل مصدر کے ہو کر خبر۔ یختص فعل مجہول ہو ضمیر مستتر نائب فاعل بجمع الخ جار مجرور ظرف لغو متعلق یختص کے۔

یا مؤنث۔ یہ سب مثالیں جمع مؤنث سالم کی ہیں کیونکہ ان کے آخر میں الف اور تاء ہے لھذا انکا اعراب بھی یہی ہوگا۔

اَلثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَیُخْتَصُّ بِغَیْرِ الْمُنْصَرِفِ کَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ عُمَرُ وَرَأَیْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ (۱)

ترجمہ:۔تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب وجر فتحہ کے ساتھ اور یہ مختص ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے عمر' کہے گا تو جاء نی عمرُ ورأیت عمرَ ومررت بعمرَ۔

تشریح:۔اعراب کی نوقسموں میں سے یہ تیسری قسم ہے یہاں جر نصب کے تابع ہے۔جیسے نصب فتحہ کے ساتھ ہے اور جر بھی فتحہ کے ساتھ ہے کیونکہ غیر منصرف مشابہ ہے فعل کے اور چونکہ فعل میں کسرہ نہیں آتا تو غیر منصرف میں بھی کسرہ نہیں آئیگا مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔غیر منصرف اکثر مفرد ہوتا ہے اس لئے اس کو اعراب بالحرکت دیا جو کہ اصل ہے

اَلرَّابِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ وَیُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُکَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰی غَیْرِ یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ وَھِیَ اَخُوْکَ وَاَبُوْکَ وَھَنُوْکَ وَحَمُوْکَ وَفُوْکَ وَذُوْمَالٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ اَخُوْکَ وَرَأَیْتُ اَخَاکَ وَمَرَرْتُ بِاَخِیْکَ وَکَذَا الْبَوَاقِیْ (۲)

ترجمہ:۔چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ اور مختص ہے یہ اعراب اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ دراں حالیکہ وہ مکبر ہوں موحد ہوں مضاف ہوں یائے متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف۔اور وہ اسمائے ستہ مکبرہ اخوكَ اور ابوكَ اور ھنوكَ اور حموكِ اور فوكَ اور ذومال ہیں کہے گا تو جاء نی اخوك رأیت اخاك مررت باخیک اور اسی طرح باقی۔

تشریح:۔اعراب بالحرکت لفظی سے فارغ ہو کر اب اعراب بالحرف لفظی کو بیان کرتے ہیں چنانچہ فرمایا چوتھی قسم اعراب کی یہ ہے کہ رفع واو کے ساتھ ہو اور نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ۔یہ مختص ہے اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ مگر یہ اعراب اس وقت ہوگا جب چار شرطیں پائی جائیں گی اول یہ کہ وہ چھ اسم مکبرہ ہوں یعنی ان میں یائے تصغیر نہ ہو اگر وہ مصغرہ ہوں گے تو انکا اعراب بالحرکت ہوگا جیسے جاء نی اُبَیٌّ رأیتُ اُبَیًّا مَرَرْتُ بِاُبَیٍّ دوم یہ کہ وہ موحدہ ہوں اگر تثنیہ جمع ہوں گے تو تثنیہ جمع والا اعراب ہوگا جیسے جاء نی اَبَوَانِ رَأیتُ اَبَوَیْنِ وَمَرَرْتُ بِاَبَوَیْنِ جاء نی اٰباءٌ رأیتُ اٰباءً ومررتُ باٰباءٍ سوم یہ کہ مضاف ہوں

---

(۱)حل ترکیب:۔الثالث الخ کی ترکیب بعینہ الثانی ان یکون الخ کی طرح ہے

(۲)حل ترکیب:۔الرابع الخ کی ترکیب بعینہ الثانی الخ کی طرح ہے۔یختص فعل مجہول ھو نائب فاعل باء جار الاسماء الستۃ موصوف صفت سے ملکر ذوالحال، مکبرۃ حال اول موحدۃ حال ثانی مضافۃ حال ثالث، الی غیر یاء المتکلم جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مضافۃ کے۔ باقی واضح ہے

اگر مضاف نہیں ہونگے تو مفرد منصرف صحیح والا اعراب بالحرکت ہوگا جیسے جاء نی ابٌ رأیت اباً مررت بابٍ چہارم یہ کہ مضاف بھی یائے متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف ہوں خواہ وہ اسم ظاہر ہو یا اسم ضمیر ہو اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونگے تو اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا جیسے جاء أبِیْ رأیت أبِیْ مررتُ بأبِیْ تو جب ان میں یہ چار شرطیں پائی جائیں گی تو یہی اعراب ہوگا جیسے جاء نی اخوك رأیت اخاك مررت باخیك اسمائے ستہ مکبرہ یہ ہیں اخوكَ' ابوكَ' هنوكَ' حموكِ' فوكَ' ذو مال اخ' بھائی۔ اب' باپ۔ هن' عورت یا مرد کی شرمگاہ۔ حم' عورت کا رشتہ دار جو مرد کی طرف سے ہو یعنی دیور وغیرہ فوہ' منہ۔ ذو مال' مال والا۔ اول تین میں كَ ضمیر واحد مذکر مخاطب کی ہے حموكِ میں ضمیر واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کی ہے اس لئے کہ حمٌ بمعنی دیور۔ وہ عورت کا ہوتا ہے نہ کہ مرد کا۔ اول چار ناقص واوی ہیں اصل میں اَخَوٌ' اَبَوٌ' هَنَوٌ' حَمَوٌ تھے بر وزن فَعَل (فاکلمہ کی فتح اور عین کلمہ کے سکون کے ساتھ) واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اعراب عین کلمہ پر آ گیا تو اخٌ' ابٌ' هنٌ' حمٌ ہو گئے۔ فُوْ اجوف واوی ہے اصل میں فَوْهٌ تھا جیسے فلسٌ بر وزن فَعْل ھا کو خلاف قیاس حذف کر دیا۔ اس کی جمع افواہ آتی ہے پھر اگر اضافت نہ ہو تو واؤ کو میم سے بدل دیتے ہیں فو کی بجائے فم پڑھتے ہیں اگر اضافت کریں تو واؤ واپس آ جاتی ہے جیسے فوك۔ ذو لفیف مقرون ہے اصل میں ذَوَو تھا آخری واؤ کو حذف کر دیا یہ ہمیشہ اسم ظاہر اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے بھی ذو مال کہا۔

اعتراض:۔ اسمائے ستہ مکبرۃ تو مفرد ہیں انکو اعراب بالحرکات اصلی دینا چاہیے نہ کہ اعراب بالحرف فرعی؟

جواب:۔ کچھ مفردات کو بھی تثنیہ و جمع کی طرح اعراب حرفی دیا تاکہ مفرد اور تثنیہ جمع میں نفرت اور وحشت نہ ہو جائے مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

وَالْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَا قَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَكِلَا مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ وَاِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ وَكِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ وَكِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاثْنَتَيْنِ

ترجمہ:۔ پانچویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع الف کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ۔ اور یہ اعراب مختص ہے تثنیہ اور کلا

حل ترکیب:۔ الخامس مبتدا ان مصدریہ ناصبہ یکون فعل ناقص لرفع اسم بالالف ظرف مستقر خبر النصب والجر کا عطف الرفع پر ہے با جار الیاء موصوف ال بمعنی التی، اسم موصول مفتوح اسم مفعول صیغہ صفت کا ما موصولہ قبلہا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ثبت فعل کا' ثبت فعل اپنے فاعل و مفعول فیہ سے ملکر صلہ' موصول صلہ ملکر نائب فاعل مفتوح کا' صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے۔ ملکر صلہ الف لام بمعنی التی اسم موصول کا موصول صلہ سے ملکر صفت ہے الیاء مجرور کی' جار مجرور سے ملکر معطوف ہے بالالف پر۔ یختص فعل مجہول ھو نائب فاعل با جار المثنی معطوف علیہ کلا ذوالحال مضافا اسم مفعول ھو ضمیر نائب فاعل' الی مضمر متعلق مضافا کے مضافا اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر حال' ذوالحال حال سے ملکر معطوف۔ اثنان اثنتان کا بھی عطف ہے مثنی پر مگر کلا اثنان وغیرہ کا اعراب یہاں حکائی ہے۔

کے ساتھ دراں حالیکہ وہ کلا مضاف ہو ضمیر کی طرف اور اثنان و اثنتان کے ساتھ۔ کہے گا تو جاء نی الرجلان کلاھما واثنان واثنتان الخ۔

تشریح:۔اعراب کی نو قسموں میں سے پانچویں قسم بتلا رہے ہیں کہ رفع الف کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہے مثنی اور ملحقات مثنی کے ساتھ۔

تثنیہ کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) صوری (۳) معنوی۔

(۱) تثنیہ حقیقی:۔وہ ہے جسکی شکل وصورت بھی تثنیہ والی ہو یعنی آخر میں الف نون یا یاء نون ماقبل مفتوح ہو اور معنی بھی تثنیہ والا ہو اور اسی مادہ سے اس کا مفرد بھی موجود ہو جیسے رجلان رجلین (دومرد) صورت بھی تثنیہ والی ہے اور معنی بھی تثنیہ والا ہے اور اسی مادے سے رجل مفرد بھی ہے۔

(۲) تثنیہ صوری:۔وہ ہے کہ صورت تثنیہ والی ہو معنی بھی تثنیہ والا ہو مگر اسی مادے سے مفرد موجود نہ ہو جیسے اثنان واثنتان (دو چیزیں) صورت بھی تثنیہ والی ہے اور معنی بھی مگر اسی مادے سے مفرد نہیں کیونکہ اثن یا اثنۃ انکا مفرد نہیں ہے۔

(۳) تثنیہ معنوی: وہ ہے جس کا صرف معنی تثنیہ والا ہو صورت بھی تثنیہ والی نہ ہو اور اسی مادے سے اسکا مفرد بھی نہ ہو جیسے کلا وکلتا (ہر دو مذکر یا ہر دو مؤنث) معنی صرف تثنیہ والا ہے نہ شکل تثنیہ والی ہے کیونکہ الف نون یا یاء نون آخر میں نہیں ہے اور نہ اسی مادے سے مفرد ہے بلکہ یہ خود مفرد لفظ ہیں۔ تثنیہ صوری اور معنوی کو ملحقات تثنیہ کہا جاتا ہے

فائدہ:۔ کلا وکلتا کے اعراب کے لئے مضافا الی مضمر کی شرط لگائی کہ کلا کلتا کا یہ اعراب اس وقت ہوگا جب یہ مضاف ہوں ضمیر کی طرف۔ کیونکہ اگر یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہونگے تو پھر انکا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا وجہ یہ کہ کلا اور کلتا میں دو اعتبار ہیں لفظی اور معنوی۔ یہ دونوں لفظوں کے اعتبار سے مفرد ہیں کیونکہ تثنیہ وغیرہ کی نشانی ان میں نہیں ہے اور باعتبار معنی کے تثنیہ ہیں تو جب یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہونگے تو چونکہ اسم ظاہر اصل ہے تو اس وقت ان میں لفظ کا اعتبار ہوگا کیونکہ لفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں اور مفرد اصل ہے تو اسم ظاہر اصل کی طرف مضاف ہونے میں اصلی حیثیت کا اعتبار ہوگا اعراب بالحرکت ہوگا جو اصل ہے مگر تقدیری کیونکہ آخر میں الف ہے اور اعراب لفظی اس پر نہیں آسکتا اور جب اسم ضمیر کی طرف مضاف ہونگے تو چونکہ اسم ضمیر فرع ہے اسم ظاہر کی لھذا اس وقت ان میں معنی والی حیثیت کا اعتبار ہوگا اور معنی کے اعتبار سے یہ تثنیہ ہیں اور تثنیہ فرع ہے مفرد کی لھذا فرع کی طرف مضاف ہونیکے وقت فرع والی حیثیت کا اعتبار ہوگا تو اعراب بالحرف ہوگا جو کہ فرع ہے۔

فائدہ:۔ مصنف نے صرف کلا کا ذکر کیا کلتا کا ذکر نہیں کیا کیونکہ کلا مذکر اصل ہے اور کلتا مؤنث اس کی فرع ہے فرع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو کہ اصل کا ہوتا ہے تو صرف اصل پر اکتفاء کیا۔

اعتراض:۔اثنان مذکر اثنتان مؤنث یہاں کیوں دونوں کو ذکر کیا اصل پر اکتفاء کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ یہ اسم عدد ہے اسم عدد میں مذکر اور مؤنث کا حکم اکثر ایک جیسا نہیں ہوتا مگر یہاں دونوں کا ایک ہی حکم تھا اس لئے دونوں کو ذکر کر دیا اگر صرف مذکر کا ذکر کرتے تو وہم ہو سکتا تھا کہ شاید مؤنث کا حکم کوئی اور ہوگا۔

فائدہ:۔ ثنی وملحقات ثنی فرع ہیں مفرد کی اور آخر میں ایسا حرف بھی ہے جو اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے اس کو اعراب فرعی اعراب بالحرف دیا گیا مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

اَلسَّادِسُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ الْمَکْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا وَیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْا وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْمَالٍ وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ

ترجمہ:۔ چھٹی قسم یہ ہے کہ ہو رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے مسلمون اور اُولُوْ اور عشرون کے ساتھ عشرون کے متشابہات سمیت کہے گا تو جاء نی مسلمون وعشرون واُولُوْ مَالٍ الخ۔

تشریح:۔ اعراب کی چھٹی قسم رفع بواو ماقبل مضموم نصب و جر بیاء ماقبل مکسور ہے یہ اعراب مختص ہے جمع مذکر سالم اور ملحقات جمع مذکر سالم کے ساتھ۔

جمع مذکر سالم کی تین قسمیں ہیں۔(۱) جمع حقیقی۔(۲) جمع صوری۔(۳) جمع معنوی۔

(۱) جمع حقیقی:۔ وہ ہے کہ شکل بھی جمع والی ہو یعنی آخر میں واو نون ماقبل مضموم یا یاء نون ماقبل مکسور ہو اور معنی بھی جمع والا ہو یعنی دو سے زائد غیر معین افراد پر دلالت کرے اور اسی مادہ سے اسکا مفرد بھی ہو جیسے مسلمون' صورت بھی جمع والی ہے معنی بھی جمع والا ہے اور اسی مادہ سے اس کا مفرد (مسلم) بھی ہے۔

(۲) جمع صوری:۔ وہ ہے کہ صرف صورت جمع والی ہو معنی بھی جمع والا نہ ہو اور اسی مادہ سے اس کا مفرد بھی نہ ہو جیسے عشرون سے لیکر تسعون تک۔ ان سب کے آخر میں واو نون ہے اور صورت جمع والی ہے مگر معنی جمع والا نہیں ہے کیونکہ مثلاً عشرون کا معنی بیس (۲۰) ہے نہ اس سے کم پر بولا جاتا ہے۔ اور نہ اس سے زائد پر حالانکہ جمع معنوی کے افراد متعین نہیں ہوتے اور اسی مادہ سے اس کا مفرد بھی نہیں ہے کیونکہ عشرون کا مفرد عشرۃ نہیں ہے ورنہ تین عشرے مل جائیں تو ان پر عشرون کا لفظ بولنا چاہیے حالانکہ ان

حل ترکیب:۔ السادس مبتدأ ان مصدر یہ یکون فعل ناقص الرفع اسم با حرف جر الواو موصوف ال بمعنی التی اسم موصول مضموم اسم مفعول صیغہ صفت کا ماقبلہا موصول صلہ سے ملکر نائب فاعل اسم مفعول اپنے نائب فاعل سے ملکر صلہ ہے ال بمعنی التی اسم موصول کا' موصول صلہ ملکر صفت ہے الواؤ کی الیاء المکسور ما قبلہا کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ باقی واضح ہے۔

پرتو ثلاثون کالفظ بولا جاتا ہے۔

(۳) جمع معنوی:۔وہ ہے کہ صرف معنی جمع والا ہو نہ صورت جمع والی ہو اور نہ ہی اسی مادے سے اس کا مفرد ہو جیسے اولو مال اس کا معنی ہے بہت سے افراد مال والے۔صورت بھی جمع والی نہیں ہے کیونکہ آخر میں واونون وغیرہ نہیں ہے اسی مادہ سے مفرد بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا مفرد ذو ہے جو اولو کے مادے سے نہیں ہے۔(جمع صوری وجمع معنوی کو ملحقات جمع مذکر سالم کہا جاتا ہے)۔تو جمع مذکر سالم اور ملحقات جمع مذکر سالم کا یہی اعراب ہے چونکہ جمع مذکر سالم فرع ہے مفرد کی اور آخر میں ایسا حرف بھی ہے جو اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھتا ہے اسلئے اس کو اعراب فرعی اعراب بالحرف دیا۔مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے

اعتراض:۔ہم آپ کو ایسی مثالیں دکھاتے ہیں کہ وہ جمع مذکر سالم نہیں ہیں مگر ان کا بھی یہی اعراب ہے سِنُوْنَ ، اَرَضُوْنَ ثُبُوْنَ قِلُوْنَ یہ جمع ہیں سَنَةٌ اَرَضَةٌ ثُبَةٌ قُلَةٌ کی یہ مؤنث ہیں تو سِنُوْنَ وغیرہ مؤنث کی جمع سالم ہیں نہ کہ مذکر کی جمع سالم مگر اعراب جمع مذکر سالم والا ہے۔

جواب:۔جمع مذکر سالم سے مراد اصطلاحی جمع مذکر سالم ہے۔نحویوں کی اصطلاح میں جمع مذکر سالم وہ ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء اور نون مفتوحہ ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث یہ سب چونکہ جمع مذکر سالم ہیں لھذا انکا اعراب بھی یہی ہوگا۔

اعتراض:۔تثنیہ میں رفع الف کے ساتھ ہے اور جمع میں رفع واؤ کے ساتھ ہے اور دونوں میں نصب کو جر کے تابع کر کے نصب اور جر یاء کے ساتھ پھر تثنیہ میں یاء کا ماقبل مفتوح اور جمع میں یاء کا ماقبل مکسور پھر تثنیہ کا نون مکسور اور جمع کا نون مفتوح ایسا کیوں ہے؟

جواب:۔تثنیہ اور جمع فرع ہیں مفرد کی ان کو اعراب فرعی ملنا چاہیے اور اعراب فرعی تین ہیں واؤ الف اور یاء اگر تینوں تثنیہ کو دے دیتے تو جمع بغیر اعراب کے رہ جاتا اگر تینوں جمع کو دے دیتے تو تثنیہ بغیر اعراب کے رہ جاتا اگر ہر ایک کو تینوں اعراب دے دیتے تو التباس ہو جاتا تو مجبوراً ان تین حرفوں کو تثنیہ وجمع پر تقسیم کیا گیا تثنیہ کی حالت رفعی کو الف دیا گیا اور جمع کی حالت رفعی کو واؤ دیا گیا کیونکہ فعل میں یہ دونوں فاعل مرفوع کی علامت ہیں جیسے ضربا (تثنیہ میں) الف اور ضربوا (جمع) میں واؤ علامت تثنیہ وجمع بھی ہیں اور ضمیر فاعل بھی اور دونوں کی حالت جری کو یاء دی گئی اور دونوں کی حالت نصبی کیلئے کوئی حرف نہ بچا تو نصب کو جر کے تابع کر دیا گیا جیسے دونوں میں جر یاء کے ساتھ ہے نصب بھی یاء کے ساتھ ہے پھر تثنیہ وجمع میں فرق کرنے کیلئے تثنیہ میں یاء کا ماقبل مفتوح اور جمع میں یاء کا ماقبل مکسور کر دیا گیا برعکس نہیں کیا گیا کیونکہ تثنیہ کثیر ہے کیونکہ ذوی العقول کے ساتھ خاص نہیں ہے اور جمع قلیل ہے کیونکہ یہ شکل جمع کی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے تو کثیر تقاضا کرتا ہے خفت کا اس لئے تثنیہ میں ماقبل مفتوح ہے اور پھر تثنیہ کے نون کو مکسور اور جمع کے نون کو مفتوح کر دیا تا کہ توازن برقرار ہو جائے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِيَةِ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَنُوْنُ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا وَكِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ(۱)

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بے شک نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں گر جاتے ہیں اضافت کے وقت کہے گا تو جاء نی غلامازید ومسلمو مصر (آئے میرے پاس زید کے دوغلام اور مصر کے مسلمان)

تشریح:۔نون تثنیہ رفع نصب جر تینوں حالتوں میں مکسور اور نون جمع تینوں حالتوں میں مفتوح ہوتا ہے جمع سالم سے جمع مکسر خارج ہوا کیونکہ جمع مکسر کا نون کبھی مرفوع اور کبھی مجرور ہوتا ہے اور اضافت کی وجہ سے کبھی ساقط بھی نہیں ہوتا جیسے شیاطین شیطان کی جمع مکسر ہے۔تثنیہ اور جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے لیکن جب ان پر الف لام داخل ہو تو پھر نہیں گرتا۔تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔مثال جیسے جاء نی غلاما زید اصل میں غلامان زید تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا جاء نی مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا مصر کی طرف اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

اَلسَّابِعُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَهُوَمَا فِيْ آخِرِهٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ كَعَصاً وَبِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كَغُلَامِيْ تَقُوْلُ هٰذَا عَصَا وَغُلَامِيْ وَرَأَيْتُ عَصَا وَغُلَامِيْ وَمَرَرْتُ بِعَصَا وَغُلَامِيْ(۲)

ترجمہ:۔ساتویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کیساتھ اور یہ اعراب مختص ہے اسم مقصور کے ساتھ اور وہ وہ ہے کہ ہو اس کے آخر میں الف مقصورہ جیسے عصا اور یہ اعراب مختص ہے اس اسم کیساتھ جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف حال ہونا اس اسم کا کہ وہ غیر ہو جمع مذکر سالم کا جیسے غلامی کہے گا تو ھذا عصا وغلامی (یہ لاٹھی ہے اور یہ میرا غلام ہے) رأیت عصا وغلامی دیکھا میں نے لاٹھی اور اپنے غلام کو مررت بعصا وغلامی (گزرا میں لاٹھی اور اپنے غلام کے ساتھ)

---

(۱)حل ترکیب:۔اعلم فعل با فاعل ان حرف نون التثنیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر اسم مکسورۃ خبر ابدا مفعول فیہ مکسورۃ کا واؤ عاطفہ نون جمع السلامۃ کا عطف ہے نون التثنیہ پر تو یہ بھی بذریعہ عطف ان کا اسم ہے اور مفتوحۃ بذریعہ عطف خبر ہے ابدا مفعول فیہ مفتوحۃ کا کلاہما مبتدا تسقطان فعل الف ضمیر فاعل عند الاضافۃ مفعول فیہ تسقطان فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر خبر۔

(۲)حل ترکیب:۔السابع الخ کی ترکیب سابقہ ترکیبوں کی طرح ہے ھو مافی آخرہ الخ ھو مبتدأ ما موصولہ فی جار آخرہ مجرور جار مجرور ظرف مستقر خبر مقدم الف مقصورۃ موصوف صفت سے ملکر مبتدأ مؤخر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ صلہ ہے ما موصولہ کا موصول صلہ سے ملکر خبر۔ با جار ال بمعنی الذی اسم موصول مضاف اسم مفعول ھو نائب فاعل الی جار یاء المتکلم مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مضاف کے غیر جمع المذکر السالم مضاف مضاف الیہ سے ملکر حال ہے مضاف کی ضمیر نائب فاعل سے مضاف اپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر معطوف ہے بالمقصور پر۔

تشریح:۔اعراب لفظی کے بعد اب مصنف اعراب تقدیری کو بیان کررہے ہیں اعراب تقدیری چار جگہوں پر آتا ہے ان میں سے دو وہ ہیں جن میں اعراب لفظی متعذر و مشکل ہے ایک اسم مقصور اور دوسرا وہ اسم جو غیر جمع مذکر سالم ہوکر یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور دو جگہیں وہ ہیں جہاں اعراب لفظی مشکل تو نہیں مگر ثقیل ہے ایک اسم منقوص اور دوسرا جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔اعراب کی ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب مختص ہے اسم مقصور کے ساتھ

اسم مقصور وہ ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ وہ لفظوں میں موجود ہو جیسے اَلْعَصَا (الف لام تعریف کے ساتھ) یا محذوف ہو جیسے عَصاً اصل میں عَصَوٌ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح الف سے بدلا تو عَصَانْ ہوا التقائے ساکنین کی وجہ سے الف گر گیا تو عَصاً ہوا چونکہ آخر میں الف مقصورہ ہے وہ اعراب لفظی کو قبول نہیں کرتا ورنہ تو ھمزہ بن جائیگا لھذا اعراب تقدیری ہوگا اور یہ اعراب مختص ہے اس اسم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو بشرطیکہ جمع مذکر سالم نہ ہو خواہ پھر مفرد ہو یا جمع مکسر یا جمع مؤنث سالم جیسے غلامی اس کے آخر میں یا ہے جو چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو لھذا غلامی کی میم پر کسرہ ہی رہیگا یاء کے تقاضے کی وجہ سے کوئی اور اعراب نہیں آسکتا۔تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

اَلثَّامِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّبِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَا فِيْ اٰخِرِهٖ يَاءٌ مَاقَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِىْ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ الْقَاضِىْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِىَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِىْ

ترجمہ: آٹھویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کیساتھ درانحالیکہ وہ فتحہ لفظی ہو اور یہ اعراب مختص ہے اسم منقوص کے ساتھ اور وہ اسم منقوص وہ ہے کہ ہو اس کے آخر میں ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی کہے گا تو جاء نی القاضی ورأیت القاضی ومررت بالقاضی۔

تشریح:۔اعراب کی یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو خواہ یاء اصلی ہو جیسے اَلرَّامِىْ یا کسی سے تبدیل شدہ ہو جیسے اَلدَّاعِىْ اصل میں دَاعِوٌ تھا واؤ کو یاء سے بدلا پھر چاہے وہ یا التقائے ساکنین کی وجہ سے محذوف ہو جیسے قَاضٍ اصل میں قَاضِىٌ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا اسکو حذف کردیا گیا قَاضِيْن ہوا التقائے ساکنین کی وجہ سے یاء حذف ہوگئی قاض ہوا یا یاء محذوف نہ ہو جیسے اَلْقَاضِىْ الف لام کی وجہ سے تنوین گرگئی یاء باقی ہے۔

حل ترکیب:۔الثامن الخ کی ترکیب مثل سابق کے ہے۔الفتحۃ ذوالحال لفظا بمعنی ملفوظا ہوکر حال۔ھو مبتدأ ما موصولہ فی آخرہ خبر مقدم یاء موصوف ما موصولہ قبلہا مضاف مضاف الیہ سے مل کر ثبت سے متعلق ہوکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مبتدأ مکسور خبر، مبتدأ خبر سے ملکر صفت، یاء موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدأ مؤخر، مبتدأ خبر مقدم سے ملکر صلہ، ما موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی۔

فائدہ:۔اسم منقوص کو یہ اعراب بالحرکت اسلئے دیا گیا کہ یہ مفرد ہے اور مفرد میں اصل اعراب بالحرکت ہے حالت رفع وجر میں اعراب بالحرکت تقدیری ہے کیونکہ ضمہ اور کسرہ یاء پر ثقیل ہیں اور حالت نصب میں فتحہ لفظی ہے اسلئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہونے کی وجہ سے یاء پر ثقیل نہیں۔

اَلتَّاسِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ مُسْلِمِيَّ تَقْدِيْرُه مُسْلِمُوْیَ اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْيَاءُ وَالْاُوْلٰى مِنْهُمَا سَاكِنَةٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَاُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيَّ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ

ترجمہ:۔نویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع تقدیری واؤ کے ساتھ اور نصب و جر یاء کے ساتھ دراں حالیکہ وہ یاء لفظی ہو اور یہ اعراب مختص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ درانحالیکہ وہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف کہے گا توجاء نی مسلمی اصل اس کی مسلموی تھی واؤ اور یاء جمع ہوگئیں اول ان میں سے ساکن ہے پس واؤ کو یاء سے تبدیل کیا گیا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا گیا اور ضمہ کو کسرہ سے بدلا گیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے پس ہوگیا مسلمی اور رأیت مسلمی اور مررت بمسلمی ۔

تشریح:۔اعراب بالحرکت تقدیری کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف اعراب بالحرف تقدیری کو بیان کرتے ہیں اعراب کی نویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری واؤ کے ساتھ ہو اور نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ اور اعراب کا یہ قسم مختص ہے اس جمع مذکر سالم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی مسلمی یہ اصل میں مسلمون تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مسلموی ہوا پھر مرمی والی تعلیل جاری کی تو مسلمی ہوگیا۔

فائدہ:۔چونکہ جمع مذکر سالم فرع ہے مفرد کی تو اس کو اعراب بالحرف فرعی دیا پھر رفع تقدیری واؤ کے ساتھ ہے کیونکہ واو یاء کے ساتھ بدل چکی ہے جب واؤ نہ رہی تو رفع واؤ لفظی کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ ہے کیونکہ حالت نصبی و جری میں مُسْلِمِيْنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مسلمیی ہوا یاء کو یاء میں مدغم کیا تو مسلمی ہوا چونکہ یاء مدغم باقی ہے اس کا تلفظ بھی ہو رہا ہے لھذا نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ ہے

حل ترکیب:۔التاسع الخ کی ترکیب مثل سابق ہے۔جمع المذکر السالم ذوالحال مضافا اسم مفعول ھو ضمیر نائب فاعل الی یاء المتکلم جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مضافا کے، مضافا اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر حال ہے باقی ترکیب واضح ہے۔تقدیرہ مبتدأ مسلموی خبر۔اجتمعت فعل الواو والیاء معطوف علیہ معطوف سے ملکر ذوالحال واو حالیہ الاولی موصوف منھما جار مجرور ظرف مستقر متعلق الکائنۃ کے ہوکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ساکنۃ خبر، مبتدأ خبر سے ملکر حال ذوالحال حال سے ملکر فاعل۔

5/2

فَصْل: اَلْإِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ وَيُسَمّٰى الْإِسْمَ الْمُتَمَكِّنَ وَحُكْمُه اَنْ يَّدْخُلَهُ الْحَرَكَاتُ الثَّلَاثُ مَعَ التَّنْوِيْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَغَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَ مَا فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْهَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ هِيَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِيْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَ الْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُكْمُه اَنْ لَّا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَيَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِيْ اَحْمَدُ وَرَأَيْتُ اَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِاَحْمَدَ

(اس عبارت کی ترکیب کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ رابطہ کی عبارت ہے مقصود وفاقی نہیں ہے)

ترجمہ:۔اسم معرب دو قسم پر ہے منصرف اور وہ وہ ہے کہ نہ ہوں اس میں دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو کے نو اسباب میں سے جیسے زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم متمکن اور حکم اس کا یہ ہے کہ داخل ہوتی ہیں اس پر تینوں حرکتیں تنوین سمیت۔ کہے گا تو جاء نی زید الخ اور غیر منصرف وہ وہ ہے کہ اس میں دو سبب ہوں یا ایک ان نو میں سے جو قائم مقام دو کے ہو اور وہ نو اسباب عدل اور وصف اور تانیث الخ ہیں اور حکم اس غیر منصرف کا یہ ہے کہ نہیں داخل ہوتی اس پر کسرہ اور تنوین اور ہوتا ہے جر کے موقع میں مفتوح ہمیشہ۔ کہے گا تو جاء نی احمد الخ۔

فائدہ:۔غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اس لئے نہیں آتی کہ اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ہے۔اور چونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اس لئے اس پر بھی نہیں آئیگی۔تفصیل بڑی کتب میں ہے۔

اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ:۔لیکن عدل پس وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف تحقیقا یا تقدیرا۔

تشریح:۔اسباب منع صرف میں سے ہر ایک کی تفصیل کرنا چاہتے ہیں عدل کی تعریف بھی کی، اور اس کا حکم وغیرہ بھی بیان کیا باقی اسباب کی تعریف نہیں کی صرف شرطیں وغیرہ بیان کی ہیں کیونکہ عدل کی تعریف غیر مشہور تھی باقیوں کی مشہور تھی عدل کے لغت میں کئی معانی ہیں۔(ا) مائل ہونا جبکہ اس کا صلہ الی ہو یعنی اس کے بعد حرف جر الی ہو تو معنی ہوگا مائل ہونا جیسے فُلَانٌ عَدَلَ اِلَیْہِ (فلان

حل ترکیب:۔اما حرف تفسیر العدل مبتدأ متضمن معنی شرط ھو مبتدأ تغیر مضاف اللفظ مضاف الیہ من صیغتہ الاصلیۃ ظرف لغو متعلق تغیر کے الی صیغۃ اخری بھی متعلق تغیر کے۔تحقیقا او تقدیرا یا فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں یعنی حقق تحقیقا وقدر تقدیرا یا مضاف الیہ ہیں اور مضاف محذوف ہے تغیر تحقیق او تقدیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کیا گیا اور مضاف والا اعراب مضاف الیہ کو دیا گیا یا مصدر محذوف کی صفت ہیں یعنی تغیرا محققا او مقدرا اس صورت میں تحقیقا او تقدیرا مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہونگے یا تمیز ہیں تغیر اللفظ سے یا کان محذوف کی خبر ہیں یعنی تحقیقا کان او تقدیرا۔

مائل ہوا اس کی طرف)۔(۲) اعراض کرنا جبکہ اس کا صلہ عن ہو جیسے فلان عدل عنه (فلاں نے اس سے اعراض کیا) (۳) دور ہونا جبکہ صلہ من ہو جیسے عَدَلَ الْجَمَالُ مِنَ الْبَعِيْرِ (خوبصورتی اونٹ سے دور ہوئی) (۴) برابری کرنا جب صلہ بین ہو جیسے عدل الامیرُ بَيْنَ فُلَانٍ وَفُلَانٍ (امیر نے فلاں اور فلاں کے درمیان برابری کی)

اصطلاحی معنی: ۔کسی لفظ یعنی اسم کا اپنی اصلی شکل سے دوسری شکل کی طرف نکلنا، تبدیل ہونا خواہ یہ تبدیلی تحقیقی ہو یا تقدیری۔ [1]

تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا: ۔اس عبارت سے عدل کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری

(۱) عدل تحقیقی: ۔وہ ہے کہ جس میں اسم کا نکلنا ایسے معدول عنہ سے فرض کریں جو خارج میں موجود ہو پھر خارج میں موجود ہونے سے مراد یہ ہے کہ کلمہ کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے معدول عنہ کے وجود پر کوئی اور مستقل دلیل موجود ہو یعنی اس کلمہ کو غیر منصرف پڑھنا بھی دلیل ہے کہ یہ معدول ہے یعنی کسی سے نکلا ہوا ہے اور اس کا کوئی معدول عنہ بھی ہے جس سے یہ نکلا ہوا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی اور مستقل دلیل موجود ہو جو یہ بتلائے کہ یہ معدول ہے اور اس کا کوئی معدول عنہ موجود ہے۔

(۲) عدل تقدیری: ۔وہ ہے کہ جس میں اسم کا نکلنا ایسے معدول عنہ سے فرض کریں جو خارج اور واقع میں موجود نہ ہو بلکہ فرضی ہو پھر

---

[1] **اعتراض (۱):** ۔یہ تعریف ید اور دم پر سچی آتی ہے کیونکہ یہ اصل میں یَدَیٌ اور دَمَوٌ تھے تو اپنی اصل شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں لیکن نحوی حضرات ان میں عدل نہیں مانتے انکو معدول نہیں کہتے۔

جواب: تعریف میں ایک شرط محذوف ہے کہ مادہ یعنی حروف اصلیہ بھی باقی ہوں اصلی معنی بھی باقی ہو تو اب تعریف یوں ہے کہ اسم کا اپنی اصل شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کرنا حقیقتاً یا تقدیراً بشرطیکہ معنی اور مادہ اصلیہ باقی رہے اور ید اور دم میں مادہ باقی نہیں ہے

اعتراض (۲): ۔ضرب یضرب ضارب یہ سب مشتقات ہیں ان پر تعریف صادق آتی ہے۔ یہ سب ضَرْبٌ با اسم مصدر سے بنے ہیں تو یہ بھی اپنی اصلی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں اور مادہ اور معنی اصلی بھی باقی ہے لیکن نحوی ان میں عدل نہیں مانتے۔ جواب: تعریف میں من صیغۃ کی ضمیر سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظ اپنی اصلی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کرے یہ مشتقات اپنی شکل سے نہیں نکلے بلکہ مصدر کی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں لہذا ان پر تعریف سچی نہیں آئیگی۔

اعتراض (۳): ۔قَالَ بَاعَ مَقُوْلٌ مَرْمِیٌّ وغیرہ پر تعریف صادق آتی ہے کیونکہ قال کی اپنی اصلی شکل قَوَلَ ہے اور بَاعَ کی بیع، مقول کی مقوول، مرمی کی مرموی یہ الفاظ اپنی اصلی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں لہذا ان کو معدول کہنا چاہیے حالانکہ نحوی حضرات نہیں کہتے۔

جواب: ۔تعریف میں ایک شرط محذوف ہے کہ یہ تبدیلی بغیر صرفی قانون کے ہو۔ تو عدل کی کامل تعریف یہ ہے کہ کسی لفظ کا اپنی اصل شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کرنا بغیر کسی صرفی قانون کے بشرطیکہ مادہ بھی باقی ہو اور معنی اصلی بھی باقی ہو۔ ان مثالوں میں صرفی قانون لگ چکے ہیں لہذا ان پر تعریف سچی نہیں آئیگی اب تعریف جامع مانع ہوگئی۔

فرضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے معدول عنہ کے وجود پر کوئی اور مستقل دلیل موجود نہ ہو بس اس کا غیر منصرف پڑھنا ہی دلیل ہو کہ یہ معدول ہے اور اس کا کوئی معدول عنہ موجود ہے۔

عدل تحقیقی کی مثال:۔ جیسے ثُلاثُ اور مَثْلَثُ یہ دونوں کلام عرب میں غیر منصرف پڑھے جا رہے تھے اور ان میں غیر منصرف کا صرف ایک سبب وصف تھا اور وہ ایک سبب قائم مقام دو کے بھی نہیں تھا اور ایک سبب کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف نہیں ہوسکتا تو ہم نے فرض کرلیا کہ ان میں دوسرا سبب عدل ہے (کیونکہ فرض کرنے کے لائق صرف یہی عدل ہی ہوسکتا ہے۔ (وجہ بڑی کتابوں میں ہے) اب فیصلہ یہ کرنا ہے کہ یہ عدل تحقیقی ہے یا تقدیری تو فیصلہ یہ ہوا کہ عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ ہمارے پاس ایک اور مستقل دلیل موجود ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ یہ معدول ہیں اور انکا معدول عنہ موجود ہے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ ثلاث کا معنی ہے تین تین اسی طرح مثلث کا معنی ہے تین تین تو لفظ ایک ہے اور معنی میں تکرار ہے اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ثلاث کی اصلی شکل یہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے اور وہ ہے ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ اسی طرح مثلث کی اصلی شکل بھی ثلثة ثلثة ہے تو ثلاث اور مثلث معدول ہیں اور ثلثة ثلثة انکا معدول عنہ ہے یہ دونوں اپنی اصلی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکے ہیں بغیر کسی صرفی قانون کے۔

عدل تقدیری کی مثال:۔ عمر اور زفر۔ یہ دونوں اسم کلام عرب میں غیر منصرف پڑھے جا رہے تھے ان میں صرف ایک سبب تھا علمیت اور وہ ایک سبب قائم مقام دو کے بھی نہیں تھا اور ایک سبب کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف بھی نہیں ہوسکتا تو ہم نے فرض کرلیا کہ ان میں دوسرا سبب عدل تقدیری ہے کیونکہ ان کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور مستقل دلیل موجود نہیں ہے جو یہ بتلائے کہ یہ معدول ہیں اور انکا معدول عنہ فلاں ہے بلکہ انکا غیر منصرف ہونا ہی دلیل ہے کہ یہ معدول ہیں اور کوئی انکا معدول عنہ ہے تو ہم نے فرض کرلیا کہ انکا معدول عنہ عَامِرٌ اور زَافِرٌ ہے ان کی اصلی شکل عامر اور زافر تھی اس شکل کو چھوڑ کر دوسری شکل عمر اور زفر والی اختیار کرلی بغیر صرفی قانون کے۔

وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلاً وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الْوَصْفِ كَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ

ترجمہ:۔ اور عدل نہیں جمع ہوتا وزن فعل کے ساتھ بالکل اور جمع ہوتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عمر اور زفر اور وصف کیساتھ جیسے ثُلٰث اور مَثْلَث اور اُخَر اور جُمَع۔

تشریح:۔ عدل وزن فعل کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتا یعنی کوئی اسم ایسا نہیں ہوگا کہ اس میں ایک سبب عدل ہو اور دوسرا وزن فعل ہو کیونکہ

حل ترکیب:۔ لا تجتمع فعل ہو فاعل مع وزن الفعل مفعول فیہ اصلا مفعول مطلق فعل مقدر اصل کا زیادہ راجح احتمال یہ ہے کہ اصلا بمعنی ابدا ہو کر مفعول فیہ ہے لا تجتمع کا۔ واؤ عاطفہ تجتمع فعل ہو فاعل مع العلمیۃ معطوف علیہ مع الوصف معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول فیہ تجتمع کا عطف لا تجتمع پر۔

عدل کے چھ اوزان ہیں ان میں سے کسی وزن پر بھی فعل نہیں آتا تو عدل اور فعل کے اوزان جدا جدا ہیں لھذا جمع نہیں ہو سکتے۔ عدل کے مخصوص چھ اوزان یہ ہیں (۱) فُعَالِ جیسے ثُلَاثَ (۲) مَفْعَلِ جیسے مَثْلَث (۳) فُعَلِ جیسے عُمَرُ اُخَرُ وغیرہ (۴) فَعَلِ جیسے اَمَسِ (۵) فَعَلُ جیسے سَحَرُ (۶) فَعَالُ جیسے قَطَامِ۔ عدل علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے عمر اور زفران میں ایک سبب علمیت اور دوسرا عدل تقدیری ہے تفصیل گزر چکی ہے اور وصف کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے جیسے ثلاث اور مثلث ان میں ایک سبب وصف ہے دوسرا عدل تحقیقی اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔ عدل تحقیقی کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی تیسری مثال اخر ہے یہ جمع ہے اخری کی اخری مؤنث ہے آخر کی آخر بروزن افعل اسم تفضیل ہے کیونکہ اس کا معنی اصل میں تھا زیادہ پیچھے ہٹنے والا لیکن اب یہ غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جب آخر اسم تفضیل ہے تو اس کی مؤنث کی جمع اخر بھی اسم تفضیل ہوا اور اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے یا مضاف ہو کر جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ یا معرف باللام ہو کر جیسے زَیْدُ نِ الْاَفْضَلُ یا من کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ لیکن اخر کا استعمال ان تین طریقوں میں کسی طریقہ سے نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اخر ان تین میں سے کسی ایک سے معدول ہے یا اصل میں اخر القوم تھا یا الاخر تھا یا اخر من تھا مگر اضافت والی صورت کسی کے ہاں درست نہیں ہے کیونکہ مضاف الیہ مذکور نہیں ہے اور محذوف بھی نہیں کیونکہ مضاف الیہ کے محذوف ہونے کی تین صورتیں ہیں یا اسکے عوض مضاف پر تنوین آتی ہے جیسے یومئذ حینئذ یا مضاف مبنی بر ضم ہوتا ہے جیسے قبل بعد یا اضافت کا تکرار ہوتا ہے جیسے یا تَیْمَ تَیْمَ عَدِیٍّ اور یہاں تینوں صورتیں نہیں ہیں لھذا مضاف محذوف بھی نہیں تو یہ اضافت والی صورت سے معدول نہیں ہے پھر بعض کہتے ہیں اصل میں اَلْاُخَرُ تھا بعض کہتے ہیں اُخَرُ مِنْ تھا تو یہ اپنی اصلی شکل چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر چکا ہے بغیر صرفی قانون کے اور اصلی شکل یعنی معدول عنہ کے وجود پر مستقل دلیل موجود ہے یعنی اسم تفضیل کے استعمال ہر نے کا ضابطہ لھذا یہ عدل تحقیقی ہے اس میں دوسرا سبب وصف ہے کیونکہ اسم تفضیل میں زیادتی والا معنی وصفی معنی ہوتا ہے۔ عدل تحقیقی کے وصف کے ساتھ جمع ہونے کی چوتھی مثال جُمَعُ ہے یہ جمع ہے جَمْعَاء کی جو مؤنث ہے اَجْمَعُ بروزن اَفْعَلُ کی اور قاعدہ ہے کہ اگر فَعْلَاء اَفْعَلُ صفتی کا مؤنث ہو تو اس کی جمع فُعَل کے وزن پر آتی ہے جیسا کہ اَحْمَرُ بروزن اَفْعَلُ کی مؤنث حَمْرَاءُ بروزن فَعْلَاءَ کی جمع حُمَر بر وزن فُعَل ہے اور اگر فَعْلَاء اسم ذات ہو تو اس کی جمع فَعَالَی یا فَعْلَاوَات کے وزن پر آتی ہے جیسے صَحْرَاء کی جمع صَحَارَی یا صَحْرَاوَات آتی ہے پس اس قاعدہ کے مطابق جَمْعَاء کی جمع یا تو جُمْع آنی چاہیے یا جَمَاعَیٰ یا جَمْعَاوَات آنی چاہیے حالانکہ جمع ان میں سے کسی وزن پر نہیں ہے لھذا معلوم ہوا کہ جمع اگر اسم صفت ہے تو اس کی اصلی شکل یعنی معدول عنہ جُمْع ہے۔ اور اگر اسم ذات ہے تو معدول عنہ جَمَاعَی یا جَمْعَاوَات ہے تو جمع کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے معدول عنہ کے وجود پر مستقل دلیل موجود ہے اور وہ فعلاء صفتی و فعلاء اسم ذات کی جمع لانے کا قاعدہ ہے لھذا یہ عدل تحقیقی ہے دوسرا سبب اس میں وصف ہے کیونکہ غالب یہی ہے کہ یہ فعلاء صفتی کی جمع ہے۔

أَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ أَصْلاً وَشَرْطُه أَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِيْ أَصْلِ الْوَضْعِ فَأَسْوَدُ وَأَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَإِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاِصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ

ترجمہ:۔لیکن وصف پس نہیں جمع ہوتا علمیت کے ساتھ بالکل اور شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ وصف اصل وضع میں پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ ہو چکے ہیں نام سانپ کے بوجہ اصل ہونے ان کے وصفیت میں۔

تشریح:۔غیر منصرف کے نو اسباب میں سے دوسرا سبب وصف ہے وصف کا لغوی معنی ہے تعریف کرنا اصطلاح میں اس کے دو معنی آتے ہیں اول یہ کہ وصف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے رجل عالم میں عالم تابع وصف ہے رجل میں علم والا معنی تھا اس پر دلالت کررہا ہے دوم یہ کہ اسم کا ایسی ذات مبہم پر دلالت کرنے والا ہونا جس میں کسی وصفی معنی کا لحاظ ہو جیسے احمر (سرخ رنگ والا مرد) اسود (سیاہ رنگ والا مرد) اول قسم معرفہ بھی ہوتا ہے نکرہ بھی جیسے زید ن العالم یا رجل عالم دوسرا قسم صرف نکرہ ہوتا ہے یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

وصف ایسا سبب ہے جو علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ علم میں تعیین ہوتی ہے اور وصف میں ابہام۔تعیین اور ابہام میں تضاد ہے ۔وصف کے سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو خواہ اب استعمال میں وہ وصف باقی ہو یا نہ پھر اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واضع نے اس کو ذات مبہم کیلئے وضع کیا ہو جس میں وصفی معنی کا لحاظ ہو۔نہ یہ کہ وصفیت اس کو وضع کے بعد عارض ہو۔اس شرط پر تفریع متفرع کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا کہ پس اسود وارقم غیر منصرف ہیں۔یہ وجود شرط پر تفریع ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وصف کے منع صرف کا سبب بننے کیلئے یہ شرط ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو تو اسود (سیاہ سانپ) اور ارقم (چتکبرا سانپ) غیر منصرف ہونگے کیونکہ یہ دونوں اسم اصل وضع میں ذات مبہمہ پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسود کو واضع۔نے وضع کیا ہر سیاہ چیز کیلئے اور ارقم کو واضع نے وضع کیا ہر چتکبری اور گدری چیز کیلئے لیکن بعد میں یہ نام بن گئے سیاہ سانپ اور چتکبرا سانپ کے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اسود وارقم میں ایک سبب وزن فعل ہے دوسرا سبب وصف اصلی لھذا یہ غیر منصرف ہوں گے۔

حل ترکیب: اما حرف تفصیل الوصف مبتدأ متضمن معنی شرط فلا تجتمع الخ خبر اصلا بمعنی ابدا مفعول فیہ لاتجتمع کا شرطہ مبتدأ ان مصدریہ یکون فعل ناقص ھو اسم وصفا موصوف فی اصل الوضع ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر یکون کی خبر یکون اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر خبر۔اسود وارقم مبتدأ غیر منصرف خبر۔مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔واو زائدہ ان حرف شرط وصلیہ صارا فعل ناقص الف ضمیر اسم اسمین موصوف للحیۃ ظرف مستقر کائنین سے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے ملکر خبر لام جار اصالۃ مضاف ھما ضمیر مضاف الیہ فاعل فی الوصفیۃ ظرف لغو متعلق اصالۃ کے۔اصالۃ مصدر اپنے مضاف الیہ فاعل ومتعلق سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق صارا کے صارا اپنے اسم وخبر ومتعلق سے ملکر شرط جزاء محذوف ہے یا فاسود ارقم غیر منصرف دال بر جزا ہیں

وَاَرْبَعٌ فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ (۱)

ترجمہ:۔اور اربع جو ہونے والا ہے مررت بنسوة اربع میں یہ منصرف ہے باوجودیکہ یہ وصف اور وزن فعل بوجہ نہ ہونے اصل کے وصفیت میں ۔

تشریح:۔اس عبارت کا عطف ہے اسود وارقم پر یہ شرط عدمی پر تفریع ہے مطلب یہ ہے کہ چونکہ وصف کے سبب بننے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو نہ یہ کہ وصفیت عارض ہو لھذا وصف اصلی نہ ہونے کی وجہ سے اربع جو مررت بنسوة اربع میں ہے یہ منصرف ہے حالانکہ غیر منصرف کے دو سبب اس میں موجود ہیں وصف اور وزن فعل وصف اس لئے کہ اس ترکیب میں اربع صفت ہے نسوة کی اور وزن فعل اس لئے کہ اسود اور ارقم کی طرح یہ بھی اکرم بروزن افعل کے وزن پر ہے اور یہ فعل کا وزن ہے لھذا ان دو سببوں کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہونا چاہیے۔لیکن چونکہ اس میں وصف اصلی نہیں بلکہ عارض استعمال کی وجہ سے وصف ہے لھذا یہ منصرف ہوگا وصف اصلی اس میں اسلئے نہیں ہے کہ اربع اسمائے عدد میں سے ہے اور مراتب عدد میں سے ایک معین عدد کیلئے وضع کیا گیا ہے جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے کامل عدد ہے اس کیلئے اس کی وضع ہے اس میں معنی وصفی بالکل نہیں ہے کیونکہ ذات معینہ کیلئے اس کی وضع ہے۔ذات مبہمہ کیلئے اس کی وضع نہیں ہے لیکن اس مثال میں نسوة موصوف ہے اربع صفت ہے تو اس میں وصفی معنی پایا گیا عارض استعمال کی وجہ سے اب معنی یہ ہوا کہ میں ایسی عورتوں کے پاس سے گزرا کہ جو چار والی صفت کے ساتھ متصف تھیں لھذا یہ منصرف ہوگا۔

اَمَّا التَّانِيْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذٰلِكَ الْمَعْنَوِيُّ (۲)

ترجمہ:۔لیکن تانیث بالتاء پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم جیسے طلحة اور اسی طرح معنوی ہے۔

تشریح:۔اسباب منع صرف میں سے تیسرا سبب تانیث ہے یعنی کسی اسم کا مؤنث ہونا خواہ نر پر دلالت کرے یا مادہ پر پھر تانیث دو قسم پر ہے ایک تانیث تاء کے ساتھ دوسری تانیث بغیر تاء کے جو بغیر تاء کے ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلی دوسری الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء جو تانیث بالتاء ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تاء ملفوظہ کے ساتھ دوسری تاء مقدرہ کے ساتھ

---

(۱) حل ترکیب:۔اربع موصوف فی مررت الخ ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر مبتدأ منصرف خبر۔مع مضاف ان حرف ان حرف ہ ضمیر اسم صفة ووزن الفعل معطوف علیہ معطوف سے ملکر خبر ان کی،ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد مضاف الیہ مع مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے منصرف کا۔لعدم الاصالة جار مجرور متعلق منصرف کے۔

(۲) حل ترکیب:۔اما حرف تفصیل التانیث موصوف بالتاء جار مجرور ظرف مستقر الکائن سے متعلق ہو کر صفت،موصوف صفت سے ملکر مبتدأ متضمن معنی شرط،فاجزائیہ شرطہ مبتدأ ان،یکون علما بتاویل مصدر کے ہو کر خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر پھر خبر قائم مقام جزاء۔کذلک خبر مقدم المعنوی مبتدأ مؤخر

پھر جو تاء ملفوظہ کے ساتھ ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک تائے ملفوظہ متحرکہ کیساتھ دوسری تاء ملفوظہ ساکنہ کے ساتھ جو تانیث تائے ساکنہ کے ساتھ ہے یہ فعل کا خاصہ ہے جیسے ضربت جو تانیث تاء متحرکہ کے ساتھ ہے وہ اسم کی علامت ہے جیسے ضاربۃ یہ تاء اسم کے آخر میں زائدہ ہوتی ہے اور حالت وقف میں ھا بن جاتی ہے جو تانیث تاء مقدرہ کے ساتھ ہو اس کو تانیث معنوی کہتے ہیں۔ جو تانیث تاء ملفوظہ کے ساتھ ہو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم مؤنث کسی کا علم ہو خواہ مذکر کا علم ہو جیسے طلحۃ یا مؤنث کا علم ہو جیسے فاطمۃ۔

فائدہ:۔ تانیث بالتاء میں علمیت اس وجہ سے شرط ہے کہ تاء تانیث محل زوال میں ہے یعنی کلمہ سے زائل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کرنے کیلئے آتی ہے جب کوئی کلمہ علم بن جاتا ہے تو وہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جاتا ہے یہ تاء تانیث کلمہ کو لازم ہو جائیگی تو اس میں کلمہ کو منصرف ہونے سے روکنے کی قوت پیدا ہو جائیگی اگر علم نہ ہو تو یہ تاء تانیث محل زوال میں ہوگی اور جو چیز محل زوال میں ہو وہ کلمہ کو منصرف ہونے سے نہیں روک سکتی اور اس کے غیر منصرف ہونے کا سبب نہیں بن سکتی۔

وَكَذٰلِكَ الْمَعْنَوِيُّ: ۔ یعنی جس طرح تانیث لفظی بالتاء میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت شرط ہے لیکن ان دونوں تانیثوں میں فرق ہے وہ یہ کہ تانیث لفظی بالتاء میں علمیت شرط ہے وجوب تاثیر کیلئے یعنی علمیت کے ساتھ تانیث لفظی بالتاء والے کلمہ کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے طلحۃ فاطمۃ وغیرہ۔

بخلاف تانیث معنوی کے کہ اس میں علمیت وجوب تاثیر کی شرط نہیں ہے بلکہ جواز تاثیر کی شرط ہے یعنی جب تانیث معنوی والے کلمہ میں علمیت ہوگی تو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کیلئے علمیت کے علاوہ ایک اور شرط ہے جس کو مصنف ثم المعنوی الخ سے بیان کر رہے ہیں۔

ثُمَّ الْمَعْنَوِيُّ اِنْ كَانَ ثُلَاثِيًّا سَاكِنَ الْاَوْسَطِ غَيْرَ اَعْجَمِيٍّ يَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْكُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَيْنِ كَهِنْدٍ وَالْاَيْجَبُ مَنْعُهٗ كَزَيْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ

ترجمہ:۔ پھر معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہے تو جائز ہے اس کا انصراف اور ترک انصراف بوجہ خفت کے اور بوجہ موجود ہونے دو سببوں کے جیسے ھند۔ اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی نہیں تو واجب ہے اس کا منع صرف جیسے زینب وسقر وماہ وجور۔

حل ترکیب:۔ ثم عاطفہ المعنوی مبتدا ان حرف شرط کان فعل ناقص ہو ضمیر اسم ثلاثیا موصوف ساکن الاوسط صفت اول غیر اعجمی صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر خبر، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط یجوز فعل صرفہ معطوف علیہ ترکہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر فاعل لام جارہ اجل مضاف الخفۃ معطوف علیہ وجود السببین معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یجوز کے، یجوز اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جزاء، شرط اپنی جزاء سے ملکر خبر المعنوی مبتدا کی۔ واو عاطفہ الا مرکبہ ہے اصل میں تھا ان لم یکن ثلاثیا الخ ان حرف شرط لم جازمہ جحد یہ یکن فعل ناقص ہو ضمیر مستتر اسم ثلاثیا الخ خبر یکن اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط یجب منعہ فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ جزاء شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

تشریح:۔ تانیث معنوی کے وجوب تاثیر کیلئے یعنی غیر منصرف کیلئے وجوبی طور پر سبب بننے کیلئے علمیت کے علاوہ تین شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ وہ اسم جو علم ہے یا تو تین حرفوں سے زائد ہو جیسے زینب عورت کا نام ہے یا اگر وہ تین حرفی ہے تو اسکا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے سقر دوزخ کے ایک طبقے کا نام ہے یا اگر درمیانی حرف ساکن ہے تو وہ عجمی ہو جیسے ماہ اور جور دو شہروں کے نام ہیں ان چاروں کلمات کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے کیونکہ ان میں علمیت بھی ہے اور تانیث معنوی بھی اور تانیث معنوی کی وجوب تاثیر کی شرط بھی پائی جا رہی ہے اور اگر کوئی اسم ایسا ہے جس میں تانیث معنوی بھی ہے اور علمیت بھی ہے جو جواز تاثیر کی شرط ہے مگر تانیث معنوی کی وجوب تاثیر کی تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں ہے تو اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں جیسے ھند عورت کا نام ہے اس میں تانیث معنوی ہے اصل میں ھندۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر ھنیدۃ آتی ہے پھر تاء مقدر ہو گئی اور اس میں علمیت بھی ہے مگر وجوب تاثیر کی تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ نہ تو تین حرفوں سے زائد ہے نہ ثلاثی ہو کر درمیانی حرف متحرک ہے اور نہ ہی یہ کلمہ عجمی ہے بلکہ عربی ہے لھذا اس کا منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔

لِاَجلِ الْخِفَّةِ: ۔ یہ یجوز صرفه کی دلیل ہے کہ اس کا منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ ایسے کلمہ میں بہت خفت ہوتی ہے ثقل باقی نہیں رہتا جو دو سببوں کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور جنکی وجہ سے تنوین اور کسرہ کو روک دیا گیا تھا اب چونکہ بہت خفت پیدا ہو گئی لھذا تینوں حرکتوں کو تنوین سمیت پڑھنا جائز ہوگا اگر وہ کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو تو وہ کلمہ چوتھے حرف کی وجہ سے ثقیل ہوگا اگر ثلاثی ہو مگر متحرک الاوسط ہو تو یہ بھی ساکن الاوسط کی بنسبت ثقیل ہوگا اور اگر ساکن الاوسط ہو مگر عجمی ہو تو بھی اہل عرب کی زبان پر ثقیل ہوتا ہے لھذا ثقل اور دو سببوں کے پائے جانے کی وجہ سے ان کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔

وَوُجُوْدُ السَّبَبَيْنِ: ۔ اس کا عطف الخفة پر ہے اور یہ یجوز ترکه کی دلیل ہے یعنی اسم مؤنث ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہے دو سببوں (تانیث معنوی اور علمیت) کے موجود ہونے کی وجہ سے مگر واجب نہیں کیونکہ تانیث معنوی کی وجوب تاثیر کی شرط نہیں پائی جاتی۔

وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحُمَرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ التَّانِيْثِ وَلُزُوْمِه

حل ترکیب:۔ التانیث موصوف با حرف جر الالف موصوف المقصورۃ معطوف علیہ الممدودۃ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہو کر صفت، التانیث موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتدأ ممتنع اسم فاعل صرفھما فاعل اسم فاعل اپنے فاعل سے ملکر خبر، البتۃ مفعول مطلق لفعل محذوف بت کا، ان حرف از حروف مشبہ بالفعل الالف اسم قائم اسم فاعل ھو ضمیر فاعل مقام مضاف السببین مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ، قائم اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر خبر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق ممتنع کے۔ التانیث خبر مبتدأ محذوف احدھما کی اور لزومہ خبر ثانیھما کی یا بدل ہیں السببین سے یا مفعول بہ ہیں اعنی فعل محذوف کے۔

ترجمہ:۔اور تانیث الف مقصورۃ کے ساتھ جیسے حبلی (حاملہ عورت) اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء (سرخ عورت) ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے یقیناً' اسلئے کہ الف قائم مقام ہے دوسببوں کے ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث۔

تشریح:۔ جو تانیث الف ممدودہ یا الف مقصورہ کے ساتھ ہو وہ یقیناً غیر منصرف کا سبب ہے یعنی وہ اسم مؤنث جس میں الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہو وہ یقیناً غیر منصرف ہوگا لان الالف الخ سے اس کی دلیل ہے کہ یہ اس لئے یقیناً غیر منصرف ہوگا کہ اس میں الف دو ... کے قائم مقام ہے ایک تانیث دوسرا لزوم تانیث وہ اس لئے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ باعتبار وضع کے کلمہ کو لازم ہیں یہاں تک کہ اپنے مدخول سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس اپنے لزوم کی وجہ سے یہ بمنزل دوسری تانیث کے ہیں گویا کہ ان میں تانیث مکرر ہے لھذا یہ الف مقصورہ یا ممدودہ اکیلا ایک سبب قائم مقام دوسبب کے ہوگیا بخلاف تاء تانیث کے کہ وہ باعتبار وضع کے کلمہ کو لازم نہیں اگر علمیت کی وجہ سے لازم ہو بھی جائے تو بھی یہ لزوم عارضی ہے جو لزوم وضعی کا مقابلہ نہیں کرسکتا لھذا جو حکم لزوم وضعی کا ہے وہ لزوم عارضی کا نہیں ہوسکتا۔

أَمَّاالْمَعْرِفَةُ فَلاَ يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّاالْعَلَمِيَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِالْوَصْفِ (۱)

ترجمہ:۔لیکن معرفہ پس نہیں معتبر منع صرف میں اس معرفہ سے مگر علمیت اور جمع ہوجاتا ہے غیر وصف کے ساتھ۔

تشریح:۔اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفہ ہے یہاں معرفہ سے مراد تعریف ہے یعنی کسی اسم کا معرفہ ہونا غیر منصرف کے اسباب میں سے ایک سبب ہے یہاں معرفہ سے مراد وہ نہیں جو نکرہ کے مقابلے میں ہے کیونکہ نکرہ کے مقابلے میں جو معرفہ ہے وہ وہ اسم ہے جس کی وضع ذات معین کیلئے ہو یہ ذات معرفہ غیر منصرف کا سبب نہیں کیونکہ غیر منصرف کے جتنے اسباب ہیں ان میں مصدری معنی پایا جاتا ہے لھذا معرفہ سے مراد تعریف ہے یعنی کسی اسم کا معرفہ ہونا یعنی ذات معین پر دلالت کرنیوالا ہونا۔ فلا یعتبر الخ سے اس کے غیر منصرف کے سبب بننے کی شرط ذکر کررہے ہیں کہ معرفہ کے منع صرف کے سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ معرفہ بصورت علم ہو جیسے عمر میں ایک سبب معرفہ بصورت علم ہے اور دوسرا سبب عدل تقدیری ہے۔

سوال:۔معرفہ کی بہت سی قسمیں ہیں مصنف نے سب کو چھوڑ کر صرف علمیت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب:۔وجہ یہ ہے کہ معرفہ کی بعض قسمیں تو مبنی ہیں جیسے مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولہ پس وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتیں کیونکہ غیر منصرف معرب ہے اور معرب مبنی کی ضد ہے ایک شئی اپنی ضد کا سبب نہیں بن سکتی اور بعض قسمیں معرفہ کی غیر منصرف کو

---

(۱) حل ترکیب:۔اما حرف تفصیل المعرفۃ مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ لایعتبر فعل مجھول فی منع الصرف جار مجرور ظرف لغو متعلق لایعتبر کے منھا بھی متعلق لایعتبر کے الاحرف استثناء العلمیۃ مستثنی مفرغ ہوکر نائب فاعل فلایعتبر فعل اپنے نائب فاعل ومتعلقات سے ملکر خبر قائم مقام جزاء کے تجتمع فعل ھی ضمیر فاعل مع غیر الوصف مفعول فیہ۔

منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہیں جیسے معرفہ بالالف واللام اور معرفہ بالاضافۃ لھذا وہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتیں باقی رہا معرفہ بنداء تو وہ نحویوں کے ہاں معرف باللام کے حکم میں داخل ہے۔ نیز معرفہ بالنداء یعنی منادی اگر مفرد معرفہ ہوتو وہ مبنی برضم ہوتا ہے مبنی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا اور اگر مضاف یا شبہ مضاف ہوتو وہ منصرف یا منصرف کے حکم میں ہوجائیگا اور اگر نکرہ غیر معین ہوتو وہ معرفہ ہی نہیں تو وہ غیر منصرف کا سبب کیسے بنے گا لھذا معرفہ بالنداء یہ بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا تو صرف ایک ہی قسم رہ گیا معرفہ بصورت علم لھذا یہی غیر منصرف کا سبب ہوگا۔

وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ: ۔یعنی معرفہ وصف کے سوا باقی سب اسباب کیساتھ جمع ہوجاتا ہے وصف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور معرفہ یعنی علم ذات معین پر دلالت کرتا ہے ذات مبہم و معین میں تضاد ہے لھذا وصف اور معرفہ ایک اسم میں جمع نہیں ہوسکتے۔

اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِى الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰى ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْ ثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ

ترجمہ:۔لیکن عجمہ پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم لغت عجم میں اور تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا تین حرفی ہو کر متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح بھی منصرف ہے بوجہ ساکن الاوسط ہونے کے۔

تشریح:۔پانچواں سبب عجمہ ہے عجمہ کا لغوی معنی ہے گونگا ہونا اصطلاحی معنی کسی اسم کا ان الفاظ سے ہونا جن کو غیر عرب نے وضع کیا ہو عجمہ کے منع صرف کے سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں اول یہ ہے کہ وہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو خواہ حقیقۃً علم ہو جیسے ابراھیم یہ لغت عرب کی طرف نقل ہونے سے پہلے لغت عجم میں حقیقۃً علم تھا بغیر کسی تبدیلی کے لغت عرب میں منقول ہو گیا یا حکماً علم ہو جیسے قالون یہ لغت عرب کی طرف نقل ہونے سے پہلے لغت عجم میں حقیقۃً علم نہ تھا بلکہ لغت عجم میں اسم جنس تھا ہر جید (کھری) چیز کو قالون کہتے تھے پھر لغت عرب میں نقل ہونے کے بعد معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پہلے ہی علم ہو گیا قراء میں سے ایک قاری صاحب کا علم بن گیا جودۃ قراءت کی وجہ سے اور وہ لفظ عجمی جو لغت عرب میں نقل ہوتے ہی اپنے معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پہلے علم ہو جائے تو یہ حکماً علم ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی تغیر و تبدل سے محفوظ ہوتا ہے۔

حل ترکیب:۔اما حرف تفصیل العجمہ مبتدأ متضمن معنی شرط شرطھا مبتدأ ان مصدر یہ تکون فعل ناقص ھی اسم علما موصوف فی العجمۃ ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر صفت علما کی موصوف اپنی صفت سے ملکر معطوف علیہ زائدۃ علی ثلثۃ احرف پھر معطوف علیہ او عاطفہ ثلاثیا موصوف متحرک الاوسط صفت موصوف صفت سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر معطوف، علما معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر تکون کی۔ فلجام مبتدأ منصرف خبر لعدم العلمیۃ متعلق منصرف کے نوح مبتدأ منصرف خبر لسکون الاوسط متعلق منصرف کے۔

فائدہ: عجمہ میں علمیت کی شرط اسلئے لگائی کہ اہل عرب پر عجمی لفظ کا ادا کرنا مشکل ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ ثقل دور کرنے کیلئے اہل عرب اس میں تصرف کریں اور چونکہ عجمہ غیر منصرف کا سبب بنتا ہے محض اپنے ثقل کی وجہ سے تو تصرف کرنے کے بعد ثقل ختم ہو جائیگا تو وہ عجمہ غیر منصرف کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا اس۔ لئے اس میں شرط کی گئی کہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو حقیقۃ یا حکما تا کہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے اور ثقل اس کا باقی رہے تا کہ غیر منصرف کا سبب بن سکے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس اسم میں دو صورتوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا تو وہ علمیت کے ساتھ ساتھ تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا اگر تین حرفی ہے تو درمیانی حرف متحرک ہو جیسے شتر (دیار بکر کے ایک قلعے کا نام ہے)

فائدہ:۔ یہ شرط اس لئے لگائی کہ عجمہ ایک اعتباری چیز ہے لفظ میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تو یہ شرط لگائی تا کہ کلمہ میں ثقل پیدا ہو جائے اور عجمہ غیر منصرف کا سبب بن سکے فلجام منصرف الخ میں فا تفریعیہ ہے اول شرط پر تفریع ہے کہ لجام جو لغت عجم میں لگام تھا۔ یہ لغت عرب میں علم بھی ہو جائے تب بھی منصرف ہوگا کیونکہ لغت عجم میں نہ حقیقۃ علم ہے نہ حکما حقیقۃ علم نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ ہر لگام کو لگام کہتے تھے یہ اسم جنس تھا اور یہ حکما بھی علم نہیں کیونکہ لغت عرب میں نقل ہوتے ہی علم نہیں بنا بلکہ لگام والے معنی میں ہی استعمال ہوتا رہا اب اگر کسی کا علم رکھ بھی دیں تو منصرف ہی رہیگا بخلاف قالون کے کہ لغت عجم سے نقل ہوتے ہی معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پہلے ہی ایک قاری صاحب کا علم بن گیا لہذا یہ حکما علم ہے۔

وَنُوحٌ مُنْصَرِفٌ الخ:۔ یہ دوسری شرط پر تفریع ہے کہ نوح جو لغت عجم میں ایک پیغمبر علیہ السلام کا علم ہے منصرف ہے کیونکہ یہ اگر چہ عجمہ بھی ہے اور لغت عجم میں علم بھی ہے لیکن عجمہ کے سبب بننے کیلئے دوسری شرط کی دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جاتی نہ تو تین حرفوں سے زائد ہے نہ درمیانی حرف متحرک ہے بلکہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے لھذا یہ منصرف ہوگا۔ [1]

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفٌ مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابٌّ، اَوْ ثَلَاثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرُ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيْحَ فَصَيَاقِلَةٌ وَ فَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهِمَا الْهَاءَ

ترجمہ:۔ لیکن جمع پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ منتھی الجموع کے وزن پر اور وہ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد

---

[1] فائدہ:۔ تمام ملائکہ کے نام غیر منصرف ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے نام غیر منصرف ہیں صرف سات نام منصرف ہیں ان میں سے تین عربی ہیں (۱) محمد ﷺ (۲) صالح علیہ السلام (۳) شعیب علیہ السلام اور چار عجمی ہیں (۱) نوح علیہ السلام (۲) لوط علیہ السلام (۳) ھود علیہ السلام (۴) شیث علیہ السلام

حل ترکیب:۔ اما حرف تفصیل الجمع مبتدا متضمن معنی شرط فا جزائیہ شرطہ مبتدا ان یکون علی صیغۃ منتھی الجموع خبر پھر مبتدا خبر سے ملکر خبر قائم مقام جزاء کے ھو مبتدا ان مصدریہ یکون فعل ناقص بعد الف الجمع خبر مقدم حرفان معطوف علیہ او عاطفہ حرف مشدد موصوف صفت سے ملکر معطوف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یاایک حرف مشدد ہوجیسے دواب یاایسے تین حرف ہوں کہ درمیانی انکا ساکن ہودرانحالیکہ وہ نہ قبول کرنیوالا ہو ھاءکوجیسے مصابیح پس صیاقلة اور فرازنة منصرف ہیں بوجہ قبول کرنے ان دونوں کے ہاءکو۔

تشریح:۔ چھٹا سبب جمع ہے جمع کا لغوی معنی اکھٹا کرنا اصطلاحی معنی کسی اسم کا بہت سے افراد پر دلالت کرنیوالا ہونا اس کے مفرد میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے۔اس کے سبب بننے کیلئے اور ایک سبب قائم مقام دو ہونے کیلئے دوشرطیں ہیں اول شرط یہ ہے کہ منتھی الجموع کے وزن پر ہومنتہی الجموع کا لغوی معنی ہے جمعوں کی آخری جمع یعنی اس کے بعد کوئی دوسری جمع نہ ہونحویوں کی اصطلاح میں منتہی الجموع وہ جمع ہے جس کے بعد کوئی دوسری جمع تکسیر نہ بنائی جاسکےتو گویا یہ آخری جمع ہے اس کو جمع اقصی بھی کہتے ہیں اور جمع منتھی الجموع کا وزن یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہوتیسری جگہ الف ہو پھر الف کے بعد یا تو دوحرف متحرک ہوں جن میں پہلا مکسور ہوجیسے مساجد مسجد کی جمع ہے یاایک حرف مشدد ہوجیسے دواب جمع ہے دابة کی یا تین حرف ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہودرمیانی حرف ساکن ہوجیسے مصابیح جمع ہے مِصْبَاحٌ بمعنی چراغ کی۔دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جمع ایسی تاءکوقبول نہ کرے جوحالت وقف میں ھاء بن جائے فصیاقلة الخ سے دوسری شرط پر تفریع ہے کہ صیاقلة جوجمع ہے صَیْقَلٌ کی بمعنی تیز کرنیوالا اور فرازنة جوجمع ہے فرزین کی بمعنی شطرنج کا وزیر یہ دونوں منصرف ہیں کیونکہ یہ تاءتانیث کوقبول کرتے ہیں جوحالت وقف میں ہاء ہوجاتی ہے۔

فائدہ: یہ دوسری شرط اس لئے لگائی کہ اگراس کے آخر میں اس قسم کی ہاء ہوتو اس جمع کا التباس ہوجائیگا بعض مفردات کے ساتھ جن کے آخر میں ہاءہوتی ہےتو اس کی جمعیت میں فتور پیدا ہوجائیگا اور غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گا جیسے صَیَاقِلَةٌ فَرَازِنَةٌ کا التباس ہے طَوَاعِیَّةٌ بمعنی اطاعت اور کَرَاهِیَّةٌ بمعنی کراہت کے ساتھ اور یہ دونوں مفرد ہیں۔

وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ وَلُزُوْمُهَا وَاِمْتِنَاعِ اَنْ يُّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرٰى جَمْعَ التَّكْسِيْرِ فَكَاَنَّه جُمِعَ مَرَّتَيْنِ

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) او عاطفہ ثلاثة احرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر موصوف اوسطہا مبتدأ ساکن خبر مبتدأ اپنی خبر سے ملکر صفت ثلثة احرف کی موصوف اپنی صفت سے ملکر معطوف معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے ملکر یکون کا اسم مؤخر غیر قابل للھاء یہ حال ہے یکون کی ضمیر مستتر سے یکون اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مصدر خبر ہومبتدأ کی۔صیاقلة معطوف علیہ فرازنة معطوف سے ملکر مبتدأ منصرف خبر لقبولہما الھاء جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق منصرف کے۔

حل ترکیب:۔ھو مبتدأ ایضا مفعول مطلق فعل مقدر آض کا یہ جملہ معترضہ ہے قائم مقام السببین خبر۔الجمعیة خبر مبتدأ محذوف احدہما کی۔لزومہا معطوف علیہ امتناع مضاف ان مصدریہ یجمع فعل مجہول ہو نائب فاعل مرة اخری موصوف صفت سے ملکر مفعول فیہ،جمع التکثیر مفعول مطلق یجمع کا،یجمع اپنے نائب فاعل مفعول فیہ ومطلق سے ملکر بتاویل مصدر مضاف الیہ امتناع کا،مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف،معطوف علیہ معطوف سے ملکر خبر مبتدأ محذوف ثانیہما کی یا الجمعیة ولزومہا الخ بدل ہیں السببین سے یا مفعول بہ ہیں اعنی فعل محذوف کے۔کان حرف از حروف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اسم جمع مرتین خبر۔

ترجمہ:۔اور وہ بھی قائم مقام ہے دوسببوں کے ایک ان میں سے جمعیت ہے اور دوسرا لزوم جمعیت اور ممتنع ہونا اس بات کا کہ جمع لائی جائے دوسری مرتبہ جمع مکسر پس گویا کہ یہ جمع لائی گئی ہے دومرتبہ۔

تشریح:۔یہ جمع بھی تانیث کے دوالفوں کی طرح ایک سبب قائم مقام دوسببوں کے ہے ایک جمعیت دوسرا لزوم جمعیت۔لزوم جمعیت کا مطلب مصنف نے امتناع ان یجمع الخ سے بیان کیا کہ وہ اسم جو جمعیت کی بناپر غیر منصرف ہے ایسا ہو کہ اس کی دوسری مرتبہ جمع تکسیر بنانا ممتنع ہو اور جب جمع تکسیر بنانا ممتنع ہو جائیگا تو اس میں موجودہ جمعیت لازم ہو جائے گی اس طور پر کہ اب اس کو مفرد فرض کر کے دوبارہ جمع تکسیر نہ بنائیں گے ہاں البتہ جمع صحیح بنانا درست ہے جیسے صَاحِبَۃٌ کی جمع صَوَاحِب اور صَوَاحِبُ کی جمع تکسیر دوسری مرتبہ نہیں آتی البتہ جمع صحیح وسالم اس کی صَوَاحِبَات آتی ہے پس اس کی جمعیت بمنزلہ ایک سبب کے ہوگئی اور اسکا ایسی جمع کے وزن پر ہونا کہ اس کی دوبارہ جمع مکسر بنانا ممتنع ہے اور وہی اول جمعیت اس کو لازم ہے یہ گویا کہ بمنزلہ دوسرے سبب کے ہے۔

فکانه جمع مرتین :۔اس سے مصنف اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ جب اس کی دوبارہ جمع تکسیر ممتنع ہوگئی تو گویا کہ وہ ایسا اسم ہوگیا کہ دوبارہ جمع بنایا گیا یعنی اس میں جمع کا تکرار ہوتا ہے پھر کبھی تو حقیقۃ تکرار ہوتا ہے جیسے اکالب جمع ہے اَکْلُبٌ کی اور اکلب جمع ہے کَلْبٌ بمعنی کتا کی۔اسی طرح اَسَاوِرٌ جمع ہے اَسْوِرَۃٌ کی اسورۃ جمع ہے سِوَارٌ بمعنی کنگن کی۔اور کبھی حکماً تکرار ہوتا ہے یعنی یہ اس جمع کی طرح ہوتا ہے جس میں حقیقۃً تکرار پایا جاتا ہے جیسے مساجد اکالب کی طرح ہے۔

اَمَّا التَّرْكِيبُ فَشَرْطُه اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلاَ اِضَافَةٍ وَلاَ اِسْنَادٍ كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُاللهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِيْكَرِبَ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ

ترجمہ:۔لیکن ترکیب پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبک پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناھا مبنی ہے۔

تشریح:۔ساتواں سبب ترکیب ہے ترکیب مصدر ہے از باب تفعیل اس کا لغوی معنی جوڑنا مرکب کرنا اصطلاحی معنی دو یا دو سے زیادہ کلموں کا بغیر کسی حرف کے جزہونے کے ایک ہونا جب ترکیب میں یہ قید لگائی کہ اس کا جز نہ ہو تو اب النجم اور بصری اگر کسی کا نام بھی بن جائیں تو بھی یہ غیر منصرف نہیں ہوں گے کیونکہ النجم میں ایک جز الف لام ہے جو حرف تعریف ہے اور بصری میں

حل ترکیب:۔اما حرف تفصیل الترکیب مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ شرطہ مبتدأ ان مصدریہ یکون فعل ناقص ہو ضمیر اسم علما موصوف با جارہ لا بمعنی غیر مضاف اضافۃ مضاف الیہ، واؤ عاطفہ لا زائدہ اسناد کا عطف اضافۃ پر ہے، پھر با جارہ اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر صفت ہے علما کی علما موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر یکون کی، یکون اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مصدر خبر، مبتدأ خبر سے ملکر خبر قائم مقام جزاء کے۔عبداللہ مبتدأ منصرف خبر۔معدیکرب مبتدأ، غیر منصرف خبر۔شاب قرناہا جملہ بتاویل ھذا الترکیب مبتدأ مبنی خبر۔

ایک جزیا نسبت ہے یہ بھی حرف ہے۔

فائدہ:۔ترکیب کی چھ قسمیں ہیں(۱) ترکیب اسنادی۔جیسے زید قائم (۲) ترکیب اضافی جیسے غلام زید (۳) ترکیب توصیفی جیسے رجل عالم (۴) ترکیب صوتی جیسے سِیْبَوَیْهِ نِفْطَوَیْهِ (۵) ترکیب تعدادی جیسے خَمْسَةَ عَشَرَ (۶) مرکب امتزاجی جیسے بعلبک۔

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں پہلی یہ کہ وہ اسم مرکب کسی کا علم ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ ترکیب ایک عارضی چیز ہے کیونکہ اصل ہر کلمہ میں یہ ہے کہ وہ مستقل الگ استعمال ہو ایک دوسرے کی طرف محتاج نہ ہوں مگر کسی عارض کی وجہ سے انکو جوڑا گیا ہے مرکب کیا گیا ہے تو یہ ترکیب ایک عارضی چیز ہے جو چیز عارضی ہو وہ زوال پذیر ہوتی ہے لھذا احتمال ہے کہ یہ ترکیب زائل ہو جائے لھذا علمیت کو شرط کیا تا کہ زوال سے محفوظ ہو کر غیر منصرف کا سبب بن جائے۔

بِلاَ اِضَافَةٍ وَلَا اِسْنَادٍ: ۔اس سے دوسری شرط کا بیان ہے پہلی شرط وجودی تھی یہ عدمی ہے کہ ترکیب اضافی بھی نہ ہو اور اسنادی بھی نہ ہو ترکیب اضافی اس لئے نہیں ہونی چاہیے کہ اضافت مضاف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے اور ترکیب اسنادی اس لئے نہ ہونی چاہیے کہ ترکیب اسنادی والا مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہوگا تو وہ مبنی ہوگا اور مبنی غیر منصرف نہیں ہو سکتا کیونکہ غیر منصرف معرب کا قسم ہے۔

اعتراض:۔جس طرح ترکیب اضافی اور اسنادی غیر منصرف کا سبب نہیں اسی طرح ترکیب توصیفی اور تعدادی اور صوتی بھی غیر منصرف کا سبب نہیں تو جس طرح ترکیب اضافی و اسنادی کو خارج کرنے کیلئے مصنف نے شرط لگائی اسی طرح ان کو بھی خارج کرنے کیلئے شرط لگانی چاہیے تھی۔

جواب:۔ترکیب توصیفی،ترکیب اضافی کے حکم میں ہے لھذا اس کو نکالنے کیلئے الگ شرط لگانے کی ضرورت نہیں اس کے حکم میں اسلئے ہے کہ دونوں مرکب تقییدی ہیں مرکب اضافی میں مضاف الیہ مضاف کی قید ہوتا ہے اور مرکب توصیفی میں صفت موصوف کی قید ہوتی ہے اسی طرح ترکیب صوتی اور تعدادی ترکیب اسنادی میں داخل ہیں کیونکہ مرکب اسنادی تو علم بننے کے بعد مبنی بن جاتا ہے اور غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا اور مرکب صوتی اور تعدادی تو شروع سے ہی مبنی ہیں تو یہ کیسے غیر منصرف کا سبب بن سکیں گے لھذا انکو نکالنے کیلئے الگ سے شرط لگانے کی ضرورت نہیں صرف ترکیب امتزاجی رہ گئی جو غیر منصرف کا سبب ہے جیسے بعلبک بعل ایک اسم تھا اور بک ایک دوسرا اسم تھا بعل ایک بت کا نام تھا اور بک شہر کے بنانے والے کا نام تھا ان دونوں کو ملا کر اسی شہر کا نام رکھ دیا اس مرکب میں کوئی جز حرف بھی نہیں اور ترکیب اضافی اور اسنادی بھی نہیں لھذا ترکیب اور علمیت کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہوگا۔

فعبداللّٰہ منصرف : ۔اس سے شرط ثانی کی قسم اول پر تفریع ہے کہ عبداللّٰہ اگرچہ علم ہے مگر ترکیب اضافی کی وجہ سے منصرف ہے اور معد یکرب غیر منصرف ہے یہ ایک مرد کا نام ہے معدی اور کرب دو اسم تھے ان دونوں کو ملا کر ایک کیا ہے

چونکہ مرکب اسنادی بھی نہیں اور اضافی بھی نہیں لھذا یہ غیر منصرف ہوگا۔

شاب قرناها : ۔یہ دوسری شرط کی قسم ثانی پر تفریع ہے کہ یہ مبنی ہے کیونکہ یہ مرکب اسنادی ہے شاب فعل ہے قرناها مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل ہے معنٰی یہ ہے کہ سفید ہوگئے اس عورت کے گیسو۔جس عورت کے گیسو سفید ہو گئے تھے اس کا نام رکھ دیا گیا شاب قرناها اب اگر چہ یہ مرکب علم ہے مگر مرکب اسنادی ہونے کی وجہ سے مبنی ہے لھذا یہ غیر منصرف نہیں ہوگا۔

اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَ تَانِ اِن كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُه اَن يَّكُوْنَ عَلَمًا كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبَتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَاِنْ كَانَتَا فِيْ صِفَةٍ فَشَرْطُه اَنْ لَّايَكُوْنَ مُوَنَّثه عَلٰى فُعْلَانَةٍ كَسَكْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْ مَانَةٍ

ترجمہ:لیکن الف ونون زائدتان اگر یہ اسم میں ہوں تو پس شرط اسکی یہ ہے کہ ہو وہ اسم علم جیسے عمران وعثمان پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے بوجہ نہ ہونے علمیت کے اور اگر یہ ہوں صفت میں تو پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہو اس صفت کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر جیسے سکران پس ند مان منصرف ہے بوجہ موجود ہونے ندمانۃ کے۔

تشریح:۔آٹھواں سبب الف نون زائدتان ہے یعنی کسی لفظ کے آخر میں الف نون زائدتان کا آنا بھی غیر منصرف کا سبب ہے زائدتان سے مراد یہی ہے کہ فاء عین لام کلمہ کے مقابلے میں نہ ہوں بلکہ آخر میں زائدہ ہوں ان كانتا فی اسم سے شرائط کا بیان ہے۔

فائدہ:۔اسم نحویوں کے ہاں کئی چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے کبھی فعل وحرف کے مقابلے میں کہ یہ اسم ہے فعل وحرف نہیں کبھی لقب اور کنیت کے مقابلے میں کہ یہ لفظ اسم ہے لقب اور کنیت نہیں ہے کبھی صفت کے مقابلے میں کہ یہ لفظ اسم ہے یعنی صفت نہیں یہاں ان کا نتا فی اسم کی عبارت میں اسم صفت کے مقابلے میں ہے حاصل یہ ہے کہ الف نون زائدتان دو حال سے خالی نہیں یا اسم کے آخر میں زائد ہونگے یا صفت کے آخر میں اگر اسم میں ہوں تو الف نون زائدتان کے غیر منصرف کے سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ الف نون آخر میں زائد ہوتے ہیں اور کلمہ کا آخر تغیر کا محل ہے آخر میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو علمیت کی شرط لگائی تا کہ اسم تغیر سے محفوظ ہو جائے اور الف نون زائدتان اسم کو لازم ہو کر سبب بن سکیں جیسے عمران وعثمان دونوں مثالوں میں اسم

حل ترکیب:۔اما حرف تفصیل الالف والنون معطوف علیہ معطوف سے ملکر موصوف الزائدتان صفت،موصوف صفت سے ملکر مبتدأ متضمن معنٰی شرط ان حرف شرط کا نتافی اسم شرط فشرطہ ان یکون علما جزاء،شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ خبر قائم مقام جزاء کے فسعدان اسم نبت موصوف صفت یا مبدل منہ بدل سے ملکر مبتدأ منصرف خبر لعدم العلمیۃ ظرف لغو متعلق منصرف کے ان کا نتافی صفۃ شرط فشرطہ الخ جزاء پھر جملہ شرطیہ کا عطف ہے سابقہ جملہ شرطیہ پر۔فندمان مبتدأ منصرف خبر لوجود ندمانۃ ظرف متعلق منصرف کے۔

کے آخر میں الف نون زائدتان ہیں اور یہ علم بھی ہیں لھذا ان دو سببوں کی وجہ سے غیر منصرف ہونگے۔ [1]

فسعدان: ۔اس سے علمیت والی شرط نہ ہونے پر تفریع ہے کہ سعدان جو ایک گھاس کا اسم ہے یہ منصرف ہے کیونکہ یہ ایک معین چیز کا علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے۔

وان کانتا فی صفة الخ: ۔ اگر الف ونون صفت کے آخر میں زائدہ ہوں تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ ہو یعنی تاء تانیث جو حالت وقف میں ھا ہو جاتی ہے اس کی مؤنث میں نہ ہو جیسے سکران غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سکری آتی ہے سکرانة نہیں آتی تو اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں الف ونون زائدتان اور وصف لھذا غیر منصرف ہوگا۔پس ندمانة بمعنی ندیم (شراب کا ساتھی) منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمانة آتی ہے گو اس میں الف ونون زائدتان اور وصف یہ دو سبب پائے جاتے ہیں۔لیکن اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہو تو اس وقت بالاتفاق غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث اس وقت ندمی آتی ہے نہ کہ ندمانة۔

اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُه اَنْ يُّخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَايُوْجَدُ فِي الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلاً عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَ وَضَرَبَ وَاِنْ لَّمْ يُخْتَصَّ بِه فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اَوَّلِه اِحْدٰى حُرُوْفِ الْمُضَارَعَةِ وَلَايَدْخُلُهُ الْهَاءُ كَاَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَيَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهَا الْهَاءَ كَقَوْلِهِمْ نَاقَةٌ يَعْمَلَةٌ

ترجمہ: ۔لیکن وزن فعل پس شرط اس کی یہ ہے کہ وہ مختص ہو فعل کے ساتھ اور نہ پایا جائے اسم میں مگر فعل سے منقول ہو کر جیسے شمر اور ضرب اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر واجب ہے یہ کہ ہو اس کے اول میں حروف مضارعة میں سے کوئی ایک حرف اور نہ داخل ہو اس کے آخر میں ھاء جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعمل منصرف ہے بوجہ قبول کرنے اس کے ھاء کو جیسا کہ اھل عرب کا قول ہے ناقة یعملة۔

---

[1] اعتراض: ۔فشرطہ کی ضمیر مفرد ہے اور اس کا مرجع الف نون زائدتان ہیں جو کہ دو ہیں تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں۔

جواب: ۔فشرطہ کی ضمیر مفرد کا مرجع یا تو وہ اسم ہے جس میں الف نون زائدتان ہوں اب بھی مطابقت ہے یا ضمیر تو الف نون زائدتان کی طرف ہی لوٹ رہی ہے مگر چونکہ دونوں ملکر ایک ہی سبب ہے تو بھی راجع مرجع میں مطابقت ہے

حل ترکیب: ۔اما حرف تفصیل وزن الفعل مبتدأ متضمن معنی شرط،شرطہ ان یختص بالفعل خبر قائم مقام جزاء کے واؤ عاطفہ لا یوجد فعل مجہول ھو ضمیر در ومستتر راجع بسوئے وزن الفعل نائب فاعل فی الاسم ظرف لغو متعلق یوجد کے الا حرف استثناء مستثنی منہ (فی حال من الاحوال) محذوف ہے منقولا صیغہ صفت اسم مفعول ھو ضمیر نائب فاعل عن الفعل ظرف لغو متعلق منقولا کے،صیغہ صفت اپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکر مستثنی مفرغ ہو کر حال ھو ضمیر نائب فاعل سے واو عاطفہ،ان لم یختص بہ شرط فیجب ان یکون فی اولہ احدی حروف المضارعة جزاء،لا یدخلہ الھاء کا عطف ہے یجب پر۔فیعمل بتاویل ھذا اللفظ مبتدأ منصرف خبر لقبولھا الھاء ظرف لغو متعلق منصرف کے۔

تشریح:۔نواں سبب وزن فعل ہے یعنی اسم کا ایسے وزن پر ہونا کہ جس کو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہو وزن فعل کے غیر منصرف کے سبب بننے کیلئے دو شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے تو اسم میں خلاف عادت پایا جائے گا اور خلاف عادت پائے جانے کی وجہ سے ثقیل ہوگا اور ثقل کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بن جائیگا جیسے شَمَّرَ بروزن فعل واحد مذکر غائب ماضی معلوم ہے بمعنی دامن سمیٹا اس شخص نے۔ یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے پھر اس کو اسم کی طرف نقل کیا گیا اور ایک تیز رفتار گھوڑے کا نام بن گیا اب یہ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ دوسری مثال ضُرِبَ بروزن فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اب اگر کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے ضُرِبَ تو یہ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

سوال:۔مثال دیتے وقت مصنف نے ماضی مجہول کے صیغے کو کیوں اختیار کیا ماضی معروف سے مثال کیوں نہیں دی؟

جواب:۔ضَرَبَ بروزن فعل ماضی معروف کا وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شجر ھجر وغیرہ آخری حرکت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

ولا یوجد الخ:۔اس سے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے تو اسم میں نہ پایا جانا چاہیے پھر وہ اسم میں آ کر اسم کے غیر منصرف ہونے کا سبب کیسے بنے گا؟

جواب:۔مصنف نے جواب دیا کہ اصل وضع کے اعتبار سے تو وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے مگر اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائیگا جب اسم میں فعل سے نقل ہو کر پایا جائیگا تو وہ غیر منصرف کا سبب بن جائیگا۔

وان لم یختص الخ:۔اس سے دوسری شرط کا بیان ہے کہ اگر وہ وزن فعل فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر اس کے سبب بننے کیلئے یہ شرط ہے کہ اس کے شروع میں حروف مضارعۃ یعنی حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور اس کے آخر میں ھاء نہ ہو یعنی ایسی تاء تانیث متحرکہ نہ ہو جو حالت وقف میں ھاء بن جائے حروف مضارعۃ میں سے ایک حرف کے شروع میں آنے کی شرط اس لئے ہے کہ حروف مضارعۃ فعل کے خواص میں سے ہیں ان کی وجہ سے وہ وزن پھر فعل کے ساتھ مختص ہو جائیگا اسم و فعل میں مشترک نہیں رہیگا اور آخر میں تاء تانیث کے نہ داخل ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ وہ وزن فعل کے اوزان سے نکل کر اسم کے اوزان میں سے نہ ہو جائے اور فعل کے ساتھ اسکا اختصاص باطل نہ ہو جائے کیونکہ تاء تانیث متحرکہ اسم کے خواص میں سے ہے جب شروع میں حرف مضارعۃ ہے اور آخر میں تاء تانیث داخل نہیں ہو سکتی تو اب یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو کر غیر منصرف کا سبب بن جائیگا جیسے احمد یشکر تغلب نرجس اول تین مردوں کے نام ہیں نرجس کا معنی نرگس کا پھول مگر پھر یہ بھی نام بن گیا آدمی کا تو اب علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہونگے مصنف نے چار مثالیں اس لئے دی ہیں کہ حروف مضارعۃ چار ہیں جو لفظ اتین میں موجود ہیں۔

فیعمل منصرف الخ:۔ یہ دوسری شرط کے نہ پائے جانے پر تفریع ہے کہ یعمل (اونٹ جو بار اٹھانے اور چلنے میں قوی ہو) منصرف ہے اگر چہ اس میں دو سبب وزن فعل اور وصف اصلی پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ تاء تانیث کو قبول کرتا ہے چنانچہ اہل عرب قوی اونٹنی کو ناقة یعملة کہتے ہیں لھذا یہ منصرف ہی ہوگا

وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَاشُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَهُوَالْمُؤنَثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِيْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَّاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَا سَبَبٍ وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَّاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ آخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَ عُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے تحقیق ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے اور وہ ہے مؤنث بالتاء اور تانیث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف ونون زائدتان ہوں یا وہ اسم غیر منصرف کہ اس میں علمیت شرط تو نہیں لیکن جمع ہو جاتی ہے دوسرے سبب کیساتھ فقط اور وہ ہے علم معدول اور وزن فعل جب اس کو نکرہ کیا جائے گا تو منصرف ہو جائیگا لیکن پہلی قسم میں پس بوجہ باقی رہنے اسم کے بغیر سبب کے اور لیکن دوسری قسم میں پس بوجہ باقی رہنے اس کے ایک سبب پر کہے گا تو جاء نی طلحة طلحة آخر (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) اور قام عمر و عمر آخر (کھڑا ہوا عمر اور ایک دوسرا عمر) اور ضرب احمد واحمد آخر

حل ترکیب:۔ اعلم فعل با فاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل کل مضاف ما موصولہ شرط فعل مجہول فیہ ظرف لغو متعلق شرط کے العلمیة نائب فاعل شرط اپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکر معطوف علیہ او عاطفہ لم یشترط فیہ ذلک پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اجتمع مع سبب واحد معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر معطوف ہے شرط فیہ الخ پر معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر صلہ ہے ما موصولہ کا، موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ کل مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر ان کا اسم اذا شرطیہ نکر شرط صرف جزاء شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر ان کی خبر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد کے ہو کر اعلم کا مفعول بہ۔ درمیان میں ھو مبتدأ المؤنث بالتاء معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر خبر اسی طرح ھو مبتدأ العلم المعدول معطوف علیہ اپنے معطوف وزن الفعل سے ملکر خبر ہے۔ فقط میں فا فصیحیہ ہے (جو شرط محذوف پر دلالت کرتی ہے) قط اسم فعل بمعنی انتہ تو اصل عبارت یوں تھی اذا اجتمعت مع سبب واحد فانتہ عن اشتراط العلمیة اذا شرطیہ اجتمعت فعل ھی ضمیر راجع بسوئے علیت فاعل مع سبب واحد مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ اجتمعت فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر شرط فا جزائیہ انتہ فعل بفاعل عن اشتراط العلمیة ظرف لغو متعلق انتہ کے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ جزاء شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

اما فی القسم الاول الخ اما حرف شرط برائے تفصیل فی القسم الاول جار مجرور ظرف مستقر متعلق انصرافہ محذوف کے انصرافہ مصدر لازمی مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ فاعل مضاف اپنے مضاف الیہ فاعل اور متعلق سے ملکر مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ لام حرف جر بقاء مضاف الاسم مضاف الیہ فاعل با جار لا بمعنی غیر مضاف سبب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق حاصل محذوف کے حاصل صیغہ صفت کا اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر خبر ہے ھو مبتدأ محذوف کی اصل میں عبارت فھو حاصل لبقاء الخ ہے مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے قائم مقام جزاء کے۔

امافی الثانی الخ کی ترکیب بھی بعینہ امافی القسم الاول کی طرح ہے۔

(مارا احمد نے اور ایک دوسرے احمد نے)

تشریح:۔ مصنف غیر منصرف کے اسباب تسعہ بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے ایک قاعدہ بیان کرنا چاہتے ہیں پہلے ایک تمہید ہے کہ غیر منصرف کے اسباب دو حال سے خالی نہیں کہ وہ علمیت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں یا نہیں ایسا سبب جو علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا وہ فقط وصف ہے جیسے پہلے معلوم ہو چکا ہے جو علمیت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور علمیت انکے ساتھ جمع ہوتی ہے تو پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو علمیت ان کے ساتھ مؤثر ہو کر جمع ہوتی ہے یا نہیں ایسے اسباب جن کیساتھ علمیت مؤثر بن کر جمع نہیں ہوتی ویسے ہی جمع ہو جاتی ہے وہ تانیث کے دو الف مقصورہ اور ممدودہ اور جمع منتھی الجموع جو ایک ہی سبب قائم مقام دو کے تھے انکے ساتھ بغیر مؤثر ہونے کے جمع ہوتی ہے اور وہ اسباب جن کے ساتھ علمیت مؤثر ہو کر جمع ہوتی ہے پھر وہ دو قسم پر ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے مؤثر ہونے یعنی سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے اور بعض ایسے ہیں کہ انکے مؤثر ہونے اور سبب بننے کیلئے علمیت شرط نہیں وہ اسباب جن کے مؤثر ہونے اور سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے وہ کل چار ہیں۔(۱) تانیث خواہ وہ تاء کے ساتھ ہو خواہ تانیث معنوی ہو۔(۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) وہ اسم جس میں الف ونون زائدتان ہوں اور جن کے مؤثر ہونے اور سبب بننے کیلئے علمیت شرط نہیں وہ کل دو ہیں (۱) اسم معدول (۲) وزن فعل ان کے ساتھ ملکر علمیت مؤثر تو ہے سبب تو بن جاتی ہے مگر ان کے سبب بننے کیلئے شرط نہیں چنانچہ عمر عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے احمد وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے مگر ثلث اور مثلث میں عدل اور وصف ہے علمیت نہیں اسی طرح احمر میں وزن فعل اور وصف ہے علمیت نہیں پھر بھی غیر منصرف ہیں معلوم ہوا کہ ان میں علمیت شرط نہیں کبھی جمع ہو جاتی ہے ۔اس تمہید کے بعد اب قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے اور وہ کل چار ہیں یا علمیت اس میں شرط نہیں اور وہ کل دو ہیں تو جب کوئی اسم غیر منصرف ایسا ہو جس میں ایک سبب علمیت ہو دوسرا سبب وہ ہو جس کیلئے علمیت شرط ہے یا وہ ہو جس کیلئے علمیت شرط نہیں لیکن اس کے ساتھ جمع ہے جب اس اسم غیر منصرف کو نکرہ کیا جائے گا تو وہ منصرف ہو جائیگا کیونکہ پہلی صورت میں اسم غیر منصرف بغیر سبب کے رہ گیا کیونکہ نکرہ کرنے سے علمیت رخصت ہوگئی اور علمیت کے ختم ہونے سے وہ سبب بھی ختم ہو گیا جس کیلئے علمیت شرط تھی کیونکہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ (جب شرط فوت ہوتی ہے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) نماز کے دوران وضو ٹوٹے گا تو نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور دوسری صورت میں وہ اسم غیر منصرف ایک سبب پر باقی رہ گیا اور ایک سبب کی وجہ سے غیر منصرف نہیں ہوتا کیونکہ یہ قائم مقام دو کے بھی نہیں ہے۔

فائدہ ضروریہ:۔ کسی علم کو نکرہ کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) ایک نام کے بہت سے افراد کی ایک جماعت ہو پھر وہی نام بول کر ایک فرد غیر معین مراد ہو مثلاً دس آدمیوں کی جماعت میں سے ہر ایک کا نام طلحہ ہے پھر طلحہ بول کر ایک غیر معین فرد مراد ہو جیسے جاءنی طلحۃُ وطلحۃٌ آخر (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) اب اول طلحہ تو متعین تھا لھذا یہ غیر منصرف ہی رہیگا دوسرا طلحہ غیر متعین ہے دس میں سے کوئی ایک ہے لھذا یہ نکرہ ہو کر منصرف ہوگا (۲) علم بول کر ذات معین مراد نہ ہو بلکہ اس کی ایسی وصف مراد ہو

جس کے ساتھ وہ مشہور ہے جیسے لکل فرعون موسی (ہر فرعون کیلئے موسی ہے) اس مثال میں فرعون سے مراد متعین فرد نہیں جو حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں تھا اور موسی سے بھی متعین فرد پیغمبر علیہ السلام مراد نہیں بلکہ فرعون سے اس کی صفت بطلان مراد ہے اور موسی سے اس کی صفت حق والی مراد ہے تو لِکُلِ فرعونٍ موسی کا مطلب یہ ہے کہ لِکُلِ مُبْطِلٍ محق (کہ ہر باطل والے کیلئے حق والا ہوتا ہے) اب یہاں بھی فرعون جو غیر منصرف تھا نکرہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہو جائے گا

وَكُلُّ مَالاَ يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيفَ اَوْ دَخَلَهُ الْلَامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِ كُمْ وَبِالْاَحْمَدِ

ترجمہ:۔اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اسکی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس کے آخر میں کسرہ آ جائے گا جیسے مررت باحمدِ کم (گزرا میں تمہارے احمد کے ساتھ) اور بالاحمد (گزرا میں احمد کے ساتھ)

تشریح:۔مصنف یہاں سے ایک اور قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر اسم غیر منصرف جب کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے ہو تو اس پر حالت جری میں کسرہ آ جاتا ہے بعض کے ہاں تو تنوین بھی داخل ہو گی مگر تنوین لفظوں میں ظاہر نہ ہو گی کیونکہ الف لام اور اضافت تنوین سے رکاوٹ ہیں پھر کسرہ کے آنے کی وجہ یہ ہے کہ غیر منصرف پر فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کسرہ نہیں آتا جب اس پر الف لام داخل ہو گا یا اضافت ہو گی تو چونکہ الف لام اور اضافت اسم کے خواص میں سے ہیں لھذا غیر منصرف کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جائے گی اور اسمیت والی جہت غالب ہو جائے گی لھذا اب اس پر کسرہ آ جائے گا جو اسم کے آخر میں آتا ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ غیر منصرف اب بھی غیر منصرف رہتا ہے یا منصرف ہو جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے مصنف نے اس کو نہیں چھیڑا صرف طریقہ استعمال بتلا دیا کہ اس کے آخر میں کسرہ آ جائے گا بعض کہتے ہیں کہ اب بھی یہ غیر منصرف ہے کیونکہ غیر منصرف وہ ہوتا ہے جس میں دو سبب یا ایک قائم مقام دو کے موجود ہوں اس میں بھی موجود ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ غیر منصرف وہ ہے جس پر کسرہ اور تنوین نہ آئے چونکہ اس پر کسرہ آ گیا اگرچہ تنوین نہ آ سکی لھذا یہ منصرف ہو جائے گا مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے

حل ترکیب:۔کل مضاف ما موصولہ لا ینصرف فعل ہو ضمیر فاعل ،فعل فاعل سے ملکر صلہ ،موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا اذا شرطیہ اضیف فعل مجہول ہو ضمیر نائب فاعل ،فعل نائب فاعل سے ملکر معطوف علیہ او عاطفہ دخلہ اللام فعل فاعل مفعول سے ملکر معطوف ،معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر شرط فا جزائیہ دخلہ الکسرۃ جزاء۔شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر ،مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه وَالْمُبْتَدأُ وَالْخَبَرُ وَخَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَخَبَرُ لاَ الَّتِی لِنَفْیِ الْجِنْسِ

ترجمہ:۔ مقصداول مرفوعات میں ہے اسمائے مرفوعہ آٹھ اقسام ہیں فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدأ اور خبر اوران اوراس کے مشابہات کی خبر اور کان اور اسکے مشابہات کا اسم اور ما اور لا مشبہتین بلیس کا اسم اور لانفی جنس کی خبر۔

تشریح:۔ مقدمہ کے بیان سے فارغ ہونے کے بعداب مصنف مقاصد ثلاثہ کو بیان فرمارہے ہیں المقصد اسم ظرف یا مصدر میمی ہے اسم مفعول مقصود کے معنی میں ہے اول مقصود مرفوعات کے بیان میں ہے۔ [1]

سوال:۔ مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ مرفوعات عمدہ ہیں کیونکہ اکثر مسندالیہ ہوتے ہیں اور مسندالیہ کلام میں عمدہ ہے عمدہ کو مقدم ہونا چاہیے۔

فائدہ:۔ اسم مرفوع کی تعریف:۔ اسم مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعل کی علامت ضمہ، واؤ، الف ہے جیسے جاء نی زید وابوہ وزیدان۔ اسمائے مرفوعہ کل آٹھ ہیں تفصیل گزرچکی ہے۔

فَصْلٌ: اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَه فِعْلٌ اَوْ صِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰی مَعْنٰی اَنَّه قَامَ بِهٖ لاَ وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا (۲)

ترجمہ:۔ فاعل ہروہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہوایسافعل یا صیغہ صفت جس کی اس اسم کی طرف نسبت کی گئی ہو اس معنی پر

حل ترکیب:۔ المقصد الاول مبتدأ فی المرفوعات ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر خبر' الاسماء المرفوعات موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ثمانیۃ اقسام مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر الفاعل ومفعول مالم یسم فاعلہ الخ بدل ثمانیۃ اقسام سے یا خبر مبتدأ محذوف احدھا وثانیھا وثالثھا وغیرہ کی یا مفعول بہ اعنی فعل مقدر کے۔

[1] فائدہ:۔ مرفوعات مرفوع کی جمع ہے مرفوعۃ کی جمع نہیں کیونکہ اس کا جو مفرد ہے وہ اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر ہے تو اس کی صفت بھی مذکر ہونی چاہیے لھذا اس کا مفرد مرفوع ہے۔

سوال:۔ مرفوع مذکر ہے اور مذکر کی جمع سالم تو واؤنون کے ساتھ آتی ہے یہاں تو جمع الف وتاء کے ساتھ ہے

جواب:۔ اسم مذکر لایعقل ہے اور ضابطہ ہے کہ مذکر لایعقل یعنی غیر عاقل کی صفت کی جمع الف وتاء کے ساتھ ہوتی ہے جیسے یوم مذکر غیر عاقل ہے اس کی صفت آتی ہے خالی اس کی جمع خالیات آتی ہے کہا جاتا ہے الایام الخالیات (گزشتہ ایام) الکوکب مذکر لایعقل ہے اس کی صفت کی جمع الف تاء کے ساتھ آتی ہے کہا جاتا ہے الکواکب الطالعات (ستارے جو طلوع ہونے والے ہیں)

(۲) حل ترکیب:۔ الفاعل مبتدأ کل مضاف اسم موصوف قبلہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ثبت فعل محذوف کا فعل (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

کہ تحقیق وہ فعل یا صیغہ صفت کا اس اسم کے ساتھ قائم ہونا کہ اس پر واقع ہو جیسے قام زیدٌ (کھڑا ہے زید) اور زید ضاربٌ اَبُوْهُ عمروًا (زید مارنے والا ہے اس کا باپ عمرو کو) اور ما ضرب زید عمرا (نہیں مارا زید نے عمرو کو)

تشریح:۔ مرفوعات میں سے فاعل کو مقدم کیا کیونکہ یہ تمام مرفوعات کی اصل ہے کیونکہ جملہ فعلیہ کا جزو ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے۔

فاعل کی تعریف:۔ ترجمہ میں گزر چکی ہے مثال جیسے قام زید میں زید اسم ہے اور اس سے پہلے قام فعل ہے اس کی زید کی طرف نسبت ہے اس طرح کہ یہ فعل اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں صیغہ صفت کی مثال جیسے زید ضارب ابوہ عمرا ابوہ اسم ہے اس سے پہلے ضارب صیغہ صفت ہے اس کی نسبت ہو رہی ہے ابوہ کی طرف اس طرح کہ ضرب والا فعل اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں لھذا ابوہ ضارب صیغہ صفت کا فاعل ہوگا ما ضرب زید عمرا پہلی مثال فعل لازمی مثبت کی ہے یہ فعل متعدی منفی کی مثال ہے زید اسم ہے اس سے پہلے ما ضرب فعل منفی ہے اس کی نسبت ہو رہی ہے زید کی طرف اس طرح فعل منفی اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں۔

فوائد قیود:۔ فاعل کی تعریف میں کُل اسم درجۂ جنس میں ہے قبلہ فعل او صفة پہلا فصل ہے اس سے وہ اسم نکل گیا جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت نہیں ہے پھر بالکل نہیں جیسے زید اخوك یا ہے تو سہی مگر بعد میں ہے جیسے زید قام اس میں زید اسم ہے اس سے پہلے فعل نہیں بلکہ اس کے بعد ہے لھذا اس کو فاعل نہیں کہیں گے۔

اسند الیہ: یہ فصل ثانی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسم سے پہلے ایسا فعل یا صیغہ صفت ہو جس کی اس اسم کی طرف نسبت بالاصالۃ ہو یعنی کسی کے تابع ہو کر نسبت نہ ہو اس فصل سے وہ اسم خارج ہو گیا جس سے پہلے فعل تو ہے مگر اس کی اسم کی طرف نسبت بالاصالۃ نہیں بلکہ بالتبع ہے جیسے ضرب زید زید اس مثال میں زید ثانی اسم ہے اس سے پہلے فعل بھی ہے مگر اس فعل کی نسبت زید اول کی طرف تو اصل کے اعتبار سے ہے لھذا یہ تو فاعل ہے مگر زید ثانی کی طرف نسبت بالتبع ہے زید اول کے تابع ہو کر نسبت ہے لھذا اس کو فاعل نہیں کہیں گے بلکہ فاعل کا تابع کہیں گے۔

علی معنی انه قام به لا وقع علیه : یہ فصل ثالث ہے مطلب یہ ہے کہ فعل یا صیغہ صفت کی نسبت اس اسم کی

(حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ) اوصفۃ معطوف علیہ معطوف سے ملکر موصوف اسند فعل مجہول ہو ضمیر راجع بسوئے کل واحد نائب فاعل الیہ ظرف لغو متعلق اسند کے علی جار معنی مضاف ان حرف ہ ضمیر اسم قام بہ معطوف علیہ لا عاطفہ وقع علیہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر ان کی خبر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہٖ بنی مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق اسند کے فعل اپنے نائب فاعل اور متعلقین سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر فاعل ہے ثبت فعل محذوف کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے ملکر صفت اسم موصوف کی، موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ کل مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر الفاعل مبتدأ کی۔

طرف اس معنی پر ہو کہ وہ فعل یا صیغہ صفت اس کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو۔ اس فصل سے مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی نائب فاعل فاعل کی تعریف سے خارج ہو گیا جیسے ضرب زیدٌ اس مثال میں زید اسم بھی ہے اور اس سے پہلے فعل بھی ہے اُس کی اس اسم کی طرف نسبت بھی ہے مگر بطور قیام نسبت نہیں بلکہ بطور وقوع ہے یعنی یہ فعل اس کے ساتھ قائم نہیں بلکہ اس پر واقع ہے اسی طرح زیدٌ مضروبٌ غلامُہ میں غلامہ اسم ہے اس سے پہلے صیغہ صفت اسم مفعول ہے اس کی غلامہ کی طرف نسبت ہے مگر بطور قیام نہیں بلکہ بطور وقوع ہے۔ مارنا غلام پر واقع ہوا ہے اس کے ساتھ قائم نہیں کیونکہ وہ مارنے والا نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اسم سے پہلے فعل معروف ہو گا یا اسم فاعل تو بعد والا اسم اس کا فاعل بنے گا اگر فعل مجہول یا اسم مفعول ہو گا تو بعد والا اسم نائب فاعل بنے گا۔

فائدہ (۱):۔ یہ جو ہم نے کہا ہے وہ فعل اس کے ساتھ قائم ہو تو پھر اس میں تعمیم ہے خواہ اسی سے صادر ہو یا اس کے ساتھ قائم تو ہو مگر صادر نہ ہو اول کی مثال ضرب زید اس میں مارنا زید سے صادر ہے دوسرے کی مثال مات زید اس میں موت زید کے ساتھ قائم تو ہے مگر اس سے صادر نہیں۔

فائدہ (۲):۔ اسم بھی عام ہے خواہ اسم صریح ہو جیسے ضرب زید یا اسم تاویلی ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ اَنْ تَضْرِبَ اس میں تضرب فعل پر ان مصدریہ داخل ہوا تو یہ مصدر کی تاویل میں ہو جائے گا پھر یہ ضربک کی تاویل میں ہو کر اسم تاویلی بن کر فاعل ہے اعجبنی کا تو اس پر بھی فاعل کی تعریف صادق آئیگی۔

فائدہ (۳):۔ صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول صفت مشبہ، اسم تفضیل اور اسم مصدر ہے۔

وَ كُلُّ فِعْلٍ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْمُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا اُوْحِدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ اَلزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا

حل ترکیب:۔ کل مضاف فعل مضاف الیہ سے ملکر مبتدا لا نفی جنس بد اس کا اسم لہ جار مجرور متعلق بد کے من جار فاعل موصوف مرفوع صفت اول مظہر معطوف علیہ او عاطفہ مضمر موصوف بارز معطوف علیہ او عاطفہ مستتر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت ہے مضمر موصوف کی، موصوف صفت سے ملکر معطوف، مظہر معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر دوسری صفت ہے فاعل کی، فاعل موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر لا کی، لا اپنے اسم وخبر سے ملکر خبر کل فعل مبتداء کی۔ ان حرف شرط کان فعل ناقص الفعل اسم متعدیا خبر جملہ فعلیہ ہو کر شرط کان فعل ناقص لہ جار مجرور ظرف مستقر خبر مقدم مفعول صیغہ صفت اسم مفعول بہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر کان کا اسم کان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء۔ ان کان الفعل مظہرا شرط وحد الفعل ابدا جزاء پھر ابدا مفعول فیہ ہے وحد کا۔ ان کان مضمرا شرط وحد للواحد معطوف علیہ ثنی للمثنی معطوف اول جمع للجمع معطوف ثانی، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر جزاء۔

ترجمہ:۔اور ہر فعل ضروری ہے اس کیلئے فاعل مرفوع مظہر جیسے ذھب زیدٌ یا مضمر جیسے ضربت زیدٌ یا مستتر جیسے زید ذھب اور اگر فعل متعدی ہو تو ہوگا اس کیلئے مفعول بہ بھی جیسے ضرب زیدٌ عمرًا اور اگر ہے فاعل اسم ظاہر تو واحد لایا جائے گا فعل ہمیشہ جیسے ضرب زید اور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر ہو فاعل اسم ضمیر تو واحد لایا جائے گا فعل کو فاعل واحد کیلئے جیسے زیدٌ ضرب اور تثنیہ لایا جائیگا فعل کو فاعل تثنیہ کیلئے جیسے الزیدان ضربا اور جمع لایا جائیگا جمع کیلئے جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح:۔فعل خواہ لازمی ہو جو فاعل سے پورا ہو جاتا ہے یا متعدی ہو جو فاعل کے بعد مفعول بہ کو چاہتا ہے ہر فعل کیلئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ فاعل اسم ظاہر ہو جیسے ذھب زید میں زید اسم ظاہر فاعل مرفوع ہے یا اسم ضمیر بارز ہو جیسے ضربت زیدا میں ت ضمیر بارز مرفوع فاعل ہے یا ضمیر مستتر ہو جیسے زید ذھب (زید چلا گیا وہ زید) اس میں ہو ضمیر مرفوع فاعل ہے جو ذھب میں مستتر ہے۔

وان کان الفعل متعدیا الخ:۔اگر فاعل کا فعل متعدی ہو تو پھر اس کیلئے مفعول بہ کا ہونا ضروری ہے جیسے فاعل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ فعل متعدی کا سمجھنا جیسے فاعل پر موقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے جیسے ضرب زید عمرا (مارا ہے زید نے عمرو کو) ضرب فعل زید فاعل اور عمرا مفعول بہ ہے اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد ہوگا خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مثالیں گزر چکی ہیں وجہ یہ ہے کہ اگر فعل بھی تثنیہ جمع لایا جائے تو ایک فعل کیلئے دو فاعل بن جائیں گے جیسے مثلا ضربا الزیدان میں ایک فاعل الف ضمیر دوسرا فاعل اسم ظاہر الزیدان ہے اور یہ درست نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ فاعل کی شکل سے بھی اس کا تثنیہ جمع ہونا معلوم ہو گیا تو فعل کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو پھر فاعل مفرد کیلئے فعل مفرد تثنیہ کیلئے تثنیہ اور جمع کیلئے جمع لایا جائیگا تا کہ فعل کی مفرد تثنیہ اور واؤ والی شکل سے اس کے فاعل کا مفرد تثنیہ اور جمع ہونا معلوم ہو جائے جیسے زید ضرب میں ضرب فعل ہے ھو ضمیر فاعل الزیدان ضربا میں ضرب فعل ہے الف ضمیر بارز اس کا فاعل الزیدون ضربوا میں ضرب فعل ہے واؤ ضمیر بارز اس کا فاعل ہے۔

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيْوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا اِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذٰلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِي نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِي تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوْزُ فِيْهِ اَلرِّجَالُ قَامُوْا

(ترکیب اگلے صفحہ کے حاشیہ میں دیکھیں)

ترجمہ:۔اور اگر ہے فاعل مؤنث حقیقی (اور وہ وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو) تو مؤنث لایا جائیگا فعل کو ہمیشہ اگر نہ لائے تو فاصلہ فعل اور فاعل کے درمیان جیسے قامت ھند (ھندہ کھڑی ہے) اور اگر فاصلہ لائے تو پس تیرے لئے اختیار ہے مذکر و مؤنث لانے میں جیسے ضرب الیوم ھِندٌ اور اگر تو چاہے تو کہے ضربتِ الْیَوْمَ ھِنْدٌ اور اسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں جیسے طلعتِ الشَّمسُ اور اگر تو چاہے تو کہے طَلَعَ الشَّمْسُ یہ اس وقت ہوگا جب فعل مسند ہو اسم ظاہر کی طرف اور اگر مسند ہو اسم ضمیر کی طرف تو مؤنث لایا جائے گا ہمیشہ جیسے الشمس طَلَعتْ اور جمع مکسر مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے تو کہے گا قام الرجالُ اور اگر تو چاہے تو تو کہے قامتِ الرجالُ والرجال قامت اور جائز ہے اس میں الرجال قاموا۔

تشریح:۔ مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث حقیقی یہ وہ ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو چاہے اس میں مؤنث ہونے کی علامت لفظوں میں ہو یا نہ ہو جیسے امرأة کے مقابلے میں رجل، ناقة (اونٹنی) کے مقابلے میں جمل (اونٹ) (۲) مؤنث غیر حقیقی یہ وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو خواہ بالکل مذکر نہ ہو جیسے عین بمعنی چشمہ یا اس کے مقابلے میں مذکر تو ہو مگر جاندار نہ ہو جیسے نخلة کے مقابلے میں نخل مذکر ہے لیکن جاندار نہیں ہے اگر فاعل مؤنث حقیقی مظہر ہو تو خواہ واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو ہر صورت میں فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ فعل اور فاعل کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہو جیسے قامت ھند اس وقت فعل کو مؤنث لانا اس لئے ضروری ہے کہ فاعل کا مؤنث ہونا فعل کے مؤنث ہونے میں اثر کرتا ہے کیونکہ فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی مضبوط ہے تو فعل کو مؤنث لانا ضروری ہے جبکہ فاصلہ بھی نہیں ہے اور اگر فاصلہ ہو تو پھر مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے ضرب الیوم ھند، ضربت الیوم ھند دونوں طرح پڑھنا جائز ہے وجہ یہ کہ اس وقت فاعل کی تانیث کا اثر فعل کی تانیث میں ضروری نہیں ہے کیونکہ فاصلہ آچکا ہے اسی طرح جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی جائز ہے چاہے پھر درمیان میں فاصلہ ہو یا نہ ہو۔البتہ فاصلہ کے وقت مذکر لانا زیادہ بہتر ہے جیسے طلعت الشمس کہنا بھی جائز ہے

حل ترکیب: وان کان الفاعل مؤنثاً حقیقیاً شرط انث الفعل ابداً جزاء مقدم۔ اگلی شرط ان لم تفصل بین الفعل والفاعل شرط مؤخر، شرط اپنی جزاء مقدم سے ملکر پھر جزاء ہے اول شرط کی۔ درمیان میں ہو ما بازاء الخ جملہ معترضہ ہے ہو مبتدأ ما موصولہ بازاء ظرف مستقر خبر مقدم ذکر موصوف من الحیوان ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت' موصوف صفت سے ملکر مبتدأ مؤخر' مبتدأ مؤخر خبر مقدم سے ملکر صلہ ہے ما موصول کا' موصول صلہ سے ملکر پھر خبر ہے ہو مبتدأ کی پھر یہ جملہ معترضہ ہے۔ ان فصلت شرط فلک الخیار جزاء فی التذکیر والتانیث ظرف لغو متعلق الخیار کے۔ ان شئت شرط قلت ضربت الیوم ھند جزاء۔ کذلک خبر مقدم الخیار مبتدأ محذوف مؤخر فی المؤنث الغیر الحقیقی جار مجرور ظرف متعلق الخیار محذوف کے۔ ان شئت شرط قلت طلع الشمس جزاء۔ ھذا مبتدأ اذا ظرف مضاف کان فعل ناقص الفعل اسم مسنداً خبر الی المظہر ظرف لغو متعلق مسنداً کے کان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل ھذا التركيب مضاف الیہ' اذا ظرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ثابت محذوف کا جو کہ خبر ہے ھذا مبتدأ کی۔ ان کان مسنداً الی المضمر شرط انث ابداً جزاء۔ جمع التکسیر مبتدأ کالمؤنث الغیر الحقیقی ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر خبر۔ ان شئت شرط قلت الخ جزاء یجوز فعل فیہ ظرف لغو متعلق یجوز کے الرجال قاموا بتاویل ھذا التركيب فاعل ہے یجوز کا۔

طلع الشمس کہنا بھی جائز ہے اسی طرح طلعتِ الْیَوْمَ شمسٌ ،طَلَعَ الْیَوْمَ شَمْسٌ دونوں طرح جائز ہے البتہ طلعَ الیومَ شمسٌ کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ھٰذا اذا کان الخ:۔ یہ ساری گزشتہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ فعل اسم ظاہر مؤنث کی طرف مسند ہو رہا ہو لیکن اگر فعل کا اسناد مؤنث کی ضمیر کی طرف ہو رہا ہو یعنی فعل کا فاعل ایسی ضمیر ہو جو مؤنث کی طرف لوٹ رہی ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا خواہ وہ ضمیر جو فاعل واقع ہو رہی ہے مؤنث حقیقی کی طرف لوٹ رہی ہو یا مؤنث غیر حقیقی کی طرف کیونکہ ضمیر اور اسکے مرجع میں مطابقت ہونا ضروری ہے اور یہ مطابقت اس وقت ہوگی جب فعل مؤنث ہوگا جیسے الشمس طلعت،ھند جاء ت وغیرہ۔

وجمع التکسیر الخ:۔ یعنی جب فاعل جمع مکسر ہو خواہ مذکر یعقل کی جمع ہو جیسے رجال رجل مذکر یعقل کی جمع ہے یا مذکر لا یعقل کی جمع ہو جیسے جِمَالٌ جمع ہے جَمَلٌ کی اَیَّامٌ جمع ہے یَوْمٌ کی خواہ مؤنث کی جمع مکسر ہو جیسے نِسْوَۃٌ جمع ہے اِمْرَأَۃٌ کی خلاف قیاس تو اس جمع مکسر کا حکم ایسا ہے جیسا کہ مؤنث غیر حقیقی کا ہے حاصل یہ ہے کہ اگر جمع مکسر اسم ظاہر فاعل ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے قام الرجال بغیر تاء کے بولنا بھی جائز ہے اور قامت الرجال تاء کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اسی طرح مؤنث کی جمع مکسر میں قال نسوۃ بولنا بھی جائز ہے اور قالت نسوۃٌ بولنا بھی جائز ہے اسی طرح مذکر لا یعقل کی جمع مکسر میں بھی جیسے مضی الایَّامُ (گزر گئے دن) یامضت الایامُ دونوں طرح جائز ہے یہی حکم ہے جمع مؤنث سالم کا بھی جیسے اللہ تعالی کے فرمان اذاجاء ك المؤمنات میں فعل مذکر ہے اور جاء تِ المؤمناتُ بولنا بھی جائز ہے۔ [1]

وَيَجِبُ تَقْدِيمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَاكَانَامَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَيَجُوْزُتَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَّمْ تَخَفِ اللُّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ

---

[1] فائدہ:۔ اگر جمع مکسر اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ جمع مکسر کی ضمیر فاعل ہے تو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر کی طرح نہیں ہے کیونکہ مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر جب فاعل ہو تو فعل پر صرف تائے تانیث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت لیکن جمع مکسر کی ضمیر اگر فاعل ہے تو پھر دیکھیں گے کہ اگر مذکر یعقل کی جمع مکسر کی ضمیر ہے تو فعل میں تائے تانیث لانا بھی جائز ہے اور واؤ جمع بھی جیسے الرجال قامت کہنا بھی جائز ہے اس وقت رجال جمع بتاویل جماعت مؤنث بن جائیگا لھٰذا فعل مؤنث لانا جائز ہوگا اور الرجال قاموا واؤ کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے اور اگر غیر ذوی العقول میں سے ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث یا ذوی العقول میں سے ہے مگر مؤنث ہے تو تائے تانیث اور نون جمع مؤنث دونوں لانا جائز ہیں جیسے مذکر لا یعقل کی جمع مکسر میں الایام مضت تاء کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اور الایام مضین نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اسی طرح مؤنث لا یعقل کی جمع مکسر میں العیون جرت (چشمے جاری ہوگئے) تاء کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اور العیون جرین نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اسی طرح ذوی العقول میں سے مؤنث کی جمع مکسر میں النساء جاءت (عورتیں آگئیں) تاء کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے اور النساء جئن نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا بھی جائز ہے۔

حل ترکیب:۔ واو عاطفہ یا استینافیہ یجب فعل تقدیم الفاعل فاعل علی المفعول ظرف لغو متعلق تقدیم کے پھر جملہ فعلیہ جزاء مقدم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ترجمہ:۔اور واجب ہے مقدم کرنا فاعل کا مفعول پر جب ہوں وہ دونوں اسم مقصور اور خوف کرے تو التباس کا جیسے ضرب موسی عیسی اور جائز ہے مقدم کرنا مفعول کا فاعل پر اگر خوف نہ کرے تو التباس کا جیسے اَکَلَ الْکُمَّثْرٰی یَحْیٰی وضرب عمرًا زیدٌ۔

تشریح:۔فاعل چونکہ جملہ فعلیہ کے ارکان میں سے قوی ہے لھذا اس میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہو اور مفعول بہ پر مقدم ہو لیکن کبھی فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہو جاتا ہے چنانچہ مصنف فرماتے ہیں کہ جب فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہوں التباس کا خطرہ ہو تو فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہے حاصل یہ ہے کہ جس وقت فاعل اور مفعول کا اعراب لفظی نہ ہو اور ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے تو اس صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ اگر مقدم کرنا واجب نہ ہو تو فاعل اور مفعول بہ میں التباس ہو جائے گا معلوم نہ ہوگا کہ کونسا فاعل ہے اور کونسا مفعول ہے جیسے ضرب موسی عیسی (مارا ہے موسی نے عیسی کو) اس مثال میں فاعل اور مفعول پر اعراب لفظی بھی نہیں ہے کیونکہ دونوں اسم مقصور ہیں اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں ہے جو فاعل کے فاعل ہونے اور مفعول بہ کے مفعول بہ ہونے پر دلالت کرے کیونکہ دونوں میں فاعل اور مفعول بہ بننے کی صلاحیت موجود ہے لھذا فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے یعنی جو مقدم ہوگا اس کو ہم فاعل سمجھیں گے اور جو مؤخر ہوگا اس کو ہم مفعول بہ سمجھیں گے دوسری مثال شَتَمَتْ سَعْدٰی سَلْمٰی (گالی دی سعدی نے سلمی کو) اس مثال میں بھی دونوں اسم مقصور ہیں اعراب لفظی نہیں ہے اور کوئی قرینہ بھی نہیں ہے اور التباس کا خطرہ ہے کیونکہ دونوں میں فاعل اور مفعول بہ بننے کی صلاحیت موجود ہے لھذا جو مقدم ہے وہ فاعل اور جو مؤخر ہے وہ مفعول بہ ہوگا اس مثال میں سعدی فاعل اور سلمی مفعول بہ ہے۔

ویجوز تقدیم المفعول الخ: یعنی اگر التباس کا خطرہ نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے التباس کا خوف اس وقت نہ ہوگا جب کوئی قرینہ لفظی یعنی اعراب لفظی ہو جیسے ضرب عمرا زید (مارا عمرو کو زید نے) اس مثال میں جو مرفوع ہے وہ فاعل اور جو منصوب ہے وہ مفعول بہ ہوگا یا کوئی قرینہ معنوی ہو جیسے اکل الکُمَّثْرٰی یَحْیٰی (یحیی نے امرود کو کھایا) اس مثال میں اگرچہ اعراب لفظی تو نہیں ہے دونوں اسم مقصور ہیں لیکن قرینہ معنویہ موجود ہے یعنی یحیی میں فاعل بننے کی صلاحیت موجود ہے اور کمثری میں فاعل بننے کی صلاحیت نہیں ہے لھذا یحیی فاعل ہوگا اگرچہ مؤخر ہے۔

وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَیْثُ کَانَتْ قَرِیْنَةٌ نَحْوُ زَیْدٌ فِی جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَ کَذَا یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًا کَنَعَمْ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَیْدٌ وَقَدْ یُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَیُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ اذَا کَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلاً نَحْوُ ضُرِبَ زَیْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ (ترکیب اگلے صفحہ پر دیکھیں)

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) یا دال بر جزاء اذا شرطیہ کان فعل ناقص الف ضمیر اسم مقصورین خبر کان اسم وخبر سے ملکر معطوف علیہ خفت اللبس معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط، اور شرط جزاء مقدم سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا یجوز تقدیم المفعول علی الفاعل جزاء مقدم ان لم تخف اللبس شرط مؤخر۔

ترجمہ:۔اور جائز ہے حذف کرنا فعل کا جہاں موجود ہو قرینہ جیسے زید اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ ضَرَبَ (کس نے مارا) اسی طرح جائز ہے حذف کرنا فعل اور فاعل دونوں کا ایک ساتھ جیسے نعم اس شخص کے جواب میں جو کہے اقام زید (کیا زید کھڑا ہے)۔اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے فاعل اور قائم کیا جاتا ہے مفعول کو اس کی جگہ جب ہو فعل مجہول جیسے ضرب زید (مارا گیا زید) اور وہ قسم ثانی ہے مرفوعات کی۔

تشریح:۔جب فعل محذوف کی تعیین پر کوئی قرینہ موجود ہو تو فاعل کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی شخص نے کہا کہ من ضرب (کس نے مارا) تو اس کے جواب میں کہا گیا زید یہاں فعل محذوف ہے جس پر قرینہ سائل کا سوال ہے اصل میں ضرب زید تھا چونکہ سائل کے سوال میں فعل ضرب موجود ہے تو اسی قرینہ کی وجہ سے فعل ضرب کو حذف کر کے صرف زید کہا گیا۔

سوال:۔یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ زید فاعل نہ ہو بلکہ مبتدأ ہو اور اس کی خبر محذوف ہو اصل میں تھا زید ضرب ،زید مبتدأ اور ضرب فعل ہو ضمیر در و مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر خبر ہے زید مبتدأ کی۔اس صورت میں تو ایک فائدہ بھی ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائیگا سوال من ضرب بھی جملہ اسمیہ ہے جواب بھی اس وقت جملہ اسمیہ ہو جائے گا ضرب فعل محذوف مان کر زید کو فاعل مانیں تو جملہ فعلیہ بنے گا جواب سوال کے مطابق نہیں ہوگا۔

جواب:۔اگر زید کو مبتدأ بنا کر اس کی خبر کو محذوف مانیں تو پورے جملے کو محذوف ماننا پڑتا ہے ضرب فعل ہو ضمیر مستتر فاعل فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اور اگر زید کو فاعل بنا کر اس سے پہلے ضرب فعل محذوف مانیں تو جملہ کی ایک جز محذوف ہوگی پورا جملہ محذوف نہیں ہوگا اور تقلیل حذف بہتر ہے تکثیر حذف سے اور جواب سوال کے مطابق بھی ہے کیونکہ من ضرب اصل میں تھا اضرب زید ام عمرو (کیا زید نے مارا یا عمرو نے) تو یہ سوال بھی معنی کے لحاظ سے جملہ فعلیہ ہے اور جواب بھی جملہ فعلیہ ہے۔

وکذا یجوز الخ: یعنی جس طرح فقط فاعل کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح فعل اور فاعل دونوں کو معا (یعنی اکٹھا) حذف کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی قرینہ ہو۔معا سے معلوم ہوا کہ فقط فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں ہے سوائے چند جگہوں کے جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔دونوں کے اکٹھا حذف ہونے کی مثال جیسے کسی نے کہا اقام زید (کیا زید کھڑا ہے) تو اس کے جواب میں کہا

حل ترکیب:۔یجوز فعل حذف الفعل فاعل حیث ظرف مضاف کانت فعل تام قرینۃ فاعل فعل فاعل سے ملکر مضاف الیہ حیث مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یجوز کا۔کذا جار مجرور ظرف لغو متعلق یجوز کے، یجوز فعل حذف مضاف الفعل والفاعل معطوف علیہ معطوف سے ملکر ذوالحال معا بمعنی مجتمعین کے ہو کر حال ذوالحال حال سے ملکر مضاف الیہ حذف مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل ہے یجوز کا۔قد یحذف الفاعل معطوف علیہ یقام المفعول مقامہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر جزاء مقدم اذا کان الفعل مجہولا شرط مؤخر۔ہو مبتدأ القسم موصوف الثانی صفت اول من المرفوعات ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہو کر دوسری صفت، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر خبر۔

جائے نعم (ہاں) اصل میں تھا نعم قام زید (ہاں زید کھڑا ہے) قام زید فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر کے نعم کو اس کے قائم مقام کر دیا چونکہ سائل کا سوال قرینہ ہے جو دلالت کرتا ہے فعل اور فاعل کے محذوف ہونے پر اس لئے حذف کر دیا گیا۔

فائدہ:۔ یہاں زید ضرب جملہ اسمیہ محذوف نہیں ہوگا بلکہ ضرب زید جملہ فعلیہ محذوف ہوگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے کیونکہ سوال میں بھی اقام زید جملہ فعلیہ ہے۔

وقد یحذف الخ:۔ یعنی جس وقت فعل متعدی کو فعل مجہول بنایا جائے تو فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیتے ہیں مثلاً ضرب عمرٌو زیدًا (مارا عمرو نے زید کو) ضرب فعل متعدی معروف ہے اگر اس کو مجہول بنایا جائے تو فاعل عمرو کو حذف کر کے زید مفعول کو اس کے قائم مقام بنایا جائے گا جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ (مارا گیا زید) اور یہ مفعول جو فاعل کے قائم مقام کیا گیا ہے یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعلہ اور نائب فاعل کہتے ہیں۔

فَصْلٌ اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ فَقَط نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ اَلثَّانِیْ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْمَفْعُوْلِیَّةِ فَقَط نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ یَّتَنَازَعَا فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ وَیَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِی الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَیْدًا اَلرَّابِعُ عَكْسُه نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَیْدٌ

ترجمہ:۔ جس وقت جھگڑا کریں دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ہو یعنی دو فعلوں میں سے ہر ایک ارادہ کرے یہ کہ وہ عمل کرے اس اسم ظاہر میں پس یہ تنازع سوائے اس کے نہیں کہ چار قسم پر ہے اول یہ کہ تنازع کریں گے فاعلیت میں فقط جیسے ضربنی

حل ترکیب:۔ اذا شرطیہ تنازع فعل الفعلان فاعل فی جار اسم موصوف ظاہر صفت اول بعدھما مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ واقع محذوف کا جو کہ صفت ثانی ہے اسم کی، موصوف دونوں صفتوں سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق تنازع فعل کے فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شرط فا جزائیہ ھذا مبتدأ انما کلمہ حصر یکون علی اربعۃ اقسام خبر پھر جملہ اسمیہ خبریہ جزاء، درمیان میں جملہ تفسیر یہ ہے اراد فعل کل مضاف واحد موصوف من الفعلین ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل، ان یعمل بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ ہے اراد کا فی ذٰلک الاسم جار مجرور ظرف لغو متعلق یعمل کے۔ الاول مبتدأ ان یتنازعا فی الفاعلیۃ بتاویل مصدر ہو کر خبر۔ فقط: فا فصیحیہ قط اسم فعل بمعنی انتہ فعل بفاعل فعل فاعل سے ملکر جزاء ہے شرط محذوف کی اصل عبارت گویا یوں تھی اذا وجد تنازعھما فی الفاعلیۃ فانتہ عن التنازع فی المفعولیۃ (جب پایا جائے تنازع فاعلیت میں تو ترک جا تنازع فی المفعولیت سے) اذا شرط وجد فعل مجہول تنازعھما فی الفاعلیت نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر شرط فا جزائیہ انتہ فعل بفاعل عن التنازع ظرف لغو متعلق انتہ کے فی المفعولیۃ ظرف لغو متعلق التنازع کے انتہ فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء۔ بعینہ اسی طرح ترکیب ہے اگلے جملے الثانی ان یتنازعا فی المفعولیۃ فقط کی البتہ یہاں اصل عبارت یوں بنے گی اذا وجد تنازعھما فی المفعولیۃ فانتہ عن التنازع فی الفاعلیت اسی طرح الثالث الخ کی ترکیب ہے۔ الرابع مبتدأ عکسہ خبر۔

واکرمنی زید دوسرا یہ کہ تنازع کریں گے مفعولیت میں فقط جیسے ضربتُ واکرمتُ زیدا تیسرا یہ کہ تنازع کریں گے فاعلیت اور مفعولیت میں اور تقاضا کریگا اول فاعل کا اور دوسرا مفعول کا جیسے ضربنیٰ واکرمتُ زیدا چوتھا اس کے برعکس ہے جیسے ضربتُ واکرمنی زیدٌ۔

تشریح:۔ مصنف یہاں سے فاعل کے کچھ اور احکام بتانا چاہتے ہیں کہ جب دو فعل ایسے اسم ظاہر میں تنازع کریں جو ان دونوں کے بعد واقع ہو یعنی ہر ایک فعل یہ چاہے کہ یہ اسم ظاہر میرا معمول بنے تو اس تنازع کی چار صورتیں ہیں جیسا کہ اوپر ترجمہ میں گزر چکی ہیں۔

اعتراض:۔ جیسے دو فعل جھگڑا کرتے ہیں بعد والے اسم ظاہر میں اسی طرح دو شبہ فعل یعنی اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ بھی جھگڑا کرتے ہیں جیسے زیدٌ ضاربٌ وَمُکرِمٌ عمرًا۔ زیدٌ حکِیمٌ وطبیبٌ ابوہ وغیرہ تو مصنف نے اذا تنازع الفعلان کیوں کہا اذا تنازع العاملانِ کہنا چاہیے تھا تاکہ فعل اور شبہ فعل دونوں کا حکم معلوم ہو جاتا؟

جواب:۔ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اور شبہ فعل اس کی فرع ہے لھذا اصل کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا فرع کا حکم اس سے سمجھا جائے گا

اعتراض:۔ تنازع جس طرح دو فعلوں میں ہوتا ہے اسی طرح دو سے زائد یعنی تین چار فعلوں میں بھی ہوتا ہے جیسے درود شریف میں ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وعلی آل محمدٍ کَما صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَ بَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ علی ابراھیم اس میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں علی ابراھیم میں ہر ایک چاہتا ہے کہ یہ میرا معمول بنے تو مصنف نے صرف دو فعلوں کا ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔ دو فعلوں کا ذکر احتراز کیلئے نہیں یعنی زائد کو نکالنے کیلئے نہیں بلکہ تنازع کا اقل مرتبہ بیان کیا ہے کہ کم از کم تنازع دو فعلوں میں ہوسکتا ہے اکثر کی کوئی حد نہیں۔

فائدہ (۱):۔ اسم ظاہر کہہ کر مصنف نے اسم ضمیر کو نکال دیا کیونکہ ضمیر یا تو متصل ہوگی یا منفصل۔ ضمیر متصل میں تنازع نہیں ہوسکتا کیونکہ ضمیر متصل اسی فعل کا معمول ہوتی ہے جس کے ساتھ متصل ہوتی ہے دوسرا فعل اس میں عمل کر ہی نہیں سکتا ضمیر منفصل میں اگرچہ تنازع ہوتا ہے مگر اس تنازع کو دفع کرنے کا جو طریقہ بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک ہے اس طریقے سے اس تنازع کو دفع نہیں کیا جا سکتا لھذا یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

فائدہ (۲):۔ بعدھما کی قید سے اس اسم سے احتراز ہو گیا جو دونوں فعلوں سے مقدم ہے یا ان دونوں فعلوں کے درمیان ہے جیسے زید ضربتُ واکرمتُ یا ضربتُ زیداً واکرمتُ کیونکہ یہ اسم فعل اول کا معمول ہوگا کیونکہ دوسرے فعل کے تلفظ کرنے سے پہلے ہی اول فعل اس میں عمل کرنے کا مستحق ہو چکا ہے لھذا اس میں تنازع کی گنجائش نہیں۔ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

ای اراد کل واحد الخ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔تنازع کے معنی جنگ کرنے کے ہیں اور جنگ کرنا ذی روح چیز کی صفت ہے دوفعلوں کو تنازع کی صفت کیساتھ موصوف کرنا اذا تنازع الفعلان کہنا درست نہیں؟۔

جواب:۔ یہاں تنازع کے معنی یہ ہیں کہ دوفعل معنی کے اعتبار سے اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوں اور ہر فعل یہ چاہے کہ وہ اسم ظاہر میرا معمول بنے یہ مطلب نہیں کہ دوفعل آپس میں ہاتھاپائی یا جھگڑا کریں گے۔

پھر یہ تنازع چار قسم پر ہے۔(۱) دونوں فاعلیت میں جھگڑا کریں گے یعنی ہر ایک یہ چاہے گا کہ بعد والا اسم ظاہر میرا فاعل بنے جیسے ضربنی واکرمنی زید ۔(۲)مفعولیت میں جھگڑا کریں گے یعنی ہر ایک یہ چاہے گا کہ بعد والا اسم ظاہر میرا مفعول بہ بنے جیسے ضربت واکرمت زیدا۔ (۳) فاعلیت اور مفعولیت میں تنازع کریں گے اس طرح کہ اول فعل یہ چاہے گا کہ یہ میرا فاعل بنے دوسرا فعل یہ چاہے گا کہ یہ میرا مفعول بہ بنے جیسے ضربنی واکرمت زیدا(۴) اسکے برعکس یعنی اول اسکو اپنا مفعول بہ اور دوسرا اس کو اپنا فاعل بنانا چاہے گا جیسے ضربت واکرمنی زید

وَاعْلَمْ اَنَّ فِي جَمِيعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ يَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِي خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِي الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ اِنْ اُعْمِلَ الثَّانِي وَدَلِيْلُه لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ وَكِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ ان سب اقسام میں جائز ہے عمل دینا فعل اول کو اور عمل دینا فعل ثانی کو اختلاف ہے فراء کا پہلی اور تیسری صورت میں اگر عمل دیا جائے دوسرے کو اور دلیل اس کی دو چیزوں میں سے ایک کا لازم آنا ہے یا فاعل کا حذف یا اضمار قبل الذکر اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔

تشریح:۔اعلم صیغۂ امر ہے کلام کے شروع میں اسکو لایا جاتا ہے غافلین کو جگانا مقصود ہوتا ہے یا آنے والی بات کی طرف شوق دلانا مقصود ہوتا ہے یا تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ آنے والی بات بہت اہم ہے اسکا محفوظ کرنا واجب ہے مطلب یہ ہے کہ ان چاروں اقسام میں اول فعل کو عمل دینا بھی جائز اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے بصریوں اور کوفیوں کا اس میں اتفاق ہے البتہ امام فراء

حل ترکیب:۔اعلم فعل بافاعل ان حرف ازحروف مشبہ بالفعل ہ ضمیر شان محذوف اسکا اسم فی جمیع ھذہ الاقسام ظرف لغو متعلق یجوز کے یجوز فعل اعمال الفعل الاول واعمال الفعل الثانی معطوف علیہ معطوف سے ملکر فاعل' خلافا مفعول مطلق فعل محذوف یخالف کا اصل عبارت یوں تھی یخالف ھذا القول خلافا للفراء۔ للفراء ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہوکر صفت ہے خلافا کی۔فی الصورۃ الاولی والثالثۃ ظرف مستقر متعلق اسی کائنا محذوف کے پھر یخالف ھذا القول جزاء مقدم ،ان اعمل الثانی شرط مؤخر۔بعض نسخوں میں ان یعمل الثانی ہے اس صورت میں جملہ بتاویل مصدر خبر ہوگی ہو مبتدأ محذوف کی ،دلیلہ مبتدأ، لزوم احد الامرین خبر۔اما تردیدیہ، حذف الفاعل معطوف علیہ او عاطفہ الاضمار معطوف قبل الذکر مفعول فیہ ہے الاضمار کا' پھر معطوف علیہ معطوف سے ملکر بدل ہے احد الامرین سے یا مفعول بہ اعنی فعل مقدر کا یا حذف الفاعل خبر مبتدأ محذوف احدھما کی الاضمار قبل الذکر خبر ہے مبتدأ محذوف ثانیھما کی کلاھما مبتدأ محظوران خبر ہے

پہلی اور تیسری قسم میں اختلاف کرتے ہیں کہ دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں ہے اول صورت میں دونوں اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہتے ہیں اور تیسری صورت میں پہلا فعل اسم ظاہر کو اپنا فاعل اور دوسرا فعل اس کو اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے ان دونوں صورتوں میں فراء کے ہاں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں ہے امام فراء کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلے فعل کا فاعل یا تو محذوف ماننا پڑے گا یا ضمیر لانی ہوگی جو بعد والے اسم ظاہر کی طرف لوٹے گی اگر فاعل محذوف مانیں تو عمدہ کا حذف لازم آئے گا اور اگر ضمیر مستتر فاعل بنے گی فعل اول کیلئے تو چونکہ اس ضمیر کا مرجع وہ اسم ظاہر ہے جو بعد میں ہے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا (یعنی مرجع کے ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کا لانا) اور یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔

وَهٰذَا فِی الْجَوَازِ وَاَمَّاالْاِخْتِیَارُ فَفِیْهِ خِلَافُ الْبَصْرِیِّیْنَ فَاِنَّهُمْ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِیْ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجَوَارِ وَالْکُوْفِیُّوْنَ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِیْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ ؁

ترجمہ:۔اور یہ اختلاف جواز میں ہے لیکن پسندیدہ بات، پس اس میں بصریوں کا اختلاف ہے پس وہ بصری حضرات پسند کرتے ہیں فعل ثانی کے عمل دینے کو قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی حضرات پسند کرتے ہیں فعل اول کے عمل دینے کو تقدیم اور استحقاق کا اعتبار کرتے ہوئے۔

تشریح:۔ھــذا کا مشار الیہ اختلاف فراء ہے یعنی فراء کا اختلاف صرف جواز میں ہے یعنی جمہور نحویوں کے ہاں پہلی اور تیسری قسم میں دوسرے کو عمل دینا جائز ہے لیکن امام فراء کے نزدیک ان دونوں قسموں میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں ہے

اما الاختیار الخ:۔جمہور نحاۃ یعنی بصریوں اور کوفیوں کا اتفاق ہے کہ چاروں اقسام میں دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے جواز میں اختلاف نہیں البتہ اختیار میں اختلاف ہے یعنی اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کس فعل کو عمل دینا مختار اور پسندیدہ ہے بصری حضرات فعل ثانی کے عمل دینے کو پسند کرتے ہیں (اگرچہ اول کو بھی عمل دینا جائز سمجھتے ہیں) قرب و جوار کی وجہ سے یعنی چونکہ فعل ثانی اسم ظاہر کے قریب ہے اور اسکا پڑوسی ہے لھذا اس کو عمل دینا زیادہ بہتر ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر فعل اول کو عمل دیا جائے اور اسم ظاہر کو اس کا معمول بنادیا جائے تو عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ لازم آئیگا جو غیر اصل اور غیر مناسب ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ معمول اپنے عامل کے ساتھ متصل ہو مصنف نے صرف اول وجہ بیان کی ہے۔

حل ترکیب:۔ھذا مبتدأ فی الجواز ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر خبر اما حرف تفصیل الاختیار مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ فیہ خبر مقدم خلاف البصریین مبتدأ مؤخر مبتدأ خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ خبر قائم مقام جزاء کے ان حرف ھم ضمیر اسم یختارون اعمال الفعل الثانی خبر اعتبارا مفعول لہ یختارون کا للقرب والجوار ظرف لغو متعلق اعتبارا کے۔الکوفیون مبتدأ یختارون الخ خبر مراعاۃ مفعول لہ للتقدیم والاستحقاق ظرف لغو متعلق مراعاۃ مصدر کے۔

؁ فائدہ:۔بعض نسخوں میں البصریین کے ساتھ الکوفیین کا لفظ ہے اس کا عطف ہوگا البصریین پر مگر آگے فانھم کی ضمیر کا مرجع البصریین ہی ہے۔

والکوفیون یختارون الخ: اگرالکوفیون واؤ کیساتھ مرفوع پڑھیں تو مبتدأ ہوگا اور یختارون الخ خبر ہوگا اگر الکوفیین کو منصوب پڑھیں یعنی یاء کے ساتھ پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا انھم کی ہم ضمیر پر جو ان کے اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

یہاں سے کوفیوں کا مذہب اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ کوفی حضرات فعل اول کے عمل دینے کو پسند کرتے ہیں (اگر چہ ثانی کے عمل کو بھی جائز سمجھتے ہیں) فعل اول کے عمل کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ مقدم ہے اور مقدم ہونے کی وجہ سے زیادہ مستحق ہے اول فعل نے آتے ہی معمول کو طلب کیا دوسرے فعل نے اس کے بعد آکر معمول کو طلب کیا ہے تو طلب معمول میں اول مقدم ہے لھذا وہی مستحق ہوگا دوسری وجہ جس کو مصنف نے بیان نہیں کیا وہ یہ ہے کہ اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جو درست نہیں فعل اول کو عمل دینے میں یہ خرابی لازم نہیں آتی۔ تفصیل آرہی ہے۔

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَه فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنَ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبَانِي وَ اَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنَ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِي وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ

ترجمہ:۔ پس اگر عمل دے تو ثانی کو پس دیکھ اگر فعل اول تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائے گا تو اس کی اول میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربنی واکرمنی زیدالخ

تشریح:۔ بصریوں اور کوفیوں کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف یہاں سے بصریوں کے مذہب مختار کی تفصیل بیان کررہے ہیں چونکہ مصنف کے نزدیک بصریوں کا مذہب راجح ہے اسلئے اجمال اور دلائل کے بیان میں بھی ان کو مقدم کیا اب تفصیل میں بھی ان کے مذہب کو مقدم کرتے ہیں چنانچہ تفصیل یہ ہے کہ جب دو فعل بعد والے اسم ظاہر کو معمول بنانے میں تنازع کریں تو تنازع رفع کرنے کے تین طریقے ہیں (۱) حذف (۲) ذکر (۳) اضمار

اب اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیا جائے تو دیکھیں گے کہ فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا اگر فاعل کا تقاضا کرتا ہے دوسرا فعل خواہ فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا تو اس وقت فعل اول کیلئے نہ تو فاعل کو حذف کریں گے کیونکہ

حل ترکیب:۔ فا تفریعیہ ان حرف شرط اعملت فعل بافاعل الثانی مفعول بہ فعل فاعل ومفعول بہ سے ملکر شرط فا جزائیہ انظر فعل بافاعل ان حرف شرط کان فعل ناقص الفعل الاول موصوف صفت سے ملکر اسم، یقتضی فعل ہو ضمیر فاعل الفاعل مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر خبر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط اضمرت فعل بافاعل ہ ضمیر مفعول بہ فی الاول ظرف لغو متعلق اضمرت کے جملہ فعلیہ جزاء شرط جزاء سے ملکر بتاویل ھذا الترکیب مفعول بہ انظر کا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جزاء۔

فاعل عمدہ فی الکلام ہے اور عمدہ کا حذف جائز نہیں اور نہ ہی فاعل کو ذکر کریں گے کیونکہ ذکر کرنے میں تکرار لازم آیگا جیسے ضربنی زیدٌ و اکرمنی زیدٌ تو تکرار بھی درست نہیں نیز یہ بھی شبہ ہوگا کہ ضربنی کا فاعل اور زید ہے اور اکرمنی کا فاعل کوئی اور زید ہے پھر تو تنازع ہی نہ رہا جب ذکر اور حذف نا جائز ہے تو فاعل کی ضمیر لائیں گے جو افراد تثنیہ جمع تذکیر وتانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہوگی۔ کیونکہ اس ضمیر کا مرجع وہی اسم ظاہر ہے راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے اگر چہ اس وقت اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ نا جائز ہے مگر اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے یعنی اگر مرجع عمدہ ہو یعنی فاعل یا مبتدأ ہو تو اور آگے اس کی تفسیر ہو تو اس کی ضمیر اس کے ذکر کرنے سے پہلے لانا جائز ہے جیسے قل ھو اللّٰہ اَحَدٌ میں ہو ضمیر کا مرجع پیچھے مذکور نہیں ہے اس کا مرجع اللہ ہے اور آگے اس کی تفسیر ہے اللّٰہ احد میں لھذا یہ جائز ہے یہاں بھی مثلا ضربنی واکرمنی زید میں زید ضربنی کا فاعل ہے اور فاعل عمدہ ہوتا ہے تو اگر چہ ضربنی میں ہو ضمیر مستتر پہلے ہے اس سے پہلے اس کا مرجع مذکور نہیں لیکن چونکہ آگے زید سے اس کی تفسیر ہے لھذا یہ اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ فِی الْعُمْدَۃِ بِشَرْطِ التَّفْسِیْرِ ہے اور یہ جائز ہے چنانچہ اب مثالیں ملاحظہ ہوں پہلے وہ مثالیں جن میں دونوں فعل تقاضے میں موافق ہوں یعنی دونوں فعل بعد والے اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہیں جیسے ضربنی واکرمنی زید ضربانی واکرمنی الزیدان ضربونی واکرمنی الزیدون ان میں ضربنی اور اکرمنی نے زید میں تنازع کیا بصریوں کے مذہب کے موافق زید اکرمنی کا فاعل بنا ضربنی کا فاعل ضمیر ہے اول مثال میں چونکہ زید اسم ظاہر ہے اور مفرد ہے لھذا ضربنی میں ہو ضمیر مستتر ہوگی جو زید کیطرف لوٹے گی۔ دوسری مثال میں چونکہ الزیدان اسم ظاہر تثنیہ ہے لھذا ضربنی کیلئے فاعل الف ضمیر تثنیہ لائیں گے ضربانی واکرمنی الزیدان کہیں گے کیونکہ جب فعل کا فاعل تثنیہ وجمع کی ضمیر ہو تو فعل کو تثنیہ وجمع لایا جاتا ہے۔ تیسری مثال میں چونکہ الزیدون اسم ظاہر جمع ہے لھذا فعل اول میں جمع کی ضمیر واؤ لائیں گے ضربونی واکرمنی الزیدون کہیں گے

وفی المتخالفین الخ:۔ اس عبارت سے وہ مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں دونوں فعل تقاضے میں متخالف ہوں یعنی اول فاعل کو چاہتا ہے دوسرا مفعول کو چاہتا ہے تو بصریوں کے مذہب کے موافق دوسرے فعل کو عمل دیں گے اول کیلئے ضمیر لائیں گے جیسے ضربنی واکرمتُ زیدا اس مثال میں زید فعل ثانی کا مفعول بنا اور فعل اول کا فاعل ہو ضمیر مستتر ہے جو زید کی طرف راجع ہے ضربانی واکرمتُ الزَّیْدَیْنِ میں الزَّیْدَیْنِ فعل ثانی اکرمت کا مفعول بنا اور فعل اول کا فاعل الف ضمیر تثنیہ ہے جو الزیدَین کی طرف راجع ہے ضربونی واکرمتُ الزَّیْدِیْنَ میں الزَّیْدِیْنَ فعل ثانی اکرمت کا مفعول بنا اور فعل اول کا فاعل واؤ ضمیر جمع ہے جو الزَّیْدِیْنَ کی طرف راجع ہے۔

تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں دیکھیں

نقشہ ملاحظہ فرمائیں

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ۔ (اول فعل میں ہو ضمیر مستتر ہے)	ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَان۔ (اول فعل میں الف ضمیر تثنیہ ہے)	ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْن (اول فعل میں واوَ ضمیر جمع ہے)
اول فعل اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا اس کو مفعول بنانا چاہے	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زیدا۔ (اول فعل میں ہو ضمیر مستتر ہے)	ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ۔ (اول فعل میں الف ضمیر تثنیہ ہے)	ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْن (اول فعل میں واوَ ضمیر جمع ہے)

وَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ یَقْتَضِی الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ یَکُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ کَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقِیْنَ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی زَیْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِی الزَّیْدُوْنَ

ترجمہ:۔اور اگر فعل اول تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب سے تو حذف کریں گے آپ فعل اول کے مفعول کو جیسا کہ آپ کہیں گے متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا الخ اور متخالفین میں ضربت واکرمنی زید الخ۔

تشریح:۔اگر فعل اول اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے خواہ دوسرا فعل اس کو مفعول بنانا چاہے یا فاعل اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس وقت بصریوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنائیں گے اور اول فعل کا مفعول محذوف مانیں گے کیونکہ ذکر کرنے میں مفعول کا تکرار لازم آئیگا جو غیر مناسب ہے اور ضمیر لانے میں اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آئیگا اور یہ بھی جمہور نحویوں کے ہاں جائز نہیں لھذا حذف متعین ہے چونکہ مفعول عمدہ نہیں بلکہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہے۔

تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں دیکھیں

حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ناقص الفعل الاول اسم، یقتضی المفعول خبر، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، واؤ عاطفہ لم جازمہ جحد یہ، یکن فعل ناقص، الفعلان اسم من افعال القلوب ظرف مستقر خبر جملہ فعلیہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط حذفت فعل با فاعل المفعول موصوف من الفعل الاول ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ حذفت کا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جزاء۔

نقشہ ملاحظہ فرمائیں

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زيدا	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزيدين	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزيدين
فعل اول اسم ظاہر کو مفول اور دوسرا اس کو فاعل بنانا چاہے	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زيد	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ الزيدان	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ الزيدون

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلاَنِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَاتَقُوْلُ حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًامُنْطَلِقًا اِذْ لاَيَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ

ترجمہ:۔ اور اگر ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو واجب ہے فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا جیسا کہ تو کہے گا حسبنی منطلقاً وحسبت زیدا منطلقاً اس لئے کہ نہیں جائز حذف کرنا افعال قلوب کے مفعول کو اور مرجع کے ذکر کرنے سے پہلے مفعول کی ضمیر لانا یہ مذہب ہے بصریوں کا۔

تشریح:۔ اگر دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور اول فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور ہم بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیں تو فعل اول کے مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے کیونکہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو ذکر کرنا یہ بالاتفاق ناجائز ہے یا دونوں کو حذف کیا جائے یا دونوں کو ذکر کیا جائے اسی طرح اس وقت مفعول کی ضمیر لانا بھی جائز نہیں کیونکہ اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں لھذا اس وقت فعل اول کے مفعول کو ذکر کرنا اور ظاہر کرنا واجب ہے جیسے حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا (گمان کیا ہے مجھے زید نے چلنے والا اور میں نے گمان کیا ہے زید کو چلنے والا) اصل عبارت تھی حسبنی وحسبت زیدا منطلقا۔حسبنی اور حسبت نے پہلے تنازع کیا زید میں حسبنی کہتا ہے کہ یہ میرا فاعل ہے اور حسبت کہتا ہے کہ یہ میرا مفعول اول ہے ہم نے بصریوں کے مذھب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیدیا زیدا اسم ظاہر کو اس کا مفعول بنادیا اور فعل اول کا فاعل ہو ضمیر مستتر مان لی جو راجع ہے زید کی طرف یہ

حل ترکیب:۔ ان کان الفعلان الخ شرط یجب اظہار المفعول الخ جزاء۔اذ تعلیلیہ لا یجوز فعل حذف مضاف المفعول موصوف من افعال القلوب ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ حذف مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل لا یجوز کا اضمار المفعول قبل الذکر کا عطف ہے حذف المفعول پر ھذا مبتدأ اول ہو مبتدأ ثانی مذھب البصریین خبر مبتدأ خبر سے ملکر خبر مبتدأ اول کی۔

اِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ فِي الْعُمْدَةِ بِشَرْطِ التَّفْسِيْرِ ہےاور یہ جائز ہے پھر دونوں نے تنازع کیا منطلقا میں دونوں اس کو اپنا مفعول ثانی بنانا چاہتے ہیں ہم نے بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیا منطلقا کو اس کا مفعول ثانی بنا دیا تو اب فعل اول کے مفعول ثانی کا انتظام کرنا ہے تو اس صورت میں نہ تو مفعول کو محذوف مان سکتے ہیں کیونکہ افعال قلوب کے کسی ایک مفعول کو ذکر کرنا (جو کہ حسبنی میں یاء ضمیر متکلم مفعول اول بن کر مذکور ہے) اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ضمیر لانا درست ہے کیونکہ اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آتا ہے اور یہ بھی جائز نہیں لھذا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ حسبنی کے بعد منطلقا کو ظاہر کر کے یوں کہیں گے حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِي يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِي كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبَنِي وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِي وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدِيْنَ

ترجمہ:۔ اور لیکن اگر عمل دے تو فعل اول کو کوفیوں کے مذہب پر پس دیکھ تو اگر دوسرا فعل تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائیگا تو فاعل کی دوسرے فعل میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربنی واکرمنی زید الخ

تشریح:۔ اگر کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا جائے تو پھر اگر فعل ثانی اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے خواہ فعل اول بھی اس کو فاعل بنانا چاہے یا مفعول بنانا چاہے تو دوسرے فعل میں اسم ظاہر کے موافق ضمیر فاعل لائیں گے کیونکہ ذکر کرنے میں فاعل کا تکرار اور حذف کرنے میں عمدہ کا حذف لازم آئیگا یہ دونوں ناجائز ہیں لھذا ضمیر فاعل لائیں گے، اگر چہ اس وقت اضمار قبل الذکر لازم آئیگا لیکن یہ اضمار قبل الذکر لفظا ہے رتبۃً نہیں کیونکہ جب اسم ظاہر فعل اول کا معمول بن گیا تو اگر چہ اسم ظاہر لفظوں کے اعتبار سے تو دوسرے فعل سے مؤخر ہے مگر رتبے کے لحاظ سے دوسرے فعل پر مقدم ہو گیا اور اضمار قبل الذکر اگر لفظا بھی ہو رتبۃ بھی ہو وہ ناجائز ہے اگر صرف لفظا ہو رتبۃ نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں دیکھیں

حل ترکیب:۔ اما حرف تفصیل ان حرف شرط اعملت الفعل الاول الخ شرط فانظر جزاء ان حرف شرط کان الفعل الثانی یقتضی الفاعل شرط اضمرت الفاعل فی الفعل الثانی جزاء، شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ بتاویل ھذا التر کیب محلا منصوب مفعول بہ ہے انظر فعل کا۔ باقی واضح ہے۔

نقشہ ملاحظہ ہو

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِیْ الزَّیْدَان	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْن
اول فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول اور دوسرا اس کو فاعل بنانا چاہے	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَانِی الزیدَ ین	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِی الزَّیْدَیْن

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِى يَقْتَضِى الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِى هُوَالْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ اَمَّاالْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَ يْنِ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ

ترجمہ:۔اور اگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب سے تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں حذف کرنا مفعول کا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تا کہ ہو جائے ملفوظ مطابق مقصود کے لیکن حذف جیسا کہ تو کہے متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا الخ۔

تشریح:۔اگر فعل ثانی اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور وہ دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیکر دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کرنا بھی جائز اور مفعول کی ضمیر لانا بھی جائز ہے جو اسم ظاہر کے موافق ہو گی لیکن بنسبت حذف کے ضمیر لانا اولی اور بہتر ہے تا کہ ملفوظ مقصود متکلم کے مطابق ہو جائے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دونوں فعل اسی اسم ظاہر میں تنازع کر رہے ہیں دونوں اسی کو اپنا معمول بنانا چاہتے ہیں تو جب کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنادیا دوسرے

---

(۱) حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ناقص الفعل الثانی موصوف صفت سے ملکر اسم یقتضی المفعول خبر' کان اپنے اسم وخبر سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لم جازمہ جحد یہ یکن فعل ناقص الفعلان اسم من افعال القلوب خبر یکن اسم وخبر سے ملکر معطوف' معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط جاز فیہ الوجہان جزاء' حذف المفعول معطوف علیہ الاضمار معطوف' معطوف علیہ معطوف سے ملکر الوجہان سے بدل یا مفعول بہ اعنی فعل مقدر کا یا حذف المفعول خبر مبتدأ محذوف احدھما کی الاضمار خبر مبتدأ محذوف ثانیھما کی۔الثانی مبتدأ اول ہو مبتدأ ثانی المختار خبر' مبتدأ خبر سے ملکر خبر مبتدأ اول کی۔لیکون کا لام تعلیلیہ جارہ یکون فعل ناقص الملفوظ اسم مطابقا للمراد خبر' یکون اسم وخبر سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر مجرور' جار مجرور سے ملکر متعلق المختار کے اما حرف شرط الحذف مبتدأ متضمن معنی شرط فکما تقول الخ خبر قائم مقام جزاء کے۔

فعل کیلئے مفعول کی ضمیر لائی جو اسم ظاہر کی طرف راجع ہے تو یہ ضمیر دلالت کریگی کہ دونوں کا تنازع اسی اسم ظاہر میں ہے اگر دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کردیں تو یہ وہم ہوگا کہ فعل ثانی کا مفعول یہ اسم ظاہر نہیں بلکہ کوئی اور اسم ہے مثلاً زید محذوف نہیں بلکہ عمرو یا بکر وغیرہ محذوف ہے تو پھر یہ صورت باب تنازع سے خارج ہوجائے گی اور مقصود متکلم کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ مقصود تو یہی تھا کہ دونوں فعل اسی اسم ظاہر کو اپنا اپنا معمول بنانا چاہتے ہیں دوسرے فعل کے مفعول کو حذف کرنے کی صورت میں جو مثالیں بنتی ہیں انکا نقشہ ملاحظہ ہو۔

نقشہ

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْن	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزيدَيْن
دوسرا فعل اسم ظاہر کو مفعول اور اول اس کو اپنا فاعل بنانا چاہے	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْن

وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُه زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدِيْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُه زَيْدٌ وَضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِى وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ

ترجمہ:۔اور لیکن ضمیر لانا جیسا کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واکرمته زیدا الخ اور متخالفین میں ضربنی واکرمته زید الخ

تشریح:۔اس صورت میں اگرچہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے مگر صرف لفظاً ہے نہ کہ رتبۃً اور یہ جائز ہے۔

مثالوں کا نقشہ ملاحظہ ہو

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُه زَيْدًا	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْن	ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدَيْن
اول اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا اس کو مفعول بنانا چاہے	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُه زَيْدٌ	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ	ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْن

حل ترکیب:۔اما حرف شرط الاضمار مبتدأ متضمن معنی شرط فکما تقول الخ خبر قائم مقام جزاء کے۔باقی واضح ہے۔

وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْفِعْلاَنِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلاَبُدَّ مِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعَا فِي مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ حَسِبَنِي وَاَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِي الثَّانِي فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِي اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلاَ يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلَ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ لَايَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِي مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِي قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلاَيَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى وَتَقُوْلَ حَسِبَنِي وَحَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا اَلَّذِيْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَيْضًا لاَيَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ

ترجمہ:۔اورلیکن جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پس ضروری ہے ظاہر کرنا مفعول کا جیسا کہ تو کہے گا حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقا اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتہما نے جھگڑا کیا منطلقا میں اور تو نے عمل دیا اول کو اور وہ حسبنی ہے اور تو نے ظاہر کیا مفعول کو ثانی میں پس اگر حذف کرے تو منطلقین کو اور کہے تو

حل ترکیب:۔اما حرف شرط برائے تفصیل اذا شرطیہ کان الفعلان من افعال القلوب شرط فا جزائیہ لانفی جنس بد اسم من اظہار المفعول ظرف مستقر خبر لا اپنے اسم وخبر سے ملکر جزاءذلک مبتدا لام جارہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل حسبنی وحسبتہما بتاویل ھذا اللفظ ان کا اسم تنازعا فعل با فاعل فی منطلقا ظرف لغو متعلق تنازعا کے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر ان کی خبر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہوکر خبر ذلک مبتدا کی اعملت فعل با فاعل الاول مفعول بہ ھو مبتدا حسبنی بتاویل ھذا اللفظ خبر اظہرت فعل با فاعل المفعول مفعول بہ فی الثانی ظرف لغو متعلق اظہرت کے ان حرف شرط حذفت منطلقین معطوف علیہ قلت حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط یلزم الاقتصار جزاء علی احد المفعولین ظرف لغو متعلق الاقتصار کے فی افعال القلوب ظرف لغو متعلق الاقتصار کے ہو مبتدا غیر جائز خبر۔ان حرف شرط اضمرت شرط فلا یخلو الخ جزاء لایخلو فعل ہو فاعل من جار ان مصدریہ تضمر فعل با فاعل مفردا مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر معطوف علیہ تقول فعل بفاعل حسبنی الخ مقولہ فعل اپنے فاعل ومقولہ سے ملکر معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر بتاویل مفرد مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق لایخلو کے۔حینئذ مفعول فیہ مقدم لا یکون فعل ناقص المفعول الثانی اسم مطابقا خبر المفعول الاول ظرف لغو متعلق مطابقا کے۔ہو مبتدا ہما بتاویل ھذا اللفظ ذو الحال فی قولک الخ ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہوکر حال ذو الحال حال سے ملکر خبر لا یجوز فعل منفی ذلک فاعل او عاطفہ ان تضمر مثنی کا عطف ان تضمر مفردا پر ہے واؤ عاطفہ تقول الخ کا عطف تضمر مثنی پر ہے حینئذ مفعول فیہ مقدم یلزم فعل عود الضمیر المثنی فاعل الی اللفظ المفرد ظرف لغو متعلق عود مصدر کے ہو مبتدا منطلقا بتاویل ھذا اللفظ موصوف الذی اسم موصول وقع فعل فیہ ظرف لغو متعلق وقع کے التنازع فاعل فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر خبر ہو مبتدا کی۔ھذا مبتدا لا یجوز خبر۔ایضا درمیان میں مفعول مطلق آض فعل محذوف کا پھر یہ جملہ معترضہ ہے۔اذا شرطیہ لم یجز فعل الحذف معطوف علیہ الاضمار معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر فاعل کما عرفت جار مجرور ظرف لغو متعلق لم یجز کے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر شرط وجب الاظہار جزاء۔

حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا تولازم آتا ہے اکتفاء کرنا دومفعولوں میں سے ایک پر افعال قلوب میں اور یہ ناجائز ہے اور اگر ضمیر لائے تو پس نہیں خالی اس بات سے کہ ضمیر لائیگا تو مفرد کی اور کہے گا تو حسبنی وحسبتہما ایاہ الزیدان منطلقا اور اس وقت نہیں ہوگا مفعول ثانی مطابق مفعول اول کے اور وہ ھما ہے تیرے قول حسبتہما میں اور یہ جائز نہیں اور یا ضمیر لائے گا تو تثنیہ کی اور تو کہے گا حسبنی وحسبتہما ایاھما الزیدان منطلقا اور اس وقت لازم آئے گا لوٹنا ضمیر تثنیہ کا مفرد لفظ کی طرف اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب ناجائز ہے حذف کرنا اور ضمیر لانا جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا تو واجب ہے ظاہر کرنا۔

تشریح:۔کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دینے کی صورت میں جب فعل ثانی اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو اس وقت فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے اس وقت نہ تو مفعول کو حذف کرنا جائز ہے اور نہ ہی مفعول کی ضمیر لانا درست ہے جیسے حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقا (گمان کیا ہے مجھ کو دو زیدوں نے چلنے والا میں نے گمان کیا ہے ان دونوں کو چلنے والا) اس مثال میں حسبنی اور حسبت نے پہلے الزیدان میں تنازع کیا اول فعل اس کو اپنا فاعل اور ثانی فعل اس کو اپنا مفعول اول بنانا چاہتا ہے کوفیوں کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عمل دیا گیا الزیدان اس کا فاعل بن گیا دوسرے فعل کیلئے ھما ضمیر تثنیہ راجع بسوئے زیدان کو مفعول بنادیا حسبنی وحسبتہما الزیدان ہوگیا پھر دونوں فعلوں نے منطلقا میں جھگڑا کیا اب دونوں فعل اس کو اپنا دوسرا مفعول بنانا چاہتے ہیں تو ہم نے کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا منطلقا فعل اول کا مفعول ثانی بن گیا اب دوسرے فعل حسبتہما کے دوسرے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر حذف کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں حسبنی وحسبتہما الزیدان منطلقا تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء لازم آتا ہے یعنی ایک کو حذف کرنا اور ایک کو ذکر کرنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور اگر دوسرے فعل کے دوسرے مفعول کی ضمیر لائیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ضمیر مفرد لائیں گے کیونکہ اس کا مرجع منطلقا ہے اور وہ مفرد ہے تو مرجع کی مطابقت کی وجہ سے اگر ضمیر مفرد لائیں اور یوں کہیں حسبنی وحسبتہما ایاہ الزیدان منطلقا تو راجع مرجع میں مطابقت تو ہو جائے گی مگر فعل ثانی کا پہلا مفعول ھما ہے اور وہ تثنیہ ہے اور دوسرا مفعول ایاہ ہے اور وہ مفرد ہے تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہیں ہوگی حالانکہ افراد تثنیہ وجمع کے اعتبار سے دونوں مفعولوں میں مطابقت ضروری ہے اور اگر ضمیر تثنیہ لائیں تاکہ مفعول اول کے مطابق ہو جائے اور یوں کہیں حسبنی وحسبتہما ایاھما الزیدان منطلقا تو اس وقت افعال قلوب کے دو مفعولوں میں تو مطابقت ہوگی مگر راجع ومرجع میں مطابقت نہیں ہوگی کیونکہ ھما ضمیر تثنیہ ہے اور اسکا مرجع منطلقا مفرد ہے حالانکہ راجع ومرجع میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے افراد تثنیہ وجمع کے اعتبار سے تو جب فعل ثانی کے دوسرے مفعول کا حذف کرنا بھی جائز نہیں اور اس کی ضمیر لانا بھی جائز نہیں تو سوائے ذکر کرنے کے کوئی چارہ نہیں لھذا مفعول ثانی کو ذکر کرنا ضروری ہے لھذا یوں

کہیں گے حسبنی وحسبتہما منطلقین الزیدان منطلقا۔

سوال :۔مثال مذکور میں تو تنازع ممکن ہی نہیں اس لئے کہ تنازع کی شرط یہ ہے کہ دونوں فعل عمل کرنے کیلئے کسی ایک ہی اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوں اور وہ اسم ظاہر ہر ایک کا معمول بن سکے اور یہاں منطلقا کی طرف دونوں فعل متوجہ ہی نہیں کیونکہ فعل اول حسبنی کا پہلا مفعول یا ضمیر متکلم مفرد ہے لھذا اس کا دوسرا مفعول مفرد ہونا چاہیے۔اور فعل ثانی حسبتہما کا پہلا مفعول ھما ضمیر تثنیہ ہے لھذا اس کا دوسرا مفعول بھی تثنیہ ہونا چاہیے تو منطلقا چونکہ مفرد ہے لھذا دوسرا فعل اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوسکتا تو اس میں تنازع کیسے ممکن ہے؟

جواب:۔ منطلقا سے مراد صرف لفظ منطلقا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ اسم ہے جو صفت انطلاق کیساتھ متصف ہو خواہ وہ اسم مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو یعنی چلنے والا مراد ہے ایک ہو یا کئی ہوں تو فعل اول کے اعتبار سے منطلقا مفرد ہے اور فعل ثانی کے اعتبار سے تثنیہ ہے یہی وجہ ہے جب ہم نے فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کیا تو منطلقا کی بجائے منطلقین کہا تا کہ مفعول اول کے موافق ہو جائے۔

فَصْل: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُه وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَه نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَحُكْمُه فِي تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِيَتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِيْرِهٖ وَتَانِيْثِهٖ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ

ترجمہ:۔مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا جس کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا اور وہ ہر وہ مفعول ہے کہ اُس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اسکو اُس کے قائم مقام کیا گیا ہو جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد تثنیہ جمع مذکر مؤنث لانے میں اوپر قیاس کرنے اس چیز کے ہے جو آپ پہچان چکے ہیں فاعل میں۔

تشریح:۔مرفوعات کی پہلی قسم کے بیان سے فراغت کے بعد اب مصنف مرفوعات کی قسم ثانی کو بیان فرما رہے ہیں اور وہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اس کی تعریف اوپر ترجمے میں معلوم ہو چکی ہے اور اس کا دوسرا نام نائب فاعل بھی ہے اس کی مثال ضُرِبَ زیدٌ اصل میں ضرب عمرٌو زیدًا تھا ضَرَبَ کو فعل مجہول بنایا گیا اور اس کے فاعل عمرو کو حذف کر دیا گیا اور اس کے مفعول زیدًا کو

حل ترکیب:۔مفعول مضاف ما موصولہ لم یسم فعل مجہول فاعلہ نائب فاعل، جملہ فعلیہ صلہ موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر مبتدأ محذوف ھذا کی۔یا مبتدأ اور اس کی خبر وھو کل مفعول الخ ہے واو زائدہ ہے۔ھو مبتدأ کل مضاف مفعول موصوف حذف فاعلہ معطوف علیہ اقیم فعل مجہول ھو نائب فاعل مقامہ مفعول فیہ فعل اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر ہو مبتدأ کی۔پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مفعول مالم یسم فاعلہ کی۔حکمہ مبتدأ فی توحید فعلہ الخ ظرف لغو متعلق حکمہ کے علی جار قیاس مضاف ما موصولہ عرفت فعل بفاعل فی الفاعل ظرف لغو متعلق عرفت کے پھر جملہ فعلیہ صلہ موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر حکمہ مبتدأ کی۔

اس کے قائم مقام کر دیا گیا ضُرِبَ فعل مجہول زید لفظاً مرفوع نائب فاعل فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وحکمہ الخ: مفعول مالم یسم فاعلہ کا حکم اس کے فعل کے مفرد وتثنیہ جمع مذکر مؤنث لانے میں بعینہ وہی ہے جو فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے یعنی اگر مفعول مالم یسم فاعلہ اسم مظہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد ہی لایا جائے گا خواہ یہ مفعول مالم یسم فاعلہ مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع جیسے ضرب زید ضرب الزیدان ضرب الزیدون اور اگر یہ مفعول اسم مضمر ہو تو فعل مجہول اسکے مطابق لایا جائیگا مفرد کیلئے مفرد تثنیہ کیلئے تثنیہ اور جمع کیلئے جمع جیسے زید ضرب الزیدان ضربا الزیدون ضربوا۔ اور اگر مفعول مؤنث حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث لایا جائے گا خواہ اسم ظاہر ہو یا اسم مضمر بشرطیکہ فاصلہ نہ ہو جیسے ضربت ھند وھند ضربت اور اگر فاصلہ ہو تو مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے ضُرِبَتِ الیَوْمَ ھند ضُرِبَ الیوم ھند اسی طرح اگر مفعول مؤنث غیر حقیقی ہو اور اسم ظاہر ہو تو بھی فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے خواہ فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے کُورَ الشمسُ یا کُورَتِ الشمسُ کور الیومَ الشمس یا کورت الیومَ الشمسُ اور اگر مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو تو فعل کو مؤنث لائیں گے جیسے اذا الشمس کُوِّرت۔

فَصْلٌ اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمّٰى الْمُبْتَدَأَ وَالثَّانِيْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمّٰى الْخَبَرَ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ

ترجمہ:۔ مبتدأ اور خبر وہ دو ایسے اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ایک ان میں سے مسند الیہ ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا مبتدأ اور دوسرا مسند بہ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر جیسے زید قائم۔

تشریح:۔ جب مصنف مرفوعات کی قسم ثانی کی تعریف اور احکام کے بیان سے فارغ ہوا تو اب مرفوعات کی قسم ثالث اور رابع کو بیان کرتے ہیں قسم ثالث اور رابع مبتدأ اور خبر ہیں مصنف نے ان دونوں کو ایک فصل میں ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونوں مرفوعات کی دو مستقل قسمیں ہیں کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے ایک دوسرے کو لازم ہیں جب ایک مذکور ہو تو دوسرا بھی ضرور مذکور ہوگا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے دوسری وجہ ان کو ایک فصل میں جمع کرنے کی یہ بھی ہے کہ یہ دونوں عامل معنوی میں مشترک ہیں ان دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے۔

ھما اسمان الخ:۔ یعنی مبتدأ اور خبر وہ دو اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں اور ایک ان میں سے مسند الیہ اور دوسرا مسند بہ ہو

حل ترکیب:۔ المبتدأ والخبر معطوف علیہ معطوف سے ملکر مبتدأ اول ھما پھر مبتدأ اسمان موصوف مجردان اسم مفعول صیغہ صفت ھما ضمیر مستتر نائب فاعل عن العوامل اللفظیہ ظرف لغو متعلق مجردان کے مجردان اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، موصوف صفت سے ملکر خبر ھما مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر خبر مبتدأ اول کی۔ احدھما مبتدأ مسند صیغہ صفت اسم مفعول الیہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر احدھما مبتدأ کی۔ یسمی فعل مجہول ہو ضمیر نائب فاعل المبتدأ مفعول بہ۔ الثانی مبتدأ مسند صیغہ صفت اسم مفعول بہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر الثانی مبتدأ کی۔ یسمی فعل مجہول ہو نائب فاعل الخبر مفعول بہ۔

پہلے کومبتدأ اور دوسرے کو خبر کہا جاتا ہے پھر اسمان عام ہیں خواہ وہ اسم حقیقی ہوں یا حکمی وتاویلی ہوں حقیقی کی مثال زید قائم ۔ زید مبتدأ، قائم خبر دونوں اسم حقیقی ہیں۔ حکمی وتاویلی کی مثال جیسے اَنْ تَـصَـدَّقُوْا خَيْرَ لَّكُمْ ۔ اَنْ تَصَدَّقُوا اگر چہ اسم حقیقی نہیں مگر حکمی ہے تـصـدقـوا ان مصدریہ کی وجہ سے تَـصَـدُّقُكُم مصدر کی تاویل میں ہوگیا یہ مبتدأ کی مثال ہے خبر کی مثال جیسے زیدٌ یضرِبُ، یضـرب فعل ہے مگر ضـارب کی تاویل میں ہو کر اسم حکمی تاویلی ہو کر زید مبتدأ کی خبر ہے۔

فوائد قیود:۔مبتدأ اور خبر معرّف اور محدود ہیں اسـمـان الخ معرِف تعریف اور حد ہے پہلا لفظ اسمان درجۂ جنس میں ہے معرف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی مـجـرد ان عـن الـعـوامـل اللفظيه یہ پہلی فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گئے جن پر عوامل لفظیہ داخل ہیں جیسے ان اور کان وغیرہ کا اسم اور خبر احدهما مسند اليه یہ مبتدأ کیلئے دوسرا فصل ہے اس سے خبر اور مبتدأ کا قسم ثانی خارج ہو گیا کیونکہ وہ مسند بہ ہیں مسند الیہ نہیں اور والـثـانـی مسند به یہ خبر کی تعریف کیلئے دوسرا فصل ہے اس سے مبتدأ خارج ہو گیا کیونکہ وہ مسند الیہ ہے مسند بہ نہیں۔

فائدہ:۔مصنف نے مبتدأ اور خبر دونوں کی تعریف ملا کر کی ہے بہتر یہ تھا کہ ہر ایک کی تعریف الگ الگ کرتا جیسا کہ کافیہ والے نے کی ہے ہر ایک تعریف الگ ملاحظہ ہو۔

مبتدأ کی تعریف:۔اَلْـمُبْتَـدأُ هُوَ الاسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ یعنی مبتدأ وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔خبر کی تعریف:۔اَلْخَبَرُ هُوَ الاسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ الْمُسْنَدِ بِه: یعنی خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو جیسے زید قائم میں زید اسم ہے اور عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند الیہ ہے لھٰذا یہ مبتدأ ہے اور قائم اسم ہے عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند بہ ہے لھٰذا یہ خبر ہے

وَالْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ ترجمہ:۔اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے۔

تشریح:۔مبتدأ اور خبر کو رفع دینے والا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ ہے ابتداء یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ اس کی طرف کسی شئ کو مسند کیا جائے یہ مبتدأ کا عامل ہے اور اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ اس کو کسی شئ کیطرف مسند کیا جائے یہ خبر کا عامل معنوی ہے جیسے زیـد قـائـم میں زید مبتدأ ہے اس کو رفع دینے والا عامل معنوی ہے اور وہ ہے ابتداء یعنی زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ یہ مسند الیہ بنے یہی چیز اس کو رفع دے رہی ہے اور قائم خبر ہے اس کو رفع دینے والا عامل بھی معنوی ہے یعنی ابتداء یعنی قائم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ مسند بنے یہی بات اس کو رفع دے رہی ہے۔

فائدہ:۔مبتدأ اور خبر کے عامل کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے بصریوں کا مذہب تو یہی ہے جو بیان ہو چکا کہ مبتدأ اور خبر دونوں کا

حل ترکیب:۔العامل موصوف فیھما ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہو کر صفت' موصوف صفت سے ملکر مبتدأ معنوی خبر۔ ھو مبتدأ الا بتداء خبر۔

عامل معنوی ہے اور یہی مذہب مصنف کے ہاں پسندیدہ تھا۔ اسی لئے اس کو ذکر کیا دوسرا مذہب بعض نحویوں کا یہ ہے کہ مبتدأ کا عامل تو معنوی ہے یعنی ابتداء اور خبر کا عامل معنوی نہیں بلکہ لفظی ہے اور وہ مبتدأ ہے مبتدأ ہی خبر کو رفع دیتا ہے تیسرا مذہب بعض کا یہ ہے کہ مبتدأ اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے کا عامل ہے یعنی مبتدأ خبر کو اور خبر مبتدأ کو رفع دیتا ہے اس وقت ہر ایک کا عامل لفظی ہوگا۔

فائدہ:۔ عامل معنوی وہ ہوتا ہے جس کو عقل سے پہچانا جائے اس کا تلفظ نہ کیا جائے۔

وَاَصْلُ الْمُبْتَدأ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبْرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدأً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

ترجمہ:۔ اور اصل مبتدأ میں یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور اصل خبر میں یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اور نکرہ جب اسکی صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ ہو جائے مبتدأ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مؤمن خير من مشرك (البتہ غلام مومن بہتر ہے مشرک سے)

تشریح:۔ مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو کیونکہ مبتدأ محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو کیونکہ کسی چیز پر اس کے پہچاننے کے بعد ہی حکم لگایا جاتا ہے مجہول چیز پر حکم لگانا درست نہیں اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو کیونکہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور محکوم بہ میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اگرچہ محکوم بہ معرفہ بھی ہوسکتا ہے نکرہ بھی لیکن ہر اسم میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو تو جب خبر کو نکرہ لانے سے غرض حاصل ہوسکتی ہے تو بلا ضرورت اسکو معرفہ لانا غیر مناسب ہے نیز خبر کو معرفہ لانے میں صفت سے التباس ہوگا کیونکہ مبتدأ معرفہ ہے اور خبر بھی معرفہ ہو تو شبہ ہوگا کہ شاید یہ موصوف صفت ہیں۔

والنكرة اذا وصفت الخ:۔ یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ مصنف نے جب کہا ہے کہ مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو تو اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید نکرہ کبھی مبتدأ نہیں ہوسکے گا تو مصنف جواب دیتے ہیں کہ جب نکرہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو تو مبتدأ واقع ہوسکتا ہے کیونکہ نکرہ موصوفہ میں صفت کی وجہ سے تخصیص آجائیگی پہلے نکرہ عام تھا بہت سے افراد کو شامل تھا صفت کی وجہ سے خاص ہو جائیگا قلت اشتراک ہو جائیگا معرفہ تو نہیں بنے گا مگر معرفہ کے قریب ہو جائیگا اور جو چیز کسی کے قریب ہو جاتی ہے تو وہ اسی کا حکم لے لیتی ہے لھذا ایسے نکرہ کا مبتدأ بنا صحیح ہو جائیگا جیسے ولعبدٌ مؤمنٌ خيرٌ من مشركٍ پہلے عبد عام تھا مومن مشرک سب کو شامل

حل ترکیب:۔ واؤ عاطفہ یا استینافیہ اصل المبتدأ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ ان مصدریہ یکون فعل ناقص ہو ضمیر اسم معرفۃ خبر، یکون اسم وخبر سے ملکر بتاویل مصدر ہوکر خبر۔ اصل الخبر مبتدأ ان یکون نکرۃ بتاویل مصدر ہوکر خبر النکرۃ مبتدأ اذا شرطیہ وُصفت فعل مجہول ہی ضمیر نائب فاعل سے ملکر شرط، جاز فعل ان مصدریہ تقع فعل ہی ضمیر فاعل مبتدأ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر بتاویل مصدر ہوکر فاعل جاز فعل کا، فعل اپنے فاعل سے ملکر جزاء، شرط جزاء سے ملکر خبر النکرۃ مبتدأ کی۔ دوسرا احتمال النکرۃ مبتدأ جاز ان تقع الخ خبر اذا ظرف مضاف وصفت جملہ فعلیہ بتاویل ھذا الترکیب مضاف الیہ اذا ظرف مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم جاز ان تقع الخ کا۔

تھا اب غلام مومن پر صادق آئیگا مشرک کو شامل نہیں ہوگا تو اشتراک کم ہوگیا معرفہ کے قریب ہوگیا لھذا اب اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے۔
ولعبد مؤمن موصوف صفت ملکر مبتدأ خیر اسکی خبر ہے من مشرک جار مجرور ظرف لغو خیر کے متعلق ہے۔ [1]

وَكَذَا اِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ آخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ

ترجمہ:۔ اور اسی طرح جب نکرہ مخصص کیا جائے کسی اور وجہ سے جیسے اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَةٌ الخ

تشریح:۔ یعنی جیسے نکرہ موصوفہ صفت کی وجہ سے مخصص ہو کر مبتدأ بن سکتا ہے اسی طرح نکرہ اس وقت بھی مبتدأ واقع ہوسکتا ہے جب صفت کے علاوہ دوسری وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ سے مخصص ہو جائے کل وجوہ تخصیص چھ ہیں جنکو مصنف نے بیان کیا ہے ایک وجہ تخصیص تو صفت ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے دوسری وجہ تخصیص یہ ہے کہ جب نکرہ اس ھمزہ کے بعد واقع ہو جس کے ساتھ ام متصلہ استعمال ہو رہا ہے تو اس نکرہ میں بھی تخصیص آجاتی ہے جیسے ارجل فی الدار ام امرأۃ (کیا گھر میں مرد ہے یا عورت) اس مثال میں رجل اور امرأۃ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدأ ہیں فی الدار خبر ہے۔ اس لئے کہ ان میں علم متکلم کے اعتبار سے تخصیص ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ضرور موجود ہے لیکن صرف اس کی تعیین کا سوال کرتا ہے کہ اے مخاطب تو متعین کر کے بتا کہ گھر میں مرد ہے یا عورت گویا کہ وہ یوں سوال کرتا ہے کہ اَيُّ مِنَ الْاَمْرَيْنِ الْمَعْلُوْمَيْنِ كَائِنٌ فِي الدَّارِ (یعنی وہ رجل اور امرأۃ جن کے متعلق مجھے یہ معلوم ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک گھر میں موجود ہے تو ان امرین معلومین میں سے کون سا گھر میں ہے) تو مخاطب جواب میں رجل یا امرأۃ کہے گا ھمزہ کا ام متصلہ کے ساتھ استعمال تعیین سے سوال کرنے کیلئے ہوتا ہے یعنی متکلم کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک کیلئے خبر کا ثبوت یقینی ہے اس علم کے بعد مخاطب سے تعیین کرانے کیلئے ھمزہ اور ام متصلہ کے ذریعے سے سوال کرتا ہے اسی وجہ سے اس کے جواب میں رجل کہا جائے گا یا امرأۃ تا کہ متعین ہو جائے اور متکلم کا مقصود حاصل ہو جائے جواب میں نعم نہیں کہا جائیگا کیونکہ اس سے تعیین نہیں ہوتی خلاصہ کلام یہ کہ ارجل فی الدار ام امرأۃ میں رجل اور امرأۃ اگرچہ نکرہ ہیں مگر یہ عام نہیں بلکہ علم متکلم کی وجہ سے خاص ہیں یعنی وہ رجل اور امرأۃ جنکے متعلق متکلم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گھر میں ہے جب رجل اور امرأۃ عام نہ رہے بلکہ علم متکلم کے اعتبار سے خاص ہوگئے تو

---

[1] فائدہ:۔ تصغیر بھی بمنزل وصف کے ہے جیسے رُجَيْلٌ قائم (ایک چھوٹا مرد کھڑا ہونے والا ہے) چونکہ تصغیر اس شی کے چھوٹے ہونے پر دال ہے لھذا رجیل کا معنی ہوگا رجل حقیر رجل موصوف حقیر صفت تو گویا کہ کسی اسم نکرہ کو مصغر لانا ایسے ہے جیسے نکرہ کو موصوفہ۔ جیسے نکرۃ موصوفۃ مبتدأ بن سکتا ہے اسم نکرہ مصغر بھی مبتدأ بن سکے گا رُجَيْلٌ مبتدأ ہے قائم اس کی خبر ہے۔

حل ترکیب:۔ کذا جار مجرور ظرف لغو متعلق جاز کے، اذا ظرف مضاف، تخصصت فعل مجهول، ھی ضمیر نائب فاعل، بوجہ آخر ظرف لغو متعلق تخصصت کے، پھر جملہ فعلیہ بتاویل ھذا الترکیب مضاف الیہ اذا ظرف مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ جاز ان تقع مبتدأ کا۔

معرفہ کے قریب ہوگئے لھذا ان کا مبتدأ بننا صحیح ہے۔ [1]

وَمَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنْکَ ترجمہ:۔اور نہیں کوئی ایک بہتر تجھ سے

تشریح:۔اس مثال میں احد نکرہ مبتدأ ہے چونکہ اس میں صفت عموم کی وجہ سے تخصیص آ گئی لھذا اس کا مبتدأ بننا صحیح ہے عموم کی وجہ سے تخصیص اس طرح ہوئی کہ احد نکرہ تھا اس کا اطلاق افراد میں سے ہر ایک فرد غیر معین پر تھا لیکن جب اس کے شروع میں ما حرف نفی آیا تو اب اس میں عموم پیدا ہو گیا کیونکہ ضابطہ ہے کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے لھذا اب ما احد میں احد سے کوئی ایک فرد غیر معین مراد نہیں بلکہ مخاطب کے علاوہ سارے افراد مراد ہیں اور تمام افراد میں تعدد نہیں بلکہ مجموعہ افراد بمنزلہ ایک مفرد معین کے ہو گئے لھذا اس میں عموم کی وجہ سے تخصیص ہو گئی کوئی اشتباہ نہ رہا اب اس کا محکوم علیہ اور مبتدأ بننا صحیح ہو گیا۔

وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ ترجمہ:۔اور شر نے بھونکوایا کتے کو۔

تشریح:۔یہ چوتھی جگہ ہے جہاں نکرہ کا مخصص ہونے کی وجہ سے مبتدأ بننا صحیح ہے اس مثال میں شر نکرہ مبتدأ ہے نکرہ کا مبتدأ بننا صحیح نہیں لیکن چونکہ اس میں تخصیص پیدا ہو چکی ہے لھذا مبتدأ بننا صحیح ہے یہاں شر میں صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آ گئی شر موصوف ہے عظیم صفت ہے جو یہاں مقدر ہے تو جیسے صفت ملفوظہ کی وجہ سے تخصیص آ جاتی ہے اسی طرح صفت مقدرہ کی وجہ سے بھی نکرہ مخصصہ ہو جاتا ہے اور یہاں شر کی صفت عظیم مقدر ہے اور قرینہ اس صفت کا یہ ہے کہ شر میں تنوین تعظیم کی ہے جو شر کے عظیم ہونے پر دال ہے تو معنی یہ ہوگا شر عظیم لا حقیر اَهَرَّ ذَانَاب (بڑے شر نے کتے کو بھونکوایا ہے نہ کہ حقیر شر نے) تو اب شر عام نہیں رہا بلکہ خاص ہو گیا ہے لھذا مبتدأ بننا صحیح ہے۔

فائدہ:۔اس مثال میں ایک لمبی تقریر بھی ہے جو بڑی کتابوں میں ہے یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَفِی الدَّارِ رَجُلٌ ترجمہ:۔اور گھر میں آدمی ہے۔

تشریح:۔یہ پانچویں جگہ ہے جہاں نکرہ میں تخصیص آ جانے کی وجہ سے نکرہ کا مبتدأ بننا صحیح ہے اس مثال میں فی الدار جار مجرور مل کر ظرف مستقر متعلق ثابت کے یا مستقر کے ہو کر خبر مقدم ہے اور رجل مبتدأ مؤخر ہے رجل نکرہ ہے نکرہ کا مبتدأ بننا صحیح نہیں لیکن اس میں

---

[1] سوال:۔نکرہ کا علم متکلم کے اعتبار سے مخصص ہو جانا مخاطب کیلئے تو مفید نہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مخاطب کے ہاں مبتدأ ومحکوم علیہ معرفہ ہو یا مخصص ہوتا کہ اس کو فائدہ پہنچے کہ فلاں محکوم علیہ پر یہ حکم لگ رہا ہے جیسے زید معرفہ ہے زید قائم کہا تو مخاطب کو زید کے کھڑے ہونے کا علم ہو گیا جو پہلے اس کو حاصل نہیں تھا یہاں تو متکلم کے علم میں نکرہ میں تخصیص ہے مخاطب کے ہاں تو اسی طرح نکرہ رہا۔

جواب:۔جب متکلم ہمزہ اور ام کے ذریعے سے سوال کر کے مخاطب سے تعیین کرانا چاہتا ہے تو پتہ چلا کہ مخاطب کے ہاں تو وہ نکرہ مخصص ہی نہیں بلکہ متعین بھی ہے لھذا کوئی اشکال نہیں۔

خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے تخصیص آ گئی لھذا اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے تخصیص اس لئے آئی کہ مبتدأ کا حق ہے مقدم ہونے کا خبر کا حق ہے مؤخر ہونے کا اور ضابطہ ہے تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرُ وَالاِخْتِصَاصُ (جس چیز کا حق ہو مؤخر ہونے کا اس کو مقدم کرنا حصر اور اختصاص کا فائدہ دیتا ہے) لھذا فی الدار خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے رجل نکرہ مخصص بن گیا تو اس وقت اس کا مبتدأ بنا صحیح ہو گیا۔ ۱

وَسَلَامٌ عَلَيْكَ ترجمہ:۔ اور سلام ہو تیرے اوپر۔

تشریح:۔ یہ چھٹی جگہ ہے جہاں نکرہ میں تخصیص آ جانے سے اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے اس مثال سے ہر وہ نکرہ مراد ہے جس میں متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے تخصیص آ جائے جیسے سلام علیک میں سلام نکرہ مبتدأ ہے علیک جار مجرور ظرف مستقر اسکی خبر ہے نکرہ مبتدأ نہیں ہوسکتا مگر چونکہ یہاں سلام نکرہ نسبت الی المتکلم کی وجہ سے مخصص بن چکا ہے لھذا اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے نسبت الی المتکلم کی وجہ سے مخصص اس لئے ہے کہ یہ جملہ اسمیہ معدول ہے (پھرا ہوا ہے) جملہ فعلیہ سے۔ اصل میں تھا سَلَّمْتُ سَلاَمًا عَلَيْكَ (میں نے سلام کیا ہے سلام کرنا تیرے اوپر) سلمت کو حذف کیا گیا کیونکہ مصادر کے افعال کو حذف کیا جاتا ہے پھر سلاما کے نصب کو رفع کے ساتھ بدلا گیا تاکہ یہ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کیطرف تبدیل ہو جائے تاکہ دوام اور استمرار والا معنی حاصل ہو جائے کیونکہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے جملہ اسمیہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ سلام علیک میں سلام عام نہیں بلکہ وہ سلام ہے جو متکلم کی طرف منسوب ہے گویا سلام علیک اصل میں سَلاَمِیْ عَلَيْكَ ہے تو نسبت الی المتکلم کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔

وَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالْآخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً وَالنَّكِرَةَ خَبَرًا اَلْبَتَّةَ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيُّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَأً وَالْآخَرَ خَبَرًا نَحْوُ اَللّٰهُ اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَآدَمُ اَبُوْنَا

ترجمہ:۔ اور اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو پس بنا تو معرفہ کو مبتدأ اور نکرہ کو خبر یقیناً جیسا کہ گزرا اور اگر دونوں معرفہ ہوں پس بنا تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے مبتدأ اور دوسرے کو خبر جیسے اللّٰہ الٰھنا (اللہ ہمارا معبود ہے) و محمد نبینا (محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں) و آدم ابونا (اور آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں)

---

۱ فائدہ:۔ اس مثال میں تخصیص کی ایک اور تقریر بھی ہے وہ یہ کہ جب فی الدار کو مقدم کیا تو معلوم ہوا کہ جو چیز فی الدار کے بعد مذکور ہوگی وہ عام چیز نہیں بلکہ وہ استقرار فی الدار کی صفت کے ساتھ موصوف ہے جب اس کے بعد رجل کو ذکر کیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ استقرار فی الدار کی صفت کے ساتھ موصوف رجل ہے امرأۃ نہیں ہے تو گویا تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص بالصفت کے ہے۔

(۱) حل ترکیب:۔ ان حرف شرط کان فعل ناقص احد الاسمین اس کا اسم معرفۃ اس کی خبر واؤ عاطفہ الاخر کا عطف احد الاسمین پر (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

تشریح:۔دو اسموں میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو تو جو معرفہ ہوگا وہ مبتدأ ہوگا اور جو نکرہ ہوگا وہ خبر ہوگا کیونکہ مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو جیسے زید قائم میں زید معرفہ مبتدأ ہے قائم نکرہ خبر ہے۔اور اگر دونوں معرفہ ہوں خواہ معرفہ میں مساوی ہوں یا ایک اعرف المعارف یعنی زیادہ معرفہ ہو اور دوسرا کم درجہ کا معرفہ ہو ہر صورت میں اختیار ہے جس کو چاہیں مبتدأ اور جس کو چاہیں خبر بنالیں بس ان دونوں میں سے جس کو مقدم کرو گے وہ مبتدأ ہوگا اور جسکو مؤخر کرو گے وہ خبر ہوگا اس صورت میں اگر مبتدأ کے مبتدأ ہونے اور خبر کے خبر ہونے کا قرینہ نہ ہو تو مبتدأ کو مقدم کرنا واجب ہوگا تا کہ التباس پیدا نہ ہو اور اگر قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں اسم مبتدأ ہے فلاں خبر تو پھر مبتدأ کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے کیونکہ قرینہ کی وجہ سے التباس کا خطرہ نہیں جیسے بَنُوْنَا بَنُوْ اَبْنَاءُ نَا (ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں) اس میں بنو ابناء نا مبتدأ مؤخر اور بنونا خبر مقدم ہے کیونکہ اگر بنونا مبتدأ ہو تو معنی درست نہیں رہتا اس وقت معنیٰ ہوگا ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ پوتے کو تو بیٹا کہا جاتا ہے مگر بیٹے کو پوتا نہیں کہا جاتا۔

مصنف نے جو تین مثالیں دی ہیں اول میں اللہ دوسری میں محمد ﷺ تیسری میں آدم علم ہونے کی وجہ سے معرفہ ہیں اور دوسرا اسم اِلٰهُـنَـا، نَبِینا، ابونا ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہیں لھٰذا ان مثالوں میں جس کو مبتدأ بنانا چاہیں گے اسکو مقدم کردیں گے جسکو خبر بنانا چاہیں گے اس کو مؤخر کردیں گے مثلاً اگر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارا معبود ہے تو اللّٰه الٰهنا کہیں گے اور اگر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارا معبود اللہ ہے تو الٰهنا اللّٰه کہیں گے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اَوْ شَرْطِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اِنْ جَاءَ نِىْ فَاَكْرَمْتُه اَوْ ظَرْفِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ خَلْفَكَ وَعَمْرٌو فِى الدَّارِ

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی ہوتی ہے خبر جملہ اسمیہ جیسے زید ابوہ قائم (زید اس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے) یا فعلیہ جیسے زید قام ابوہ

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) نکرۃ کا عطف معرفۃ پر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط فا جزائیہ اجعل فعل بفاعل المعرفۃ مفعول اول مبتدأ مفعول ثانی النکرۃ کا عطف المعرفۃ پر خبرا کا عطف مبتدأ پر پھر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء البتۃ مفعول مطلق ہے فعل مقدر بت کا۔کمامرّ : کاف جار ما موصولہ مرّ فعل ھو ضمیر راجع بسوئے ما فاعل فعل فاعل سے ملکر صلہ، موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر خبر مبتدأ محذوف ھو یا مثلہ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ان حرف شرط کانا فعل از افعال ناقصہ الف ضمیر تثنیہ اسم، معرفتین خبر کانا اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط۔اجعل فعل بفاعل مبتدأ مفعول بہ اول مؤخر ایھما مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ مقدم شئت کا شئت فعل اپنے فاعل ومفعول بہ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل ھٰذا الترکیب مفعول بہ ثانی مقدم اجعل فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء۔الاخر کا عطف ایھما پر خبرا کا عطف مبتدأ پر۔شئت فعل بفاعل جملہ معترضہ ہے۔

حل ترکیب:۔واؤ عاطفہ یا استینافیہ قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یکون فعل ناقص الخبر اس کا اسم جملۃ موصوف اسمیۃ معطوف علیہ فعلیۃ۔شرطیۃ ظرفیۃ معطوفات' معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر صفت' موصوف صفت سے ملکر یکون کی خبر۔

(زید کھڑا ہے اس کا باپ) یا شرطیہ جیسے زَیْدٌ اِنْ جَاءَ نِیْ فَاَکْرَمْتُہ (زید اگر وہ آیا میرے پاس تو میں اس کا اکرام کروں گا) یا ظرفیہ جیسے زَیْدٌ خَلْفَکَ وَ عَمْرٌو فِی الدَّارِ (زید ثابت ہے تیرے پیچھے اور عمرو ثابت ہے گھر میں) [1]

تشریح:۔ مبتداً کی خبر کبھی جملہ بھی ہوتی ہے کیونکہ جیسے مفرد سے حکم لگانا صحیح ہے اسی طرح جملہ سے حکم لگانا بھی صحیح ہے یکون پر قد تقلیلیہ داخل کر کے اشارہ کر دیا کہ خبر میں اصل تو یہی ہے کہ وہ مفرد ہو یعنی مرکب تام نہ ہو خواہ پھر خالص مفرد ہو جیسے قائم یا مرکب ناقص ہو پھر مرکب اضافی ہو جیسے ھذا غلام رجل ھذا مبتداً غلام مضاف رجل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر خبر یا مرکب توصیفی ہو جیسے الانسانُ حیوانٌ ناطقٌ ، الانسان مبتداً حیوان ناطق موصوف صفت ملکر خبر بہر حال اصل یہی ہے کہ خبر مفرد ہو لیکن کبھی کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے پھر جملہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم زید مبتدأ اول ابوہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتداً ثانی قائم خبر ہے مبتداً خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر یہ خبر ہے مبتدأ اول کی۔ یا جملہ فعلیہ ہو جیسے زیدٌ قَامَ اَبُوْہُ۔ زید مبتدأ قام فعل ابوہ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتداً کی۔ یا جملہ شرطیہ ہو جیسے زید ان جاء نی فاَکْرَمْتُہ زید مبتداً ان حرف شرط جاء فعل ہو ضمیر در و مستتر فاعل نون وقایہ یا ضمیر متکلم مفعول بہ فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر شرط فا جزائیہ اکرمت فعل با فاعل ہ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ سے ملکر جزاء، شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر ہے زید مبتداً کی۔

یا جملہ ظرفیہ ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان خواہ قائم مقام ظرف ہو (جار اپنے مجرور سے ملکر قائم مقام ظرف ہوتا ہے) جیسے زید خلفک اصل میں زیدٌ اِسْتَقَرَّ یا ثَبَتَ خَلْفَکَ ہے (زید ثابت ہے تیرے پیچھے) زید مبتداً خلفک مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے استقر یا ثبت فعل محذوف کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ ظرف مکان سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتداً

---

[1] سوال:۔ خبر کے جملہ واقع ہونے کی صورت میں جملہ کی چار قسموں کی طرف جو تقسیم کی ہے کہ خبر یا جملہ اسمیہ یا فعلیہ یا ظرفیہ یا شرطیہ ہوگی یہ تقسیم باطل ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ مقسم کے اقسام ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں جیسے کلمہ کی تین قسمیں اسم فعل حرف ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن یہاں جملہ شرطیہ اور ظرفیہ جملہ فعلیہ کی ضد نہیں بلکہ انجام کے اعتبار سے جملہ شرطیہ اور ظرفیہ جملہ فعلیہ ہیں لھذا ان کو جملہ فعلیہ کے مقابل میں لانا درست نہیں۔

جواب:۔ حقیقت کے اعتبار سے تو ایسا ہی ہے کہ جملہ شرطیہ و ظرفیہ حقیقۃً جملہ فعلیہ ہیں لیکن جب جملہ شرطیہ کے شروع میں حرف شرط آ گیا تو گویا کہ یہ جملہ شرطیہ غیر ہے اس جملہ فعلیہ کا جس کے شروع میں حرف شرط نہیں لھذا ایک دوسرے کی ضد ہو گئے اسی طرح چونکہ جملہ ظرفیہ تعلق ظرف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے تو گویا کہ یہ جملہ ظرفیہ بھی تعلق ظرف کی بنیاد پر پیدا ہونے کی وجہ سے غیر ہے اس جملہ فعلیہ کا جس میں ظرف کا تعلق نہیں لھذا یہ بھی ایک دوسرے کی گویا کہ ضد ہو گئے۔ بعض حضرات کے ہاں جملہ کی صرف دو قسمیں ہیں اسمیہ و فعلیہ باقی شرطیہ و ظرفیہ ان کے ہاں جملہ فعلیہ میں داخل ہیں۔

فائدہ:۔ جملہ شرطیہ کے خبر واقع ہونے میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کے ہاں شرط و جزاء کا مجموعہ خبر ہے بعض کے ہاں خبر شرط یا صرف جزاء ہے بعض کے ہاں خبر صرف جزاء ہے شرط خبر نہیں بعض کے ہاں جملہ شرطیہ کا خبر واقع ہونا صحیح نہیں جیسے جملہ انشائیہ کا خبر واقع ہونا صحیح نہیں بغیر تاویل کے۔

خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

دوسری مثال عمرٌو فی الدار (عمرو گھر میں ہے) عمرو مبتدأ فی حرف جار الدار مجرور جار مجرور سے مکر ظرف مستقر متعلق استقر یا ثبت کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہے مبتدأ کی' مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ۱

وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَهِيَ اِسْتَقَرَّ مَثَلاً تَقُوْلُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ تَقْدِيْرُه زَيْدُ نِ اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ وَلَابُدَّ فِي الْجُمْلَةِ مِنْ ضَمِيْرٍ يَعُوْدُ اِلَى الْمُبْتَدَأ كَالْهَاءِ فِي مَامَرَّ

ترجمہ:۔اور ظرف متعلق ہوتا ہے ساتھ جملہ کے اکثر کے ہاں اور وہ جملہ استقر ہے مثلاً آپ کہیں گے زید فی الدار اس کی اصل ہے زید استقر فی الدار یعنی زید ثابت ہے (مستقر ہے) دار میں۔اور ضروری ہے جملہ میں ایسی ضمیر جو لوٹے مبتدأ کی طرف جیسے ہو ضمیر اسی مثال میں جو گزر چکی ہے۔

تشریح:۔خبر جب ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو یا مکان ہو یا قائم مقام ظرف ہو تو اکثر نحویوں کے ہاں یعنی بصریوں کے ہاں ظرف کا متعلق جملہ فعلیہ ہوگا کیونکہ ظرف کا جو متعلق ہوتا ہے وہ اس ظرف میں عمل کرتا ہے اور عمل میں اصل فعل ہے لھذا فعل مقدر ہوگا یہ ظرف اس فعل کے متعلق ہوگی چنانچہ زید فی الدار کی اصل عبارت زيدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ ہوگی زید مبتدأ فی حرف جار، الدار مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق استقر یا ثبت وغیرہ کے استقر یا ثبت فعل، ہو ضمیر در مستتر راجع بسوئے زید مرفوع محلاً فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر زید مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔بعض نحویوں کے ہاں یعنی کوفیوں کے ہاں ظرف کا متعلق مفرد ہوگا یعنی شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول کیونکہ ظرف مبتدأ کی خبر ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو اور مفرد اسی صورت میں رہتی ہے کہ متعلق اسم فاعل یا اسم مفعول مقدر ہو کیونکہ کوئی فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوتا لھذا فعل اگر متعلق ہو تو اس کا فاعل بھی ضروری ہے تو فعل فاعل سے ملکر جملہ بن جائے گا گویا متعلق ظرف کا جملہ ہوا اور اسم فاعل اور اسم مفعول کیلئے باعتبار وضع کے فاعل نہیں ہوتا اگرچہ فعل مضارع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کیلئے فاعل ہوتا ہے تو جب اسم فاعل یا

---

۱ فائدہ:۔جب ظرف خبر ہو تو نحویوں کا اختلاف ہے کہ دراصل خبر کیا چیز ہے ایک جماعت کے ہاں خبر فعل مقدر ہے ظرف اس کے قائم مقام ہے ظرف خود خبر نہیں ایک جماعت کے ہاں خبر خود ظرف ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر) (بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جو قائم مقام ہے فعل مقدر کے، بعض کے ہاں خبر فعل وظرف دونوں ہیں واللہ اعلم

حل ترکیب:۔الظرف مبتدأ متعلق اسم فاعل صیغہ صفت ہو ضمیر فاعل بجملۃ ظرف لغو متعلق صیغہ صفت کے عند الاکثر مفعول فیہ صیغہ صفت کا' صیغہ صفت اپنے فاعل وغیرہ سے ملکر خبر۔ہی مبتدأ استقر بتاویل ھذا اللفظ خبر۔لا نفی جنس بد اسم فی الجملۃ ظرف لغو متعلق بد کے من جار ضمیر موصوف یعود الی المبتدأ جملہ فعلیہ صفت' موصوف صفت سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر لائے نفی جنس کی۔کاف مثلیہ جار الھاء موصوف فی جار ما مر موصول صلہ ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر متعلق الکائن کے ہوکر الھاء کی صفت، موصوف صفت سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہوکر خبر مبتداء محذوف مثالہ کی۔

اسم مفعول متعلق مقدر ہے تو متعلق مفرد ہوا۔

پھر ظرف کا متعلق اگر مذکور ہے تو اس کو ظرف لغو [1] کہتے ہیں اگر مقدر ہے تو ظرف مستقر کہتے ہیں پھر اگر کسی فعل خاص کے مقدر کرنے کا کوئی قرینہ ہوگا تو فعل خاص کو مقدر مانیں گے جیسے بسم اللّٰہ کھانے سے پہلے پڑھیں تو اٰ کُل فعل خاص کو مقدر مانیں گے پینے سے پہلے پڑھیں تو اَشْرَب۔ پڑھنے سے پہلے پڑھیں تو اَقْرَءُ اور اگر فعل خاص کے مقدر کرنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو افعال عامہ میں سے کوئی فعل مقدر مانیں گے افعال عامہ چار ہیں۔ کون، ثبوت، وجود، حصول۔

شعر۔ افعال عامہ چار ہستند نزد ارباب عقول کون است وثبوت است وجود است وحصول

یا ان چار کے ہم معنی کوئی فعل ہو جیسے استقر وغیرہ پھر جب خبر جملہ ہو تو اسمیں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے کیوں کہ جملہ فی نفسھا ایک مستقل چیز ہے اور خبر کا مبتدأ کے ساتھ ربط ضروری ہے لہذا جملۂ خبریہ کو مبتدأ کے ساتھ ربط دینے کیلئے عائد کا ہونا ضروری ہے پھر وہ عائد کبھی ضمیر ہوتی ہے جیسے گذشتہ مثالوں میں استقر کی ھو ضمیر مستتر راجع ہے مبتدأ کی طرف اور کبھی الف لام تعریف ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید (اچھا ہے آدمی زید) نعم فعل الرجل فاعل فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبر مقدم، زید مبتدأ مؤخر، اس مبتدأ کے ساتھ خبر مقدم کو ربط دینے والا الرجل کا الف لام ہے اور کبھی اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھ کر مبتدأ کیساتھ ربط دیا جاتا ہے جیسے الحاقة ما الحاقة الحاقة مبتدأ ہے اور ما استفہامیہ پھر مبتدأ دوسرا الحاقة اسکی خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدأ کی۔ یہاں دوسرا الحاقه اسم ظاہر ھی ضمیر کی جگہ آ گیا اصل یوں ہونا چاہئے تھا الحاقة ما ھی اور کبھی خبر کا مبتدأ کی تفسیر ہونا عائد ہوتا ہے جیسے ھو اللّٰہ احد ھو ضمیر شان مبتدأ اللہ مبتدأ ثانی احد مبتدأ ثانی کی خبر اللہ مبتدأ ثانی اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر خبر ہے ھو مبتدأ کی اور یہ جملہ خبریہ مبتدأ اول کی تفسیر کر رہا ہے کہ ھو سے مراد اللہ ہے تو بس اس کا تفسیر ہونا ہی عائد و ربط ہے کسی اور ربط دینے کی ضرورت نہیں یہ سب صورتیں عائد کی ہیں مگر چونکہ زیادہ تر ربط میں ضمیر ہی استعمال ہوتی ہے نیز عمدہ بھی ہے اسی لیے مصنف نے صرف ضمیر کا ذکر کیا دوسرے روابط کا ذکر نہیں کیا۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُه عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا

ترجمہ: اور جائز ہے حذف کرنا اس ضمیر کا بوقت موجود ہونے قرینہ کے جیسے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ (گھی دو سیر ایک درہم کے بدلہ میں ہے) اور اَلْبُرُّ اَلْكُرُّ بستين درهما (گندم کا ایک کر ساٹھ درہم کے بدلے میں ہے)

---

[1] فائدہ:۔ظرف لغو کو لغو اس لئے کہتے ہیں کہ جب ظرف کا تعلق عامل مذکور سے ہوا تو اب عمل وہی عامل مذکور کریگا ظرف عمل کرنے سے لغو اور بیکار ہوگئی اور ظرف مستقر کو مستقر اس لئے کہتے ہیں کہ جب عامل افعال عامہ میں سے مثلاً حذف ہوا تو عامل کی ضمیر ظرف کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس میں استقرار پکڑتی ہے اس میں ضمیر کے استقرار پکڑنے کی وجہ سے اس کو ظرف مستقر کہا جاتا ہے۔

حل ترکیب:۔ یجوز فعل حذفه فاعل عند وجود قرینة ظرف مفعول فیہ ہے یجوز کا۔

تشریح:۔ جب عائد ضمیر ہوتو قرینہ کے قائم ہونے کے وقت کبھی اس کو حذف کر دیتے ہیں جیسے ان دومثالوں میں جو کتاب میں مذکور ہیں ان میں منــــه کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ بیچنے والا جب کسی چیز کا نام لیکر آگے نرخ بیان کرتا ہے تو یقیناً نرخ بھی اسی چیز کا بتلا رہا ہے جس کا اس نے ذکر کیا ہے نہ کہ کسی اور چیز کا چنانچہ اول مثال میں السمن مبتدأ اول ہے منوان مبتدأ ثانی اور بدرهم مبتدأ ثانی کی خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ پھر خبر ہے مبتدأ اول کی، یہاں جملہ خبریہ میں ضمیر محذوف ہے اصل یوں تھا اَلسَّمنُ مَنوانِ مِنـهُ بِدِرْهَمٍ (گھی دوسیر اس گھی کے ایک درہم کے بدلہ میں ہیں) جب ذکر گھی کا کیا ہے تو آگے نرخ بھی یقیناً اسی گھی کا بتلایا نہ کہ دودھ تیل وغیرہ کا اس مثال میں منوان موصوف منه میں من جار، ہ ضمیر راجع بسوئے السمن مجرور محلا جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق کائنان کے کائنان اپنے متعلق سے ملکر صفت ہے منوان موصوف کی، موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ثانی، منوان نکرہ چونکہ موصوف بالصفت ہونے کی وجہ سے مخصص ہے لھذا اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے، بـدرهـم جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق ثابتان کے ہوکر خبر مبتدأ ثانی کی، مبتدأ اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر پھر خبر ہے مبتدأ اول کی

دوسری مثال میں البر مبتدأ ہے الکر مبتدأ ثانی بستین درهما مبتدأ ثانی کی خبر ہے پھر یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر البر کی خبر، یہاں جملہ خبریہ میں ضمیر محذوف ہے جو مبتدأ کی طرف راجع ہے اصل میں تھا البر الـكـر مـنه بستين درهما بائع نے ذکر جب گندم کا کیا تو ظاہر ہے کہ آگے نرخ بھی اسی کا بتلا رہا ہے نہ کہ جوار باجرہ کا تو الـكـر کے بعد منہ محذوف ہے جس کی ضمیر راجع ہے البر کی طرف معنی ہوگا گندم ایک کر اس گندم کا ساٹھ درہم کے بدلہ میں ہے پھر کر ایک پیمانہ ہے بارہ وسق کا اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

ترکیب:۔البر مبتدأ الکر موصوف منه جار مجرور ظرف مستقر متعلق الکائن محذوف کے، الکائن اپنے متعلق سے ملکر الکر کی صفت۔ موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ثانی یا الـكـر ذوالحال منہ جار مجرور ظرف مستقر کـائـنـا کے متعلق ہوکر حال، ذوالحال حال سے ملکر مبتدأ ثانی بستين درهما باجار ستین اسم عدد مبہم ممیز، درهما تمیز، ممیز تمیز سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق کائن کے ہوکر خبر مبتدأ ثانی کی، مبتدأ ثانی اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ہے مبتدأ اول کی الخ۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَأ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوزُ لِلْمُبْتَدَأ الوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی مقدم ہوجاتی ہے خبر مبتدأ پر جیسے فـی الـدار زیـد (گھر میں زید ہے) اور جائز ہیں ایک مبتدأ کیلئے بہت سی

حل ترکیب:۔قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یتقدم فعل مجہول الخبر نائب فاعل علی المبتدأ ظرف لغو متعلق یتقدم کے یجوز فعل للمبتدأ الواحد ظرف لغو متعلق یجوز کے اخبار کثیرۃ موصوف صفت سے ملکر فاعل ہے یجوز کا۔

خبریں جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ وغیرہ۔

تشریح:۔ کبھی خبر مبتدأ پر مقدم ہو جاتی ہے حرف قد جو تقلیل کیلئے آتا ہے اس سے اشارہ کیا کہ خبر میں اصل تو یہ ہے کہ مؤخر ہو کیونکہ قلت تقدیم مستلزم ہے اصالۃ تاخیر کو گویا مصنف نے یوں کہا اَلْاَصْلُ فِی الْخَبَرِ اَنْ یَّتَأَخَّرَ وَ قَدْ یَتَقَدَّمُ عَلَی الْمُبْتَدَأ (اصل خبر میں یہ ہے کہ مؤخر ہو مبتدأ مقدم ہو لیکن کبھی کبھی خبر مقدم ہو جاتی ہے) وجہ یہ ہے کہ مبتدأ ذات اور محکوم علیہ ہے اور خبر اسکے احوال میں سے ایک حال اور صفات میں سے ایک صفت اور محکوم بہ ہے۔ اور ذات اور محکوم علیہ ہمیشہ حال وصفت ومحکوم بہ پر مقدم ہوتی ہے۔ پھر خبر کا مقدم ہونا دو قسم پر ہے جائز اور واجب۔ اگر مبتدأ نکرہ ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے فی الدار رجل اور اگر مبتدأ معرفہ ہو تو جائز ہے جیسے فی الدار زید۔

ویجوز للمبتدأ الواحد الخ:۔ ایک مبتدأ کیلئے بہت سی خبروں کا ہونا جائز ہے کیونکہ مبتدأ ذات ہے اور خبر صفت وحال وحکم ہے تو ایک ذات کی کئی صفات واحوال ہو سکتے ہیں اور کئی احکام جاری ہو سکتے ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ ان صفات میں تضاد وتناقض نہ ہو لھذا یہ کہنا درست نہیں زید عالم وجاھل کیونکہ عالم وجاہل میں تضاد وتناقض ہے پھر ایک مبتدأ کیلئے ایک سے زائد خبروں کا ہونا دو قسم پر ہے (۱) جائز (۲) واجب۔ جائز وہاں ہوگا جہاں دوسری خبر کے بغیر بھی معنی پورا ہو جاتا ہو جیسے زید عالم فاضل عاقل اور واجب وہاں ہوتا ہے جہاں دوسری خبر کے بغیر معنی پورا نہ ہو جیسے اَلْخَلُّ حُلْوٌ حَامِض (سرکہ کھٹ میٹھا ہے) الابلقُ اَسْوَدُ و اَبْیَضُ (گدرا سفید وسیاہ ہے) پھر متعدد خبروں کے ذکر کرنے کی دو صورتیں ہیں عطف کے ساتھ جیسے زید عالم و فاضل اور بغیر عطف کے جیسے زید عالم فاضل عاقل وغیرہ۔

فائدہ:۔ مبتدأ متعدد ہوں اور خبر واحد ہو یہ بھی جائز ہے مگر قلیل ہے جیسے زید و عمرو رجلان

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَاَ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفِي نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمُ نِ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے بے شک ان نحویوں کیلئے ایک اور قسم ہے مبتدأ کا وہ نہیں ہوتا مسند الیہ اور وہ صیغہ صفت ہے جو واقع ہو حرف نفی کے بعد جیسے ما قائم زید (نہیں کھڑا ہونے والا زید) یا حرف استفہام کے بعد جیسے اقائم زید (کیا کھڑا ہونے والا ہے زید) شرط یہ ہے کہ رفع دے یہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو جیسے ما قائم الزیدان یا اقائم الزیدان بخلاف ما قائمان الزیدان کے۔

حل ترکیب:۔ اعلم فعل بافاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل لہم جار مجرور ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم قسما موصوف آخر صفت اول من المبتدأ جار مجرور ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر صفت ثانی۔ لیس فعل از افعال ناقصہ ہو ضمیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تشریح:۔مبتدأ کی قسم اول کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف قسم ثانی کو بیان کرتے ہیں نحویوں کے ہاں مبتدأ کا ایک دوسرا قسم بھی ہے یہ مسندالیہ نہیں ہوتا بلکہ مسند ہوتا ہے اوراس کے بعد والا اسم خبر نہیں بلکہ فاعل قائم مقام خبر کے ہوتا ہے اوراس کی تعریف یہ ہے وھو صفۃ الخ مبتدأ کا قسم ثانی وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے نہ کہ اسم ضمیر کو۔حرف نفی کی مثال ما قائم زید ما حرف نفی قائم صیغہ صفت مبتدأ اور زید اس کا فاعل قائم مقام خبر۔حرف استفہام کی مثال اَقَائِمٌ زَیْدٌ ہمزہ حرف استفہام قائم صیغہ صفت مبتدأ زید اس کا فاعل قائم مقام خبر۔

فائدہ:۔حرف نفی یا حرف استفہام کی شرط اس لئے لگائی کہ صیغہ صفت بغیر سہارے کے عمل نہیں کرسکتا (بعض کے ہاں یہ شرط نہیں ہے) دوسری شرط یہ ہے کہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو چاہے حقیقۃً اسم ظاہر ہو جیسے مثالیں گزر چکی ہیں یا حکماً اسم ظاہر ہو اس سے مراد ضمیر منفصل ہے یہ حکماً اسم ظاہر ہے جیسے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ (کیا اعراض کرنے والا ہے تو میرے معبودوں سے) اس مثال میں ہمزہ استفہام ہے، راغب صیغہ صفت مبتدأ ہو کر انت ضمیر منفصل کو رفع دے رہا ہے اور یہ ضمیر منفصل فاعل قائم مقام خبر ہے اس ظاہر والی قید سے ضمیر متصل نکل گئی اگر ضمیر متصل کو رفع دینے والا ہو گا تو وہ مبتدأ کا قسم ثانی نہیں ہوگا جیسے مَا قَائِمَانِ الزَّیْدَانِ اس مثال میں قائمان صیغہ صفت ھما ضمیر تثنیہ کو رفع دینے والا ہے نہ کہ زیدان اسم ظاہر کو کیونکہ صیغہ صفت عمل میں فعل کے حکم میں ہوتا ہے جب فعل یا صیغہ صفت کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل یا صیغہ صفت ہمیشہ مفرد رہتا ہے خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو اور جب فاعل اسم ضمیر ہو تو اگر ضمیر مفرد تو فعل وصیغہ صفت مفرد اگر ضمیر تثنیہ وجمع ہو تو فعل وصیغہ صفت بھی تثنیہ وجمع ہوتا ہے اس مثال میں صیغہ صفت تثنیہ ہے معلوم ہوا کہ اس کا فاعل ضمیر تثنیہ ہے اسم ظاہر اس کا فاعل نہیں لھذا یہ مبتدأ کا قسم ثانی نہیں ہوگا بحث کا حاصل یہ ہے کہ جب صیغہ صفت حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو کر بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو تو عقلی طور پر مطابقت اور مخالفت کے اعتبار سے تین صورتیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس کا اسم مسند الیہ مسند اُسم مفعول صیغہ صفت الیہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر لیس کی خبر لیس اپنے اسم وخبر سے ملکر صفت ثالث موصوف اپنی صفات سے ملکر ان کا اسم مؤخر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مفعول بہ اعلم کا۔ھو مبتدأ، صفۃ موصوف، وقعت فعل، ھی ضمیر مستتر فاعل، بعد حرف النفی معطوف علیہ او عاطفہ بعد حرف الاستفہام معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول فیہ ہے وقعت کا۔ باحرف جر شرط مضاف ان مصدریہ ترفع فعل تلک اسم اشارہ الصفۃ مشار الیہ یا تلک موصوف یا معطوف علیہ یا مبدل منہ الصفۃ صفت یا عطف بیان یا بدل موصوف صفت، معطوف علیہ عطف بیان، مبدل منہ بدل یا اسم اشارہ مشار الیہ سے ملکر فاعل ہے ترفع کا، اسما ظاہرا موصوف صفت ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ شرط مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق وقعت کے وقعت فعل اپنے فاعل مفعول فیہ ومتعلق سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر خبر ہے ھو مبتدأ کی۔ بخلاف الخ ظرف مستقر متعلق متلبس محذوف کے ہو کر خبر ہے مبتدأ محذوف ھذا الحکم کی۔

اول صورت:۔صیغہ صفت بھی مفرد بعد والا اسم ظاہر بھی مفرد جیسے ما قائمٌ زیدٌ یااقائمٌ زیدٌ اس صورت میں دو ترکیبیں ہونگی ایک یہ کہ صیغہ صفت مبتدأ اور زید اسم ظاہر اس کا فاعل قائم مقام خبر دوسری ترکیب زید اسم ظاہر مبتدأ مؤخر اور صیغہ صفت اسکی خبر مقدم اس وقت صیغہ صفت میں ضمیر مستتر ہوگی جو بعد والے اسم ظاہر کی طرف لوٹے گی اس صورت میں صیغہ صفت اور اسم ظاہر دونوں میں مطابقت ہے بوجہ مفرد ہونے کے۔

دوسری صورت:۔دونوں میں مطابقت ہو تثنیہ یا جمع ہونے میں کہ دونوں تثنیہ یا جمع ہوں جیسے ماقائمان الزیدان یا ما قائمون الزیدون اس صورت میں واجب ہے کہ بعد والا اسم ظاہر مبتدأ کا قسم اول ہو اور صیغہ صفت اس کی خبر مقدم ہو اس وقت صیغہ صفت مبتدأ کا قسم ثانی نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں شرط تھی کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو اور ان مثالوں میں اسم ضمیر کو رفع دینے والا ہے ورنہ تثنیہ و جمع نہ ہوتا۔

تیسری صورت:۔مخالفت کی ہے کہ مفرد تثنیہ و جمع کے اعتبار سے مخالفت ہو صیغہ صفت اور اسم ظاہر میں بایں طور کہ صیغہ صفت مفرد ہو اور بعد والا اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو جیسے ما قائم الزیدان ما قائم الزیدون وغیرہ اس صورت میں صیغہ صفت یقیناً مبتدأ کا قسم ثانی ہوگا اور بعد والا اسم ظاہر فاعل قائم مقام خبر ہوگا۔صرف یہی ترکیب ہوگی دوسری ترکیب نہیں ہوسکتی کہ الزیدان یا الزیدون اسم ظاہر مبتدأ کا قسم اول ہو اور صیغہ صفت اس کی خبر مقدم ہو ورنہ قائم میں ہو ضمیر مفرد ہوگی جو الزیدان یا الزیدون کی طرف لوٹے گی تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہوگی۔

فَصْلٌ: خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاْ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاَ وَيُسَمّٰى اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ اِنَّ

ترجمہ:۔خبر ان اور اسکے مشابہات کی اور وہ اَنّ کَاَنَّ الخ ہیں پس یہ حروف داخل ہوتے ہیں مبتدأ اور خبر پر پس نصب دیتے ہیں مبتدأ کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم اِنَّ ،اور رفع دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر ان۔

فائدہ:۔ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں چونکہ یہ فعل متعدی کے مشابہ ہیں وزن میں اور معنی میں اور عمل میں وزن میں

حل ترکیب:۔خبر مضاف ان معطوف علیہ اخواتھا معطوف سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ ہے اور آگے والا واو زائدہ ھی ان وکان الخ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر اس کی خبر ہے۔پھر ھی مبتدأ ان بتاویل ھذا اللفظ معطوف علیہ کان ولکن الخ معطوفات معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر خبر۔ھذہ الحروف موصوف صفت یا معطوف علیہ عطف بیان یا مبدل منہ بدل یا اسم اشارہ مشار الیہ سے ملکر مبتدأ تدخل علی المبتدأ والخبر جملہ فعلیہ ہو کر خبر تنصب فعل ھی ضمیر فاعل المبتدأ مفعول بہ یسمی فعل مجہول ھو ضمیر نائب فاعل اسم ان مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ۔ترفع الخبر کا عطف ہے تنصب المبتدأ پر۔یسمی خبر ان کا عطف ہے یسمی اسم ان پر۔

مشابہت یہ ہے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں یا بعنوان دیگر ان فر کی طرح ہے اَن مَدَّ کی طرح لَیْتَ عَلِمَ کی طرح لعَلَّ جو اصل میں لَعَلَلَ تھا دحرج کی طرح کَاَنَّ اصل میں کَاَنْنَ تھا یہ ضَرَبْنَ کی طرح ہے لٰکن ضاربن کی طرح ہے۔ معنی میں مشابہت یہ ہے کہ اِنَّ اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہیں (میں نے ثابت کیا) کَاَنَّ شَبَّهْتُ کے معنی میں ہے (میں نے تشبیہ دی) لٰکِنَّ اِسْتَدْرَکْتُ کے معنی میں ہے (میں نے پالیا) لَیْتَ تَمَنَّیْتُ کے معنی میں ہے (میں نے آرزو کی) لعل تَرَجَّیْتُ کے معنی میں (میں نے امید کی) عمل میں مشابہت یہ ہے کہ جیسے فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہوتا ہے ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ ان حروف کو فعل متعدی کا فرعی عمل دیا گیا ہے نہ کہ اصلی۔ فعل متعدی کا اصلی عمل یہ ہے کہ اول کو رفع دے فاعل ہونے کی وجہ سے اور دوسرے کو نصب دے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اور اس کا فرعی عمل یہ ہے کہ منصوب مقدم ہو جائے اور مرفوع مؤخر ہو جائے تو یہ حروف عمل میں فعل متعدی کی فرع ہیں لھٰذا ان کو فرعی عمل دیا گیا کہ یہ اول کو نصب دوسرے کو رفع دیں گے۔ چنانچہ مصنف نے فرمایا کہ یہ حروف مبتدأ خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدأ کو نصب دیتے ہیں خبر کو رفع دیتے ہیں مبتدأ کو ان کا اسم کہا جائے گا اور خبر کو مبتدأ کی خبر نہیں کہیں گے بلکہ ان حروف کی خبر کہا جائے گا اور یہ بصریوں کا مذہب ہے کوفیوں کے ہاں یہ حروف صرف مبتدأ میں عمل کرتے ہیں اس کو نصب دیتے ہیں خبر میں ان کا عمل نہیں خبر جیسے ان کے داخل ہونے سے پہلے مرفوع تھی ان کے داخل ہونے کے بعد بھی مرفوع رہتی ہے ان حروف کا اثر خبر میں لفظاً نہیں ہوتا۔

فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحُكْمُه فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا اَوْجُمْلَةً اَوْمَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ وَلَايَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلَّااِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِى الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِى الظُّرُوْفِ

حل ترکیب:۔ فا تفریعیہ خبر ان مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدأ اول ھو پھر مبتدأ المسند میں ال بمعنی الذی اسم موصول مسند اسم مفعول صیغہ صفت یعمل عمل فعلہ معتمد بر موصول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل بعد ظرف مضاف دخولھا مضاف مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ بعد ظرف مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے مسند کا صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر ہو کر پھر خبر ہے خبر ان مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ حکمہ مبتدأ فی جار کون فعل ناقص مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ اس کا اسم مفردا معطوف علیہ ہے جملۃ معرفۃ نکرۃ معطوفات، معطوف علیہ معطوفات سے ملکر کون کی خبر۔ کون اپنے اسم و خبر سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر متعلق حکمہ مبتدأ کے، لحکم خبر المبتدأ ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر خبر ہے حکمہ کی۔ لا یجوز فعل منفی تقدیم مضاف اخبارھا مضاف الیہ علی اسمائھا ظرف لغو متعلق تقدیم کے مضاف اپنے مضاف الیہ و متعلق سے ملکر فاعل لا یجوز کا الا حرف استثناء اذا ظرف مضاف کان فعل ناقص ھو ضمیر اسم ظرفا خبر، کان اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل ھذا الترکیب مضاف الیہ اذا ظرف مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول فیہ لا یجوز کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے اصل عبارت گویا یوں تھی لا یجوز الخ فی کل وقت من الاوقات الا وقت کونہ ظرفا لمجال التوسع ظرف مستقر متعلق یجوز فعل محذوف کے جو استثناء سے سمجھا جا رہا ہے فی الظروف ظرف لغو متعلق التوسع کے۔

ترجمہ: پس ان کی خبر وہ ہے جو مسند ہو اِن کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (بے شک زید کھڑا ہونے والا ہے) اور حکم اس خبر کا اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مثل حکم خبر مبتدأ کے ہے اور نہیں ہے جائز مقدم کرنا ان کے اخبار کو ان کے اسماء پر مگر جس وقت ہو وہ خبر ظرف جیسے اِنَّ فِی الدَّارِ زَيْدًا بوجہ توسع فی الظروف کے

تشریح:۔ ان کی خبر وہ ہے جو مسند ہو اِن کے داخل ہونے کے بعد ھو المسند درجۂ جنس میں ہے معرّف کو بھی شامل ہے اور اسکے غیروں کو بھی یعنی مبتدأ کی خبر کان کی خبر لائے نفی جنس کی خبر وغیرہ کو بھی شامل ہے بعد دخولھا فصل ہے اس سے سب غیر خارج ہو گئے جیسے مثلا ان زیدا قائم ۔زید قائم مبتدأ خبر تھے جب اِن داخل ہوا تو مبتدأ کو نصب دی اور خبر کو رفع اب قائم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے ان کے داخل ہونے سے پہلے مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا اب اِن کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اِن کی خبر کا حکم وحال اس کے مفرد و جملہ ہونے میں پھر جملہ اسمیہ فعلیہ شرطیہ ظرفیہ ہونے میں اسی طرح معرفہ ونکرہ اور واحد یا متعدد مثبت یا منفی ہونے میں مبتدأ کی خبر کی طرح ہے اسی طرح جملہ کی صورت میں ضمیر عائد ہوگی جو ان کے اسم کی طرف لوٹے گی پھر قرینہ کی وجہ سے عائد کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ولا يجوز الخ:۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال:۔ جب ان کی خبر تمام احوال میں مبتدأ کی خبر کی طرح ہے تو جیسے مبتدأ کی خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا جائز ہے ان کی خبر کو بھی ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہونا چاہئے حالانکہ جائز نہیں؟

جواب:۔ اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ حروف مشبہ بالفعل عمل میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اس وقت تو عمل کر سکتا ہے جب اس کے معمول میں ترتیب ہو جب ترتیب بدل جائے یعنی خبر اسم پر مقدم ہو جائے تو اس وقت اپنے ضعف کی وجہ سے یہ عمل نہیں کریں گے لہذا اِنَّ قَائِمٌ زَيْدًا کہنا ناجائز ہے

الا اذا كان ظرفا :۔ یہ استثناء مفرغ ہے یعنی اِن کی خبر کو اِن کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں فِیْ كُلِّ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ اِلَّا وَقْتَ كَوْنِهٖ ظَرْفًا (کسی وقت میں بھی جائز نہیں مگر اس وقت میں جائز ہے جب خبر ظرف ہو) وجہ یہ ہے کہ ظرف میں ایسی وسعت ہے جو غیر ظرف میں نہیں کیونکہ ظرف کلام میں کثرت سے واقع ہوتی ہے تو نحویوں کے ہاں ظرف بمنزل محرم کے ہے محرم وہاں داخل ہوتا ہے جہاں غیر محرم داخل نہیں ہو سکتے پھر اگر حروف مشبہ بالفعل کا اسم معرفہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کا اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے ان فی الدار زیدا یا اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ (تحقیق ہماری طرف ہے انکا رجوع) اور اگر اسم نکرہ ہو تو خبر ظرف کو ان کے اسم پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا (تحقیق بعض بیان البتہ جادو ہیں) وان من الشعر لحكمة (اور تحقیق بعض شعر البتہ حکمت ہیں)۔

فَصْلٌ اِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِئَ وَمَا انْفَكَّ وَمَادَامَ وَلَيْسَ فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضًا عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمّٰى اِسْمُ كَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرُ كَانَ

ترجمہ:۔کان اوراس کے مشابہات کا اسم اور وہ مشابہات صار اصبح الخ ہیں پس یہ افعال بھی داخل ہوتے ہیں مبتدأ اور خبر پر پس رفع دیتے ہیں مبتدأ کو اور نام رکھا جاتا ہے اسکا کان وغیرہ کا اسم اور نصب دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس خبر کا کان وغیرہ کی خبر

تشریح:۔مرفوعات کا چھٹا قسم افعال ناقصہ کا اسم ہے افعال ناقصہ کل سترہ ہیں۔ان کو ناقصہ کہنے کیوجہ فعل کے بحث میں آئیگی اور وہیں ان کے معانی کا بیان بھی ہوگا افعال ناقصہ کا عمل یہ ہے کہ مبتدأ اور خبر پر داخل ہو کر مبتدأ کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مبتدأ کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے جیسے یہ افعال ناقصہ عمل کرتے ہیں ایسے ہی ان سے مشتق ہونے والے الفاظ مثلا کان سے مشتق ہونے والے الفاظ يَكُوْنُ لَمْ يَكُنْ لَا يَكُوْنُ وغیرہ بھی عمل کرتے ہیں اسی طرح انکے مصدر کا عمل بھی یہی ہوتا ہے کون مصدر کا بھی اسم مرفوع ہوگا خبر منصوب ہوگی۔

فَاِسْمُ كَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا نَحْوُ كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا فِي التِّسْعَةِ الْاُوَلِ نَحْوُ قَائِمًا كَانَ زَيْدٌ وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ فِي مَا فِي اَوَّلِهِ مَا فَلَا يُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَيْدٌ وَفِي لَيْسَ خِلَافٌ وَبَاقِي الْكَلَامِ فِي هٰذِهِ الْاَفْعَالِ يَجِيْئُ فِي الْقِسْمِ الثَّانِي ان شاء الله تعالی

ترجمہ:۔پس اسم کان کا وہ ہے جو مسند الیہ ہو اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور جائز ہے سب میں انکی خبروں کو

حل ترکیب:۔اسم مضاف کان معطوف علیہ اخواتھا معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر مبتدأ اس کی خبر محذوف ہے سذکرہ سین طلب کا نذکر فعل نحن ضمیر فاعل ہ ضمیر راجع بسوئے اسم کان الخ مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر۔ہی مبتدأ صار اصبح الخ بتاویل ھذا اللفظ خبر۔ھذہ الافعال مبتدأ تدخل الخ خبر باقی واضح ہے۔حل ترکیب:۔اسم کان مبتدأ اول ہو مبتدأ ثانی المسند ال بمعنی الذی اسم موصول مسند اسم مفعول صیغہ صفت الیہ جار مجرور نائب فاعل بعد ظرف مضاف دخولھا مضاف مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ بعد مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے مسند صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدأ اول کی یجوز فعل فی الکل ظرف لغو متعلق یجوز کے تقدیم اخبارھا الخ یجوز کا فاعل علی اسمائہا جار مجرور ظرف لغو متعلق تقدیم مصدر کے۔علی نفس الافعال کا عطف ہے علی اسماءھا پر فی التسعۃ الاول ظرف لغو متعلق تقدیم مصدر کے۔لا یجوز فعل ذٰلک فاعل فی جار ما موصولہ فی اولہ خبر مقدم ما بتاویل ھذا اللفظ مبتدأ مؤخر' مبتدأ خبر سے ملکر صلہ' موصول صلہ سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق لا یجوز کے' فی جار لیس بتاویل ھذا اللفظ مجرور محلا جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر مقدم خلاف مبتدأ مؤخر۔باقی مضاف، الکلام موصوف فی ھذا الافعال ظرف مستقر صفت' موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ' مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ یجی الخ خبر۔

مقدم کرنا ان کے اسموں پر جیسے کان قائمًا زیدٌ اور خودان افعال پر بھی اول نو افعال میں جیسے قائماً کانَ زیدٌ اور نہیں جائز یہ بات ان افعال میں جن کے شروع میں ما ہے پس نہیں کہا جائیگا قائما مازال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال میں قسم ثانی میں آئیگی ان شاءاللہ تعالی۔

تشریح:۔کان اوراس کے اخوات کا اسم وہ ہے جوانکے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے کان زید قائما کان فعل از افعال ناقصہ ہے مے طلبد اسم مرفوع خبر منصوب را۔زید کان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے لھذا یہ کان کا اسم ہے اور قائما اس کی خبر ہے ۔تعریف میں المسند الیہ درجۂ جنس میں ہے معرّف کو بھی شامل اور معرّف کے غیروں کو مثلا مبتدأ اور مَا وَلاَ مُشَبَّهتَينِ بلَيسَ وغیرہ کے اسم کو بھی شامل ہے بعد دخولہا فصل ہے اس سے سب غیر خارج ہو گئے۔

وَيَجُوزُ فِي الْكُلِّ الخ:۔تمام نحویوں کے ہاں ان افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ یہ افعال عمل میں قوی ہیں لھذا چاہے معمولات مرتب ہوں یا غیر مرتب ہر حال میں یہ عمل کریں گے لھذا کان قائماً زید کہنا جائز ہے لیکن خبر کو اسم پر مقدم کرنے کیلئے ایک شرط ہے کہ التباس کا خطرہ نہ ہو اگر التباس کا خطرہ ہے مثلا دونوں اسم مقصور ہیں اور کوئی معنوی قرینہ بھی نہیں ہے جس سے اسم وخبر کی تعیین ہو سکے تو اس وقت انکی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں جیسے مَا كَانَ مُوسى عِيسى اس وقت جو مقدم ہوگا وہی اسم ہونے کیلئے متعین ہوگا۔

وَعَلٰی نَفْسِ الْاَفْعَالِ الخ:۔جس طرح ان کے اسماء پر ان کی خبروں کو مقدم کرنا جائز ہے اسی طرح کان سے لیکر غدا تک گیارہ افعال ناقصہ کی خبروں کو خودان افعال پر مقدم کرنا بھی جائز ہے لھذا قائما کان زید کہنا جائز ہوگا کیونکہ یہ افعال عمل میں قوی ہیں اور قوی عامل کے معمول کو عامل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جب تک کوئی مانع موجود نہ ہو ہاں جب کوئی مانع موجود ہو تو پھر تقدیم جائز نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ وہ افعال ناقصہ جن کے شروع میں ما ہے ان کی خبروں کو ان پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ ما مصدریہ ہو جیسے مادام میں خواہ ما نافیہ ہو جیسے مازال، مَابَرِحَ مَا فَتِیَ مَا اِنْفَکَّ میں کیونکہ ما مصدریہ ہو یا ما نافیہ یہ صدارت کلام کا تقاضا کرتی ہے اگر خبروں کو ان کے افعال پر مقدم کر دیا جائے تو ان کی صدارت فوت ہو جائے گی لھذا قائما ما زال زید یا امیرا مادام زید کہنا جائز نہیں۔

وفی لیس خلافٌ الخ:۔لیس میں نحویوں کا اختلاف ہے سیبویہ کے ہاں اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان افعال کا ہے جن کے شروع میں ما ہے چونکہ لیس نفی کیلئے آتا ہے اور نفی صدارت کلام کا تقاضا کرتی ہے لھذا اس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں نفی کا ماتحت نفی پر مقدم نہیں ہوسکتا اکثر بصری حضرات کہتے ہیں کہ لیس کا عمل چونکہ فعلیت کی وجہ سے ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے اور فعل کے معمول منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے ایاك نعبد لھذا لیس کی خبر منصوب کو لیس پر مقدم کرنا جائز ہے۔

فائدہ:۔کتاب میں اَلتِسْعَةُ الْاُوْلُ کا لفظ کاتب کا سہو ہے کیونکہ جن افعال ناقصہ کی خبروں کو خودان پر مقدم کرنا جائز ہے ان کی

تعداد نو نہیں بلکہ گیارہ ہے باقی مزید کلام ان افعال ناقصہ کے بارہ میں قسم ثانی میں آئیگی ان شاء اللہ تعالی

فَصْلٌ اِسْمُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَهُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلاَ رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ وَيُخْتَصُّ لاَ بِالنَّكِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةِ

ترجمہ:۔ ما و لا مشبہتان بلیس کا اسم اور وہ وہ اسم ہے جو مسند الیہ ہو ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما (نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا) وَلاَ رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ (نہیں کوئی ایک افضل تجھ سے) اور لا مختص ہے نکرہ کے ساتھ اور ما شامل ہے معرفہ اور نکرہ کو۔

تشریح:۔ مرفوعات کی ساتویں قسم ما و لا مشبہتین بلیس کا اسم ہے۔ وجہ تسمیہ: ما اور لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ہے دو باتوں میں ایک معنی نفی میں جیسے لیس نفی کے واسطے آتا ہے اسی طرح ما و لا بھی نفی کیلئے آتے ہیں دوسری بات مبتدا اور خبر پر داخل ہونے میں جیسے لیس مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما و لا بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ اسم ما و لا مشبہتین بلیس وہ ہے جو مسند الیہ ہو ان کے داخل ہونے کے بعد المسند الیہ درجہ جنس میں ہے معرف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی مثلا مبتدا اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم وغیرہ ان سب کو شامل ہے بعد دخولہما فصل ہے اس سے سب غیر خارج ہو گئے جیسے ما زید قائما زید مرفوع مسند الیہ ہو کر ما کا اسم اور قائما منصوب ما کی خبر لاَ رَجُلٌ افضل منک میں رجل مرفوع مسند الیہ ہو کر لا کا اسم افضل منصوب ہو کر لا کی خبر ہے منک جار مجرور افضل سے متعلق ہے۔

وَيُخْتَصُّ لاَ الخ:۔ اس عبارت سے مصنف ما و لا میں فرق بتلانا چاہتے ہیں مصنف نے ایک فرق بتلایا مگر حقیقت میں تین وجہ سے فرق ہے اول یہ کہ لا نکرہ کے ساتھ مختص ہے لا کا اسم صرف نکرہ ہوگا اور وہ بھی بہت قلیل ہوگا اور ما اسم نکرہ و معرفہ دونوں پر داخل ہوتا ہے دوم یہ کہ لا مطلق نفی کیلئے آتا ہے اور ما نفی حال کیلئے آتا ہے سوم یہ کہ لا کی خبر پر با کا داخل ہونا جائز نہیں اور ما کی خبر پر با کا داخل ہونا جائز ہے اسی وجہ سے ما کی مشابہت لیس کے ساتھ زیادہ ہے بنسبت لا کے کیونکہ لیس بھی نفی حال کیلئے آتا ہے اور لیس کی

حل ترکیب:۔ اسم مضاف ما و لا معطوف علیہ معطوف سے ملکر موصوف ال بمعنی التین اسم موصول مشبہتین اسم مفعول صیغہ صفت ھما ضمیر تثنیہ نائب فاعل بلیس ظرف لغو متعلق المشبہتین کے صیغہ صفت اپنے نائب عل و متعلق سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا او وزائدہ ہو المسند الیہ الخ جملہ اسمیہ اس کی خبر۔ ھو المسند الیہ ھو مبتدا ال بمعنی الذی اسم موصول مسند اسم مفعول صیغہ صفت الیہ جار مجرور نائب فاعل بعد ظرف مضاف دخولھما مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ بعد کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے مسند کا صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدا کی مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر اسم ما و لا الخ کی مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا یختص فعل مجہول لا بتاویل ھذا اللفظ نائب فاعل بالنکرہ ظرف لغو متعلق یختص کے یعم فعل ما بتاویل ھذا اللفظ فاعل بالمعرفۃ والنکرۃ ظرف لغو متعلق یعم کے۔

خبر پر بھی با کا داخل ہونا جائز ہے لھذا لیس کا عمل لا میں شاذ یعنی قلیل ہے۔

فَصْل خَبَرُ لاَ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ لاَ رَجُلَ قائم

ترجمہ:۔لائے نفی جنس کی خبراور وہ وہ اسم ہے جومسند ہواس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا رجل قائم۔

تشریح:۔مرفوعات کی آٹھویں قسم لانفی جنس کی خبر ہے چونکہ لا سے ذات جنس کی نفی نہیں ہوتی بلکہ صفت جنس کی نفی ہوتی ہے جیسے لا رجل قائم میں ذات رجل کی نفی نہیں بلکہ رجل کی صفت قیام کی نفی ہے لھذا یہاں الجنس سے پہلے مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں تھی خَبَرُ لاَ الَّتِیْ لِنَفْيِ صِفَةِ الْجِنْسِ اس لا کی خبر جوصفت جنس کی نفی کیلئے آتا ہے۔

هوا لمسند الخ:۔لانفی جنس کی خبر وہ اسم ہے جومسند ہو لا کے داخل ہونے کے بعد المسند کالفظ درجہ جنس میں ہے معرف کو بھی شامل اور غیروں کو بھی مثلا مبتدأ کی خبر ما ولا مشبه بلیس کی خبر وغیرہ سب کو شامل ہے بعد دخولہما فصل ہے اس سے سب غیر خارج ہوگئے جیسے لا رجل قائم لائے نفی جنس رجل اس کا اسم اور قائم مسند مرفوع اس کی خبر۔

حل ترکیب:۔خبر مضاف لا بتاویل ھذا اللفظ موصوف لنفی الجنس جار مجرور ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہوکر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ اگلا جملہ خبر ہے اس وقت واؤ زائدہ ہوگی ہوالمسند بعد دخولہا کی ترکیب حسب سابق ہے۔

تمت المرفوعات

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِي فِي الْمَنْصُوْبَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَاعَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِيْهِ وَلَه وَمَعَه وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْمُسْتَثْنٰى وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا اَلَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَخَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ

ترجمہ:۔ دوسرا مقصد منصوبات میں ہے اور اسمائے منصوبہ بارہ قسم ہیں مفعول مطلق و بہ الخ۔

تشریح:۔ منصوبات کو مرفوعات کے بعد اور مجرورات سے مقدم کیا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مرفوعات و منصوبات دونوں عامل واحد میں شریک ہیں دونوں کا عامل فعل ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا بخلاف مجرورات کے کہ ان کا عامل حروف جارہ ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ منصوبات بنسبت مجرورات کے کثیر ہیں اور جو چیز کثیر ہو وہ مہتم بالشان ہوتی ہے اور جس کی شان زیادہ ہو اس کو مقدم کیا جاتا ہے منصوبات منصوب کی جمع ہے نہ کہ منصوبۃ کی کیونکہ منصوب اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر غیر عاقل ہے اور مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف وتاء کے ساتھ آتی ہے جیسا کہ مرفوعات کی بحث میں تفصیل گزر چکی ہے منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو پھر مفعول ہونے کی چار علامتیں ہیں فتحہ، کسرہ، الف، یاء جیسے رَأَيْتُ زَيْدًا وَ مُسْلِمَاتٍ وَاَبَاكَ وَمُسْلِمِيْنَ ۔زیدا میں فتحہ مسلمات میں کسرہ اباك میں الف اور مسلمین میں یاء علامت ہے۔ [1]

اسمائے منصوبہ کل بارہ ہیں جیسے کتاب میں مذکور ہیں ان میں سے اول پانچ یعنی مفعول مطلق مفعول بہ وفیہ ولہ ومعہ کو اصول منصوبات اور باقیوں کو ملحقات کہا جاتا ہے۔ [2]

حل ترکیب:۔ المقصد الثانی مبتدا فی المنصوبات ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر خبر الاسماء المنصوبۃ موصوف صفت ملکر مبتدا اثنا عشر مبہم ممتز قسما تمیز ممتز تمیز سے ملکر خبر المفعول المطلق معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر بدل اثنا عشر سے یا مفعول بہ اعنی فعل مقدر کا یا ہر ایک خبر مبتدا محذوف احدھا ثانیہا ثالثہا وغیرہ کی۔

[1] سوال:۔ مررت بمسلمات میں مسلمات مفعول ہونے کی علامت کسرہ پر مشتمل ہے مگر یہ منصوب نہیں بلکہ یہ مجرور ہے تو تعریف مانع عن دخول غیر نہیں۔

جواب:۔ تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے اصل تعریف یوں تھی کہ منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مفعول ہونے کی علامت ہے اس مثال میں مسلمات کا کسرہ اس حیثیت سے نہیں کہ مفعول کی علامت ہے بلکہ یہ مجرور ہونے کی حیثیت سے ہے لہذا اس پر تعریف سچی نہیں آئیگی۔

[2] فائدہ:۔ المنصوب بلا التی لنفی الجنس:۔ مصنف نے دوسرے منصوبات کی طرح یہاں اسم لا التی لنفی الجنس نہیں کہا بلکہ المنصوب بلا الخ کہا اس لیے کہ لائے نفی جنس کا اسم بہت کم منصوب ہوتا ہے اس کی دوسری حالتیں بھی بکثرت ہوتی ہیں مثلا مبنی برفتحہ ہونا وغیرہ تو اگر مصنف اسم لا کہتے تو یہ وہم ہوتا کہ لائے نفی جنس کا اسم ہر حال میں یا اکثر اوقات میں منصوب ہوتا ہے اس لیے اسم لا کی بجائے المنصوب بلا کہا کہ منصوبات میں اس کو تب شمار کریں گے جب یہ اسم لائے نفی جنس کا منصوب ہوگا ورنہ تو یہ منصوبات میں داخل نہیں۔

فَصۡل اَلۡمَفۡعُوۡلُ الۡمُطۡلَقُ وَهُوَ مَصۡدَرٌبِمَعۡنٰی فِعۡلٍ مَذۡکُوۡرٍ قَبۡلَه

ترجمہ:۔المفعول المطلق اور وہ وہ مصدر ہے جوایسے فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

تشریح:۔منصوبات میں سے اول قسم مفعول مطلق ہے اس کو باقی منصوبات پر مقدم کیا کیونکہ یہ مطلق ہے کسی قید سے مقید نہیں ہے جب لفظ مفعول بولا جائے تو اس سے مراد یہی مفعول مطلق ہوتا ہے بخلاف دوسرے مفاعیل کے کہ وہ بہ لہ معه فيه وغیرہ کی قید سے مقید ہیں اور جو چیز مطلق ہو وہ مقید پر مقدم ہوتی ہے۔

سوال:۔مفعول مطلق بھی تو مطلق والی قید کے ساتھ مقید ہے اس کو مفعول مطلق کہتے ہیں صرف مفعول تو نہیں کہتے؟

جواب:۔لفظ مطلق اس کی قید نہیں بلکہ اس کے مطلق ہونے کو سمجھانے کیلئے ہے کہ یہ مفعول کسی قید سے مقید نہیں بلکہ مطلق ہے۔ [1]

وھو مصدر الخ:۔مفعول مطلق وہ مصدر جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا (مارا ہے میں نے مارنا) ضربا مصدر مفعول مطلق ہے اس سے پہلے ضربت فعل ہے یہ مصدر اس فعل کے ہم معنی ہے پھر پہلے مذکور ہونے میں تعمیم ہے خواہ وہ فعل حقیقۃ پہلے مذکور ہو جیسے ضربت ضربا یا حکما مذکور ہو جیسے فَضَرْبَ الرِّقَاب یہ اصل میں تھا فَاضْرِبُوْا ضَرْبَ الرِّقَاب (مارو تم گردنوں کو مارنا) پھر اضربوا کو حذف کر دیا گیا جو لفظ محذوف ہوتا ہے وہ حکما مذکور ہوتا ہے کیونکہ ضابطہ ہے اَلْمَحْذُوْفُ كَالْمَذْكُوْرِ (محذوف مثل مذکور وملفوظ کے ہے) یا مصدر سے پہلے فعل نہ ہو بلکہ وہ اسم ہو جو فعل کے معنی پر مشتمل۔ ہے تو بھی گویا کہ فعل مذکور ہے جیسے زَيْدٌ ضَارِبٌ ضَرْبًا (زید مارنے والا ہے مارنا) اس مثال میں ضربا مفعول مطلق ہے اس سے پہلے ضربت فعل مذکور تو نہیں لیکن ضارب ایسا اسم ہے جو فعل کے معنی پر مشتمل ہے۔

فوائد قیود:۔لفظ مصدر درجہ جنس میں ہے تمام مصادر کو شامل ہے بمعنی فعل مذکور پہلا فصل ہے اس سے ضَرَبْتُه تَادِيْبًا میں جو لفظ تادیبا ہے یہ خارج ہو گیا کیونکہ تادیبا اگر چہ مصدر ہے مگر فعل مذکور کے ہم معنی نہیں کیونکہ معنی یہ ہے مارا میں نے ادب سکھانے کیلئے۔قبلہ فصل ثانی ہے اس سے الضرب واقع علی زید خارج ہو گیا اس کا معنی ہے کہ مارنا واقع ہے

حل ترکیب:۔المفعول المطلق مبتدأ ہو مصدر الخ جملہ اسمیہ خبر درمیان میں واؤ زائدہ۔ ہو مبتدأ مصدر موصوف با حرف جر معنی مضاف فعل موصوف مذکور اسم مفعول صیغہ صفت ہو ضمیر نائب فاعل قبلہ ظرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر خبر ہو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر المفعول المطلق مبتدأ کی۔

[1] فائدہ:۔مفعول مطلق کو مقدم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے اس طرح کہ یہ اور فاعل دونوں فعل کی جز ہیں کیونکہ فعل تین چیزوں سے مرکب ہے۔(۱) مصدر جو کہ مفعول مطلق ہے۔(۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل۔تو جیسے فاعل کو جز ہونے کی بناء پر افضل ہونے کی وجہ سے تمام مرفوعات پر مقدم کرتے ہیں اسی طرح مفعول مطلق کو بھی جز ہونے کی بناء پر افضل ہونے کیوجہ سے تمام منصوبات پر مقدم کرتے ہیں۔

زید پر اس مثال میں الضرب اگرچہ مصدر ہے مگر اس سے پہلے کوئی فعل نہیں الضرب مبتدأ واقع خبر علی زید جار مجرور واقع سے متعلق ہے۔

وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئِ اَوْ لِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلْسَاتٍ

ترجمہ: اور مفعول مطلق کو ذکر کیا جاتا ہے واسطے تاکید کے جیسے ضربت ضربا (مارا میں نے مارنا) یا واسطے بیان نوع کے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئِ (بیٹھا ہوں میں بیٹھنا قاری جیسا) یا واسطے بیان عدد کے جیسے جلست جلسةً او جلستین او جلساتٍ (بیٹھا ہوں میں ایک بار بیٹھنا دو بار بیٹھنا یا کئی بار بیٹھنا)۔

تشریح:۔ مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اب اس کی تقسیم کرتے ہیں۔ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) مفعول مطلق برائے تاکید (۲) برائے بیان نوع (۳) برائے بیان عدد ۔ تاکید کیلئے اس وقت ہوگا جبکہ مفعول مطلق اسی معنی پر دلالت کرے جو معنی فعل مذکور سے سمجھا جارہا ہے اس سے زائد کسی معنی پر دلالت نہ کرے یعنی مفعول مطلق اور فعل دونوں کا مدلول ایک ہو جیسے ضربت ضربا ۔ضربت مارنے والے معنی پر دلالت کرتا ہے ضربا بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہے اور کبھی بیان نوع کیلئے ہوگا یعنی مفعول مطلق فعل مذکور کی نوعیت پر دلالت کرے گا کہ فعل مذکور کس طرح واقع ہوا یہ اس وقت ہوگا جب اس کا مدلول فعل کی کوئی خاص قسم ونوع ہو جیسے جَلَسْتُ جِلْسَة القاری (بیٹھا ہوں میں قاری جیسا بیٹھنا) پھر مفعول مطلق کی اس قسم کی پہچان یا تو وزن سے ہوگی مثلاً فِعلة ۔کے وزن پر ہو کیونکہ ضابطہ ہے کہ اَلْفِعْلَةُ لِلْهَيْئَةِ ہر وہ کلمہ جو فِعْلَة کے وزن پر ہو وہ کسی ھیئت وشکل ونوع پر دلالت کرتا ہے جیسے جلست جِلْسَةً کا معنی ہے بیٹھا ہوں میں خاص قسم کا بیٹھنا۔ یا اس کی پہچان صفت سے ہوگی جیسے ضربتُ ضربًا شدیدًا (مارا ہے میں نے مارنا سخت) اس مثال میں شدیدا صفت ہے ضربا کی اس صفت سے معلوم ہوا کہ یہاں مفعول مطلق بیان نوع کیلئے ہے کیونکہ سخت مارنا نوع ہے مطلق مارنے کا یا اس کی پہچان مضاف الیہ سے ہوگی جیسے جلست جُلُوس القاری (بیٹھا ہوں میں قاری جیسا بیٹھنا) اس مثال میں جلوس مصدر مضاف ہے القاری مضاف الیہ ہے اسی سے معلوم ہوا کہ مفعول مطلق بیان نوع کیلئے ہے کیونکہ قاری جیسا بیٹھنا ایک خاص نوع ہے مطلق بیٹھنے کا۔

تیسرا قسم برائے بیان عدد:۔ یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ یہ فعل کتنی بار واقع ہوا ہے یہ اس وقت ہوگا جب یہ عدد پر دلالت کرے پھر اس کی پہچان کبھی تو وزن سے ہوگی کہ وہ مفعول مطلق ایسے وزن پر ہوگا جو کسی کام کے ایک مرتبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ فَعْلَة کا وزن ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ الفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ یعنی فَعْلَة کا وزن کسی کام کے ایک مرتبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے جلست

حل ترکیب:۔ یذکر فعل مجہول ھو ضمیر نائب فاعل للتاکید ظرف لغو متعلق یذکر کے لبیان النوع اور لبیان العدد کا عطف ہے للتاکید پر۔

جلسة بیٹھا ہوں میں ایک مرتبہ بیٹھنا قمت قومة (کھڑا ہوا میں ایک مرتبہ کھڑا ہونا) اور کبھی صیغہ تثنیہ وجمع سے اس کی پہچان ہوگی جیسے جلست جلستین او جلسات (بیٹھا ہوں میں دومرتبہ یا کئی مرتبہ بیٹھنا) اور کبھی صفت کے ذریعے سے پہچان ہوگی جیسے ضربت زیدا ضربا کثیرا (مارا میں نے زید کو بہت بہت مارنا)

وَقَدْ يَكُونُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُورِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُه لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَىْ قَدِمْتُ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْيًا وَشُكْرًا وَحَمْدًا وَرَعْيًا اَىْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًا وَحَمِدْتُكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا

ترجمہ:۔اور کبھی مفعول مطلق ہوتا ہے فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے جیسے قعدت جلوسا (بیٹھا ہوں میں بیٹھنا) اور اَنْبتَ نَبَاتًا (اگایا ہے اس نے اگانا) اور کبھی حذف کیا جاتا ہے اسکا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے تیرا قول اس شخص کیلئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو خیر مقدم یعنی قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ (آیا ہے تو آنا بہتر آنا) اور حذف وجوبی سماعی جیسے سقیا یعنی سقاك الله سقيا (پلائے تجھے اللہ تعالیٰ پلانا) اور شکرا یعنی شَكَرْتُكَ شُكْرًا (شکرادا کرتا ہوں میں تیرا شکرادا کرنا) اور حمدا یعنی حمدتک حمدا (تعریف کرتا ہوں میں تیری تعریف کرنا) اور رعیا یعنی رعاك الله رعيا (رعایت کی اللہ تعالیٰ نے تیری رعایت کرنا)

تشریح:۔یعنی کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے مغایر ہوتا ہے پھر یہ مغایرت عام ہے خواہ باعتبار مادہ (حروف اصلیہ) کے ہو جیسے قعدت جلوسا قعدت فعل کے حروف اصلیہ اور ہیں اور مفعول مطلق جلوسا کے اور ہیں یا باعتبار باب کے ہو جیسے انبت نباتا انبت باب افعال سے ہے اور نباتا باب نصر سے ہے اور یا باب اور مادہ دونوں کے اعتبار سے ہو جیسے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی (پس خوف محسوس کیا اپنے جی میں خوف محسوس کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) او جس فعل کا مادہ اور باب اور ہے کیونکہ اس کا مادہ وجس ہے اور باب افعال ثلاثی مزید فیہ ہے اور خیفة مصدر مفعول مطلق کا مادہ اور باب اور ہے کیونکہ اس کا مادہ خوف اور باب ثلاثی مجرد کا ہے لیکن ان سب صورتوں میں یہ ضروری ہے مفعول مطلق باعتبار معنیٰ کے کبھی بھی اپنے فعل کے مغایر نہیں ہوگا ورنہ اس کا مفعول مطلق بنانا ہی صحیح نہیں ہوگا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُه الخ:۔یعنی کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ معنویہ حالیہ یا مقالیہ لفظیہ پایا جائے یہ حذف جوازی ہے وجوبی نہیں قرینہ حالیہ کی مثال جیسے اس شخص کو جو سفر سے واپس آئے آپ کہیں خیر مقدم اصل میں تھا

حل ترکیب:۔قد حرف یکون فعل ناقص ہو ضمیر اسم من غیر لفظ الفعل المذکور ظرف مستقر خبر یکون کی۔یحذف فعل مجہول فعله نائب فاعل لقیام قرینہ ظرف لغو متعلق یحذف کے۔جوازا اپنے موصوف محذوف حذفا کے اعتبار سے مفعول مطلق ہے وجوبا موصوف سماعا صفت سے ملکر معطوف ہے جوازا پر۔

قَدِمْتُ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ یہاں مخاطب کے حال کے قرینہ سے اوّلاً قدمت کو حذف کیا گیا کیونکہ اس کا آنے والا حال دلالت کرتا ہے کہ یہاں وہ فعل محذوف ہے جو اس کے آنے پر دلالت کرے پھر قدوما کو حذف کر کے اس کی صفت خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کیا گیا۔ [1]

قرینہ مقالیہ لفظیہ کی مثال:۔ جیسے کسی شخص نے پوچھا کیف ضربت (کس کیفیت سے تو نے مارا) اس کے جواب میں آپ کہیں کہ ضربا شدیدا یعنی ضربت ضربا شدیدا اب یہاں ضربت فعل محذوف ہے اور حذف کا قرینہ سائل کا سوال ہے دوسری مثال مثلاً کسی نے کہا کہ کس طرح تو بیٹھا اس کے جواب میں آپ کہیں کہ جُلُوْسَ الْقَارِیْ یعنی جَلَسْتُ جُلُوْسَ القاری جلست فعل کو حذف کیا گیا ہے سائل کے سوال کے قرینہ مقالیہ لفظیہ کی وجہ سے۔

ووجوبا الخ:۔ اس کا عطف ہے جوازا پر یعنی کبھی حذف وجوبی سماعی ہوگا یعنی اہل عرب سے سنا ایسے گیا کہ انہوں نے فعل ناصب کو حذف کر دیا تو ہم بھی ان کی تابعداری میں حذف کر دیں گے تاکہ اہل عرب کی مخالفت لازم نہ آئے یہ حذف قیاسی نہیں یعنی کوئی قاعدہ قانون نہیں جس کی وجہ سے فعل کو حذف کیا گیا ہو تاکہ کسی دوسرے مفعول مطلق میں بھی اس قانون کیوجہ سے حذف کیا جا سکے جیسے سقیاً حمدًا شکرًا رعیاً ان چند مثالوں میں اہل عرب نے فعل ناصب کو حذف کر دیا ہم بھی حذف کر دیں گے اصل میں تھا سقاك الله سقیا شکرتک شکرا حمدتک حمدا رعاك الله رعیا ان مثالوں کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

فائدہ:۔ حذف کبھی وجوبی قیاسی بھی ہوتا ہے مگر مصنف نے اختصار کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَهُوَ اِسْمُ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُه لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَه وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاَهْلاً وَسَهْلاً وَالْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ

ترجمہ:۔ مفعول بہ اور وہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمراً اور کبھی کبھی مقدم ہو جاتا ہے فاعل پر

---

[1] **سوال:۔** خیر مقدم تو اصل میں اسم تفضیل ہے خیر اصل میں اَخْيَرُ بروزن افعل تھا کثرت کی وجہ سے خلاف قیاس الف کو حذف کیا گیا خیر پڑھا گیا جب خیر اسم تفضیل ہے تو یہ مفعول مطلق کیسے ہوگا اس لئے کہ مفعول مطلق کیلئے تو مصدر ہونا ضروری ہے۔

جواب:۔ اسم تفضیل جب کسی چیز کی صفت ہو یا کسی چیز کی طرف مضاف ہو تو وہ اپنے موصوف کے لحاظ سے یا مضاف الیہ کے لحاظ سے مفعول مطلق بن سکتا ہے یہاں قدوما موصوف خیر مضاف مقدم مصدر میمی مضاف الیہ ہے تو خیر مقدم یا تو اپنے موصوف کے قائم مقام ہو کر مفعول مطلق ہے یا اپنے مضاف الیہ مقدم مصدر میمی کے اعتبار سے مفعول مطلق ہے جس کا فعل ناصب محذوف کیا گیا ہے قرینہ حالیہ کی وجہ سے۔

حل ترکیب:۔ المفعول بہ ال بمعنی الذی اسم موصول مفعول اسم مفعول صیغہ صفت بہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جیسے ضرب عمرًا زیدٌ اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے اس کا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے زیدا اس شخص کے جواب میں جو کہے من اضرب اور حذف وجوبی چار جگہوں میں اول سماعی ہے جیسے امرأ ونفسه وانتهوا خیرلکم وأهلا وسهلا ۔ اور باقی قیاسی ہیں۔

تشریح:۔ منصوبات کی تیسری قسم مفعول بہ ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مفعول بہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو خواہ فعل مثبت ہو جیسے ضربتُ زیدا یا منفی ہو جیسے ما ضربتُ زیداً۔

سوال:۔ تعریف جامع نہیں کیونکہ ایاك نعبد میں ایاك مفعول بہ ہے مگر عبادۃ اللہ پر واقع نہیں بلکہ اللہ تعالی کیلئے ہوتی ہے؟

جواب: واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ فعل کا اسکے ساتھ تعلق ہو عبادت والے فعل کا بھی یقیناً اللہ تعالی سے تعلق ہوتا ہے

سوال:۔ مررت بزید میں مرور یعنی گزرنے والے فعل کا تعلق ہے زید کے ساتھ لیکن زید مفعول بہ نہیں بلکہ مجرور ہے۔

جواب:۔ تعلق سے مراد یہ ہے کہ بغیر واسطہ حرف جر کے تعلق ہو اور اس مثال میں حرف جر کا واسطہ ہے۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں اسم ما درجہ جنس میں ہے اور یہ معرّف یعنی مفعول بہ کو بھی شامل ہے اور غیر معرّف یعنی باقی مفاعیل کو بھی شامل ہے وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ یہ فصل ہے اس سے باقی مفاعیل خارج ہو گئے اس لئے کہ مفعول فیہ لہ معہ میں سے کسی پر بھی فعل واقع نہیں بلکہ مفعول فیہ میں فعل واقع ہے مفعول لہ میں اس کیلئے فعل واقع ہے مفعول معہ میں اسکے ساتھ واقع ہے اسی طرح مفعول مطلق بھی خارج ہو گیا کیونکہ ما وقع علیه فعل الفاعل سے معلوم ہوتا ہے کہ فعل اور وہ چیز جس پر یہ فعل واقع ہے ان میں مغایرت ہے کیونکہ ایک چیز اپنے آپ پر واقع نہیں ہوتی تو مفعول بہ فعل کے مغایر ہوتا ہے بخلاف مفعول مطلق کے کہ وہ عین فعل ہوتا ہے اس کا معنی ومدلول اور فعل کا معنی ومدلول ایک ہوتا ہے۔

وقد یتقدم الخ:۔ کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل عمل میں قوی ہے لهٰذا معمول مقدم ہو یا مؤخر ہر صورت میں عمل کرے گا کبھی مفعول بہ خود فعل پر بھی مقدم ہو جاتا ہے کیونکہ فعل عمل میں قوی ہے پھر کبھی مفعول بہ کا فعل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جیسے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر مبتدأ ہے اور هو اسم الخ جملہ اسمیہ اس کی خبر ہے درمیان میں واؤ زائدہ ہے هو مبتدأ اسم مضاف ما موصولہ وقع فعل علیہ ظرف لغو متعلق وقع کے فعل الفاعل وقع کا فاعل ہے پھر جملہ فعلیہ صلہ، موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر هو مبتدأ کی۔ مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے المفعول بہ مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یتقدم فعل معروف هو ضمیر فاعل علی الفاعل ظرف لغو متعلق یتقدم کے۔ قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یحذف فعل مجہول فعلہ نائب فاعل لقیام قرینۃ ظرف لغو متعلق یحذف کے جوازا اپنے موصوف محذوف حذفا کے اعتبار سے مفعول مطلق ہے یحذف کا وجوبا کا عطف ہے جوازا پر۔ فی اربعۃ مواضع ظرف لغو متعلق یحذف کے۔ والبواقی قیاسیۃ مبتدأ خبر۔

وجه الحبيب اَتَمنّٰی (محبوب کے چہرے کی میں آرزو کرتا ہوں) اور کبھی واجب ہوتا ہے یہ اس وقت ہوگا جب مفعول بہ میں استفہام وغیرہ کے معنی موجود ہوں جیسے من رأیت (کس کو دیکھا ہے تو نے) من استفہامیہ مفعول بہ مقدم رأیت فعل بفاعل مؤخر۔

وقد یحذف الخ:۔ اور کبھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ پایا جائے پھر یہ حذف کبھی جوازی ہوتا ہے جیسے زید اا اس شخص کے جواب میں جو کہے من اضرب (میں کس کو ماروں) تو یہاں زیدا سے پہلے اضرب صیغہ امر محذوف ہے (مار تو زید کو) اور اس کے حذف کا قرینہ سائل کا سوال ہے جب سوال میں فعل ضرب کا ذکر ہے تو جواب میں بھی فعل ضرب محذوف ہوگا نہ کہ کوئی اور۔ یہ قرینہ مقالیہ لفظیہ کی مثال ہے اور قرینہ حالیہ معنویہ کی مثال جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کر کے مکہ کی طرف متوجہ تھا تو آپ اس کو کہیں مکة یہ مفعول بہ ہے اس کا فعل محذوف ہے۔ اصل عبارت تھی اَتُرِیْدُ مَکَّۃَ (کیا تو ارادہ کرتا ہے مکہ کا) تو مخاطب کے قرینۂ حال کی وجہ سے اترید فعل کو حذف کیا گیا۔ اور کبھی حذف وجوبی ہوتا ہے۔ اور یہ چار جگہوں میں ہوتا ہے۔ ان میں سے اول سماعی ہے یعنی کوئی قاعدہ قانون نہیں بلکہ اہل عرب سے ایسا ہی سنا گیا ہے انہوں نے مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کر دیا ہم بھی ان کی تابعداری میں حذف کریں گے جیسے امرأ ونفسه اصل میں تھا اُتْرُكْ اِمْرَأً وَنَفْسَه (چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کی ذات کو) یعنی اپنے ہاتھ کو اس کے مارنے سے اور زبان کو اس کی نصیحت سے روک لے اس مثال میں امـــرأ مفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب اترك محذوف ہے وجوبا اہل عرب حذف کرتے ہیں ہم بھی حذف کریں گے۔

فائدہ:۔ و نفسه کی واؤ یا عاطفہ ہے نفسه کا عطف امرأ پر ہے یا بمعنی مع ہے پھر یہ نفسه مفعول معہ ہوگا فعل محذوف اترك کا۔

دوسری مثال:۔ انتهوا خیرا لکم اصل عبارت یوں تھی اِنْتَھُوْا عَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصِدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ (اے نصاریٰ تم تین خدا کہنے سے رک جاؤ اور قصد کرو بہتری کا اپنے لئے) اس مثال میں خیرا مفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب اقصدوا محذوف ہے خیرا انتهـــوا کا مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ معنی غلط ہو جاتا ہے معنی یہ ہوگا کہ رک جاؤ بہتری سے حالانکہ بہتری سے روکنا مقصود نہیں بلکہ تثلیث یعنی تین خدا کہنے سے روکنا مقصود ہے کیونکہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک خدا اللہ ہے دوسرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرا حضرت مریم علیہا السلام۔ تیسری مثال:۔ اهلا وسهلا۔ اصل میں تھا اتیت اهلا ووطیت سهلا (آیا ہے تو اپنے اہل میں اور روندا ہے تو نے نرم زمین کو) اہل عرب آنے والے مسافر کا استقبال کرتے تو بطور مبارک باد یہ الفاظ استعمال کرتے تھے اهـــلا مفعول بہ ہے اتیت فعل محذوف کا اور سهلا مفعول بہ ہے وطیت فعل محذوف کا۔

اَلثَّانِی التَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَہٗ نَحْوُ اِیَّاکَ وَالْاَسَد اَصْلُه اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّرًا نَحْوُ اَلطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ

حل ترکیب:۔ الثانی مبتدأ التحذیر خبر ھو مبتدأ معمول خبر بتقدیر اتق جار مجرور ظرف لغو متعلق معمول کے۔ تحذیرا مما بعدہ او ذکر المحذر منہ مکررا کی ترکیب تشریح میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔دوسرا موضع تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتق مقدر کرنیکے ساتھ ڈرایا گیا ہو اس کو ڈرایا جانا اپنے مابعد سے جیسے اِیَّاكَ والاسدَ اس کی اصل اتقک والاسد تھی (بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) یا ذکر کیا جائے محذر منہ تکرار کے ساتھ جیسے الطریقَ الطریقَ (بچ راستے سے راستے سے)

تشریح:۔جن مواضع میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبا حذف کیا جاتا ہے ان میں سے دوسرا موضع تحذیر ہے اور اس موضع ومقام میں فعل ناصب کو حذف کرنے کا سبب تنگی مکان اور قلت فرصت ہے وہ اس طرح کہ جب کوئی بلا ومصیبت سامنے ہو اور متکلم یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں فعل بولوں گا تو مخاطب بلا ومصیبت میں گرفتار ہو جائے گا نقصان ہو جائے گا تو ایسے موقع میں فعل کو حذف کر دیتا ہے کیونکہ فعل کے ذکر کرنے سے یہ موقع ومقام تنگ ہے اور فعل کو ذکر کرنے کی فرصت کم ہے تو تنگی مکان وقلت فرصت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیتا ہے تاکہ مخاطب نقصان سے بچ جائے جیسے مثلاً آدمی بے خبری میں جا رہا ہے آگے سانپ بیٹھا ہے متکلم اس چلنے والے کو سانپ سے بچانے کیلئے جلدی سے اردو میں کہتا ہے سانپ سانپ تنگی وقت کی وجہ سے بچو والا فعل ذکر نہیں کرتا۔

تحذیر:۔کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا جس چیز کو ڈرایا جائے اس کو مُحَذَّر (بصیغہ اسم مفعول) کہتے ہیں جس سے ڈرایا جائے اس کو محذَّر منہ کہتے ہیں اور ڈرانے والے کو محذِر (بصیغہ اسم فاعل) کہتے ہیں۔نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر مفعول بہ کے اقسام میں سے ایک قسم ہے مصنف جسکی تعریف وھو معمول الخ سے کر رہے ہیں تعریف کا حاصل یہ ہے کہ تحذیر وہ اسم ہے جو اتق مقدر یا بَعدَ مقدر کا معمول ہو اور اس کو اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو یا وہ محذر منہ ہو کر مکرر ہو تعریف سے معلوم ہوا کہ تحذیر کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا گیا ہو۔اس وقت یہ معمول خود محذر ہو گا اور اس کا مابعد خود محذَّر منہ ہو گا دوسری قسم اتق وغیرہ مقدر کا معمول ہو اور محذر منہ ہو کر مکرر ہو۔اس وقت یہ معمول محذر منہ ہے جسکو مکرر ذکر کیا گیا ہے اور محذر اس صورت میں مخاطب ہو گا دونوں قسمیں اس بات میں شریک ہیں کہ یہ اتق مقدر یا اس کے ہم معنی کسی فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہیں

فائدہ:۔تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَہٗ والی عبارت کی ترکیب اہم ہے اس میں دو احتمال ہیں یا یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا اصل عبارت تھی حذر ذلک المعمول تحذیرا الخ (یعنی ڈرایا گیا ہو اس معمول کو ڈرایا جانا اپنے مابعد سے) حذر فعل مجہول ذلک المعمول اسم اشارہ مشار الیہ ملکر نائب فاعل تحذیرا الخ مفعول مطلق۔یا یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف کا اصل عبارت تھی ذکر ذلک المعمول تحذیرا الخ (یعنی ذکر کیا گیا ہو اس معمول کو اپنے مابعد سے ڈرانے کے لئے) اس صورت میں ذکر فعل مجہول ذلک المعمول نائب فاعل تحذیرا مفعول لہ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّرًا اس عبارت کا عطف ہے حذر یا ذکر مقدر پر اس کی ترکیب یہ ہے او عاطفہ ذکر فعل مجہول المحذر منہ ذوالحال مکررا حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر نائب فاعل ہے ذکر فعل کا مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ یا اس معمول محذر منہ کو ذکر کیا گیا ہو تکرار کے ساتھ۔تحذیر کی قسم اول کی مثال ایاك والاسد یہ اصل میں تھا اِتَّقِکَ والاَسَدَ یابَعِدْكَ والاَسَدَ۔اتق فعل امر انت ضمیر اسکا فاعل كَ ضمیر مفعول بہ ضابطہ

ہے کہ فاعل کی ضمیر اور مفعول کی ضمیر جب متصل ہوں فعل کیساتھ اور دونوں کا مصداق ایک ہو تو یہ افعال قلوب میں تو جائز ہے جیسے عَلِمْتُنِی (میں نے اپنے آپکو جانا) ت ضمیر فاعل ہے یا ضمیر متکلم مفعول بہ ہے دونوں کا مصداق متکلم ہے لیکن کسی اور فعل میں جائز نہیں۔ایسی صورت میں پھر درمیان میں لفظ نفس کو مفعول بہ کی ضمیر کی طرف مضاف کر کے لایا جاتا ہے لھذا یہاں بھی لفظ نفس کا اضافہ کیا گیا تو اتق نفسک والاسد ہوا معنی یہ ہے کہ بچا تو اپنے آپکو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے تو پھر تنگی مقام اور قلت فرصت کی وجہ سے اتق کو حذف کیا گیا تو نفسک والاسد بچ گیا اب لفظ نفس لانے کی ضرورت ختم ہوگئی کیونکہ وہ تو اتق کی ضمیر انت مستتر متصل اور ك ضمیر متصل کی وجہ سے لایا گیا تھا جب اتق انتَ ضمیر سمیت محذوف ہوا تو اسکی ضرورت نہ رہی لھذا اس کو بھی حذف کیا گیا ك والاسد رہ گیا ك ضمیر متصل بغیر فعل کے متصل نہیں رہ سکتی تو اس ضمیر منصوب متصل کو ضمیر منصوب منفصل ایاك سے بدلا گیا تو ایاك والاسد ہوگیا والاسد کا عطف ہے ایاك پر اور اس مثال کا معنی یہ ہے کہ بچا تو اپنے نفس کو شیر سے اور شیر کو اپنے نفس سے ایاك محذر ہے اور الاسد محذر منہ ہے مزید تشریح بڑی کتابوں میں ہے

تحذیر کی قسم ثانی کی مثال:۔جیسے الطریق الطریق یہ اصل میں اتق الطریق تھا (بچ تو راستہ سے) اس صورت میں مخاطب محذر ہے اور الطریق مفعول بہ محذر منہ ہے جس کا تکرار کیا گیا ہے یہاں تنگی مقام کی وجہ سے اتق کو حذف کیا گیا الطریق محذر منہ کو مکرر لایا گیا تاکید کیلئے۔ [1]

اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُه عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَه فِعْلٌ اَوْ شِبْهُه يَشْتَغِلُ ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ بِضَمِیْرِه اَوْ مُتَعَلِّقِه بِحَیْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَیْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُه لَنَصَبَه نَحْوُ زَیْدًا ضَرَبْتُه فَاِنَّ زَیْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُه الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَه وَهُوَ ضَرَبْتُه وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِیْرَةٌ

ترجمہ:۔تیسرا مقام ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے (وہ مفعول بہ کہ مقدر کیا گیا ہو اس کا عامل تفسیر کی شرط پر) اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اسکی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اسکے مناسب کو مسلط کیا جائے اس اسم پر تو اس کو نصب دے جیسے زیدا

---

[1] دوسری مثال الجدار الجدار جب ایک شخص دیوار کے نیچے بیٹھا ہو دیوار گرنے والی ہے وہ بے خبر ہے تو متکلم اس کو مصیبت و بلا سے بچانے کیلئے کہتا ہے الجدار الجدار اصل میں تھا اتق الجدار تنگی مقام کی وجہ سے اتق کو محذوف کیا گیا الجدار مفعول بہ محذر منہ کا تکرار کیا گیا تاکید کیلئے۔

حل ترکیب:۔الثالث مبتدأ ما موصولہ اضمر فعل مجہول عاملہ نائب فاعل علی شریطة التفسیر جار مجرور ظرف لغو متعلق اضمر کے اضمر اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کل مضاف اسم موصوف بعدہ خبر مقدم فعل او شبہہ معطوف علیہ معطوف سے ملکر مبتدأ مؤخر، مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ صفت موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر یشتغل فعل ذلک الفعل فاعل عن ذلک الاسم جار مجرور ظرف لغو متعلق یشتغل کے بضمیرہ میں ب جار ضمیرہ معطوف علیہ متعلقہ معطوف سے ملکر مجرور، جار مجرور ظرف لغو متعلق یشتغل کے بحیث با جار (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضربته پس تحقیق زید منصوب ہے ایسے فعل کی وجہ سے جو محذوف مقدر ہے اور وہ ضربت ہے اس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو مذکور ہے اس کے بعد اور وہ ضربته ہے اور اس باب کیلئے بہت مسائل ہیں۔

تشریح:۔ان چار مواضع میں سے جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے تیسرا موضع مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ جسکے عامل ناصب کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ آگے اس عامل کی تفسیر آرہی ہے شریطہ اور شرط کا ایک ہی معنی ہے اس جگہ عامل ناصب کو حذف کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر حذف نہ کریں تو مفسَّر اور مفسِر کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں وھو کل اسم الخ سے مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف ہے کہ وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ وہ اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو (یعنی عمل نہ کرتا ہو) ایسے طور پر کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب مترادف یا مناسب لازم کو اس پر مسلط کر دیں یعنی ضمیر یا متعلق کو حذف کر کے فعل یا شبہ فعل کا اس اسم کو معمول بنا دیں تو وہ اس کو نصب دے۔

فوائد قیود:۔ کل اسم درجہ جنس میں ہے معرَّف کو بھی شامل ہے اور غیروں کو بھی بَعْدَہ فعل او شبهه اول فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہے جیسے زیدٌ ابوك ،یَشْتَغِلُ ذٰلِکَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِکَ الْاسْم بِضَمِیْرِہ اَوْمُتَعَلِّقِه دوسرا فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس میں فعل یا شبہ فعل عمل کر رہا ہے اعراض نہیں کر رہا جیسے زیدا ضربت (زید کو میں نے مارا ہے) زیدا مفعول بہ مقدم ضربت فعل بفاعل۔بحیث لو سلط علیه ھواو مناسبه لنصبه تیسرا فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس پر فعل یا شبہ فعل مسلط ہو کر اس کو نصب نہیں دیتا جیسے زید ضُرِبَ (زید مارا گیا ہے وہ زید) ضُـرِبَ فعل مجہول ہے اگر اس کو مسلط کیا جائے تو زید اس کا نائب فاعل ہو کر مرفوع ہوگا منصوب نہیں ہوگا اب تعریف جامع مانع ہوگئی تعریف کے بعد مثال ملاحظہ ہو جیسے زیدا ضَرَبْتُه۔زید اسم ہے اسکے بعد فعل ہے جو زید کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے زید سے اعراض کرنے والا ہے اب اگر ضربته کو ضمیر سے جدا کر کے زید پر مسلط و مقدم کر دیں تو زید کو نصب دے گا جیسے ضربت زیدا اصل میں یوں عبارت تھی ضربتُ زیدا ضربتُه (مارا ہے میں نے زید کو مارا ہے میں نے اس کو)

(حاشیہ صفحہ سابقہ) حیث ظرف مضاف لو حرف شرط سلط فعل مجہول علیہ ظرف لغو متعلق سلط کے،ھواو مناسبہ معطوف علیہا اپنے معطوف سے ملکر نائب فاعل سلط کا پھر یہ شرط لنصبہ جزاء شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مضاف الیہ ہوا حیث مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یشتغل کے پھر یشتغل فعل اپنے فاعل اور متعلقات سے ملکر حال ہے فعل سے۔ان حرف از حروف مشبہ بالفعل زیدا اسم منصوب خبر با حرف جر فعل موصوف محذوف صفت اول مضمر صفت ثانی،موصوف دونوں صفتوں سے ملکر مجرور،جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق منصوب کے۔ھو مبتدأ ضربت بتاویل ھذا اللفظ موصوف یفسرہ الفعل المذکور بعدہ صفت موصوف صفت سے ملکر خبر ھو مبتدأ ضربته بتاویل ھذا اللفظ خبر۔لھذا الباب خبر مقدم فروع کثیرۃ موصوف صفت ملکر مبتدأ مؤخر۔

ضربت فعل کو حذف کیا گیا کیونکہ بعد میں فعل ضربته آرہا ہے جو اس کی تفسیر کررہا ہے پہلا ضربت مفسَّر ہے دوسرا فعل ضربتہ مفسِّر اور تفسیر ہے اب اگر اول فعل کو حذف نہیں کرتے تو مفسَّر اور مفسِر کا اجتماع لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا اول ضربت کو حذف کرنا واجب ہے۔

شبہ فعل کی مثال جیسے زَیْدًا اَنْتَ ضَارِبُه (زید تو اس کو مارنے والا ہے) اس مثال میں زید مفعول بہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے کیونکہ زید ایسا اسم ہے کہ اس کے بعد شبہ فعل ہے جو انت ضمیر مبتدأ پر سہارا لیکرہ ضمیر راجع بسوئے زید میں عمل کرنے کی وجہ سے زید سے اعراض کرنے والا ہے ایسے طور پر کہ اگر ضاربہ کو ضمیر سے جدا کر کے زید پر مسلط کردیں تو یہ شبہ فعل زید کو نصب دے گا انت ضارب زید اانت مبتدأ ضارب اسم فاعل شبہ فعل زیدا منصوب مفعول بہ اصل عبارت یوں تھی انت ضارب زید اانت ضاربہ (تو مارنے والا ہے زید کو تو مارنے والا ہے اس کو) یہاں بھی پہلے ضارب کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ آخر میں ضاربہ اس کی تفسیر کررہا ہے اگر دونوں کو ذکر کریں تو مفسَّر اور مفسِر کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

مناسب مترادف کو مسلط کرنے کی مثال:۔ جیسے زیدٌ مَرَرْتُ بِه (زید گزرا ہوں میں ساتھ اس کے) یہ اس فعل کی مثال ہے جو اسم کی ضمیر میں عمل کرنے اور مشغول ہونے کی وجہ سے اس اسم سے اعراض کرنے والا ہے جب خود اس فعل کو اسم پر مسلط کریں تو نصب نہیں دیتا لیکن اگر اس کے مناسب مترادف کو مسلط و مقدم کریں تو اس اسم کو نصب دیتا ہے چنانچہ زید اسم ہے اس کے بعد مررت بہ فعل ہے جو زید کی طرف لوٹنے والی ضمیرہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے خود زید میں عمل نہیں کررہا بلکہ اعراض کرنے والا ہے اب اگر خود مررت بہ کو زید پر مقدم کریں تو یہ اس کو نصب نہیں دیتا کیونکہ مررت بہ کو زید پر مسلط کرنے کی دوصورتیں ہیں یا تو باجارہ کے ساتھ اسکو مسلط و مقدم کریں گے یا بغیر با کے اگر با سمیت مسلط کریں مررت بزید کہیں تو زید پر بجائے نصب کے جر آئے گا اور بغیر با یہ فعل لازمی ہے مفعول بہ کو چاہتا ہی نہیں کہ نصب دے لہذا اس کے مناسب مترادف کو مسلط کریں گے اور وہ ہے جاوزت کیونکہ مررت باء کے ساتھ متعدی ہونے کے بعد جاوزت کے معنی میں ہوجاتا ہے تو اصل عبارت اس طرح ہوگی جَاوَزْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِه (گزرا میں ساتھ زید کے گزرا میں ساتھ اس کے) جاوزت کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ آگے مررت بہ اس کی تفسیر کرہا ہے اگر دونوں کو ذکر کریں تو مفسَّر اور مفسِر کا اجتماع لازم آئیگا اور یہ ناجائز ہے۔

مناسب لازم کی مثال:۔ جیسے زیداً ضربتُ غلامَه (زید مارا ہے میں نے اس کے غلام کو) یہ اس فعل کی مثال ہے جو اسم کے متعلق میں عمل کرنے اور مشغول ہونے کی وجہ سے اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اور جب خود اس فعل کو مسلط کریں تو نصب نہیں دیتا لیکن اگر مناسب لازم کو مسلط کریں تو نصب دیتا ہے چنانچہ زیدا اسم ہے اس کے بعد ضربت فعل ہے جو زید کے متعلق یعنی زید کے ساتھ تعلق پکڑنے والے اسم یعنی غلام میں عمل کرنے اور مشغول ہونے کی وجہ سے خود زید سے اعراض کرنے والا ہے اس طور پر کہ اگر خود اس فعل کو زید پر مسلط کریں تو نصب نہ آئیگا کیونکہ ضربت کو زید پر مسلط کرنے کی دوصورتیں ہیں یا غلام کے ساتھ

مسلط ومقدم کریں گے یا بغیر غلام کے اگر غلام سمیت مسلط کریں اور یوں کہیں ضربت غُلامَ زیدٍ تو زید کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا منصوب نہیں ہوگا اگر بغیر غلام کے مسلط کریں تو معنی مقصودی غلط ہو جائے گا کیونکہ اس وقت عبارت ہوگی ضربت زیدا ضربت غلامہ (میں نے زید کو مارا میں نے اس کے غلام کو مارا) حالانکہ زید کو متکلم نے نہیں مارا بلکہ اس کے غلام کو مارا ہے البتہ زید کی توہین کی ہے لھذا یہ فعل نہ خود مسلط ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مناسب مترادف کیونکہ وہ بھی اس کا ہم معنی ہوگا تو وہی خرابی لازم آئیگی۔ البتہ مناسب لازم مسلط ہو سکتا ہے اور وہ ہے اَهَنتُ کیونکہ کسی سردار کے غلام کو مارنے سے سردار کی توہین ہو جاتی ہے لھذا فعل اھنت مناسب لازم ہے ضربت غلامہ کا اس کو مسلط کریں گے تو زید کو نصب دیگا اصل عبارت ہوگی اھنت زیدا ضربت غلامہ (توہین کی ہے میں نے زید کی یعنی مارا ہے میں نے اسکے غلام کو) اب یہاں بھی اھنت کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ آگے فعل ضربت غلامہ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ اگر حذف نہ کریں تو مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں۔ ؎۱

ولھذا الباب فروعٌ کثیرۃٌ:۔ اس باب یعنی ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر میں بہت سی صورتیں ہیں باعتبار اعراب کے چنانچہ پانچ صورتیں بنتی ہیں (اول) یہ ہے کہ اسم کو مرفوع پڑھنا مختار و پسندیدہ ہے (دوم) نصب مختار ہے (سوم) رفع واجب (چہارم) نصب واجب (پنجم) رفع و نصب دونوں جائز۔ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی وَهُوَ اِسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ یَا عَبْدَاللّٰہِ اَیْ اَدْعُوْ عَبْدَاللّٰہِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ

؎۱ فائدہ:۔ اس مسئلہ میں عقلی صورتیں بارہ بنتی ہیں اسم ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر دو حال سے خالی نہیں یا اس کے بعد فعل ہوگا یا شبہ فعل ہوگا اگر فعل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس اسم کی ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے اسم سے اعراض کر رہا ہے یا متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے اگر شبہ فعل ہے تو بھی دو حال سے خالی نہیں اس اسم کی ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے اعراض کر رہا ہے یا متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے جب فعل اسم کی ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے اسم سے اعراض کرنے والا ہو تو اس صورت میں خود فعل کو مسلط و مقدم کیا جائیگا یا اس کے مناسب مترادف کو یا مناسب لازم کو اسی طرح جب شبہ فعل اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم سے اعراض کرنے والا ہو تو اس صورت میں بھی خود شبہ فعل کو مسلط کیا جائیگا یا مناسب مترادف کو یا مناسب لازم کو اسی طرح جب فعل اسم کے متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے اسم سے اعراض کرنے والا ہو تو خود فعل کو مسلط کیا جائیگا یا مناسب مترادف کو یا مناسب لازم کو اسی طرح جب شبہ فعل اسم کے متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے اسم سے اعراض کرنے والا ہو تو خود شبہ فعل کو مسلط کیا جائیگا یا مناسب مترادف کو یا مناسب لازم کو۔ تو مجموعہ صورتیں بارہ ہیں ان میں سے چار غلط ہیں اور آٹھ صحیح ہیں ان آٹھ میں سے چار صورتوں کی مثالیں ذکر ہو چکی ہیں تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

حل ترکیب:۔ الرابع مبتدأ المنادی خبر۔ ھو مبتدأ اسم موصوف مدعو صفت موصوف صفت سے ملکر خبر بحرف النداء جار مجرور ظرف لغو متعلق مدعو کے۔ لفظا حرف النداء سے تمییز ہے یا بمعنی ملفوظا ہو کر حال ہے حرف النداء سے۔ حرف النداء مبتدأ قائم مقام ادعو خبر ہے۔

ترجمہ:۔ چوتھا مقام منادی ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو بذریعہ حرف نداء پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو جیسے یا عبدَ اللّٰہِ یعنی بلاتا ہوں میں عبداللہ کو اور حرف نداء قائم مقام ہے ادعو کے۔

تشریح:۔ ان مواضع اربعہ میں سے جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے چوتھا موضع منادی ہے یعنی مفعول بہ جب منادی ہو تو اس کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔ وھو اسم سے منادی کی تعریف ہے مناذی نداء سے مشتق ہے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی پکارا ہوا پکارنے والے کو منادِی (اسم فاعل) کہتے ہیں اور جس کو پکارا جائے اس کو منادیٰ (اسم مفعول) کہتے ہیں اور پکارنے کو نداء اور جس حرف کے ذریعے پکارا جائے اس کو حرف نداء کہتے ہیں۔

منادی کی تعریف:۔ منادی وہ اسم ہے جس کو پکارا گیا ہو حرف نداء لفظی کے ساتھ جیسے یا عبداللہ عبداللہ مفعول بہ منادی ہے یا حرف نداء کے ذریعہ سے اس کو پکارا گیا ہے اصل میں تھا ادعو عبداللّٰہ (میں بلاتا ہوں عبداللہ کو) ادعو فعل کو حذف کر کے حرف نداء کو اس کے قائم مقام کیا گیا تا کہ اختصار حاصل ہو جائے

فوائد قیود: تعریف میں ھو اسم درجہ جنس میں ہے معرَّف اور غیر معرَّف یعنی منادی و غیر منادی سب کو شامل ہے مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ فصل ہے اس سے وہ اسم خارج ہو گیا جس کو حرف نداء کے ذریعہ نہیں پکارا گیا بلکہ فعل کے ذریعے بلایا گیا ہے جیسے ادعو زیدا اس مثال میں ادعو فعل کے ذریعے زید کو بلایا گیا ہے لہذا زید منادی نہیں نیز مندوب بھی خارج ہو گیا جس کا ذکر آگے آرہا ہے کیونکہ حرف نداء کے ذریعہ سے اس کو بلایا نہیں جاتا بلکہ اس پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔[1]

وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

حل ترکیب:۔ حروف النداء مبتدأ خمسۃ خبر یا وایا الخ مبتدأ محذوف احدھا ثانیھا وغیرہ کی خبر ہیں یا خمسۃ سے بدل ہیں یا اعنی فعل محذوف کا مفعول بہ ہیں قد حرف برائے تقلیل یحذف فعل مجہول حرف النداء نائب فاعل لفظا تمیز ہے یا بمعنی ملفوظا ہو کر حال ہے۔

[1] فائدہ (۱):۔ منادی کو بلانے اور اسکی توجہ کو طلب کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ منادی مثلا زید پشت دیکر کھڑا ہے تو یا زید کہنے سے مقصود یہ ہوگا کہ میری طرف رخ کر لے۔ دوسری صورت یہ کہ منادی کا رخ بلانے والے کی طرف پہلے سے ہے مگر اس کا دل متوجہ نہیں تو یا زید کہہ کر اس کے دل کو متوجہ کرنا مقصود ہوگا پھر کبھی حقیقۃ بلانا ہوگا جبکہ اس میں متوجہ ہونے کی صلاحیت ہو جیسے یا زید وغیرہ اور کبھی حکما ومجازا بلانا ہوگا جبکہ اس منادی میں متوجہ ہونے کی صلاحیت ہی نہ ہو جیسے یا سماء یا جبال وغیرہ۔

فائدہ (۲):۔ حرف نداء قائم مقام ادعوا واطلب وغیرہ کے ہوتا ہے۔ سیبویہ کے ہاں تو مفعول بہ منادی کو نصب دینے والا فعل ادعو یا اطلب ہے جو مقدر ہے کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو حذف کر کے حرف نداء کو اسکے قائم مقام کیا گیا تا کہ تخفیف واختصار حاصل ہو جائے اور مبرد کے ہاں منادی کو نصب دینے والا خود حرف نداء ہے جو فعل کے قائم مقام ہے راجح مذہب سیبویہ کا ہے۔

ترجمہ: اور حروف نداء پانچ ہیں یا ایا ھیا ای اور ھمزۃ مفتوحہ اور کبھی حذف کیا جاتا ہے حرف نداء لفظوں میں جیسے یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے یوسف اعراض کر اس سے)

تشریح: وقد یحذف الخ:۔ یعنی جب کوئی قرینہ موجود ہو تو حرف نداء کو تخفیف کے لئے تلفظ میں حذف کر دیا جاتا ہے۔ ؎۱

نحو یوسف الخ:۔ یہ اصل میں یا یُوسف اعرض عن ھذا تھا یوسف منادی ہے یا حرف نداء ہے اس کو حذف کیا گیا ہے قرینہ کی وجہ سے قرینہ یہ ہے کہ اگر یا کو مقدر نہ مانیں تو یوسف مبتدأ ہو گا اعرض عن ھذا اسکی خبر حالانکہ اعرض صیغہ امر انشاء ہے اور انشاء کو خبر بنانا بغیر تاویل کے جائز نہیں لہذا یوسف منادی ہے اور یا حرف نداء اس سے پہلے محذوف ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰی عَلٰی اَقْسَامٍ فَاِنْ کَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَۃً یُبْنٰی عَلٰی عَلَامَۃِ الرَّفْعِ کَالضَّمَّۃِ وَنَحْوِھَا نَحْوُ یَا زَیْدُ وَیَا رَجُلُ وَیَا زَیْدَانِ وَیَا زَیْدُوْنَ وَیُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَۃِ نَحْوُ یَا لَزَیْدٍ وَیُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِھَ نَحْوُ یَا زَیْدَاہُ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے بیشک منادی چند اقسام پر ہے پس اگر ہے وہ مفرد معرفہ تو علامت رفع پر مبنی ہو گا (جیسے ضمہ اور اس کی مثل) جیسے یا زید الخ اور منادی مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کے سبب جیسے یا لَزَیْد اور مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے سبب جیسے یا زیداہ۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنف منادی کے اقسام واحکام بیان کرتے ہیں منادی کے چند اقسام ہیں منادی جب مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہو گا۔

فائدہ:۔ مفرد کئی چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے کبھی تثنیہ وجمع کے مقابلہ میں کبھی مرکب کے مقابلہ میں کبھی جملہ وشبہ جملہ کے مقابلہ میں کبھی مضاف وشبہ مضاف کے مقابلہ میں یہاں مضاف وشبہ مضاف کے مقابلہ میں ہے منادی مفرد ہو یعنی مضاف شبہ مضاف نہ ہو

؎۱ فائدہ:۔ مگر یہ حذف کرنا چند شرطوں سے مشروط ہے (۱) منادی اسم جنس نہ ہو یعنی نداء سے پہلے نکرہ نہ ہو خواہ پھر نداء سے معرفہ بن گیا جیسے یا رجل یا نکرہ ہی رہا جیسے اندھا کہے یا رجلا اگر منادی اسم جنس یعنی نکرہ ہو گا تو حذف جائز نہیں کیونکہ اسم جنس کا منادی بننا کثیر نہیں اگر حرف نداء حذف کرتے ہیں تو اس کے منادی ہونے کا پتہ نہیں چلے گا۔ (۲) اسم اشارہ نہ ہو جیسے یا ھذا کیونکہ اسم اشارہ کا منادی ہونا بھی قلیل ہے تو حرف نداء حذف کرنے سے اس کے منادی ہونے کا علم نہ ہو گا۔ (۳) منادی مستغاث ومندوب نہ ہو جنکا ذکر آگے آرہا ہے کیونکہ ان میں درازی آواز مطلوب ہے اور حرف نداء کو حذف کرنا اس کے منافی ہے۔

حل ترکیب:۔ اعلم فعل با فاعل اَنَّ حرف المنادی اسم علی اقسام ظرف مستقر خبر فا تفصیلیہ ان حرف شرط کان فعل ناقص ھو ضمیر مستتر اسم مفردا معرفۃ موصوف صفت سے ملکر خبر کان اسم وخبر سے ملکر شرط یبنی علی علامتہ الرفع جزاء یخفض فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل بلام الاستغاثۃ جار مجرور ظرف لغو متعلق یخفض کے اسی طرح یفتح بالحاق الفھا کی ترکیب ہے۔

کیونکہ اس کا حکم آگے آرہا ہے۔ معرفہ ہو کیونکہ نکرہ کا حکم آگے آرہا ہے۔ پھر خواہ حرف نداء سے پہلے معرفہ ہو جیسے یا زیدُ یا حرف نداء کے بعد معرفہ ہو جیسے یا رجلُ تو اس صورت میں منادی علامت رفع پر مبنی ہوگا اور علامت رفع تین ہیں ضمہ الف واوَ جیسے یا زیدُ اس مثال میں زید منادی مفرد ہے یعنی مضاف شبہ مضاف نہیں معرفہ ہے حرف نداء سے پہلے تو علامت رفع ضمہ پر مبنی ہے یا رجل میں رجل مفرد ہے حرف نداء کے بعد معرفہ ہے علامت رفع ضمہ پر مبنی ہے یا زیدان اس میں زیدان اگرچہ تثنیہ ہے مگر مضاف شبہ مضاف نہیں لہذا یہ مفرد ہے اور حرف نداء سے پہلے معرفہ ہے اور علامت رفع الف پر مبنی ہے یا زیدون میں زیدون اگرچہ جمع ہے مگر مضاف شبہ مضاف نہیں لہذا یہ مفرد ہے اور حرف نداء سے پہلے معرفہ ہے اور علامت رفع واوَ پر مبنی ہے۔

فائدہ:۔ منادی مفرد معرفہ کے مبنی بر ضم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کاف ضمیر اسمی کی جگہ میں واقع ہے مثلا یا زید اصل میں ادعوك تھا کاف ضمیر اسمی کی جگہ زید کو رکھا گیا ہے اور کاف ضمیر اسمی کی مشابہت ہے کاف حرفی کے ساتھ اور کاف حرفی حرف ہونے کی وجہ سے مبنی الاصل ہے لہذا یہ منادی بھی مبنی ہوگا مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

وَيُخفَضُ الخ:۔ لام استغاثہ جب منادی پر داخل ہوگا تو منادی مجرور ہو جائے گا استغاثہ کا لغوی معنی ہے فریاد طلب کرنا جس سے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث کہتے ہیں۔ جس کیلئے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث لہ کہتے ہیں فریاد طلب کرنے والے کو مستغیث کہتے ہیں جیسے یا لَقَوْمِ لِلْمَظْلُوْمِ (اے قوم فریاد رسی کرو مظلوم کی) قوم مستغاث اور مظلوم مستغاث لہ ہے اور متکلم مستغیث ہے لام استغاثہ وہ لام ہے جو بوقت استغاثہ مستغاث پر داخل ہو یہ لام خود مفتوح ہوتا ہے کیونکہ اگر مکسور ہوگا تو اس لام مکسور سے التباس ہو جائے گا جو مستغاث لہ پر داخل ہوتا ہے کیونکہ کبھی مستغاث کو حذف کر کے مستغاث لہ کو باقی رکھتے ہیں تو پتہ نہیں چلے گا کہ یہ مستغاث ہے یا مستغاث لہ ہے جیسے یا لقوم للمظلوم میں لقوم کو حذف کر کے صرف یا للمظلوم کو باقی رکھتے ہیں

سوال:۔ اس کا برعکس کیوں نہیں کیا گیا کہ لام مستغاث مکسور ہوتا اور لام مستغاث لہ مفتوح تو اس صورت میں بھی التباس نہ ہوتا؟

جواب:۔ مستغاث لك ضمیر خطاب کی جگہ میں ہے اور کاف ضمیر خطاب پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے جیسے لک لهذا لام مستغاث بھی مفتوح ہوگا بخلاف مستغاث لہ کے کہ وہ کاف ضمیر کی جگہ میں واقع نہیں۔

فائدہ:۔ لام استغاثہ کی وجہ سے منادی مجرور اس لئے ہوتا ہے کہ اس وقت منادی پر دو عامل جمع ہو گئے ایک یا حرف نداء جو فعل کے قائم مقام ہے یہ نصب یا ضمہ وغیرہ کو چاہتا ہے اور دوسرا لام جارہ ان دونوں میں لامؔ خود عامل ہے اور منادی کے قریب ہے اور یا خود عامل نہیں بلکہ فعل کے قائم مقام ہے اور بنسبت لام کے منادی سے بعید ہے لهذا لام عامل قوی اور قریب ہے تو اس کو عمل دیا جائے گا جیسے یا لَزَيْدِ، زید منادی مستغاث مجرور ہے گویا پوری عبارت یوں ہے یا لَزَيْدٍ لِلْمَظْلُوْمِ (اے زید مظلوم کی فریاد رسی کر) اس مثال میں مستغاث لہ محذوف ہے۔

ویفتح الخ:۔ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہوگا تو منادی مستغاث مبنی بر فتح ہوگا کیونکہ الف چاہتا ہے کہ میرا ما قبل

مفتوح ہو۔

فائدہ:۔ جب الف استغاثہ آخر میں لاحق ہوگا تو پھر لام استغاثہ شروع میں نہیں آئیگا کیونکہ لام آخر میں جر چاہتا ہے اور الف اپنے ماقبل پر فتحہ چاہتا ہے تو دونوں کے اثر میں منافات ہے جیسے یـا زیـداه اس میں الف استغاثہ کی وجہ سے منادی مستغاث مبنی برفتحہ ہے آخر میں ہاوقف کی ہے۔

وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَاللهِ اَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَا طَالِعًا جَبَلاً اَوْ نَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَا رَجُلاً خُذْ بِيَدِیْ

ترجمہ:۔ اور منادی منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یا عبداللہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً یا نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کا قول یا رجلا خُذْ بيَدِیْ ۔

تشریح:۔ اگر منادی مفرد معرفہ نہ ہو تو اس کی چار صورتیں بنتی ہیں (۱) مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو (۲) مفرد نہ ہو بلکہ شبہ مضاف ہو (۳) مفرد تو ہو لیکن معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ غیر معین ہو (۴) نہ مفرد ہو نہ معرفہ ہو مصنف نے تین صورتیں ذکر کی ہیں چوتھی صورت متکلم خود نکال سکتا ہے ان سب صورتوں میں منادی منصوب ہوگا۔

مضاف کی مثال:۔ جیسے یا عبدَاللّٰہِ عبد مضاف اللّٰہ مضاف الیہ۔

شبہ مضاف کی مثال:۔ جیسے یا طالعا جبلاً ۔شبہ مضاف وہ اسم ہے جو مضاف تو نہ ہو مگر اسکا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تمام نہ ہوتا ہو یہ مضاف کے مشابہ ہے جیسے مضاف کا معنی بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا اس کا معنی بھی بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا جیسے یا طالعا جبلا (اے چڑھنے والے پہاڑ پر) طالعا شبہ مضاف ہے جبلا کے بغیر اس کا معنی تام نہیں ہوتا کیونکہ چڑھنے والے کیلئے کوئی جگہ چاہیے جس کا ذکر ضروری ہے۔

نکرہ غیر معین کی مثال:۔ جیسے اندھا آدمی کہے یا رَجُلاً خُذْ بِيَدِیْ (اے کوئی آدمی پکڑ تو میرا ہاتھ) اس مثال میں رجلاً نداء سے پہلے بھی نکرہ ہے نداء کے بعد بھی نکرہ غیر معین ہے کیونکہ نابینا آدمی کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا۔

چوتھی صورت کی مثال:۔ جس کو کتاب والے نے ذکر نہیں کیا جیسے نابینا آدمی کہے یـا غـلامَ رَجُلٍ خُذْ بِيَدِیْ (اے کسی مرد کا کوئی غلام میرا ہاتھ پکڑ) اس مثال میں غـلام رجـل مفرد بھی نہیں ہے بلکہ مضاف ہے اور معرفہ بھی نہیں ہے بلکہ نکرہ غیر معین ہے ان سب صورتوں میں منادی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

حل ترکیب:۔ ینصب فعل مجہول ھو ضمیر نائب فاعل فعل نائب فاعل سے ملکر دال بر جزاء ان کان مضافا شرط مؤخر او مشابھا للمضاف کا عطف ہے مضافا پر او نکرۃ غیر معینۃ بھی موصوف صفت سے ملکر معطوف ہے مضافا پر۔

وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ(١)

ترجمہ:۔اوراگرہومنادی معرف باللام تو کہا جائے گا یا ایها الرجل ویا ایتها المرأة۔

تشریح:۔اگر منادی کے شروع میں الف لام تعریف داخل ہو تو اس وقت اگر منادی مذکر ہے تو حرف نداء اور منادی کے درمیان ایھا کا واسطہ لایا جائے گا اور اگر منادی مؤنث ہے تو حرف نداء اور منادی کے درمیان ایتھا کا واسطہ لایا جائیگا اگر ایھا یا ایتھا کا واسطہ نہ لائیں تو دو آلہ تعریف جمع ہو جائیں گے کیونکہ یا حرف نداء بھی آلہ تعریف ہے اور الف لام بھی آلہ تعریف ہے لھذا فاصلہ کیلئے ایھا یا ایتھا کا لانا ضروری ہے پھر الرجل اور المرأۃ صفت اور ایھا ایتھا موصوف ہے موصوف اپنی صفت سے ملکر منادی مفرد معرفہ ہے

وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى وَهُوَ حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ كَمَا تَقُوْلُ فِي مَالِكٍ يَا مَالُ وَفِي مَنْصُوْرٍ يَا مَنْصُ وَفِيْ عُثْمَانَ يَا عُثْمُ(٢)

ترجمہ:۔اور جائز ہے منادی کی ترخیم اور وہ حذف کرنا ہے اس کے آخر میں تخفیف کیلئے جیسا کہ تو کہے گا مالک میں یا مال اور منصور میں یا منص اور عثمان میں یا عثم۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ منادی کے خصائص میں سے ایک خصوصیت کا ذکر کر رہے ہیں کہ منادی میں ترخیم جائز ہے ترخیم باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا لغوی معنی نرم اور آسان کر دینا نحویوں کی اصطلاح میں وہ ہے جس کو مصنف نے وهو حذف الخ سے بیان کیا یعنی منادی کے آخر میں کسی حرف کو تخفیف کیلئے حذف کرنا بغیر کسی صرفی و نحوی قانون کے پھر یہ حذف یا تو ایک حرف کا ہو گا یا دو حرفوں کا اگر منادی کے آخر میں حرف صحیح ہو جس سے پہلے مدہ ہے جیسے یا منصور راء حرف صحیح ہے اس سے پہلے واؤ مدہ ہے یا منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں جو ایک ساتھ زائد ہوتے ہیں اور ایک ساتھ حذف ہوتے ہیں جیسے یا عثمان اس کے آخر میں الف نون زائدتان ہیں ایک ساتھ زائد ہوتے ہیں اور ایک ساتھ حذف ہوتے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں اگر ترخیم کریں گے تو آخر سے دو حرف حذف کریں گے یا منصورُ کو یا منصُ اور یا عثمانُ کو یا عُثُمَ پڑھیں گے اور اگر منادی میں یہ دو صورتیں نہیں تو پھر ایک حرف حذف کریں گے جیسے یا مالِکُ میں یا مالُ یا حارِثُ میں یا حارِ پڑھیں گے۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ناقص ھو ضمیر در و مستتر اسم معرفا خبر باللام جار مجرور ظرف لغو متعلق معرفا کے کان اپنے اسم و خبر سے ملکر شرط قیل فعل مجہول یا ایھا الرجل و یا ایتھا المرأۃ معطوف علیہ معطوف سے ملکر نائب فاعل قیل اپنے نائب فاعل و مقولہ سے ملکر جزاء یا ھو ضمیر راجع بسوئے قول مصدر نائب اور یا ایھا الرجل الخ مقولہ ہے۔

(۲) حل ترکیب:۔یجوز فعل ترخیم المنادی فاعل ھو مبتدأ حذف مصدر فی آخرہ ظرف لغو متعلق حذف مصدر کے للتخفیف بھی ظرف لغو متعلق حذف مصدر کے پھر حذف خبر ہے ھو مبتدأ کی۔

وَيَجُوْزُ فِيْ اٰخِرِ الْمُنَادٰى الْمُرَخَّمِ الضَّمُّ وَالْحَرَكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ يَا حَارِثُ يَا حَارُ وَيَا حَارِ (۱)

ترجمہ: اور جائز ہے منادی مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکۃ اصلیہ جیسا کہ کہے گا تو یا حارث میں یا حارُ اور یا حارِ

تشریح:۔ منادی مرخم کے آخر میں دو حرکتیں جائز ہیں ایک تو ضمہ اس بنا پر کہ یہ منادی مستقل ہے جو حرف آخر سے حذف ہوا ہے وہ بمنزل نسیا منسیا ہے گویا یہی اس کی اصلی شکل ہے تو چونکہ اس وقت یہ منادی مفرد معرفہ ہے لھذا مبنی برضم ہوگا چنانچہ یا حارث میں آخری حرف ثا کو حذف کیا گیا تو یا حار کو مبنی برضم پڑھیں گے گویا کہ راء ہی آخری حرف ہے دوسری وہ حرکت اصلیہ جو ترخیم سے پہلے اس حرف پر تھی مثلا یا حارث میں ثا کی موجودگی میں را پر کسرہ تھا تو ثا کے حذف کرنے کے بعد بھی راء پر کسرہ ہی پڑھا جائیگا گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَاا وْ وَاكَمَا يُقَالُ يَا زَيْدَاهُ وَوَا زَيْدَاهُ فَوَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُه فِي الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى (۲)

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے بے شک یا جو حروف نداء میں سے ہے یہ کبھی استعمال کیا جاتا ہے مندوب میں بھی اور وہ وہ ہے جس کیلئے غم کیا جائے یا کے ذریعے یا واو کے ذریعے جیسے کہا جائے گا یا زیداہ اور وا زیداہ پس واو مختص ہے مندوب کیساتھ اور یا مشترک ہے نداء اور مندوب میں اور حکم اس مندوب کا معرب اور مبنی ہونے میں مثل حکم منادی کے ہے۔

تشریح:۔ یا حرف نداء کبھی مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ حرف تمام حروف نداء میں زیادہ مشہور ہے لھذا اس میں وسعت دی گئی غیر منادی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے مندوب ندبۃ مصدر کا اسم مفعول ہے اس کا لغوی معنی وہ میت جس کی خوبیوں کو یاد کر کے رویا جائے تاکہ سامعین اس کی موت کو عظیم سانحہ خیال کریں اور اصطلاحی معنی مصنف نے وھو المتفجع علیہ الخ سے بیان کیا مُتَفَجَّعٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے از باب تفعل تفجع مصدر کا معنی ہے دردمند ہونا علیہ میں علی بمعنی لام ہے تو اصطلاحی معنی

---

(۱) حل ترکیب:۔ یجوز فعل فی آخر المنادی المرخم ظرف لغو متعلق یجوز کے الضمۃ معطوف علیہ الحرکۃ الاصلیۃ موصوف صفت سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر یجوز کا فاعل۔

(۲) حل ترکیب:۔ اعلم فعل بفاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل لفظ یا بتاویل ھذا اللفظ موصوف یا ذوالحال من جار حروف مضاف النداء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہو کر صفت یا حال موصوف صفت سے ملکر یا ذوالحال حال سے ملکر ان کا اسم قد تستعمل الخ خبر ایضا مفعول مطلق ہے فعل محذوف آض کا ھو مبتدا المتفجع علیہ الخ خبر، فا تفریعیہ لفظ وا بتاویل ھذا اللفظ مبتدا مختصۃ الخ خبر لفظ یا بتاویل ھذا اللفظ مبتدا مشترکۃ الخ خبر۔ باقی واضح ہے

یہ ہوگا کہ مندوب اس ذات کا اسم ہے جس کی وجہ سے دردمندی کا اظہار کیا جائے حرف یا یا واو کے ذریعے سے جیسے یا زیداہ وا زیداہ (ہائے زید) پھر عام ہے کہ متفجع علیہ وجوداً ہو یا عدماً یعنی اس کے وجود پر افسوس کا اظہار کیا جائے یا اس کے عدم پر افسوس کا اظہار کیا جائے عدم کی مثال جیسے یا زیداہ وا زیداہ زید کے مرنے اور معدوم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا۔ وجود کی مثال وا حسرتاہ وامصیبتاہ زید کے مرنے کی وجہ سے جو مصیبت اور حسرت موجود ہوئی اس پر ندبہ کیا جارہا ہے آخر میں ہاء وقف کی ہے جو درازی آواز کیلئے ہے اور درازی آواز مندوب میں مطلوب ہے پھر واو تو مندوب کے ساتھ مختص ہے منادی میں استعمال نہیں ہوتا اور یا عام ہے منادی و مندوب دونوں میں استعمال ہوتا ہے البتہ مندوب میں اس وقت استعمال ہوگا جب قرینہ ہو وہ قرینہ مندوب کے آخر میں الف کا ہونا ہے۔

وحکمہ الخ۔ یعنی مندوب کا حکم معرب ومبنی ہونے میں مثل حکم منادی کے ہے جیسے مثلاً منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح مندوب مفرد معرفہ بھی علامت رفع پر مبنی ہوگا وغیر ذلک۔

فَصْلُ الْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَ اِسْمُ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ لَه حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنٍ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ لَه حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ

ترجمہ:۔ مفعول فیہ وہ نام ہے اس چیز کا جس میں فاعل کا فعل واقع ہو یعنی زمان اور مکان اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ظرف اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں مبہم اور وہ وہ ہے کہ نہ ہو اس کیلئے کوئی حد معین جیسے دہر اور حین اور محدود اور وہ وہ ہے کہ ہو اس کیلئے کوئی حد معین جیسے یوم اور لیلۃ اور شہر اور سنۃ۔

تشریح:۔ مفاعیل خمسہ میں سے تیسرا قسم مفعول فیہ ہے مفعول فیہ نام ہے اس ظرف زمان ومکان کا جس میں فاعل کا فعل واقع ہو فعل سے مراد اصطلاحی فعل نہیں جو اسم وحرف کا مقابل ہے بلکہ لغوی فعل مراد ہے یعنی حدث۔

فوائد قیود:۔ اسم ما درجۂ جنس میں ہے سب مفاعیل کو شامل ہے وقع فعل الفاعل فیہ یہ فصل ہے اس سے باقی سب

حل ترکیب۔ المفعول فیہ ال بمعنی الذی اسم موصول مفعول اسم مفعول صیغہ صفت فیہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مبتدأ۔ ھو مبتدأ اسم مضاف ما موصولہ وقع فعل ماضی فعل الفاعل مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل فیہ جار مجرور ظرف لغو متعلق وقع کے من الزمان والمکان جار مجرور بیان ہے ما موصولہ کا موصول اپنے صلہ وبیان سے ملکر مضاف الیہ اسم مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ہے المفعول فیہ مبتدأ کی یسمی فعل مجہول ھو نائب فاعل ظرفاً مفعول بہ ظروف الزمان مبتدأ علی قسمین جار مجرور ثابتۃ کے متعلق ہوکر خبر۔ مبہم خبر ہے مبتدأ محذوف احدھما کی یا بدل ہے قسمین سے ھو مبتدأ ما موصولہ لا نافیہ یکون فعل ناقص لہ خبر مقدم حد معین موصوف صفت سے ملکر اسم مؤخر محدود خبر ثانیھما مبتدأ محذوف کی یا بدل ہے قسمین سے۔ یا مبہم ومحدود معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول بہ ہیں اعنی فعل مقدر کا۔

مفاعیل خارج ہو گئے۔مفعول فیہ کوظرف بھی کہا جاتا ہے ظرف کا معنی ہے برتن چونکہ مفعول فیہ فاعل کے فعل کا برتن ہے اس لئے اس کو ظرف کہنا صحیح ہے ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں ایک مبہم جن کیلئے کوئی حد معین نہیں جیسے دھر بمعنی مطلق زمانہ اور حین بمعنی مطلق وقت دوسرا قسم محدود جن کیلئے کوئی حد معین ہے جیسے یوم بمعنی دن لیلۃ بمعنی رات شھر بمعنی مہینہ سنۃ بمعنی سال ان سب کیلئے حد مقرر ہے یوم ولیلۃ کیلئے متعین گھنٹے ہیں شہرانتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے سنۃ بارہ مہینوں کا ہوتا ہے۔

وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا اَىْ فِىْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ

ترجمہ: اور یہ سب ظروف زمان منصوب ہوتے ہیں فی کے مقدر کرنے کیساتھ کہے گا تو صمت دھرا وسافرت شھرا یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔

تشریح:۔ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود فی کے مقدر کرنے کی وجہ سے منصوب ہوتے ہیں اگر فی لفظوں میں مذکور ہو تو یہ مجرور ہوں گے جیسے صمت دھرا اصل میں تھا صمت فی دھر فی کو مقدر کر کے دھر کو منصوب پڑھا گیا یہ مبہم کی مثال ہے اور محدود کی مثال جیسے سَافَرْتُ شَهْرًا اصل میں سافرت فی شَهرٍ تھا فی کو مقدر کر کے شہر کو منصوب پڑھا گیا۔

فائدہ:۔ظروف زمان مبہم کو بتقدیر فی منصوب پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم و معنی کی جزو ہے کیونکہ فعل مرکب ہے تین چیزوں سے (۱) مصدر (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل۔اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب فعل کی جزو کو اس کے بعد علیحدہ مستقل طور پر ذکر کرتے ہیں تو بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہوتا ہے جیسے مفعول مطلق جو کہ مصدر ہے فعل کی جزو ہے فعل کے بعد اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کرتے ہیں جیسے ضربت ضربا تو یہ منصوب ہوتا ہے لھذا ظرف زمان مبہم بھی بتقدیر فی منصوب ہوگا اور ظروف زمان محدود کو ظروف زمان مبہم پر محمول کرتے ہیں کیونکہ دونوں نفس زمانیت میں مشترک ہیں لھذا اس مناسبت سے زمان محدود کا حکم بھی وہی ہوگا جو زمان مبہم کا ہے۔

فائدہ:۔مصنف کی عبارت کلھا منصوب الخ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر فی لفظوں میں مذکور ہو جیسے ضربت فی یوم الجمعةِ تو وہ بھی مفعول فیہ ہوگا البتہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا گویا کہ مصنف کے ہاں مفعول فیہ دو قسم پر ہے ایک وہ کہ اس میں فی مقدر ہوتا ہے اس صورت میں مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے دوسری قسم مفعول فیہ کی وہ ہے کہ جس میں فی ملفوظ ہوتا ہے اس صورت میں مفعول فیہ مجرور ہوتا ہے یہ مذہب مصنف کا ہے لیکن جمہور نحویوں کے ہاں وہ ظرف زمان جس میں فی مذکور وملفوظ ہوتا ہے جیسے جلست فی الْمَسْجِدِ تو وہ مفعول بہ بواسطہ حرف جر ہوگا نہ کہ مفعول فیہ کیونکہ جمہور نحویوں کے ہاں مفعول فیہ وہ ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور فی اس میں مقدر ہو یعنی انکے ہاں مفعول فیہ کیلئے تقدیر فی شرط ہے اسکے منصوب ہونے کیلئے شرط نہیں بخلاف

حل ترکیب:۔کلھا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ منصوب خبر با جار تقدیر مضاف فی بتاویل ھذا اللفظ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق منصوب کے۔

مصنف وغیرہ کے کہ ان کے ہاں مفعول فیہ کے منصوب ہونے کیلئے تقدیر فی شرط ہے مفعول فیہ ہونے کیلئے شرط نہیں۔

وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَالَايَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔اورظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اوروہ بھی منصوب ہوتے ہیں فی کومقدر کرنے کے ساتھ جیسے جَلَسْتُ خَلْفَکَ و أمامَکَ اور محدوداوروہ وہ ہے کہ نہیں ہوتے منصوب فی کومقدر کرنے کے ساتھ بلکہ ضروری ہے فی کوذکر کرنا ان میں جیسے جلست فی الدار وفی السوق و فی المسجد۔

تشریح:۔ظروف مکان بھی ظروف زمان کی طرح دوقسم پر ہیں ایک قسم مبہم جن کیلئے کوئی حد متعین نہ ہو جیسے خلف بمعنی پیچھے۔اب کسی چیز کے پیچھے والی جگہ یا مکان کی کوئی حد متعین نہیں۔پیچھا غیر متناہی چلا جاتا ہے اَمام بمعنی آگے کسی چیز کے سامنے کی بھی حد متعین نہیں اور ظروف مکان مبہم بھی بتقدیر فی منصوب ہوتے ہیں کیونکہ یہ ظروف زمان مبہم پر محمول ہیں کیونکہ دونوں وصف ابہام میں مشترک ہیں لھٰذا ظرف مکان مبہم کا وہی حکم ہوگا جو ظرف زمان مبہم کا ہے بتقدیر فی منصوب ہونگے جیسے جلست خلفک اصل میں تھا فی خلفک (میں بیٹھا تیرے پیچھے) فی کومقدر کر کے خلفک کو منصوب پڑھا گیا جلست امامک اصل میں تھا جلست فی امامک (بیٹھا میں تیرے آگے) فی کومقدر کر کے امامک کو منصوب پڑھا گیا۔ظروف مکان مبہم یہ ہیں امام خلف فوق تحت یمین و شمال۔دوسری قسم ظروف مکان محدود جن کی حد متعین ہو جیسے دار مسجد سوق وغیرہ یہ بتقدیر فی منصوب نہیں ہوتے بلکہ لفظ فی کوذکر کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے یہ مجرور ہونگے وجہ یہ ہے کہ ان کی ظروف زمان مبہم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ذات اور وصف میں مختلف ہیں وہ زمان ہیں یہ مکان ہیں وہ مبہم ہیں یہ محدود ہیں لھٰذا ظروف مکان محدود کوظروف زمان مبہم پر محمول کر کے فی کومقدر کر کے منصوب پڑھنا درست نہیں بلکہ فی مذکور ہوگا اور یہ اس کی وجہ سے مجرور ہونگے جیسے جلست فی الدار (بیٹھا میں گھر میں) جلست فی السوق (بیٹھا میں بازار میں) جلست فی المسجد (بیٹھا میں مسجد میں)۔

حل ترکیب:۔ظروف المکان مبتدأ کذٰلک جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہوکر خبر مبہم خبر مبتدأ محذوف احدھما کی محدود خبر مبتدأ محذوف ثانیھما کی ھو مبتدأ منصوب خبر ایضا مفعول مطلق آض فعل مقدر کا با حرف جار تقدیر مضاف فی بتاویل ھٰذا اللفظ مضاف الیہ پھر جار مجرور ظرف لغو متعلق منصوب کے جلست فعل بفاعل خلفک مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ھو مبتدأ ما موصولہ لا نافیہ یکون فعل ناقص ھو ضمیر اس کا اسم منصوبا خبر بتقدیر فی جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق منصوبا کے بل عاطفہ لانفی جنس بد اسم من ذکر فی جار مجرور ظرف مستقر خبر۔فیہ جار مجرور ظرف لغو متعلق ذکر مصدر کے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ لَه هُوَ اِسْمٌ مَا لِاَجْلِهِ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَه وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُه تَادِيْبًا اَیْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدْ تُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ

ترجمہ:۔ مفعول لہ نام ہے ایسی چیز کا جس کی وجہ سے ایسا فعل واقع ہو جواس سے پہلے مذکور ہواور یہ منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر کرنے کیوجہ سے جیسے ضربته تادیبا ای للتادیب (مارا ہے میں نے اس کو ادب سکھانے کیلئے) اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ (بیٹھا ہوں میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے)

تشریح:۔ مفاعیل خمسہ میں سے چوتھی قسم مفعول لہ ہے مفعول لہ نام ہے اس چیز کا جس کے حاصل کرنے کیلئے یا جس کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جواس سے پہلے مذکور ہے جیسے ضربته تادیبا میں تادیبا مفعول لہ ہے جس کے حاصل کرنے کیلئے وہ فعل ضرب واقع ہوا جواس سے پہلے مذکور ہے (فعل سے لغوی فعل یعنی حدث ومعنی مصدری مراد ہے فعل اصطلاحی مراد نہیں جو اسم و حرف کے مقابل ہے)

فوائد قیود: اسم ما درجۂ جنس میں ہے سب مفاعیل کو شامل ہے لاجله الخ فصل ہے اس سے باقی تمام مفاعیل خارج ہو گئے کیونکہ ان کی وجہ سے فعل مذکور نہیں کیا جاتا پھر فعل کبھی حقیقۃً مذکور ہوتا ہے جیسے ضربته تادیبا کبھی حکماً مذکور ہوتا ہے حقیقۃً مقدر ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا لِمَ ضَرَبْتَ زَيْدًا (آپ نے زید کو کیوں مارا) اسکے جواب میں وہ کہتا ہے تادیبا (ادب سکھانے کیلئے) اصل میں ضربته تادیبا تھا سوال کے قرینہ سے ضربته فعل کو مقدر کیا گیا۔

وینصب الخ:۔ یعنی مفعول لہ بتقدیر لام جارہ منصوب ہوتا ہے تو گویا اس کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو اگر لام لفظوں میں مذکور ہوگا تو مفعول لہ مجرور ہوگا۔

فائدہ:۔ مصنف کے قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ مفعول لہ دو قسم پر ہے ایک وہ جس میں لام مقدر ہو اس وقت یہ منصوب ہوگا دوسرا وہ کہ جس میں لام مذکور ہو اس وقت وہ مجرور ہوگا پس مفعول فیہ کی طرح یہاں بھی مصنف کے نزدیک لام کو مقدر کرنا صحت نصب کیلئے

حل ترکیب:۔ ال بمعنی الذی اسم موصول مفعول اسم مفعول صیغہ صفت لہ جار مجرور نائب فاعل شبہ جملہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر مبتدأ۔ پھر ھو مبتدأ اسم مضاف ما موصولہ لام جارہ اجل مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یقع کے یقع فعل الفعل موصوف ال بمعنی الذی اسم موصول مذکور صیغہ صفت اسم مفعول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل قبلہ مفعول فیہ مذکور کا صیغہ صفت اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر صلہ موصول صلہ ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر فاعل ہے یقع کا، یقع فعل اپنے فاعل و متعلق مقدم سے ملکر صلہ ہے ما موصولہ کا، موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ اسم مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے المفعول لہ مبتدأ کی ۔ ینصب فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل، باجار، تقدیر اللام مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق ینصب کے ضربت فعل بفاعل، ہ ضمیر مفعول بہ، تادیبا مفعول لہ، ای حرف تفسیر للتادیب تفسیر ہے تادیبا کی قعدت فعل بافاعل عن الحرب جار مجرور متعلق قعدت کے جبنا مفعول لہ۔ ای حرف تفسیر للجبن تفسیر ہے جبنا کی ۔

شرط ہے نہ کہ صحت مفعول لہ کیلئے جمہور کے ہاں مفعول لہ کی صحت کیلئے لام کا مقدر ہونا شرط ہے اگر لام مذکور ہے تو وہ مفعول لہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے بواسطہ حرف جر۔

ضربته تادیبًا ای للتادیب :۔ یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جسکو حاصل کرنے کیلئے وہ فعل ضرب واقع ہوا جو اس سے پہلے مذکور ہے کیونکہ عموما بغیر ضرب کے ادب حاصل نہیں ہوتا قعدت عن الحرب جبنا اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے موجود ہونے کے سبب سے وہ فعل قعود واقع ہوا جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

وَعِنْدَ الزُّجَاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُه اَدَّبْتُه تَادِيْبًا وَجَبُنْتُ جُبْنًا (۱)

ترجمہ: اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اصل اس کی ادبته تادیبا (ادب سکھلایا میں نے اس کو ادب سکھلانا) اور جبنت جبنا ہے (بزدل ہوا میں بزدل ہونا)۔

تشریح:۔ جمہور کے ہاں تو مفعول لہ مستقل معمول ہے مگر زجاج کے ہاں مستقل معمول نہیں بلکہ مفعول مطلق ہے من غیر لفظه یعنی فعل مذکور کے مغایر ہو کر اسی کا مفعول مطلق ہے چنانچہ زجاج کے ہاں ضربته تادیبا کا معنی ہے ادبته بالضرب تادیبا (ادب سکھلایا میں نے اس کو مارنے کے ساتھ ادب سکھلانا) اور قعدت عن الحرب جبنا کا معنی ہے جَبُنْتُ فِي الْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا (بزدل ہوا میں لڑائی سے بیٹھ جانے میں بزدل ہونا) مگر زجاج کا یہ قول درست نہیں کیونکہ تاویل کر کے ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول قسم ختم ہو کر ثانی بن جائے ورنہ تو تاویل سے حال مفعول فیہ ہو جائیگا حالانکہ دونوں مستقل قسمیں ہیں مثلاً جاء زیدٌ راکبًا میں راکبا حال ہے (آیا زید اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اس میں تاویل کر کے جاء زیدٌ فی وقت الرکوب والا معنی کیا جا سکتا ہے (آیا زید سوار ہونے کے وقت میں)

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَه هُوَمَايُذْكَرُبَعْدَالْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمَصَاحِبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ (۲)

ترجمہ:۔ مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات (آئی سردی جبوں کے ساتھ) اور جئت انا وزیدا (آیا میں زید کے ساتھ)

---

(۱) حل ترکیب:۔ عند الزجاج مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم ہے مصدر کا ھو مبتدأ مصدر خبر۔ تقدیرہ مبتدأ ادبتہ تادیبا جملہ بتاویل ھذا الترکیب معطوف علیہ جبنت جبنا جملہ معطوفہ سے ملکر خبر۔

(۲) حل ترکیب:۔ المفعول معہ ال بمعنی الذی اسم موصول مفعول اسم مفعول صیغہ صفت معہ نائب فاعل شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ ملکر مبتدأ ھو پھر مبتدأ ما موصولہ یذکر فعل مجہول ھو ضمیر مستتر نائب فاعل بعد مضاف الواؤ موصوف باجار معنی مضاف مع مضاف الیہ مضاف مع مضاف الیہ مضاف الیہ سے ملکر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تشریح:۔ مفاعیل خمسہ میں سے پانچویں قسم مفعول معہ ہے مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو بوجہ مصاحب وساتھی ہونے اسکے معمول فعل کے خواہ معمول فعل فاعل ہو جیسے جاء البرد والجبات تو الجبات مفعول معہ ہے کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور جاء فعل کے معمول فاعل یعنی البرد کا مصاحب وساتھی ہے بحیثیت والے فعل میں جئت انا وزیداً (آیا میں ساتھ زید کے) اس مثال میں زید مفعول معہ ہے کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور جئت کے معمول ت ضمیر جو کہ فاعل ہے اس کے ساتھ بحیثیت والے فعل میں شریک ہے اور مثال استوی الماء والخشبۃ (برابر ہو گیا پانی لکڑی کے ساتھ) اس مثال میں الخشبۃ مفعول معہ ہے کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور فعل استوی کے معمول فاعل یعنی الماء کا مصاحب ہے برابری والے فعل میں دونوں مشترک ہیں یا وہ معمول مفعول بہ ہو جیسے کفاک وزیدا درھمٌ (کافی ہے تجھے ساتھ زید کے ایک درہم) اس مثال میں زید امفعول معہ ہے کیونکہ واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور کفی فعل کے معمول ك ضمیر جو کہ مفعول بہ ہے اس کے ساتھ یہ شریک ہے کہ ایک درہم دونوں کیلئے کافی ہے۔

فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالْعَطْفُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَوْزَيْدٌ

ترجمہ:۔ پس اگر ہو فعل لفظی اور جائز ہو عطف تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں نصب اور عطف جیسے جئتُ انا وزیدًا اوزیدٌ (آیا میں ساتھ زید کے)

تشریح:۔ اگر مفعول معہ کا فعل ناصب لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز ہو یعنی عطف سے کوئی مانع نہ ہو تو اس وقت مفعول معہ میں دو وجہیں جائز ہیں ایک تو نصب بناء بر مفعولیت کے دوسرے عطف کیونکہ ان دونوں وجہوں میں سے کسی کیلئے کوئی مانع نہیں جیسے جئت انا وزیدا اس مثال میں جئت فعل لفظی ہے اور واؤ کے مابعد زید کا ت ضمیر بارز مرفوع متصل پر عطف جائز

(بقیہ حاشیہ سابقہ) مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر الکائنۃ کے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ بعد مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یذکر فعل مجہول کا لام جار مصاحبۃ مضاف معمول الفعل مضاف الیہ ہو کر مفعول بہ اور ہ ضمیر راجع بسوئے مفعول معہ ہو کر فاعل ہے جو کہ متروک ومحذوف ہے مصاحبۃ اپنے فاعل ومضاف الیہ مفعول بہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یذکر کے پھر یذکر صلہ ہے ما موصولہ کا۔ موصولہ الخ خبر ہے ھو مبتدأ کی پھر جملہ اسمیہ خبر ہے المفعول معہ مبتدأ کی جاء فعل البرد فاعل واؤ بمعنی مع الجبات مفعول معہ جئت فعل بفاعل انا ضمیر تاکید واؤ بمعنی مع زید امفعول معہ۔

حل ترکیب۔ فالتفسیر یہ ان حرف شرط کان فعل ناقصہ یا تامہ بمعنی حصل الفعل کان ناقصہ کا اسم یا کان تامہ کا فاعل لفظا بمعنی لفظیا کان ناقصہ کی خبر یا کان تامہ کیصورت میں بمعنی ملفوظا ہو کر الفعل سے حال پھر کان ناقصہ اپنے اسم وخبر سے ملکر یا کان تامہ اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ جاز العطف معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط یجوز فعل فیہ ظرف لغو متعلق ہے یجوز کے الوجھان مبدل منہ النصب والعطف معطوف علیہ معطوف سے ملکر بدل مبدل منہ بدل سے ملکر فاعل یا النصب خبر ہے احدھما مبتدأ محذوف کی العطف خبر ہے ثانیھما مبتدأ محذوف کی یا مفعول بہ ہیں اعنی فعل محذوف کا یجوز اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جزاء۔

ہے کیونکہ جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع منفصل سے تو اس پر عطف جائز ہوتا ہے اور یہاں انا ضمیر منفصل تاکید ہے لھذا عطف جائز ہے تو اب زید کو بنا بر مفعول معہ کے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور ت ضمیر متصل پر عطف ڈال کر مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاِنْ لَمْ یَجُزِ الْعَطْفُ تَعَیَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَیْدًا(۱)

ترجمہ:۔اور اگر نا جائز ہو عطف تو متعین ہے نصب جیسے جئت وزیدا (آیا میں ساتھ زید کے)

تشریح:۔اگر واؤ کے مابعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز نہ ہو تو اس وقت بناء بر مفعول معہ کے نصب متعین ہے کیونکہ اس وقت کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی جیسے جئت وزیدا اس مثال میں عطف نا جائز ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ اسم ظاہر کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر اس وقت جائز ہوتا ہے جب اس کی تاکید ضمیر مرفوع منفصل سے ہو رہی ہو اور یہاں ت ضمیر متصل کی تاکید نہیں لائی گئی لہذا زید کا ت ضمیر متصل پر عطف نا جائز ہے۔

وَاِنْ کَانَ الْفِعْلُ مَعْنًی وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَیَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَالِزَیْدٍ وَعَمْرٍو(۲)

ترجمہ:۔اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرو

تشریح:۔اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا فعل ہو جو لفظوں میں موجود نہیں لیکن لفظ سے مستنبط ہو رہا ہے سمجھا جا رہا ہے اور واؤ کے مابعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز ہے (یعنی عطف سے کوئی مانع نہیں) تو اسوقت عطف متعین ہوگا اس وقت نصب مفعول معہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں جیسے مالزید وعمرو اس مثال میں عمرو منصوب بناء بر مفعول معہ نہیں ہوگا بلکہ زید پر معطوف ہو کر مجرور ہوگا کیونکہ فعل معنوی عامل ضعیف ہے اور ہے بھی مخفی خلاف ظاہر اور لزید میں لام جار عامل قوی ہے کیونکہ لفظی ہے اور ظاہر ہے تو عامل لفظی قوی ظاہر کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف مخفی پوشیدہ کو عمل دینا جائز نہیں لہذا عمر و زید پر معطوف ہو کر لام جارہ کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

وَاِنْ لَمْ یَجُزِ الْعَطْفُ تَعَیَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَالَکَ وَزَیْدًا وَمَاشَأْنُکَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰی مَا تَصْنَعُ (۳)

ترجمہ:۔اور اگر عطف جائز نہیں تو نصب متعین ہے جیسے مالک وزیدا لخ۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ان حرف شرط لم جازمہ جحدیہ یجز فعل العطف فاعل یہ جملہ شرط اور تعین النصب جزاء۔

(۲) حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان یہاں تامہ بمعنی وجد وحصل الفعل اس کا فاعل معنی تمیز یا حال ہو کر منصوب فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ جاز العطف معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر شرط اور تعین العطف جزا نحو مضاف ما استفہامیہ مبتدا لام جار زید وعمرو معطوف علیہ معطوف سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر خبر۔

(۳) حل ترکیب:۔ان حرف شرط لم یجز العطف شرط اور تعین النصب جزاء۔

تشریح:۔ اگر مفعول معہ کا عامل فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس وقت نصب متعین ہے مفعول معہ ہونے کی وجہ سے اس وقت عامل ضعیف خفی کو ہی عمل دیں گے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی جیسے مالک وزیدا ماشانک وعمرا دونوں مثالوں میں زید اور عمرو کا عطف ك ضمیر متصل پر ناجائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادہ جار (خواہ وہ جار حرف جر ہو یا مضاف ہو) جائز نہیں ہے اور یہاں زید اور عمرو میں جار کا اعادہ نہیں ہے لہذا یہاں عطف ممتنع ہے۔ اگر دوسری مثال میں عمرو کا عطف شانک پر ڈالیں تو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس وقت خلاف مقصود لازم آئے گا مقصود تو مخاطب اور عمرو کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات سے اگر شانک پر عطف ہو تو ایک کی شان اور دوسرے کی ذات سے سوال ہوگا کیونکہ اس وقت معنی ہوگا کیا شان وحال ہے تیرا اور کیا ہے عمرو اور یہ معنی خلاف مقصود ہے مصنف یہاں دو مثالیں لائے ہیں ایک مثال مجرور بحرف الجر کی اور دوسری مجرور بالمضاف کی۔

لِاَنَّ الْمَعْنٰی الخ:۔ سے ان مثالوں میں فعل کے معنوی ہونے کی دلیل ہے کہ مالک و زید اور ما شانک و عمرا میں مفعول معہ کا عامل فعل لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے کیونکہ ما استفہامیہ ہے اور استفہام اکثر فعل کا ہوتا ہے لھذا اس سے فعل سمجھا جا رہا ہے تو مالکَ وَزَیْدًا کے معنی ہیں ماتصنعُ و زیدًا (کیا کرتا ہے تو ساتھ زید کے) اور ماشانُکَ وَعَمْرًا کے معنی ہیں کہ ما تصنعُ و عمرًا (کیا کرتا ہے تو ساتھ عمرو کے) اسی طرح ما لزید و عمرو کے معنی ہیں کہ ما یصنعُ زیدٌ و عمرٌو (کیا کرتا ہے زید اور عمرو)

فَصْلٌ اَلْحَالُ لَفْظٌ یَدُلُّ عَلٰی بَیَانِ هَیْئَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ کِلَیْهِمَا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا وَضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِیْتُ عَمْرًا رَاکِبَیْنِ

ترجمہ:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ھیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے جاء نی زید راکبا (آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ وہ سوار تھا) اور ضربت زید مشدودا (مارا میں نے زید کو اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) اور لقیت عمرو راکبین (ملا میں عمرو کو اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے)

تشریح:۔ منصوبات کی چھٹی قسم حال ہے حال کا لغوی معنی برگشتن (پھرنا) اور بمعنی صفت وشان بھی آتا ہے کیف حالک یعنی

حل ترکیب:۔ الحال مبتدأ لفظ موصوف یدل فعل ھو فاعل علی جار بیان مضاف ھیئۃ مضاف الیہ ہو کر مضاف الفاعل معطوف علیہ او عاطفہ ال بمعنی الذی اسم موصول مفعول اسم مفعول صیغہ صفت بہ جار مجرور نائب فاعل شبہ جملہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر معطوف او عاطفہ کلیھما معطوف معطوف علیہ معطوفات سے ملکر مضاف الیہ ہوا ھیئۃ مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مضاف الیہ ہے بیان مضاف کا' بیان مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یدل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر صفت لفظ موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر۔

کیف شانک و صفتک۔اورحال موجودہ زمانے کوبھی کہتے ہیں۔اصطلاحی معنی حال وہ لفظ ہے جوفقط فاعل یافقط مفعول بہ یا دونوں کی حالت پر دلالت کرے صدور فعل یاوقوع فعل میں یعنی فاعل سے جب فعل صادر ہوااس وقت اس کی کیا حالت تھی یا مفعول پر جب فعل واقع ہوااس وقت اسکی کیا حالت تھی یادونوں کی کیا حالت تھی جیسے جاء نی زید راکبا میں راکبا حال ہے زید ذوالحال ہے راکبا نے بتلایا کہ زید کا آنا سواری کی حالت میں تھا ضربت زیدا مشدودا میں مشدودا حال ہے زیدا ذوالحال ہے مشدودا نے بتلایا کہ جب زید پر مار پڑی تو وہ بندھا ہوا تھا لقیت عمرا راکبین میں راکبین حال ہے ت ضمیر متکلم فاعل اورعمر مفعول بہ دونوں ذوالحال ہیں راکبین نے بتلایا کہ دونوں کی ملاقات حالت رکوبیت میں ہوئی۔

فوائد قیود:۔تعریف میں لفظ درجہ جنس میں ہے معرّف اور غیر معرّف تمام الفاظ کو شامل ہے هیئة کا لفظ فصل اول ہے اس سے تمیز خارج ہوگئی کیونکہ تمیز ھیئت وحالت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے جیسے عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا (میرے پاس بیس درھم ہیں) درھما نے عشرون کی ذات مبہم پر دلالت کی ہے (اس کی وضاحت کی ہے) پھر ھیئت کی اضافت ہے الفاعل اوالمفعول بہ کی طرف یہ دوسرا فصل ہے اس سے وہ چیز خارج ہوگئی جو فاعل ومفعول بہ کی ھیئت پر دلالت نہ کرے بلکہ کسی اور چیز کی ھیئت اور حالت بتلائے جیسے مبتدأ کی صفت مثلاً زَیْدٌ اَلْعَالِمُ اَخُوْكَ (زید عالم تیرا بھائی ہے) العالم صفت ہے زید کی اس کی حالت بتلا رہی ہے زید نہ فاعل ہے نہ مفعول ہے بلکہ مبتدأ ہے۔

سوال:۔حال کبھی مفعول مطلق اور مفعول معہ اور مضاف الیہ سے بھی ہوتا ہے جیسے ضربت الضرب شدیدا (مارا ہے میں نے مارنا اس حال میں کہ وہ مارنا سخت تھا) شدیدا الضرب مفعول مطلق سے حال ہے جاء زید و عمرا راکبا (آیا زید ساتھ عمرو کے اس حال میں کہ عمرو سوار تھا) راکبا عمرا مفعول معہ سے حال ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا (بلکہ ہم تابعداری کرتے ہیں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ملۃ کی اس حال میں کہ وہ ابراھیم علیہ السلام باطل سے اعراض کر کے حق کی طرف میلان کرنے والے تھے) حنیفا حال ہے ابراھیم سے جو کہ مضاف الیہ ہے۔

جواب:۔فاعل اور مفعول بہ سے مراد عام ہے حقیقی ہوں یا حکمی اول مثال میں مفعول مطلق اگر چہ حقیقۃً مفعول بہ نہیں لیکن حکماً مفعول بہ ہے اس لئے کہ ضربتُ الضربَ شدیدًا کا معنی اَحْدَثْتُ الضَّرْبَ شَدِیْدًا ہے (میں نے پیدا کیا ضرب کو اس حال میں کہ سخت تھی) احدثت فعل بفاعل الضرب مفعول بہ ہے شدیدا اس سے حال ہے۔اسی طرح مفعول معہ اگر فاعل کا ساتھی ہے تو حکماً فاعل ہے اور اگر مفعول بہ کا ساتھی ہے تو حکماً مفعول بہ ہے۔اسی طرح مضاف الیہ سے حال اس وقت ہوتا ہے جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو پھر اس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح ہو جیسے یہاں ملۃ مفعول بہ ہے نتبع کا اور اس کو حذف کر کے ابراھیم مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح ہے معنی فاسد نہیں ہوتا اب یوں معنی ہوگا بلکہ ہم تابعداری کرتے ہیں ابراھیم علیہ السلام کی ایسے مضاف الیہ سے حال بنانا گویا خود مضاف فاعل یا مفعول بہ سے حال بنانا ہوا۔

وَقَدْيَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ نِ اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَ كَذَاالْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ اَوْمَعْنٰى فِعْلٍ

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی ہوتا ہے فاعل معنوی جیسے زید فی الدار قائما اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقر فی الدار قائما (زید مستقر ہے دار میں اس حال میں کہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) اور اسی طرح مفعول بہ جیسے ھذا زید قائما پس تحقیق اسکا معنی ہے المشار الیہ قائما ھو زید (وہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے وہ زید ہے) اور عامل حال میں فعل ہے یا معنی فعل ہے۔

تشریح:۔اس عبارت سے مصنف نے اشارہ کیا کہ فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہوں خواہ معنوی ہوں فاعل لفظی اور مفعول بہ لفظی سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت لفظ کلام سے سمجھی جاتی ہو لفظ سے خارج کسی چیز کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہ ہو اور فاعل اور مفعول بہ ملفوظ ہوں جیسے جاء زید راکبا وغیرہ زید کا فاعل ہونا لفظ کلام سے سمجھا جارہا ہے اور فاعل ملفوظ ہے اسی طرح بقیہ مثالیں۔اور معنوی سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظی کے خلاف ہو۔پھر اس کی دو صورتیں ہیں (۱) فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت لفظ کلام سے سمجھی تو جائے لیکن وہ فاعل یا مفعول بہ خود ملفوظ نہ ہو بلکہ مقدر ہو (۲) فاعل اور مفعول بہ نہ تو خود ملفوظ ہوں اور نہ ہی لفظ کلام سے فاعل کی فاعلیت اور مفعول بہ کی مفعولیت سمجھی جاتی ہو بلکہ کسی خارجی چیز کے اعتبار کرنے سے سمجھی جائے۔

اول صورت کی مثال:۔زید فی الدار قائما (زید ثابت ہے گھر میں درانحالیکہ کھڑا ہونے والا ہے) زید مبتدأ ہے فی الدار جار مجرور ظرف مستقر متعلق ہے استقر فعل محذوف کے۔استقر فعل ھو ضمیر راجع بسوئے زید ذوالحال قائما حال ذوالحال حال سے ملکر فاعل فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر خبر۔اس مثال میں قائما استقر کی ضمیر سے حال ہے جو کہ ملفوظ نہیں بلکہ مقدر ہے لفظ کلام سے اس کی فاعلیت سمجھی جارہی ہے کیونکہ فی الدار کا متعلَّق استقر مقدر ہے جو فی الدار کے لفظ سے سمجھا جارہا ہے اور استقر سے ھو ضمیر فاعل سمجھی جارہی ہے مگر اس کا تلفظ نہیں ہورہا۔

دوسری صورت کی مثال:۔ھذا زیدٌ قائماً (یہ زید ہے درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) یہ مثال مفعول بہ معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے لفظوں کے اعتبار سے ترکیب یہ ہے کہ ھذا مبتدأ زید اس کی خبر۔لیکن ھا حرف تنبیہ اور ذا اسم اشارہ سے جو معنی تنبیہ اور

حل ترکیب:۔قد حرف تحقیق برمضارع برائے تقلیل یکون فعل ناقص الفاعل اسم معنویا خبر لام جارہ ان حرف معناہ اسم زید استقر فی الدار اس کی خبر کذا خبر مقدم المفعول بہ مبتدأ مؤخر۔ان حرف معناہ اسم المشار الیہ الخ میں ال بمعنی الذی اسم موصول مشار اسم مفعول صیغہ صفت الیہ جار مجرور نائب فاعل شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ ملکر مبتدأ قائما حال ضمیر سے ھو زید مبتدأ خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر المشار الیہ مبتدأ کی خبر۔العامل موصوف فی الحال ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہوکر صفت، موصوف صفت سے ملکر مبتدأ فعل معطوف علیہ معنی فعل معطوف سے ملکر خبر۔

معنیٰ اشارہ سمجھے جارہے ہیں اس معنیٰ تنبیہ اور اشارے کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے اور قائما اس سے حال ہے گویا اصل عبارت یوں ہوگی اُشِیْرُ اِلٰی زَیْدٍ وَاُنَبِّهُ عَلٰی زَیْدٌ قَائِمًا (میں اشارہ کرتا ہوں زید کی طرف اور تنبیہ کرتا ہوں زید پر درانحالیکہ وہ کھڑا ہونے والا ہے) پس زید بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ معنوی ہے اور قائما اس سے حال ہے اس مثال میں مفعول بہ مفعول بہ کی حیثیت سے نہ خود ملفوظ ہے اور نہ ہی لفظ کلام سے اس کی مفعولیت سمجھی جارہی ہے ہاں البتہ کلام کے چلاؤ سے اس کا مفعول بہ نا سمجھا جارہا ہے کیونکہ لفظ ھذا سے تو مطلق تنبیہ اور مطلق اشارہ سمجھا جاتا ہے اس اعتبار سے تو زید مفعول بہ نہیں بنتا مگر وہ اشارہ اور وہ تنبیہ جو متکلم کی طرف منسوب ہے جس کی وجہ سے زید مفعول بہ بنتا ہے وہ فحوائے کلام یعنی کلام کے چلاؤ سے سمجھا جارہا ہے۔لھذا یہ مفعول بہ معنوی کی دوسری صورت ہے۔

وَالْعَامِلُ فِی الْحَالِ الخ:۔یعنی حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو یا معنیٰ فعل ہوتا ہے معنیٰ فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، ظرف، جار مجرور، اسمائے افعال اور ہر وہ چیز ہے جس سے فعل کے معنیٰ سمجھے جائیں جیسے حرف نداء، حرف تنبیہ، اسم اشارہ، تمنی، ترجی وغیرہ جیسے ھٰذا زیدٌ قائماً سے اُنَبِّه و اُشِیْرُ سمجھا جاتا ہے یا زید قائما سے اَدْعُوْ اَطْلُبُ سمجھا جاتا ہے وغیر ذلک۔

وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُوالْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَيْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِیْ حَالَةِ النَّصْبِ فِیْ مِثْلِ قَوْلِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا

ترجمہ:۔اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں امثلہ مذکورہ میں پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو واجب ہے مقدم کرنا حال کو اس پر جیسے جاء نی راکبا رجل تاکہ نہ ملتبس ہو جائے حال صفت کے ساتھ حالت نصب میں تیرے قول رأیت رجلا راکبا کی مثل میں۔

تشریح:اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے کیونکہ حال حقیقت میں خبر ومحکوم بہ ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے کیونکہ ذوالحال حقیقت میں محکوم علیہ ومبتدأ ہے اور محکوم علیہ میں اصل معرفہ ہونا ہے لیکن غالبا کے لفظ سے معلوم ہوا کہ کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے

حل ترکیب:۔الحال مبتداء نکرۃ خبر ابدا مفعول فیہ نکرۃ کا ذوالحال مبتدأ معرفۃ خبر غالبا مفعول فیہ یا حال یا منصوب بنزع الخافض کاف جارہ ما موصولہ رأیت فعل بفاعل فی الامثلۃ المذکورۃ ظرف لغو متعلق رأیت کے پھر موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہوکر خبر مبتدأ محذوف ھذا کی فاتفریعیہ ان حرف شرط کان فعل ناقص ذوالحال اسم نکرۃ خبر جملہ فعلیہ شرط یجب تقدیم الحال علیہ جملہ فعلیہ جزاء لام جارہ ان مصدریہ ناصبہ لاتلتبس فعل ھی ضمیر فاعل بالصفۃ متعلق فی حالۃ النصب دوسرا متعلق فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر بتاویل مصدر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یجب کے۔

فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً الخ:۔ پس اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہوتو اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے ورنہ ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے التباس ہو جائے گا جیسے رأیت رجلا راکبا (دیکھا ہے میں نے رجل کو دراں حالیکہ وہ سوار تھا) اس مثال میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا رجلا کی صفت ہو کیونکہ دونوں نکرہ منصوب ہیں مطابقت موجود ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حال ہو لہذا اگر حال بنانا ہے تو راکبا کو رجلا پر مقدم کریں گے تا کہ حال کا صفت سے التباس نہ ہو کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی بخلاف حال کے کہ وہ ذوالحال پر مقدم ہوسکتا ہے جب حال کو ذوالحال پر مقدم کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حال ہے صفت نہیں پھر ذوالحال نکرہ کے منصوب ہونے کی صورت میں تو التباس کا خطرہ ہے اس لئے مقدم کیا جائے گا ذوالحال کے مرفوع ہونے کی صورت میں اگر چہ التباس کا خطرہ نہیں کیونکہ ذوالحال مرفوع ہے اور حال منصوب ہے تو اعراب میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے موصوف صفت نہیں بن سکتے مگر پھر بھی طرذا للباب یعنی موافقت پیدا کرنے کیلئے اس صورت میں بھی حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاء نی راکباً رجلٌ بخلاف حالت جر کے کہ اس صورت میں حال کو ذوالحال مجرور پر مقدم کرنا درست نہیں کیونکہ حال ذوالحال کے تابع ہوتا ہے اور مجرور کو جار پر مقدم کرنا جائز نہیں تو مجرور کے تابع کو بھی جار پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے لہذا مررتُ راکباً برجلٍ کہنا جائز نہیں۔

سوال:۔ حال کو صرف ذوالحال مجرور پر مقدم کریں حرف جار پر مقدم نہ کریں؟

جواب:۔ جار مجرور میں شدت اتصال ہے یہ بمنزلہ کلمہ واحد کے ہو چکے ہیں اگر حال کو صرف ذوالحال مجرور پر بغیر جار کے مقدم کرتے ہیں تو جار مجرور کے درمیان فاصلہ لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبْرِيَّةً نَحْوُجَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَغُلَامُه رَاكِبٌ اَوْيَرْكَبُ غُلَامُه وَمِثَالُ مَاكَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ اُنَبِّهُ وَاُشِيْرُ

ترجمہ:۔ اور کبھی کبھی ہوتا ہے حال جملہ خبریہ جیسے جاء نی زیدٌ و غلامُه راکبٌ (آیا ہے میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا) اور مثال اس کی کہ ہو اس کا عامل معنیٰ فعل مثل ھذا زید قائما کے کہ اس کا معنی ہے انبه و اشیر۔

تشریح:۔ حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے لفظ قد سے اشارہ کیا کہ اکثر تو حال مفرد ہوتا ہے کیونکہ حال حقیقت میں خبر ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو لیکن کبھی کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے خبریہ اسلئے کہا کہ جملہ انشائیہ حال واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ حال بمنزل خبر اور محکوم بہ

حل ترکیب:۔ قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل تکون فعل ناقص الحال اسم جملۃ خبریۃ موصوف صفت سے ملکر خبر مثال مضاف ما موصولہ کان فعل ناقص عاملھا اسم معنی الفعل خبر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا نحو ھذا زید قائما خبر معناہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدا انبہ و اشیر بتاویل ھذا اللفظ خبر۔

کے ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں ہو سکتا بغیر تاویل کے۔ [1]

وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَاتَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا

ترجمہ:۔اور کبھی حذف کیا جاتا ہے عامل بوقت قائم ہونے قرینہ کے جیسے آپ کہیں مسافر کو سالما غانما یعنی لوٹتا ہے تو اس حال میں کہ سلامتی والا ہے غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

تشریح:۔حال کے عامل ناصب کو کبھی حذف کر دیتے ہیں جب کہ اس کے حذف پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو جیسے مثلا کوئی مسافر سفر سے واپس آتا ہے تو آپ اس کو کہتے ہیں سالما غانما اصل میں تھا ترجع سالما غانما کیونکہ مسافر مخاطب کی سفر سے واپسی کی حالت بتلا رہی ہے کہ یہاں فعل ترجع محذوف ہے ترجع فعل انت ضمیر ذوالحال سالما حال غانما یا حال بعد حال ہے یا سالما کی صفت ہے قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے راکبا اس شخص کے جواب میں کہیں جس نے کہا کیف جئت تو کیسے آیا تو اب راکبا سے پہلے جئت فعل محذوف ہے اور اس کا قرینہ سائل کا سوال ہے۔

---

[1] فائدہ(۱):۔جملہ خبریہ مستقل ہے اور حال کا ذوالحال سے ربط ہوتا ہے لھذا اس جملہ خبریہ کو ذوالحال کے ساتھ ربط دینے کیلئے رابط ضروری ہے اور وہ رابط ضمیر اور واؤ ہے لھذا جب جملہ اسمیہ خبریہ حال واقع ہوگا تو اس میں ضمیر اور واؤ دونوں لائی جائیں گی کیونکہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی ہے تو رابط بھی قوی ہونا چاہیے جیسے جئت وانا راکب (آیا میں اس حال میں کہ میں سوار تھا) واؤ حالیہ انا ضمیر رابط ہیں اور کبھی رابطہ صرف واؤ ہوگا جیسے کنت نبیا وادم بین الماء والطین (تھا میں نبی اس حال میں کہ ادم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے) ادم مبتدا اور بین الماء والطین خبر پھر یہ جملہ اسمیہ حال ہے رابط واؤ ہے اور کبھی رابط صرف ضمیر ہوگی جیسے کلمتہ فوہ الی فی (میں نے اس سے کلام کی اس حال میں کہ اس کا منہ میرے منہ کی طرف تھا) فوہ مبتدا الی فی خبر پھر یہ جملہ اسمیہ حال ہے رابط یہاں فوہ کی ضمیر ہے اور اگر فعل مضارع حال ہو تو رابط صرف ضمیر ہوگی کیونکہ اس کی مشابہت اسم فاعل کے ساتھ ہے اسم فاعل حال ہو تو ربط کیلئے ضمیر ضروری ہے واؤ کو رابطہ کیلئے لانا جائز نہیں لھذا فعل مضارع میں بھی واؤ نہیں ہوگی بلکہ صرف ضمیر ہوگی جیسے جاءنی زید یرکب غلامہ اور اگر فعل ماضی ہو تو تینوں صورتیں درست ہیں واؤ ضمیر دونوں رابط ہوں گے اس کی مثال جیسے جاءنی زید ورکب غلامہ صرف واؤ کی مثال جاءنی زید ورکب الامیر صرف ضمیر کی مثال جاءنی زید رکب غلامہ۔

فائدہ(۲):۔ماضی مثبت جب حال واقع ہو تو اس کے شروع میں قد کا داخل کرنا ضروری ہے خواہ قد لفظوں میں موجود ہو یا مقدر ہو تاکہ ماضی کو حال کے قریب کر دے جیسے جاءنی زید قد رکب غلامہ (آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا غلام سوار تھا) قد مقدر کی مثال اذ جاءوکم حصرت صدورھم اصل میں تھا قد حصرت صدورھم (وہ آئے تمہارے پاس اس حال میں کہ ان کے سینے تنگ تھے)

حل ترکیب:۔قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل۔یحذف فعل مجہول العامل نائب فاعل لقیام قرینۃ ظرف لغو متعلق یحذف کے۔کاف جار ما موصولہ تقول فعل انت ضمیر فاعل للمسافر جار مجرور ظرف لغو متعلق تقول کے سالما غانما مفسر ای حرف تفسیر ترجع فعل انت ضمیر ذوالحال سالما حال غانما دوسرا حال یا صفت ہے سالما کی ذوالحال حال سے ملکر فاعل۔جملہ فعلیہ تفسیر۔مفسر تفسیر سے ملکر مقولہ ہے تقول کا تقول اپنے فاعل و متعلق و مقولہ سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہو کر خبر مبتدا محذوف مثالہ کی۔

فَصْلٌ اَلتَّمِيْيزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْوَزْنٍ اَوْمَسَاحَةٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّافِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُعِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنْوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا

ترجمہ:۔تمیز وہ اسم نکرہ ہے جوذ کر کیا جائے مقدار کے بعدیعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا انکے علاوہ اس چیز کے بعد جس میں ابہام ہودفع کرے اس ابہام کوجیسے عندی عشرون درهماالخ۔

تشریح:۔تمیز کا لغوی معنی جدائی کرنا جسکو جدا کیا جائے اسکو ممیَّز (اسم مفعول)اور جدا کرنے والے کو ممیِّز (اسم فاعل) کہتے ہیں اصطلاحی معنی تمیز وہ نکرہ ہے جومقدار کے بعد ذکر کیا جائے خواہ وہ مقدار عدد ہو یا کیل ہو یا وزن ہو یا مساحتہ ہو یا ان کے علاوہ کوئی ایسی چیز جس میں ابہام ہوجیسے مقیاس وہ نکرہ اس ابہام کودور کرے۔

فائدہ:۔مقدار وہ چیز ہوتی ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ لگایا جائے وہ چند چیزیں ہیں عدد کیل وزن مساحت مقیاس وغیرہ عدد کی مثال عندی عشرون درهما (میرے پاس بیس ہیں از روئے درہم کے)عشرون عدد ہے اس میں ابہام تھا معلوم نہ تھا کہ اس کا مصداق کیا چیز ہے بیس آدمی مراد ہیں یا غلام یا درہم یا دینار تو درهما نے اس ابہام کودور کیا کہ مصداق درہم ہے۔

سوال:۔عشرون تو متعین عدد کیلئے وضع کیا گیا ہے بیس سے کم اور زیادہ پر اسکا اطلاق نہیں ہوتا اس میں ابہام کیسے ہے؟

جواب:۔عدد سے مقصود وہ معدود ہے جس کوعدد کے ذریعے سے شمار کیا گیا ہے اس معدود میں ابہام ہے تو گویا عدد میں ابہام ہے۔

مثال کی ترکیب:۔عندی خبر مقدم عشرون اسم عدد مبہم ممیز اسم تام درهما تمیز ،ممیز اپنی تمیز سے ملکر مبتدأ مؤخر۔

کیل کی مثال:۔عندی قفیزان برا (میرے پاس دوقفیز ہیں از روئے گندم کے)قفیز ایک پیمانہ ہے جس سے گندم وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے قفیزان میں ابہام ہے کہ پتہ نہیں کونسی چیز اس کا مصداق ہے دوقفیز سے جوگندم، باجرہ یا جوار مراد ہے تو برا نے ابہام کودور کردیا کہ مراد گندم ہے۔وزن کی مثال:۔ عندی منوان سمنا (میرے پاس دوسیر ہیں از روئے گھی کے) منوان کے مصداق میں ابہام تھا سمنا نے دور کردیا۔مساحت (پیمائش) کی مثال:۔عِنْدِیْ جَرِيْبَانِ قُطْنًا

حل ترکیب۔التمیز مبتداء پھر ھومبتدأ نکرۃ موصوف تذکر فعل مجہول ھی ضمیر ذوالحال بعد مضاف مقدار مبین من جار عدد معطوف علیہ کیل ،وزن، مساحۃ معطوفات غیرذلک مبین من جار ماموصولہ فیہ خبر مقدم ابہام مبتدأ مؤخر۔مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر بیان ہے غیرذلک کا مبین بیان سے ملکر یہ بھی معطوف معطوف علیہ معطوفات سے ملکر جرور ن جار کا جار مجروز ظرف مستقر بیان ہے مقدار مبین کا مبین بیان سے ملکر مضاف الیہ بعد مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ تذکر فعل کا ترفع فعل ھی ضمیر راجع بسوئے نکرۃ فاعل ذلک الابہام موصوف صفت معطوف علیہ عطف بیان مبدل منہ بدل اسم اشارہ مشار الیہ ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ حال ھی ضمیر ذوالحال اپنے حال سے ملکر نائب فاعل فعل نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر خبر ھومبتدأ کی۔مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ہے التمیز مبتدأ کی

(میرے پاس دو جریب ہیں از روئے کپاس کے) جریبان تثنیہ ہے جریب کا جریب زمین ناپنے کا آلہ ہے۔

مقیاس کی مثال:۔ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا (کھجور پر اس کی مثل ہے از روئے مکھن کے) عرب کی عادت ہے کہ کھجور کی گٹھلی نکال کر اس کو مکھن کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔

فائدہ:۔ جب تمیز مقدار سے ابہام کو دور کرے یا غیر مقدار سے جسکا تذکرہ آگے آ رہا ہے تو اس وقت تمیز مفرد سے ابہام کو دور کرنے والی ہوتی ہے اور کبھی جملہ سے بھی ابہام کو دور کرتی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے جب مفرد مقدار یا غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے تو اس مفرد مقدار یا غیر مقدار کو اسم تام کہتے ہیں۔ اسم تام کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم ایسی حالت پر ہو کہ اس حالت کے ہوتے ہوئے کسی اور اسم کی طرف مضاف نہ ہو سکے اور یہ اسم تام تنوین سے یا نون تثنیہ سے یا نون جمع یا مشابہ جمع یا اضافت سے تام ہوتا ہے کیونکہ تنوین اور نون تثنیہ و جمع کے ہوتے ہوئے کسی اور اسم کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی اس طرح جب ایک مرتبہ مضاف ہو تو اس اضافت کے ہوتے ہوئے کسی اور اسم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا تنوین سے تام ہونے کی مثال عندی رطلٌ زیتاً نون تثنیہ کی مثال عندی قفیزانِ براً نون جمع کی مثال ھم الاخسرون اعمالاً نون مشابہ جمع کی مثال عندی عشرونَ درھماً اضافت کی مثال عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا مثلھا مضاف ہونے کے اعتبار سے اسم تام ہے جب تک یہ ضمیر کی طرف مضاف ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی اور اسم کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ پھر یہی اسم تام ہی تمیز کو نصب دیتا ہے کیونکہ جب کوئی اسم تنوین وغیرہ کے ذریعے سے تام ہو جاتا ہے تو اس کی مشابہت ہو جاتی ہے فعل کے ساتھ جس طرح فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہوتا ہے تو اسی طرح یہ اسم بھی ان مذکورہ چیزوں کے ساتھ تام ہوتا ہے تو یہ چیزیں بمنزل فاعل کے ہیں اور تمیز بمنزل مفعول کے جیسے فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ اسم بھی ان چیزوں کے ساتھ تام ہو کر تمیز کو نصب دیگا۔

فائدہ:۔ الف لام کیوجہ سے بھی اگرچہ اسم تام ہوتا ہے کیونکہ الف لام کے ہوتے ہوئے دوسرے اسم کیطرف مضاف نہیں ہو سکتا مگر الف لام شروع میں آتا ہے اور فعل کا فاعل فعل کے بعد ہوتا ہے تو الف لام والے اسم تام کی فعل کے ساتھ مشابہت نہیں لھذا یہ تمیز کو نصب نہیں دیگا۔

وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا

حل ترکیب:۔ واو عاطفہ یا استینا فیہ قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یکون فعل ناقص ھو ضمیر اسم عن غیر مقدار خبر ھذا مبتدأ خاتم مبہم ممیز حدیداً تمیز، ممیز تمیز سے ملکر خبر سوار ذھبا بھی ممیز تمیز سے ملکر بذریعہ عطف خبر ھذا مبتدأ کی فیہ ظرف متعلق مقدم ہے اکثر کا الخفض مبتدأ اکثر خبر۔ قد حرف تحقیق یقع فعل ھو ضمیر فاعل بعد الجملۃ مفعول فیہ لرفع الابہام ظرف لغو متعلق یقع کے عن نفسھا ظرف لغو متعلق رفع مصدر کے۔

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی تمییز ہوتی ہے غیر مقدار سے جیسے هٰذا خاتمٌ حديدًا و سوارٌ ذهبًا (یہ انگوٹھی ہے از روئے لوہے کے اور کنگن ہے از روئے سونے کے) اور اس میں جر اکثر ہے اور کبھی کبھی واقع ہوتی ہے جملہ کے بعد اس جملہ کی نسبت سے ابہام کو اٹھانے کیلئے جیسے طابَ زيدٌ نفسًا او علمًا اَوْ اَبًا (اچھا ہے زید از روئے ذات کے یا از روئے علم کے یا از روئے باپ کے)

تشریح:۔تمییز کبھی مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے هٰذا خاتم حديد اخاتم (تنوین کے ساتھ) اسم تام مفرد غیر مقدار ہے اس میں ابہام ہے کہ انگوٹھی کس جنس کی ہے سونے کی ہے چاندی کی یا لوہے کی تو حديدا نے اس ابہام کو دور کردیا اسی طرح سوار (تنوین کے ساتھ) اسم تام مفرد غیر مقدار ہے معلوم نہیں کہ کنگن کس جنس کا ہے سونے کا یا چاندی وغیرہ کا تو ذهبا نے اس ابہام کو دور کردیا اس تمییز میں جر اکثر ہے مفرد غیر مقدار مضاف ہوگا اور تمییز مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگی کیونکہ تمییز سے مقصود رفع ابہام ہے اور وہ جر کی صورت میں تخفیف کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ مفرد غیر مقدار مضاف ہوگا تو تنوین کے گرنے کی وجہ سے تخفیف حاصل ہوجائیگی۔اور تمییز کبھی جملہ یا شبہ جملہ کے بعد بھی واقع ہوتی ہے جملہ میں جو فعل یا شبہ فعل کی نسبت ہے فاعل یا مفعول کی طرف اس نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے طاب زيد نفسا (اچھا ہے زید از روئے نفس کے) طاب فعل کی جو نسبت ہے زید فاعل کی طرف اس نسبت میں ابہام تھا معلوم نہیں تھا کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے خود اپنے نفس اور ذات کے اعتبار سے اچھا ہے یا صفت علم کے اعتبار سے اچھا ہے یا باپ کے اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا نے ابہام کو دور کردیا کہ زید اپنے نفس کے اعتبار سے اچھا ہے۔ [1]

فَصْلُ اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ لَايُنْسَبُ اِلَيْهِ مَانُسِبَ اِلٰى مَاقَبْلَهَا

ترجمہ:۔مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں منسوب اس کی

---

[1] فائدہ:۔مصنف نے تین مثالیں پیش کی ہیں کیونکہ تمییز جب جملہ یا شبہ جملہ کے بعد واقع ہو تو اس کی اس وقت تین قسمیں ہیں یا تو اسم منتصب عنہ یعنی اسم تام مبہم ممیز کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید نفسا میں نفس سے مراد خود زید ہے یا منتصب عنہ اسم تام کے متعلق کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید علما میں علم کا زید سے تعلق ہے یہ متعلق زید ہے یا دونوں کا احتمال رکھے گی جیسے طاب زید ابا میں یہ بھی احتمال ہے کہ اب سے مراد خود زید ہو کہ وہ کسی کا باپ ہے اس اعتبار سے اچھا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد زید کا باپ ہو جو متعلق زید ہے مزید تشریح بڑی کتابوں میں ہے۔

حل ترکیب:۔المستثنیٰ مبتدأ لفظ موصوف یذکر فعل مجہول ہو ضمیر نائب فاعل بعد مضاف الا معطوف علیہ واخواتھا مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مضاف الیہ بعد مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یذکر کا لام تعلیلیہ یعلم فعل مجہول ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ہ ضمیر شان اسم لاینسب فعل مجہول الیہ ظرف متعلق لاینسب کے ما موصولہ نسب فعل مجہول ہو ضمیر نائب فاعل الی ماقبلھا ظرف متعلق نسب کے جملہ فعلیہ صلہ موصول صلہ سے ملکر نائب فاعل، لاینسب اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر خبر، ان اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مفرد نائب فاعل، یعلم فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر بتاویل مصدر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یذکر کے، یذکر فعل اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ و متعلق سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

طرف وہ چیز جو منسوب ہے اس کے ماقبل کی طرف۔

تشریح: مستثنیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے لغوی معنی نکالا ہوا، پھیرا ہوا۔ اصطلاحی معنی مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو الا اور اسکے اخوات کے بعد مذکور ہو تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں کیا گیا جو الا اور اسکے اخوات کے ماقبل کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اخوات سے مراد خَلاَ عَدَا مَا خَلاَ مَاعَدَا حَاشَا لَيْسَ لاَيَكُوْنُ وغیرہ ہیں الا اور اس کے اخوات سے پہلے والے لفظ کو مستثنیٰ منہ کہتے ہیں اور بعد والے لفظ کو مستثنیٰ کہتے ہیں جیسے جاء نی القومُ الا زیدًا (آئی ہے میرے پاس قوم مگر زید) جاء فعل نون وقایہ یا ضمیر متکلم مفعول بہ القوم مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء زیدا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر فاعل ہے جاء کا۔ اس مثال میں زید الا حرف استثناء کے بعد مذکور ہے جو حکم مجیت (آنیوالا) الا کے ماقبل یعنی القوم پر لگ رہا تھا الا کے ذریعے سے زید کو اس حکم سے نکالا گیا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَااُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّاوَاَخَوَاتِهَا نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّازَيْدًاا وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ اِلَّاوَاَخَوَاتِهَا غَيْرَمُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِه فِي الْمُسْتَثْنٰى مِنْه نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّاحِمَارًا

ترجمہ:۔ اور وہ دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو نکالا گیا ہو متعدد سے الا اور اس کے اخوات کے ذریعے جیسے جاء نی القوم الا زیدا یا منقطع اور وہ وہ ہے جو مذکور ہو الا اور اس کے اخوات کے بعد درانحالیکہ نہ نکالا گیا ہو متعدد سے بوجہ نہ داخل ہونے اس کے مستثنیٰ منہ میں جیسے جاء نی القوم الا حمارا۔

تشریح:۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔ متصل وہ ہے جس کو الا اور اس کے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو یعنی مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل تھا پھر الا اور اس کے اخوات کے ذریعے مستثنیٰ منہ کے حکم سے نکالا گیا جیسے جاء نی القوم الا زیدا۔ دوسرا قسم منقطع وہ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو درانحالیکہ اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو کیونکہ وہ متعدد یعنی مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہیں تھا پھر چاہے مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس میں ہو یا نہ ہو اول کی مثال جاء نی القومُ الا زیدا زیدا اس وقت مستثنیٰ منقطع ہوگا جب قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زید داخل نہ ہو اور اگر القوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زید بھی داخل ہے تو پھر یہ مستثنیٰ متصل ہوگا۔ جنس میں سے نہ ہونے کی مثال جاء نی القومُ الا حمارًا اس میں حمارا مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ الا کے

حل ترکیب:۔ هو مبتدأ علی قسمين خبر متصل خبر ہے مبتدأ محذوف احدهما کی یا بدل ہے قسمین سے یا مفعول بہ ہے اعنی فعل مقدر کا هو مبتدأ ما موصولہ اخرج فعل مجہول هو ضمیر نائب فاعل عن متعدد ظرف لغو متعلق اخرج کے با جار الا معطوف علیہ اخواتها معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مجرور، جار مجرور ظرف لغو متعلق اخرج کے پھر جملہ فعلیہ صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر۔ منقطع کا عطف ہے متصل پر هو مبتدأ ال بمعنی الذی اسم موصول مذکور اسم مفعول هو ضمیر نائب فاعل ذوالحال بعد الا واخواتها مفعول فیہ مذکور کا غیر مضاف مخرج اسم مفعول هو ضمیر نائب فاعل عن متعدد ظرف لغو متعلق مخرج کے لام جار عدم مضاف دخوله مضاف الیہ فی المستثنی منہ ظرف لغو متعلق دخوله کے، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور ظرف لغو متعلق مخرج کے، مخرج اپنے نائب فاعل و متعلقین سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر حال ہے مذکور کی هو ضمیر سے، مذکور اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر هو مبتدأ کی۔

بعد مذکور ہے اور القوم مستثنیٰ منہ سے اس کو نکالا نہیں گیا کیونکہ وہ القوم میں داخل ہی نہیں تھا اور نہ ہی قوم کی جنس میں سے ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْمُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْمُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ مَاجَاءَ نِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اَوْكَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَبَعْدَ مَاخَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَايَكُوْنُ نَحْوُ جَاءَ نِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا الخ كَانَ مَنْصُوْبًا

ترجمہ:۔ جان لیجئے کہ اعراب مستثنیٰ کا چار قسم پر ہے پس اگر ہو وہ مستثنیٰ متصل واقع ہو بعد الا کے کلام موجب میں یا منقطع ہو جیسے گزر چکا ہے یا مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ماجاء نی الا زیدا احد یا ہو خلا اور عدا کے بعد اکثر کے ہاں اور ما خلا اور ما عدا اور لیس اور لا یکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیدا الخ تو ہوگا منصوب

تشریح:۔ مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں اول قسم اگر مستثنیٰ متصل ہو اور الا کے بعد کلام موجب (یعنی جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو) میں واقع ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا یا منقطع ہو الا کے بعد واقع ہو خواہ کلام موجب ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارا یا کلام غیر موجب (یعنی جس میں نفی نہی استفہام ہو) ہو جیسے ماجاء نی القوم الا حمارا یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو خواہ کلام موجب ہو جیسے جاء نی الا زیدالقوم یا غیر موجب ہو جیسے ماجاء نی الازیدا احد یا خلا وعدا کے بعد ہو اکثر کے نزدیک یا ماخلا و ماعدا لیس لا یکون کے بعد ہو جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا، عَدَا زَیْدًا، مَا خَلَا زَیْدًا ،مَا عَدَا ،زَیْدًا جَاءَ نِی الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا لَا یَکُوْنُ زَیْدًا توان سب صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوگا یہ کل نو صورتیں ہیں اول تین صورتوں میں مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مستثنیٰ فضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے اور نیز ان مواضع میں مستثنیٰ میں ماقبل سے بدل ہونے کا احتمال بھی نہیں تا کہ مبدل منہ والا اعراب اس پر جاری کیا جائے لھذا بجز نصب کے کوئی اور صورت نہیں خلا اور عدا کے بعد اکثر نحویوں کے ہاں مستثنیٰ منصوب اسلئے ہوتا ہے کہ ان کے ہاں یہ دونوں فعل ہیں خلا یخلو خُلُوًّا عَدَا یَعْدُوْا عَدْوًا بمعنی تجاوز کرنا اور ان کا فاعل وہ ضمیر ہے جو ان میں مستتر ہے جو ماقبل والے فعل کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور ان کے مابعد مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا پھر خلا وعدا فعل اپنے فاعل اور مستثنیٰ مفعول بہ سے ملکر مستثنیٰ منہ

حل ترکیب:۔ اعلم فعل بفاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل اعراب المستثنیٰ ان کا اسم علی اربعۃ اقسام خبر ان حرف شرط کان فعل ناقص ہو ضمیر اسم متصلا موصوف وقع فعل ہو ضمیر فاعل بعد الا مفعول فیہ فی کلام موجب ظرف لغو متعلق وقع کے پھر جملہ فعلیہ صفت' موصوف صفت سے ملکر کان کی خبر او منقطعا اور مقدما علی المستثنیٰ منہ کا عطف ہے متصلا پر اوکان بعد خلا کا عطف ہے کان متصلا پر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط کان منصوبا جزاء۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پھر خلا اور عدا اسم فاعل خالیا عادیا کے معنی میں ہو کر ماقبل سے حال ہوں عبارت یوں ہوگی جاء نی القوم خالیا مجینھم زیدا جاء نی القوم عادیاً مجیئھُمْ زیدا ۔اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ ماخلا زیدا بتاویل مصدر ہو کر خالیا اسم فاعل کے معنی میں ہے پھر یہ حال ہوگا مستثنیٰ منہ سے اس وقت اصل عبارت یوں ہوگی جاء نی القوم خالیامجینھم من زید

سے حال ہو کر منصوب ہونگے جاء نی القومُ خَلا زَيْدًا کی اصل عبارت یوں ہوگی جاء نی القوم خَلا مَجِيْئُهُمْ زَيْدًا (آئی میرے پاس قوم اس حال میں کہ ان کا آنا زید سے تجاوز کرنیوالا تھا) جاء فعل نون وقایہ یا ضمیر متکلم مفعول بہ القوم مستثنیٰ منہ ذوالحال خلا فعل مجيئهم مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل زیدا مستثنیٰ مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر حال ذوالحال حال سے ملکر جاء نی کا فاعل عدا کی مثال جاء نی القومُ عدَا زيدًا اس کی اصل عبارت یوں ہوگی جاء نی القومُ عَدَا مجيئُهُمْ زيدا معنی وترکیب بعینہ حسب سابق ہے۔ [1]

بعض نحویوں کے ہاں خلا اور عدا حروف جر ہیں لھٰذا ان کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوگا ماخلا ماعدا کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کلمہ ما مصدریہ ہے جو فعل کے ساتھ خاص ہے لھٰذا ماخلا اور ماعدا فعل ہونگے اور دونوں کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی جو ماقبل والے فعل کے مصدر کی طرف لوٹے گی یا مستثنیٰ منہ کی طرف لوٹے گی اور ان کے بعد مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا ما خلا ما عدا بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے اور مضاف محذوف ہے اور وہ لفظ وقت ہے پھر مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوگا ماقبل والے فعل کا جیسے جاء نی القوم ماخلا زیدا یا ماعدا زیدا اصل عبارت اس طرح ہوگی جاءَ نی الْقَوْمُ وَقْتَ خُلُوِّهِمْ مِنْ زَيْدٍ وَقْتَ عَدْوِهِمْ مِنْ زَيْدٍ (آئی ہے میرے پاس قوم بوقت خالی ہونے ان کے زید سے یا بوقت تجاوز کرنے ان کے زید سے) ما مصدریہ خلا فعل ھو ضمیر راجع بسوئے القوم یا مجيئ مصدر فاعل زیدا مستثنیٰ مفعول بہ فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ وقت مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہے جاء کا

لیس اور لا یکون کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور انکا اسم استثناء کی بحث میں ہمیشہ ضمیر مستتر ہوتی ہے جو ماقبل والے فعل کے اسم فاعل کی طرف لوٹتی ہے اور ان کا مابعد جو مستثنیٰ ہے وہ ان کی خبر ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے پھر یہ دونوں مستثنیٰ منہ سے حال ہو کر محلا منصوب ہونگے۔ جیسے جاء نی القوم لیس زیدا ای جاء نی القومُ لَيْسَ الْجَائِيْ مِنْهُمْ زَيْدًا (آئی ہے میرے پاس قوم درانحالیکہ نہیں ہے آنے والا ان میں سے زید) جاء نی القوم لا یکون زیدا ای جاء نی القومُ لَايَكُوْنُ الْجَائِيْ مِنْهُمْ زَيْدًا۔

فائدہ:۔ اول صورت میں یہ کہا کہ مستثنیٰ متصل الا کے بعد ہو یہ اس لئے کہا کہ اگر الا کے بعد نہیں بلکہ غیر سوی وغیرہ کے بعد ہے تو مجرور ہوگا اور پھر کلام موجب کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر کلام غیر موجب ہے تو مستثنیٰ میں نصب واجب نہیں بلکہ نصب اور بدل دونوں جائز ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

---

[1] سوال:۔ ماضی مثبت جب حال واقع ہو تو اس میں قد ضروری ہے یہاں قد کا لفظ نہیں ہے؟

جواب:۔ خلا اور عدا اگرچہ فعل ماضی مثبت ہیں مگر یہاں حرف استثناء کے موقع میں واقع ہیں لھٰذا ان کی فعلیت میں ضعف پیدا ہو گیا لھٰذا ان پر قد داخل نہیں کریں گے۔

وَإِنْ كَانَ بَعْدَ إِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْيٌ وَنَهْيٌ وَاسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مَذْكُوْرٌ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَاءَ نِيْ اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا وَاِلَّا زَيْدٌ (۱)

ترجمہ:۔اوراگرمستثنیٰ الا کے بعدکلام غیر موجب میں ہو(اوروہ ہروہ کلام ہے کہ ہواس میں نفی نہی استفہام ہو)اورمستثنیٰ منہ مذکور ہوتو جائز ہیں۔اس میں دووجہیں ایک ان میں سے نصب اوردوسری الا کے ماقبل سے بدل جیسے ما جاء نی احدٌ الا زیدًا والا زید(نہیں آیامیرے پاس کوئی ایک مگرزید)

تشریح:اگرمستثنیٰ الا کے بعدکلام غیرموجب میں واقع ہو(کلام غیرموجب وہ ہےجس میں نفی، نہی،استفہام ہو)درانحالیکہ مستثنیٰ منہ مذکورہوتواس صورت میں مستثنیٰ میں دووجہیں جائز ہیں ایک نصب اس بناپرکہ یہ مستثنیٰ متصل ہےفضلہ ہونے میں مفعول بہ کے مشابہ ہے دوسری یہ کہ الا کے ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ سے بدل البعض ہےاوریہ دوسری وجہ مختار ہے کیونکہ بدل کلام میں مقصودہوتا ہے بخلاف نصب کے کہ مستثنیٰ پرنصب مفعول بہ کی مشابہت کی وجہ سے آتی ہے جوفضلہ ہے جیسے ماجاء نی احدٌ الا زیدًا والا زید اس مثال میں زیدا مستثنیٰ ہے الا کے بعدکلام غیرموجب میں واقع ہےاورمستثنیٰ منہ لفظ احد بھی مذکور ہے لھٰذا نصب بھی جائز ہےاورمستثنیٰ منہ احد سے بدل البعض بناکرمرفوع پڑھنابھی جائز ہے۔ [۱]

وَإِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ كَانَ اِعْرَابُه بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَاجَاءَ نِيْ اِلَّازَيْدٌ وَمَارَاَيْتُ اِلَّا زَيْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّابِزَيْدٍ (۲)

ترجمہ:۔اوراگرہومستثنیٰ مفرغ بایں طورکہ ہوالا کے بعدکلام غیرموجب میں اورمستثنیٰ منہ مذکورنہ ہوتوہوگا اسکااعراب بحسب العوامل

---

(۱)حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ہوضمیراسم بعدالامفعول فیہ کان کافی کلام غیرموجب خبرہومبتدأ کل مضاف کلام موصوف یکون فیہ نفی الخ صفت موصوف صفت سے ملکرمضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکرخبرواؤحالیہ المستثنیٰ منہ مبتدأمذکورخبرپھرجملہ اسمیہ خبریہ حال ہے کان کی ہوضمیر سے پھرکان اپنے اسم وخبروغیرہ سے ملکرشرط یجوزفیہ الوجہان جملہ فعلیہ جزاءالنصب خبرمبتدأمحذوف احدھما کی یامعطوف علیہ والبدل عماقبلہامعطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکربدل الوجہان سے یامفعول بہ اعنی فعل مقدرکاعماقبلہاظرف لغومتعلق البدل کے۔

[۱] فائدہ:۔بعدالاکی شرط اس لئے لگائی کہ اگرمستثنیٰ خلا،عدا،ماخلا،ماعدا،لیس،لایکون کے بعدہوتونصب واجب ہےاورغیرسوی کے بعدہوتومجرورہو گا۔فی کلام غیرموجب کی شرط اس لئے لگائی کہ اگرکلام موجب ہےتواس کاحکم گزرچکاہے کہ نصب واجب ہے۔والمستثنیٰ منہ مذکورکی شرط اسلئے ہے کہ اگر مستثنیٰ منہ مذکورنہ ہوتواس کاحکم آگے آرہاہے

(۲)حل ترکیب:ان حرف شرط کان فعل ناقص ہوضمیراسم مفرغااسم مفعول ہوضمیرنائب فاعل باجارہ ان مصدریہ ناصبہ یکون فعل ناقص ہوضمیراسم بعدالامفعول فیہ فی کلام غیرموجب ظرف مستقرخبریکون کی،یکون اپنے اسم وخبروغیرہ سے ملکربتاویل مصدرمجرورجارمجرورسے ملکرظرف لغومتعلق مفرغاکےمفرغااپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکرخبر۔والمستثنیٰ منہ مبتدأغیرمذکورخبرپھر جملہ اسمیہ خبریہ حال ہے مفرغاکی ضمیرسے کان اپنے اسم وخبرسے ملکرشرط کان اعرابہ بحسب العوامل جزاء۔

کہے گا تو ما جاء نی الا زید الخ ۔

تشریح:۔مفرَّغ اسم مفعول بمعنی فارغ کیا ہوا مفرغ لہ ہے مستثنی مفرغ سے مراد مفرغ لہ ہے جس کا مستثنی منہ مذکور نہ ہو تو چونکہ مستثنی منہ کے محذوف ہونے کی وجہ سے اس کا عامل مستثنی کیلئے فارغ ہو گیا اس لئے اس کا نام مفرغ لہ رکھا گیا گویا عامل مفرغ ہے اور مستثنی مفرغ لہ ہے اور مستثنی منہ مفرغ عنہ ہے۔

تو تیسرا قسم اعراب کا یہ ہے کہ مستثنی مفرغ ہو بایں طور کہ مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنی منہ مذکور نہ ہو تو مستثنی کا اعراب بحسب العوامل ہوگا۔عامل رافع ہے تو مرفوع ہوگا جیسے ما جاء نی الا زید اگر ناصب ہے تو منصوب ہوگا جیسے ما رأیت الا زیدا اگر جار ہو تو مجرور ہوگا جیسے ما مررت الا بزید ۔ وجہ یہ ہے کہ مستثنی منہ جب محذوف ہو گیا تو مستثنی اس کے قائم مقام ہو گیا لھذا جو اعراب مستثنی منہ کا تھا وہی اعراب اب مستثنی کا ہوگا کیونکہ جو چیز کسی کے قائم مقام ہوجاتی ہے اسی کا حکم لے لیتی ہے

وَاِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرِ وَسِوٰی وَسَوَاءَ وَحَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰی زَيْدٍ وَسَوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ

ترجمہ:اور اگر مستثنی غیر سوی وغیرہ کے بعد ہو تو مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر زید الخ (آئی میرے پاس قوم سوا زید کے الخ)

تشریح:۔اگر مستثنی غیر کے بعد ہو اور سوی (سین کے کسرہ یا ضمہ کے ساتھ اور آخر میں الف مقصورہ ہے) اور سواء (سین کے کسرہ یا فتح کے ساتھ آخر میں الف ممدودہ ہے) اور اکثر نحویوں کے ہاں حاشا کے بعد مجرور ہوتا ہے غیر سوی سواء کے بعد اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ یہ مضاف ہیں اور مستثنی مضاف الیہ ہے اور حاشا کے بعد اس لئے مجرور ہے کہ اکثر نحویوں کے ہاں یہ حرف جر ہے لیکن بعض نحویوں کے ہاں یہ فعل ہے اس وقت اس کے بعد مستثنی بنا بر مفعول کے منصوب ہوگا اور ضمیر مستتر اس کا فاعل بنے گی جیسے خلا عدا میں تفصیل گزر چکی ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَعْرَابَ غَيْرَ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلَّا تَقُوْلُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَاءَ نِی غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَ نِی اَحَدٌ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرُ زَيْدٍ وَمَا جَاءَ نِی غَيْرُ زَيْدٍ وَمَا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ

ترجمہ:اور جان لیجئے بے شک اعراب غیر کا مثل اعراب مستثنی بالا کے ہے کہے گا تو جاء نی القوم غیر زید الخ

---

(۱) حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ناقص ھو ضمیر اسم بعد مضاف غیر معطوف علیہ سوی الخ معطوفات معطوف علیہ معطوفات سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط کان فعل ناقص ھو ضمیر اسم مجرورا اسم مفعول صیغہ صفت ھو ضمیر نائب فاعل عند الاکثر مضاف مضاف الیہ سے ملکر ظرف مفعول فیہ مقدم صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ مقدم سے ملکر خبر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر جزاء۔

(۲) حل ترکیب:۔اعلم فعل بفاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل اعراب غیر مضاف مضاف الیہ سے ملکر اسم کاف جار اعراب مضاف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تشریح:۔ مستثنیٰ کے اعراب سے فراغت کے بعد غیر کا اعراب بتلاتے ہیں کیونکہ یہ اسم متمکن ہے اس کو اعراب کی ضرورت ہے بخلاف الا کے کہ وہ حرف ہونے کی وجہ سے اعراب کو قبول نہیں کرتا خلا عدا ما خلا ما عدا لیس فعل ماضی ہیں اور فعل ماضی مبنی ہونے کی وجہ سے اعراب کو قبول نہیں کرتا سوی سواء ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہیں اور کلمہ لا یکون فعل مضارع ہے یہ معرب بحسب العوامل ہوگا اور حاشا حرف جر ہے عند الاکثر یہ بھی اعراب کو قبول نہیں کرتا۔

کلمہ غیر جب باب استثناء میں مستعمل ہو نہ کہ صفت میں ورنہ موصوف والا اعراب ہوگا جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے تو اسکا اعراب مستثنیٰ بالا والا ہوگا۔ کیونکہ لفظ غیر نے جب اپنے مابعد مستثنیٰ کو اضافت کی وجہ سے مجرور کر دیا تو اس کے اعراب کو خود قبول کر لیا جیسے جاء نی اَلْقَومُ غیرَ زَیْد (راء کے فتحہ کے ساتھ) چونکہ مستثنیٰ متصل الا کے بعد کلام موجب میں منصوب ہوتا ہے لھذا الا کی بجائے جب غیر آ گیا تو مستثنیٰ کو اضافت کی وجہ سے مجرور بنا کر اس کے اعراب کو خود قبول کر لیا۔ جاء نی القوم غیر حمار مستثنیٰ منقطع کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ منقطع الا کے بعد منصوب ہوتا ہے لھذا یہاں خود غیر منصوب ہوگا ما جاء نی غیرَ زید ن اَلْقَوْم مستثنیٰ کے مقدم ہونے کی مثال ہے چونکہ مستثنیٰ بالا جب مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر تو منصوب ہوتا ہے لھذا یہاں غیر منصوب ہوگا ما جاء نی احد غیر زید غیر زید مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو نصب بھی جائز ہے بدل بھی جائز ہے تو یہاں بھی غیر کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور احد سے بدل بنا کر مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے مگر مرفوع پڑھنا مختار ہے۔ ما جاء نی غیرُزید ما رایت غیر زید ما مررت بغیر زید مستثنیٰ مفرغ الا کے بعد کلام غیر موجب کی مثال ہے چونکہ اس صورت میں مستثنیٰ بالا معرب بحسب العوامل ہوتا ہے لھذا یہاں لفظ غیر بھی معرب بحسب العوامل ہوگا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَةَ غَیْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَوْ كَانَ فِیْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَیْ غَیْرُ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے کہ بے شک لفظ غیر وضع کیا گیا ہے واسطے صفت کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے استثناء کے جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) المستثنیٰ ال بمعنی الذی اسم موصول مستثنیٰ اسم مفعول صیغہ صفت ھو ضمیر نائب فاعل با جار الا بتاویل ھذا اللفظ مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق مستثنیٰ کے صیغہ صفت اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ ملکر مضاف الیہ اعراب مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر ان کی خبر ان اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مفرد مفعول بہ اعلم کا۔

حل ترکیب:۔ اعلم فعل بفاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل لفظۃ غیر مضاف مضاف الیہ سے ملکر اسم موضوعۃ اسم مفعول صیغہ صفت ھی ضمیر نائب فاعل للصفۃ ظرف لغو متعلق موضوعۃ کے پھر شبہ جملہ ہو کر خبر۔ قد حرف تحقیق تستعمل فعل مجھول ھی ضمیر نائب فاعل للاستثناء ظرف لغو متعلق تستعمل کے ک جارہ ما مصدر یہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل لفظۃ الا مضاف مضاف الیہ سے ملکر اسم موضوعۃ للاستثناء خبر۔ ان اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مصدر مجرور۔ جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق موضوعۃ کے۔

بے شک لفظ الا کو وضع کیا گیا ہے واسطے استثناء کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے صفت کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لو کان الخ میں (اگر زمین وآسمان میں بہت معبود ہوتے سوائے اللہ کے البتہ زمین وآسمان فاسد ہو جاتے اور اسی طرح تیرا قول لا الـــه الا اللہ (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)

تشریح:۔لفظ غیر میں اصل تو یہ ہے کہ یہ ماقبل کی صفت واقع ہو جیسے جاء نی رجلٌ غیرَ زید (آیا میرے پاس آدمی جو زید کا غیر ہے) رجل موصوف غیر زید مضاف مضاف الیہ سے ملکر اس کی صفت اور اس طریقہ پر اس کا استعمال کلام میں بہت ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کلمہ غیر کو الا پر محمول کر کے استثناء میں استعمال کرتے ہیں جیسے جاء نی القومُ غیرَ زَید اس مثال میں غیر زید کو ماقبل کی صفت بنانا جائز نہیں کیونکہ موصوف صفت میں تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت شرط ہے اور یہاں القوم معرفہ ہے اور غیر اگر چہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل فی الابہام کی وجہ سے یہ نکرہ ہے یعنی اس میں اتنا گہرا ابہام ہے کہ معرفہ کی طرف مضاف ہو کر بھی معرفہ نہیں ہوتا بلکہ نکرہ ہی رہتا ہے لھذا غیر زید القوم کی صفت نہیں بن سکتا لھذا یہاں غیر الا کے معنی میں ہو کر استثناء کیلئے ہوگا۔

جیسا کہ الا کو واضع نے وضع کیا ہے استثناء کیلئے اس میں اصل تو یہی ہے کہ استثناء میں مستعمل ہو مگر کبھی الا کو غیر پر محمول کر کے ماقبل کی صفت بھی بنا سکتے ہیں پھر چونکہ الا حرف ہے اور حرف پر اعراب نہیں آتا الا کے بعد جو اسم ہوگا اعراب اس پر آئیگا۔[1]

الا بمعنی غیر صفتی کی مثال باری تعالیٰ کا فرمان ہے لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اس آیت میں الا بمعنی غیر ہے اور الا اللہ صفت ہے اٰلھۃ کی اسی طرح کلمہ طیبہ لا الٰه الا اللہ میں الا بمعنی غیر ہے کیونکہ یہاں استثنائیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استثناء متصل بنائیں تو لا الــه میں جن معبودوں کی نفی ہو رہی ہے ان سے مراد اٰلھۃ محققہ ہونگے تا کہ اللہ ان میں داخل ہو پھر ان سے اللہ کا استثناء کیا جائے تو اس صورت میں اٰلھۃ کا متعدد ہونا لازم آتا ہے جو توحید کے منافی ہے اور اگر استثناء منقطع بنائیں تو

---

[1] فائدہ:۔الا غیر کے معنی میں ہو کر ماقبل کی صفت اس وقت بنے گا جب الا ایسی جمع کے بعد ہو جو منکور یعنی نکرہ ہو اور غیر محصور ہو یعنی اس کے افراد شمار کئے ہوئے نہ ہوں (متعین نہ ہوں) جیسے جاء نی رجال الا زید اس مثال میں الا غیر صفتی کے معنی میں اس لئے ہے کہ استثناء یہاں مشکل ہے نہ متصل ہو سکتا ہے نہ منقطع کیونکہ استثناء متصل میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں دخول یقینی ہوتا ہے اور منقطع میں مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے خروج یقینی ہوتا ہے یہاں اس مثال میں یہ بھی ممکن ہے کہ زید رجال کی جماعت میں داخل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ داخل نہ ہو رجال سے ایسی جماعت مراد ہو جس میں زید داخل نہیں تو نہ دخول یقینی اور نہ ہی خروج یقینی تو یہاں استثناء کی دونوں قسمیں متصور نہیں ہو سکتیں لھذا یہاں الا استثناء کیلئے نہیں ہو سکتا بلکہ بمعنی غیر ہو کر ماقبل کی صفت بنے گا بخلاف جاء نی الرجال الا زیدا کے یا جاء نی القوم الا زیدا کیونکہ الرجال اور القوم پر الف لام استغراقی ہے لھذا الرجال القوم کا لفظ سب رجال کو اور قوم کے سب افراد کو شامل ہے جن میں زید بھی داخل ہے لھذا یہ استثناء متصل ہوگا پھر غیر محصور کی قید اسلئے لگائی کہ الا سے پہلے اگر جمع محصور ہوگی تو یہاں استثناء جائز ہوگا جیسے لزید علی عشرۃ دراھم الا واحدا (زید کے میرے اوپر دس درھم ہیں مگر ایک) اس صورت میں واحد اور اثنین اور ثلثۃ وغیرہ تسعۃ تک تو یہ سب عشرہ میں یقینا داخل ہیں لھذا مستثنیٰ متصل بن جائیگا۔

الٰهة سے الٰهة باطلہ مراد ہونگے تو لا الٰه سے الٰهة باطلہ کی نفی ہوگی اور الٰهة باطلہ کی نفی سے الٰهة محققہ کی نفی لازم نہیں آتی تو توحید جو مقصود و مطلوب ہے وہ حاصل نہیں ہوگی۔

آیات کی ترکیب:۔ لو حرف شرط کان فعل ناقص فیھما خبر مقدم الٰهة موصوف الا اللّٰہ صفت موصوف صفت سے ملکر اسم کان، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط لفسدتا جزاء۔ لا نفی جنس الٰه موصوف الا اللّٰہ صفت، موصوف صفت سے ملکر اسم اور موجود خبر محذوف ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَحُكْمُه كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأ اِلَّا اَنَّه يَجُوْزُ تَقْدِيْمُه عَلٰى اَسْمَائِهَا مَعَ كَوْنِهٖ مَعْرِفَةً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأ نَحْوُ كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ

ترجمہ:۔ کان اور اس کے مشابہات کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور حکم اس کا مثل حکم خبر مبتدأ کے ہے مگر تحقیق شان یہ ہے کہ جائز ہے مقدم کرنا اس کو ان کے اسماء پر باوجود ہونے اس کے معرفہ بخلاف مبتدأ کی خبر کے جیسے کان القائمَ زیدٌ۔

تشریح:۔ منصوبات کی ایک قسم کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے کان زیدٌ قائماً زید اسم ہے قائماً خبر ہے کیونکہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

فوائد قیود:۔ ھو المسند درجۂ جنس میں ہے معرّف اور غیر معرّف سب کو شامل ہے بعد دخولھا فصل ہے اس سے باقی تمام مسندات یعنی مبتدأ کی خبر وغیرہ خارج ہوگئے۔ اور اس کا حکم مبتدأ کی خبر کی طرح ہے یعنی جیسے مبتدأ کی خبر، مفرد، جملہ، معرفہ، نکرہ، واحد، متعدد ہوتی ہے اسی طرح کان واخوات کی خبر بھی سب احکام میں مثل خبر مبتدأ کے ہے۔ ہاں ایک فرق ہے کہ مبتدأ کی خبر جب معرفہ ہو تو اس کو مبتدأ پر مقدم کرنا جائز نہیں التباس کا خطرہ ہے مگر کان اور اس کے اخوات کی خبر جب معرفہ ہو تو اس کو انکے اسماء پر مقدم کرنا جائز

حل ترکیب:۔ خبر مضاف کان معطوف علیہ اخواتہا معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ ہو مبتدأ المسند ال بمعنی الذی اسم موصول مسند اسم مفعول صیغہ صفت ھو ضمیر نائب فاعل بعد دخولھا ظرف مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے خبر کان الخ مبتدأ کی۔ حکمہ مبتدأ کحکم خبر المبتدأ جار مجرور ظرف لغو متعلق ثابت کے ہو کر خبر الا حرف استثناء ان حرف ہ ضمیر شان اسم یجوز تقدیمہ الخ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مع مضاف کون فعل ناقص ہ ضمیر اسم معرفۃ خبر کون اپنے اسم وخبر سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ تقدیم مصدر کا ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ وقت مضاف محذوف کا وقت مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مستثنیٰ مفرغ ہو کر مفعول فیہ ثابت محذوف کا جو خبر ہے حکمہ مبتدأ کی مستثنیٰ منہ محذوف ہے اصل عبارت یوں تھی حکمہ کحکم خبر المبتدأ فی جمیع الاوقات الا وقت کون جواز تقدیمہ علی اسمائہا بخلاف خبر المبتدأ ظرف مستقر متعلق متلبس محذوف کے متلبس اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر مبتدأ محذوف ھذا کی۔

ہے جیسے کان القائمَ زید کیونکہ اعراب کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہاں التباس کا خطرہ نہیں کیونکہ اسم مرفوع ہے خبر منصوب التباس نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ جب کان اور اسکے اخوات کے اسم وخبر میں اعراب لفظی بھی منتفی ہو اور قرینہ معنوی بھی منتفی ہو تو چونکہ اس وقت التباس کا خطرہ ہے معلوم نہ ہوگا کہ کونسا لفظ اسم ہے اور کونسا خبر تو اس وقت خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جو لفظ مقدم ہوگا وہ اسم اور جو مؤخر ہوگا وہ خبر بنے گا جیسے کانَ الفَتی هذا (ہے جوان یہ)۔

فَصْل اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَاهُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ(۱)

ترجمہ وتشریح:۔ ان اور اس کے مشابہات کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ان زیدا قائم (بے شک زید کھڑا ہونے والا ہے)

هو المسند اليه درجۂ جنس میں ہے ہر مسند الیہ کو شامل ہے بعد دخولها فصل ہے اس سے مبتدأ وغیرہ خارج

فَصْل: اَلْمَنْصُوْبُ بِلاَ الَّتِي لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيهَا نَكِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لاَ غُلامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ اَوْ مُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لاَ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ(۲)

ترجمہ:۔ منصوب بلا التی لنفی الجنس وہ ہے جو مسند الیہ ہو اس کے داخل ہونے کے بعد درانحالیکہ متصل ہو اس کے ساتھ نکرہ مضاف ہو جیسے لا غلام رجل فی الدار یا شبہ مضاف ہو جیسے لا عشرین درهما فی الکیس۔

فائدہ:۔ احوال مترادفہ وہ ہیں جن کا ذوالحال ایک ہی ہو یہ سب اسی ایک ذوالحال کے احوال ہوں اور متداخلہ وہ ہیں کہ ایک ذوالحال سے ایک حال ہو پھر دوسرا پہلے حال کی ضمیر سے حال ہو۔

تشریح:۔ منصوبات میں سے ایک قسم لانفی جنس کا اسم بھی ہے۔

فائدہ:۔ مصنف نے یہاں دوسرے منصوبات کی طرح اسم لا التی الخ نہیں کہا کیونکہ لانفی جنس کا اسم ہر حال میں منصوب نہیں

---

(۱) حل ترکیب:۔ اسم ان واخواتها مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ اول ھو پھر مبتدأ المسند الیہ بعد دخولها حسب سابق موصول صلہ ملکر ھو کی خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر مبتدأ اول کی۔ (۲) حل ترکیب:۔ ال بمعنی الذی اسم موصول منصوب اسم مفعول صیغہ صفت ھو ضمیر نائب فاعل با جار لا بتاویل هذا اللفظ موصوف التی اسم موصول لنفی الجنس جار مجرور ظرف مستقر متعلق الکائنۃ کے ہوکر خبر ھی مبتدأ محذوف کی مبتدأ خبر سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق منصوب کے صیغہ صفت اپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مبتدأ اول ھو پھر مبتدأ المسند الیہ خبر بعد دخولها حسب سابق خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ھو مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر مبتدأ اول کی یلیها جملہ فعلیہ حال ہے المسند الیہ کی ضمیر مجرور سے نکرۃ مضافۃ اور مشابها لها یہ سب احوال ہیں المسند الیہ کی ضمیر مجرور سے اس وقت یہ احوال مترادفہ ہونگے یا اول حال یعنی یلیها تو المسند الیہ کی ضمیر سے حال ہے اور باقی سب یلیها کی ھو ضمیر مستتر سے حال ہیں اس وقت یہ احوال متداخلہ ہونگے۔ فائدہ:۔ احوال مترادفہ وہ ہیں جن کا ذوالحال ایک ہی ہو یہ سب اسی ایک ذوالحال کے احوال ہوں اور متداخلہ وہ ہیں کہ ایک ذوالحال سے ایک حال ہو پھر دوسرا پہلے حال کی ضمیر سے حال ہو۔

ہوتا اگر اسم لا کہتا تو وہم ہوتا کہ دوسرے منصوبات کی طرح اسم لا بھی ہر حال میں منصوب ہوتا ہے۔

تعریف: ۔منصوب بلا التی لنفی الجنس وہ اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ مسند الیہ لا کے ساتھ متصل واقع ہو نکرہ ہو مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

فوائد قیود: ۔المسند الیه درجۂ جنس میں ہے ہر قسم کے مسند الیہ کو شامل ہے۔ بعد دخولہا فصل ہے اس سے دوسرے تمام مسند الیہ خارج ہو گئے۔ بعد دخولہا تک مطلق اسم لا کی تعریف تو مکمل ہو گئی۔ لیکن چونکہ مقصود اس اسم لا کو بیان کرنا ہے جو منصوب ہوتا ہے اس لئے آگے یَلِیْهَا نَکِرَۃً الخ کا اضافہ کیا یلیها سے احتراز ہے اس اسم سے جو متصل نہ ہو اس کا حکم آگے آ رہا ہے نکرۃ سے احتراز ہے اس اسم سے جو معرفہ ہو اس کا حکم بھی آگے آ رہا ہے مُضَافَۃً اور مُشَابِهًا لَهَا سے احتراز ہے اس اسم سے جو مفرد ہو اس کا حکم بھی آگے آ رہا ہے نکرہ مضاف کی مثال لا غلامَ رجلٍ فی الدارِ (نہیں ہے کسی مرد کا کوئی غلام گھر میں) لا نفی جنس ہے غلام نکرہ متصل مضاف رجل مضاف الیہ سے ملکر لا نفی جنس کا اسم ہے فی الدار ظرف مستقر ثابت سے متعلق ہو کر خبر ہے۔ شبہ مضاف کی مثال لَا عشرینَ درهمًا فی الکیسِ (نہیں ہیں بیس درھم جیب میں) عشرین نکرہ متصل شبہ مضاف ہے کیونکہ عشرین کا معنی بغیر تمییز کے (یعنی لفظ درھم کے) تمام نہیں ہوتا عشرین اسم عدد مبہم ممیّز اپنی تمییز درھما سے ملکر لا نفی جنس کا اسم اور فی الکیس ظرف مستقر ثابت سے متعلق ہو کر خبر۔

فَاِنْ كَانَ بَعْدَ لَا نَكِرَةٌ مُفْرَدَةٌ تُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ نَحْوُ لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً مَفْصُوْلًا بَيْنَه وَبَيْنَ لَا كَانَ مَرْفُوْعًا وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ لَا مَعَ اِسْمٍ آخَرَ تَقُوْلُ لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَلَا فِيْهَا رَجُلٌ وَلَا اِمْرَأَةٌ

ترجمہ: ۔پس اگر ہے بعد لا کے نکرہ مفرد تو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لا رجل فی الدار اور اگر معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو کہ فاصلہ کیا گیا ہو اس اسم اور لا کے درمیان تو مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا تکرار لا کا دوسرے اسم سمیت کہے گا تو لا زید فی الدار ولا عمرو اور ولا فیها رجل ولا امرأة۔

تشریح: ۔اگر لا کے بعد نکرہ مفرد ہو تو مبنی برفتحہ ہوگا نکرہ کہنے سے معرفہ خارج ہو گیا اور مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) **حل ترکیب:** ۔فا تفریعیہ، ان حرف شرط کان فعل ناقص بعد لا ظرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر مقدم نکرۃ مفردۃ موصوف صفت ملکر اسم مؤخر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط تبنی علی الفتح جزاء۔ ان حرف شرط کان فعل ناقص ھو ضمیر مستتر کان کا اسم اور معرفۃ معطوف علیہ۔ نکرۃ موصوف مفصولا اسم مفعول ھو ضمیر نائب فاعل بینہ معطوف علیہ بین لا معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول فیہ مفصولا کا مفصولا اپنے نائب فاعل ومفعول فیہ سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر کان کی خبر، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط۔ کان فعل ناقص ھو ضمیر اسم مرفوعا خبر جملہ فعلیہ معطوف علیہ وا و عاطفہ یجب فعل تکریر مضاف لا مضاف الیہ سے ملکر فاعل مع ظرف مضاف اسم موصوف آخر صفت سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یجب کا فعل اپنے فاعل مفعول فیہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر جزاء۔

لھذا یہ حکم تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہوگا۔ ۱؎ اور اگر لانفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا نکرہ ہو کر اس کے اور لا کے درمیان فاصلہ ہو خواہ مفرد ہو یا مضاف یا شبہ مضاف ہو تو لا کا اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لا کا دوسرے اسم سمیت تکرار ضروری ہوگا یہ اس لئے کہ لا کو واضع نے وضع کیا ہے کہ نکرہ کی صفت کی نفی کرے لھذا اس کا اثر معرفہ میں نہیں ہوگا اس کا عمل لغو ہو جائیگا اور چونکہ لا عامل ضعیف ہے اگر اس کے اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ آ جائے تو بھی اس کا عمل لغو ہو جائیگا لھذا اسم اگر نکرہ مفصول ہو تو بھی عمل نہیں کر سکے گا اور بعد ... اسم اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ جائیگا یعنی مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لا کا تکرار نفی کی تاکید کیلئے ہوگا اور دوسرے اسم کا تکرار اس لئے ہوگا تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے کیونکہ مثلا لا زید فی الدار ولا عمرو اس شخص کے جواب میں ہے جو کہتا ہے ازید فی الدار ام عمرو یالا فی الدار رجل ولا امرأة اس شخص کے جواب میں ہے جو کہتا ہے افی الدار رجل ام امرأة ۲؎

وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِيْ وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِيْ وَرَفْعُ الاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِيْ

ترجمہ: اور جائز ہیں لا حول ولا قوة الا باللہ جیسی مثال میں پانچ وجہیں دونوں کا فتحہ اور دونوں کا رفع اور اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب

۱؎ فائدہ (۱) :۔ مبنی برفتحہ سے مراد یہ ہے کہ علامت نصب پر مبنی ہوگا خواہ وہ فتحہ ہو جیسے لا رجل فی الدار یا یاء ہو جیسے تثنیہ لا مسلمَیْنِ لک اور جمع لا مسلمِیْن لک مبنی ہیں علامت نصب یا پر۔

فائدہ (۲) :۔ مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لانفی جنس کے بعد نکرہ مفرد من استغراقیہ کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور ضابطہ ہے کہ جب کوئی اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے جیسے لا رجل فی الدار کا معنی ہے کہ لا من رجل فی الدار کیونکہ یہ جملہ اس شخص کے جواب میں ہے جس نے کہا ھل من رجل فی الدار (کیا کوئی مرد گھر میں ہے) تو جواب دیا گیا کہ لا من رجل فی الدار (کوئی مرد بھی گھر میں نہیں) پھر تخفیف کیلئے من کو حذف کر دیا پھر مبنی برفتحہ اسلئے ہے کہ فتحہ یہ خفیف ہے۔

۲؎ لائے نفی جنس کے اسم کے مفرد و مضاف معرفہ و نکرہ و مفعول و غیر مفعول کے اعتبار سے کل صورتیں چھ بنتی ہیں۔ نقشہ ملاحظہ ہو

	اسم مفرد ہو	مضاف ہو
اسم معرفہ ہو مفصول نہ ہو	لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو	لَا غُلَامُ زَيْدٍ فِي الدَّارِ وَلَا غُلَامُ بَكْرٍ
اسم معرفہ ہو اور مفصول ہو	لَا فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو	لَا فِی الدَّارِ غُلَامُ زَيْدٍ وَلَاغُلَامُ عَمْرٍو
اسم نکرہ ہو اور مفصول ہو	لَا فِي الدَّارِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ	لَا فِی الدَّارِ غُلَامُ رَجُلٍ وَلَاغُلَامُ امْرَأَةٍ

حل ترکیب:۔ یجوز فعل فی جار مثل مضاف لاحول ولاقوة الا باللہ بتاویل ھذا التركيب مضاف الیہ مضاف مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یجوز کے خمسة اوجہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل۔ فتحہما الخ خبر مبتدأ محذوف احدھا، ثانیہا، ثالثہا الخ کی یا بدل خمسة اوجہ سے یا مفعول بہ اعنی فعل مقدر کا۔

اوراول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اور اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔

تشریح: لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں جائز ہیں اور مثل لاحول الخ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لانفی جنس کا تکرار ہو بذریعہ عطف اور ہر لا کے بعد مفرد نکرہ بلافصل ہو جیسے لا رجلَ فی الدار ولا امرأۃَ اور لا حولَ ولا قوۃَ اِلَّا باللّٰہِ تو ایسی صورت میں ہر لا کے بعد والے اسم مفرد نکرہ بلافصل میں پانچ صورتیں جائز ہیں۔

اول صورت: دونوں کا فتحہ یعنی دونوں مبنی بر فتحہ ہونگے اس صورت میں دونوں جگہ لانفی جنس ہوگا اور یہ بعد والا اسم ان کا اسم ہوگا اور لانفی جنس کا اسم جب نکرہ مفرد ہو تو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ مثال مذکور ایک جملہ ہو اور مفرد کا مفرد پر عطف ہو بایں طور کہ دونوں کی ایک خبر مقدر مانی جائے اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوگی لاحولَ عنِ المَعْصِيَةِ وَلا قوۃ علی الطَّاعةِ ثابِتَانِ بِاَحَدٍ اِلَّا بِاللّٰہِ (نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہیں ہے طاقت عبادت پر ثابت کسی کیساتھ مگر اللہ کے ساتھ) اس میں لا قوۃ مفرد کا عطف ہے لاحول مفرد پر اور ثابتان اسم فاعل باحد مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء باللّٰہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر ظرف لغو متعلق ثابتان کے، ثابتان اپنے متعلق سے ملکر دونوں کی خبر۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مثال مذکور دو جملے ہوں جملہ کا جملہ پر عطف ہو اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حول عنِ المعصيةِ ثابتٌ بِاَحدٍ الَّا باللّٰہ ولا قوۃ علی الطَّاعَةِ ثابتٌ بِاَحَدٍ اِلَّا بِاللّٰہِ اس وقت لانفی جنس ہے حول مصدر عن المعصية ظرف لغو متعلق حول کے، حول اپنے متعلق سے ملکر اسم ہے لا کا ثابت اسم فاعل باحد مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء باللّٰہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر ظرف لغو متعلق ثابت کے ثابت اپنے متعلق سے ملکر خبر۔ لانفی جنس اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ معطوف علیہ اور لا قوۃ الخ کی ترکیب بھی بعینہ اسی طرح ہے پھر یہ جملہ معطوف تو جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا۔

دوسری صورت:۔ دونوں کا رفع مبتدأ ہونے کی بنا پر اس صورت میں دونوں جگہ لا زائدہ ہوگا اور لا حولٌ ولا قوۃٌ الَّا باللّٰہِ اس وقت یہ جملہ ایک سوال کے جواب میں ہے سوال یہ تھا کہ اَبِغیرِ اللّٰہِ حَوْلٌ وَ قُوَّۃٌ (کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر گناہ سے پھرنا اور عبادت پر طاقت ہے) تو اس کے جواب میں کہا گیا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ تو چونکہ سوال میں حول اور قوۃ مرفوع ہیں لھذا جواب میں بھی مرفوع ہونگے اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ عبارت دو جملے ہوں ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی جملہ ہو اور مفرد کا مفرد پر عطف ہو تفصیل گزر چکی ہے۔

تیسری صورت:۔ اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب اس صورت میں اول لانفی جنس کا اسم ہوگا اور دوسرے کا نصب تنوین کے ساتھ ہوگا اس لئے کہ دوسرا لا زائدہ ہے تاکید نفی کیلئے اور قوۃ کا عطف حول کے لفظ پر ہے اور وہ لفظاً منصوب ہے اس کا مبنی ہونا تو عارضی ہے لھذا معطوف بھی منصوب ہوگا اس صورت میں دونوں وجہیں ہوسکتی ہیں مفرد کا عطف مفرد پر تو دونوں کی ایک خبر مقدر ہوگی جیسے لاحولَ ولا قوۃً ثابتانِ باحدٍ الا باللّٰہ اور اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو دونوں کی خبر الگ الگ ہوگی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

چوتھی صورت:۔اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع۔اول لا نفی جنس کا اسم ہوگا دوسرا تنوین کے ساتھ مرفوع ہوگا اس بنا پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے تاکید نفی کیلئے اور قوۃ کا عطف حول کے محل پر ہے اور وہ حقیقت میں مبتدأ ہونے کی بنا پر محلا مرفوع ہے لھذا قوۃ بھی مرفوع ہوگا معطوف ہونے کی وجہ سے پھر اس صورت میں بھی دونوں وجہیں ہوسکتی ہیں عطف مفرد بر مفرد کی صورت میں دونوں کی ایک خبر مقدر ہوگی عطف جملہ بر جملہ کی صورت میں دونوں کی الگ الگ خبر ہوگی تفصیل گزر چکی ہے۔

پانچویں صورت:۔اول کا رفع مع التنوین اور ثانی کا فتحہ۔اول کا رفع اس بنا پر کہ یہ لا مشبہ بلیس ہے دوسرے کا فتحہ اس بنا پر کہ یہ لا نفی جنس کا ہے لیکن اول کا رفع ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس قلیل ہے اس صورت میں عطف مفرد بر مفرد نہیں ہوسکتا کیونکہ دونوں کی ایک خبر نہیں ہوسکتی کیونکہ لا مشبہ بلیس کی خبر منصوب اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اگر ایک ہی خبر ہو تو ایک ہی لفظ کا ایک ہی وقت میں مرفوع ومنصوب ہونا لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں اس صورت میں دو جملے ہونگے جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا مثال گزر چکی ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ اِسْمُ لاَ لِقَرِيْنَةٍ نَحْوُ لاَ عَلَيْكَ اَىْ لاَ بَأْسَ عَلَيْكَ

ترجمہ:اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے لا کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے جیسے لا علیک یعنی لاَ بَأس عَلَيك (تجھ پر کوئی حرج نہیں)

تشریح:جب قرینہ موجود ہو تو لا کے اسم کو حذف کرنا جائز ہے جیسے لا علیک اصل میں تھا لا بأس علیک بأس کو حذف کردیا گیا حذف کا قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے علیک میں علی جارہ بھی حرف ہے حرف حرف پر داخل نہیں ہوسکتا معلوم ہوا کہ اس کا اسم محذوف ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَلاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلاَ رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلاَّ نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلاَّقَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ ما اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ

ترجمہ:۔ما ولا مشبہتین بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما (نہیں زید کھڑا ہونے

---

(۱) حل ترکیب:۔قد حرف تحقیق بر مضارع برائے تقلیل یحذف فعل مجہول اسم لا مضاف مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل لقرینۃ ظرف لغو متعلق یحذف کے

(۲) حل ترکیب:۔خبر مضاف ما ولا معطوف علیہ معطوف سے ملکر موصوف ال بمعنی اللتین اسم موصول مشبہتین اسم مفعول صیغہ صفت ھما ضمیر تثنیہ مستتر راجع بسوئے ما ولا اسم بلیس جار مجرور ظرف لغو متعلق مشبہتین کے صیغہ صفت اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ اول ھو مبتدأ ثانی ال بمعنی الذی اسم موصول مسند اسم مفعول صیغہ صفت ھو ضمیر نائب فاعل بعد دخولھا ظرف مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل و مفعول فیہ سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھو مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدأ اول کی ان حرف شرط وقع الخبر بعد الا معطوف علیہ تقدم الخبر علی الاسم معطوف اول او حرف عطف زیدت ان بعد ما معطوف ثانی، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر شرط، بطل العمل جزاء۔

والا) ولا رجلٌ حاضرًا (نہیں ہے آدمی حاضر) اور اگر واقع ہو جائے خبر الا کے بعد جیسے ما زیدٌ اِلَّا قائِمٌ (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہونے والا) یا مقدم ہو جائے خبر اسم پر جیسے ما قائمٌ زیدٌ یا زیادہ کیا جائے ان ما کے بعد جیسے مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ تو باطل ہو جائیگا عمل جیسا کہ دیکھ لیا تو نے مثالوں میں۔

تشریح:۔تعریف واضح ہے۔فوائد قیود:۔ھو المسند درجۂ جنس میں ہے ہر مسند کو شامل ہے بعد دخولھما فصل ہے اس سے باقی سب مسندات خارج ہو گئے۔ما کی مثال ما زید قائما ماشبہ بلیس زید اسم قائما خبر۔لا کی مثال لا رجل حاضر ا۔لا مشبہ بلیس رجل اسم حاضرا خبر۔

وان وقع الخ سے مصنف وہ صورتیں بیان کرتے ہیں جن میں ما و لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے (۱) جب ما و لا کی خبر الا کے بعد واقع ہو (۲) ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جائے (۳) کلمہ مـــــا کے بعد ان زائدہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔

اول صورت کی مثال:۔ما زیدٌ اِلَّا قائِمٌ ،لَا رَجُلَ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْکَ ان مثالوں میں ما و لا کی خبر الا کے بعد ہے لھذا عمل باطل ہوا قائم اور افضل منصوب نہیں ہونگے بلکہ مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونگے عمل کے باطل ہونے کی وجہ و دلیل یہ ہے کہ مـــــا و لا کا عمل لیس کے ساتھ معنی نفی میں مشابہت کی وجہ سے تھا الا کے ذریعے سے معنی نفی ختم ہو گیا تو عمل بھی باطل ہو جائیگا۔دوسری صورت کی مثال:۔ما قائم زید اس صورت میں بطلان عمل کی وجہ یہ ہے کہ ما و لا ضعیف عامل ہیں یہ اس وقت عمل کریں گے جب دونوں معمول ترتیب کے ساتھ واقع ہوں جب ترتیب بگڑ گئی تو عمل باطل ہو گیا۔

تیسری صورت کی مثال:۔ما اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ اس صورت میں بطلان عمل کی وجہ یہ ہے کہ ما عامل ضعیف ہے جب اس کے اور اس کے معمول کے درمیان ان کا فاصلہ آ گیا تو عمل بوجہ ضعف کے باطل ہو گیا۔

فائدہ:۔یہ تیسری صورت صرف ما کے ساتھ خاص ہے کیونکہ لا کے بعد ان زائدہ کا آنا نحویوں کے ہاں درست نہیں پھر بصریوں کے ہاں یہ ان زائدہ ہے اور کوفیوں کے ہاں یہ نافیہ ہے نفی اول کی تاکید کر رہا ہے۔

وَھٰذَا لُغَۃُ اَھْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُوْ تَمِیْمٍ فَلَا یَعْمَلُوْنَھُمَا اَصْلاً قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِی تَمِیْمٍ شعر

وَمُھَفْھَفٍ کَالْغُصْنِ قُلْتُ لَہ اِنْتَسِبْ ☆ فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبُّ حَرامٌ بِرَفْعِ حَرَامٌ

ترجمہ:اور یہ لغت ہے اھل حجاز کی لیکن بنو تمیم پس وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے کہا ہے شاعر نے بنو تمیم کی زبان سے ومھفھف الخ

حل ترکیب:۔ھذا مبتدا لغۃ اھل حجاز خبر اما حرف تفصیل بنو تمیم مبتدا متضمن معنی شرط فلا یعملونھما خبر قائم مقام جزاء کے۔اصلا مفعول مطلق اصل فعل مقدر کا یا بمعنی ابدا ہو کر مفعول فیہ ہے لا یعملونھما کا۔

تشریح:۔ ما اور لا کا یہ عمل اهل حجاز کی لغت ہے ان کے ہاں یہ دونوں عامل ہیں انہیں کی لغت پر قرآن اترا ہے جیسے ما هذا بَشَرًا لیکن بنوتمیم ما اور لا کو عمل نہیں دیتے ان کے ہاں ما و لا اسم وخبر میں عمل نہیں کرتے بلکہ ما و لا کے داخل ہونے سے پہلے جیسے وہ دو اسم مبتدأ اور خبر کی بنا پر مرفوع تھے ان کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدأ خبر کی بنا پر مرفوع ہونگے۔ چنانچہ بنوتمیم کے زہیر نامی شاعر نے ایک شعر کہا اس میں ما کو عمل نہیں دیا وہ شعر ملاحظہ ہو۔

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ الخ:۔ واؤ بمعنی رب ہے مُهَفْهَفٍ هَفْهَفَةٌ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے باریک کمر والا ہونا اور مهفهف۔ بمعنی باریک کمر والا یعنی چ ک پھرتیلا الغصن بمعنی شاخ اِنْتَسِبْ اِنْتِسَاب مصدر (بمعنی نسب بیان کرنا) سے امر کا صیغہ ہے اجاب میں ھو ضمیر مستتر راجع ہے مهفهف کی طرف قتل مصدر کی اضافت ہے مفعول کی طرف اور فاعل محذوف ہے اصل میں تھا قتلُ المحبُوبِ الْمُحِبَّ۔

شعر کا ترجمہ:۔ بہت پتلی کمر والے شاخ کی مثل میں نے اس کو کہا کہ تو نسب بیان کر۔ پس اس نے جواب دیا نہیں محب کو قتل کرنا حرام

شعر کی تشریح:۔ یہ ہے کہ بعض پتلی کمر والے لطافت اور نزاکت میں مثل شاخ کے تھے میں نے ان سے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر تو اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک محبوب کا محب و عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں یعنی میں ان محبوبوں معشوقوں میں سے ہوں جن کے ہاں عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں تھا اس محبوب نے ضمناً اپنا نسب بیان کیا کہ میں بنوتمیم قبیلہ سے ہوں اس لئے حرام کو مرفوع پڑھا حالانکہ پیچھے ما مشبہ بلیس ہے مگر اس نے اس کو عمل نہیں دیا بلکہ قتل الحب کو مبتدأ اور حرام کو خبر بنا کر مرفوع پڑھا۔

شعر کی ترکیب:۔ واؤ بمعنی رب حرف جار مهفهف صیغہ اسم مفعول کالغصن ظرف لغو متعلق مهفهف کے پھر جار مجرور مل کر متعلق اس فعل کے جو پیچھے شعر میں مذکور ہے قلت فعل بفاعل له جار مجرور ظرف لغو متعلق قلت کے انتسب فعل بفاعل مقولہ ہے قول کا فا عاطفہ اجاب فعل ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے مهفهف فاعل ما حرف از حروف مشبہ بلیس غیر عامل بنوتمیم کے ہاں قتل المحب مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ حرام خبر پھر جملہ خبریہ بتاویل ھذا التر کیب مفعول بہ ہے اجاب فعل کا فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر معطوف ہے قلت الخ پر۔

تمت المنصوبات

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَۃُ ھِیَ الْمُضَافُ اِلَیْہِ فَقَط وَھُوَ کُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَیْہِ شَیْءٌ بِوَاسِطَۃِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَیُعَبَّرُ عَنْ ھٰذَا التَّرْکِیْبِ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّہ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِیْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ تَقْدِیْرُہ غُلَامٌ لِزَیْدٍ وَیُعَبَّرُ عَنْہُ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّہ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَیْہِ

ترجمہ:۔ مقصد ثالث مجرورات میں ہے اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور وہ ہر اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطۂ حرف جر کے خواہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ جار مجرور ہے یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید تقدیر اس کی غلام لزید ہے اور تعبیر کیا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے۔

تشریح:۔ اسمائے مجرورہ صرف مضاف الیہ ہے۔

سوال:۔ جب مجرور صرف مضاف الیہ ہے تو صیغہ مفرد لانا چاہیے تھا مجرورات جمع کا صیغہ کیوں لائے؟

جواب:۔ مجرور مضاف الیہ کے انواع واقسام بہت ہیں اس لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔

مجرور کی تعریف: مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہے مضاف الیہ ہونے کی علامت جر ہے خواہ وہ کسرہ کے ساتھ ہو یا فتحہ کیساتھ یا یاء کے ساتھ پھر جر تقدیری ہو یا لفظی ہو

کل اسم الخ سے مضاف الیہ کی تعریف کر رہے ہیں مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر

حل ترکیب:۔ المقصد الثالث موصوف صفت سے ملکر مبتدأ فی المجرورات ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر خبر۔ الاسماء المجرورۃ موصوف صفت سے ملکر مبتدأ اول ھی مبتدأ ثانی المضاف الیہ ال بمعنی الذی اسم موصول مضاف اسم مفعول صیغہ صفت الیہ جار مجرور نائب فاعل صیغہ صفت کا اپنے نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر خبر ھی مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدأ اول کی۔ فقط میں فا فصیحیہ قط اسم فعل بمعنی انتہ فعل بفاعل جزاء ہے شرط محذوف کی اصل عبارت یوں تھی اذا کانت الاسماء المجرورۃ منحصرۃ فی المضاف الیہ فانتہ عن قسم آخر اذا کانت الخ شرط فانتہ الخ جزاء۔ ھو مبتدأ کل مضاف اسم موصوف نسب فعل مجہول الیہ ظرف لغو متعلق نسب کے شئی نائب فاعل باحرف جر واسطہ مضاف حرف الجر مضاف الیہ پھر جار مجرور ظرف لغو متعلق نسب کے لفظا بمعنی ملفوظا معطوف علیہ او عاطفہ تقدیرا بمعنی مقدرا معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر کان محذوف کی خبر ہے عبارت یوں ہوگی سواء کان ذلک الحرف ملفوظا او مقدرا۔ دوسرا احتمال۔ معطوف علیہ معطوف سے ملکر حال ہے حرف الجر سے۔ یعبر فعل مجہول عن زائدہ ھذا الترکیب موصوف صفت سے ملکر نائب فاعل فی الاصطلاح ظرف لغو متعلق یعبر کے باحرف جر ان حرف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اسم جار معطوف علیہ مجرور معطوف سے ملکر خبر۔ ان اپنے اسم وخبر سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یعبر کے۔ باقی واضح ہے

کے خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (گزرا میں زید کے ساتھ) مررت فعل کی نسبت ہو رہی ہے زید کی طرف بواسطہ حرف جر کے جو کہ ملفوظ ہے نحویوں کی اصطلاح میں اس کو جار مجرور کہتے ہیں مـررت فعل بافاعل باحرف جر زید مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق مـررت کے یا وہ حرف جر مقدر ہو لیکن وہ مراد ہو یعنی اس کا اثر باقی ہو جیسے غلام زید اصل میں تھا غـلامٌ لِـزَيْدٍ غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر مقدر (لام) کے ہے مگر وہ مراد ہے کیونکہ اسکا اثر جو کہ جر ہے وہ زیـد میں باقی ہے اس کو نحویوں کی اصطلاح میں مضاف مضاف الیہ کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ کـل اسم سے معلوم ہوا کہ مضاف الیہ ہمیشہ اسم ہوگا خواہ حقیقۃ اسم ہو یا حکماو تاویلا اور نسـب الیـہ شیٔ سے معلوم ہوا کہ مضاف کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے مضاف کبھی فعل ہوگا کبھی اسم ہوگا۔ بواسطہ حرف جر کہنے سے فاعل اور مفعول بہ وغیرہ خارج ہو گئے کیونکہ فاعل یا مفعول بہ کی طرف بھی فعل کی نسبت ہوتی ہے مگر بواسطہ حرف جر نہیں جیسے ضرب زید عمرا۔

وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَه وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ جَاءَ نِي غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرِ

ترجمہ:۔ اور واجب ہے خالی کرنا مضاف کو تنوین سے یا اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہے اور وہ نون تثنیہ اور جمع ہیں جیسے جـاء نی غلامُ زیدٍ اور غلامَا زیدٍ اور مُسلِمُوْ مصرِ

تشریح:۔ اضافت کی وجہ سے مضاف کا تنوین اور قائم مقام تنوین یعنی نون تثنیہ وجمع سے خالی ہونا ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین کلمہ کے تام ہونے کی علامت ہیں یہ بتلاتی ہیں کہ اس کلمہ کا اپنے مابعد کے ساتھ تعلق نہیں یعنی انفصال پر دلالت کرتی ہیں اور مضاف کا مضاف الیہ سے اتصال ہوتا ہے مضاف مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا لھذا مضاف کا تنوین وقائم مقام تنوین سے خالی ہونا ضروری ہے جیسے غلام زید اصل میں تھا غلام لزید اضافت ہوئی تو تنوین گرگئی غلاما زید اصل میں غلامان تھا اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا اور اسی طرح مسلـمو مصر اصل میں مسلمون تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اسی طرح مضاف کے شروع میں الف لام بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ بھی کلمہ کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے جو اضافت کے منافی ہے جیسے الغلام کی جب اضافت کریں گے زید کی طرف تو الف لام گر جائیگا غلام زید کہا جائیگا۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ یجب فعل تجرید مضاف المضاف مضاف الیہ عن جار التنوین معطوف علیہ او عاطفہ مایقوم مقامہ معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق تجرید کے تجرید مضاف اپنے مضاف الیہ و متعلق سے ملکر فاعل ہے یجب کا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ اَمَّا الْمَعْنَوِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنٰى مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰى فِيْ نَحْوُ صَلٰوةُ الَّلَيْلِ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ لیکن معنویہ پس وہ یہ ہے کہ ہو مضاف غیر اس صیغہ صفت کا جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ بمعنی لام ہوگی جیسے غـلامُ زیـدٍ یا بمعنی من ہوگی جیسے خـاتـمُ فـضَّـۃٍ یا بمعنی فی ہوگی جیسے صَلٰوةُ الَّلیْلِ۔

تشریح:۔ اضافت کی دو قسمیں ہیں معنویہ اور لفظیہ۔ معنویہ معنی کی طرف منسوب ہے یعنی معنی والی چونکہ یہ اضافت مضاف میں تعریف یا تخصیص والے معنی کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اس کو معنویہ کہتے ہیں اس کو حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور لفظیہ لفظ کی طرف منسوب ہے یعنی لفظ والی۔ چونکہ یہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص والے معنی کا فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے اسی لئے اس کو لفظیہ کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام غیر حقیقیہ ہے۔

اما المعنویة الخ: اضافت معنویہ وہ ہے کہ جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے یہاں صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل ہیں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں اس جگہ تین صورتیں بنتی ہیں۔

اول صورت:۔ یہ کہ مضاف نہ صیغہ صفت ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید.

دوسری صورت:۔ یہ کہ مضاف صیغہ صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد۔ کریم صیغہ صفت تو ہے مگر البلد مضاف الیہ نہ فاعل ہے۔ نہ مفعول بہ بلکہ ظرف اور مفعول فیہ ہے۔

تیسری صورت:۔ یہ کہ مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب زید ضرب صیغہ صفت نہیں ہے بلکہ مصدر ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف ہے کیونکہ ضرب کا زید مفعول بہ ہے۔

وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ الخ:۔ پھر اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بمعنی اللام (۲) بمعنی من

---

(۲) حل ترکیب:۔ اعلم فعل بفاعل ان حرف الاضافۃ ان کا اسم علی قسمین ظرف مستقر کائنۃ کے متعلق ہو کر خبر معنویۃ خبر مبتدأ محذوف احدھما کی لفظیۃ خبر مبتدأ محذوف ثانیھما کی یا معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول بہ اعنی فعل مقدر کا یا بدل قسمین سے۔ اما حرف شرط برائے تفصیل المعنویۃ مبتدأ ھی پھر مبتدأ متضمن معنی شرط ان مصدریہ ناصبہ یکون فعل ناقص المضاف اسم غیر مضاف صفۃ موصوف مضافۃ صیغہ صفت اسم مفعول ھی ضمیر نائب فاعل الی معمولھا ظرف لغو متعلق مضافۃ کے مضافۃ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ غیر مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے مل کر یکون کی خبر یکون اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر خبر ھی مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر قائم مقام جزاء۔ ھی مبتدأ اما حرف تردید بمعنی اللام ظرف مستقر ثابتۃ کے متعلق ہو کر خبر بمعنی من اور بمعنی فی کا عطف ہے بمعنی اللام پر

(۳) بمعنى فی۔

اضافت بمعنی اللام وہ ہے کہ مضاف الیہ نہ مضاف کی جنس ہو نہ اس کیلئے ظرف ہو۔

فائدہ:۔ مضاف الیہ مضاف کی جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق آئے اور اس کے غیر پر بھی اسی طرح مضاف بھی مضاف الیہ وغیر مضاف الیہ پر صادق آئے جیسے خاتمُ فضۃٍ میں فضۃ۔ خاتم پر بھی صادق آتی ہے اور غیر خاتم کسی اور زیور پر بھی صادق آتی ہے اسی طرح خاتم فضۃ پر بھی صادق آتی ہے اور غیر فضۃ یعنی سونے وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ انگوٹھی چاندی کی بھی ہوتی ہے اور سونے وغیرہ کی بھی۔

اضافت بمعنی اللام کی مثال غلام زید اصل میں غلام لزید تھا چونکہ اس میں لام مقدر ہے اس لئے اس کو اضافت بمعنی اللام کہتے ہیں اضافت لامیہ بھی کہتے ہیں اس میں زید مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس ہے اور نہ ہی ظرف۔

دوسری قسم اضافت بمعنی من وہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو جیسے خاتم فضۃ اصل میں خاتمٌ مِنْ فِضَّۃٍ تھا چونکہ اس میں من مقدر ہے اس لئے اس کو اضافت بمعنی من کہتے ہیں اور اس کو اضافت منیہ اور بیانیہ بھی کہتے ہیں۔

تیسری قسم اضافت بمعنی فی وہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان جیسے صلوۃ اللیل (رات کی نماز) اصل میں تھا صلوۃ فی اللیل چونکہ اس میں فی مقدر ہے اس لئے اس کو اضافت بمعنی فی کہتے ہیں اور اس کو اضافت فِویہ اور ظرفیہ بھی کہتے ہیں۔

وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيْصُه اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ

ترجمہ:۔ اور فائدہ اس اضافت کا مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے معرفہ کی طرف جیسے گزر چکا یا اس کو مخصص بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے نکرہ کی طرف جیسے غلام رجل۔

تشریح:۔ اضافت معنویہ کا فائدہ بتلا رہے ہیں اضافت معنویہ تعریف یا تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اگر مضاف الیہ معرفہ ہے تو مضاف معرفہ ہو جائے گا اگر مضاف الیہ نکرہ ہے تو مضاف میں تخصیص پیدا ہو جائیگی یعنی قلت اشتراک ہو جائے گا مضاف پہلے بہت سے افراد کو شامل تھا اب تھوڑے افراد کو شامل ہوگا۔ اول کی مثال غلام زید۔ غلام نکرہ تھا زید معرفہ کی طرف اضافت کرنے سے

حل ترکیب:۔ فائدۃ مضاف ھذہ الاضافۃ اسم اشارہ مشار الیہ یا موصوف صفت یا مبدل منہ بدل یا معطوف علیہ عطف بیان ملکر مضاف الیہ فائدۃ مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ تعریف المضاف مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر پھر مبتدأ خبر سے ملکر دال بر جزاء ان اضیف الی معرفۃ شرط تخصیصہ الخ کا عطف ہے تعریف المضاف الخ پر۔ پھر یہ بذریعہ عطف خبر ہے فائدۃ ھذہ الاضافۃ مبتدأ کی پھر جملہ اسمیہ خبریہ دال بر جزاء ان اضیف الخ شرط۔

غلام بھی معرفہ ہوگیا ثانی کی مثال غلام رجل اس میں غلام نکرہ عام تھا مرد کا غلام ہو یا عورت کا رجل نکرہ کی طرف اضافت سے اس میں تخصیص آ گئی افراد کم ہو گئے اب صرف مرد کے غلام کو شامل ہوگا ۱

وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَط

ترجمہ:۔ لیکن لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ ہو مضاف ایسا صیغہ صفت کا جو مضاف ہونے والا ہو اپنے معمول کیطرف اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضاربُ زیدٍ اور حَسَنُ الْوَجْهِ۔ اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح:۔ اضافت لفظیہ وہ ہے کہ جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو اپنے معمول فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید (زید کو مارنے والا) ضارب اسم فاعل ہے زید مفعول بہ کی طرف مضاف ہے زید لفظوں میں اگرچہ مجرور مضاف الیہ ہے لیکن معنی کے اعتبار سے مفعول بہ ہے حسن الوجه (خوبصورت چہرے والا) حسن صفت مشبہ مضاف ہے الوجه فاعل کی طرف الوجه لفظوں کے اعتبار سے مجرور مضاف الیہ ہے لیکن معنی کے اعتبار سے فاعل ہے

فوائد قیود:۔ لفظ صفة کہنے سے غلام زید سے احتراز ہوگیا کیونکہ غلام صیغہ صفت نہیں مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا سے اس صیغہ صفت سے احتراز ہوگیا جو غیر معمول کی طرف مضاف ہے جیسے کریم البلد یہ اضافت معنویہ کی صورتیں ہیں۔

اضافت لفظیہ معنی کے اعتبار سے تقدیر انفصال میں ہے یعنی بظاہر تو مضاف مضاف الیہ کا اتصال ہے۔ لیکن حقیقت میں انفصال ہے کیونکہ مضاف الیہ باعتبار معنی کے فاعل ہو کر مرفوع ہے یا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے حقیقت میں مجرور نہیں۔ اضافت لفظیہ

---

۱ فائدہ (۱):۔ مضاف کیلئے ضروری ہے کہ وہ اضافت سے پہلے نکرہ ہو اگر معرفہ ہے تو معرفہ کی طرف مضاف کرنے سے تحصیل حاصل لازم آئیگا اور نکرہ کی طرف مضاف کرنے سے ادنی چیز یعنی تخصیص کا حاصل ہونا لازم آئیگا حالانکہ اعلی چیز یعنی معرفہ ہونا پہلے سے حاصل ہے

فائدہ (۲):۔ اضافت مضاف میں تعریف کا فائدہ اس وقت دیتی ہے جب کہ مضاف لفظ مثل یا لفظ غیر یا انکی مثل نہ ہو کیونکہ یہ اسماء کثرت ابہام اور توغل ابہام کی وجہ سے معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے بھی معرفہ نہیں ہوتے مگر اس وقت جب مضاف الیہ کا کوئی مثل مشہور اور معروف ہو یا اس کا مقابل ایک ہی متعین ہو پھر البتہ لفظ مثل بھی معرفہ ہو جائیگا اس سے مراد وہی مشہور ہوگا اور لفظ غیر بھی معرفہ ہو جائیگا اس سے مراد مضاف الیہ کا وہی مقابل واحد متعین ہوگا۔

حل ترکیب:۔ اما حرف شرط برائے تفصیل اللفظية مبتدأ متضمن معنی شرط هي پھر مبتدأ ان مصدریہ یکون فعل ناقص المضاف اسم صفة موصوف مضافة اسم مفعول هي ضمیر نائب فاعل الی معمولها ظرف لغو متعلق مضافة کے مضافة نائب فاعل و متعلق سے ملکر صفت' موصوف صفت سے ملکر یکون کی خبر یکون اپنے اسم و خبر سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر خبر ہے پھر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدأ اول کی۔ هي مبتدأ في تقدير الانفصال ظرف مستقر ثابتة کے متعلق ہو کر خبر۔ فائدتها مبتدأ تخفيف موصوف في اللفظ ظرف مستقر حاصل کے متعلق ہو کر صفت' موصوف صفت سے ملکر خبر۔ فقط فا فصیحیہ قط اسم فعل بمعنی انته فعل بفاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء ہے شرط محذوف کی اصل عبارت یوں تھی اذا اوجد التخفيف فانته عن غيره اذا اوجد الخ شرط انته الخ جزاء۔

صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی پھر تخفیف لفظی یا تو صرف مضاف میں ہوگی باین طور کہ مضاف سے تنوین گر جائیگی جیسے ضاربُ زیدٍ یا نون تثنیہ گر جائیگا جیسے ضاربا زیدٍ یا نون جمع گر جائیگا جیسے ضاربو زید۔ یا صرف مضاف الیہ میں ہوگی کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر مضاف میں مستتر ہوگی جیسے اَلْقَائِمُ الْغُلَام اصل میں اَلْقَائِمُ غُلَامُه تھا (کھڑا ہونے والا اس کا غلام) مضاف سے تنوین تو الف لام کی وجہ سے ہی گر گئی اضافت کی وجہ سے غلامه سے ضمیر حذف ہو کر القائم میں مستتر مان لی گئی یا مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوگی کہ مضاف سے تنوین وغیرہ گر جائیگی اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگی جیسے حَسَنُ الْوَجْهِ اصل میں تھا حَسَنٌ وَجْهُه (خوبصورت ہے اس کا چہرہ) اضافت سے حسن کی تنوین گر گئی اور وجهه مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوگئی اس ضمیر کے عوض وجه پر الف لام لایا گیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِیْحَ اَوِ الْجَارِیَ مَجْرَی الصَّحِیْحِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ کَسَرْتَ آخِرَه وَاَسْکَنْتَ الْیَاءَ اَوْ فَتَحْتَهَا کَغُلَامِیَ وَدَلْوِیَ وَظَبْیِیَ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تُثْبَتُ کَعَصَایَ وَرَحَایَ خِلَافًا لِلْهُذَیْلِ کَعَصِیَّ وَرَحِیَّ

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک جب تو اضافت کرے اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی یاء متکلم کی طرف تو کسرہ دے اس کے آخر کو اور ساکن کر دے یاء کو یا فتحہ دے جیسے غلامی اور دلوی اور ظبیی اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھا جائیگا جیسے عصای اور رحای اختلاف ہے ھذیل کا جیسے عَصِیَّ اور رَحِیَّ۔

تشریح:۔ جب کسی اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی اضافت ہو یاء متکلم کی طرف تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے اس کے آخر کو کسرہ دیا جائیگا پھر یا متکلم کو ساکن کر کے پڑھنا بھی جائز ہے اور فتحہ دینا بھی جائز ہے اسم صحیح کی مثال جیسے غلامی جاری مجری صحیح کی مثال جیسے دلوی (میرا ڈول) ظبیی (میرا ہرن) اور اگر آخر اسم الف ہو تو یا متکلم کی طرف اضافت کرتے وقت الف کو ثابت رکھا جائیگا جیسے عَصَایَ رَحَایَ لیکن قبیلہ ھذیل کے ہاں الف کو یا سے تبدیل کر کے یا متکلم میں مدغم کریں گے پھر یا کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیں گے جیسے عَصِیَّ وَرَحِیَّ۔

حل ترکیب:۔ اعلم فعل بفاعل ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ک ضمیر اسم اذا شرطیہ اضفت فعل بفاعل الاسم موصوف الصحیح معطوف علیہ او عاطفہ الجاری مجری الصحیح معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر صفت موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ الی یاء المتکلم ظرف لغو متعلق اضفت فعل کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ و متعلق سے ملکر شرط کسرت آخرہ معطوف علیہ اسکنت الیاء پھر معطوف علیہ او عاطفہ فتحتہا معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر پھر معطوف ہوا کسرت آخرہ کا، معطوف علیہ معطوف سے ملکر جزاء، شرط جزاء سے ملکر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مفعول بہ اعلم کا۔ وان کان آخر الاسم الفا شرط تثبت جزاء۔ خلافا موصوف للھذیل ظرف مستقر کائنا سے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے ملکر مفعول مطلق ہے خالف الجمہور فعل مقدر کا۔

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ يَاءً مَكْسُوْرًا مَاقَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَ فُتِحَتِ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِيْ قَاضِيْ قَاضِيَّ وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَا قَبْلَهَاقُلِبَتْهَا يَاءً وَعُمِلَتْ كَمَا عُمِلَتْ لان تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ مُسْلِمِيَّ (۱)

ترجمہ: اور اگر ہو آخر اسم ایسی یاء کہ مکسور ہے اس کا ماقبل تو مدغم کریگا تو یاء کو یاء میں اور فتحہ دیگا دوسری یاء کو تا کہ دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ کہے گا تو قاضی میں قاضیَّ اور اگر آخر اسم ایسی واؤ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو تبدیل کریگا تو اس کو یاء کے ساتھ اور پھر عمل کریگا تو جیسا کہ عمل کیا ہے۔ابھی کہے گا تو جاء نِیْ مُسْلِمِیَّ۔

تشریح:۔اور اگر اسم کا آخری حرف ایسی یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہو یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت یاء کو یاء میں مدغم کریں گے کیونکہ دو حرف ہم جنس جمع ہو گئے پھر دوسری یاء کو فتحہ دیں گے تا کہ دو ساکنوں کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے قاضی کو قاضیَّ پڑھیں گے اور اگر اسم کے آخر میں ایسی واؤ ہو جس کا ماقبل مضموم ہے جب اس کی یاء متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو واؤ کو یاء سے تبدیل کریں گے پھر وہی عمل کریں گے جو ابھی قاضیَّ میں کیا گیا یعنی یاء کو یاء میں مدغم کرینگے اور دوسری یاء کو فتحہ دیں گے تا کہ دو ساکنوں کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے مُسْلِمِیَّ اصل میں مسلمون تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا مسلموی ہوا اب واؤ کو یاء کیا یاء کو یاء میں مدغم کیا تو مسلمُیَّ ہوا پھر میم کے ضمہ کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا اور دوسری یاء کو فتحہ دی تو مسلمِیَّ ہوا۔

وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِيْ وَاَبِيْ وَحَمِيْ وَ هَنِيْ وَفِيْ عِنْدَالْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ (۲)

شعر ۔ اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ شَاذٌّ

ترجمہ:۔اور اسمائے ستہ مکبرہ میں درانحالیکہ وہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف کہے گا تو اخی و ابی وحمی و ہنی وفی اکثر کے ہاں اور فمی ایک قوم کے ہاں اور ذو نہیں مضاف کیا جاتا ضمیر کی طرف بالکل اور قائل کا قول انما یعرف الخ شاذ ہے۔

---

(۱) حل ترکیب:۔ان حرف شرط کان فعل ناقص آخر الاسم مضاف مضاف الیہ سے ملکر اسم یاء موصوف مکسورا اسم مفعول صیغہ صفت ماقبلہا موصول صلہ سے ملکر نائب فاعل اسم مفعول نائب فاعل سے ملکر صفت' موصوف صفت سے ملکر خبر کان اپنے اسم وخبر سے ملکر شرط ادغمت الیاء فی الیاء جملہ فعلیہ معطوف علیہ فتحت الیاء الثانیہ معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر جزاء لام جارہ ان مصدریہ لایلتقی فعل الساکنان فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر بتاویل مصدر ہو کر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق فتحت کے ان کان آخرہ واوا مضموما ماقبلہا حسب سابق شرط قلبت فعل با فاعل ہا ضمیر مفعول بہ اول یاء مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر معطوف علیہ عملت فعل بفاعل ک جارہ ما موصولہ عملت فعل بفاعل الآن مفعول فیہ فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق عملت کے فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر جزاء۔

(۲) حل ترکیب:۔فی جار الاسماء الستۃ موصوف صفت سے ملکر ذو الحال مضافۃ صیغہ صفت اسم مفعول ھی ضمیر نائب فاعل الی یاء المتکلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(شعر کا ترجمہ) سو اس کے نہیں پہچانتے ہیں لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والے۔

تشریح:۔ اسمائے ستہ مکبرہ جب یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب بالحرف ہوتا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے لیکن جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہونگے تو اخ اب حم ھن کو اخی ابی حمی ھنی پڑھیں گے یعنی جو آخری حرف حذف ہوا تھا اس کو واپس نہیں لائیں گے کیونکہ کثرت استعمال تخفیف کو چاہتا ہے لیکن مبرد اخی ابی میں واؤ کو واپس لا کر پھر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء متکلم میں مدغم کرتا ہے اخِیَّ ابِیَّ پڑھتا ہے اور فم کو اکثر حضرات کے ہاں فِیَّ پڑھا جائیگا ایک قوم کے ہاں فمی پڑھا جائیگا۔ فم اصل میں فوہ تھا کیونکہ اسکی جمع افواہ آتی ہے اور تصغیر اور جمع کے ذریعے سے لفظ کی اصل معلوم ہوتی ہے پھر خلاف قیاس ھاء کو حذف کیا گیا واؤ کو میم سے تبدیل کیا گیا کیونکہ دونوں قریب المخرج ہیں اگر واؤ کو میم سے نہ بدلیں اور اس واؤ پر اعراب جاری کریں تو متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے تبدیل ہو جائیگی پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہو جائیگا تو اسم معرب ایک حرف پر باقی رہ جائیگا اور یہ ناجائز ہے لھذا واؤ کو میم سے تبدیل کریں گے تو عدم اضافت کی صورت میں فم پڑھا جائیگا لیکن جب اس کی اضافت کی جائے گی یاء متکلم کی طرف تو واؤ جو میم سے بدلی تھی پھر واپس آ جائیگی پھر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یائے متکلم میں مدغم کریں گے پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیں گے تو فِیَّ ہو جائیگا اکثر حضرات کے ہاں اضافت کی صورت میں واؤ کو واپس اسلئے لایا جاتا ہے کہ اسکے محذوف ہونے کا سبب التقائے ساکنین ہے اور وہ سبب اب باقی نہیں رہا لھذا یہ اصل کی طرف لوٹ آئیگی لیکن ایک قوم کے ہاں واؤ کو واپس نہیں لایا جائیگا بلکہ موجودہ حالت کو دیکھ کر فمی پڑھیں گے دوسرے اسماء کی طرح۔ اور اسمائے ستہ میں سے ذو ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہی نہیں کیونکہ ذو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس اسم جنس کو کسی نکرہ کی صفت بنائے جیسے جاء نی رجل ذو مال چونکہ ضمیر اسم جنس نہیں لھذا اگر ضمیر کی طرف مضاف ہوگا تو خلاف وضع لازم آئیگا (اور اسم جنس وہ ہے جو نکرہ ہو اور قلیل وکثیر پر سچا آئے ضمیریں تو معرفہ ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ظرف لغو متعلق مضافۃ کے مضافۃ صیغہ صفت اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر حال ہے، ذوالحال حال سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مقدم تقول کا، تقول فعل بفاعل اخی معطوف علیہ ابی وحمی وھنی وفی ولمی معطوفات، معطوف علیہا اپنے معطوفات سے ملکر مقولہ ہے تقول کا عند الاکثر ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر فی موصوف کی صفت ہے پھر فی موصوف صفت سے ملکر معطوف ہے اخی پر اور عند قوم ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر فمی موصوف کی صفت موصوف صفت سے ملکر معطوف ہے اخی پر، ذو بتاویل ھذا اللفظ مبتدا لایضاف فعل مجہول ھو ضمیر نائب فاعل الی مضمر ظرف لغو متعلق لایضاف کے جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر اصلا مفعول مطلق ہے اصل فعل مقدر کا یا بمعنی ابدا ہو کر مفعول فیہ ہے لایضاف کا۔ قول القائل مبتدا انما کلمہ حصر یعرف فعل ذا الفضل مضاف مضاف الیہ سے ملکر موصوف من الناس ظرف مستقر الکائن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ مقدم۔ ذووہ مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل، یعرف فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہے قول کا قول اپنے مقولہ سے ملکر مبتدا شاذ مرفوع لفظا اس کی خبر ہے۔

قـول القائل الخ:۔اس سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا یہ غلط ہے کیونکہ شاعر کے ایک شعر کے مصرعہ میں ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہورہی ہے جیسے انـمـا يـعـرف ذالـفـضـل من الـنـاس ذووه؟

جواب:۔مصنف نے جواب دیا کہ یہ شاذ ہے یعنی ایسا قلیل ہے کہ اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مصرعہ کا ترجمہ:۔فضیلت والے آدمیوں کو فضیلت والے ہی پہچانتے ہیں یہ مصرعہ مشہور مثل کے موافق ہے

قدر زرزرگر بداند قدر جوہر جوہری (سونے کی قدر سنارا جانتا ہے اور جوہر کی قدر جوہری)

وَاِذَا قَطَعْتَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لَايُقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا كُلُّه بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَايُذْكَرُ فِيْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَيَاْتِيْكَ فِى الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ترجمہ:۔اور جب ان اسماء کو تو اضافت سے کاٹے گا تو کہے گا تو اخ اب حم هن فم اور ذو مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوتا قطعا یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر کا ذکر کیا جائے لفظا پس عنقریب آ ئیگا قسم ثالث میں ان شاءاللہ تعالی۔

تشریح:۔جب ان اسماء کو مقطوع عن الاضافۃ کیا جائے یعنی ان کو کسی کی طرف مضاف نہ کیا جائے تو اخ اب وغیرہ کہا جائیگا یعنی لام کلمہ حذف شدہ کو واپس نہیں لایا جائیگا اس کا اعراب عین کلمہ پر جاری ہوگا لیکن ذو مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوتا۔ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس کی وضع ہی اس لئے ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو نکرہ کی صفت بنائے لہٰذا بغیر اضافت کبھی استعمال نہ ہوگا۔

هٰذا كُلُّه الخ:۔یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کی صورت میں تھی لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر لفظوں میں مذکور ہو اس کی تفصیل عنقریب قسم ثالث میں آئیگی ان شاءاللہ تعالی۔

حل ترکیب: اذا شرطیہ قطعت فعل بفاعل ھذہ الاسماء موصوف صفت یا معطوف علیہ عطف بیان یا مبدل منہ بدل یا اسم اشارہ مشار الیہ سے ملکر مفعول بہ عن الاضافۃ جار مجرور ظرف لغو متعلق قطعت کے پھر یہ جملہ فعلیہ خبریہ شرط قلت فعل بفاعل اخ اب الخ معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر مقولہ فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے ملکر جزاء۔ ذو مبتدأ لایقطع عن الاضافۃ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر البتۃ مفعول مطلق فعل مقدر بت کا۔ ھذا مؤکد کلہ تاکید مؤکد تاکید سے ملکر مبتدأ بتقدیر حرف الجر ظرف مستقر ثابت سے متعلق ہو کر خبر۔ اما حرف شرط برائے تفصیل ما موصولہ یذکر فعل مجہول فیہ ظرف لغو متعلق یذکر کے حرف الجر ذوالحال لفظا حال ذوالحال حال سے ملکر نائب فاعل فعل اپنے نائب فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر مبتدأ متضمن معنی شرط فا جزائیہ سیأتی فعل ھو فاعل ک ضمیر مفعول بہ فی القسم الثالث ظرف لغو متعلق سیأتی کے فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر قائم مقام جزاء کے۔

اَلْخَاتِمَةُ فِى التَّوَابِعِ

اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِىْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ كَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنْ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ يَكُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِيَّةِ مَاقَبْلَه وَيُسَمّٰى التَّابِعَ لِاَنَّه يَتْبَعُ مَا قَبْلَه فِى الْاِعْرَابِ

ترجمہ:۔خاتمہ توابع میں ہے جان لیجئے کہ بے شک وہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات ،منصوبات ،مجرورات جوگزر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالۃ تھا بایں طور کہ داخل ہوتے ہیں ان پر عوامل پس کبھی کبھی ہوتا ہے اعراب اسم کا اپنے ماقبل کے تابع ہونے کے سبب اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا تابع اس لئے کہ تحقیق وہ تابع ہے اپنے ماقبل کے اعراب میں۔

تشریح:۔مصنفؒ مقاصد اصلیہ جن میں معربات اصلیہ کا بیان تھا ان سے فراغت کے بعد اب خاتمہ کے عنوان سے معربات تبعیہ کا ذکر کرتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات ،منصوبات ،مجرورات کا اعراب دوقسم پر ہے بالاصالۃ اور بالتبعیۃ اعراب بالاصالۃ کا مطلب یہ ہے کہ ان اسمائے معربہ پر خود عوامل رفع ،نصب ،جر دینے والے داخل ہوں اور اعراب بالتبعیۃ کا مطلب یہ ہے کہ ان پر خود عوامل داخل نہ ہوں بلکہ ان اسماء سے پہلے جو اسماء ہیں ان پر داخل ہوں اور یہ ان کے تابع ہوکر مرفوع ،منصوب ،مجرور ہوں ایسے اسم کو تابع کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے ماقبل کی پیروی کرتا ہے اعراب یعنی رفع ،نصب ،جر میں۔

فائدہ:۔عبارت میں من المرفوعات الخ الاسماء المعربہ کا بیان ہے۔

وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاكِيْدُ وَالْبَدْلُ وَعَطْفُ الْبَيَانِ

ترجمہ:۔اور وہ تابع ہر وہ دوسرا ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے اور توابع پانچ قسم ہیں نعت اور عطف بالحروف اور تاکید اور بدل اور عطف بیان۔

تشریح:۔نحویوں کی اصطلاح میں تابع ہر وہ دوسرا ہے جو اپنے سابق کے اعراب کے موافق ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو یعنی مثلاً اگر پہلے کلمہ پر رفع فاعل ہونے کی جہت وحیثیت سے ہے تو دوسرے پر بھی اسی جہت سے ہو اگر پہلے کلمہ پر نصب مفعولیت کی جہت سے ہے تو دوسرے پر بھی نصب اسی جہت سے ہو جیسے جاء نی زید ن العالم اس مثال میں العالم تابع ہے کیونکہ وہ بنسبت زید کے دوسرے درجہ میں ہے اور اعراب یعنی رفع میں اس کے موافق ہے اور دونوں ایک ہی جہت (فاعلیت) سے مرفوع ہیں۔

فائدہ:۔یہاں ثان سے مراد مؤخر ہے یعنی اول کی بنسبت مؤخر ہو (پیچھے ہو) خواہ وہ دوسرا ہو یا تیسرا یا چوتھا۔

فوائد قیود:۔ کل ثان بمنزل جنس کے ہے ہر اسم مؤخر کو شامل ہے معرب باعراب سابقہ فصل اول ہے اس سے مبتدأ کی

خبراور باب علمت کے مفعول ثانی اور باب اعلمت کے مفعول ثالث کے علاوہ باقی جتنے اسم مؤخر ہیں مثلاً حروف مشبہ بالفعل کی خبر، افعال ناقصہ کی خبر، ماولامشبہ بلیس کی خبر وغیرہ سب خارج ہو گئے۔ کیونکہ انکا اعراب اول کے موافق نہیں من جهة واحدة سے مبتدأ کی خبر جیسے زید عالم اور باب علمت کا مفعول ثانی جیسے عَلِمْتُ زیدًا فاضلا اور باب اعلمت کا مفعول ثالث جیسے اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا فاضِلًا خارج ہو جائیں گے کیونکہ اگر چہ یہ مؤخر بھی ہیں اور سابق کے اعراب کے موافق بھی ہیں مگر جہت اعراب ایک نہیں کیونکہ مبتدأ مسند الیہ ہونے کی جہت وحیثیت سے مرفوع ہے اور خبر مسند بہ کی جہت سے مرفوع ہے اسی طرح باب علمت کا مفعول اول محکوم علیہ ہونے کی جہت سے منصوب اور مفعول ثانی محکوم بہ کی جہت سے منصوب ہے اسی طرح باب اعلمت کا مفعول ثانی محکوم علیہ اور مفعول ثالث محکوم بہ کی حیثیت سے منصوب ہیں۔

فَصْل: اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِيْ مُتَعَلَّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا

ترجمہ:۔نعت وہ تابع ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو متبوع میں ہے جیسے جاء نی رجل عالم (آیا میرے پاس ایسا مرد جو عالم ہے) یا ایسے معنی پر جو متبوع کے متعلق میں ہے جیسے جاء نی رجل عالم ابوه (آیا میرے پاس ایسا مرد کہ اس کا باپ عالم ہے) اور نام رکھا جاتا ہے اس کا صفت بھی۔

تشریح:۔مصنفؒ نے تابع نعت کو باقی توابع پر مقدم کیا کیونکہ یہ کثیر الاستعمال اور کثیر الفوائد ہے۔نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلق متبوع میں ہو تابع نعت کا دوسرا نام تابع صفت ہے۔

فوائد قیود:۔تعریف میں تابع کا لفظ درجۂ جنس میں ہے سب توابع کو شامل ہے یدل الخ فصل ہے اس سے باقی توابع خارج ہو گئے

اول صورت کی مثال:۔جیسے جاء نی رجل عالم اس میں عالم تابع نعت وصفت ہے علم والے معنی پر دلالت کر رہا ہے جو رجل میں موجود ہے اس کو صفت بحال الموصوف یا صفت بحاله کہتے ہیں یعنی ایسی صفت جو موصوف کی حالت کو بیان کرتی ہے۔دوسری صورت کی مثال:۔جیسے جاء نی رجل عالم ابوه اس میں رجل موصوف ہے عالم صیغہ صفت ہے ابوه اس کا فاعل ہے صیغہ صفت اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت ہے موصوف صفت سے ملکر جاء کا فاعل ہے اس مثال میں عالم تابع صفت نے علم والے معنی پر دلالت کی جو رجل متبوع کے متعلق یعنی اب میں موجود تھا اس تابع کو صفت بحال متعلق الموصوف یا صفت بحال متعلقه کہتے ہیں۔

وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ عَشْرَةِ اَشْيَاءَ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَيْدُ نِ الْعَالِمُ وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ اِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ فَقَطْ اَعْنِي الْاِعْرَابَ وَالتَّعْرِيْفَ وَالتَّنْكِيْرَ

كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا

ترجمہ:۔اورقسم اول تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے دس چیزوں میں یعنی اعراب،تعریف وتنکیر،افراد تثنیہ جمع،تذکیروتانیث میں جیسے جاء نی رجل عالم الخ۔اورقسم ثانی سوائے اس کے نہیں کہ وہ تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے اول پانچ چیزوں میں فقط۔مراد لیتا ہوں میں اعراب اورتعریف وتنکیرکو جیسے اللہ تعالی کا قول من هذه القرية الظالم اهلها۔

تشریح:۔قسم اول یعنی صفت بحال الموصوف اپنے متبوع موصوف کے موافق ہوتی ہے دس چیزوں میں اعراب یعنی رفع ونصب وجر میں اور نکرہ،معرفہ،مفرد،تثنیہ،جمع اور مذکر مؤنث ہونے میں۔لیکن ہر ترکیب میں بیک وقت ان دس میں سے چار کا پایا جانا ضروری ہے رفع،نصب،جر میں سے ایک،تعریف وتنکیر میں سے ایک،افراد وتثنیہ وجمع میں سے ایک اور تذکیر وتانیث میں سے ایک۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔اور قسم ثانی یعنی صفت بحال متعلق الموصوف اپنے متبوع موصوف کے موافق ہوتی ہے اول پانچ چیزوں میں فقط اعراب یعنی رفع نصب جر اور تعریف وتنکیر میں اور ہر ترکیب میں بیک وقت ان پانچ میں سے صرف دو کا پایا جانا ضروری ہے رفع ونصب وجر میں سے ایک اور تعریف وتنکیر میں سے ایک جیسے من هذه القرية الظالم اهلها (اس قریہ سے کہ ظالم ہیں اس کے رہنے والے) اس مثال میں القریہ متبوع موصوف الظالم صیغہ صفت ہے اهلها مضاف الیہ سے ملکر اس کا فاعل ہے صیغہ صفت کا اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر تابع صفت ہے القرية کا الظالم صفت اپنے موصوف القرية کے ساتھ پانچ چیزوں میں سے صرف دو میں موافق ہے رفع ونصب وجر میں موافق ہے دونوں مجرور ہیں اور تعریف وتنکیر میں سے تعریف میں موافق ہے کہ دونوں معرفہ ہیں باقی پانچ چیزوں میں یہ صفت فعل کی مثل ہوگی۔کیونکہ یہ صفت اپنے مابعد کی طرف مسند ہونے میں فعل کے مشابہ ہے پس اس کے بعد فاعل اسم ظاہر کو دیکھا جائیگا اگر وہ مفرد،تثنیہ،جمع تو صفت کو مفرد ہی لایا جائیگا جیسے جاءَ نِی رجلٌ عالمٌ اَبَوَاهُ اس مثال میں عالم بمنزل علم فعل کے ہے ابواہ فاعل اسم ظاہر تثنیہ ہے مگر عالم کو مفرد ہی لایا جائے گا اور اگر فاعل مذکر ہوتو صفت مذکر فاعل مؤنث حقیقی ہوتو صفت مؤنث لائی جائیگی جیسے من هذه القرية الظالم اهلها القرية موصوف اگرچہ مؤنث ہے مگر اس کی صفت الظالم کو مذکر لایا گیا کیونکہ آگے اس کا فاعل لفظ اهلها مذکر ہے جاء نی رجل عالمة امه (آیا میرے پاس ایسا مرد کہ عالم ہے اسکی ماں) ام مؤنث حقیقی ہے لهٰذا عالمة صفت کو مؤنث لایا گیا حالانکہ اس کا موصوف رجل مذکر ہے اسی طرح بقیہ احکام میں بھی۔

وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيحُه اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدُ نِ الْفَاضِلُ وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَدْيَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ

ترجمہ:۔اورنعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل عالم اوراس موصوف کی

وضاحت ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید ن الفاضل اور کبھی ہوتی ہے نعت محض ثناء اور مدح کیلئے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور کبھی ہوتی ہے محض مذمت کیلئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور کبھی ہوتی ہے محض تاکید کیلئے جیسے نفخۃ واحدۃ۔

تشریح:۔صفت چونکہ کثیر الفوائد ہے اس کے فائدے بتلا رہے ہیں نعت وصفت کا ایک فائدہ منعوت اور موصوف کی تخصیص ہے جب موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں تو نعت کی وجہ سے منعوت موصوف میں تخصیص حاصل ہو جاتی ہے یعنی اشتراک کم ہو جاتا ہے جیسے جاء نی رجل عالم دونوں نکرہ ہیں رجل موصوف نعت سے پہلے ہر شخص کو شامل تھا خواہ عالم یا جاہل لیکن عالم صفت کے آنے سے اشتراک کم ہو گیا جاہل نکل گیا اور اگر موصوف وصفت دونوں معرفہ ہوں اس کا فائدہ موصوف کی توضیح ہے توضیح کا مطلب یہ ہے کہ موصوف سے اجمال کو دور کردے گی جیسے جاء نی زید ن الفاضل صفت سے پہلے زید میں اجمال تھا کہ کونسا زید مراد ہے فاضل یا غیر فاضل جب فاضل صفت لائی گئی تو اجمال دور ہو گیا۔اور کبھی صفت کی غرض محض موصوف کی تعریف ہوتی ہے اشتراک یا اجمال کو دور کرنا مقصود نہیں ہوتا یہ اس جگہ ہوتا ہے جب موصوف معرفہ ہو اور صفت مخاطب کے نزدیک صفت لانے سے پہلے ہی موصوف میں معلوم ہو جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 'الرحمٰن الرحیم دونوں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں ان سے مقصود محض اللہ تعالیٰ کی ثناء اور تعریف ہے توضیح کی ضرورت ہی نہیں۔اور کبھی مذمت کیلئے ہوتی ہے یہ بھی اس وقت ہوگا جب مخاطب کو پہلے سے معلوم ہو کہ موصوف میں یہ صفت موجود ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہر آدمی کو معلوم ہے کہ شیطان مردود ہے صفت الرجیم محض برائی بیان کرنے کیلئے لائی گئی۔اور کبھی محض تاکید کیلئے ہوتی ہے یہ اس وقت ہوگا جب موصوف خود نعت پر دلالت کرتا ہو اور موصوف۔سے صفت خود سمجھی جا رہی ہو صفت لانے سے بھی پہلے جیسے نفخۃ واحدۃ (ایک بار پھونکنا) اس میں وحدت والی صفت نفخۃ کی تاء سے سمجھی جا رہی ہے اور لفظ واحدۃ سے اسی کی تاکید کی گئی ہے۔

وَاعْلَمْ: اَنَّ النَّكِرَةَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبْرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بے شک نکرہ موصوف ہوتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررت برجل ابوہ عالم یا مررت برجل قام ابوہ۔

تشریح:۔نکرہ کی صفت جملہ خبریہ ہو سکتی ہے اگرچہ جملہ کا صفت ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ جملہ مستقل ہوتا ہے اور صفت کا موصوف کے ساتھ ربط ضروری ہے مگر پھر بھی جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہو جاتا ہے کیونکہ مفرد کی طرح ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع میں پایا جاتا ہے اس وجہ سے جملہ خبریہ صدق وکذب کی صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا کیونکہ وہ صدق و کذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا صفت وہ جملہ بن سکتا ہے جو صدق وکذب کے ساتھ متصف ہو اور وہ جملہ خبریہ ہے پھر جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے معرفہ کی نہیں کیونکہ جملہ بحیثیت جملہ کے اگرچہ نہ معرفہ ہے نہ نکرہ مگر چونکہ علامات تعریف سے خالی ہوتا ہے معرفہ

کی کوئی نشانی اس میں موجود نہیں ہوتی اس لئے وہ نکرہ کے حکم میں ہے لھذا نکرہ کی صفت بن سکتا ہے نہ کہ معرفہ کی اس وقت اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ موصوف کی طرف راجع ہوتا کہ موصوف وصفت میں ربط پیدا ہو جائے جیسے مررت برجل ابوہ عالم (گزرا میں ایسے آدمی کے ساتھ کہ اس کا باپ عالم ہے) رجل نکرہ موصوف ہے ابوہ مبتدأ عالم خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت ہے اس میں ہ ضمیر راجع ہے موصوف کی طرف یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے جملہ فعلیہ کی مثال مررت برجل قام ابوہ (گزرا میں ایسے آدمی کے پاس کہ کھڑا ہے اس کا باپ) رجل موصوف قام فعل ابوہ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت اس میں ابوہ کی ضمیر رجل موصوف کی طرف لوٹ رہی ہے۔

وَالْمُضْمَرُ لَايُوْصَفُ وَلَايُوْصَفُ بِهٖ ترجمہ:۔اور ضمیر موصوف نہیں ہوتی اور نہ اس کے ساتھ صفت لائی جاتی ہے۔

تشریح:۔ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کی صفت، موصوف اسلئے نہیں ہوتی کہ ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف ہیں معرفہ کی قسموں میں سے سب سے زیادہ واضح ہیں اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ معرفہ کی صفت لانے کا فائدہ معرفہ کی وضاحت ہے جب یہ دونوں اوضح ہیں تو ان کو مزید وضاحت کی ضرورت نہیں باقی ضمیر غائب طردا للباب وہ ان دونوں پر محمول ہے اور لا الہ الا ھو العزیز الحکیم میں العزیز الحکیم ھو ضمیر کی صفت نہیں بلکہ بدل ہے۔اور ضمیر کسی کی صفت اس لئے واقع نہیں ہوتی کہ یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو متبوع موصوف میں ہے بلکہ یہ تو ذات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ صفت کا موصوف کے معنی پر دلالت کرنا ضروری ہے لھذا یہ صفت نہیں ہوسکتی۔

فَصْلُ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ يُّنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَكِلَاهُمَا مَقْصُوْدٌ انِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ وَيُسَمّٰى عَطْفَ النَّسَقِ وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَيَاْتِيْ ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شاء الله تعالى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو

ترجمہ:۔عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ منسوب کی جائے اس کی طرف وہ چیز جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو اور ہر دو مقصود ہوں اس نسبت سے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا عطف نسق [1] اور شرط اسکی یہ ہے کہ ہو اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف۔اور عنقریب ان کا ذکر قسم ثالث میں ان شاء اللہ تعالیٰ جیسے قام زید و عمرو۔

تشریح:۔عطف بالحرف کو معطوف بالحرف بھی کہتے ہیں تعریف واضح ہے۔تعریف میں لفظ تابع درجۂ جنس میں ہے سب توابع کو شامل ہے کلاھما مقصودان بتلک النسبۃ فصل ہے اس سے باقی تمام توابع خارج ہو گئے۔کیونکہ تابع نعت اور تاکید

---

[1] فائدہ:۔نسق کا معنی ہے برابر ہونا چونکہ تابع معطوف اور متبوع معطوف علیہ بھی اعراب میں برابر ہوتے ہیں اس لئے اس کو عطف النسق کہتے ہیں یا نسق کا معنی ترتیب دینا اس تابع میں بھی معطوف بعض صورتوں میں معطوف علیہ کے بعد ہوتا ہے اور ان میں ترتیب ہوتی ہے۔

اور عطف بیان ان تینوں میں نسبت سے مقصود صرف متبوع ہوتا ہے تابع مقصود نہیں ہوتا اور تابع بدل میں نسبت سے مقصود صرف تابع ہوتا ہے متبوع مبدل منہ صرف توطیہ وتمہید کے لئے ہوتا ہے عطف بالحرف کا نام عطف النسق بھی ہے۔

تابع معطوف بالحرف کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف ہو۔

حروف عطف کا ذکر قسم ثالث میں آئیگا ان شاء اللہ تعالی۔ حرف عطف سے پہلے جو متبوع ہوتا ہے اس کو معطوف علیہ اور اسکے بعد جو تابع ہے اس کو معطوف کہتے ہیں جیسے قام زید و عمرو (کھڑا ہے زید اور عمرو) قام فعل زید متبوع معطوف علیہ واؤ حرف عطف عمرو تابع معطوف' معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُه بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ

ترجمہ: اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضربت انا و زید مگر جس وقت فاصلہ کیا جائے جیسے ضربت الیوم و زید۔

تشریح:۔ جب ضمیر مرفوع متصل پر خواہ بارز ہو یا مستتر' عطف ڈالا جائے تو پہلے اسکی تاکید ضمیر منفصل سے لانا ضروری ہے جیسے ضربت انا وزید (مارا ہے میں نے اور زید نے) اس مثال میں ت ضمیر مرفوع متصل بارز پر عطف ہے زید اسم ظاہر کا تو اولا اس کی تاکید انا ضمیر منفصل سے لائی گئی ہے پھر عطف ڈالا گیا ہے ضمیر مرفوع متصل مستتر کی مثال جیسے اسکن انت و زوجک الجنۃ (تو اور تیری بیوی جنت میں رہو) اسکن میں انت ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے اس کی تاکید انت ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی پھر زوجک اسم ظاہر کا عطف ڈالا گیا ہے واؤ کے ذریعے سے وجہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل بمنزلہ جزو کلمہ کے ہے اگر بغیر تاکید اس پر عطف ڈالا جائے تو کلمہ مستقل کا عطف لازم آئیگا جزو کلمہ پر اور وہ ناجائز ہے تاکید کی وجہ سے وہ ضمیر مرفوع متصل معطوف علیہ بھی مستقل کلمہ کی حیثیت اختیار کرلے گی لھذا عطف ڈالنا جائز ہو جائیگا مصنفؒ نے ضمیر مرفوع کہا کیونکہ ضمیر منصوب پر بغیر تاکید کے عطف جائز ہے جیسے ضربتکَ وَ زَيْدًا (مارا میں نے تجھے اور زید کو) ك ضمیر منصوب پر زیدًا اسم ظاہر کا عطف ہے بغیر تاکید کے۔ اسی طرح ضمیر مجرور پر بھی جائز ہے البتہ اعادہ جار ضروری ہے جیسے مررتُ بکَ وَ بزَیْدِ (میں تیرے اور زید کے پاس سے گزرا) ك ضمیر مجرور پر زیـــــد اسم ظاہر کا عطف ہے حرف جر کا البتہ اعادہ کیا گیا ہے جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔ پھر مصنفؒ نے مرفوع متصل کہا کیونکہ ضمیر مرفوع منفصل پر بغیر تاکید کے عطف جائز ہے جیسے انا و زید ذاھبان (میں اور زید جانے والے ہیں) انا ضمیر منفصل پر زید اسم ظاہر کا عطف ہے پھر یہ مبتدأ اور ذ.ھبان خبر ہے۔

الا اذا فُصِلَ الخ:۔ ہاں مگر جب ضمیر مرفوع متصل معطوف علیہ اور اسکے معطوف اسم ظاہر کے درمیان فاصلہ ہو تو پھر تاکید لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہی فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہے جیسے ضـربـت الیوم وزید (میں نے اور زید نے آج کے دن مارا)

اس مثال میں ت ضمیر مرفوع متصل بارز پر زید اسم ظاہر کا عطف ہے اور درمیان میں الیوم کا فاصلہ ہے اس لئے تاکید کو ترک کر دیا۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ

ترجمہ:۔اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مجرور پر تو واجب ہے حرف جر کا لوٹانا جیسے مررت بک و بزید۔

تشریح:۔ جب ضمیر مجرور پر کسی چیز کا عطف ڈالا جائے تو معطوف پر بھی حرف جر کا لانا ضروری ہے کیونکہ ضمیر مجرور اور حرف جر کے درمیان شدید اتصال ہے۔شدت اتصال کی وجہ سے یہ دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں اگر بغیر اعادۂ حرف جر کے مجرور پر کسی اسم ظاہر کا عطف ڈالا جائیگا تو کلمۂ مستقلہ کا جز وکلمہ پر عطف لازم آئیگا اور وہ ناجائز ہے جیسے مررت بک وبزید (گزرا میں تیرے پاس اور زید کے پاس) ك ضمیر مجرور پر زید اسم ظاہر کا عطف ڈالا گیا ہے اور با حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔مصنفؒ نے حرف جر کا ذکر کیا ہے مگر ضابطہ عام ہے خواہ جر دینے والا حرف جر ہو یا مضاف ہو ہر حال میں معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے مضاف کی مثال جیسے جاء نی غلامُکَ و غلامُ زَیْدٍ۔ك ضمیر مجرور پر زید اسم ظاہر کا عطف ہے تو غلام جو ك ضمیر کو جر دے رہا تھا اس کا زید معطوف میں اعادہ کیا گیا بغیر اعادے کے زید کا ك ضمیر مجرور پر عطف ڈالنا جائز نہیں کیونکہ مضاف مضاف الیہ کے درمیان بھی شدت اتصال ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِي حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ اَعْنِيْ اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَيْءٍ اَوْ خَبَراً لِاَمْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالًا فَالثَّانِيْ كَذٰلِكَ اَيْضًا وَالضَّابِطَةُ فِيْهِ اَنَّهُ حَيْثُ يَجُوْزُ اَنْ يُقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَيْثُ لَا فَلَا

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے مراد لیتا ہوں میں کہ جس وقت اول صفت ہوگا کسی چیز کی یا خبر کسی چیز کی یا صلہ یا حال ہوگا تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہو معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا تو جائز ہوگا عطف اور جس جگہ قائم مقام کرنا ناجائز ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا۔

تشریح:۔معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے جو چیز معطوف علیہ کیلئے جائز ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو اس کیلئے ناجائز ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی ناجائز ہوگی اگر اول یعنی معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہو یا خبر یا صلہ یا حال ہو تو ثانی یعنی معطوف بھی ایسا ہی ہوگا جیسے قام زَیْدُ ن الْعَالِمُ وَالْعَاقِلُ ۔اس میں اول یعنی العالم زید کی صفت ہے تو ثانی یعنی العاقل معطوف بھی اس کی صفت ہے۔زید عاقل و شاعر اس میں عاقل زید مبتدأ کی خبر ہے تو معطوف شاعر بھی اس کی خبر ہے قام الَّذِیْ صَلّٰی وَصَامَ (کھڑا ہے وہ شخص جس نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا) صلی معطوف علیہ الذی کا صلہ ہے تو صام بھی اسکا صلہ ہے قَعَدَ زَیْدٌمَشْدُوْدًا وَمَضْرُوْبًا (بیٹھا ہے زید اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا ہے اور مارا ہوا ہے) اس میں مشدودا زید ذوالحال کا حال ہے تو مضروبا معطوف بھی اس کا حال ہے۔آگے مصنف اس کی وضاحت کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ وضابطہ

بیان کرتے ہیں ضابطہ یہ ہے کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ میں رکھنا صحیح ہو تو وہاں عطف ڈالنا بھی جائز ہوگا ورنہ نہیں لھذا ما زیدٌ قائماً ولا ذاھبٌ عمرٌو میں ذاھب کو مرفوع پڑھنا عمرو مبتدأ کی خبر مقدم کی بنا پر واجب ہے اس مثال کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا اور نہیں ہے عمرو جانے والا ما حرف مشبہ بلیس زید اسم قائما خبر واؤ عاطفہ لا زائدہ ذاھب خبر مقدم عمرو مبتدأ موخر یا ذاھب مبتدأ کا قسم ثانی اور عمرو فاعل قائم مقام خبر پھر اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے اس مثال میں ذاھبا کو منصوب پڑھ کر قائما پر عطف ڈالنا جائز نہیں کیونکہ اس وقت ذاھبا ما کی خبر ہوگا جیسے قائما ما کی خبر ہے لیکن قائما میں تو ایک ضمیر ہے جو ما کے اسم زید کی طرف لوٹ رہی ہے مگر ذاھبا میں ضمیر نہیں کیونکہ اس کا فاعل آگے عمرو اسم ظاہر ہے کیونکہ جانے والا زید نہیں بلکہ عمرو ہے تو چونکہ ذاھبا معطوف کو قائما معطوف علیہ کی جگہ میں رکھنا صحیح نہیں لھذا عطف ڈالنا ناجائز ہوگا

وَالْعَطْفُ عَلٰى مَعْمُوْلَىْ عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ جَائِزٌ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ كَذٰلِكَ نَحْوُ فِى الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو

ترجمہ:۔ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر ہو معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فی الدار زید والحجرة عمرو (گھر میں زید ہے اور حجرہ میں عمرو ہے)

تشریح:۔ ایک حرف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا جائز ہے بشرطیکہ معطوف علیہ میں معمول مجرور مقدم ہو مرفوع یا منصوب پر معطوف میں بھی اسی طرح معمول مجرور مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو جیسے فی الدار زید والحجرة عمرو اس میں الحجرہ کا عطف ہے الدار پر الدار مجرور ہے فی عامل کی وجہ سے۔ اور عمرو کا عطف ہے زید پر اور زید مرفوع ہے اس کا عامل ابتداء ہے یہاں دو عامل ہیں فی اور ابتداء ان کے دو معمول ہیں فی کا معمول الدار اور ابتداء کا معمول زید ان دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں الحجرة اور عمرو کا عطف ڈالا جارہا ہے ایک حرف عطف واؤ کے ذریعے سے چونکہ اس عطف کے جواز کی شرط پائی جاتی ہے معطوف علیہ اور معطوف میں مجرور معمول مقدم ہے مرفوع پر لھذا یہ عطف جائز ہوگا۔ مجرور کے منصوب پر مقدم ہونے کی مثال جیسے ان فی الدار زیدا والحجرة عمروا اس میں الحجرة کا عطف الدار پر ہے اور وہ مجرور ہے فی کی وجہ سے۔ اور عمروا کا عطف زیدا پر ہے اور وہ منصوب ہے ان کی وجہ سے تو معطوف علیہ معطوف دونوں میں مجرور معمول مقدم ہے معمول منصوب پر لھذا یہ عطف جائز ہوگا قیاس و عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ عطف ناجائز ہو کیونکہ ایک حرف عطف اپنے ضعف کی وجہ سے دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتا لیکن چونکہ اس قسم کی ترکیب اھل عرب سے سنی گئی ہے لھذا یہ جائز ہوگی اور جو بات خلاف قیاس سنی گئی ہو اس کو صرف سماع کی جگہ پر منحصر کرنا ضروری ہے کسی دوسری چیز کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں لھذا صرف یہی صورت جائز ہوگی۔ اگر معطوف علیہ و معطوف میں معمول مجرور مقدم نہیں بلکہ مؤخر ہے مرفوع یا منصوب مقدم ہے تو یہ ترکیب ناجائز ہوگی کیونکہ اس طرح اھل عرب سے سنا نہیں گیا چنانچہ زید فی الدار وعمرو فی

13/2

الحجرة ناجائز ہےاسی طرح ان زیدا فی الدار و عمروا فی الحجرة بھی ناجائز ہے۔

وَفِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ اٰخَرَانِ وَهُمَا اَنْ يَّجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَالْفَرَّاءِ وَلَا يَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ

ترجمہ وتشریح: اوراس مسئلہ میں دو مذھب اور ہیں اور وہ یہ کہ یہ عطف جائز ہے فراء کے ہاں خواہ مجرور مرفوع منصوب پر مقدم ہو یا مؤخر فراء پہلی صورت پر قیاس کرتے ہیں اور سیبویہ کے ہاں مطلقا ناجائز ہے خواہ مجرور مقدم ہو یا مؤخر ہو کیونکہ ایک حرف عطف ایک عامل کے قائم مقام ہوسکتا ہے دو عاملوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اپنے ضعف کی وجہ سے سیبویہ کے ہاں فی الدار زید والحجرة عمرو میں واؤ کے بعد فی مقدر ہے اصل میں یوں ہے و فی الحجرة عمرو اب جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف نہیں ہوگا۔

فَصْل : اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى تَقْرِيْرِ الْمَتْبُوْعِ فِيْ مَا نُسِبَ اِلَيْهِ اَوْ عَلٰى شُمُوْلِ الْحُكْمِ لِكُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِالْمَتْبُوْعِ

ترجمہ:۔ تاکید وہ تابع ہے جو دلالت کرے متبوع کے ثابت ہونے پر اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے۔

تشریح:۔ تاکید مصدر ہے از باب تفعیل اسکا لغوی معنی مضبوط کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے ثابت کرنے و پکا کرنے پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے۔ مطلب یہ ہے کہ تابع تاکید ان دو غرضوں میں سے کسی غرض کیلئے ہوتا ہے ایک غرض یہ ہے کہ متبوع کی طرف جو چیز منسوب کی گئی ہے اس میں مجاز کا احتمال ہے یا سہو ونسیان کا احتمال ہے تو اس کو دور کر کے اس چیز کی نسبت کو ثابت کر دے کہ اس چیز کی نسبت بنا بر مجاز یا سہو ونسیان کے نہیں ہے بلکہ بنا بر حقیقت کے ہے جیسے جاء نی زید زیدا گر صرف جاء نی زید کہا جاتا تو اس میں احتمال تھا کہ شاید زید نہ آیا ہو بلکہ اس کا لڑکا یا اس کا غلام آیا ہو آنے کی نسبت زید کی طرف مجازا یا سہو ونسیا نا کر دی گئی ہو لیکن جب کہا گیا جاءنی زید زید' زید ثانی تاکید ہے تو اس کے لانے سے سامع کو معلوم ہو گیا کہ آنے کی نسبت متبوع زید اول کی طرف بنا بر حقیقت کے ہے نہ کہ سہو ونسیان یا مجاز کی بنا پر۔ دوسری غرض یہ ہوتی ہے کہ متبوع ایسی چیز ہے جو افراد کثیرہ پر دال ہے مگر اس میں شبہ ہے کہ متبوع کے تمام افراد مراد نہ ہوں بلکہ اکثر مراد ہوں تو تاکید اس پر دلالت کرے گی کہ یہ حکم جو متبوع پر لگ رہا ہے یہ متبوع کے تمام افراد کو شامل ہے اکثر یا بعض کو شامل نہیں جیسے جاء نی القوم کلھم (آئی ہے میرے پاس قوم تمام) قوم متبوع کا لفظ اگر چہ تمام افراد کو شامل ہے لیکن بعض اوقات اکثر افراد پر قوم کا لفظ بولا جاتا ہے تو کلھم کے بغیر شبہ تھا کہ شاید لفظ قوم سے اکثر افراد مراد ہوں سب نہ ہوں تو کلھم تابع تاکید لانے سے سامع کو معلوم ہو گیا کہ آنے والا حکم قوم کے سب افراد کو شامل ہے۔

وَالتَّاكِيدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِالْفَاظٍ مَعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ نَفْسُه وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُه وَاَعْيُنُهُمَا اَوْ عَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ جَاءَ تْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَ تْنِيْ الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَ تْنِيْ الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ

ترجمہ:۔اورتا کید دو قسم پر ہے لفظی اور وہ تکرار کرنا ہے اول لفظ کا جیسے جاء نی زید زید اور جاء جاء زید اور معنوی اور وہ گنے چنے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ الفاظ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کیلئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسه الخ۔

تشریح:۔تا کید کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی یہ تکرار لفظ سے حاصل ہوتی ہے اس کو لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ لفظی لفظ کی طرف منسوب ہے یعنی لفظ والی اور اس میں بھی اول لفظ کا تکرار ہوتا ہے جیسے جاء نی زید زید یہاں زید ثانی زید اول کی تا کید ہے زید کو مکرر لانے سے حاصل ہوئی ہے جاء جاء زید یہاں جاء ثانی جاء اول کی تا کید ہے جاء کو مکرر لانے سے حاصل ہوئی یہ تا کید لفظی اسم و فعل اور حرف سب میں جاری ہوتی ہے حرف کی مثال ان ان زیدا قائم (بے شک بے شک زید کھڑا ہونیوالا ہے) بلکہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ وغیرہ میں بھی تا کید لفظی جاری ہوتی ہے جیسے زید قائم زید قائم' جاء زید جاء زید۔

دوسری قسم تا کید معنوی یہ مخصوص گنے چنے الفاظ سے حاصل ہوتی ہے اور وہ آٹھ الفاظ ہیں نفسٌ' عینٌ' کلا' کلٌّ' اَجمعُ' اَکتعُ' اَبتعُ' اَبصعُ' ان کے غیر سے حاصل نہیں ہوتی اس کو تا کید معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ معنوی کا مطلب ہے معنی والی اور یہ بھی باعتبار معنی کے حاصل ہوتی ہے۔ آٹھ الفاظ میں سے نفس عین واحد، تثنیہ، جمع سب کی تا کید کیلئے آتے ہیں صیغہ اور ضمیر کے اختلاف کے ساتھ یعنی ان کا صیغہ اور ان کے ساتھ متصل ہونے والی ضمیر جو متبوع کی طرف لوٹتی ہے وہ متبوع کے لحاظ سے بدلتے رہیں گے اگر متبوع مفرد ہو تو نفس اور عین کا صیغہ بھی مفرد اور انکی ضمیر بھی مفرد ہوگی جیسے جاء نی زید نفسه عینه (آیا ہے میرے پاس زید بذات خود) تثنیہ میں نحویوں کا اختلاف ہے جمہور کے ہاں تثنیہ کی تا کید کیلئے نفس و عین کا صیغہ جمع کا ہوگا البتہ ضمیر تثنیہ کی ہوگی جیسے جاء نی الزیدان انفُسُهُمَا یا اَعیُنُهما لیکن بعض نحویوں کے ہاں صیغہ بھی تثنیہ کا اور ضمیر بھی تثنیہ کی ہوگی جیسے جاء نی الزیدان نَفْسَاهُمَا یا عَیْنَاهُمَا اصل میں نفسان عینان تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا اور جمع کے لئے بالاتفاق صیغہ بھی جمع کا اور ضمیر بھی جمع کی ہوگی جیسے جاء نی الزیدون انفسُهُمْ یا اعینُهُمْ مذکر کے لئے ضمیر بھی مذکر، مؤنث کیلئے ضمیر بھی مؤنث ہوگی صیغہ میں تبدیلی نہیں آتی جیسے جاء تنی هند نفسها جائتنی الهندان انفسُهما یا نفساهما جائتنی الهندات انفسهن اسی طرح عین کی مثالیں سمجھ لیں۔

وَكِلاَ وَكِلْتَا لِلْمُثَنّٰى خَاصَّةً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلاَنِ كِلاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرْأَتَانِ كِلْتَاهُمَا

ترجمہ:۔اور کلا اور کلتا تثنیہ کیلئے ہیں خاص کر جیسے قام الرجلان کلاھما (کھڑے ہیں ہر دو مرد) الخ

تشریح:۔کلا اور کلتا صرف تثنیہ کی تاکید کیلئے آتے ہیں کلا تثنیہ مذکر کیلئے اور کلتا تثنیہ مؤنث کیلئے پھر تثنیہ عام ہے خواہ اصطلاحی ہو جیسے گزر چکا ہے یا مفرد کا مفرد پر عطف ہو جس سے تثنیہ والا معنی پیدا ہو گیا ہو جیسے قام زید و عمرو کلاھما وغیرہ۔

وَكُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلاَفِ الضَّمِيْرِ فِيْ كُلٍّ وَالصِّيْغَةِ فِي الْبَوَاقِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اَكْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ

ترجمہ:۔اور کل اور اجمع اکتع ابتع ابصع غیر تثنیہ کیلئے ہیں کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ کہے گا تو جاء نی القوم کلھم الخ۔

تشریح:۔یہ پانچ الفاظ غیر مثنی کی تاکید کیلئے آتے ہیں یعنی صرف واحد اور جمع کی تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ لفظ کل کے صیغہ میں تبدیلی نہیں آئیگی اس کی ضمیر جو مضاف الیہ ہے اور متبوع کی طرف لوٹتی ہے اس میں متبوع کے لحاظ سے تبدیلی ہوگی اگر متبوع مفرد مذکر تو ضمیر بھی مفرد مذکر اگر متبوع مفرد مؤنث تو ضمیر بھی مفرد مؤنث اگر متبوع جمع مذکر تو ضمیر بھی جمع مذکر اگر وہ جمع مؤنث تو ضمیر بھی جمع مؤنث اور باقی چار الفاظ اجمع الخ میں صرف صیغہ بدلتا رہیگا چنانچہ مفرد مذکر کیلئے اجمع اکتع ابتع ابصع ان سب کا معنی ہے (تمام) اور مفرد مؤنث کیلئے جَمْعَاءُ كُتْعَاءُ بُتْعَاءُ بُصْعَاءُ جمع مذکر کیلئے اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور جمع مؤنث کیلئے جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ جیسے جاء نی القوم کلھم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون (آئی ہے میرے پاس قوم سب کی سب) قامت النساء کلھن جمع کتع بتع بصع (کھڑی ہیں عورتیں سب کی سب) واحد مذکر کی مثال قرأت الكتاب كُلَّه (پڑھا میں نے تمام کتاب کو) اشتریت العبد اجمع اکتع ابتع ابصع (خریدا ہے میں نے پورے غلام کو) واحد مؤنث کی مثال قرأت الصحيفة كُلَّها (پڑھا ہے میں نے تمام صحیفہ کو) اشتریت الجارية جمعاء كتعاء بتعاء بصعاء (خریدا ہے میں نے کل لونڈی کو)

وَاِذَا اَرَدْتَّ تَاكِيْدَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ يَجِبُ تَاكِيْدُه بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ

ترجمہ:۔اور جب ارادہ کرے تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا نفس اور عین کے ساتھ تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے جیسے ضربت انت و نفسک۔

تشریح:۔جب ضمیر مرفوع متصل بارز یا مستتر کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ کرنی ہو تو اولا اس کی تاکید ضمیر منفصل سے کی جائیگی

پھر نفس و عین سے تاکید لائی جائیگی وجہ یہ ہے کہ لفظ نفس و عین اکثر فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَرب نَفْسُه (زید مارا ہے اس کی ذات نے) عمرو جاء عینُه (عمرو آیا ہے وہ بذات خود) پس اگر ضمیر منفصل کے بغیر نفس و عین سے تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل سے التباس ہوگا جیسے زید ضربنی نفسه میں معلوم نہیں ہوتا کہ نفسه ضربنی کا فاعل ہے یا فاعل تو ضمیر مرفوع متصل مستتر ہے اور نفسه اس کی تاکید ہے التباس سے بچنے کیلئے ضمیر منفصل سے اولا تاکید لائی جائیگی جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ هُوَ نَفْسُه یا ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ۔

فائدہ: مصنفؒ نے ضمیر مرفوع کہا کیونکہ منصوب یا مجرور کی تاکید نفس و عین کے ساتھ منفصل کے ساتھ تاکید کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے ضربتک نفسک مررت بک نفسک۔ پھر مصنفؒ نے متصل کہا کیونکہ ضمیر منفصل کی تاکید نفس و عین کے ساتھ دوسری ضمیر منفصل سے تاکید کے بغیر بھی لائی جاسکتی ہے جیسے انت نفسک قائم (تو بذات خود کھڑا ہونے والا ہے)

وَلَا یُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَالَه اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ یَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا کَالْقَوْمِ اَوْحُکْماً کَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّه وَلَا تَقُوْلُ اَکْرَمْتُ الْعَبْدَ کُلَّه

ترجمہ:۔ اور نہیں تاکید لائی جائیگی کل اور اجمع کے ساتھ مگر اس چیز کی جس کیلئے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جنکا جدا ہونا صحیح ہو حسی طور پر جیسے القوم یا حکم کے اعتبار سے جیسے تو کہے اشتریت العبد کله (خریدا ہے میں نے کل غلام کو) اور نہیں کہے گا تو اکرمت العبد کله (عزت کی میں نے کل غلام کی)

تشریح:۔ لفظ کل اور اجمع سے اس چیز کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور ابعاض یعنی حصے ہوں جو باعتبار حس اور مشاهده کہ کے ایک دوسرے سے جدا ہوسکتے ہوں جیسے قوم اور رجال وغیرہ ان کے اجزاء اور افراد زید عمرو بکر وغیرہ باعتبار حس اور مشاہدہ کے جدا ہیں لھذا انکی تاکید کل اور اجمع سے آسکتی ہے جیسے جاء نی القوم کلهم اجمعون، اکرمت القوم کلهم، اکرمت الرجال کلهم یا باعتبار حکم کے ایک دوسرے سے جدا ہوسکیں جیسے عبد کے اجزاء اگر چہ حساً تو جدا نہیں ہوسکتے لیکن جب شراء یا بیع وغیرہ والا حکم اس پر لگا ئیں گے تو اس حکم کے اعتبار سے اس کے اجزاء وابعاض جدا ہوسکتے ہیں کہ نصف غلام کسی ایک نے خریدا ہو نصف کسی دوسرے نے خریدا ہو اگر کسی ایک شخص نے سارا غلام خریدا تو وہ اس کی تاکید کل اور اجمع کے ساتھ لاسکتا ہے چنانچہ یوں کہے گا اشتریت العبد کله (میں نے پورا غلام خریدا) لیکن اکرمت العبد کله کہنا جائز نہیں کیونکہ اکرام والے حکم کے اعتبار سے عبد کے اجزاء نہیں ہوسکتے آدھے غلام کا اکرام کیا اور آدھے کا نہ کیا ہو یہ نہیں ہوسکتا لھذا اس حکم کے اعتبار سے کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانا درست نہیں اسی طرح جاء زید کله کہنا درست نہیں کیونکہ آنے والا حکم اور جانے والے حکم کے اعتبار سے زید کے اجزاء جدا نہیں ہوسکتے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنًى هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ فَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهَا عَلٰى اَجْمَعَ وَلَا ذِكْرُهَا بِدُوْنِهٖ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے اکتع، ابتع، ابصع تابع ہیں اجمع کے اور نہیں ان کا کوئی معنی یہاں سوا اجمع کے پس نہیں جائز ان کومقدم کرنا اجمع پر اور نہیں جائز ان کوذکر کرنا بغیر اجمع کے۔

تشریح:۔اکتع، ابتع، ابصع یہ تینوں استعمال میں اجمع کے تابع ہیں جب یہ تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں تو اجمع کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اور ان کا معنی وہی ہے جو اجمع کا ہے یعنی سب کا معنی تمام ہے فلا یجوز کی فا نتیجہ کی ہے لہذا ان تینوں کو اجمع پر مقدم کرنا جائز نہیں جس ترکیب میں اجمع کے ساتھ یہ استعمال ہونگے تو ہمیشہ اجمع ان پر مقدم ہوگا اور اسی طرح بغیر اجمع کے ان کا ذکر کرنا بھی تاکید میں جائز نہیں۔

فَصْلٌ اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهٗ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهٗ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَمَامَدْلُوْلُهٗ مُتَعَلَّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ وَبَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَايُذْكَرُ بَعْدَالْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا

ترجمہ:۔بدل وہ تابع ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور وہی مقصود بالنسبت ہو، نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کے اقسام چار ہیں بدل الکل من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو جیسے جاء نی زیداخوك (آیا ہے میرے پاس زید یعنی تیرا بھائی) اور بدل البعض من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کی جزو ہو جیسے ضربت زیدا رأسه (مارا ہے میں نے زید کو یعنی اس کے سر کو) اور بدل الاشتمال اور وہ وہ ہے کہ اسکا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبه (چھینا گیا ہے زید یعنی اس کا کپڑا) اور بدل الغلط اور وہ وہ ہے کہ ذکر کیا جائے غلطی کے بعد جیسے جاء نی زید جعفر (میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ جعفر آیا) رأیت رجلا حمارا (میں نے آدمی کو دیکھا نہیں بلکہ گدھے کو دیکھا)

تشریح:۔بدل کا لغوی معنی عوض و مقابل اصطلاحی معنی بدل وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور نسبت سے مقصود یہی تابع ہو متبوع مقصود نہ ہو بلکہ اس کا ذکر توطیۃً وتمہیداً ہو۔جیسے جاء نی زید اخوك اس مثال میں زید کی طرف جو مجیت کی نسبت کی گئی ہے وہی اخوك کی طرف بھی منسوب ہے اور مقصد اخوك کی طرف نسبت ہے زید کا ذکر محض تمہید کیلئے ہے۔

فوائد وقیود:۔ تعریف میں لفظ تابع درجۂ جنس میں ہے سب توابع کو شامل ہے هو المقصود بالنسبة فصل اول ہے اس سے تابع نعت وتاکید وعطف بیان خارج ہوگئے کیونکہ ان سب میں مقصود صرف متبوع ہوتا ہے دونه فصل ثانی ہے اس سے عطف بالحروف خارج ہوگیا کیونکہ اس میں مقصود دونوں ہوتے ہیں۔

اقسام بدل:۔ بدل کے چار اقسام ہیں۔(۱) بدل الکل من الکل کہ بدل اور مبدل منہ کا مصداق ومدلول ایک ہو جیسے جاء نی زید اخوك زید اور اخوك سے ایک ہی شخص مراد ہے(۲) بدل البعض من الكل کہ بدل کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زيدا رأسه سر زید کا جزء ہے(۳) بدل الاشتمال کہ بدل کا مدلول مبدل منہ کے متعلقات میں سے ہو یعنی اس سے کوئی تعلق رکھتا ہو جیسے سلب زيد ثوبه اس میں ثوب کا زید سے تعلق ہے کہ اس کی ملک میں ہے(۴) بدل الغلط کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کے تدارک کیلئے بدل کو ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زيد جعفر زید متبوع مبدل منہ ہے جعفر بدل الغلط ہے متکلم کہنا چاہتا تھا جاء نی جعفر مگر غلطی سے زبان سے نکل گیا زید اس غلطی کے تدارک کیلئے آگے کہا جعفر۔

وَالْبَدَلُ اِنْ كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَّعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُه كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلاَ يَجِبُ ذٰلِكَ فِيْ عَكْسِهٖ وَلاَ فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ

ترجمہ:۔ اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے بالناصية ناصية كاذبة اور نہیں واجب اس کے برعکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تشریح:۔ بدل مبدل منہ دونوں کیلئے چار صورتیں جائز ہیں (۱) دونوں معرفہ ہوں (۲) دونوں نکرہ ہوں (۳) مبدل منہ معرفہ بدل نکرہ (۴) مبدل منہ نکرہ بدل معرفہ لیکن اگر بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس وقت بدل کی صفت لانا ضروری ہے کیونکہ نسبت سے مقصود بدل ہوتا ہے اگر بدل نکرہ کی صفت نہ لائیں تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا لیکن جب بدل نکرہ کی صفت لائی جائے گی تو نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے گا جیسے بالناصية ناصية كاذبة اول ناصيه مبدل منہ معرفہ ہے دوسرا ناصية بدل نکرہ ہے اسی وجہ سے اس کی صفت لائی گئی كاذبة کے ساتھ اللہ تعالی فرماتے ہیں ہم پکڑیں گے پیشانی سے یعنی جھوٹی پیشانی سے اگر برعکس ہے یعنی مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہے یا متجانسین ہیں یعنی دونوں ایک جیسے ہیں دونوں معرفہ ہیں یا دونوں نکرہ ہیں تو صفت لانا ضروری نہیں ہے برعکس کی مثال جاء نی رجل اخوك دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زيد اخوك دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل اخ لك۔

فَصْل : عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَه وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَىْ شَيْئٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُاللّٰهِبْنُ عُمَرَ ؓ

ترجمہ:۔ عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شئے کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور

ہوتا ہے جیسے قام ابو حفص عمرؓ اور قام عبد الله ابن عمرؓ۔

تشریح:۔عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور کسی چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور نام ہو گا اس کو عطف بیان بنایا جائے گا لیکن بعض نحویوں کے ہاں عطف بیان کا زیادہ مشہور ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ معطوف علیہ اور عطف بیان دونوں کے اجتماع سے وہ وضاحت ہو جائے جو ایک کے ذکر کرنے سے حاصل نہیں ہوتی تو بھی عطف بیان بنانا صحیح ہے۔

فوائد قیود:۔تعریف میں لفظ تابع درجہ جنس میں ہے سب توابع کو شامل ہے غیر صفة فصل اول ہے اس سے تابع صفت خارج ہو گیا یوضح متبوعه دوسرا فصل ہے اس سے صفت کے علاوہ باقی توابع خارج ہو گئے کیونکہ وہ اپنے متبوع کی وضاحت نہیں کرتے مثال قام ابو حفص عمرؓ ابو حفص متبوع مبین معطوف علیہ ہے اور عمر عطف بیان ہے ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے نام زیادہ مشہور ہے بنسبت کنیت کے اسی وجہ سے نام کو عطف بیان بنایا گیا دوسری مثال قام عبدالله بن عمرؓ اس میں عبداللہ متبوع مبین معطوف علیہ اور ابن عمر عطف بیان ہے عبداللہ نام ہے ابن عمر کنیت ہے اور کنیت زیادہ مشہور ہے بنسبت نام کے اسی وجہ سے ابن عمر کنیت کو عطف بیان بنایا گیا

وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ (شعر) اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيْ بِشْرٍ ☆عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقَبُهٗ وُقُوْعًا

ترجمہ:۔اور نہیں ملتبس ہوتا عطف بیان بدل کے ساتھ باعتبار لفظ کے شاعر کے قول کی مثل میں شعر الخ۔

تشریح:۔بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ توابع کل چار ہیں عطف بیان کوئی علیحدہ قسم نہیں بلکہ وہ بدل الکل من الکل ہے عطف بیان اور بدل الکل میں کوئی فرق نہیں لیکن جمہور کے ہاں یہ مستقل قسم ہے ان دونوں میں باعتبار معنی کے تو فرق بالکل واضح ہے اظهر من الشمس ہے کیونکہ بدل الکل میں مقصود بالنسبة تابع بدل ہوتا ہے بخلاف عطف بیان کے اس میں مقصود بالنسبة تابع عطف بیان نہیں ہوتا بلکہ متبوع مبین مقصود ہوتا ہے لھذا فرق واضح ہے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں البتہ ان دونوں میں باعتبار لفظ کے چونکہ فرق مخفی تھا اس لئے مصنف نے اس فرق لفظی کو بیان کیا کہ عطف بیان اور بدل میں باعتبار لفظوں کے بھی فرق ہے

انا ابن التارك الخ:۔جیسی مثال میں فرق کچھ مخفی تھا تو فرمایا کہ اس جیسی مثال میں بھی فرق ہے۔

فائدہ:اس جیسی مثال سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے التارك البكرى بشر پس اس مثال میں بشر عطف بیان ہے اور البكرى اس کا متبوع ہے جو کہ التارك صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے اس وقت اس میں کوئی خرابی نہیں لیکن جب ہم بشر کو البكرى سے بدل قرار دیں تو خرابی لازم آتی ہے اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے جو عامل مبدل منہ پر داخل ہوتا ہے وہ بدل پر بھی داخل سمجھا جاتا ہے گویا کہ وہ بدل پر مکرر ہے تو التارك جو مضاف ہے البكر کی طرف اور اس میں عامل ہے تو یہ بشر میں بھی عامل ہو گا اصل عبارت گویا یوں ہو گی انا ابن التارك بشر اور یہ جائز نہیں اس لئے کہ التارك بشر الضارب زيد کی طرح ہے اور الضارب زيد

ناجائز ہے۔ ۱ لهذا التارك بشر بھی ناجائز ہے بخلاف عطف بیان کے کہ اس میں چونکہ عامل مکرر نہیں ہوتا لهذا اصل عبارت التارك بشر نہ ہوگی بلکہ التارك البكری ہی رہے گی اور یہ جائز ہے کیونکہ یہ الضارب الرجل کی طرح ہے اور الضارب الرجل جائز ہے۔ ۲

شعر کی ترکیب:۔ انا مبتدأ ابن مضاف التارك پھر مضاف البكری معطوف علیہ اور بشر عطف بیان معطوف علیہ عطف بیان سے ملکر مجرور لفظا مضاف الیہ منصوب معنیً مفعول بہ ہے التارك کا علیہ جار مجرور ظرف مستقر کائنۃ کے متعلق ہوکر خبر مقدم الطیر جوجمع ہے طائر کی یہ مبتدأ مؤخر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر البكری سے حال ہے ترقب فعل ھی ضمیر راجع بسوئے الطیر فاعل ہ ضمیر راجع بسوئے بشر مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر حال ہے علیہ جار مجرور کے متعلق کائنۃ کی ضمیر مستتر سے اور وقوعا جمع ہے واقع کی یہ ترقبہ کی ھی ضمیر مستتر فاعل سے حال ہے۔ ۳

شعر کا ترجمہ:۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے بہادر کو قتل کرنے والا ہے اس حال میں کہ موجود ہونے والے ہیں اس پر پرندے اس حال میں کہ اس کا انتظار کررہے ہیں اس حال میں کہ گرنے والے ہیں یعنی تھوڑی سی رمق باقی ہے تو پرندے اس کی روح نکلنے کا انتظار کررہے ہیں کہ روح نکلے اور ہم اس کو کھائیں۔ **مطلب شعر**:۔ شاعر اس شعر میں اپنی اور باپ کی بہادری کا ذکر کررہا ہے کہ میں ایسے بہادر باپ کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے بہادر کو قتل کرنے والا ہے جس کے گوشت کو نوچنے کیلئے پرندے اس انتظار میں ہیں کہ اس کی روح نکلے اور ہم اس کو نوچیں کیونکہ تھوڑی سی روح بھی باقی ہو تو پرندے قریب نہیں آتے۔

---

۱ الضارب زید اس لئے ناجائز ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے مضاف سے تنوین حذف ہوتی یا مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی ہے یا دونوں میں تخفیف حاصل ہوتی ہے مگر الضارب زید میں تخفیف حاصل نہیں کیونکہ مضاف الضارب سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور مضاف الیہ میں ضمیر تھی ہی نہیں تو یہ مثال تخفیف حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

۲ الضارب الرجل میں قیاس وعقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ الضارب الرجل بھی ناجائز ہو اس لئے کہ اس میں اضافت سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بھی الضارب مضاف سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے مگر پھر بھی یہ مثال جائز ہے کیونکہ الضارب الرجلکو محمول کیا گیا ہے الحسن الوجہ کی مختار صورت پر اور وہ مختار صورت یہ ہے کہ الحسن مضاف ہے الوجہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے چونکہ الحسن الوجہ جائز بلکہ مختار ہے۔ تو الضارب الرجل بھی جائز ہوگا۔ باقی اس پر محمول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ الضارب الرجل اور الحسن الوجہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ دونوں میں مضاف صیغہ صفت معرف باللام ہے اور مضاف الیہ دونوں میں اسم جنس معرف باللام ہے بخلاف الضارب زید کے کہ وہ الحسن الوجہ کے مشابہ نہیں کیونکہ مضاف الیہ علم ہے لہذا الضارب زید ناجائز اور الضارب الرجل جائز ہے۔

۳ فائدہ:۔ یہ مذکورہ ترکیب اس صورت میں ہے جب التارک بمعنی قاتل ہو اس وقت یہ ایک مفعول کو چاہتا ہے اور وہ البکری بشر ہے اگر التارک ترک بمعنی صَیَّرَ سے ہو تارک بمعنی مصیِّر کے ہوگا اس وقت یہ متعدی بدو مفعول ہوگا البکری بشر مفعول اول اور علیہ الطیر الخ مفعول ثانی ہوگا اس وقت علیہ الطیر حال نہیں ہوگا البکری بشر سے۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِیْ الْاِسْمِ الْمَبْنِیْ

وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَ مُرَكَّبٍ مَعَ غَیْرِهٖ مِثْلُ ا ب ت ث وَمِثْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَ ثَلاثَةٌ وَ كَلَفْظَةِ زَیْدٍ وَحْدَه فَاِنَّه مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّكُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْ شَابَهَ مَبْنِیَ الْاَصْلِ بِاَنْ یَّكُوْنَ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِیْنَةٍ ـ اَلْاِشَارَةِ نَحْوُهٰؤُلَاءِ وَنَحْوِهَا اَوْیَكُوْنَ عَلٰی اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ اَوْتَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُذَا وَمَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ لَا یَصِیْرُ مُعْرَبًا اَصْلاً

ترجمہ:۔دوسرا باب اسم مبنی میں ہے اور وہ وہ اسم ہے جو واقع ہو اس حال میں کہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف با تا ثا اور جیسے واحد و اثنان و ثلثۃ اور جیسے لفظ زید اکیلا پس تحقیق یہ مبنی بالفعل ہے سکون پر اور معرب بالقوۃ ہے یا مشابہ ہو مبنی الاصل کے بایں طور کہ اپنے ں پر دلالت کرنے میں محتاج ہو قرینہ کی طرف مثل اشارہ حسیہ کے جیسے ھؤلاء اور اس کی مثل یا ہو تین حروف سے کم پر یا متضمن ہو حرف کے معنی کو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک اور یہ قسم نہیں ہوتا معرب بالکل۔

تشریح:اسم معرب کی تعریف و بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنفؒ اسم مبنی کے بیان میں مشغول ہوتے ہیں اسم مبنی دو قسم پر ہے اول قسم:۔وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو غیر سے مراد عامل ہے یعنی اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہو دوسرا قسم کہ وہ مبنی الاصل کے مشابہ ہو اول قسم کی مثال اب ت ث لیکن مراد ان حروف سے حروف ھجا نہیں بلکہ ان کے اسماء مراد ہیں یعنی مسمیات جو حروف ھجاء ہیں یہ مراد نہیں بلکہ ان کے اسماء اور نام الف با تا ثا مراد ہیں کیونکہ ہماری بحث اسم مبنی میں ہے نہ کہ حروف مبنی میں حروف ہجاء تو حروف ہو کر مبنی الاصل ہیں۔دوسری مثال اسمائے عدد جیسے واحد اثنان ثلثۃ تیسری مثال اسمائے معدودہ جیسے زید عمرو بکر وغیرہ جب یہ اکیلے ہوں یہ سب مبنی الاصل ہیں سکون پر اور معرب بالقوۃ ہیں یعنی الف با اور واحد اثنان اور زید و بکر اکیلا جب یہ عامل سے ملے ہوئے نہ ہوں تو مبنی بالفعل ہیں اور معرب بالقوۃ ہیں یعنی معرب بننے کی ان میں صلاحیت ہے جب ان کے ساتھ عامل مل جائیگا تو یہ معرب بن جائیں گے جیسے جاء الف جاء واحد جاء زید رأیت الفارایت واحدا رأیت زیدا الخ اس وقت یہ معرب ہونگے اس وقت ان پر رفع ،نصب ، جر والا اعراب آجائیگا۔

دوسرا قسم:۔کہ مبنی الاصل کے مشابہ ہو مشابہ سے مراد مناسبت مؤثرہ ہے کہ مبنی الاصل کے ساتھ اس اسم کی مناسبت مؤثرہ ہو۔پھر مناسبت مؤثرہ کی تین صورتیں ہیں جو مصنفؒ نے بیان کی ہیں لیکن تلاش کرنے کے بعد نحویوں نے سات بیان کی ہیں مصنفؒ نے جو تین صورتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں اول صورت۔کہ وہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ ھذا، ھؤلاء مثلا اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ اشارہ حسیہ کا محتاج ہوتا ہے ھذا اور ھؤلاء وغیرہ اپنے معنی پر دلالت نہیں کر سکتے جب تک ہاتھ یا آنکھ سے اشارہ حسیہ نہ کریں تو یہ اشارہ حسیہ قرینہ ہے اسم اشارہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اس قرینہ اشارہ حسیہ کا محتاج

ہے(عبارت میں کالاشارۃ قرینہ کی مثال ہے)

ونحوھا: ۔اورمثل اشارہ حسیہ کے۔یہاں سے قرینہ کی دوسری مثال کی طرف اشارہ ہے جیسے اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ یعنی صلہ کا محتاج ہے جیسے الذی قام فلہ درھم (جوشخص کھڑا ہے اس کیلئے ایک درھم ہے) اب الذی اپنے معنی و مصداق پر دلالت نہیں کرتا جب تک قام جو صلہ ہے اس کو ذکر نہ کیا جائے۔دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اسم تین حرفوں سے کم ہو جیسے ذا اورمَنْ یہ مشابہ ہیں فی اور مِن حروف جارہ وغیرہ کے لھذا یہ مبنی ہونگے۔تیسری صورت یہ ہے کہ وہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک یہ اصل میں احد و عشر اثنان و عشر و ثلثۃ و عشر الخ تھے پھر درمیان سے واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے کردیا اب دونوں جز مبنی برفتحہ ہیں کیونکہ واؤ حرف عطف کے معنی کو متضمن ہیں انکا معنی ہے ایک اور دس یعنی گیارہ دو اور دس یعنی بارہ الخ لیکن اثنا عشر میں نون اور واؤ کو حذف کیا گیا اس میں صرف دوسرا جز مبنی برفتحہ ہے اول جز و معرب ہے بحسب العوامل اس کا اعراب ہوگا جیسے جاء اثنا عشر رجلا رأیت اثنی عشر رجلا مررت باثنی عشر رجلا کیونکہ حذف نون میں یہ تثنیہ مضاف کے مشابہ ہے لھذا جیسے تثنیہ مضاف ضاربا مثلا زید معرب ہے یہ بھی معرب ہے۔ [1]

وَحُكْمُهُ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهُ تُسَمّٰى ضَمًّا وَفَتْحًا وَكَسْرًا وَسُكُوْنُهُ وَقْفًا وَهُوَعَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ وَ الْمَوْصُوْلَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ

ترجمہ:۔اور حکم اس کا یہ ہے کہ نہیں مختلف ہوتا اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے اور اس کی حرکات کا نام رکھا جاتا ہے ضم فتح کسرہ اور

---

[1] اہم فائدہ: نحویوں نے مشابہت یعنی مناسبت مؤثرہ کی سات صورتیں تلاش کی ہیں۔﴿۱﴾ اول یہ کہ وہ اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این اسم ہے ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے ﴿۲﴾ دوم یہ کہ وہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ و اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اشارہ حسیہ اور صلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔﴿۳﴾ سوم یہ وہ اسم مبنی للاصل کے موقع میں واقع ہو جیسے نزال اسم فعل انزل امر حاضر معروف کے موقع میں واقع ہوتا ہے۔﴿۴﴾ چہارم کہ وہ اسم اس اسم کے مشابہ ہو ہم شکل ہو جو مبنی الاصل کے موقع میں واقع ہوتا ہے جیسے فجار نزال کے مشابہ ہے اور نزال انزل کے موقع میں واقع ہوتا ہے ﴿۵﴾ پنجم یہ کہ وہ اسم اس اسم کے موقع میں واقع ہو جو اسم مبنی الاصل کے مشابہ ہے جیسے منادی مضموم یا زید یا رجل وغیرہ میں زید اور رجل کاف خطاب اسمی جو کہ ادعوک میں مفعول بہ ہے اس کے موقع میں واقع ہے اور کاف ضمیر خطاب جو کہ اسم ہے یہ مشابہ ہے کاف حرفی کے جو کہ حروف جارہ میں سے ہو کر مبنی الاصل ہے۔﴿۶﴾ ششم کہ وہ مبنی الاصل کی طرف مضاف ہو خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جیسے یومئذ یہ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا یوم مبنی برفتحہ ہے یہ مضاف ہے جملہ کان کذا کی طرف بواسطہ اذ اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی الاصل ہے۔﴿۷﴾ ہفتم یہ کہ اس اسم کی بناء تین حرفوں سے کم ہو جیسے ذا اور من موصولہ وغیرہ اور یہ دوسرا قسم معرب بالکل نہیں ہوتا نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ بخلاف قسم اول کے کہ وہ مبنی بالفعل اور معرب بالقوہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس کے سکون کا نام رکھا جاتا ہے وقف اور وہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ الخ۔

تشریح:۔حکمہ کی ضمیر مبنی کی قسم ثانی کی طرف لوٹتی ہے اور یہ حکم صرف اسی اسم مبنی کا ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہے قسم اول جو عامل کے ساتھ واقع نہیں اس کا یہ حکم نہیں کیونکہ وہ تو مبنی ہی اسی بناء پر ہے کہ عامل کے ساتھ واقع نہیں اگر عامل کے ساتھ واقع ہوگا تو معرب ہو کر عوامل کے اختلاف سے اس کا آخر مختلف ہو جائے گا۔ مبنی کی حرکات کو ضم، فتح، کسر اور سکون کو وقف کہا جاتا ہے۔ ۱

معرب کی حرکات کو رفع، نصب، جر کہا جاتا ہے بصریوں کے ہاں مبنی کے حرکات کو مخصوص القاب ضم، فتح، کسر اور معرب کے حرکات کو مخصوص انواع رفع نصب وجر سے تعبیر کیا جاتا ہے کوفیوں کے ہاں ایک دوسرے پر ان کا اطلاق ہوتا رہتا ہے۔

وهو على ثمانية انواع:۔ ھو ضمیر کا مرجع مطلق اسم مبنی ہے خواہ اسم غیر مرکب ہو یا مشابہ مبنی الاصل ہو کیونکہ اگر فقط اسم مشابہ مبنی الاصل کی طرف ضمیر راجع ہو تو اصوات مبنی کی اقسام سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ یہ مشابہت کی وجہ سے مبنی نہیں بلکہ غیر کے ساتھ مرکب نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں تو مطلق اسم مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں مضمرات اسمائے اشارات الخ

فائدہ:۔مصنفؒ نے بعض الظروف کہا کیونکہ تمام ظروف مبنی نہیں بلکہ بہت سے ظروف معرب بھی ہیں۔ ۲

فَصْل اَلْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقدم ذِكْرُه لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا

ترجمہ:۔ مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا اس غائب پر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو لفظا یا معنی یا حکما۔

تشریح:۔آٹھ قسموں میں سے ہر قسم کی تعریف کرتے ہیں مضمرات کو مقدم کیا تمام مبنیات پر کیونکہ تمام ضمیریں مبنی ہیں بغیر کسی اختلاف کے اور مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف کے مشابہ ہیں احتیاج میں جیسے حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں متعلق کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ضمیر غائب اپنے معنی پر دلالت کرنے میں ذکر مرجع کی محتاج ہے اور ضمیر متکلم اور مخاطب بھی تکلم اور خطاب کی محتاج ہے۔

مضمر کی تعریف:۔ مضمر اسم مفعول کا صیغہ ہے از باب افعال لغوی معنی پوشیدہ کیا ہوا اصطلاحی معنی اور تعریف مضمر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا اس غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر پہلے لفظا یا معنی یا حکما ہو چکا ہو لفظا سے مراد یہ ہے کہ مرجع پیچھے صراحۃ لفظوں میں مذکور ہو

---

۱ فائدہ: ضم کا معنی ملنا ضمہ کے تلفظ کے وقت بھی ہونٹ مل جاتے ہیں فتح کا معنی کھلنا فتح کے تلفظ کے وقت بھی ہونٹ کھلتے ہیں کسر کا معنی منکسر ہونا ٹوٹ جانا اسکے تلفظ کے وقت بھی ہونٹ منکسر ہو جاتا ہے نیچے کو سکڑ جاتا ہے سکون کو وقف اسلیے کہتے ہیں کہ وقف کا معنی ٹھہرنا اسکے تلفظ کے وقت بھی سانس ٹھہر جاتا ہے۔

۲ سوال:۔ پھر بعض الموصولات اور بعض الکنایات کہنا چاہیے کیونکہ بعض موصولات مثلاً ای ایۃ معرب ہیں اور بعض کنایات مثلاً فلان فلانۃ معرب ہیں؟

جواب:۔ موصولات اور کنایات میں سے اکثر مبنی ہیں لھذا الاکثر حکم الکل کے ضابطہ سے کل موصولات وکل کنایات پر مبنی ہونے کا حکم لگایا بخلاف ظروف کے کہ ان میں اکثر معرب ہیں اسی لئے بعض الظروف کہا لیکن مصنف کو بعض المرکبات کہنا چاہیے تھا۔ کیونکہ مرکبات دو قسم پر ہیں ایک مبنی جیسے احد عشر تا تسعۃ عشر دوسرے معرب جیسے بعلبک وغیرہ۔

حقیقۃً جیسے ضرب زید غلامه میں غلامه کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو پیچھے مذکور ہے لفظوں میں صراحۃً۔ یا تقدیراً جیسے ضرب غلامه زید کیونکہ فاعل تقدیراً مقدم ہوتا ہے اور معنی مذکور سے مراد یہ ہے کہ مرجع ضمناً پیچھے مذکور ہو یعنی کسی لفظ کے ضمن میں مرجع سمجھا جائے جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (عدل کرو وہ عدل تقوی کے زیادہ قریب کرنے والا ہے) اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا کے ضمن میں سمجھا جا رہا ہے۔ یا سیاقِ کلام اس مرجع پر دلالت کرے جیسے وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (اس میت کے والدین کیلئے ان میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے) لابویه کی ضمیر کا مرجع میت ہے کیونکہ میراث کا بیان ہو رہا ہے تو کلام کا سیاق اور چلاؤ اس مرجع پر دلالت کرتا ہے حکماً مذکور سے مراد یہ ہے کہ وہ مرجع متحضر فی الذھن ہو یعنی کوئی شان وحال وقصۃ ذھن میں ہو یا اس مرجع کی تصریح نہ کی گئی ہو بلکہ اس کو مبہم و مجمل رکھا گیا ہو پھر آگے اس کی تفسیر ذکر کی جائے تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو اور یہ تقدمِ حکمی عموماً ضمیر شان وضمیر قصہ میں ہوتا ہے ضمیر شان وہ ضمیر ہے جس کو بغیر مرجع کے ذکر کیا جائے جبکہ کسی شی کی عظمت و شان بتلانی مقصود ہو پھر اس کے بعد ایک جملہ لایا جاتا ہے جو اس کی تفسیر کرتا ہے یہی حال ضمیر قصہ کا بھی ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ضمیر شان مذکر اور ضمیر قصہ مؤنث ہوتی ہے ضمیر شان کی مثال قل ھو اللہ احد (تحقیق شان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے) اس میں ھو ضمیر شان ہے اس کا مرجع اگرچہ لفظاً یا معنی پہلے مذکور نہیں لیکن حکماً مذکور ہے یعنی ذہن میں اولاً ایک مضمون سوچا کہ اللہ ایک ہے پھر گویا اس کی طرف ضمیر راجع ہے پھر وہی مضمون آگے جملہ کی شکل میں لا کر ضمیر کی تفسیر کر دی۔ ضمیر قصہ کی مثال انها زینب قائمة (بے شک قصۃ یہ ہے کہ زینب کھڑی ہونے والی ہے) ھا ضمیر قصہ کی ہے ذہن میں ایک مضمون ہے گویا یہ اس کی طرف لوٹتی ہے پھر وہی مضمون اس کی تفسیر بن گیا یعنی زینب قائمة اس کی تفسیر ہے ضمیر شان وقصہ کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

وَهُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا لَا یُسْتَعْمَلُ وَحْدَه اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰی ضَرَبْنَ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ اِلٰی ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِیْ اِلٰی اِنَّهُنَّ اَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰی غُلَامُهُنَّ وَلَهُنَّ وَ مُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا یُسْتَعْمَلُ وَحْدَه اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰی هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِیَّایَ اِلٰی اِیَّاهُنَّ فَذٰلِکَ سِتُّوْنَ ضَمِیْرًا

ترجمہ:۔ اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے کہ نہ استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے ضربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے لے کر انھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور منفصل اور وہ وہ ہے کہ جو استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے لے کر ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے لے کر ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

تشریح:۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل۔ متصل کا معنی ملنے والی ضمیر متصل وہ ہے جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو منفصل کا معنی جدا منفصل وہ ضمیر ہے جو تنہا مستعمل ہو پھر متصل کی تین قسمیں ہیں مرفوع و منصوب و مجرور اور منفصل کی دو قسمیں ہیں مرفوع اور منصوب اور مجرور منفصل نہیں ہوتی کیونکہ منفصل جب اکیلے ہو کر استعمال ہوتی ہے تو کبھی اپنے عامل سے مقدم اور کبھی مؤخر ہو جاتی ہے ضمیر مجرور

اگر منفصل ہوتو یہ بھی جار پر مقدم ہوگی تو مجرور کا جار پر مقدم ہونا لازم آیگا اور یہ جائز نہیں لھذا ضمیر مجرور منفصل نہیں ہوسکتی تو کل ضمیر کی پانچ قسمیں ہیں اور ہر قسم میں بارہ ضمیریں ہیں تو پانچ کو بارہ سے ضرب دیں تو حاصل ضرب ساٹھ نکلتا ہے۔تو کل ضمیریں ساٹھ ہوئیں۔ وہ پانچ ضمیریں یہ ہیں۔﴿۱﴾ضمیر مرفوع متصل:۔یہ فعل معروف کا فاعل یا فعل مجہول کا نائب فاعل بنتی ہے مبتدا اور خبر یا فاعل سے بدل اور تاکید نہیں بنتی اور اپنے فاعل سے ملی ہوئی ہوتی ہے جیسے ضربت سے لےکر ضربن تک۔﴿۲﴾ضمیر مرفوع منفصل:۔مبتدا یا خبر یا فاعل و نائب فاعل سے بدل یا تاکید بنتی ہے اور اپنے عامل سے جدا ہوتی ہے جیسے انا سے لےکر ھن تک۔﴿۳﴾ضمیر منصوب متصل:۔حالت نصب میں واقع ہوتی ہے فعل کا مفعول یا عامل ناصب کا معمول بنتی ہے اور فعل یا عامل سے ملی ہوئی ہوتی ہے جیسے ضربنی سے لےکر ضربھن تک اور اننی سے لےکر انھن تک۔﴿۴﴾ضمیر منصوب منفصل: یہ بھی مفعول یا عامل ناصب کا معمول بنتی ہے البتہ فعل یا عامل ناصب سے جدا ہوتی ہے جیسے ایای سے لےکر ایاھن تک۔﴿۵﴾ضمیر مجرور متصل: مضاف کا مضاف الیہ اور حرف جر کا مجرور ہوتی ہے جیسے غلامی سے لےکر غلامھن تک اور لی سے لےکر لھن تک۔

فائدہ۔نحویین کے نزدیک ضمیر متکلم اعرف المعارف ہے یعنی سب سے زیادہ معرفہ ہے پھر ضمیر مخاطب پھر ضمیر غائب اسی وجہ سے وہ ضمیر متکلم کو مقدم کرتے ہیں ذکر و بیان میں۔اور صرفیوں کے ہاں ترتیب برعکس ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً يَكُوْنُ مُسْتَتِرًا فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَضَرَبَ اَیْ هُوَ وَضَرَبَتْ اَیْ هِیَ وَفِی الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اَضْرِبُ اَیْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَیْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ اَیْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ اَیْ هُوَ وَتَضْرِبُ اَیْ هِیَ وَفِی الصِّفَةِ اَعْنِیْ اِسْمَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَغَيْرِهِمَا مُطْلَقًا

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بے شک مرفوع متصل خاص کر ہوتی ہے مستتر ماضی غائب اور غائبہ میں جیسے ضرب میں ھو اور ضربت میں ھی اور مضارع متکلم میں مطلقا جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن اور مخاطب میں جیسے تضرب میں انت اور غائب اور غائبہ میں جیسے یضرب میں ھو اور تضرب میں ھی اور صیغہ صفت میں مراد لیتا ہوں میں اسم فاعل و مفعول و غیرہ مطلقا۔

تشریح:۔یہاں سے مصنفؒ ضمیر کے احکام بتلا رہے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل کی دو قسمیں ہیں بارز اور مستتر بارز وہ ہے جس کا حقیقۃ تلفظ ہو اور مستتر وہ ہے جو پوشیدہ ہو حقیقۃ اس کا تلفظ نہ ہو پھر ضمیر مستتر کہاں کہاں مستتر ہوتی ہے؟ تو ماضی کے دو صیغوں میں یعنی واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ میں مستتر ہوتی ہے جب یہ دونوں کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں جیسے زید ضرب (زید مارا ہے اس زید نے) اس میں ھو ضمیر مستتر ہے ھند ضربت (ھندہ مارا ہے اس ھندہ نے) اس میں ھی ضمیر مستتر ہے اور مضارع کے پانچ صیغوں میں مستتر ہوتی ہے مضارع متکلم میں مطلقا خواہ واحد متکلم ہو یا جمع متکلم جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن ضمیر مستتر ہے اور مضارع کے واحد مذکر مخاطب میں مستتر ہوتی ہے جیسے تضرب میں انت مستتر ہے اور مضارع کے واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے یضرب میں ھو اور تضرب میں ھی مستتر ہے اور صیغہ صفت یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم

تفصیل میں مطلقا مستتر ہوتی ہے خواہ واحد ہو تثنیہ ہو جمع ہو خواہ مذکر ہو مؤنث ہو بشرطیکہ صیغہ صفت اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو جیسے زید ضارب میں ھو ضمیر مستتر ہے جو ضارب کا فاعل ہے الزیدان ضاربان میں ھما مستتر ہے جو ضاربان کا فاعل ہے الزیدون ضاربون میں ھم مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے الف اور واؤ ان میں محض تثنیہ کی علامت ہیں ضمیر فاعل نہیں کیونکہ ضمیر متغیر نہیں ہوتی اور ضاربان ضاربون میں حالت نصبی وجری میں تغیر ہو جاتا ہے ضاربَین ضاربِین تثنیہ وجمع بن جاتا ہے معلوم ہوا الف اور واؤ ضمیر فاعل نہ تھی بلکہ ضمیر فاعل ھما اور ھم مستتر ہے ھند ضاربة میں ھی ضمیر مستتر ہے جو اس کا فاعل ہے الھندان ضاربتان میں ھما الھندات ضاربات میں ھن ضمیریں مستتر ہیں اور فاعل ہیں۔

وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا

ترجمہ:۔ اور نہیں ہے جائز منفصل کا استعمال کرنا مگر بوقت مشکل ہونے ضمیر متصل کے جیسے اياك نعبد الخ۔

تشریح:۔ ضمیر منفصل خواہ مرفوع منفصل ہو یا منصوب منفصل اس کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر اس وقت جب ضمیر متصل کا لانا متعذر ومشکل ہو کیونکہ ضمیر متصل اخف اور اخصر ہے۔ جب تک مقصود ہلکے اور مختصر لفظ کے ذریعہ سے حاصل ہو سکے گا اس وقت تک ثقیل اور طویل لفظ کو استعمال نہیں کریں گے لہذا ضربت اياك نہیں کہیں گے کیونکہ ضمیر متصل کا لانا متعذر نہیں بلکہ ضربتك کہیں گے۔

فائدہ:۔ پھر ضمیر متصل کے متعذر ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ ﴿۱﴾ ضمیر کو عامل سے مقدم کر دیا جائے حصر پیدا کرنے کیلئے تو اس وقت ضمیر متصل کا لانا متعذر ہے لہذا ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے اياك نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) عبادت کو اللہ تعالی میں منحصر کرنے کیلئے ایاك کو مقدم کیا یہاں اگر ضمیر متصل لا کر نعبدك کہیں تو حصر فوت ہو جائے گا۔ ﴿۲﴾ ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ واقع ہو تو بھی ضمیر متصل لانا متعذر ہوتا ہے تو ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے ماضربک الا انا (نہیں مارا تجھے مگر میں نے) اس مثال میں انا اور اس کے عامل ضرب کے درمیان الا کا فاصلہ ہے اور یہ فاصلہ ضروری ہے ورنہ معنی ہوگا نہیں مارا تجھ کو میں نے حالانکہ مقصود یہ ہے کہ صرف میں نے ہی مارا ہے۔ ﴿۳﴾ جب ضمیر کا عامل معنوی ہو یعنی ضمیر مبتدا اور خبر واقع ہو ضمیر متصل لانا متعذر ومشکل ہے لہذا ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے انا زید (میں زید ہوں) انا مبتدا ہے اس کا عامل معنوی ہے ضمیر عامل معنوی کے ساتھ متصل نہیں ہو سکتی لہذا منفصل لانا ضروری ہے۔ ﴿۴﴾ جب ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو بھی ضمیر متصل کا لانا متعذر ہوگا ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے ما انت الا قائما (نہیں ہے تو مگر کھڑا ہونے والا) ضمیر مرفوع متصل حرف کے ساتھ متصل نہیں ہوتی لغت عرب میں، بخلاف منصوب متصل اور مجرور متصل کے یہ دونوں حرف کے ساتھ متصل ہوتی ہیں جیسے انک قائم میں ان حرف ہے ك ضمیر منصوب متصل اس کا اسم ہے۔ اور لی لک میں لام حرف جر ہے اور ك ضمیر مجرور متصل ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْرًا يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تُفَسِّرُه وَيُسَمّٰى ضَمِيْرُ الشَّانِ فِي الْمُذَكَّرِ وَضَمِيْرَ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَاِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بیشک اُن کیلئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اسکا ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قل ھو اللہ احد اور انھا زینب قائمۃ (تشریح گزر چکی ہے)

وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدأ وَالْخَبَرِ صِيغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٌ لِلْمُبْتَدأ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً أَوْ أَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَيُسَمّٰى فَصْلاً لِأَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:۔اور داخل ہوتا ہے درمیان مبتدأ وخبر کے صیغہ مرفوع منفصل جو مطابق ہوتا ہے مبتدأ کے جب ہو خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فصل کیونکہ یہ جدائی کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زید ھو القائم (زید وہ کھڑا ہونے والا ہے) اور کان زید ھو افضل من عمرو (زید وہ افضل ہے عمرو سے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنت انت الرقیب علیھم (تھے آپ نگہبان ان پر)

تشریح:۔مبتدأ اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل واقع ہو جاتا ہے جو افراد، تثنیہ، جمع، وتذکیر، تانیث، تکلم، خطاب اور غیوبت میں مبتدأ کے مطابق ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو جیسے زید ھو القائم یا خبر افعل من کذا ہو یعنی اسم تفضیل مستعمل بمن ہو جیسے زید ھو افضل من عمرو اور اس کو فصل کہا جاتا ہے فصل کا معنی فرق یہ بھی خبر اور صفت کے درمیان فرق کرتا ہے جیسے مثلا زید ھو القائم میں اگر ھو مرفوع منفصل نہ آتا تو پتہ نہ چلتا کہ القائم زید کی خبر ہے یا اس کی صفت ہے اور موصوف صفت سے ملکر مبتدأ ہے خبر محذوف ہے، لیکن جب صیغہ مرفوع منفصل آ گیا تو اس نے فرق کر دیا کہ القائم خبر ہے صفت نہیں کیونکہ موصوف صفت کے درمیان فصل جائز نہیں

فائدہ:۔مصنفؒ نے صیغہ مرفوع منفصل کہا ضمیر مرفوع منفصل نہیں کہا کیونکہ اس کے بارہ میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض اس کو حرف اور بعض اس کو اسم کہتے ہیں تو مصنفؒ نے توقف کیا کسی مذہب کو ترجیح نہیں دی یہ صیغہ مبتدأ کے مطابق ہوگا کیونکہ اس کا مرجع وہی ہے جیسے زید ھو القائم الزیدان ھما القائمان الزیدون ھم القائمون ھند ھی القائمۃ وغیرہ اس صیغہ منفصل لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو اگر خبر نکرہ ہے تو پھر خبر اور صفت کے درمیان التباس کا خطرہ نہیں لہذا صیغہ منفصل لانے کی ضرورت نہیں جیسے زید قائم اس میں قائم یقیناً خبر ہے صفت نہیں بن سکتا کیونکہ زید معرفہ اور قائم نکرہ ہے۔یا خبر اسم تفضیل مستعمل بمن ہو کیونکہ یہ بھی معرفہ کے حکم میں ہے اگر صیغہ منفصل نہ لائیں تو التباس ہوگا صفت کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو میں پتہ نہیں چلے گا کہ لفظ افضل زید کی خبر ہے یا صفت ہے اور خبر محذوف ہے پھر مصنفؒ نے متعدد مثالیں پیش کی ہیں ان میں اس طرف اشارہ کیا کہ صیغہ منفصل کا آنا دو طرح پر ہے ایک عوامل لفظیہ کے داخل ہونے سے پہلے جیسے زید ھو القائم دوسرے عوامل کے داخل ہونے کے بعد اس کی دو مثالیں پیش کی ہیں ایک اسم تفضیل کی اور ایک معرفہ کی جیسے کان زید ھو افضل من عمر

و ،کان فعل از افعال ناقصہ عوامل لفظیہ میں سے ہے اس کے داخل ہونے کے بعد صیغہ منفصل آیا اور خبر اسم تفضیل ہے کنت انت الرقیب ،کنت میں کان عوامل لفظیہ میں سے ہے ت ضمیر اسم ہے انت منفصل ہے الرقیب معرفہ کان کی خبر ہے۔

فَصْل اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذٰلِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَذِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاه وَاُوْلَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا

ترجمہ:اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک کو وضع کیا گیا ہے تا کہ دلالت کرے مشارالیہ پر اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے اور یہ ذا ہے مذکر کیلئے اور ذان وذین تثنیہ مذکر کیلئے اور تا اور تی اور ذی اور تہ اور ذہ اور تہی اور ذہی مؤنث کیلئے اور تان وتین تثنیہ مؤنث کیلئے اور اولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کیلئے

تشریح:۔اسم اشارہ وہ اسم ہے جس کو وضع کیا گیا ہے تا کہ مشارالیہ پر دلالت کرے تعریف میں ما درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے لیدل علی مشار الیہ فصل ہے اس سے اسماء اشارہ کے علاوہ سب اسماء خارج ہو گئے۔

فائدہ:۔اسماء اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف کے مشابہ ہیں احتیاج میں جس طرح حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر یعنی متعلق کے محتاج ہیں اسی طرح یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اشارہ حسیہ کے محتاج ہیں اور اسماء اشارہ کے پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے کیونکہ مشارالیہ مذکر ہوگا یا مؤنث پھر ہر ایک مفرد ہوگا یا تثنیہ یا جمع تو مجموعہ چھ صورتیں بنتی ہیں ہر ایک کیلئے ایک اسم اشارہ ہونا چاہئے تھا مگر جمع مذکر مؤنث کیلئے ایک ہی اسم اشارہ وضع کیا گیا ہے تفصیل یہ ہے کہ ذا واحد مذکر کیلئے اور ذان حالت رفعی میں ذین حالت نصبی وجری میں تثنیہ مذکر کیلئے اور تا،تی الخ واحدہ مؤنثہ کیلئے اور تان حالت رفعی میں اور تین حالت نصبی وجری میں تثنیہ مؤنث کیلئے اور اولاء مد کے ساتھ اور اولی قصر کیساتھ دونوں حالت رفع نصب وجر میں جمع مذکر جمع مؤنث کیلئے آتے ہیں خواہ جمع مذکر و مؤنث ذوالعقول میں سے ہوں یا غیر ذوالعقول میں سے۔

وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضًا خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ كُمَا كُمْ كِ كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُوْنَ الْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ

ترجمہ:اور کبھی کبھی لاحق کی جاتی ہے انکے شروع میں ھاء تنبیہ جیسے ھذا الخ اور کبھی متصل ہو جاتا ہے ان کے آخر میں حرف خطاب اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے كَ كما الخ پس یہ پچیس ہیں جو حاصل ہونے والے ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاك سے لے کر ذاکن تک اور ذانک سے لے کر ذانکن تک اور اسی طرح ہیں باقی۔

تشریح:۔مصنفؒ کی عبارت میں یلحق سے مراد یدخل ہے مجازاً کیونکہ لحوق کا معنی ہے آخر میں آنا اور دخول کا معنی ہے شروع میں آنا۔ھاء حرف تنبیہ شروع میں آتا ہے لہذا لحوق سے مراد دخول ہے مجازاً کبھی اسم اشارہ کے شروع میں ھاء حرف تنبیہ آتی ہے جس

سے مخاطب کو مشار الیہ پر تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے تا کہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے ھذا ھذان ھؤلاء اور کبھی ان کے آخر میں حرف خطاب لاحق ہو جاتا ہے تا کہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور یہ حرف خطاب کاف ہے اور یہ حروف خطاب بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ چھ معانی کیلئے چھ الفاظ ہوتے مگر کما جو تثنیہ مخاطب کیلئے ہے یہ مذکر مؤنث میں مشترک ہے لكَ مفرد مذکر کیلئے کما تثنیہ مذکر و مؤنث کیلئے کم جمع مذکر کیلئے لكِ (بالکسر) مفرد مؤنث کیلئے کن جمع مؤنث کیلئے پس یہ تمام اسماء اشارہ حروف خطاب سمیت پچیس (۲۵) ہوئے۔ پانچ اسمائے اشارہ اور پانچ حروف خطاب تو پانچ کو پانچ سے ضرب دینے سے حاصل ضرب پچیس ہوا اور وہ اسمائے اشارہ حروف خطاب سمیت یہ ہیں ذاك سے لے کر ذاکن تک ذانک سے لے کر ذانکن تک اسی طرح باقی اسمائے اشارہ میں۔ [1]

وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِکَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاکَ لِلْمُتَوَسِّطِ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے کہ بیشک ذا قریب کیلئے اور ذٰلک بعید کیلئے اور ذاک متوسط کیلئے ہے۔

تشریح:۔ ذا مشار الیہ قریب کیلئے لایا جاتا ہے کیونکہ وہ قلیل الحروف ہے اور ذٰلک مشار الیہ بعید کیلئے لایا جاتا ہے کیونکہ وہ کثیر الحروف ہے اور ذاک مشار الیہ متوسط کیلئے لایا جاتا ہے کیونکہ وہ قلت و کثرت حروف کے درمیان ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَايَصْلُحُ اَنْ يَّكُوْنَ جُزْأً تَامًّا مِنْ جُمْلَةٍ اِلَّا بِصِلَةٍ بَعْدَهٗ وَالصِّلَةُ جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِيْهَا يَعُوْدُ اِلَى الْمَوْصُوْلِ مِثَالُهُ الَّذِىْ فِىْ قَوْلِنَا جَاءَ الَّذِىْ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ

ترجمہ:۔ موصول وہ اسم ہے جو نہ صلاحیت رکھے جملہ کا جزو تام بننے کی مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے عائد اس جملہ میں جو لوٹے گا موصول کی طرف مثال اس کی الذی جو ہمارے قول میں ہے جاء الذی ابوہ قائم یا جاء الذی قام ابوہ۔

---

[1] ﴿ان سب صورتوں کا نقشہ ملاحظہ ہو﴾

اقسام حروف خطاب / اقسام مشار الیہ	جبکہ مخاطب واحد مذکر ہو	جبکہ مخاطب تثنیہ مذکر و مؤنث ہو	جبکہ مخاطب جمع مذکر ہو	جبکہ مخاطب واحدہ مؤنثہ ہو	جبکہ مخاطب جمع مؤنث ہو
جبکہ مشار الیہ واحد مذکر ہو	ذَاكَ	ذاکما	ذاکم	ذاكِ	ذاکن
جبکہ مشار الیہ تثنیہ مذکر ہو	ذَانِکَ	ذانکما	ذانکم	ذانک	ذانکن
جبکہ مشار الیہ واحدہ مؤنثہ ہو	تَاكَ	تاکما	تاکم	تاك	تاکن
جبکہ مشار الیہ تثنیہ مؤنث ہو	تَانِکَ	تانکما	تانکم	تانک	تانکن
جبکہ مشار الیہ جمع مذکر و مؤنث ہو	اُولٰئِکَ	اولٰئکما	اولٰئکم	اولٰئک	اولٰئکن

تشریح:۔اسم موصول وہ اسم ہے جو بغیر صلہ کے جملہ کا جزو تام نہ بن سکے جزو تام سے مراد مبتدأ، خبر، فاعل، مفعول بہ وغیرہ ہیں تعریف میں لفظ مـا درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے لا یـصـلـح الخ بمنزلہ فصل کے ہے اس سے وہ تمام اسماء خارج ہو گئے جو بغیر صلہ کے جزو تام ہوتے ہیں جیسے زید رجل میں ہر ایک جملہ کا جزو تام ہے بغیر صلہ کے

والـصـلـة جـمـلـة الـخ فائدہ:۔چونکہ اسم موصول کی تعریف میں صلہ کا لفظ ہے تو مصنفؒ آگے بتلانا چاہتے ہیں کہ صلہ کیا ہوتا ہے۔تو فرمایا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جملہ انشائیہ صلہ نہیں بن سکتا کیونکہ صلہ کا ربط ہوتا ہے موصول کے ساتھ اور جملہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا پھر صلہ میں عائد ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے اکثر ضمیر ہوتی ہے کبھی اسم ظاہر کو بھی ضمیر کی جگہ میں رکھ دیتے ہیں۔عائد اس لیے ضروری ہے کہ صلہ کا موصول سے ربط ضروری ہے مگر صلہ مستقل جملہ ہے لہذا اس میں عائد ضروری ہے تاکہ وہ موصول سے ربط پیدا کرے صلہ اجنبی نہ رہے جیسے جـاء الـذی ابـوہ قـائـم (آیا وہ شخص جس کا باپ کھڑا ہونیوالا ہے) اس مثال میں الذی اسم موصول ہے ابـوہ قـائـم جملہ اسمیہ خبریہ اس کا صلہ ہے اور صلہ میں ابوہ کی ضمیر عائد ہے جو الذی موصول کی طرف لوٹ رہی ہے موصول صلہ کے ساتھ ملکر جملہ کا جزو تام یعنی فاعل ہے یہ جملہ اسمیہ خبریہ کے صلہ ہونے کی مثال ہے جملہ فعلیہ کے صلہ ہونے کی مثال جیسے جاء الذی قام ابوہ (آیا وہ شخص جس کا باپ کھڑا ہے) اس میں قام ابوہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے الذی موصول کا صلہ ہے اور صلہ میں ابوہ کی ضمیر عائد ہے جو الذی اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے موصول صلہ کے ساتھ ملکر جملہ کا جزو تام یعنی فاعل ہے اور عائد کبھی اسم ظاہر بھی ہوتا ہے جو ضمیر کی جگہ میں آتا ہے جیسے جـاء الـذی ضـرب زید اس میں زید اسم ظاہر ہو ضمیر کی جگہ میں ہے کیونکہ الذی سے مراد یہی زید ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ لِلْمُذَکَّرِ وَالَّذَانِ وَالَّذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَالَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاھَا وَالَّذِیْنَ وَالْاُلٰی لِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَاللَّاتِیْ وَاللَّوَاتِیْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَا وَمَنْ وَاَیٌّ وَاَیَّةٌ وَذُوْ بِمَعْنَی الَّذِیْ فِیْ لُغَةِ بَنِیْ طَیٍّ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر۔

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ☆ وَبِئْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ اَیْ الَّذِیْ حَفَرْتُہ وَالَّذِیْ طَوَیْتُہ

ترجمہ:۔اور وہ الذی ہے مذکر کیلئے اور الذان اللذین تثنیہ مذکر کیلئے اور التی مؤنث کیلئے اور اللتان اللتین تثنیہ مؤنث کیلئے اور اللذین الالی جمع مذکر کیلئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کیلئے اور ما من ای اية اور ذو بمعنی الذی لغت بنی طی میں جیسا کہ شاعر کا قول فان الماء الخ

تشریح:۔ اللذان حالت رفعی میں تثنیہ مذکر کیلئے اور الذین حالت نصبی وجری میں، اللتان تثنیہ مؤنث کیلئے حالت رفعی میں اور اللتین حالت نصبی وجری میں ہے ما اور من باعتبار لفظ کے مفرد ہیں اور باعتبار معنی کے مفرد تثنیہ جمع، مذکر، مؤنث سب کیلئے آتے ہیں البتہ من ذوی العقول کیلئے اور ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے لیکن کبھی مجازاً ایک دوسرے کی جگہ میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے

والسماء و مابناها (قسم ہے آسمان کی اور اسکی جس نے اسکو بنایا) یہاں لفظ ما من کے معنی میں ہے ای بمعنی الذی مذکر کیلئے ہے جیسے اضرب اَیُّهُم فی الدار (مار توان میں سے اس شخص کو جو دار میں ہے) ایھم میں ای بمعنی الذی ہے اور ایة بمعنی التی مؤنث کیلئے آتا ہے جیسے اضرب ایتهن فی الدار (مار توان عورتوں میں سے اس کو جو دار میں ہے) ایتھن بمعنی التی ہے اور ذو لغت بنی طی میں بمعنی الذی اسم موصول ہے۔ ذو کے دو معنی آتے ہیں ایک بمعنی صاحب جیسے ذو مال یہ معرب ہے اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے دوسرا بمعنی الذی یا التی یہ لغت بنی طی میں اسم موصول ہے اور مبنی ہے یہ واحد تثنیہ جمع مذکر و مؤنث غائب حاضر سب کیلئے آتا ہے جیسے جاء ذوقام بمعنی الذی قام (آیا ہے وہ شخص جو کھڑا ہے) رأیت ذو قام مررت بذوقام جیسے شاعر کے قول میں بھی ذو بمعنی الذی ہے شعر ؎

فَإِنَّ الْمَاءَ مَاءَ اَبِیْ وَجَدِّیْ ☆ وَبِیْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

یہاں ذو حفرت بمعنی الذی حفرته ہے اور ذو طویت بمعنی الذی طویته ہے یہ شعر سنان بن فحل طائی یا عبد المطلب کا ہے۔ ترجمہ شعر: بے شک متنازع فیہ پانی پانی ہے میرے باپ اور دادا کا اور متنازع فیہ میرا کنواں کنواں ہے وہ جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کی میں نے من باندھی ہے۔

جس پانی کے بارے میں تنازع ہے اس کے بارہ میں کہتا ہے کہ وہ متنازع فیہ پانی میرے باپ دادا کا ہے یعنی مجھے وراثت میں ملا ہے اور وہ کنواں جس کے بارے میں تنازع ہے وہ کنواں وہ ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور میں نے من باندھی ہے۔ محل استشہاد لفظ ذو ہے جو بمعنی الذی ہے لغت بنی طے میں۔ [1]

وَالْاَلِفُ وَالَّلامُ بِمَعْنَی الَّذِیْ صِلَتُه اِسْمُ الْفَاعِلِ وَاِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ الضَّارِبُ زَیْدًا اَیْ الَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا اَوْجَاءَ نِیْ الْمَضْرُوْبُ غُلَامُه

ترجمہ:۔ اور الف لام بمعنی الذی ہے اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے جاء نی الضارب زیدا بمعنی الذی یضرب زیدا (آیا ہے میرے پاس وہ شخص جو مارنے والا ہے زید کو) یا جاء نی المضروب غلامه (آیا ہے میرے پاس وہ شخص کہ مارا گیا ہے اس کا غلام)

تشریح:۔ الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے یہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور وہ اسم فاعل و اسم مفعول اسکا صلہ بنتا ہے

ترکیب شعر:۔ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل الماء اسم ماء مضاف ابی معطوف علیہ جدی معطوف سے ملکر مضاف الیہ ماء مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے ملکر ان کی خبر۔ واؤ عاطفہ بیری مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ ذو بمعنی الذی اسم موصول حفرت جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ذو بمعنی الذی اسم موصول طویت جملہ فعلیہ صلہ، موصول صلہ سے ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوفات سے ملکر خبر مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا

اسم فاعل واحد مذکر تو الف لام بمعنی الذی اگر تثنیہ مذکر تو بمعنی الذان اگر جمع مذکر تو بمعنی الذین اگر واحدہ مؤنثہ تو بمعنی التی اگر تثنیہ مؤنث تو بمعنی اللتان اگر جمع مؤنث تو بمعنی اللاتی وغیرہ ہوگا جیسے جاء نی الضارب زیدا الضارب کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے ضارب صیغہ صفت ھو ضمیر فاعل زیدا مفعول بہ صیغہ صفت اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صلہ ہے موصول کا۔

فائدہ:۔اسم فاعل فعل مضارع معروف کے معنی میں ہوگا جیسے الضارب زیدا کا معنی الذی یضرب زیدا ہے اسم مفعول فعل مضارع مجہول کے معنی میں ہوگا جیسے جاء نی المضروب غلامه بمعنی الذی یضرب غلامه۔

وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْعَائِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ كَانَ مَفْعُوْلاً نَحْوُ قَامَ الَّذِىْ ضَرَبْتُ اَىْ الَّذِىْ ضَرَبْتُه

ترجمہ:۔اور جائز ہے حذف کرنا عائد کو لفظ سے اگر ہو وہ عائد مفعول جیسے قام الذی ضربت یعنی الذی ضربته (کھڑا ہے وہ شخص جس کو میں نے مارا ہے)

تشریح:۔صلہ میں جو عائد ہوتا ہے اس کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عائد مفعول ہو لیکن معنی کے اعتبار سے ملحوظ رہے گا جیسے قام الذی ضربت اصل میں تھا الذی ضربته ہ ضمیر عائد جو مفعول بہ ہے اس کو حذف کر دیا گیا ہے مگر معنی میں باقی ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَيًّا وَاَيَّةً مُعْرَبَةٌ اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَىْ هُوَ اَشَدُّ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ بے شک ای و اية معرب ہیں مگر جب حذف کیا جائے ان کے صلہ کا اول جزو جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے ثم الخ (پھر ہم کھینچیں گے ہر گروہ میں سے اسکو جوان میں سے رحمٰن پر ازروئے نافرمانی کے زیادہ سخت ہے)

تشریح:۔موصولات میں سے ای اية سب صورتوں میں معرب ہیں صرف ایک صورت میں مبنی برضم ہوتے ہیں کہ انکا صدر صلہ محذوف ہو اور ای اية مضاف ہوں۔

فائدہ:۔ای اية کی چار حالتیں ہیں وجہ حصر یہ ہے کہ ای اية دو حال سے خالی نہیں مضاف ہونگے یا نہیں اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ یعنی صلہ کا اول جزو مذکور ہوگا یا محذوف اسی طرح اگر مضاف ہونگے تو بھی دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ مذکور ہوگا یا محذوف تو یہ کل چار صورتیں ہیں ان میں سے اول تین صورتوں میں ای اية معرب اور چوتھی صورت میں مبنی برضم ہونگے اور آخری صورت میں مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب صلہ کا اول جزو حذف ہو گیا تو اس وقت حرف کے ساتھ احتیاج الی الغیر میں مشابہت اور زیادہ قوی ہوگئی کیونکہ اس وقت ای اية اسم موصول صلہ کی طرف بھی محتاج ہیں اور صلہ کے علاوہ حذف کے قرینہ کی طرف بھی محتاج ہیں کیونکہ حذف بغیر قرینہ کے نہیں ہو سکتا لھذا حرف کے ساتھ مشابہت قوی ہونے کی وجہ سے یہ مبنی ہونگے مصنفؒ نے جو مثال پیش کی

اس کے مبنی برضم ہونے کی وہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ثم لننزعن من کل شیعة ایهم اشد علی الرحمن عتیا اس میں لفظ ای هم ضمیر کی طرف مضاف ہے اور اشد علی الرحمن عتیا اس کا صلہ ہے اور اس صلہ کا صدر جو ضمیر ہے اور ای اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے وہ محذوف ہے اصل میں ایهم هو اشد تھا تو یہ مبنی برضم ہے۔ [1]

فَصْل اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَالْمَاضِىْ نَحْوُرُ وَيْدَ زَيْدًا اَىْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَىْ بَعُدَ اَوْ كَانَ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِىْ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَتَرَاكِ بِمَعْنٰى اُتْرُكْ

ترجمہ: اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے روید زیدا یعنی امهله (مہلت دے تو اس کو) اور هیهات زید یعنی بعد زید (دور ہوا زید) یا فعال بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترك۔

تشریح:۔ هو کل اسم میں ہو ضمیر فصل ہے یہ لوٹتی ہے اس اسم فعل کی طرف جو اسمائے افعال جمع کے صیغہ سے سمجھا جا رہا ہے لھذا یہ اعتراض درست نہیں کہ اسمائے افعال جمع ہے تو ہو ضمیر مفرد اس کی طرف کیسے لوٹ رہی ہے؟

تعریف: اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو باعتبار وضع کے امر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو اسم کہنے سے خود صیغہ ماضی و صیغہ امر خارج ہو گیا اور وضع کی قید اسلئے لگائی تاکہ زید ضارب امس میں جو ضارب اسم فاعل ہے یہ خارج ہو جائے اس مثال میں ضارب اگر چہ بمعنی ماضی ہے مگر یہ باعتبار وضع کے نہیں بلکہ امس کے ملانے کی وجہ سے ہے اس کا معنی ہے زید نے کل گزشتہ مارا۔

فائدہ:۔ اسماء الافعال کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبنی الاصل فعل ماضی اور امر حاضر معروف کے معنی میں ہیں جیسے روید زیدا

---

[1] ﴿سب صورتوں کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں﴾

معرب / مبنی	مرفوع	منصوب	مجرور
معرب	جَاءَ نِىْ اَىٌّ هُوَ قَائِمٌ	رَأَيْتُ اَيًّا هُوَ قَائِمٌ	مَرَرْتُ بِاَىٍّ هُوَ قَائِمٌ
معرب	جَاءَ نِىْ اَىٌّ قَائِمٌ	رَأَيْتُ اَيًّا قَائِمٌ	مَرَرْتُ بِاَىٍّ قَائِمٌ
معرب	جَاءَ نِىْ اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ	رَأَيْتُ اَيَّهُمْ هُوَ قَائِمٌ	مَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ هُوَ قَائِمٌ
مبنی	جَاءَ نِىْ اَيُّهُمْ قَائِمٌ	رَأَيْتُ اَيُّهُمْ قَائِمٌ	مَرَرْتُ بِاَيُّهُمْ قَائِمٌ
معرب	جَائَتْنِىْ اَيَّةٌ هِىَ قَائِمَةٌ	رَأَيْتُ اَيَّةً هِىَ قَائِمَةً	مَرَرْتُ بِاَيَّةٍ هِىَ قَائِمَةٌ
معرب	جَائَتْنِىْ اَيَّةٌ قَائِمَةٌ	رَأَيْتُ اَيَّةً قَائِمَةً	مَرَرْتُ بِاَيَّةٍ قَائِمَةٌ
معرب	جَائَتْنِىْ اَيَّتُهُنَّ هِىَ قَائِمَةٌ	رَأَيْتُ اَيَّتَهُنَّ هِىَ قَائِمَةٌ	مَرَرْتُ بِاَيَّتِهِنَّ هِىَ قَائِمَةٌ
مبنی	جَائَتْنِىْ اَيَّتُهُنَّ قَائِمَةٌ	رَأَيْتُ اَيَّتُهُنَّ قَائِمَةٌ	مَرَرْتُ بِاَيَّتُهُنَّ قَائِمَةٌ

بمعنی امهله (مہلت دے تو زید کو) اور هیهات زید بمعنی بعد زید (دور ہوا زید) رويد بمعنی امهل فعل بفاعل زیدا مفعول بہ هیهات بمعنی بعد فعل زید اس کا فاعل اسمائے افعال میں سے ایک صیغہ فعال کا ہے جو بمعنی امر ہے یہ ثلاثی مجرد سے قیاس ہے یعنی ہر فعل ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر کو مشتق کرنا صحیح ہے جیسے نَزَال بمعنی اِنْزِلْ، تَرَاكِ بمعنی اُتْرُكْ، ضَرَاب بمعنی اِضْرِب، كَتَاب بمعنی اُكْتُب وغیرہ۔

وَيُلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنٰى فَاسِقَةِ وَيَا لَكَاعِ بِمَعْنٰى لَاكِعَةِ اَوْ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ كَقَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ وَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَفْعَالِ وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسَبَةِ

ترجمہ:۔اور لاحق کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ فعال درانحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یا فساق بمعنی فاسقة (اے نافرمان عورت) یا لکاع بمعنی لاكعة (اے کمینی عورت) یا ذوات مؤنثہ کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب اور حضار اور یہ تین نہیں ہیں اسمائے افعال سے اور سوا اس کے نہیں کہ ذکر کیا گیا ہے ان کا یہاں مناسبت کی وجہ سے۔

تشریح:۔عبارت میں لفظ مصدر معرفه ترکیب میں اس فعال سے حال ہے جو یلحق کا نائب فاعل ہے اسی طرح علما للاعیان المؤنثه بھی بذریعہ عطف حال ہے اسی سے۔مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ فعال بمعنی امر کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے اس فعال کو جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہو جیسے فعال بمعنی امر یقیناً مبنی ہے اسی طرح فعال بمعنی مصدر معرفہ بھی مبنی ہوگا جیسے فجار بروزن فعال ہے یہ الفجور مصدر معرفہ کے معنی میں ہے (بمعنی جھوٹ بولنا نافرمانی کرنا) اسی طرح وہ فعال جو کسی مؤنث کی صفت ہو وہ بھی فعال بمعنی امر کے ساتھ لاحق ہو کر مبنی ہوگا جیسے یا فساق میں فساق بروزن فعال ہے اور فاسقة کے معنی میں ہو کر مؤنث کی صفت ہے (بمعنی نافرمان عورت) اسی طرح یا لکاع میں لکاع بروزن فعال ہے اور لاكعة کے معنی میں ہو کر مؤنث کی صفت ہے (بمعنی کمینی عورت) اور اسی طرح وہ فعال جو کسی معین مؤنث کا علم ہو وہ بھی فعال بمعنی امر کے ساتھ لاحق ہو کر مبنی ہوگا جیسے قطام ایک عورت کا نام ہے غَلاب یہ بھی ایک عورت کا نام ہے حضار یہ ایک ستارہ کا نام ہے یہ سب مبنی ہونگے اور یہ تینوں یعنی فعال مصدری فعال صفتی اور فعال علمی اسمائے افعال میں سے نہیں ہیں۔

سوال:۔مصنف نے یہاں اسمائے افعال کے فصل میں ان کا ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔اس لئے ذکر کیا کہ ان تینوں کو فعال بمعنی امر کے ساتھ مناسبت ہے وزن اور عدل میں وزن میں مناسبت تو واضح ہے ایک جیسے ہیں عدل میں مناسبت یہ ہے کہ فعال بمعنی امر مبالغہ کیلئے امر سے معدول ہے مثلاً نزال انزل سے معدول تراك اترك سے معدول وغیرہ اسی طرح یہ تینوں بھی معدول ہیں چنانچہ فجار الفجور سے معدول ہے فساق فاسقة سے معدول ہے

قطام قاطمۃ سے معدول ہے غلاب غالبۃ سے معدول ہے۔ وغیر ذلک

فَصْل اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقٍ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ كَنَخٍّ لِاِنَاخَةِ الْبَعِيْرِ

ترجمہ:۔اسم صوت ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی آواز کو نقل کیا جائے جیسے غاق کوے کی آواز کیلئے یا اس کے ذریعہ سے جانوروں کو آواز دی جائے جیسے اونٹ بٹھانے کیلئے نخ ۔

تشریح:۔اصوات صوت کی جمع ہے بمعنی آواز یا آواز دینا ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عامل سے مرکب ہو کر واقع نہیں تو یہ مبنی کی پہلی قسم میں داخل ہیں۔

فَصْل اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَاؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِيْ غَيْرَ مُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَ نِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ

ترجمہ:۔اسم مرکب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو ایسے دو کلموں سے کہ ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ متضمن ہے حرف کو تو واجب ہے ان دونوں کا مبنی برفتح ہونا جیسے احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک مگر اثنا عشر پس تحقیق وہ معرب ہے مثل تثنیہ کے اور اگر متضمن نہ ہو اس کو پس اس میں کئی لغتیں ہیں ان میں سے زیادہ فصیح لغت اول کا مبنی برفتح ہونا اور ثانی کا معرب غیر منصرف ہونا ہے جیسے بعلبک جیسے جاء نی بعلبک الخ

تشریح:المرکبات جمع کے صیغہ پر الف لام جنسی داخل ہے اسکی وجہ سے جمعیت والا معنی باطل ہو گیا المرکبات المرکب مفرد کے معنی میں ہے آگے کل اسم سے المرکب کی تعریف ہے مرکب وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو نہ اسنادی، نہ اضافی، نہ توصیفی مصنفؒ نے کلمتین کہا اسمین نہیں کہا تا کہ بخت نصر اور سیبویہ جیسی مثالیں بھی مرکب کی تعریف میں داخل ہو جائیں اگر اسمین کہتا تو یہ خارج ہو جاتیں کیونکہ بخت نصر میں دوسرا جزو اسم نہیں ہے بلکہ فعل ہے اور سیبویہ میں بھی دوسرا جزو اسم نہیں بلکہ صوت اور آواز ہے۔

فوائد قیود:۔ کل اسم الخ درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے لیست بینهما نسبة فصل ہے اس سے تابط شرا اور عبداللہ اور رجل عالم جیسی مثالیں خارج ہو گئیں کیونکہ ان میں نسبت پائی جاتی ہے تابط مسند فعل ہے ھو ضمیر فاعل شرا مفعول بہ تو اس میں نسبت اسنادی ہے اور عبد اللہ میں اضافی رجل عالم میں توصیفی ہے تابط شرا مبنی ہے مگر مبنی ہونے کی وجہ اور ہے جو بڑی کتابوں میں موجود ہے۔

فان تضمن الخ:۔ یہاں سے مرکب کی تفصیل اور ہرایک کا حال بتلاتے ہیں کہ اگر مرکب کا دوسرا جزو کسی حرف کو متضمن ہو یعنی کسی حرف کے بعد لایا گیا ہو تو مرکب کی دونوں جزئیں مبنی برفتحہ ہونگی اول جزو اسلئے کہ مرکب ہونے کی وجہ سے وسط کلام میں آ گیا اور وسط محل اعراب نہیں اعراب کا محل آخر کلمہ ہے اور دوسرا جزو اس لئے مبنی ہے کیونکہ وہ حرف کو متضمن ہے جیسے احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک کہ ہردو جزو مبنی برفتحہ ہیں سوا اثنا عشر کے کہ اس کا صرف اول جزو معرب ہے کیونکہ یہ تثنیہ مضاف کے مشابہ ہے حذف نون میں جیسے مسلما مصر میں تثنیہ کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا اثنا عشر میں بھی نون گر گیا تثنیہ مضاف معرب ہے لھذا یہ بھی مشابہت کی وجہ سے معرب ہوگا احد عشر و اثنا عشر اصل میں احد و عشر اثنان و عشر ہے ایک اور دس دو اور دس درمیان سے واؤ حرف عطف کو حذف کر دیا پھر دونوں کلموں کو ایک کر دیا گیا تو دوسرا کلمہ حرف عطف کو متضمن ہے۔

وان لم یتضمن الخ:۔ اور اگر دوسرا جزو کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو مرکب کلمہ میں چند لغتیں ہیں جن میں افصح لغت یہ ہے کہ اول جزو مبنی برفتحہ اور دوسرا جزو معرب غیر منصرف ہو جیسے بعلبک ایک شہر کا نام ہے بعل ایک بت کا نام تھا اور بک اس بادشاہ کا نام تھا جو شہر کا بانی تھا جب شہر بن گیا تو اس شہر کا نام بت اور اپنے نام کے ساتھ ملا کر رکھ دیا جاء نی بعلبک رأیت بعلبک مررت ببعلبک اس کا اول جزو مبنی اس لئے ہے کہ یہ وسط میں آ گیا ہے اور اعراب وسط میں نہیں آتا اور دوسرا جزو مبنی اسلئے نہیں کہ اس میں مبنی ہونے کا کوئی سبب موجود نہیں معرب غیر منصرف اسلئے ہے کہ اس میں غیر منصرف کے دو سبب ترکیب اور علمیت پائے جاتے ہیں۔

فیھا لغات:۔ اس میں تقریباً چار لغتیں ہیں (تفصیل حاشیہ پر دیکھیں)

فائدہ:۔ لفظ غیر منصرف مبتدأ محذوف کی خبر ہے یعنی ھو غیر منصرف۔

فَصْل اَلْكِنَايَاتُ هِيَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُبْهَمٍ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا اَوْ حَدِيْثٍ مُبْهَمٍ وَهُوَ كَيْتَ وَذَيْتَ

ترجمہ:۔ کنایات اور وہ ایسے اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کریں اور وہ کم و کذا ہیں یا بات مبہم پر اور وہ کیت و ذیت ہیں۔

تشریح:۔ کنایات جمع ہے کنایه کی یہاں کنایہ سے مراد وہ لفظ ہے جس سے کنایہ و اشارہ کیا جائے پھر سب کنایات مراد نہیں بلکہ بعض مراد ہیں کیونکہ بعض کنایات معرب ہیں جیسے فلانة اور اصطلاح میں کنایہ وہ اسم ہے جو عدد مبہم یا بات مبہم پر دلالت

﴿۱﴾ اول لغت: ہردو جزو کا اعراب مضاف اور مضاف الیہ کی طرح ہو لیکن دوسرا جزو غیر منصرف ہو لھذا اول جزو کا رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ جر کسرہ کیساتھ یعنی بحسب العوامل ہوگا اور ثانی جزو پر ہمیشہ فتح رہیگا کیونکہ مضاف الیہ مجرور ہے اور غیر منصرف میں جر فتحہ کیساتھ ہوتی ہے ھذا بعلبک رأیت بعلبک مررت ببعلبک ﴿۲﴾ دوسری لغت: اول جزو کا اعراب بحسب العوامل ہو اور ثانی جزو معرب منصرف یعنی مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مجرور ہو ھذا بعلبک الخ ﴿۳﴾ تیسری لغت: ہردو جزو مبنی برفتحہ ہونگے احد عشر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے۔ ﴿۴﴾ چوتھی لغت:۔ وہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے۔

کرے اور وہ کم و کذا کیت و ذیت ہیں جیسے کم مال انفقت (میں نے کتنا مال خرچ کیا یعنی بہت مال خرچ کیا) عندی کذا درھما (میرے پاس اتنے درھم ہیں)

وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَى التَّمْيِيْزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ وَخَبَرِيَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُه اَوْ مَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَه وَكَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتُه

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے بنا بر تمیز کے جیسے کم رجلا عندك اور خبریہ اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کم مال انفقتُه یا مجموع جیسے کم رجال لقیتهم اور معنی اس کا تکثیر ہے اور داخل ہوتا ہے من ان دونوں میں کہے گا تو کم من رجل لقیتَه (کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی) و کم من مال انفقته (کتنا مال میں نے خرچ کیا یعنی بہت سا)

تشریح: ۔کم کی دو قسمیں ہیں استفہامیہ اور خبریہ کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور کم خبریہ مبنی ہونے میں اسی پر محمول ہے اور کذا کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے اور وہ دونوں مبنی ہیں لھذا ان سے مرکب ہونے والا اسم بھی مبنی ہوگا کیت و ذیت بات مبہم سے کنایہ ہیں ان دونوں کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ کی جگہ میں واقع ہوتے ہیں اور جملہ صاحب مفصل کے نزدیک مبنی ہے ۔کم استفہامیہ کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے بنا بر تمیز کے جیسے کم رجلا عندك (تیرے پاس کتنے مرد ہیں) کم مبہم ممیّز رجلا تمیز ممیّز تمیز سے ملکر مبتدأ عندک خبر۔کم خبریہ کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے اور کبھی مجرور مجموع ہوتا ہے یعنی اسکی تمیز مفرد مجرور یا جمع مجرور ہوتی ہے جیسے کم مال انفقته (بہت سا مال میں نے خرچ کیا) اس میں مال مفرد مجرور کم کی تمیز ہے اور جیسے کم رجال لقیتُهم (میں نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی) اس میں رجال جمع مجرور کم کی تمیز ہے۔کم خبریہ کا معنی تکثیر والا ہوتا ہے جیسے مثالوں سے واضح ہے اور کم استفہامیہ و خبریہ دونوں کی تمیز پر کبھی من جارہ بیانیہ داخل ہو جاتا ہے اس وقت دونوں کی تمیز مجرور ہوگی اس وقت معنی سے معلوم ہوگا کہ کم خبریہ ہے یا استفہامیہ جیسے کم من رجل لقیتَه (کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی) یہاں کم استفہامیہ کی تمیز پر من داخل ہے کم من مال انفقتُه (بہت سا مال میں نے خرچ کیا) یہاں کم خبریہ ہے [1]

---

[1] فائدہ: ۔لیکن جب کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی ہو تو اسوقت دونوں کی تمیز پر من کا داخل کرنا واجب ہے تا کہ تمیز کا فعل متعدی کے مفعول سے التباس نہ ہو جائے جیسے کم اھلکنا من قریۃ (بہت سے شہروں کو ہم نے ہلاک کر دیا) اھلکنا فعل متعدی ہے کم اور اس کی تمیز قریۃ کے درمیان آ گیا اسلئے تمیز پر من داخل ہوا اور نہ التباس ہوگا کہ قریۃ تمیز ہے یا اھلکنا کا مفعول بہ ہے۔

وَقَدْ يُحذَفُ التَّمِييْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحوُ كَمْ مَالُكَ اَیْ كَمْ دِيْنَارًا مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتُ اَیْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ

ترجمہ وتشریح: اور کبھی کبھی حذف کی جاتی ہے تمیز بوقت قائم ہونے قرینہ کے جیسے کم مالک یعنی کم دینارا مالک (تیرا مال کتنا دینار ہے) یہ کم استفہامیہ کی تمیز کے حذف کی مثال ہے اور حذف کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لھٰذا معلوم ہوا کہ دینارًاوغیرہ تمیز محذوف ہے۔ کم ضربتُ یعنی کم ضربة ضربتُ (بہت مارا میں نے مارنا) یہ کم خبریہ کی تمیز کے حذف کی مثال ہے اور قرینہ حذف یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا لھٰذا یہاں تمیز محذوف ہے اور وہ ضربة ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ فِي الْوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا كَانَ بَعْدَه فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ نَحوُ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ مَفْعُوْلاً بِهٖ وَنَحوُ كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ وَكَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ مَصْدَرًا وَكَمْ يَوْماً سِرْتَ وَكَمْ يَوْمٍ صُمْتُ مَفْعُوْلاً فِيْهِ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے کہ بے شک کم دونوں صورتوں میں واقع ہوتا ہے منصوب جس وقت ہو اس کے بعد فعل جو نہ اعراض کرنیوالا ہو اس سے اس کی ضمیر میں مشغول ہونے کی وجہ سے جیسے کم رجلاً ضربت و کم غلامٍ ملکت درانحالیکہ مفعول بہ ہے اور جیسے کم ضربةً ضربت وکم ضربةٍ ضربت درانحالیکہ مفعول مطلق ہے اور کم یوما سرت وکم یوم صمت درانحالیکہ مفعول فیہ ہے۔

تشریح:۔ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں محلا منصوب بھی ہوتے ہیں اور مجرور و مرفوع بھی چنانچہ یہاں سے مصنفؒ ہر ایک کا موقع بتلاتے ہیں کہ کم دونوں صورتوں میں خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ منصوب ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو جو اس کی ضمیر یا متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض نہ کر رہا ہو یعنی کم کی ضمیر میں یا متعلق میں مشغول نہ ہو تو اس وقت کم اپنی تمیز کے ساتھ ملکر فعل یا شبہ فعل مذکور کے عمل کے موافق محلا منصوب ہوگا اور پھر فعل وغیرہ کا عمل تمیز کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر تمیز میں مفعول بہ ہونے کی صلاحیت ہے تو کم اپنی تمیز سے ملکر فعل مذکور کا مفعول بہ مقدم ہوگا اور اگر مفعول مطلق ہونے کی صلاحیت ہے تو کم اپنی تمیز سے ملکر بعد والے فعل مذکور کا مفعول مطلق مقدم ہوگا اور اگر مفعول فیہ بننے کی صلاحیت ہے تو مفعول فیہ ہوگا جیسے کم رجلا ضربت (کتنے آدمیوں کو تو نے مارا) یہ کم استفہامیہ کے مفعول بہ واقع ہونے کی مثال ہے اس میں، کم مبہم ممیّز اور رجلا اس کی تمیز ممیّز تمیز سے ملکر مفعول بہ مقدم اور ضربت فعل بفاعل کم غلام ملکتُ (بہت سے غلاموں کا میں مالک ہوں) یہ کم خبریہ کے مفعول بہ ہونے کی مثال ہے کم

فائدہ:۔ عبارت میں جو مفعولا بہ اور مصدرا اور مفعولا فیہ کے الفاظ ہیں یہ ترکیب میں یا تو یکون فعل محذوف کی خبر ہیں یا مفعولا بہ کا لفظ حال ہے کم رجلا ضربت وکم غلام ملکت میں سے ہر ایک سے اسی طرح مصدرا کا لفظ حال ہے کم ضربة ضربت سے اسی طرح مفعولا فیہ کا لفظ حال ہے کم یوما سرت وغیرہ سے۔

مبہم ممیز مضاف غلام تمیز مضاف الیہ مبہم ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ مقدم ملکت فعل بفاعل۔

کم کے مفعول مطلق واقع ہونے کی مثال: جیسے کم ضربۃ ضربت (کتنی مارنیاں تو نے ماری ہیں) یہ کم استفہامیہ کے مفعول مطلق واقع ہونے کی مثال ہے اسمیں کم مبہم ممیز اور ضربۃ تمیز ممیز تمیز سے مل کر ضربت فعل کا مفعول مطلق مقدم اور کم خبریہ کی مثال جیسے کم ضربۃ ضربتُ (بہت سی مارنیاں میں نے ماری ہیں) یہ کم استفہامیہ کے مفعول مطلق واقع ہونے کی مثال ہے اسمیں کم مبہم ممیز مضاف ضربۃ مضاف الیہ تمیز ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق مقدم ضربت فعل کا

کم کے مفعول فیہ واقع ہونے کی مثال: ۔جیسے کم یوما سرت (کتنے دن تو نے سیر کی) کم مبہم ممیز یوما تمیز ممیز تمیز سے ملکر مفعول فیہ مقدم سرت فعل بفاعل یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے اور کم خبریہ کی مثال جیسے کم یوم صمتُ (بہت دنوں میں میں نے روزہ رکھا) کم مبہم ممیز مضاف یوم تمیز مضاف الیہ ممیز مضاف اپنی تمیز مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم صمت فعل بفاعل۔

وَمَجْرُوْرًا اِذَاكَانَ قَبْلَه حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ وَعَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامَ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ

ترجمہ:۔اور کم مجرور ہوگا جب اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بکم رجلا مررت الخ

تشریح:۔ مجرورا کا عطف منصوبا پر ہے یعنی کم خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں صورتوں میں کبھی محلا مجرور ہوتا ہے جب اس سے پہلے حرف جر ہو یا اسم مضاف ہو جیسے بکم رجلا مررت (کتنے آدمیوں کے پاس سے تو گزرا) یہ کم استفہامیہ کے مجرور بحرف جر ہونے کی مثال ہے با حرف جر کم مبہم ممیز رجلا تمیز ممیز تمیز سے ملکر محلا مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مقدم بعد والے فعل مررت کا علی کم رجل حکمتُ (بہت سے آدمیوں پر میں نے حکم کیا) یہ کم خبریہ کے مجرور بحرف جر ہونے کی مثال ہے ترکیب حسب سابق ہے غلام کم رجلا ضربت (کتنے آدمیوں کے غلاموں کو تو نے مارا) یہ کم استفہامیہ کے مجرور بالمضاف ہونے کی مثال ہے اسمیں غلام مضاف کم مبہم ممیز رجلا تمیز ممیز تمیز سے ملکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر ضربت فعل کا مفعول بہ ہوا۔ مال کم رجل سلبتُ (بہت سے آدمیوں کا مال میں نے چھین لیا) یہ کم خبریہ کے مجرور بمضاف ہونے کی مثال ہے ترکیب واضح ہے۔

وَمَرْفُوْعًا اِذَالَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِنَ الْاَمْرَيْنِ مُبْتَدَأً اِنْ لَّمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلاً اَخُوْكَ وَكَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُه وَخَبَرًا اِنْ كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِىْ

ترجمہ:۔اور کم مرفوع ہوگا جب نہ ہو ان دونوں امروں میں سے کوئی امر مبتدأ ہو کر اگر نہ ہو ظرف جیسے کم رجلا اخوك الخ اور خبر ہو کر اگر ہو ظرف جیسے کم یوما سفرك اور کم شهر صومی

تشریح: مرفوعا کا عطف مجرورا یا منصوبا پر ہے مطلب یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ دونوں صورتوں میں مرفوع ہوگا جب کہ گزشتہ دو چیزوں میں سے کوئی شئی بھی نہ ہو یعنی نہ تو اس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور نہ اس سے پہلے حرف جر یا اسم مضاف ہو تو اسوقت کم اپنی تمییز سے ملکر مرفوع ہوگا پھر اگر تمییز ظرف نہ ہو تو مبتدأ ہو کر مرفوع ہوگا کیونکہ مبتدأ کی تعریف اس پر سچی آتی ہے کہ اسم ہے اورعوامل لفظیہ سے خالی ہے جیسے کم رجلا اخوك (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں) یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے۔ کم مبہم ممیز رجلا تمییز سے ملکر مبتدأ اخوك خبر، کم خبریہ کی مثال کم رجل ضربتہ (بہت سے مردوں کو میں نے مارا) کم مبہم ممیز مضاف رجل تمییز مضاف الیہ ممیز مضاف اپنی تمییز مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ ضربت فعل بفاعل ہ ضمیر مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ اور اگر تمییز ظرف ہو تو کم اپنی تمییز سے ملکر خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور مابعد مبتدأ ہوگا کیونکہ ظرف ہونے کی وجہ سے مبتدأ نہیں بن سکتا اور خبر کی تعریف اس پر سچی آتی ہے لھذا خبر ہوگا جیسے کم یوما سفرك (کتنے دن تیرا سفر ہے) کم استفہامیہ مبہم ممیز یوما ظرف اسکی تمییز ممیز تمییز سے ملکر خبر مقدم سفرك مبتدأ مؤخر کم خبریہ کی مثال جیسے کم شہر صومی (میرا روزہ رکھنا بہت سے مہینوں میں ہوا) کم ممیز مضاف اپنی تمییز مضاف الیہ سے ملکر خبر مقدم اور صومی مبتدأ مؤخر۔

فَصْلٌ اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى اَقْسَامٍ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَىْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْئٍ

ترجمہ:۔ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیے گئے ہوں بایں طور کہ حذف کیا گیا ہو مضاف الیہ جیسے قبل و بعدُ فوق و تحت فرمایا اللہ تعالی نے للہ الامر من قبل و من بعد یعنی من قبل کل شیئ و من بعد کل شیئ

تشریح:۔ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں ان میں بعض مقطوع عن الاضافۃ ہیں بایں طور کہ ان کا مضاف الیہ لفظوں سے حذف کیا جاتا ہے لیکن نیت میں باقی ہوتا ہے تو اس وقت یہ مبنی برضم ہوتے ہیں جیسے قبل بعد تفصیل یہ ہے کہ قبل اور بعد لازم الاضافۃ ہیں دیکھنا یہ ہے کہ ان کا مضاف الیہ مذکور ہے یا محذوف اگر مذکور ہو تو یہ معرب ہونگے جیسے جئت من قبلِ زید و من بعدِ عمرو اگر محذوف ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا محذوف ہو کر نسیا منسیا ہوگا یا محذوف منوی ہوگا یعنی نیت میں باقی ہوگا اگر نسیا منسیا ہو تو بھی یہ معرب ہونگے جیسے ربَّ بعدِ کان خیرا من قبلٍ (بہت سی بعد والی چیزیں بہتر ہوتی ہیں پہلے والی سے) اگر منوی ہو تو مبنی برضم ہونگے کیونکہ اس وقت مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں حروف کے مشابہ ہونگے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا للہ الامر من قبل و من بعد اصل میں تھا من قبل کل شیئ و من بعد کل شیئ اس میں کل شی مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا لیکن نیت میں باقی ہے (ترجمہ اللہ تعالی ہی کیلئے ہے حکم ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد)

هٰـذَا اِذَا كَـانَ الْـمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰى هٰذَا قُرِئَ للهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمَّى الْغَايَاتِ

ترجمہ:۔ یہ اس وقت ہے کہ جب محذوف منوی ہو متکلم کیلئے ورنہ معرب ہونگے اور اسی پر پڑھا گیا ہے للّٰہ الامر من قبلٍ و من بعدٍ اور نام رکھا جاتا ہے انکا غایات۔

تشریح:۔ یعنی مبنی بر ضم ہونا اسی صورت میں ہے کہ انکا محذوف مضاف الیہ متکلم کی نیت میں باقی ہو ورنہ یہ معرب ہونگے جیسے ایک قرأت میں للّٰہ الامر من قبلٍ و من بعدٍ تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور ان ظروف مقطوع عن الاضافۃ کو غایات کہا جاتا ہے غایات جمع ہے غایۃ کی اس کا معنی ہے انتہاء شی ان کو غایات اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے بولنے کے بعد توقع ہوتی ہے کہ انکا تکلم ان کے مضاف الیہ پر ختم ہوگا جب ان کے مضاف الیہ کو حذف کر دیا تو خلاف توقع ان کا تکلم انہی پر ختم ہوگیا تو گویا تکلم اور نطق میں یہ غایۃ اور منتہی اور آخر ہو گئے اسی وجہ سے انکا نام غایات رکھا گیا۔

وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيْهًا لَهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْاِضَافَةَ اِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْاَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:۔ اور ان میں سے حیث ہے جو مبنی ہے غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بوجہ لازم کر پکڑنے اس کے اضافت کو جملہ کی طرف اکثر استعمال میں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے سنستدرجهم من حيث لا يعلمون

تشریح:۔ ظروف مبنیہ میں سے ایک حیث ہے یہ مبنی بر ضم ہے جمہور کے نزدیک مکان کیلئے آتا ہے اخفشؒ کے نزدیک کبھی زمان کیلئے بھی آتا ہے اور یہ غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ یہ اکثر استعمال میں جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ خود بحیثیت جملہ کے نہ مضاف ہوتا ہے نہ مضاف الیہ مگر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہو جاتا ہے تو یہاں بھی جملہ کو مصدر کی تاویل میں کر کے مضاف الیہ بنائیں گے تو اس وقت دیکھنے میں تو جملہ مضاف الیہ ہے لیکن حقیقت میں مضاف الیہ مصدر ہے جو کہ عبارت میں مذکور نہیں تو جب حیث کا حقیقی مضاف الیہ مصدر ہوا اور وہ مذکور نہیں تو حیث اس کی طرف محتاج ہوا تو اس کی مشابہت ہوگئی ان غایات یعنی ظروف مقطوع عن الاضافۃ کے ساتھ جن کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے لھذا ان کی طرح یہ بھی مبنی بر ضم ہوگا جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ زَيْدٌ جَالِسٌ (بیٹھ تو جہاں زید بیٹھنے والا ہے) اس مثال میں زید جالس جملہ اسمیہ ہے دیکھنے میں مضاف الیہ ہے حیث کا مگر زید جالس مصدر کی تاویل میں ہے یعنی جلوس زید ۔ گویا کہ اصل میں تھا اِجْلِسْ حَيْثُ جُلُوْسِ زَيْدٍ یعنی مکان جلوس زید حیث بمعنی مکان مضاف اور جلوس زید مضاف الیہ۔ معنی یہ ہے کہ بیٹھ زید کے بیٹھنے کی جگہ میں دوسری مثال اللہ تعالی کا فرمان ہے سنستدرجهم من حيث لا يعلمون (عنقریب مہلت دیں گے ہم ان کو ایسی جگہ سے کہ وہ نہیں جانتے ہونگے) حیث مضاف، جملہ لا يعلمون دیکھنے میں مضاف الیہ ہے لیکن اصل میں عدم علمهم مصدر مضاف الیہ ہے

جولا یعلمون سے سمجھا جارہا ہے۔

وَقَدْ يُضَافُ اِلَى الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۔ اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا☆ اَىْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا بِمَعْنَى مَكَانٍ

ترجمہ:۔اور حیث کبھی کبھی مضاف کیا جاتا ہے مفرد کی طرف جیسا کہ شاعر کا قول ہے اما تری الخ

تشریح: عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حیث کی اضافت جملہ کی طرف اکثری ہے البتہ حیث کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے اس وقت بعض کے ہاں مبنی اور بعض کے ہاں معرب ہوگا [1] مفرد کی طرف مضاف ہونے کی مثال شاعر کا قول ہے پورا شعر اس طرح ہے۔

اَمَا تَرٰى حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا ☆ نَجْمًا يُضِئُ كَالشِّهَابِ سَاطِعًا

ہمزہ استفہامیہ ما نافیہ تری رؤیۃ بصری سے ہے بمعنی آنکھوں سے دیکھنا متعدی بیک مفعول حیث بعض حضرات کے ہاں لازم الظرفیۃ ہونے کی وجہ سے مفعول فیہ ہے مضاف ہے اور بعض کے ہاں لازم الظرفیۃ نہیں بلکہ غالب الظرفیۃ ہے لھذا مفعول بہ ہے۔سھیل ایک ستارے کا نام ہے طالعا بمعنی طلوع ہونے والا یہ حال ہے سھیل سے نجما مفعول بہ ہے تری کا یا نجم مجرور ہو کر بدل ہے سھیل سے یضئ اضاءۃ (از باب افعال) سے ہے بمعنی روشن کرنا الشھاب آگ کا شعلہ ساطعا اسم فاعل بلند ہونے والا ساطعا حال ہے نجم سے۔شعر کا ترجمہ:۔کیا تو سھیل کی جگہ میں نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سھیل طلوع ہونے والا ہے ایسے ستارے کو جو آگ کے شعلہ کی طرح چمک رہا ہے اس حال میں کہ وہ بلند ہونے والا ہے۔ [2]

وَشَرْطُه اَنْ يُّضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح:۔اور شرط اس کی یہ ہے کہ وہ مضاف ہو جملہ کی طرف خواہ جملہ اسمیہ ہو مثال گزر چکی ہے یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اجلس حیث یجلس زید یعنی اجلس مکان جلوس زید (زید کے بیٹھنے کی جگہ میں بیٹھ) [3]

---

[1] ترکیب شعر:۔ہمزہ استفہامیہ ما نافیہ تری فعل انت ضمیر فاعل حیث مضاف سھیل ذوالحال طالعا حال ذوالحال حال سے ملکر مضاف الیہ ہوا حیث کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا تری کا نجما منصوب لفظا موصوف یضئ فعل ہو ضمیر درو مستتر راجع بسوئے نجم فاعل کاف حرف جر الشھاب ذوالحال ساطعا حال ذوالحال حال سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یضئ کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر صفت نجما کی موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ ہے تری کا اور یہ بھی احتمال ہے کہ سہیل مرفوع ہو بنا بر مبتدأ کے اور اس کی خبر محذوف ہو اصل میں تھا حیث سھیل موجود اس وقت جملہ اسمیہ حیث کا مضاف الیہ ہوگا یہ بھی احتمال ہے کہ طالعا تری کا مفعول بہ ہو اور نجما طالعا سے بدل ہو اور یضئ اور ساطعا نجما موصوف کی صفتیں ہوں۔

[2] فائدہ:۔حیث کے مفرد کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں بعض کے ہاں یہ معرب ہوگا کیونکہ مبنی ہونے کی علت اضافت الی الجملۃ تھی وہ ختم ہوگئی اور بعض کے ہاں اس وقت بھی مبنی ہوگا (اور یہی اشہر ہے) کیونکہ مفرد کی طرف اس کی اضافت قلیل ہے لھذا اکثری استعمال والا حکم بناء اس وقت بھی جاری رہیگا

[3] فائدہ:۔حیث کے مبنی ہونے کی یہ شرط اکثر استعمال میں اس لئے ہے کہ حیث کو وضع کیا گیا ہے اس مکان کیلئے جس میں کوئی نسبت واقع ہو اور نسبت ہوتی ہے جملہ میں لھذا حیث اپنے معنی پر دلالت کرنے میں جملہ کا محتاج ہے جیسے اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں صلہ کی طرف محتاج ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ صَارَ مُسْتَقْبِلاً نَحْوُ اِذَا جَاءَ نَصْرُاللهِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَاالشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ:۔ اور ظروف مبنیہ میں سے اذا ہے اور وہ مستقبل کیلئے ہے اور جب وہ داخل ہوتا ہے ماضی پر تو ماضی ہوجاتی ہے مستقبل جیسے اذا جاء نصر اللّٰہ (جب آئیگی اللہ کی مدد) اور اس میں معنی شرط ہے اور جائز ہے کہ واقع ہو اسکے بعد جملہ اسمیہ جیسے اٰتیک اذاالشمس طالعۃ (آؤنگا میں تیرے پاس جب سورج طلوع ہونے والا ہوگا) اور مختار جملہ فعلیہ ہے جیسے اٰتیک اذاطلعت الشمس (آؤنگا میں تیرے پاس جب سورج طلوع ہوگا)

تشریح:۔اذا اکثر مستقبل کے معنی میں ہوتا ہے کبھی نہیں بھی ہوتا جیسے حتی اذا بلغ مغرب الشمس (حتی کہ جب پہنچا سورج کے غروب ہونے کی جگہ میں) یہاں ماضی ہی کا معنی ہے۔اذا میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے (یعنی ایک جملہ کے مضمون کا دوسرے جملہ کے مضمون پر مرتب ہونا) چونکہ شرط کا معنی اس میں ہے لھذا اس کے بعد جملہ فعلیہ کا لانا مختار ہے (کیونکہ شرط جملہ فعلیہ ہوتی ہے) اگرچہ جملہ اسمیہ بھی آسکتا ہے کیونکہ اذا کی وضع شرط کیلئے نہیں ہے لھذا دونوں درست ہیں۔

وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ

ترجمہ:۔اور اذا کبھی ہوتا ہے مفاجاۃ کیلئے پس مختار ہے اس کے بعد مبتدأ جیسے خرجت الخ

تشریح:۔اذا کبھی مفاجاۃ کیلئے آتا ہے مفاجاۃ مہموز اللام سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی اچانک کسی چیز کو لے لینا یا پالینا یعنی اذا کسی چیز کے اچانک ہونے یا ملنے پر دلالت کرتا ہے اس وقت چونکہ اس میں شرط کے معنی نہیں ہوتے لھذا اس کے بعد مبتدأ کا آنا مختار ہے تاکہ اذا شرطیہ اور اذا مفاجاتیہ میں فرق ہوجائے جیسے خرجت فاذاالسبع واقف (میں نکلا کہ اچانک درندہ کھڑا ہونے والا تھا) اذا مفاجاتیہ السبع مبتدأ واقف خبر۔

وَمِنْهَا اِذْ وَهِيَ لِلْمَاضِيْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ

ترجمہ:۔اور ظروف مبنیہ میں سے اذ ہے اور وہ ماضی کیلئے آتا ہے اور واقع ہوتے ہیں اس کے بعد دونوں قسم کے جملے یعنی اسمیہ وفعلیہ جیسے جئتک الخ۔

تشریح:۔اذ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو اور اس کے بعد دونوں قسم کے جملے (اسمیہ وفعلیہ) آسکتے ہیں کیونکہ اس میں شرط کے معنی نہیں اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حرف من اور فی حرف کی طرح اس کی بنا تین حرفوں سے کم ہے جیسے جئتک

اذ طلعت الشمس (میں تیرے پاس آیا جب سورج نکلا) یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے جملہ اسمیہ کی مثال جیسے جئتک اذالشمس طالعة (میں تیرے پاس آیا جب سورج نکلنے والا تھا)

وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِىْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ

ترجمہ:۔اورظروف مبنیہ میں سے این اورانی ہیں جوہونے والے ہیں مکان کیلئے اس حال میں کہ وہ ساتھ معنی استفہام کے ہیں جیسے این تمشی الخ اور ساتھ معنی شرط کے جیسے این تجلس اجلس الخ۔ [۱]

تشریح:۔این اور انّٰی مبنی برفتحہ ہوتے ہیں اوران کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف استفہام اورحرف شرط کے معنی کو متضمن ہیں جب یہ استفہام کیلئے ہونگے توان کا معنی ہوگا (کہاں) اور جب شرط کیلئے ہونگے توان کا معنی ہوگا (جہاں) استفہام کی مثال این تمشی (تو کہاں جارہاہے) انی تقعد (تو کہاں بیٹھاہے) شرط کی مثال این تجلس اجلس (توجہاں بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا) انی تقم اقم (توجہاں کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہونگا) فائدہ:۔ انّٰی کبھی کیف کے معنی میں آتا ہے جب کسی فعل کے بعدواقع ہوجیسے فأتوا حرثكم انى شئتم بمعنی کیف شئتم (تم اپنی کھیتی کو آؤ جس طرح چاہو)

وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ

ترجمہ:۔ظروف مبنیہ میں سے متی ہے جوہونیوالا ہے زمان کیلئے باعتبار شرط کے یاباعتبار استفہام کے الخ۔ [۲]

تشریح: متی ظرف زمان ہے شرط یا استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو حرف شرط یا حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے شرط کی مثال متی تصم اصم (جب توروزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا) استفہام کی مثال متی تسافر (تو کب سفر کریگا)

وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَىْ فِىْ اَىِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ [۳]

---

[۱] فائدہ:۔للمکان جارمجرورظرف مستقر متعلق الکائنان کے ہوکراین اورانی کی صفت ہے یعنی ایسے این اورانی جوہونے والے ہیں واسطے مکان کے یا کائنان کے متعلق ہوکرخبر ہیں مبتدأ محذوف ھما کی کہ وہ این اورانی ہونے والے ہیں واسطے مکان کے۔اوربمعنی الاستفہام اوربمعنی الشرط معطوف علیہ معطوف سے ملکر حال ہے این اورانی سے معنی یہ ہوگا حال ہونا این اورانی کا کہ ہونے والے ہیں ساتھ معنی استفہام کے اورساتھ معنی شرط کے۔ [۲] فائدہ:۔للزمان جارمجروریاصفت ہے متی کی یاخبر ہے ھومبتدأ محذوف کی شرطا اواستفہامایا تمییز یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ [۳] فائدہ:۔یہاں بھی للاستفہام یا صفت ہے کیف کی یاخبر ہے ھومبتدأ کی حالا تمییز ہے یاحال ہے اسی طرح للزمان صفت ہے ایان کی یاخبر ہے ھومبتدأ کی استفہاما تمییز ہے یا حال ہے

ترجمہ:۔اورظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جو ہونیوالا ہے واسطے استفہام کے باعتبار حال کے جیسے کیف انت یعنی فی ای حال انت (توکس حالت میں ہے)اوران میں سے ایان ہے جو ہونے والا ہے واسطے زمان کے باعتبار استفہام کے جیسے ایان یوم الدین (کب ہوگا جزا کا دن)

تشریح:۔کیف حال دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کیف انت (توکس حالت میں ہے) یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور ایان ظرف زمان ہے استفہام کیلئے خاص ہے اس میں شرط کے معنی نہیں ہیں جیسے ایان یوم الدین (یوم جزا کب ہوگا) یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے

فائدہ:۔ ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے اور امور عظام یعنی بڑی چیزوں کے متعلق سوال کرنے کیلئے آتا ہے جیسے ایان یوم الدین لھذا ایان یَوْمُ قِیَامِ زَیْدٍ (زید کے کھڑے ہونے کا دن کونسا ہے) کہنا درست نہیں بخلاف متی کے، وہ عام ہے زمانہ ماضی ومستقبل دونوں کیلئے آتا ہے اور بڑی چھوٹی ہر چیز کے دریافت کرنے کیلئے آتا ہے۔

وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنَى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَارَأَيْتُه مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَا رَأَيْتَ زَيْدًا اَىْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِىْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَبِمَعْنَى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلُحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُ مَا رَأَيْتُه مُذْ اَوْ مُنْذُ يَوْمَانِ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةٍ مَا رَأَيْتَ زَيْدًا اَىْ جَمِيْعُ مُدَّةٍ مَا رَأَيْتُه يَوْمَانِ

ترجمہ:اورظروف مبنیہ میں سے مذاور منذ ہیں جو ہونے والے ہیں ساتھ معنی اول مدۃ کے اگر صلاحیت رکھتا ہے ہر ایک متی کے جواب بننے کی جیسے ما رأیتہ مذ او منذ یوم الجمعۃ اس شخص کے جواب میں جو کہے متی ما رأیت زیدا (تونے کب سے نہیں دیکھا زید کو) یعنی میرے اسکو نہ دیکھنے کی اول مدۃ یوم الجمعۃ ہے۔اور ہونے والے ساتھ معنی جمیع مدت کے اگر ہر ایک صلاحیت رکھے کم کے جواب بننے کی جیسے ما رأیتہ مذ او منذ یومان اس شخص کے جواب میں جو کہے کم مدۃ ما رأیت زیدا (کتنی مدت تونے زید کو نہیں دیکھا) یعنی کل مدت اس کو نہ دیکھنے کی دو دن ہے۔

تشریح:۔مذاور منذ کا استعمال دو طرح پر ہے ایک بطور حرف جر اور ایک بطور اسم ظرف جب یہ حرف جر ہونگے توان کا مبنی ہونا واضح ہے اور جب یہ اسم ظرف ہونگے تو اس وقت یا تو اس لئے مبنی ہیں کہ یہ اسی مذاور منذ کے مشابہ ہیں جو حرف جر ہیں اور یا اس لئے مبنی ہیں کہ مذ کی بنا تین حرفوں سے کم ہونے کی وجہ سے من اور فی کی طرح ہے اور منذ مذ پر محمول ہے۔مذاور منذ جب اسم ظرف ہوتے ہیں توان میں سے ہر ایک کے دو دو معنی آتے ہیں پہلا معنی اول مدۃ یعنی پہلے والے فعل کی شروع مدۃ بتلاتے ہیں دوسرا معنی جمیع مدت یعنی فعل مقدم جتنے زمانے میں ہوا وہ پوری مدت بتلاتے ہیں باقی اول مدت کیلئے کب آتے ہیں اور جمیع مدت کیلئے کب تو اس کا قرینہ مصنفؒ نے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو مذاور منذ کے بعد والا زمان متی یا کم میں سے کسی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر وہ متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو مذاور منذ بمعنی اول مدت ہونگے اور اگر کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے تو بمعنی جمیع مدت

ہونگے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جب اول مدت کے معنی میں آتے ہیں تو اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہوتا ہے کیونکہ اول مدت ایک متعین چیز ہے جیسے ما رأیتہ مذ یوم الجمعۃ اور جب جمیع مدت کیلئے آتے ہیں تو اس وقت ان کے بعد عدد کا وہ مجموعہ متصل ہوتا ہے جس کا قصد کیا گیا ہے خواہ وہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو جیسے ما رأیتہ مذ یومان یا منذ ثلاثۃ ایام وغیرہ۔ متی کے جواب بننے کی مثال مثلاً کسی شخص نے کہا متی ما رأیت زیدا (تونے زید کو کب سے نہیں دیکھا ہے) اس کے جواب میں کہا جائیگا ما رأیتہ مذ یوم الجمعۃ یا منذ یوم الجمعۃ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کا دن ہے کم کے جواب بننے کی صورت میں بمعنی جمیع مدت کی مثال جیسے کسی شخص نے کہا کم مدۃ ما رأیت زیدا (کتنی مدت تونے زید کو نہیں دیکھا) اس کے جواب میں کہا جائیگا مثلاً ما رأیتہ مذ یومان یا منذ یومان (میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا) یعنی اس کو نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے۔

وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى [1] عِنْدَ نَحْوُ اَلْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِيْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَاءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنَ وَلَدَنَ وَلَدْ وَلُدْ ولِدْ

ترجمہ:۔ ظروف مبنیہ میں سے لدی و لدن ہیں جو بمعنی عند ہیں جیسے المال لدیک (مال تیرے پاس ہے) اور فرق لدی و لدن اور عند میں یہ ہے کہ عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں کیا گیا اور یہ بات شرط ہے لدی و لدن میں اور اس میں آئی ہیں کئی لغتیں الخ۔

تشریح:۔ یہ دونوں عند کے معنی میں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط ہے لدی و لدن میں نہیں المال عندك اسوقت بھی کہہ سکتے ہیں جب مال پاس ہو سامنے ہو اور اس وقت بھی کہہ سکتے ہیں جب مال خزانے میں ہو بنک میں ہو پاس نہ ہو اور المال لدیک صرف اسی وقت کہیں گے جب مال پاس ہو۔ [2]

لدن میں چند لغات اور بھی ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لدن کے بعض لغات مثلاً لد وغیرہ کی بنا تین حرفوں سے کم ہے تو حرف من اور حرف فی کے مشابہ ہیں اور باقی ان پر محمول ہیں۔

وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ نَحْوُ مَارَأَيْتُه قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ نَحْوُ لَااَضْرِبُه عَوْضُ

ترجمہ:۔ ظروف مبنیہ میں سے قط ہے جو ہونے والا ہے واسطے ماضی منفی کے الخ اور ان میں سے عوض ہے جو ہونے والا ہے واسطے

---

[1] فائدہ:۔ بمعنی عند جار مجرور ظرف مستقر الکائنان کے متعلق ہوکر لدی لدن کی صفت ہے۔

[2] فائدہ:۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ لدی لدن میں ابتداء کے معنی پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے من کے ساتھ استعمال لازم ہے خواہ من ملفوظ ہو یا مقدر ہو جیسے من لدنک عند میں ابتداء کا معنی نہیں۔

مستقبل منفی کے۔

تشریح: قط ماضی منفی میں استغراق نفی کیلئے آتا ہے جیسے ما رأیته قط (میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا) قط میں دو لغت اور بھی ہیں اول قُطُّ (بضمہ قاف وتشدید تاء مضمومہ) دوم قَطْ (بفتح تاء وسکون طاء) یہ قلت بنا میں حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور عوض مستقبل منفی میں استغراق نفی کیلئے آتا ہے جیسے لا اضربه عوض (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا) اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ قبل وبعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے لھذا مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونیکی وجہ سے حرف کے مشابہ ہے

وَاعْلَمْ اَنَّه اِذَااُضِيفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَ كَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلَ ضَرَبْتُه مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب اضافت کی جائے ظروف کی جملہ کی طرف یا اذ کی طرف تو جائز ہے ان کا مبنی برفتحہ ہونا جیسا کہ قول اللہ تعالیٰ کا ھذا یوم ینفع الصدقین صدقهم (یہ دن ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ نفع دیگا) اور جیسے یومئذ حینئذ اور اسی طرح لفظ مثل اور غیر ما کے ساتھ اور اَنْ مصدریہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کہے گا تو ضربته مثل ما ضرب زید (میں نے اسکو مارا مثل مارنے زید کے) اور جیسے غیر ان ضرب زید (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)

تشریح:۔بعض وہ ظروف جو مبنی نہیں ہیں جب جملہ یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوں (پھر یہ اذ جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے) تو ان ظروف کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے وجہ یہ ہے کہ یہ ظروف جملہ مضاف الیہ سے بنا کو حاصل کرلیں گے اور جملہ صاحب مفصل کے ہاں مبنی ہے جیسے ھذا یومَ ینفع الصدقین صدقهم میں یوم کا مبنی برفتحہ ہونا جائز ہے یومئذ اور حینئذ میں یوم اور حین اذ کی طرف مضاف ہیں اور اذ آگے جملہ کی طرف مضاف ہے جس کو محذوف کر کے اس کے عوض اذ پر تنوین لے آئے اصل میں تھا اذ کان کذا تو گویا یوم اور حین اذ کے واسطے سے کان کذا جملہ کی طرف مضاف ہیں۔

فائدہ:۔ جاز سے معلوم ہوا کہ معرب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ انکا جملہ مضاف الیہ سے بنا کو حاصل کرنا واجب نہیں چنانچہ یوم کو مرفوع پڑھیں گے کیونکہ یہ خبر ہے ھو مبتدأ کی۔ من خزی یومئذ میں یوم کو مبنی برفتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرب بنا کر خزی کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں اسی طرح لفظ مثل اور غیر کو انہی ظروف کی طرح مبنی برفتحہ پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے جب کہ ان کے ساتھ لفظ ما ھو یا اَن مصدریہ یا اَنَّ ثقیلہ ہو جیسے ضربته مثل ما ضرب زید مثل کے فتحہ کے ساتھ غیر ان ضرب زید غیر کے فتحہ کے ساتھ چونکہ یہ جملہ کی طرف محتاج ہونے میں حرف کے مشابہ ہیں لھذا مبنی پڑھنا بھی جائز ہے اور چونکہ اصل اسم میں اعراب ہے لھذا معرب پڑھنا بھی جائز ہے اگرچہ مثل اور غیر ظروف تو نہیں مگر مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں مشابہ ہیں ظروف کے اس لئے یہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ ترجمہ:۔اور ظروف مبنیہ میں سے امس کسرہ کے ساتھ ہے اہل حجاز کے ہاں۔

تشریح:۔ امس اہل حجاز کے ہاں مبنی بر کسرہ ہے اور معرفہ ہے بمعنی کل گزشتہ بعض کے ہاں معرب معرفہ ہے لیکن جب یہ مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو یا نکرہ کیا جائے تو بالاتفاق معرب ہوگا جیسے مضی امسنا (گزر گیا ہمارا کل) مضی الامس المبارك (گزر گیا کل گزشتہ مبارک) کل غد صار امسا (ہر آنیوالا کل ہوجاتا ہے کوئی اور کل گزشتہ)

وَالْخَاتِمَةُ فِيْ سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهِ غَيْرَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ

ترجمہ وتشریح: اور خاتمہ اسم کے بقیہ احکام میں اور اسکے لواحق میں ہے ایسے احکام جو معرب ومبنی کے علاوہ ہیں اور اسمیں چند فصلیں ہیں

فَصْلٌ اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَنَكِرَةٌ اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِيْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ

ترجمہ وتشریح:۔ جان لیجئے کہ تحقیق اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی شی معین کیلئے

فائدہ:۔ وضع لشیء درجہ جنس میں ہے معرفہ ونکرہ دونوں کو شامل ہے لشیء معین فصل ہے اس سے نکرہ خارج ہوگیا اور یہ معرفہ چھ قسم پر ہے مضمرات وغیرہ۔ اگر اسماء اشارات اور اسماء موصولات کو الگ الگ شمار کریں تو سات بن جاتی ہیں۔ اگر مبہمات کے عنوان سے ایک قسم شمار کریں تو کل چھ قسمیں ہیں جیسا کہ مصنف نے فرمایا وھی ستة اقسام۔

وَالْعَلَمُ مَاوُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ لَايَتَنَاوَلُ غَيْرَهٗ بِوَضْعٍ وَّاحِدٍ وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ فِيْ قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالنَّكِرَةُ مَاوُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ

ترجمہ وتشریح:۔اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو معین شی کیلئے درانحالیکہ وہ اس کے غیر کو شامل نہ ہو وضع واحد کے ساتھ۔ [1] اور اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے انا، نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر ضمیر غائب جیسے ھو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرفہ بنداء اور مضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو غیر معین چیز کیلئے جیسے رجل اور فرس۔

فوائد وقیود: علم کی تعریف میں وضع لشیء درجہ جنس میں ہے سب معارف کو شامل ہے لا یتناول غیرہ فصل ہے اس سے علم کے علاوہ سب معارف خارج ہوگئے بوضع واحد کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک وضع کے اعتبار سے غیر کو شامل نہ ہوا گر غیر کو

---

[1] فائدہ: علم میں علم مفرد جیسے زید اور مرکب جیسے عبداللہ اور لقب جیسے صدیق فاروق اور کنیت جیسے ابوبکر ابو یوسف اور تخلص جیسے سعدی فردوسی یہ سب داخل ہیں

شامل ہوتو دوسری وضع کے اعتبار سے شامل ہو لہٰس سے علم مشترک داخل رہیگا مثلا زید کئی شخصوں کا نام ہے مگر ایک وضع کے اعتبار سے صرف ایک معین شخص کو شامل ہوتا ہے اگر دوسرے زید کو شامل ہوتا ہے تو دوسری وضع کے اعتبار سے۔

اعرف المعارف یعنی معارف میں سے سب سے زیادہ معرفہ جمہور کے ہاں ضمیر متکلم ہے کیونکہ اسمیں مخاطب کو التباس بالکل نہیں رہتا پھر ضمیر مخاطب پھر ضمیر غائب پھر علم پھر مبہمات یعنی اسمائے اشارات واسمائے موصولات پھر معرف باللام پھر معرفہ بنداء اور مضاف چونکہ مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے اس لئے اس کی قوۃ میں ہوگا لھذا جو مرتبہ معرفہ ہونے میں مضاف الیہ کا ہے وہی مضاف کا ہوگا مگر علامہ مبرد رحمہ اللہ کے ہاں مضاف کا مرتبہ انقص ہے مضاف الیہ سے۔

نکرہ کی تعریف: ۔نکرہ وہ اسم ہے جو غیر معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے رجل اور فرس۔

فائدہ: ۔ ما وضع لشئ درجۂ جنس میں ہے معرفہ ونکرہ سب کو شامل ہے غیر معین فصل ہے اس سے معرفہ خارج ہو گیا۔

فَصْل . اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِأَةٌ وَاَلْفٌ

ترجمہ: ۔اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے اشیاء کے افراد کی مقدار پر اور اصولی عدد بارہ ہیں واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ اور الف۔

تشریح: ۔عدد کا لغوی معنی گننا ۔اصطلاحی معنی وتعریف :عدد وہ اسم ہے جو افراد واشیاء یعنی معدودات کی مقدار پر دلالت کرے۔ (معدودات وہ چیزیں جن کو شمار کیا جاتا ہے) اس تعریف کے اعتبار سے عدد ایک سے شروع ہوتا ہے۔[1] اصولی عدد بارہ ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ اور الف باقی اوپر سب اعداد انہی بارہ کلمات سے بنتے ہیں یا ترکیب کے ساتھ بذریعہ عطف جیسے احد وعشرون یا بذریعہ اضافۃ جیسے ثلاث مائۃ یا انہی اصولی اعداد میں سے کسی کو تثنیہ لانے کے ساتھ جیسے مائتین والفین یا جمع لانے کے ساتھ جیسے مئات یا الوف یا عشرون ثلاثون وغیرہ۔

وَاِسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِىْ رَجُلٍ وَّاحِدٌ وَفِىْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِىْ اِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِىْ اِمْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلَاثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلَاثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشَرِ نِسْوَةٍ

---

[1] فائدہ: ۔عدد کی ایک دوسری تعریف بھی ہے العدد نصف مجموع الحاشیتین دو کناروں کے مجموعے کا آدھا مثلا دو عدد ہے یہ دو حاشیوں کے مجموعے کا آدھا ہے کیونکہ دو کے نیچے والا حاشیہ و کنارہ ایک ہے اور اوپر حاشیہ تین ہے تو مجموعہ چار ہوا جس کا آدھا دو ہے ان حضرات کے ہاں عدد دو سے شروع ہوتا ہے ایک کو عدد نہیں کہتے کیونکہ ایک کا نیچے والا حاشیہ نہیں۔

ترجمہ وتشریح:۔اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس پر ہے مراد لیتا ہوں میں مذکر کیلئے بغیر تاء اور مؤنث کیلئے تا کے ساتھ کہے گا تو ایک مرد میں واحد اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں واحدۃ اور دو عورتوں میں اثنتان یا ثنتان اور ثلاث سے لے کر عشر تک خلاف قیاس مراد لیتا ہوں میں مذکر کیلئے تاء کے ساتھ یعنی تانیث کی علامت لائی جائیگی کہے گا تو ثلاثۃ رجال تا عشرۃ رجال اور مؤنث کیلئے بغیر تاء کے کہے گا تو ثلث نسوۃ سے عشر نسوۃ تک۔ [1]

وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَاِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَثَلَاثَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

ترجمہ وتشریح:۔اور عشرۃ کے بعد کہے گا تو احد عشر رجلا الخ یعنی احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک ترکیب کے ساتھ بغیر عطف کے ہوگا پھر احد عشر اور اثنا عشر میں قیاس کے مطابق ہوگا مذکر کیلئے دونوں جزو بغیر تاء کے ہونگے جیسے احد عشر رجلا اثنا عشر رجلا اور مؤنث کیلئے دونوں جزو تاء کے ساتھ ہونگے جیسے احدی عشرۃ امرأۃ اور اثنتا عشرۃ امرأۃ

فائدہ:۔عدد کو مرکب کرنے کے وقت تخفیف کیلئے واحد کو احد اور واحدہ کو احدی سے تعبیر کرتے ہیں ثلثۃ عشر سے تسعۃ عشر تک پہلا جز خلاف قیاس ہوگا جیسے دو عددوں کو ملانے سے پہلے خلاف قیاس تھا تا کہ فرع اصل کے موافق ہو جائے اور دوسرا جز و قیاس کے موافق ہوگا یعنی مذکر کے لئے اول جزو میں تائے تانیث آئیگی اور دوسرے جزو میں نہیں آئیگی جیسے ثلثۃ عشر رجلا تا تسعۃ عشر رجلا اور مؤنث کیلئے اول جزو میں تاء تانیث نہیں آئیگی دوسرے جزو میں آئیگی جیسے ثلث عشرۃ امرأۃ تا تسع عشرۃ امرأۃ

وَبَعْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰى تِسْعِيْنَ رَجُلاً وَامْرَأَةً وَّاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً وَثَلَاثَةٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَثَلَاثٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ رَجُلاً وَتِسْعٌ وَّتِسْعِيْنَ اِمْرَأَةً

ترجمہ وتشریح:۔اور اسکے بعد یعنی تسع عشرۃ کے بعد آٹھوں عقود (دہائیاں) یعنی عشرون سے لے کر تسعون تک مذکر اور مؤنث کے لئے بلا فرق آتے ہیں جیسے عشرون رجلا عشرون امرأۃ تسعون رجلا و امرأۃ تک اور اگر ان

---

[1] فائدہ:۔وجہ یہ ہے کہ مذکر کا درجہ مؤنث پر مقدم ہے تو جب مذکر تین کو پہنچا تو تین چونکہ جمع ہے اور جمع بتاویل جماعت ہو کر مؤنث ہے اگر چہ مردوں کی جماعت ہے تو اس کی رعایت کی وجہ سے عدد میں علامت تانیث لے آئے پھر مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کرنے کیلئے تمیز مؤنث کے عدد میں تاء تانیث نہیں لائے۔

عقود کا عطف کریں اکائیوں پر یعنی واحد اثنان ثلثة سے لےکر تسعة تک تو احد وعشرون رجلا مذکر کے لئے اور احدی وعشرون امرأة مؤنث کے لئے کہیں گے اور اثنان وعشرون رجلا مذکر کیلئے اور اثنتان وعشرون امرأة مؤنث کیلئے یعنی اول جزو قیاس کے موافق ہوگا مذکر کے لئے مذکر مؤنث کے لئے مؤنث لیکن عقود میں فرق نہیں پڑیگا اور ثلثة وعشرون امرأة سے تسعة وعشرون امرأة مذکر کیلئے اور ثلث وعشرون رجلا سے تسع وعشرون رجلا تک مؤنث کیلئے کہیں گے یعنی اول جزو ثلثة سے لےکر تسعة تک قیاس کے مخالف ہوگا مذکر کیلئے مؤنث اور مؤنث کیلئے مذکر لائیں گے دوسرے جزو یعنی عقود عشرون ثلاثون میں مذکر ومؤنث کے اعتبار سے فرق نہیں ہوگا۔

ثُمَّ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَ مِائَةُ اِمْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَارَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَ اَلْفَا رَجُلٍ وَ اَلْفَا اِمْرَأَةٍ بِلاَ فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَازَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ وَيُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِىْ اَلْفٌ وَمِائَةٌ وَاَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَرْبَعَةُ الاٰفٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اِمْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ

ترجمہ وتشریح: پھر کہے گا تو مائة رجل و مائة امرأة اور الف رجل اور الف امرأة الخ بغیر فرق کے درمیان مذکر ومؤنث کے یعنی مائة اور الف اور مائتان اور الفان بغیر کسی فرق کے مذکر ومؤنث دونوں کیلئے آتے ہیں جیسے کتاب میں مثالوں سے ظاہر ہے۔

فاذا زاد الخ۔ پس جب عدد زیادہ ہونگے مائة اور الف پر تو استعمال کیا جائیگا اس قیاس پر جو آپ پہچان چکے ہیں یعنی واحد سے لیکر تسعة و تسعین (ننانوے) تک جیسے آپ پہچان چکے ہیں یعنی مائة وواحد، مائة و واحدة ،مائة واثنان ،ومائة و اثنتان میں قیاس کے موافق اور ثلاثة سے لےکر تسعة تک جب مائة یا الف کے ساتھ مرکب ہوگا تو خلاف قیاس ہوگا جیسے مائة و ثلثة رجال ،مائة وثلاث نسوة کہا جائیگا اور مائة واحد عشر رجلا اور مائة و احدی عشر امرأة و مائة واثنا عشر رجلا مائة و اثنتا عشر امرأة موافق قیاس ہوگا اور مائة و ثلاثة عشر رجلا اور مائة وثلث عشرة امرأة اور مائة واحد وعشرون رجلا اور مائة واحدی وعشرون امرأة الخ یعنی جو صورت مائة سے پہلے ہے وہی صورت مائة و الف سے زائد عدد میں ہوگی اسی طرح مائة اور الف کے تثنیہ وجمع کا حال ہے ان سب میں عدد زائد کا عطف ہوگا مائة والف وغیرہ پر پھر عکس بھی جائز ہے واحد ومائة رجل واحدة و مائة امرأة بھی کہہ سکتے ہیں اور مقدم کیا جائیگا الف کو مائة پر اور مائة کو احاد پر اور احاد کو عشرات پر کہے گا تو عندی الف و مائة واحد وعشرون رجلا (میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں) اور جیسے عندی الفان و مائتان و اثنان و عشرون رجلا (میرے پاس دو ہزار دو سو بائیس مرد ہیں) اور جیسے عندی اربعة آلاف وتسعمائة وخمس واربعون امرأة (میرے پاس چار ہزار نو سو پینتالیس عورتیں ہیں)

وعليك بالقياس :۔علیک اسم فعل بمعنی الزم (لازم کر پکڑ ماقبل پر قیاس کرنے کو) مثلا الف و مائة و واحد یاالف و مائة وواحدة اسی طرح مثلاالف و مائةو ثلاثة رجال اورالف و مائة وثلاث نسوة الخ ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لاَ مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيِّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَرَجُلاَنِ

ترجمہ وتشریح:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق واحد اور اثنين کیلئے کوئی تمیز نہیں اس لئے کہ تحقیق لفظ ممیّز بے پرواہ کردیتا ہے ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے کہے گا تو عندی رجل ورجلان اسی طرح واحدة اوراثنتان کی تمیز ذکر نہیں کی جاتی کیونکہ ممیّز یعنی تمیز عدد کے ذکر کرنے سے مستغنی کردیتی ہے لهٰذا واحد رجلا یااثنان رجلين یاواحدة امرأة یا اثنتان امرأتين نہیں کہا جائیگا بلکہ عدد یعنی واحد اوراثنان کو ترک کرکے صرف اسی اسم کو ذکر کریں گے جو تمیز ہے کیونکہ خود تمیز مثلا رجل اور رجلان اپنے مادہ کے اعتبار سے ذات پر اور اپنے صیغہ کے اعتبار سے ایک ہونے اور دو ہونے پر دلالت کرتی ہے لهٰذا عندی رجل اور عندی رجلان کہا جائیگا عندی واحد رجلا یاعندی اثنان رجلين نہیں کہا جائیگا۔

وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلاَ بُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلاَثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلاَثَةُ رِجَالٍ وَثَلاَثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلاَثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلاَثُ مِآتٍ اَوْ مِئِيْنَ

ترجمہ:۔اور لیکن باقی اعداد کیلئے پس ضروری ہے تمیز، پس کہے گا تو تمیز ثلثة سے لے کر عشرة تک کی جمع مجرور ہوگی۔ کہے گا تو ثلثة رجال و ثلاث نسوة مگر جب ہو تمیز لفظ مائة پس اسوقت ہوگی مفرد مجرور کہے گا تو ثلث مائة و تسع مائة حالانکہ قیاس ثلاث مآت یامئين ہے۔

تشریح:۔ واحد اور اثنان کے علاوہ سب اعداد کی تمیز ضروری ہے ثلثة سے لے کر عشرة تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی خواہ جمع لفظا ہو جیسے ثلثة رجال ثلث نسوة یا لفظ کے اعتبار سے تو مفرد ہو مگر معنی کے اعتبار سے جمع ہو جیسے ثلثة رهط، رهط لفظا مفرد ہے مگر معنی جمع ہے بہت سے افراد کو شامل ہے۔ [1]

---

[1] فائدہ (۱):۔تمیز مجرور اس لئے ہے کہ عدد کا مضاف الیہ ہے اور جمع اس لئے ہے کہ ثلاثة سے لے کر عشرة تک کے عدد جمع کے معنی پر دلالت کرتے ہیں لهٰذا ان کی تمیز جو کہ معدود ہے یہ بھی جمع ہوتا کہ عدد اور معدود میں مطابقت ہو جائے ہاں مگر جب ان کی تمیز لفظ مائة واقع ہوگی تو مفرد مجرور ہوگی جیسے ثلثة مائة تسع مائة حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تمیز یا تو جمع مؤنث سالم ہوتی یعنی مآت یا جمع مذکر سالم ہوتی یعنی مئين وجہ یہ ہے کہ مجرور تو اس لئے ہے کہ مضاف الیہ ہے اور مفرد اس لئے کہ مائة کی دو جمعیں آتی ہیں جمع مذکر سالم مئين اور جمع مؤنث سالم مآت مگر یہ لفظ ثلث سے تسع تک کی تمیز نہیں ہو سکتے کیونکہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف درست نہیں اور جمع مؤنث سالم لانے میں کئی تاء جمع ہو جاتی ہیں ایک مائة کی تاء تانیث دوسری جمع مؤنث سالم والی تیسری عدد والی کئی تاؤں کا جمع ہونا درست نہیں۔ فائدہ (۲): عشرة مائة نہیں کہا جائیگا کیونکہ دس سو کیلئے لفظ الف استعمال ہوتا ہے

وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰى عَشْرَةَ اِمْرَأَةً وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ رَجُلاً وَتِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اِمْرَأَةً

ترجمہ:۔اوراحد عشر سے تسعة و تسعين تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے الخ۔

تشریح:۔گیارہ سے ننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے۔ ۱؎

وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ اِمْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ وَثَلاثَةُ اٰلافِ رَجُلٍ وَثَلاثُ اٰلافِ اِمْرَأَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا

ترجمہ:۔مائة اور الف اوران کے تثنیہ اورالف کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے کہے گا تو مائة رجل الخ۔

تشریح:۔ مائة اور الف کی تمیز اوران دونوں کے تثنیہ مأتان و الفان کی تمیز اورصرف الف کی جمع یعنی آلاف یا الوف کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے مجرورتو اضافت کی وجہ سے اورمفرد اس لئے کہ مائة اور الف وغیرہ خود کثرت پر دلالت کرتے ہیں۔ ۲؎

فَصْلٌ اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَابِخِلافِهٖ وَعَلامَةُ التَّانِيْثِ ثَلاثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى وَالْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ

ترجمہ:۔اسم یا مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت ہو لفظا یا تقدیرا اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی تین نشانیاں ہیں تاء جیسے طلحة الف مقصورہ جیسے حبلی اورالف ممدودہ جیسے حمراء اورمقدرہ سوائے اس کے نہیں وہ تا ہے فقط جیسے ارض اوردار ساتھ دلیل اريضة و دويرة کے۔

تشریح:۔اسم کی دو قسمیں ہیں مذکر اور مؤنث۔مؤنث وہ ہے جس مین تانیث کی علامت ہو خواہ علامت لفظا ہو یا تقدیرا پھر علامت لفظی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے امرأة اور ناقة یا حکما ہو جیسے عقرب بمعنی بچھو اس میں چوتھا حرف تاء تانیث کے قائم مقام ہے۔ مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی نشانیاں تین ہیں (۱) تاء جو حالت وقف میں ہاء بن جاتی ہے جیسے طلحۃ

۱؎ فائدہ:۔مفرد تو اس لئے کہ یہاں مجرور ہونا درست نہیں کیونکہ مجرور ہوتی ہے اضافت کی وجہ سے اور یہاں اگر احد عشر وغیرہ کو مضاف کریں تمیز کی طرف تو تین کلمہ بمنزل واحد کے ہوجاویں گے یہ قبیح ہے اور مفرد اسلئے کہ تمیز میں اصل افراد ہے اور عدد خود کثرت پر دلالت کرتا ہے لھذا تمیز کو جمع لانے کی ضرورت نہیں جیسے اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً اِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَأَةً تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِيْنَ رَجُلاً تِسْعٌ وَّ تِسْعِيْنَ اِمْرَأَةً۔

۲؎ فائدہ:۔مصنف نے جمع الالف کہا جمع المائة والالف نہیں کہا کیونکہ مائة کی جمع کا استعمال اس کی تمیز کے ساتھ متروک ہے لھذا ثلاث مآت یا ثلاث مئین نہیں کہا جائیگا جیسے ثلاثة آلاف رجل کہا جاتا ہے بلکہ ثلاث مائة رجل کہا جائیگا۔

(۲) الف مقصورہ [۱] جیسے حبلی (حاملہ عورت) (۳) الف ممدودہ یہ وہ الف ہے جس کے بعد ہمزہ ہو جیسے حمراء (سرخ عورت) والمقدرۃ الخ مصنفؒ نے علامت تانیث پیچھے بیان کی کہ خواہ لفظا ہو یا تقدیرا تو اب بتلاتے ہیں کہ تانیث کی علامات میں سے صرف تاء مقدرہ ہوتی ہے باقی الف مقصورہ اور ممدودہ ملفوظ ہی ہوتے ہیں یہ بھی تین حرفی کلمات میں مقدر ہوتی ہے جیسے ارض دار اصل میں ارضۃ دارۃ تھے کیونکہ انکی تصغیر اریضۃ دویرۃ آتی ہے التصغیر والجمع یرد ان الاشیاء الی اصلہا (تصغیر اور جمع الفاظ کو اپنے اصل کی طرف لوٹا دیتے ہیں) معلوم ہوا کہ اصل میں تاء تھی۔

ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰی قِسْمَیْنِ حَقِیْقِیٌّ وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ مُذَكَّرٌ مِنَ الْحَیْوَانِ كَامْرَأَةٍ وَنَاقَةٍ وَلَفْظِیٌّ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَیْنٍ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَی الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِیْدُهَا

ترجمہ:۔ پھر مؤنث دو قسم پر ہے۔ حقیقی اور وہ وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ، ناقۃ اور لفظی اور وہ وہ ہے کہ جو اسکے خلاف ہو جیسے ظلمۃ و عین اور آپ پہچان چکے ہیں احکام فعل کے جب مسند ہو مؤنث کی طرف پس نہیں لوٹاتے ہم ان کو

تشریح:۔ مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) لفظی۔ مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر ہو [۲] جیسے امرأۃ اس کے مقابلے میں رجل۔ اور ناقۃ اس کے مقابلے میں جمل ہے یا تا مقدرۃ ہو جیسے ھند۔ دوسری قسم لفظی جو حقیقی کے خلاف ہو یعنی اسکے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو خواہ پھر علامت تانیث کی لفظوں میں حقیقۃ ہو جیسے ظلمۃ (اندھیرا) اس کے مقابلے میں اگرچہ نور ہے مگر وہ حیوان نہیں اور اس میں تا تانیث لفظوں میں موجود ہے یا مقدر ہو جیسے عین اس کی تصغیر عیینۃ آتی ہے معلوم ہوا کہ اصل میں عینۃ ہے اس کے مقابلے میں مذکر نہیں ہے یا تانیث حکمی ہو جیسے عقرب اسکا چوتھا حرف تانیث کے حکم میں ہے یہ اگرچہ حیوان ہے لیکن اسکے مقابلے میں مذکر نہیں ہے۔

فَصْل: اَلْمُثَنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ اٰخَرَ مِثْلَهٗ [۳] نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَیْنِ هٰذَا فِی الصَّحِیْحِ

ترجمہ: مثنیہ وہ اسم ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اسکے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ تا کہ یہ لاحق کرنا دلالت کرے اس بات پر

---

[۱] فائدہ: الف مقصورہ میں تین قیودات ہیں (۱) تین حرفوں کے بعد ہو (۲) الحاق کیلئے نہ ہو (۳) زیادت کیلئے نہ ہو ان تین قیودات کی وجہ سے فتی جو دو حرفوں کے بعد ہے اور ارطی جو اصل میں ارط تھا جعفر کے ساتھ لاحق کرنے کیلئے آخر میں الف مقصورہ لگا دیا ارطی ہوا قبعثری جس میں الف محض زیادت کیلئے ہے یہ سارے کلمات مؤنث نہیں ہونگے کیونکہ الف مقصورہ والی تین شرطیں موجود نہیں ہیں۔ [۲] فائدہ:۔ خواہ اس مؤنث میں الف ممدودہ ہو جیسے نفساء نفاس والی عورت یا الف مقصورہ ہو جیسے حبلی یا تاء لفظی ہو جیسے امراۃ یا تاء مقدرہ ہو جیسے ھند اصل میں ھندۃ تھا کیونکہ تصغیر ھنیدۃ آتی ہے۔

[۳] فائدہ:۔ مثلہ سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسم جو دو معنوں میں مشترک ہے جیسے قرء کا معنی طہر بھی ہے اور حیض بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

کہ تحقیق اسکے ساتھ اس کی مثل اور بھی ہے جیسے رجلان اور رجلین اور یہ صورت صحیح میں ہے

تشریح:۔اسم کی اول تقسیم تذکیر و تانیث کے اعتبار سے تھی اب مصنفؒ یہاں سے دوسری تقسیم باعتبار افراد و تثنیہ و جمع کے کرتے ہیں اسم کی تین قسمیں ہیں مفرد و تثنیہ و جمع مگر مصنفؒ نے مثنی و مجموع کی تعریف کی ہے اسی سے معلوم ہو جائیگا کہ جو ان کے ماسوا ہے وہ مفرد ہے اس میں اختصار حاصل ہو جائیگا۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثنی وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف و نون مکسورہ حالت رفعی میں اور یا ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت نصبی و جری میں لاحق کیا گیا ہوتا کہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کی مثل اس کے ساتھ ایک اور بھی ہے جیسے رجـــلان (دومرد) حالت رفعی میں اور رجلین حالت نصبی وجری میں۔الحق باخره سے مراد الحق باخر مفرده ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں لاحق ہو اس قید سے اثنان اور کلا بھی خارج ہو جائیں گے کیونکہ ان کا مفرد ہی نہیں ہے۔

هٰذا فی الصحیح :۔الف و یاء و نون مکسورہ کا مفرد کے آخر میں بغیر کسی تغیر تبدل کے لاحق ہونا اسم صحیح میں ہوتا ہے اگر کوئی اور اسم ہے تو یہ حکم نہیں ہے۔

اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ اَلِفُه مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَكَانَ ثُلاثِيًّا رُدَّ اِلٰى اَصْلِه كَعَصَوَانِ فِیْ عَصًا وَاِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ، اَوْ وَاوٍ، وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثُّلاثِیْ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَیْءٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِیْ رَحًى وَمَلْهَيَانِ فِیْ مَلْهٰى وَ حُبَارَيَانِ فِیْ حُبَارٰى وَحُبْلَيَانِ فِیْ حُبْلٰى

ترجمہ:۔لیکن اسم مقصور پس اگر اس کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے تو لوٹایا جائیگا اسکے اصل کی طرف جیسے عصوان عصاً میں اور اگر یاء سے تبدیل شدہ ہے یا واؤ سے ہے اور وہ ثلاثی سے اکثر ہے یا کسی شی سے تبدیل شدہ نہیں ہے تو تبدیل کیا جائیگا یا کے ساتھ جیسے رحیان رحی میں الخ۔

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) ہے تو اسکا تثنیہ دو مختلف معانی کے اعتبار سے لانا درست نہیں کیونکہ تعریف یہ ہے کہ اسلئے الف ونون لاحق ہوتا کہ اس پر دلالت کرے کہ اسی مفرد کے ساتھ اس کی مثل اور ہے لھذا قُرْان بول کر دو حیض مراد ہو۔نگے یا دو طہر مراد ہونگے اس سے طہر اور حیض دو مختلف معانی مراد لینا درست نہیں

اعتراض:۔قمر بمعنی چاند کا قمران تثنیہ ہے اس سے مراد چاند اور سورج ہوتے ہیں عمران سے مراد حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوتے ہیں ابوان سے مراد باپ اور ماں ہوتے ہیں یہاں بھی دو مختلف چیزیں مراد ہیں؟

جواب:۔یہاں دو مختلف لفظوں میں سے ایک کو دوسرے پر غلبہ دیکر ایک کا دوسرے پر اطلاق کرتے ہیں قمر و شمس میں سے قمر کو شمس پر غلبہ دیکر دونوں کیلئے قمران کا لفظ بولتے ہیں یہ تغلیب ہے یہ اور چیز ہے۔

فائدہ:۔یاء مفتوح میں یا موصوف مفتوح اسم مفعول ماقبلہا نائب فاعل پھر مفتوح صفت ہے یاء کی ایسی یاء کہ ماقبل مفتوح ہو۔

تشریح:۔اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ مذکور ہو یا محذوف ہو اگر اسم مقصور کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے تو تثنیہ بناتے وقت اس کو اصل کی طرف لوٹایا جائیگا جیسے عصا اصل میں عصو تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح الف سے بدلی پھر التقائے ساکنین سے الف حذف ہوا تو عصا ہوا اب جب تثنیہ بناویں گے تو واؤ واپس آجائیگی عصوان حالت رفعی میں اور عصوین حالت نصبی وجری میں ہوجائیگا۔

فائدہ:۔ثلاثی سے مراد تین حرفی ہے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔اور اگر الف یاء سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے جیسے رحی یا واؤ سے تبدیل شدہ ہے مگر تین حرفوں سے زائد ہے یا کسی سے بھی تبدیل شدہ نہیں ہے ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف کو یاء سے تبدیل کیا جائیگا جیسے رحی سے رحیان سے رحی (بمعنی چکی) ثلاثی ہے اور الف یاء سے تبدیل شدہ ہے اصل میں رحی تھا اور جیسے ملھی۔سے ملھیان ملھی کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے اور تین حرفوں سے زائد ہے ملھی الھاء مصدر سے مشتق ہو کر اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی مشغول کیا ہوا یا جیسے حباری سے حباریان حبلی سے حبلیان حباری ایک پرندہ ہے اور حبلی بمعنی حاملہ عورت ان دونوں کا الف کسی سے تبدیل شدہ نہیں ہے۔

وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُه اَصْلِيَّةً تُثْبَتُ كَقُرَّاانِ فِيْ قُرَّاء وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِيْ حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدْلاً مِنْ اَصْلٍ وَاواً اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَكِسَاوَانِ وَكِسَاانِ

ترجمہ:۔اور لیکن اسم ممدود پس اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہے تو ثابت رکھا جائیگا جیسے قرّاان قراء میں اور اگر تانیثی ہے تو بدلا جائیگا واؤ کے ساتھ جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے تبدیل شدہ ہے یعنی واؤ سے یا یاء سے تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان، کساان۔

تشریح:۔اسم ممدود وہ اسم ہے جسکے آخر میں الف ممدودہ ہو اگر اسکا ہمزہ اصلیہ ہے یعنی نہ زائدہ ہے نہ واؤ و یاء اصلیہ سے تبدیل شدہ ہے تو تثنیہ کے وقت اصل کی رعایت کرتے ہوئے باقی رکھا جائیگا جیسے قراء کا تثنیہ قرّاان ہوگا اور اگر تانیثی ہے تو واو سے بدلے گا جیسے حمراء سے حمراوان تانیثی ہمزہ کو باقی اسلئے نہیں رکھتے کہ علامت تانیث کا وسط میں آنا درست نہیں اور اگر کسی اصلی حرف یعنی واؤ یا یاء سے تبدیل شدہ ہے تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں (۱) ہمزہ کو ثابت رکھنا کیونکہ اگر چہ خود اصلی نہیں مگر اصلی حرف واؤ، یاء سے تبدیل شدہ ہے لہذا ثابت رکھنا بھی جائز (۲) حمراء کے ہمزہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے واؤ سے تبدیل کرنا بھی جائز جیسے حمراء کا ہمزہ اصلی نہیں اسی طرح یہ ہمزہ بھی خود اصلی نہیں جیسے کساء اصل میں کساو تھا بمعنی کمبل تثنیہ کے وقت کساان اور کساوان پڑھا جائیگا اور جیسے رداء اصل میں ردای تھا بمعنی چادر تثنیہ میں رداء ان اور رداوان پڑھا جائیگا۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِه عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ تَثْنِيَةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَالْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْئٌ وَاحِدٌ

ترجمہ:۔اور واجب ہے تثنیہ کے نون کو حذف کرنا بوقت اضافت کہے گا تو جاء نی الخ اور اسی طرح خاص کر لفظ خصیہ اور لفظ اَلْیہ کے تثنیہ میں تا تانیث کو حذف کیا جائے گا۔

تشریح:۔اضافت کے وقت نون تثنیہ کو حذف کرنا ضروری ہے کیونکہ تنوین کی طرح نون تثنیہ بھی سبب انفصال ہے اور مضاف مضاف الیہ میں شدت اتصال ہوتا ہے لھذا اتصال کا تقاضا یہی ہے کہ سبب انفصال کو حذف کر دیا جائیگا جیسے غلاما زید (زید کے دو غلام) اصل میں غلامان تھامسلما مصر (شہر کے دو مسلمان) اصل میں مسلمان تھا۔

تنبیہ:۔خصیه، اَلْیَہ ان دو لفظوں کی تحقیق کو طالبات میں ذکر نہ کیا جائے۔

اور تثنیہ کے نون کی طرح لفظ خصیہ اور لفظ الیہ کی تاء تانیث کو بھی تثنیہ بناتے وقت حذف کر دیا جاتا ہے اگر چہ یہ حذف خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ تاء کو حذف نہ کیا جائے جیسے شجرۃ کے تثنیہ شجرتان میں حذف نہیں ہوئی تا کہ مؤنث کے تثنیہ کا مذکر کے تثنیہ کے ساتھ التباس نہ ہو لیکن خلاف قیاس بالاتفاق صرف لفظ خصیہ اور لفظ الیہ کے تثنیہ میں تاء کو حذف کرنا جائز ہے ثابت رکھنا بھی جائز ہے خصیتان الیتان کہنا بھی جائز خصیان الیان کہنا بھی جائز۔حذف تاء کا سبب یہ ہے کہ خصیان اور اَلْیان اگر چہ دو چیزیں ہیں لیکن دونوں خصیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اسی طرح دونوں چوتڑوں میں ہر ایک دوسرے کو لازم ہے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے لھذا دونوں خصیہ دونوں الیہ شدت اتصال کی وجہ سے شی واحد ہیں تو ان کے تثنیہ کو بمنزلہ کلمہ مفردہ کے کیا گیا ہے گویا کہ یہ تثنیہ حکماً مفرد ہے اب اگر تاء تانیث کو باقی رکھا جائے خصیتان اور الیتان کہا جائے تو لازم آئیگا مفرد حکمی میں تاء تانیث کا وسط میں آجانا اور علامت تانیث کا وسط کلمہ میں آنا جائز نہیں ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَ ذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًى

ترجمہ:۔اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے تو اول تثنیہ کو تعبیر کیا جائیگا لفظ جمع کے ساتھ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے الخ اور یہ دو تثنیوں کے اجتماع کے مکروہ ہونے کی وجہ سے ان چیزوں میں جن میں اتصال مؤکد ہے باعتبار لفظ و معنی کے۔

تشریح:۔جب کسی تثنیہ کی ضمیر تثنیہ کی طرف اضافت ہو خواہ مضاف تثنیہ مذکر یا مؤنث مرفوع، منصوب یا مجرور ہو تو تثنیہ مضاف کو لفظ جمع کے ساتھ تعبیر کیا جائیگا [1] جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فقد صغت قلوبکما (پس تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے) یہ

---

[1] فائدہ:۔کبھی تثنیہ کو صیغہ مفرد سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے مگر جمع سے تعبیر کرنا اولی ہے کیونکہ تثنیہ جمع کی مثل ہے دونوں میں تعدد ہے بلکہ بعض حضرات اصول فقہ والے تثنیہ کو جمع کہتے ہیں۔

اصل میں قلبان اور کماتھا اضافت کی وجہ سے قلبا کما ہونا چاہیے تھا مگر تثنیہ مضاف کو جمع کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا قلوبکما فرمایا گیا اسی طرح فاقطعوا ایدیھما (تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو) اصل میں یدیھما ہونا چاہیے تھا مگر یدان کو صیغہ جمع ایدی سے تعبیر کر کے مضاف کیا گیا وجہ یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں لفظا اور معنی اتصال مؤکد ہے پکا مضبوط اور شدید اتصال ہے اور ایسی دو چیزیں جن میں لفظا اور معنی اتصال مؤکد ہو ان میں دو تثنیہ جو کہ دو ہم مثل ہیں ان کا جمع ہونا اہل عرب کے ہاں مکروہ ہے لھذا تثنیہ کو صیغہ جمع سے تعبیر کیا جائیگا

فَصْلٌ اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدَةٍ بِتَغَيُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِىْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسْدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَه اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّه عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَ نَحْوُه وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّه لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لَا مُفْرَدَ لَه

ترجمہ:۔ مجموع وہ اسم ہے جو دلالت کرے افراد مقصودہ پر اس کے مفرد کے حروف میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ تبدیلی یا لفظی ہوگی جیسے رجال رجل میں یا تقدیری جیسے فلک بروزن اُسد پس تحقیق اس کا مفرد بھی فُلک ہے لیکن وہ بروزن قفل ہے پس قوم اور رھط اور اس کی مثل اگر چہ دلالت کرتے ہیں افراد مقصودہ پر لیکن وہ نہیں ہیں جمع اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں۔

تشریح:۔ جمع وہ اسم ہے جو حروف مفردہ میں تھوڑے سے تغیر کے بعد افراد مقصودہ پر دلالت کرے خواہ وہ تغیر لفظی ہو یا تقدیری جیسے رجال رجل کی جمع ہے رجل کے حروف میں تھوڑا سا تغیر ہوا کہ راء کو کسرہ دیا جیم کو فتحہ اور اس کے بعد ایک الف زائد کیا تو رجال ہوا تقدیری کی مثال جیسے فُلک (بہت کشتیاں) اس کا مفرد بھی فُلک ہے (بمعنی ایک کشتی) جمع اور مفرد میں لفظوں میں حقیقۃ کوئی فرق نہیں صرف تقدیری فرق ہے کہ فلک جمع بروزن اُسدٌ فرض کیا گیا جو اسد کی جمع ہے بمعنی شیر اور مفرد کی صورت میں فلک کو بروزن قفل بمعنی تالا فرض کیا گیا۔

فائدہ:۔ بحروف جار مجرور ظرف لغو متعلق ہے دل کے بتغیر ما ظرف مستقر ہو کر حال ہے حروف سے [1]

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَالَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَمَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْ يَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذٰلِكَ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَه اَكْثَرَ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِيْنَ وَهٰذَا فِى الصَّحِيْحِ

ترجمہ:۔ پھر جمع دو قسم پر ہے مصحح اور وہ وہ ہے کہ نہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا اور مکسر اور وہ وہ ہے کہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا اور جمع

---

[1] فوائد وقیود:۔ جمع کی تعریف میں اسم مادل درجہ جنس میں ہے قوم رھط وغیرہ سب اسماء کو شامل ہے بحروف مفردہ فصل ہے اس سے قوم رھط جیسے الفاظ خارج ہو گئے کیونکہ یہ اگر چہ افراد مقصودہ پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کا مفرد ہی نہیں جیسا کہ خود مصنفؒ نے وضاحت کر دی ہے۔

مصحح دو قسم پر ہے مذکر اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوحہ جیسے مسلمون یا یاء ما قبل مکسور اور نون اسی طرح مفتوحہ تا کہ دلالت کرے یہ لاحق کرنا اس بات پر کہ تحقیق اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ بات اسم صحیح میں ہے۔

تشریح:۔ جمع کی دو قسمیں ہیں ایک مصحح اس کو جمع صحیح و سلامت و سالم بھی کہتے ہیں اور دوسری جمع مکسر اس کو جمع تکسیر و غیر سالم و غیر صحیح بھی کہتے ہیں۔ **جمع صحیح و سالم کی تعریف:** وہ ہے کہ اسکے واحد کی شکل و بنا متغیر نہ ہو بلکہ سلامت رہے جیسے مسلمون مسلم کی جمع ہے جمع میں واحد کی شکل بعینہ باقی ہے۔ جمع مکسر وہ ہے جس میں واحد کی بنا متغیر ہو (ٹوٹی ہو) جیسے رجال رجل کی جمع ہے اس میں واحد کا وزن ٹوٹ گیا ہے۔

فائدہ:۔ مصحح باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی صحیح کیا ہوا اس کو مصحح یا صحیح یا سالم اس لئے کہتے ہیں کہ واحد کی شکل و بنا اس میں صحیح سالم ہے۔ مکسر باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی ٹوٹا ہوا جمع مکسر میں بھی واحد کی بنا شکل ٹوٹی ہوتی ہے پھر جمع صحیح و سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) مذکر (۲) مؤنث جمع صحیح مذکر وہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق ہو حالت رفعی میں جیسے مسلمون یا یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوحہ لاحق ہو حالت نصبی و جری میں جیسے مسلمین اور یہ واؤ یا یاء نون کا لاحق ہونا اس لئے ہوتا ہے کہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس واحد کے ساتھ اسی کی جنس سے اس سے زائد افراد ہیں جیسے مسلمون مسلمین کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ایک مسلم کے ساتھ ایک سے زائد یعنی اور دو یا دو سے بھی زائد ہیں

هٰذا في الصحيح: ۔ یعنی واؤ نون یا یاء ونون کا مفرد کے آخر میں لاحق ہونا بغیر کسی تغیر و تبدل کے اس اسم میں ہے جو نحویوں کے ہاں صحیح ہے اگر اسم منقوص یا مکسور ہے تو حکم اور ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُه مِثْلُ قَاضُوْنَ وَ دَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُه وَيُبْقٰى مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِيَدُلَّ عَلٰى اَلِفٍ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ

ترجمہ:۔ اور لیکن اسم منقوص پس حذف کیا جائیگا اس کی یا کو جیسے قاضون، داعون اور اسم مقصور حذف کیا جائیگا اس کے الف کو اور باقی رکھا جائیگا اس کے ماقبل کو مفتوح تا کہ دلالت کرے الف محذوفہ پر جیسے مصطفَوْن ۔

تشریح:۔ اسم منقوص وہ اسم مفرد ہے جس کے آخر میں یا ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یا ملفوظ ہو جیسے القاضی یا مقدر ہو جیسے قاض تو جب اسم منقوص کی جمع سالم بنائیں گے تو یا گر جائیگی جیسے قاضون اصل میں قاضیون تھا یا پر ضمہ ثقیل تھا یا کے ماقبل کی حرکت دور کر کے اس کا ضمہ ماقبل کو دیدیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے یا حذف ہوگئی اسی طرح داعون اصل میں داعوون تھا واؤ کو واؤ لایا گیا داعیون ہوا یا پر ضمہ ثقیل تھا ماقبل سے حرکت دور کر کے ضمہ اس کو دیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے یا حذف ہوگئی۔

اسم مقصور:۔وہ اسم مفرد ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہوخواہ ملفوظ ہو جیسے المصطفی خواہ مقدر ہو جیسے مُصطَفًى تو جمع سالم بناتے وقت اس کا الف التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہو جائیگا اور ماقبل کی فتحہ کو باقی رکھیں گے تاکہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مصطفَوْن اصل میں مصطَفَيُوْنَ تھا یا متحرک ماقبل مفتوح یاء کو الف سے بدلا پھر الف التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہوا۔

وَيُخْتَصُّ بِأُولِى الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرَضُوْنَ وَثُبُوْنَ وَقِلُوْنَ فَشَاذٌ

ترجمہ وتشریح:۔یعنی یہ جمع واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ، یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ کے ساتھ یہ اولوا العلم یعنی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اس پر اعتراض ہوا اما قولہم سے اس کا جواب ہے۔

اعتراض:۔یہ ہے کہ سَنَةٌ (سال) اَرْضٌ (زمین) ثُبَةٌ (جماعت وگروہ) قُلَةٌ ضمہ وکسرہ کے ساتھ (گلی ڈنڈا) یہ سب الفاظ نہ تو مذکر ہیں اور نہ ہی ذوی العقول حالانکہ ان کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے جیسے سنون ارضون وغیرہ لھذا یختص با ولی العلم کہنا درست نہیں؟

جواب:۔مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ سب جموع شاذ ہیں خلاف قیاس ہیں۔

وَيَجِبُ اَنْ لَّايَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُه فَعْلَاءَ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ مُؤَنَّثُه فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰى وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰى مَجْرُوْحٍ وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ

ترجمہ:۔اور واجب ہے یہ کہ نہ ہو وہ اسم ایسا افعل جس کی مؤنث فعلاء ہے جیسے احمر، حمراء اور نہ ایسا فعلان جس کی مؤنث فعلی ہے جیسے سکران، سکری اور نہ ایسا فعیل جو بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اور نہ ایسا فعول جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور بمعنی صابر۔

تشریح:۔اسم کی دو قسمیں ہیں اسم محض وذات اور اسم صفت اسم محض وذات وہ ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے اس میں صفتی معنی نہ ہو جیسے زید۔اسم صفت وہ ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس میں صفتی معنی ہو جیسے ضارب کاتب وغیرہ مصنفؒ یہاں سے دونوں کی جمع سالم بنانے کی شرائط ذکر کر رہے ہیں حاصل یہ ہے کہ وہ اسم جس کی جمع سالم بنائیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا اسم ذات ہوگا یا اسم صفت اگر وہ اسم ذات ہے تو اسکی جمع سالم بنانے کیلئے تین شرائط ہیں۔

(۱):۔وہ مذکر ہو یعنی اسمیں تاء تانیث نہ ہو نہ ملفوظ ہو نہ مقدر لھذا طلحۃ اور عین کی جمع سالم نہیں آ سکتی طلحۃ میں تا ملفوظ ہے اور عین میں تاء مقدر ہے۔(۲):۔وہ علم ہو لھذا رجل جو مذکر عاقل ہے اس کی جمع سالم نہیں آئیگی کیونکہ یہ علم نہیں ہے۔(۳):۔اس کا اطلاق ذوالعقول میں سے کسی عاقل پر ہو لھذا اعوج جو گھوڑے کا علم ہے اس کی جمع سالم نہیں آئیگی خلاصہ یہ کہ وہ اسم واحد ایسا ہو کہ اس کا

اطلاق مذکر عاقل پر بطور علم ہوتا ہو یہ شرط اس لئے لگائی کہ واؤ نون وغیرہ کے ساتھ یہ جمع سالم تمام جموع سے اشرف ہے اور وہ اسم جو مذکر ہو اور عاقل کا علم ہو یہ بھی تمام اسموں سے اشرف ہے لھذا اشرف کیلئے اشرف جمع کو خاص کیا جیسے زید کی جمع زیدون۔

اوراگر وہ اسم صفت ہو مثلا اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ تو اس کی جمع سالم بنانے کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱):۔وہ مذکر عاقل ہو۔(۲):۔وہ اسم صفت تا تانیث کے ساتھ نہ ہو جیسے علامۃ ورنہ صیغہ جمع مذکر کا تاء تانیث کے ساتھ جمع ہونا لازم آئیگا اور اگر تاء کو حذف کریں تو اس مفرد کی جمع کے ساتھ التباس ہوگا جو تاء تانیث سے خالی ہے باقی تین شرطیں کتاب میں مذکور ہیں مصنفؒ نے ویجب الخ سے انہی تین شرطوں کو بیان کیا ہے۔(۱):۔وہ اسم صفت اس افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہو جیسے احمر بروزن افعل ہے اس کی مؤنث حمراء بروزن فعلاء ہے لھذا اسکی جمع سالم نہیں آئیگی وجہ یہ ہے کہ اس افعل میں اور اسم تفضیل افعل میں جس کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے فرق ہو جائے جیسے اضرب کی جمع سالم اضربون ،افضل کی جمع سالم افضلون آتی ہے۔(۲):۔وہ اسم صفت اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلی آتی ہے جیسے سکران اس کی مؤنث سکری آتی ہے لھذا اس کی جمع سالم نہیں آئیگی وجہ یہ ہے کہ تاکہ اِس فعلان میں اور اُس فعلان میں جس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر آتی ہے فرق ہو جائے جیسے ندمان اس کی مؤنث ندمانۃ آتی ہے اور اس کی جمع سالم ندمانون آتی ہے لھذا اب اس فعلان جس کی مؤنث فعلی ہے جیسے سکران اس کی جمع سالم نہیں آئیگی۔(۳):۔کہ وہ اسم صفت اس فعیل کے وزن پر نہ ہو جو بمعنی مفعول ہے جیسے جریح بمعنی مجروح (زخمی) اسی طرح اس فعول کے وزن پر بھی نہ ہو جو بمعنی فاعل ہے جیسے صبور بمعنی صابر (صبر کرنیوالا) لھذا اس کی جمع سالم نہیں آئیگی وجہ یہ ہے کہ فعیل اور فعول دونوں میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں کہا جاتا ہے رجل جریح امرأۃ جریح، رجل صبور، امرأۃ صبور اگر اس اسم صفت کی جمع سالم واؤ نون کے ساتھ لائیں گے تو اس کا اختصاص ہو جائیگا مذکر کے ساتھ حالانکہ وہ مذکر و مؤنث میں برابر ہے لھذا نہ واؤ نون کے ساتھ جمع لائی جائیگی اور نہ ہی الف تاء کے ساتھ جمع مؤنث سالم لائی جائیگی تاکہ مؤنث کے ساتھ بھی اختصاص نہ ہو۔

وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ

ترجمہ وتشریح:۔اور واجب ہے اس کے نون کو حذف کرنا اضافت کی وجہ سے جیسے مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا مصر کی طرف اضافت کرنے سے نون گر گیا۔

وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٌ وَشَرْطُه اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَه مُذَكَّرٌ اَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُه قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَه مُذَكَّرٌ فَشَرْطُه اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ

ترجمہ:۔اور مؤنث اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف اور تاء جیسے مسلمات اور شرط اس کی اگر وہ صفت ہو اور

اس کیلئے مذکر ہو تو یہ ہے کہ اسکا مذکر ایسا ہو کہ اس کی جمع لائی گئی ہو واؤ نون کے ساتھ جیسے مسلمون اور اگر نہ ہو اس کیلئے مذکر پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہو وہ ایسی مؤنث جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض، حامل۔

تشریح:۔جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو جیسے مسلمات جمع ہے مسلمة کی هندات جمع ہے هند کی اور اس کی شرط جس کا مفرد اسم صفت ہو اور اس کا مذکر بھی ہو تو یہ ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی جاتی ہو جیسے مسلمات مسلمة کی جمع ہے اور مسلمة اسم صفت ہے اور اس کے مذکر مسلم کی جمع واؤ نون کے ساتھ مسلمون آتی ہے تاکہ فرع کی شان اصل سے نہ بڑھ جائے اور اگر اسکا مذکر نہیں تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تاء تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض اور حامل مؤنث ہیں اور اسم صفت ہیں ان کا مذکر نہیں ہے اور یہ تاء تانیث سے خالی ہیں لھٰذا ان کی جمع الف اور تا کے ساتھ حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ جمع مکسر آتی ہے حوائض اور حوامل وجہ یہ ہے کہ اسم صفت تاء تانیث والے لفظوں کی جمع الف وتا کے ساتھ آتی ہے جیسے حائضة حاملة کی جمع مؤنث حائضات حاملات آتی ہے۔ اب اگر خالی عن التاء حائض و حامل کی جمع مؤنث بھی الف وتا کے ساتھ آئے تو التباس پیدا ہو جائیگا یہ معلوم نہیں ہوگا کہ حائضات حائضة کی جمع ہے یا حائض کی پھر ان میں فرق بھی ضروری ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے فرق ہے کہ حائض اس بالغہ عورت کو کہتے ہیں جس میں حیض کی صلاحیت ہو خواہ بالفعل اس وقت حیض نہ ہو اور حائضة اس عورت کو کہتے ہیں جس کو بالفعل حیض آیا ہوا ہو اسی طرح حامل جو حمل کی صلاحیت رکھے اور حاملہ جو بالفعل اس وقت حمل والی ہو۔

وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلْفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ

ترجمہ:۔اور اگر ہو وہ مؤنث مفرد اسم غیر صفت تو جمع لائی جائیگی الف وتاء کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جیسے هندات

تشریح:۔یعنی اگر اسم مؤنث اسم غیر صفت ہو یعنی اسم محض وذات ہو تو اس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف وتاء کے ساتھ لائی جائیگی جیسے هند کی جمع هندات اور طلحة کی جمع طلحات اور زینب کی جمع زینبات وغیرہ آتی ہے

وَالْمُكَسَّرُ صِيغَتُهُ فِي الثُّلَاثِيِّ كَثِيرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ وَفُلُوْسٍ وَفِيْ غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلَ وَفَعَالِيْلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ

ترجمہ:۔اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جن کو پہچانا جاسکتا ہے سماع کے ساتھ جیسے رجال، افراس، فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل وفعالیل کے وزن پر ہیں قیاسا جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں علم صرف میں۔

تشریح:۔جمع صحیح وسالم کی دونوں قسموں کو بیان کرنے کے بعد اب مصنف جمع مکسر کا بیان کرتے ہیں جمع مکسر کے صیغے ثلاثی مجرد میں بہت ہیں جو سماع سے معلوم ہو سکتے ہیں جیسے رجال جمع ہے رجل کی افراس جمع ہے فرس کی فلوس جمع ہے فلس کی (بمعنی پیسہ) اور غیر ثلاثی مجرد میں فعال اور فعالیل کے وزن پر آتے ہیں باعتبار قیاس کے جیسا کہ علم صرف میں معلوم کر چکے ہیں جیسے

دراھم بروزن فعالل جمع ہے درھم کی اور دنانیر بروزن فعالیل جمع ہے دینار کی۔

ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشْرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَّتُه اَفْعُلٌ وَ اَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وَجَمْعُ كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰى مَا فَوْقَ الْعَشْرَةِ وَاَبْنِيَتُه مَا عَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ

ترجمہ: پھر جمع بھی دوقسم پر ہے جمع قلت اور وہ وہ ہے کہ جس کا اطلاق کیا جائے دس پر پس اُس پر جو دس کے نیچے ہے اور بنائیں اسکی افعل و افعال و افعلۃ و فعلۃ اور صحیح کی دو جمعیں ہیں بغیر الف لام کے جیسے زیدون و مسلمات اور جمع کثرت اور وہ وہ ہے جس کا اطلاق کیا جائے دس سے زائد پر اور بنائیں اس کی وہ ہیں جو ان کے ماسوا ہیں۔

تشریح: جمع کی اول تقسیم باعتبار لفظ کے تھی اب جمع کی تقسیم باعتبار معنی ومصداق کے کرتے ہیں چنانچہ جمع مطلقا دوقسم پر ہے جمع قلت وکثرت

جمع قلت:۔ وہ ہے جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہو بعض کے ہاں دس خارج ہے تین سے لے کر نو تک اطلاق ہوتا ہے مصنفؒ کے ہاں دس بھی شامل ہے جمع قلت کے اوزان چھ ہیں (۱) اَفْعُلٌ ہے جیسے اَفْلُسٌ جمع ہے فَلْسٌ کی (۲) اَفْعَالٌ جیسے اَفْرَاسٌ جمع ہے فَرَسٌ کی (۳) اَفْعِلَۃٌ جیسے اَرْغِفَۃٌ جمع ہے رَغِیْفٌ کی (بمعنی چپاتی)۔ (۴) فِعْلَۃٌ جیسے غِلْمَۃٌ جمع ہے غُلَامٌ کی اور دونوں جمع صحیح یعنی جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم جب کہ الف ولام کے بغیر ہوں جیسے زیدون اور مسلمات۔

فائدہ:۔ عبارت میں جمعا الصحیح اصل میں جمعان تھا جب جمعان کی اضافت صحیح کی طرف ہوئی تو نون گر گیا۔

جمع کثرت:۔ وہ ہے جس کا اطلاق دس سے اوپر ہو اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں مگر کبھی ایک دوسرے پر بھی قرینہ کی وجہ سے اطلاق کرتے ہیں۔

فَصْلٌ: اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَاَبْنِيَتُه مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا

ترجمہ:۔ مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدث پر دلالت کرے اور مشتق ہوتے ہوں اس سے افعال جیسے ضَرْب (مارنا) نَصْر مدد کرنا مثلا اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں پہچانے جاتے ہیں سماع کے ساتھ اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں جیسے افعال وغیرہ مثلا۔[1]

---

[1] فوائد وقیود:۔ مصدر کی تعریف میں اسم یدل علی الحدث درجۂ جنس میں ہے اسم مصدر اسمائے مشتقہ کو شامل ہے فقط فصل ہے اس سے تمام مشتقات خارج ہو گئے کیونکہ وہ فقط معنی حدثی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ نسبت الی الفاعل اور زمان پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

تشریح:۔مصدر چونکہ تمام مشتقات اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ کیلئے اصل ہے اس لئے اس کو مقدم کیا مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدثی پر دلالت کرے کسی اور چیز پر دلالت نہ کرے یعنی زمانہ اور نسبت الی الفاعل پر دلالت نہ کرے [1]۔

مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں اہل عرب سے سننے سے معلوم ہوتے ہیں قیاسی نہیں ہیں سیبویہ نے تتبع تلاش کر کے بتیس کا قول کیا ہے بعض نے پینتیس اور بعض نے پچاس کا قول کیا ہے اور غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید فیہ رباعی مجرد رباعی مزید فیہ سے مصدر کے اوزان اہل عرب سے سماع پر موقوف نہیں بلکہ قیاسی ہیں ان کیلئے مخصوص اوزان مقرر ہیں مثلاً جس کی ماضی افعل کے وزن پر ہو اس کا مصدر افعال کے وزن پر آتا ہے اور جس کی ماضی انفعل کے وزن پر ہو اس کا مصدر انفعال کے وزن پر ہوگا اور جس کی ماضی استفعل کے وزن پر ہو اس کا مصدر استفعال آتا ہے اور جس کی ماضی فعلل کے وزن پر ہو اس کا مصدر فعللۃ آتا ہے اور جس کی ماضی تفعلل ہو اس کا مصدر تفعلل کے وزن پر آتا ہے مثلاً۔

فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَفْعُوْلاً مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لاَزِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زَيْدٍ وَيَنْصِبُ مَفْعُوْلاً اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا

ترجمہ:۔پس مصدر اگر نہ ہو مفعول مطلق تو عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سا عمل مراد لیتا ہوں میں کہ فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ مصدر لازمی ہو جیسے اعجبنی قیام زید اور نصب دیتا ہے مفعول کو بھی اگر متعدی ہے جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا۔

تشریح:۔مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو فعل جیسا عمل کرتا ہے۔اگر مصدر فعل لازمی کا ہے تو فاعل کو رفع دیگا جیسے اعجبنی قیام زید (تعجب میں ڈالا ہے مجھے زید کے کھڑے ہونے نے) اس میں قیام مصدر لازمی ہے جس نے زید کو بنا بر فاعل کے رفع دیا اگر فعل متعدی کا مصدر ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دیگا جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا (تعجب میں ڈالا ہے مجھے زید کے عمرو کو مارنے نے) اس میں ضرب مصدر متعدی ہے زید کو بنا بر فاعل کے رفع دیا عمروا کو بنا بر مفعول بہ کے نصب دیا۔

وَلاَ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلاَ يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا وَلاَ عَمْرًا ضَرْبٌ زَيْدٌ

ترجمہ:۔اور نہیں جائز مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا پس نہیں کہا جائیگا اعجبنی الخ

تشریح: مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں خواہ معمول فاعل ہو یا مفعول بہ وجہ یہ ہے کہ مصدر عامل ضعیف ہے عامل ضعیف معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتا لھذا اعجبنی زید ضرب عمرا یا عمرا ضرب زید نہیں کہا جائے گا۔

---

[1] فائدہ: حدث وہ معنی ہے جو خود بخود قائم نہ ہو بلکہ غیر کے ساتھ قائم ہو خواہ اس غیر سے صادر ہو جیسے ضرب (مارنا) مشی چلنا ہر ایک ایسا معنی ہے جو زید عمرو بکر کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور ان سے صادر بھی ہے یا غیر سے صادر نہ ہو جیسے موت جسامت طول وغیرہ یہ زید عمرو بکر وغیرہ کے ساتھ قائم تو ہیں مگر ان سے صادر نہیں ہوتے۔

وَيَجُوْزُ اِضَافَتُه اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا وَاِلَى الْمَفْعُوْلِ بِه نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ

ترجمہ:۔اور جائز ہے مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جیسے کرهت ضرب زيد عمرا یا مفعول بہ کی طرف جیسے کرهت ضرب عمرو زيد۔

تشریح:۔مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے اس وقت فاعل لفظا مجرور ہوگا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور معنی مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی وجہ سے اور اگر آگے مفعول بہ ہے تو وہ منصوب ہوگا کرهت ضرب زيد عمرا (میں نے زید کے عمرو کو مارنے کو مکروہ سمجھا) اس میں ضرب مصدر زید فاعل کی طرف مضاف ہے اور مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف بھی جائز ہے اس وقت اگر فاعل مذکور ہے تو وہ مرفوع ہوگا جیسے کرهت ضرب عمرو زيد اس میں ضرب مصدر عمرو مفعول بہ کی طرف مضاف ہے عمرو لفظا مجرور اور معنی منصوب ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اور زید مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے۔

فائدہ:۔مصدر کا تنوین والا ہونا اور مضاف نہ ہونا اولی ہے۔

وَاَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلاً مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِيْ قَبْلَه نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًوا فَعَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتِ

ترجمہ وتشریح:۔اور اگر وہ مصدر مفعول مطلق ہے پس عمل اس فعل کیلئے ہوگا جو اس سے پہلے ہے جیسے ضربت ضربا عمرا (میں نے مارا عمرو کو مارنا) اس میں ضربا مصدر مفعول مطلق ہے اس وقت عمل مصدر کو نہیں دیں گے بلکہ ضربت عمرا کا عامل ناصب ہوگا وجہ یہ ہے کہ فعل عامل قوی ہے مصدر عامل ضعیف ہے قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو عمل دینا جائز نہیں ہے۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ [۱] لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِه الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ

ترجمہ:اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کیساتھ فعل قائم ہے بطریق حدوث

فوائد قیود:۔اسم فاعل کی تعریف میں اسم درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے مشتق من فعل پہلا فصل ہے اس سے اسم جامد خارج ہوا کیونکہ وہ کسی سے مشتق نہیں ہوتا۔لیدل علی من قام بہ الفعل دوسرا فصل ہے اس سے اسم مفعول اسم تفضیل خارج ہو گئے کیونکہ اسم مفعول پر فعل واقع ہوتا ہے اسکے ساتھ قائم نہیں ہوتا اور اسم تفضیل میں اگر چہ فعل اس کے ساتھ قائم تو ہوتا ہے مگر زیادتی کے ساتھ اور اسم فاعل میں زیادتی والی بات نہیں صرف فعل اس کے ساتھ قائم ہوتا ہے بمعنی الحدوث یہ تیسرا فصل ہے اس سے صفت مشبہ خارج ہوگئی کیونکہ صفت مشبہ میں معنی مصدری اس ذات کے ساتھ بطریق تجدد وحدوث قائم نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کیلئے قائم ہوتا ہے بخلاف اسم فاعل کے کہ اس میں بطریق حدوث وتجدد قائم ہوتا ہے۔

[۱] فائدہ:۔من فعل میں فعل سے مراد لغوی معنی ہے یعنی مصدری معنی مراد ہے فعل اصطلاحی مراد نہیں ہےکیونکہ اسم فاعل کا اشتقاق فعل لغوی یعنی مصدر سے ہوتا ہے نہ کہ فعل اصطلاحی سے جیسا کہ کوفیوں کا مسلک ومذہب ہےکہ اشتقاق میں اصل فعل ہے مگر یہ مسلک درست نہیں مصنفؒ نے من فعل کہا من مصدر نہیں کہا اشارہ کیا کہ اسم فاعل اسم مفعول کا اشتقاق مصدر سے ہوتا ہے بواسطہ فعل۔

وَصِيغَتُه مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرِجٍ

ترجمہ وتشریح:۔اور ثلاثی مجرد سے اسم فعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے بکثرت جیسے ضارب وناصر اور غیر ثلاثی مجرد سے اسی فعل کے مضارع پر آتا ہے میم مضمومہ کو حرف مضارعت کی جگہ پر رکھنے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدْخِل اور مُسْتَخْرِج مُدْخِل باب افعال کا اسم فاعل ہے مستخرج باب استفعال کا مدخل یدخل مضارع کے وزن پر ہے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ صرف یاء حرف مضارعت کی جگہ میم مضمومہ رکھ دی آخر کے ماقبل پر کسرہ پہلے سے تھا اور مُسْتَخْرِج يَسْتَخْرِج فعل مضارع کے وزن پر ہے اس میں بھی تھوڑی سی تبدیلی ہوئی یا حرف مضارعت کی جگہ میم مضمومہ رکھ دی۔

وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِالْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَاِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْذِي الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدٌ ضَارِبًااَبُوْهُ عَمْرًا اَوْمَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْمَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ هَمْزَةِالْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُمَاقَائِمٌ زَيْدٌ

ترجمہ:۔اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل معروف کا سا عمل گر ہو بمعنی حال یا استقبال اور سہارا لینے والا ہو مبتدأ پر یا ذوالحال پر یا موصول پر یا موصوف پر یا حرف استفہام پر یا حرف نفی پر۔

تشریح:۔اسم فاعل اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر فعل لازمی ہو تو یہ بھی لازمی ہوگا اس وقت فعل لازمی جیسا عمل کرے گا یعنی صرف فاعل کو رفع دے گا اگر فعل متعدی ہو تو یہ اسم فاعل بھی متعدی ہوگا اور فاعل کو رفع مفعول بہ کو نصب دے گا لیکن اس کے عمل کیلئے دو شرطیں ہیں۔اول شرط:۔یہ کہ بمعنی حال یا استقبال ہو یہ شرط اس لیے ہے کہ اسم فاعل فعل مضارع کے ساتھ صورۃ اور معنیً مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے لہذا حال یا استقبال کے معنی میں ہو تا کہ مضارع کے ساتھ مشابہت قوی ہو جائے۔دوسری شرط:۔یہ ہے کہ مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنے والا ہو مطلب یہ ہے کہ اسم فاعل سے پہلے مبتدأ، ذوالحال، موصول وغیرہ ہو اور یہ اسم فاعل ان سے تعلق رکھتا ہو یعنی اگر مبتدأ ہے تو یہ اس کی خبر ہوگا اور اگر ذوالحال ہے تو یہ حال ہوگا اگر موصول ہے تو یہ صلہ ہوگا اگر موصوف ہے تو یہ صفت ہوگا الخ۔ان چیزوں کی وجہ سے بھی اسم فاعل کی مشابہت فعل کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے جیسے مبتدأ کے بعد فعل آ جائے تو وہ اسی مبتدأ کی خبر بنتا ہے اسی طرح یہ بھی۔اور حرف استفہام وحرف نفی اکثر فعل پر داخل ہوتے ہیں تو ان کے بعد اگر اسم فاعل ہوگا تو فعل کے ساتھ مشابہت قوی ہو جائے گی۔مبتدأ پر سہارا کرنے کی مثال جیسے زید قائم ابوہ (زید کھڑا ہونے والا ہے اس کا باپ) زید مبتدأ قائم اسم فاعل صیغہ صفت کا یعمل عمل فعلہ معتمد بر مبتدأ ابوہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر اس کا فاعل پھر شبہ جملہ ہو کر مبتدأ کی خبر۔ذوالحال کی مثال جاء نی زید ضاربا ابوہ عمرا (آیا ہے میرے پاس زید اس حال میں کہ مارنے والا ہے اس کا باپ عمرو کو) زید ذوالحال ضاربا اسم فاعل صیغہ صفت کا الخ۔ابوہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل عمرا مفعول بہ شبہ جملہ ہو کر

حال ہے ذوالحال کا ذوالحال حال ملکر جاء کا فاعل۔ موصول کی مثال مررت بالضارب ابوہ عمرا (گزرا میں اس شخص کے ساتھ کہ مارنے والا ہے اس کا باپ عمرکو) مررت فعل بفاعل با حرف جار الف و لام بمعنی الذی اسم موصول ضارب اسم فاعل صیغہ صفت کا یعمل الخ۔ ابوہ فاعل عمرا مفول بہ شبہ جملہ ہوکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق مررت فعل کے۔ موصوف کی مثال عندی رجل ضارب ابوہ عمرو (میرے پاس ایسا مرد ہے جس کا باپ عمرکو مارنے والا ہے) عند ظرف مضاف یاء متکلم مضاف الیہ سے ملکر خبر مقدم رجل موصوف ضارب اسم فاعل صیغہ صفت الخ۔ ابوہ فاعل عمرا مفعول بہ شبہ جملہ ہوکر صفت ہے رجل موصوف کی موصوف صفت سے ملکر مبتدأ مؤخر۔ ہمزہ استفہام پر سہارا لینے کی مثال اقائم زید (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے؟) ہمزہ استفہام قائم اسم فاعل صیغہ صفت الخ۔ زید فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوا۔ حرف نفی کی مثال ماقائم زید (نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا) ما حرف نفی قائم اسم فاعل صیغہ صفت کا الخ۔ زید فاعل صیغہ صفت کا اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوا۔

فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِىْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنىً نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ

ترجمہ وتشریح:۔ پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو اضافت معنویہ واجب ہے یعنی اگر اسم فاعل متعدی ہے اور مفعول بہ مذکور ہے اور حال یا استقبال کے معنی میں نہیں بلکہ کسی قرینہ سے ماضی کے معنی میں ہے تو اس وقت مفعول بہ میں عمل نہیں کرے گا بلکہ اس وقت مفعول بہ کی طرف اضافت معنویہ ہوگی کیونکہ اضافت لفظیہ تو اسوقت ہوگی جب صیغہ صفت اسم فاعل وغیرہ اپنے معمول کیطرف مضاف ہو اور اس وقت ماضی کے معنی میں ہونے کیوجہ سے عمل نہیں کر رہا لہذا یہ اضافت الی المفعول اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید ضارب عمرو امس (زید نے عمرو کو کل گذشتہ مارا) [1]

هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِىْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًا اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ

ترجمہ:۔ یہ بات اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں۔

تشریح:۔ یعنی اسم فاعل کے عمل کیلئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط اسی وقت ہے جب وہ نکرہ ہو اگر الف لام بمعنی الذی اسم موصول کے ساتھ معرف ہو تو اس وقت تمام زمانے برابر ہیں اس وقت ہر حال میں مفعول بہ میں عمل کریگا خواہ بمعنی ماضی ہو یا حال یا استقبال ہو نیز اس وقت کسی چیز پر اعتماد کی شرط بھی نہیں کیونکہ الف ولام موصول کے داخل ہونے کے بعد اسم فاعل باعتبار معنی کے فعل ہے اگر چہ

[1] فائدہ:۔ اسم فاعل متعدی اور مفعول بہ کے مذکور ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ حال یا استقبال کی شرط مفعول بہ میں عمل کرنے کیلئے ہے فاعل میں عمل کرنے کیلئے یہ شرط نہیں ہے تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔

صورۃً اسم فاعل ہے اور فعل کے عمل کرنے کیلئے تمام زمانے برابر ہیں الضارب بمعنی الذی ضرب ہوگا جیسے زیدنا الضارب ابوه عمران الآن اوغدا او امس (زید کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے اس وقت یا کل آئندہ یا کل گزشتہ)۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُه مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ

ترجمہ:۔اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظا جیسے مضروب یا تقدیرا جیسے مقول مرمی اور غیر ثلاثی مجرد کا اسم مفعول اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مدخل مستخرج۔

تشریح:۔تعریف واضح ہے۔

لفظا او تقديرا:۔ کبھی اس کا صیغہ مفعول کے وزن پر لفظاً ہوگا جیسے مضروب بروزن مفعول کبھی تقدیراً ہوگا جیسے مقول اصل میں مقوول بروزن مفعول تھا مرمی اصل میں مرموی بروزن مفعول تھا دونوں میں تعلیل ہوئی ہے۔

ومن غيره الخ:۔غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد رباعی مزید کا اسم مفعول اسم فاعل کے صیغے کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں آخر کے ماقبل پر فتحہ لائی جائے گی اسم فاعل میں آخر کے ماقبل پر کسرہ آتی ہے تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے جیسے مدخل مستخرج یہ لفظی کی مثال ہے تقدیری کی مثال جیسے مختار اصل میں مختير تھا

وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُه الْاٰنَ اَوْغَدًا اَوْاَمْسِ

ترجمہ:۔وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول کا سا انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکر ہو چکی ہیں۔

تشریح:۔یعنی اس میں زمانہ حال یا استقبال ہو اور چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر سہارا ہو اسم مفعول فعل مجہول کی طرح نائب فاعل کو رفع دیگا اگر دوسرا مفعول بہ ہو تو اس کو نصب دیگا جیسے زيد مضروب غلامه آلآن اورغدا او امس (زید کا غلام مارا ہوا ہے آج یا کل آئندہ یا کل گزشتہ) زید مبتداً مضروب اسم مفعول صیغہ صفت کا يعمل عمل فعله معتمد بر مبتداً غلامه مضاف مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل آلآن یا غدا یا امس مفعول فیہ۔

فوائد وقیود:۔اسم مفعول کی تعریف میں اسم درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے مشتق فصل ہے اس سے اسم جامد خارج ہوگیا من فعل متعد اس لئے کہا کہ فعل لازمی سے اسم مفعول مشتق نہیں ہوتا۔ليدل على من وقع عليه الفعل فصل ثانی ہے اس سے اسم فاعل صفت مشبہ اور اسم تفضیل خارج ہو گئے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے اکثر اس لئے کہا کہ کبھی فعیل کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے جریح بمعنی مجروح قتیل بمعنی مقتول۔

فائدہ:۔اسم مفعول میں بھی اسم فاعل کی طرح زمانہ حال یا استقبال کی شرط مفعول بہ میں نصب کا عمل کرنے کیلئے ہے نائب فاعل کو رفع دینے کیلئے یہ شرط نہیں بلکہ نائب فاعل کو بغیر اس شرط کے رفع دیتا ہے جیسے مثال گزر چکی ہے امس جو ماضی پر دلالت کرتا ہے اس کے با وجود بھی مضروب اسم مفعول اپنے نائب فاعل غلامہ کو رفع دے رہا ہے البتہ مفعول بہ کو نصب تب دیگا جب اس میں زمانہ حال یا استقبال ہو جیسے زَيْدٌ مـعْطٰى غُـلَامـه دِرْهَمًا غدًا (زید کے غلام کو کل ایک درھم دیا جائیگا) زید مبتدأ معطی اسم مفعول صیغہ صفت الخ غلامہ نائب فاعل درھما منصوب لفظا مفعول بہ غدا مفعول فیہ۔ [1]

فَصْل اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ

ترجمہ:۔صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازمی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطور ثبوت و پائیداری کے ساتھ۔

وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ اِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسِّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ

ترجمہ وتشریح:۔اور صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل واسم مفعول کے صیغہ کے خلاف ہوتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ان کو پہچانا جاتا ہے سماع کے ساتھ یہ جمہور کے ہاں ہے مگر ابن مالک نحوی وغیرہ کے ہاں کبھی اسم فاعل کے وزن پر بھی صفت مشبہ آ جاتا ہے جیسے شاحط بمعنی شحیط بمعنی بعید اسم فاعل واسم مفعول کے صیغے قیاسی ہیں اور صفت مشبہ کے صیغے سماعی ہیں جیسے اہل عرب سے سنیں گے ویسے ہی بولیں گے چند یہ ہیں۔ حسن بروزن فعل بمعنی خوب نیک صاحب جمال، صعب بروزن فعل بمعنی

---

[1] فائدہ:۔ جب اسم مفعول بمعنی ماضی ہوتو اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید معطی درھم امس زید مبتدأ معطی اسم مفعول مضاف درھم مضاف الیہ اور اس کے شروع میں جب الف لام ہوتو وہ بمعنی الذی اسم موصول ہوگا اور اسم مفعول فعل ماضی مجہول کے معنی میں ہوگا اس وقت اس میں سب زمانے برابر ہیں جیسے زید ن المعطی غلامہ درھما آلآ ن اوغدا اوامس۔

فوائد قیود:۔صفت مشبہ کی تعریف میں اسم درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل ہے مشتق فصل اول ہے اس سے اسم جامد خارج ہوگیا من فعل لازم دوسرا فصل ہے اس سے وہ اسم فاعل اسم مفعول اسم تفضیل خارج ہوگئے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتے ہیں لیدل علی من قام بہ الفعل تیسرا فصل ہے اس سے اسم مفعول جو فعل لازمی سے مشتق ہو اور اسم زمان اسم مکان اسم آلہ خارج ہوگئے کیونکہ یہ اگرچہ فعل لازمی سے مشتق ہیں مگر اس ذات پر دلالت نہیں کرتے جس کے ساتھ فعل قائم ہو بمعنی الثبوت چوتھا فصل ہے اس سے وہ اسم فاعل اور اسم تفضیل خارج ہوگئے جو فعل لازمی سے مشتق ہوتے ہیں کیونکہ ان کا قیام بطور ثبوت وہمیشگی کے نہیں ہوتا بلکہ بطور تجدد اور حدوث کے ہوتا ہے یعنی عارضی قیام ہوتا ہے جیسے ذاھب اور افضل وغیرہ صفت مشبہ کی مثال حسن اسم صفت صفت حسن بطور ثبوت اور پائیداری کے قائم ہے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں یہی فرق ہے اسم فاعل میں صفت عارضی ہوتی ہے اور صفت مشبہ میں لازمی اور دائمی ہوتی ہے ضارب اس شخص کو کہا جائیگا جس میں صفت مارنے کی پہلے نہ تھی اب پیدا ہوگئی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جائیگی لیکن حسن صفت مشبہ اس شخص کیلئے کہا جائیگا جس میں صفت حسن ہر وقت پائی جائے۔

مشکل ودشوار کار سخت ۔ظریف بروزن فعیل بمعنی عقل مند خوش طبع ۔

وَهِیَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْکُوْرِ وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِیَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا وَمَعْمُوْلُ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِہٖ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ کُلٍّ مِنْهُمَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِکَ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ

ترجمہ:۔اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سامطلقا اعتماد مذکور کی شرط کے ساتھ اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اسلئے کہ تحقیق صفت مشبہ یا الف لام کے ساتھ ہوگی یا الف لام سے خالی ہوگیا وران میں سے ہرایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا الف لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ ہیں اور ہرایک کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور پس یہ اٹھارہ ہیں

تشریح:۔صفت مشبہ مطلقا یعنی بغیر زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے اپنے فعل لازمی جیسا عمل کرتا ہے کیونکہ اس میں ثبوت ودوام وہمیشگی کا معنی ہوتا ہے اور زمانہ حال یا استقبال کی شرط اسم فاعل اسم مفعول میں اس لیے تھی کہ ان میں ہمیشگی ودوام نہیں تھا بلکہ تجدد وحدوث تھا۔ تو تجدد وحدوث کے وقت زمانہ حال یا استقبال کی شرط لگائی جاتی ہے لیکن اس کے عمل کیلئے اسم موصول کے علاوہ باقی پانچ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کی شرط ضروری ہے اسم موصول پر سہارے والی شرط اس لیے نہیں کہ صفت مشبہ پر جو الف لام داخل ہوتا ہے وہ بمعنی الذی اسم موصول نہیں ہے بالاتفاق بلکہ وہ الف لام حرفی ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں الف ولام بمعنی الذی اسم موصول ہوتا ہے لہذا وہاں موصول پر اعتماد والی شرط معتبر ہے۔صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے بھی زیادہ ہے کیونکہ فعل لازمی مفعول بہ کو نہیں چاہتا لہذا صرف فاعل کو رفع دے گا مفعول بہ کو نصب نہیں دے گا لیکن صفت مشبہ باوجودیکہ فعل لازمی سے مشتق ہے مگر فاعل کو رفع بھی دیتا ہے اور بعد میں اپنے معمول کو اسم فاعل کے مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نصب بھی دیتا ہے جیسا کہ عنقریب تفصیل میں آئیگا۔صفت مشبہ کے مسائل اور اس کی قسمیں اٹھارہ ہیں ان قسموں کو مسائل سے تعبیر اس لیے کیا کہ ان کے حکم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ یہ جائز ہے یا حسن یا احسن ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے اور جس چیز کے متعلق سوال کیا جائے اس کو مسئلہ کہا جاتا ہے تو کل مسائل واقسام اٹھارہ ہیں لان الصفۃ سے ان کی تفصیل ہے صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں ہیں کیونکہ صفت یا تو معرف باللام ہوگی جیسے الحسن یا معرف باللام نہیں ہوگی جیسے حسن پھر ان دونوں قسموں میں سے ہرایک کا معمول یا مضاف ہوگا جیسے وجھہ یا معرف باللام ہوگا جیسے الوجہ یا ان دونوں چیزوں سے خالی ہوگا جیسے وجہ تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ قسمیں ہوئی اور صفت مشبہ کے معمول کی حالتیں باعتبار اعراب کے تین ہیں یا تو فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوگا یا وہ اسم فاعل کے مفعول بہ سے مشابہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا اگر وہ معرفہ ہے اور اگر وہ نکرہ ہے۔تو وہ تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا اور یا صفت مشبہ کے اس کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا پس چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں ہوئیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہیں۔(تفصیلی نقشہ صفحہ نمبر (   ) کے حاشیہ پر ملاحظہ کریں)

وَتَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهُه ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَحَسَنُ وَجْهِه وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ

ترجمہ:۔اور تفصیل ان اٹھارہ قسموں کی مثل جاء نی زید الخ تشریح نقشہ میں دیکھیں۔

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ وَالْحَسَنُ وَجْهُه وَمُخْتَلَفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِه وَالْبَوَاقِيْ احْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَّاحِدٌ وَ حَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ

ترجمہ:اور صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے بعض ممتنع الحسن وجہ الحسن وجھہ اور بعض مختلف فیہ حسن وجھہ اور باقی احسن ہیں اگر ہو ان میں ضمیر واحد اور حسن ہیں اگر ہوں ان میں دو ضمیریں اور قبیح ہے اگر نہ ہو اس میں ضمیر۔

تشریح:۔صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں باعتبار احسن اور حسن اور قبیح اور مختلف فیہ اور ممتنع ہونے کے پانچ قسمیں ہیں ان میں سے دوصورتیں ممتنع ہیں۔اول:۔ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ یعنی صیغہ صفت معرف باللام ہو اور معمول کی طرف مضاف ہو اور وہ معمول مجرور مجرد عن اللام والاضافۃ ہو وجہ امتناع کی یہ ہے کہ اضافت مفید تخصیص نہیں اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہو رہی ہے جو اضافت معنویہ میں ناجائز اور ممتنع ہے لہذا اس اضافت لفظیہ میں بھی مشابہت کی وجہ سے ممتنع ہوگی۔دوم:۔ اَلْحَسَنُ وَجْهِه یعنی صیغہ صفت کا معرف باللام ہو اور معمول کی طرف مضاف ہو اور پھر معمول بھی اس ضمیر کی طرف مضاف ہو جو صیغہ صفت کے موصوف کی طرف لوٹ رہی ہے جیسے جاء نی زَيْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهِه اس میں وجھہ کی ضمیر الحسن کے موصوف اسم ظاہر کی طرف لوٹ رہی ہے امتناع کی وجہ یہ کہ اس میں اضافت سے کچھ تخفیف نہیں ہوئی کیونکہ صفت مشبہ میں تخفیف یا تو حذف تنوین سے ہوتی ہے جیسے حَسَنُ وَجْهٍ یا نون تثنیہ یا جمع کے حذف کرنے سے یا موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر جو صیغہ صفت کے معمول فاعل میں ہے اس کو حذف کرنے سے جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهٍ اصل میں اَلْحَسَنُ وَجْهُه تھا اضافت کیوجہ سے وجہ کی ضمیر حذف کر کے الحسن میں مستتر کر دی گئی لیکن ہمارے والی مثال میں اضافت نے تخفیف کی صورتوں میں سے کسی صورت کا فائدہ نہیں دیا کیونکہ تنوین الف ولام کیوجہ سے گری ہے اور وجھہ کی ضمیر اپنے حال پر باقی ہے۔ایک صورت مختلف فیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو اور معمول کی طرف مضاف ہو معمول پھر موصوف کی ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے حَسَنُ وَجْهِه سیبویہ اور بصریین حضرات کے ہاں قباحت کے ساتھ ضرورت شعری میں جائز ہے پھر قباحت کی وجہ یہ ہے کہ اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس سے اعلی درجہ کی تخفیف ہونی چاہئے اور اعلی درجہ کی تخفیف تب ہوگی کہ مضاف سے تنوین گرے اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو جائے لیکن یہاں ادنی درجہ کی تخفیف ہوئی کہ صرف مضاف سے تنوین گری ہے مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی حالانکہ اعلی درجہ کی تخفیف ممکن تھی لہذا اعلی درجہ کی تخفیف پر قدرت کے باوجود ادنی درجہ کی تخفیف پر اکتفاء کرنا قبیح ہے اور نحاۃ کوفہ کے ہاں بلا قباحت جائز ہے کیونکہ جواز کیلئے فی الجملہ کچھ نہ کچھ تخفیف کافی ہے اور وہ یہاں حذف تنوین کی وجہ سے حاصل ہے۔

والبواقی احسن الخ ۔یعنی اٹھارہ میں سے باقی جو پندرہ ہیں ان میں سے ہر وہ قسم جس میں صرف ایک ضمیر ہے خواہ صیغہ صفت میں ہو یا اس کے معمول میں ہو تو وہ احسن ہے اور وہ نو قسمیں ہیں یہ احسن اس لیے ہے کہ موصوف کے ساتھ ربط دینے کیلئے ایک ضمیر کافی ہے اور ہر وہ قسم جس میں دو ضمیریں ہیں ایک صیغہ صفت میں دوسری معمول میں وہ قسم حسن ہے اور وہ دو قسمیں ہیں ان کے حسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ضمیر تو ضروری ہے ربط کیلئے لہذا ایک ضمیر کی وجہ سے تو حسن ہے اور دوسری ضمیر جو معمول میں ہے وہ بلا ضرورت ہے یہ قسم غیر احسن ہے اور ہر وہ قسم جس میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہے اور وہ چار قسمیں ہیں قبیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر بالکل نہ ہونے کی وجہ سے صیغہ صفت کا اپنے موصوف کے ساتھ ربط نہیں رہا۔ [1]

---

[1] نقشہ اقسام صفت مشبہ مع الحکم

نمبر شمار	قسم صفت مشبہ	قسم معمول	رفع بوجہ فاعلیت	حکم	نصب بوجہ تشبیہ بہ مفعول بہ یا بوجہ تمیز	حکم	جر بوجہ اضافت	حکم
۱	جبکہ معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُه	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهَه مشابہ بہ مفعول بہ	حسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهِه	ممنوع
۲	ایضا	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیْدُنِ الْحَسَنُ الْوَجْهُ	قبیح	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْهَ مشابہ بہ مفعول بہ	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْهِ	احسن
۳	ایضا	جبکہ نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زَیْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهٌ	قبیح	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهاً تمیز	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْهٍ	ممنوع
۴	جبکہ غیر معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهُه	احسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهَه مشابہ بہ مفعول بہ	حسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهِه	مختلف فیہ
۵	ایضا	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهُ	قبیح	زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ مشابہ بہ مفعول بہ	احسن	زیدحسن الوجهِ	احسن
۶	ایضا	جبکہ نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ	قبیح	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهاً تمیز	احسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْهٍ	احسن

وَالضَّابِطَةُ اَنَّکَ مَتٰی رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتٰی نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ

ترجمہ وتشریح:۔ضمیر پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ تحقیق جب تو صفت مشبہ کے معمول کو رفع دیگا تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اس لئے کہ اس وقت اس کا معمول خود اس کا فاعل ہے اور جب تو صفت مشبہ کے معمول کو نصب اور جر دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی اور صفت مشبہ کا فاعل بنے گی اس وقت صفت مشبہ مذکر ومؤنث تثنیہ وجمع ہونے میں موصوف کے مطابق ہوگی کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے مطابق ہونا ضروری ہے جیسے زید حسن وجهه، هند حسنة وجها، هند حسنة وجه، الزيدان حسنان وجها، الزيدون حسنون وجها وغیرہ۔

فَصْلٌ اِسْمُ التَّفْضِيْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ

ترجمہ:۔اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔ [1]

وَصِيْغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الَّذِيْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ

ترجمہ:۔اور اسم تفضیل کا صیغہ افعل ہے پس نہیں بنایا جاتا مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب والا معنی نہ ہو جیسے زید افضل الناس (زید سارے لوگوں میں سے افضل ہے) [2]

تشریح:۔اسم تفضیل کا صیغہ مذکر کیلئے افعل اور مؤنث کیلئے فعلی آتا ہے خير شر بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ اصل میں اَخْيَر اور

---

[1] فوائد قیود:۔تعریف میں لفظ اسم درجہ جنس میں ہے سب اسماء کو شامل مشتق فصل اول ہے اس سے اسم جامد خارج ہو گیا لیدل علی الموصوف فصل ثانی ہے اس سے اسم زمان اسم مکان اسم آلہ خارج ہو گئے کیونکہ یہ معنی مصدری کے ساتھ متصف نہیں ہوتے۔ بزیادۃ علی غیرہ فصل ثالث ہے اس سے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ خارج ہو گئے کیونکہ ان میں زیادتی والا معنی نہیں ہوتا اسی طرح وہ اسم فاعل جو مبالغے کیلئے وضع کیا گیا ہے وہ بھی خارج جیسے ضراب ضروب (بہت مارنے والا) کیونکہ یہ اگر چہ زیادتی پر دلالت کرتا ہے مگر زیادتی علی الغیر کا لحاظ اسمیں نہیں ہوتا اسم تفضیل میں معنی مصدری زیادہ ہوتا ہے اپنے غیر کے لحاظ سے

فائدہ:۔مصنف نے یہاں لیدل علی الموصوف کہا علی من قام بہ یا علی من وقع علیہ نہیں کہا تا کہ اسم تفضیل کی دونوں قسموں کو یہ تعریف شامل ہو جائے اسم تفضیل کبھی فاعل کی افضلیت بتلانے کیلئے ہوتا ہے اور کبھی مفعول بہ کی افضلیت بتلانے کیلئے جیسے اضرب (زیادہ مارنے والا) یہ فاعل کی تفضیل کیلئے ہے اور جیسا شہر (زیادہ مشہور) یہ مفعول بہ کی تفضیل کیلئے ہے اگر علی من قام بہ کہتا تو دوسری قسم تفضیل مفعول بہ والی خارج ہو جاتی اگر من وقع علیہ کہتا تو اول قسم تفضیل فاعل والی خارج ہو جاتی۔

[2] فائدہ:۔عیب سے مراد ظاہری عیب ہے نہ کہ باطنی لھذا باطنی عیب والا معنی اگر اس میں ہو تو اسم تفضیل استعمال ہوگا جیسے اجہل زیادہ جہالت والا ابلد زیادہ بلادۃ والا یعنی بڑا پاگل۔

اَشَرُّ تھے اور یہ صیغہ صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے ثلاثی مزید فیہ رباعی مجرد اور رباعی مزید سے نہیں آتا کیونکہ اگر کچھ حروف کم کئے جائیں تو لفظاً و معنیً خلل لازم آتا ہے اور اگر حروف کم نہ کریں تو افعل کا وزن تیار ہی نہیں ہوسکتا پھر ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو کہ اس میں عیب و لون والا معنی نہ پایا جائے کیونکہ جس ثلاثی مجرد میں عیب یا رنگ کے معنی ہوں ان کا افعل صفتی استعمال ہوتا ہے اگر افعل تفضیلی یعنی اسم تفضیل بھی اس سے بنایا جائے تو افعل تفضیلی کا افعل صفتی کے ساتھ التباس ہو جائے گا جیسے اسود (سیاہ رنگ والا) اسکی مؤنث سَوْدَاءُ ہے اَبْیَضُ (سفید رنگ والا) اس کی مؤنث بَیْضَاءُ ہے اعور (کانا) اس کی مؤنث عوراء ہے تو اگر ان کا اسم تفضیل بھی استعمال ہو تو معلوم نہیں ہوگا کہ اسود کا معنی سیاہ رنگ والا ہے یا زیادہ سیاہ رنگ والا۔

اسم تفضیل کی مثال جیسے زید افضل الناس (زید سب لوگوں سے زیادہ فضیلت والا ہے) اس میں افضل اسم تفضیل کا صیغہ ہے افعل کے وزن پر ہے فَضُلَ ثلاثی مجرد سے بنایا گیا ہے اور اس میں عیب اور لون کے معنی بھی نہیں ہیں۔

فَاِنْ کَانَ زَائِدًا عَلَی الثُّلَاثِیْ اَوْ کَانَ لَوْنًا اَوْ عَیْبًا یَجِبُ اَنْ یُّبْنٰی اَفْعَلُ مِنْ ثُلَاثِیٍ مُجَرَّدٍ لِیَدُلَّ عَلٰی مُبَالَغَةِ وَشِدَّةٍ وَکَثْرَةٍ ثُمَّ یُذْکَرُ بَعْدَہٗ مَصْدَرُ ذٰلِکَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَی التَّمْیِیْزِ کَمَا تَقُوْلُ ھُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰی حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا

ترجمہ وتشریح:۔ پس اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یعنی ثلاثی مزید ہو یا رباعی مجرد یا رباعی مزید یا وہ ثلاثی مجرد ہو جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ افعل کے وزن پر ثلاثی مجرد کے ان الفاظ سے یعنی شدت یا کثرت یا قوت یا ضعف یا قباحت یا حسن وغیرہ سے جو مقصود کے موافق ہو صیغہ بنایا جائے تا کہ وہ مبالغہ اور شدت وکثرت وغیرہ پر دلالت کرے اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنا بر تمییز کے منصوب بنا کر ذکر کیا جائے جیسا کہ تو کہے گا ھو اشد منہ استخراجا (وہ اس سے ازروئے نکالنے کے زیادہ سخت ہے) یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے اور جیسے ھو اقوی منہ حمرۃ (وہ اس سے ازروئے سرخ ہونے کے زیادہ قوی ہے) یہ اس ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے جس میں لون کے معنی ہوں اور جیسے اقبح منہ عرجا (وہ اس سے ازروئے لنگڑا ہونے کے زیادہ قبیح ہے) یہ اس ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانے کی مثال ہے جس میں عیب کے معنی ہوں۔

وَقِیَاسُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لِلْفَاعِلِ کَمَا مَرَّ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِیْلاً نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَشْغَلُ وَاَشْھَرُ

ترجمہ وتشریح: اسم تفضیل کا قیاس یعنی قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کیلئے ہو (یعنی فاعل کی تفضیل کیلئے ہو جیسا کہ مثالیں گزر چکی ہیں) اور مفعول بہ کیلئے نہ ہو اسلئے کہ اگر اسم تفضیل دونوں کیلئے قیاسی طور پر کثرت کے ساتھ ہو تو التباس واقع ہوگا یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ فاعل کیلئے ہے یا مفعول بہ کیلئے لھذا فاعل جو اشرف ہے اس پر اکتفاء کیا گیا ہے جیسے اضرب (زیادہ مارنے والا) افضل (زیادہ فضیلت والا) وغیرہ لیکن کبھی خلاف قیاس مفعول کی تفضیل کیلئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (زیادہ معذور) اشغل (زیادہ

مشغول)اشہر (زیادہ مشہور)۔

وَاسْتِعْمَالُه عَلٰى ثَلاثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُ نِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

ترجمہ وتشریح:۔اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہوتا ہے یا تو مضاف ہوکر مستعمل ہوگا جیسے زید افضل القوم (زید قوم میں سے زیادہ فضیلت والا ہے) یا معرف باللام ہوکر (یہ الف لام عہد خارجی ہوگا) جیسے زید ن الافضل یا لفظ من کے ساتھ ہوکر جیسے زید افضل من عمرو۔

فائدہ: ان تینوں استعمالوں میں سے اصل من کے ساتھ استعمال ہے پھر اضافت کیساتھ پھر الف لام کے ساتھ ان تینوں سے خالی ہونا جائز نہیں لھذا صرف زید افضل کہنا درست نہیں۔ ہاں اگر مفضل علیہ یعنی جس پر زیادتی ثابت کی جارہی ہے اگر وہ قرائن سے معلوم ومتعین ہوسکتا ہے تو وہاں اسی مفضل علیہ کو مقدر کرنا جائز ہے اسوقت تین طریقوں میں سے کسی طریقے کے بغیر استعمال کرنا جائز ہے جیسے اللہ اکبر یعنی اللہ اکبر من کل شئ اللہ تعالی کا ہر چیز سے بڑا ہونا معلوم ہے تو کل شئ مفضل علیہ کو حذف کردیا گیا ہے۔

وَيَجُوْزُ فِى الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَمُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلاَ الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلُوْا الْقَوْمِ

ترجمہ وتشریح: اور پہلے قسم میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے یعنی اسم تفضیل کا موصوف مفرد ہو تثنیہ ہو یا جمع ہو یا مؤنث ہو اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز اس لئے ہے کہ یہ اسم تفضیل مضاف مشابہ ہے اسم تفضیل مستعمل بمن کے مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں اور اسم تفضیل مستعمل بمن میں مفرد مذکر لانا واجب ہے۔ لھذا مشابہت کی وجہ سے یہاں کم از کم جائز تو ہوگا اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے کیونکہ اسم تفضیل صفت ہے تو موصوف صفت میں مطابقت ہونی چاہیے جیسے زید افضل القوم الزیدان افضل القوم یاافضلا القوم الزیدون افضل القوم یا افضلوا القوم اسی طرح مثلا ھند فضلی النساء (ھندہ ساری عورتوں میں سے زیادہ فضیلت والی ہے) اَلْهِنْدَانِ فُضْلَى النِّسَاءِ يافُضْلَيَا النِّسَاءِ اَلْهِنْدَاتُ فُضْلَى النِّسَاءِ يا فُضْلَيَاتِ النِّسَاءِ۔

وَفِى الثَّانِىْ يَجِبُ الْمُطَابِقَةُ نَحْوُ زَيْدُ نِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلاَنِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ

ترجمہ وتشریح:۔اور دوسری قسم میں واجب ہے مطابقت یعنی اسم تفضیل معرف باللام کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے افراد، تثنیہ جمع، تذکیر، تانیث میں اس لئے کہ اسم تفضیل صفت ہے اور صفت موصوف میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے اور یہاں رکاوٹ بھی نہیں ہے کیونکہ یہاں مفضل علیہ مذکور نہیں لھذا اسم تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ مشابہت نہیں ہے لھذا یہاں مفرد لانا درست نہیں جیسے زید ن الافضل الخ

17/1

وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُه مُفْرَدًا مُذَكَّرًا اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

ترجمہ وتشریح:۔اور تیسری قسم میں واجب ہے اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ہمیشہ یعنی اسم تفضیل مستعمل بمن کو ہمیشہ مفرد مذکر لایا جائیگا خواہ اس کا موصوف مثنی ہو یا جمع ہو یا مؤنث ہو کیونکہ تثنیہ وجمع وتانیث کی علامتیں اگر موصوف کے تثنیہ وجمع ومؤنث ہونے کی صورت میں لگائیں تو دو صورتیں ہیں یا لفظ من سے پہلے ہونگی یا من کے بعد من سے پہلے لے آنا بھی جائز نہیں کیونکہ من شدت اتصال کی وجہ سے اسم تفضیل کا جزو بن چکا ہے تو تثنیہ وجمع وتانیث کی علامات کا وسط کلمہ میں ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور اگر من کے بعد لے آئیں تو بھی جائز نہیں کیونکہ من حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے تو اسوقت ایک کلمہ کی علامت کا دوسرے کلمہ کے آخر میں لاحق ہونا لازم آئیگا اور یہ بھی قبیح ہے۔

وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلَاثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِيْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَهٰهُنَا بَحْثٌ

ترجمہ:۔اور تینوں صورتوں پر اسم تفضیل میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور وہ اسی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور نہیں عمل کرتا اسم ظاہر میں بالکل مگر اھل عرب کے قول ما رأیت رجلا الخ کی مثل میں

تشریح:۔اسم تفضیل ہمیشہ ضمیر مستتر میں جو اس کا فاعل ہوتی ہے عمل کرتا ہے اسم ظاہر یعنی اسم ملفوظ میں کبھی بھی عمل نہیں کرتا خواہ وہ اسم ملفوظ فاعل اسم ظاہر ہو یا ضمیر بارز ہو یا مفعول بہ اسم ظاہر ہو یا مفعول بہ مضمر ہو۔الحاصل ضمیر مستتر میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے اور وہ ضمیر مستتر اس کا فاعل بنتی ہے کیونکہ ضمیر مستتر معمول ضعیف ہے اس میں عمل کرنے کیلئے کسی قوی عامل کی ضرورت نہیں اور ضمیر بارز اور اسم ظاہر میں بغیر شرط کے عمل نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں قوی معمول ہیں اسم تفضیل عامل ضعیف ہے البتہ ان دونوں میں عمل کرنے کی چند شرطیں ہیں جن کو مصنف ما رأیت رجلا والی مثال کے ذریعہ بیان کرتے ہیں چنانچہ اسم تفضیل کے فاعل اسم ظاہر میں عمل کرنے کیلئے تین شرطیں ہیں جو اس مثال میں مذکور ہیں اس مثال سے ہر وہ مثال مراد ہے جس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں۔(۱) اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک شئی کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شئی کے متعلق کی صفت ہو ایسا متعلق کہ وہ اس شئی میں اور دوسری کسی شئی میں مشترک ہو (۲) وہ متعلق شئی ایسا ہو جو اس شئی کے اعتبار سے مفضَّل ہو اور دوسری شئی کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یعنی وہ مفضل بھی ہو اور مفضل علیہ بھی لیکن دو اعتبار سے (۳) وہ اسم تفضیل منفی ہو۔پھر متعلق شئی کا اس شئی کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شئی کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہو لیکن نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہونگے جیسا کہ مثال سے وضاحت ہو جائیگی مثال جیسے ما رأیت رجلا احسن فی عینه الکحلُ منه فی عین زید (نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ خوبصورت ہو اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جو ہونے والا ہے زید کی آنکھ میں) اس مثال میں اولاً اثبات کے معنی کا لحاظ

کریں گے تاکہ کلام کا معنی خوب ظاہر ہو جائے پھر اس کے بعد نفی کے معنی کا لحاظ کریں گے۔ تو اس مثال میں احسن اسم تفضیل ہے جو باعتبار لفظ ایک شی یعنی رجلا کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے رجل کے متعلق یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ میں مشترک ہے اور یہ کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید کے مفضل علیہ ہے اور اسوقت معنی یہ ہیں میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ اچھا ہے۔

اس میں نفی کے سوا باقی سب شرطیں ظاہر ہو گئیں لیکن جب اس پر نفی داخل ہو گئی تو اب اسم تفضیل مثبت سے منفی ہو جائیگا اور تینوں شرطیں پائی جائیں گی اور نفی کے بعد کحل باعتبار عین رجل مفضل علیہ ہے اور باعتبار عین زید مفضل ہے اور نفی کے بعد مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے اس مثال میں ما نافیہ رأیت فعل بفاعل رجلا مفعول بہ احسن اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے الکحل اسم ظاہر ہے جو احسن کا فاعل ہے جیسا کہ مصنف نے بھی کہا فان الکحل فاعل لاحسن۔

فائدہ:۔ احسن جو اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے یہ بمعنی فعل حسن ہو کر عمل کر رہا ہے کیونکہ اسم تفضیل منفی میں زیادتی والا معنی گویا کہ ایک قید ہے اسم تفضیل مقید ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جب مقید بالقید پر نفی داخل ہوتی ہے تو نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو زیادتی حسن کی نفی ہو گی نفس حسن کی نفی نہیں ہو گی تو ما رأیت رجلا احسن بمعنی ما رأیت رجلا حسن ہو جائیگا تو احسن بمعنی حسن ہو کر الکحل اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہے ورنہ اسم تفضیل اپنے معنی میں رہ کر اسم ظاہر میں عمل نہیں کر سکتا۔

وههنا بحث: ۔ اور یہاں بحث ہے وہ بحث یہ ہے کہ اس مثال میں موجودہ عبارت کی بجائے مختصر عبارت بھی ہو سکتی ہے اور معنی میں فرق بھی نہیں آتا اور وہ مختصر عبارت یہ ہے کہ ما رأیت رجلا احسن فی عینہ الکحل من عین زید اس عبارت میں منہ کی ضمیر مجرور اور لفظ فی کو حذف کیا گیا ہے اور مزید اختصار کی بھی گنجائش ہے مگر یہاں اس کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِی الْفِعْلِ

وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِيْفُه وَاَقْسَامُه ثَلاثَةٌ مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلاَوَّلُ اَلْمَاضِیْ وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَه ضَمِيْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّکٌ وَلاَ وَاوٌ كَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّكُوْنِ كَضَرَبْتَ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوْا

ترجمہ:۔ دوسرا قسم فعل میں ہے اور بیشک اس کی تعریف گزر چکی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع، امر۔ اول ماضی ہے اور وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور نہ ہی واؤ ہو جیسے ضرب اور ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا جیسے ضربت اور واؤ کے ساتھ مبنی بر ضم ہوگا جیسے ضربوا۔

تشریح: مصنفؒ کلمہ کی تین قسموں میں سے فعل کی بحث شروع کر رہے ہیں فعل کی تعریف اور علامات گزر چکی ہیں اب اقسام بیان کرتے ہیں فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع، امر۔ وجہ حصر یہ ہے کہ فعل دو حال سے خالی نہیں اخباری ہوگا یا انشائی اگر انشائی ہے تو امر ہے اگر اخباری ہے تو اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر ہے تو مضارع ہے نہیں تو ماضی۔ تین قسموں میں سے اول قسم ماضی ہے ماضی کو مضارع پر اس لیے مقدم کیا کہ ماضی اصل ہے کیونکہ مضارع ماضی سے بنتا ہے نیز ماضی کا زمانہ مضارع کے زمانہ سے پہلے ہوتا ہے۔ **فعل ماضی کی تعریف**:۔ ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے یعنی مخاطب جس زمانہ میں موجود ہے یعنی حال اس زمانہ سے پہلے والے زمانہ پر دلالت کرے جیسے ضرب (اسنے مارا گزرے ہوئے زمانہ میں) تعریف میں فعل کا لفظ درجہ جنس میں ہے سب افعال کو شامل ہے دل علی زمان الخ فصل ہے اس سے ماضی کے سوا سب افعال خارج ہو گئے۔

اور فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے خواہ فتحہ لفظاً ہو جیسے ضرب یا تقدیراً جیسے رمی اصل میں رمی تھا۔[1]

فائدہ:۔ فعل ماضی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل میں اصل مبنی ہونا ہے کیونکہ اس میں فاعلیت ومفعولیت واضافت والا معنی جو معرب میں ہوتا ہے وہ نہیں پائے جاتے اور مبنی برفتحہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے ماضی کے مبنی برفتحہ ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ

---

[1] فائدہ:۔ فعل ماضی کے گذشتہ زمانہ پر دلالت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی دلالت باعتبار وضع کے ہو نہ کہ باعتبار استعمال کے لہذا لم یضرب سے اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ لم یضرب کی دلالت گذشتہ زمانہ پر باعتبار وضع کے نہیں بلکہ لم کے شروع میں آنے کی وجہ سے ہے اسی طرح ان ضربت ضربت سے بھی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ یہ ماضی ہیں اگرچہ زمانہ مستقبل پر ان کی دلالت ہے مگر وہ باعتبار وضع کے نہیں بلکہ ان حرف شرط کی وجہ سے ہے۔

اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو کیونکہ اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہوگی تو مبنی بر سکون ہوگا جیسے ضربن ضربت وغیرہ کیونکہ ضمیر مرفوع متحرک فاعل کی ضمیر ہے اس کا فعل کے ساتھ شدید اتصال ہے فعل اس کے ساتھ ملکر بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوگیا اور ایک کلمہ میں چار حرکتوں کا پے در پے جمع ہونا ناجائز ہے لہذا فعل کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا ضروری ہے اور اگر آخر میں واؤ ہو تو واؤ کی مناسبت کی وجہ سے مبنی بر ضم ہوگا خواہ ضمہ لفظا ہو جیسے ضربوا خواہ تقدیرا ہو جیسے رموا جو اصل میں رمیوا تھا اگر آخر میں ضمیر منصوب متحرک ہو جیسے ضربک یا واؤ کے علاوہ کوئی ضمیر مرفوع ساکن ہو جیسے ضربا وغیرہ تو مبنی برفتحہ ہی رہے گا۔

وَالثَّانِي اَلْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يُشْبِهُ الْاِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِيْ اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِي اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِيْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِيْ اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَفِيْ تَسَاوِيْهِمَا فِيْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَمَعْنًى فِيْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذٰلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا

ترجمہ:۔اور دوسرا فعل مضارع ہے اور وہ وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم کے حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے خواہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں جیسے یضرب ویستخرج مثل ضارب ومستخرج کے اور ان کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے کہے گا تو ان زیدا لیقوم جیسا کہ کہتا ہے تو ان زیدا لقائم اور عدد حروف میں ان کے برابر ہونے میں اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہو اس بات میں کہ وہ فعل مشترک ہو حال واستقبال میں جیسے اسم فاعل مشترک ہے حال واستقبال میں اور اسی وجہ سے نحویوں نے نام رکھا ہے اس کا مضارع۔

تشریح:۔مصنفؒ فعل مضارع کی تعریف کرتے ہیں فعل مضارع کو امر پر اسلئے مقدم کیا کہ فعل مضارع اصل ہے کیونکہ امر اسی سے بنتا ہے فعل مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو حروف اتین میں سے کسی ایک حرف کے شروع میں آنے کی وجہ سے خواہ مشابہت لفظی ہو یا معنوی۔ پھر مشابہت لفظی تین طرح پر ہے۔(۱) مضارع اور اسم دونوں حرکات وسکنات میں متفق ہوں یعنی جتنے حروف مضارع میں متحرک یا ساکن ہیں اتنے ہی اسم میں متحرک وساکن ہوں جیسے یضرب ویستخرج اور ضارب ومستخرج (۲) دوسرے لام تاکید کے داخل ہونے میں جس طرح اسم فاعل پر لام تاکید داخل ہوتا ہے اسی طرح فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ان زیدا لیقوم ان زیدالقائم (۳) عدد حروف میں کہ جتنے حروف اسم فاعل میں ہیں اتنے فعل مضارع میں ہوتے ہیں جیسے یضرب ضارب وغیرہ۔اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح اسم فاعل حال ہے اور استقبال میں مشترک ہے۔اسی طرح فعل مضارع بھی مشترک ہے اسی مشابہت کیوجہ سے فعل مضارع کا نام بھی مضارع رکھتے ہیں کیونکہ مضارع کا معنی مشابہ فعل مضارع بھی اسم فاعل کے مشابہ ہے مذکورہ چیزوں میں۔

فائدہ:۔نحویوں کا اختلاف ہے کہ آیا فعل مضارع حال واستقبال میں مشترک ہے یا نہیں بعض کے ہاں دونوں میں مشترک ہے بعض

کے ہاں حال اس کا حقیقی معنی ہے استقبال مجازی اور بعض کے ہاں برعکس ہے۔ واللہ اعلم

وَالسِّيْنُ وَسَوْفَ تُخَصِّصُهُ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيْ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَيُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَه يُاَخْرِجُ وَمَفْتُوْحَةٌ فِيْ مَا عَدَاهُ كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ

ترجمہ: اور سین اور سوف خاص کرتے ہیں اس (فعل مضارع) کو استقبال کے ساتھ جیسے سیضرب و سوف یضرب (وہ عنقریب مارے گا) اور لام مفتوحہ خاص کرتا ہے حال کے ساتھ جیسے لیضرب (وہ مارتا ہے) اور حروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یدحرج ویخرج اسلئے کہ اس کی اصل یُاَخرِج ہے اور مفتوحہ ہونگے ان کے ماسوا میں جیسے یضرب ویستخرج۔

تشریح:۔ سین وسوف جب مضارع کے شروع میں آتے ہیں تو اس کو زمانہ استقبال کے ساتھ خاص کردیتے ہیں پھر سین استقبال قریب اور سوف استقبال بعید کیلئے آتا ہے اور لام مفتوحہ مضارع کے شروع میں آکر اس کو حال کے ساتھ خاص کردیتا ہے مثالیں گزر چکی ہیں۔ اور حروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں۔ رباعی سے مراد وہ مضارع ہے جس کی ماضی چہار حرفی ہو خواہ چاروں حروف اصلی ہوں جیسے یدحرج کی ماضی دحرج میں چاروں حروف اصلی ہیں۔ یا کوئی حرف زائد ہو جیسے یخرج اصل میں یُاَخرِج تھا اس کی ماضی اخرج بروزن افعل چہار حرفی ہے مگر ایک حرف زائدہ ہے اسی طرح یضارب کی ماضی ضارب میں الف زائدہ ہے۔ اور رباعی کے علاوہ یعنی جسکی ماضی چار حرفی سے زائد ہو یا کم تو اس میں حروف مضارعۃ مفتوح ہوتے ہیں جیسے یضرب ویستخرج وغیرہ۔

وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارِعَتِهٖ اَيْ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِيْ مَا عَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ الْاِعْرَابُ وَذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاكِيْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُه ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ

ترجمہ:۔ اور سوا اس کے نہیں نحویوں نے معرب کہا ہے اس فعل مضارع کو باوجودیکہ اصل فعل میں بناء ہے بوجہ مشابہ ہونے اسکے اسم کے ساتھ ان باتوں میں جن کو تو پہچان چکا ہے اور اصل اسم میں معرب ہونا ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ نہ متصل ہو اس کے ساتھ نون تاکید اور نہ ہی نون جمع مؤنث اور اعراب اس کے تین ہیں رفع، نصب، جزم جیسے ھو یضرب ولن یضرب ولم یضرب

تشریح:۔ نحویوں نے فعل مضارع کو معرب کہا حالانکہ فعل میں اصل مبنی ہونا ہے اسلئے معرب کہا کہ فعل مضارع کی مشابہت ہے اسم فاعل کے ساتھ جیسا کہ مشابہت کی تفصیل گزر چکی ہے اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے لیکن مضارع کا معرب ہونا اس وقت ہوگا جبکہ نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اور نون جمع مؤنث اس کے آخر میں لاحق نہ ہوں اگر مذکورہ نون لاحق ہوں تو مبنی ہوگا کیونکہ شدت اتصال کی وجہ سے یہ نون بمنزلہ جزء کلمہ کے ہے اب اگر اعراب نون سے پہلے والے حرف پر جاری کریں تو وسط کلمہ میں اعراب لازم آئے گا اور اگر

نون پر جاری کریں تو چونکہ نون حقیقۃ دوسرا کلمہ ہے تو دوسرے کلمہ پر اعراب کا جاری کرنا لازم آئے گا لہذا اس وقت یہ مبنی ہوگا پھر مضارع کے اعراب تین ہیں رفع نصب جزم جیسے اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب، جر۔

فائدہ:۔ جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے اور جر اسم کے ساتھ خاص ہے باقی دو مشترک ہیں رفع کی مثال هو يضرب عامل معنوی رفع دے رہا ہے نصب کی مثال لن يضرب جزم کی مثال لم يضرب۔

فَصْلٌ فِيْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَهِيَ اَرْبَعَةٌ اَلاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّكُوْنِ وَيُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيْحِ غَيْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ

ترجمہ:۔ فصل فعل مضارع کے اعراب کی قسموں میں اور یہ قسمیں چار ہیں اول قسم یہ ہے کہ ہو رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کیساتھ جزم سکون کے ساتھ اور یہ مختص ہے مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ کہے گا تو هو يضرب ولن يضرب ولم يضرب۔

تشریح:۔ اس فصل میں مصنفؒ فعل مضارع کے اعراب کی قسموں کو بیان کررہے ہیں کل چار اقسام ہیں اول رفع بضمہ نصب بفتحہ جزم بسکون یہ مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ خاص ہے مفرد سے تثنیہ وجمع خارج ہو گئے ان کا اعراب آگے آرہا ہے۔ صحیح نحویوں کے ہاں وہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت نہ ہو تو صحیح کہنے سے ناقص واوی ویائی والفی بعنوان دیگر معتل اللام واوی، یائی، الفی خارج ہو گئے ان کا اعراب آگے آرہا ہے غير المخاطبه سے واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا صیغہ خارج ہو گیا اس کا اعراب بھی آگے آرہا ہے مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے کل پانچ صیغے ہیں جن کا یہ اعراب ہوگا۔ واحد مذکر غائب، واحدہ مؤنثہ غائبہ، واحد مذکر مخاطب، واحد متکلم وجمع متکلم جیسے مثلاً هويضرب ولن يضرب ولم يضرب۔

وَالثَّانِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَيُخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيْحًا كَانَ اَوْ غَيْرَهُ تَقُوْلُ هُمَا يَفْعَلاَنِ وَهُمْ يَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِيْنَ وَلَنْ يَّفْعَلاَ وَلَنْ يَّفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِيْ وَلَمْ تَفْعَلاَ وَلَمْ تَفْعَلُوْا وَلَمْ تَفْعَلِيْ

ترجمہ وتشریح:۔ اور دوسرا قسم اعراب کا یہ ہے کہ ہو رفع ثبوت نون کے ساتھ اور نصب وجزم نون کو حذف کرنے کے ساتھ اور یہ مختص ہے تثنیہ اور جمع مذکر اور مفردہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح کہے گا تو هما يفعلان الخ دوسرا قسم تثنیہ کے ساتھ خاص ہے خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث غائب ہو یا حاضر اور جمع مذکر کے ساتھ خاص ہے خواہ جمع مذکر غائب ہو یا حاضر اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خاص ہے چاہے پھر یہ سب صحیح ہوں یا ناقص واوی یا یائی یا الفی ہوں اور یہ کل سات صیغے ہیں چار تثنیہ کے دو جمع مذکر غائب اور حاضر اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ مثالیں واضح ہیں۔

وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللاَّمِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِيْ وَالْوَاوِيْ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ يَرْمِيْ وَيَغْزُوْ وَلَنْ يَّرْمِيَ وَيَغْزُوَ وَلَمْ يَرْمِ وَيَغْزُ

ترجمہ وتشریح:۔اور تیسرا قسم اعراب کا یہ ہے کہ ہو رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے ناقص یائی اور واوی کے ساتھ درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں کہے گا تو هو یرمی ویغزُوْ ولن یرمی ویغزوَ ولم یرمِ ویغزُ ۔تیسرا قسم مختص ہے ناقص یائی اور واوی کے پانچ صیغوں کے ساتھ واحد مذکر غائب واحدہ مؤنثہ غائبہ واحد مذکر حاضر واحد متکلم جمع متکلم کے ساتھ مثالیں گزر چکی ہیں۔

وَالرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلِفِىِّ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَّسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ

ترجمہ وتشریح:۔اور چوتھا قسم اعراب کا یہ ہے کہ ہو رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ اور یہ مختص ہے ناقص الفی کے ساتھ دراں حالیکہ وہ ناقص الفی تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہو اور وہ کل پانچ صیغے ہیں جو گزر چکے ہیں جیسے هو یسعی ولن یسعی ولم یسع۔

فَصْلٌ اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُه مَعْنَوِىٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُه عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَيَغْزُوْ وَيَرْمِىْ وَيَسْعٰى

ترجمہ وتشریح:۔فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ عامل معنوی خالی ہونا ہے فعل مضارع کا عامل ناصب وجازم سے جیسے هو یضرب ویغزو ویرمیْ ویسعی یہ کوفیوں کا مذہب ہے اور مصنفؒ کے ہاں بھی یہی پسندیدہ ہے بصریوں کا مذہب یہ ہے کہ مضارع کا اسم معرب کی جگہ میں واقع ہونا صحیح ہو یہی اس کا عامل معنوی ہے جو اسکو رفع دیتا ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُه خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَكَىْ وَاِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَىَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَىْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ

ترجمہ:۔فعل مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں ان ولن وکی واذن اور ان مقدرہ جیسے ارید ان تحسن الی (میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو احسان کرے میری طرف) وانا لن اضربک (اور میں ہرگز نہیں ماروں گا تجھے) اور اسلمت کی ادخل الجنۃ (اسلام لایا میں تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں) اور اذن یغفر اللّٰہ لک (اس وقت اللہ تعالی تجھے بخش دے گا)

تشریح:۔فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف عاملہ پانچ ہیں۔(۱) اَن ہے اور یہ اصل ہے نصب دینے میں باقی اسی پر محمول ہیں یہ فعل مضارع کو حتمی طور پر نصب دیتا ہے بشرطیکہ علم اور ظنّ کے بعد نہ ہو اگر علم کے بعد ہو گا تو یہ ان مخففہ من المثقلہ ہو گا جیسے علمت ان سیقوم یہ اصل میں انہ سیقوم ہے اگر ظن فعل کے بعد ہو گا تو ان ناصبہ بھی ہو سکتا ہے اور مخففہ من المثقلہ بھی جیسے ظننت ان سیقوم (۲) حرف لَن ہے یہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اس کو مستقبل کے معنی میں کرتا ہے اس میں نفی کا معنی پیدا کرتا ہے اور نفی میں تاکید بھی پیدا کرتا ہے جیسے لن یضرب (وہ ہرگز نہیں مارے گا) (۳) حرف کی ہے یہ سببیت کا معنی دیتا ہے اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ (اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے)۔(۴) حرف

اذن ہے یہ مضارع کونصب دیتا ہے دوشرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کا معمول نہ ہو [1] دوم یہ کہ مضارع بمعنی مستقبل ہو بمعنی حال نہ ہو اور یہ کسی بات کے جواب میں استعمال ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا اسلمت (میں اسلام لایا) تو اسکے جواب میں آپ نے کہا اذن تدخل الجنۃ۔(۵) پانچواں حرف اَن مقدر یہ بھی اَن ملفوظہ کی طرح فعل مضارع کونصب دیتا ہے۔

وَتُقَدَّرُ اَنْ فِیْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰی نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامِ کَیْ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ لِیَذْهَبَ وَلَامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِیْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْیِ وَالتَّمَنِّیْ وَالْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ وَلَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعْلَمُ فَتَنْجُوَ وَمَا تَزُوْرُنَا فَنُکْرِمَکَ وَلَیْتَ لِیْ مَالاً فَاُنْفِقَه وَاَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا

ترجمہ:۔اور مقدر کیا جاتا ہے ان سات جگہوں میں حتی کے بعد، لام کـــــی کے بعد، لام جحد کے بعد اور اس فاء کے بعد جو امر، نہی ،استفہام، نفی، تمنی، عرض کے جواب میں واقع ہو۔

تشریح:۔ان کے مقدر کرنے کی سات جگہیں ہیں۔(۱):۔حتی کے بعد جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہوجاؤں)(۲):۔لام کی کے بعد اس سے وہ لام مراد ہے جو بمعنی کی سببیہ ہو جیسے قام زید لیذھب (زید کھڑا ہوا تاکہ چلے) کھڑا ہونا چلنے کا سبب ہے۔(۳):۔لام جحد کے بعد جحد کا معنی انکار کرنا لام جحد وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر نفی میں تاکید پیدا کرتا ہے جیسے ماکان اللہ لیعذبھم (البتہ اللہ تعالی ان کو عذاب نہیں دیگا)

فائدہ: ان تین حرفوں کے بعد ان کے مقدر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور حرف جر فعل پر داخل نہیں ہوتا لہذا ضروری ہے کہ ان حروف کے بعد اَن مصدریہ مقدر ہو تاکہ وہ فعل کو اسم مصدر کی تاویل میں کردے اور اسم مصدر حرف جر کا مجرور بن جائے۔

(۴):۔اس فاء کے بعد جو چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو ایک شرط اور بھی ہے کہ فا کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہو وہ چھ چیزیں یہ ہیں (۱) امر جیسے اسلم فتسلم (تو اسلام لا تاکہ تو سلامت رہے) فا کا ماقبل یعنی اسلام فا کے مابعد یعنی سلامتی کیلئے سبب ہے فا کے بعد ان مقدر ہو کر تسلم کو نصب دے رہا ہے۔(۲) نہی جیسے لاتعص فتعذب (نافرمانی مت کر کہ تجھے عذاب دیا جائے) نافرمانی عذاب کا سبب ہے۔(۳) استفہام جیسے ھل تعلم فتنجو (کیا تو سیکھتا ہے کہ نجات پا جائے) اس میں علم نجات کا سبب ہے۔

---

[1] فائدہ:۔اگر اذن کا مابعد ماقبل کا معمول ہوگا تو یہ نصب نہ دیگا جیسے کسی نے کہا انا آتیک (میں تیرے پاس آؤں گا) آپ نے اسکے جواب میں کہا انا اذن اکرمک (میں اس وقت تیرا اکرام کروں گا) اس میں انا مبتدا اذن اکرمک اسکی خبر ہے چونکہ مبتدا خبر میں عامل ہوتا ہے ایک قول میں تو اذن کا مابعد ماقبل کا معمول ہے اسی وجہ سے اکرمک مرفوع ہوگا منصوب نہ ہوگا اسی طرح اگر مضارع میں حال کا معنی ہے تو بھی اذن نصب نہ دے گا جیسے آپ کسی کو کہیں اذن اظنک کاذبا (میں تجھے اس وقت کاذب خیال کرتا ہوں) اس مثال میں اظنک مرفوع ہے۔

(۴) نہی جیسے ماتزورنا فنکرمک (تو ہماری زیارت نہیں کرتا کہ ہم تیرا اکرام کریں) زیارت کرنا اکرام کا سبب ہے۔
(۵) تمنی جیسے لیت لی مالا فانفقه (کاش کہ میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس کو خرچ کرتا) مال کا ہونا خرچ کا سبب ہے۔
(۶) عرض جیسے الا تنزل بنا فتصیب خیرا (تو ہمارے پاس کیوں نہیں اترتا تا کہ تو بھلائی کو پہنچے) اترنا بھلائی کا سبب ہے۔

وَبَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ اِلٰى اٰخره وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ وَوَاوِ الْعَطْفِ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا صَرِيْحًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ

ترجمہ:۔اور اسی طرح اس واؤ کے بعد بھی ان مقدر کیا جاتا ہے جو ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم و تسلم الخ اور او بمعنی الی ان یا الا ان کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے لا حبسنک او تعطینی حقی (ضرور بضرور میں تجھے روکے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے یا تجھے روکے رکھونگا ہر وقت میں مگر اسوقت میں کہ تو مجھے میرا حق دے) اور واؤ عاطفہ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامک و تخرج (تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے کھڑے ہونے نے اور تیرے نکلنے نے)

تشریح: جیسے فا کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جب فا چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو اسی طرح واؤ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب واؤ انہی چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو مثالیں وہی ہیں جو گزر چکی ہیں فا کی بجائے واؤ رکھ دی جائے اسلم و تسلم اصل میں تھا وان تسلم الخ اسی طرح اس او کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جو الی ان یا الا ان کے معنی میں ہو یعنی وہ او جو الی یا الا کے معنی میں ہو ان کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے یہ مطلب نہیں کہ الی ان یا الا ان کے بعد ایک اور ان مقدر ہوتا ہے جیسے لا حبسنک او تعطینی حقی اگر او بمعنی الی ان ہو تو اصل عبارت اس طرح ہو گی لا حبسنک الی ان تعطینی حقی (البتہ ضرور بضرور میں تجھے روکے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق مجھے دے) اور اگر او بمعنی الا ان ہو تو اصل عبارت اس طرح ہو گی لاحبسنک فی کل وقت الا فی وقت ان تعطینی حقی (البتہ ضرور بضرور میں تجھے روکے رکھوں گا ہر وقت میں مگر اس وقت کہ تو مجھے میرا حق دے) اور واؤ عاطفہ کے بعد بھی بلکہ ہر حرف عطف کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو تا کہ فعل کا عطف اسم صریح پر اور جملہ کا عطف مفرد پر لازم نہ آئے جیسے اعجبنی قیامک و تخرج اس مثال میں قیامک اسم مفرد صریح معطوف علیہ ہے اور تخرج فعل معطوف ہے فعل کا عطف اسم پر اور جملہ فعلیہ کا عطف مفرد پر لازم آ رہا ہے جو نا جائز ہے لھذا واؤ عاطفہ کے بعد ان مقدر ہو گا جس کی وجہ سے تخرج فعل بتاویل اسم مصدر مفرد بن جائیگا تو اسم تاویلی کا عطف اسم صریح پر ہو گا اور مفرد تاویلی کا عطف مفرد صریح پر ہو گا اور یہ جائز ہے اب اصل عبارت یوں بن جائیگی اعجبنی قیامک و خروجک (تیرے کھڑے ہونے اور نکلنے نے مجھے تعجب میں ڈالا)

وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَاَنْ تَخْرُجَ وَيَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِيْ لَامِ كَيْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلاَ النَّافِيَةِ نَحْوُ لِئَلاَّ يَعْلَمَ

ترجمہ وتشریح: اور جائز ہے ظاہر کرنا ان کا لام کی کے ساتھ جیسے اسلمت لا ن ادخل الجنۃ اور واؤ عاطفہ کے ساتھ جیسے اعجبنی قیا مک وان تخرج اور واجب ہے ظاہر کرنا ان کا لام کی میں جب لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم یعنی جو لام بمعنی کی ہو اسکے بعد ان کو ظاہر کرنا بھی جائز ہے مصنفؒ نے لام کی کہہ کر لام جحد کو خارج کر دیا وہ لام جو کان منفی کی خبر پر داخل ہوتا ہے اسکے بعد ان کو ظاہر کرنا جائز نہیں بلکہ مقدر کرنا ضروری ہے وجہ بڑی کتابوں میں ہے۔ جب لا م کی لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو تو ان کو ظاہر کرنا واجب ہے تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے ورنہ تلفظ میں ثقل آجائے گا جیسے لئلا یعلم لام کی کے بعد ان کو ظاہر کیا گیا البتہ پھر لا نافیہ میں مدغم ہو گیا ہے۔

وَاعْلَمْ: اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هِيَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَاَنِ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمَ

ترجمہ:۔ اور جان لیجئے کہ بے شک وہ ان جو واقع ہونیوالا ہے علم یعلم کے بعد وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں اور سوا اس کے نہیں کہ وہ اَن مخففہ من المثقلہ ہو جیسے علمت ان سیقوم (جان لیا میں نے عنقریب وہ کھڑا ہوگا) فرمایا اللہ تعالیٰ نے علم ان سیکون الخ (کہ جان لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تحقیق عنقریب تم میں سے بعض مریض ہونگے) اور وہ اَن جو ظن بظن کے بعد واقع ہونیوالا ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں ان کیوجہ سے نصب اور یہ کہ بنائے تو اسکو مثل اس اَن کے جو علم یعلم کے بعد واقع ہونیوالا ہو جیسے ظننت ان سیقوم (میں نے گمان کیا کہ تحقیق وہ عنقریب کھڑا ہوگا یا یہ معنی کہ میں نے گمان کیا اس بات کو کہ عنقریب وہ کھڑا ہوگا)

تشریح:۔ کیونکہ علم یعلم یقین کا فائدہ دیتا ہے لھذا مناسب یہ ہے کہ اسکے بعد جو اَن ہے وہ مصدریہ پر نہ ہو بلکہ مخففہ من المثقلہ ہو جو مفید یقین ہے اور ظن یظن کیونکہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ رجحان کا فائدہ دیتا ہے لھذا اسکے بعد جو اَن ہوگا اسکو مصدریہ بنانا بھی صحیح ہے اور مخففہ من المثقلہ بنانا بھی صحیح ہے چونکہ جانب راجح کا فائدہ دیتا ہے تو مناسب ہے کہ ان مخففہ من المثقلہ ہو اور چونکہ یقین کا فائدہ نہیں دیتا تو لھذا مناسب ہے کہ اَن مصدریہ ہو لھذا دونوں صورتیں جائز ہونگی اَن مصدریہ ہو تو بعد والے فعل کو منصوب پڑھیں گے اگر مخففہ من المثقلہ ہو تو بعد والا فعل مرفوع ہوگا۔[1]

---

[1] فائدہ:۔ علم یعلم کے بعد جب فعل مضارع پر اَن مخففہ من المثقلہ داخل ہو تو اس وقت انکے بعد والے فعل پر چار حروف میں سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فائدہ:۔علم اورظن کے علاوہ رجاء،طمع،خوف،خشیت،شک،وھم وغیرہ کے بعد جو اَن واقع ہوتا ہے وہ اَن مصدریہ ہی ہوتا ہے نہ کہ ان مخففہ من المثقلہ جیسے رجوت ان تقوم (مجھے امید ہے کہ تو کھڑا ہوگا) خشیت ان ترجع (مجھے خوف ہے کہ تو لوٹ جائیگا) وغیرذٰلک۔

فَصْلٌ اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُه لَمْ وَلَمَّا وَلَامُ اَمْرٍ وَلاَ فِی النَّهِی وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِیَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْ مَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰی وَمَا وَمَنْ وَاَیٌّ وَاَنّٰی وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضْرِبْ وَلَمَّا يَضْرِبْ وَلِيَضْرِبْ وَلاَتَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اه

ترجمہ:۔فعل مضارع مجزوم کا عامل لم اور لما الخ ہیں۔

تشریح:۔مصنفؒ اس فصل میں فعل مضارع مجزوم کے عوامل بتلا رہے ہیں لم،لما،لام امر،لائے نہی اور کلمات مجازات یعنی وہ کلمات جو اول جملہ کے شرط اور دوسرے کے جزاء ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان کو کلمات شرط اور جزاء بھی کہتے ہیں بعض ان میں سے اسم ہیں اور بعض حرف ہیں مصنفؒ نے کلمات کا لفظ بولا تا کہ اسم اور حرف دونوں کو شامل ہوجائے لاء نہی سے لائے نفی والا زائدہ جو قسم میں زائد ہوتا ہے ان سے احتراز ہوجائے گا کیونکہ یہ دونوں فعل مضارع کو جزم نہیں دیتے پھر لم،لما،لام امر،لانہی صرف ایک فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جیسے لم یضرب لما یضرب الخ اور کلمات شرط اور جزاء فعلوں کو جزم دیتے ہیں اول کو شرط دوسرے کو جزاء کہا جاتا ہے جیسے ان تضرب اضرب (اگر تو مارے گا میں بھی ماروں گا) پھر کلمات مجازات کی تفصیل کی کہ وہ ان ہے اور مهما ہے الخ

وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَه وَدَوَامًا قَبْلَه نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَیْ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ وَلاَ تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق لفظ لم بنادیتا ہے مضارع کو ماضی منفی اور لما بھی اسی طرح ہے مگر بے شک لما میں امید ہوتی ہے اس کے بعد اور دوام ہوتا ہے اس سے پہلے جیسے قام الامیر لما یرکب (کھڑا ہوا امیر ابھی تک سوار نہیں ہوا) اور نیز جائز ہے حذف کرنا فعل کا لما کے بعد خاص کر کہے گا تو ندم زید ولما (شرمندہ ہوا زید اور نہیں) یعنی (نہیں نفع دیا اس کو شرمندگی نے) اور نہیں کہے گا تو ندم زید ولم۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) کوئی حرف ضرور داخل ہوگا۔سین یا سوف یا قد یا حرف نفی تا کہ شروع ہی سے اَن مصدریہ اور ان مخففہ من المثقلہ میں فرق ظاہر ہوجائے ورنہ تو آخر میں فرق ظاہر ہوگا اعراب کی وجہ سے ان حروف کی وجہ سے اسلئے فرق ہوگا کہ ان مصدریہ اور فعل کے درمیان ان چار حروف میں سے کوئی حرف فاصل نہیں ہوسکتا جیسے علم ان سیکون منکم مرضیٰ علمت ان سوف یکون یعلم ان قد ابلغوا علمت ان لم تصم وغیرہ۔

تشریح:۔حروف جازمہ میں سے لم مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور اسی طرح لما بھی۔ مگر لم اور لما میں چار فرق ہیں۔(۱): لما میں زمانہ تکلم کے بعد اس فعل منفی کے ثبوت کی توقع ہوتی ہے یعنی لما اکثر اس فعل میں استعمال ہوتا ہے جس کے وقوع کی امید ہو زمانہ مستقبل میں۔(۲): لما میں زمانہ تکلم سے پہلے دوام ہوتا ہے یعنی نفی وقت انتفاء سے لیکر وقت تکلم تک ماضی کے سارے اوقات کو شامل ہوتی ہے بخلاف لم کے اس میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہوتیں جیسے آپ ایک شخص سے جو امیر کے سوار ہونے کی امید رکھتا ہے یہ کہیں قام الامیر لما یرکب (امیر کھڑا ہے ابھی تک سوار نہیں ہوا) یعنی اس کے سوار ہونے کی امید ہے۔(۳): لما کے فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کوئی قرینہ ہو بخلاف لم کے جیسے زید کے پشیمان ہونے کا ذکر ہو رہا تھا تو اس وقت تم نے کہا ندم زید و لما اصل میں تھا ولما ینفعه الندم (یعنی زید نادم ہوا لیکن ندامت نے اس کو نفع نہیں دیا) ندم زید ولم کہنا جائز نہیں ہے۔(۴): جو کتاب میں نہیں وہ یہ ہے کہ لما پر حرف شرط داخل نہیں ہوتا بخلاف لم کے ان لما یضرب کہنا درست نہیں ان لم یضرب کہنا جائز ہے۔

وَاَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْاُوْلٰى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمَّى الْاُوْلٰى شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً ثُمَّ اِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهُ مَاضِيًا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ وَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهُ مَاضِيًا جَازَ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ

ترجمہ:۔اور لیکن کلمات مجازات خواہ حرف ہوں یا اسم پس یہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تا کہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا سبب ہے دوسرے کیلئے اور نام رکھا جاتا ہے اول کا شرط اور دوسرے کا جزاء۔ پھر اگر ہوں شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع تو واجب ہے جزم ان دونوں میں لفظا جیسے ان تکرمنی اکرمک اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو نہیں عمل کریں گے کلمات مجازات ان دونوں میں لفظا جیسے ان ضربت ضربت اور اگر جزاء اکیلے ماضی ہو تو جزم واجب ہے شرط میں جیسے ان تضربنی ضربتک اور اگر شرط اکیلے ماضی ہو تو جائز ہیں جزاء میں دونوں صورتیں جیسے ان جئتنی اکرمک۔

تشریح:۔ترجمہ سے مطلب واضح ہو گیا ہے کہ کلمات شرط اور جزاء خواہ حرف ہوں یا اسم دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں پہلا سبب ہوتا ہے دوسرا مسبب پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہا جاتا ہے پھر اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو دونوں میں لفظا جزم واجب ہے کیونکہ مضارع معرب ہے اس پر جزم آ سکتی ہے جیسے ان تکرمنی اکرمک (اگر تو میری عزت کریگا تو میں بھی تیری عزت کروں گا) اگر شرط اور جزاء دونوں فعل ماضی ہوں تو ان میں لفظی عمل نہیں کریں گے کیونکہ ماضی مبنی ہوتی ہے لفظوں میں عامل کا عمل واثر ظاہر نہیں ہوگا جیسے ان ضربت ضربت (اگر تو مارے گا تو میں بھی ماروں گا) اور اگر صرف جزاء ماضی ہو شرط مضارع

ہوتو شرط میں جزم واجب ہوگی جزاء میں نہیں ہوگی جیسے ان تضربنی ضربتک (اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا) اگر صرف شرط ماضی ہو جزاء مضارع ہوتو اس وقت جزاء میں دونوں صورتیں جائز ہیں ایک جزم دوسری رفع ۔ جزم اس لئے کہ جزاء مضارع معرب ہے جزم کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط پر اس کے ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں تو اس کے تابع ہوکر جزاء میں بھی جزم نہ ہونی چاہیے جیسے ان جئتنی اکرمک (اگر تو میرے پاس آئیگا تو میں تیرا اکرام کروں گا)

وَاعْلَمْ اَنَّه اِذَاکَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًابِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ اَكْرَمْتَنِیْ اَكْرَمْتُکَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ دَخَلَه كَانَ آمِنًاوَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًااَوْمَنْفِيًابِلَاجَازَفِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُاِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْکَ اَوْفَاَضْرِبُکَ وَ اِنْ تَشْتِمْنِیْ لَا اَضْرِبْکَ اَوْفَلَااَضْرِبُکَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَالْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب ہو جزاء فعل ماضی بغیر قد کے تو نہیں جائز فاء اس میں جیسے ان اکرمتنی اکرمتُک (اگر تو میرا اکرام کریگا تو میں بھی تیرا اکرام کروں گا) فرمایا اللہ تعالی نے ومن دخلہ کان آمنا (اور وہ شخص جو داخل ہوا اس بیت اللہ شریف میں تو ہوگا امن والا) اور اگر جزاء ہے فعل مضارع مثبت یا منفی بلا تو جائز ہیں اس میں دونوں وجہیں جیسے ان تضربنی اضربک یا فاضربک (اگر تو مجھے مارے گا تو میں بھی تجھے ماروں گا) اور ان تشتمنی لااضربک یا فلا اضربک (اگر تو مجھے گالی دیگا تو میں تجھے نہیں ماروں گا) اور اگر نہ ہو جزاء ان مذکورہ دوقسموں میں سے کوئی ایک قسم تو پس واجب ہے اس میں فا۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ جزاء پر فا کے داخل ہونے نہ ہونے کی صورتیں بیان کررہے ہیں جب جزاء ماضی بغیر قد ہوتو جزاء پر فا کا داخل کرنا جائز نہیں کیونکہ حرف شرط نے ماضی کے معنی میں اثر کیا ہے کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کردیا ہے لھذا جزاء کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے کسی اور حرف کی ضرورت نہیں جیسے ان اکرمتنی اکرمتُک اکرمتنی شرط ہے اکرمتُک جزاء ہے جس پر فا داخل نہیں دوسری مثال اللہ تعالی کا فرمان ہے ومن دخلہ کان آمنا، دخلہ شرط ہے کان آمنا جزاء ہے جس پر فا داخل نہیں اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی ہولا کے ساتھ اس وقت دو صورتیں جائز ہیں فا کو لانا بھی اور نہ لانا بھی کیونکہ حرف شرط کی تاثیر جیسے ماضی میں تھی کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کردیا اس طرح کی تاثیر مضارع مثبت ومنفی بلا میں نہیں ہے کیونکہ حرف شرط مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کردیگا مگر استقبال والا معنی تو مضارع میں پہلے سے موجود ہے صرف اس نے مختص کردیا ہے تو کوئی اثر نہیں کیا لھذا جزاء کو شرط کیساتھ ربط دینے کیلئے فا کا لانا جائز ہے اور چونکہ کچھ نہ کچھ اثر کیا ہے کہ مستقبل کیساتھ خاص کردیا ہے لھذا فا کا نہ لانا بھی جائز ہے جیسے ان تضربنی اضربک بھی جائز ہے اور فاضربک بھی جائز ہے یہ مضارع مثبت کی مثال ہے مضارع منفی بلا کی مثال جیسے ان تشتمنی لا اضربک یا فلا اضربک ان تشتمنی شرط ہے لا اضربک جزاء ہے جس میں فاء نہیں یا فاء داخل کرکے فلا اضربک کو جزاء بنائیں گے۔

وان لم يكن الجزاء الخ:۔یعنی اگر جزاء ان دو مذکورہ قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو تو اس وقت فا کا داخل کرنا ضروری ہے کیونکہ ان دو قسموں کے علاوہ جو صورت بھی ہو اس میں حرف شرط کی کوئی تاثیر جزاء میں نہیں لھذا جزاء کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے جزاء پر فا کا لانا واجب ہوگا۔

وَذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُولٰی اَنْ یَّکُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِیًا مَعَ قَدْ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَہٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِیَۃُ اَنْ یَّکُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِیًّا بِغَیْرِ لَا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَالثَّالِثَۃُ اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا وَالرَّابِعَۃُ اَنْ یَکُوْنَ جُمْلَۃً اِنْشَائِیَّۃً اِمَّا اَمْرًا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاِمَّا نَھْیًا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ

ترجمہ:۔اور یہ چار صورتوں میں ہے اول یہ کہ ہو جزاء ماضی قد کے ساتھ جیسے قول ہے اللہ تعالی کا ان یسرق الخ (اگر اس نے چوری کی تو پس چوری کی تھی اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے) دوسری یہ کہ ہو جزاء مضارع منفی بغیر لا کے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے ومن یبتغ الخ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کریگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا) اور تیسری یہ کہ ہو جزاء جملہ اسمیہ جیسے قول ہے اللہ تعالی کا من جاء الخ (جو شخص ایک نیکی لائیگا پس اس کیلئے دس گنا نیکیاں ہونگی) اور چوتھی یہ ہے کہ ہو جزاء جملہ انشائیہ یا امر ہو جیسے اللہ تعالی کا قول ہے قل ان کنتم الخ (اے محمد ﷺ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالی کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروری کرو) یا نہی ہو جیسے اللہ تعالی کا قول ہے فان علمتموھن مؤمنات الخ (اگر تم ان عورتوں کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ)۔

تشریح:۔یعنی جزاء کے مذکورہ دو قسموں میں سے کسی قسم پر نہ ہونے کی چار صورتیں ہیں اول:۔یہ کہ جزاء ماضی قد کے ساتھ ہو خواہ قد ملفوظ ہو جیسے ان یسرق الخ اس میں ان یسرق شرط ہے فقد سرق الخ جزاء ہے جو قد کے ساتھ ہے اور قد ملفوظ ہے اس پر فا ربط کیلئے داخل ہے یا قد مقدر ہو جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فصدقت اصل میں فَقَدْ صدقت تھا (اگر اس کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ زلیخا سچی ہے) ان کان الخ شرط فصدقت جزاء ہے اس میں قد مقدر ہے اس پر بھی فا موجود ہے۔دوم:۔یہ کہ جزاء مضارع منفی بغیر لا کے ہو یعنی منفی بما یا بلن ہو البتہ منفی بلم نہ ہو کیونکہ وہ باعتبار معنی کے ماضی بن جاتا ہے جیسے ومن یبتغ غیر الاسلام الخ اس میں من یبتغ غیر اسلام دینا شرط ہے فمن یقبل منه جزاء ہے یہ مضارع منفی بلن کی مثال ہے جس پر فا داخل ہے۔سوم:۔یہ کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے من جاء بالحسنة الخ اس میں من جاء بالحسنة شرط ہے فله عشر امثالها جزاء ہے جو جملہ اسمیہ ہے جس پر فا جزائیہ داخل ہے۔چہارم: یہ کہ جزاء

جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰه شرط ہے فاتبعونی جزاء ہے جو امر ہے جس پر فا جزائیہ داخل ہے یا نہی ہو جیسے فان علمتموهن الخ فان علمتموهن مؤمنات شرط ہے فلا ترجعوهن الی الكفار جزاء ہے جو نہی ہے جس پر فاء جزائیہ داخل ہے۔ [1]

وَ قَدْ يَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْن

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی واقع ہوتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فا کی جگہ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وان تصبهم الخ۔

فائدہ: ان صورتوں کے علاوہ جب جزاء مضارع مثبت سین یا سوف کے ساتھ ہو تو اس پر بھی فا کا آنا ضروری ہے ان صورتوں میں اسلئے فا کا آنا ضروری ہے کہ حرف شرط ان صورتوں میں نہ تو معنیً عمل کرتا ہے کیونکہ وہ ان کو استقبال کے معنی میں نہیں کرتا اور نہ لفظاً عمل کرتا ہے کیونکہ ان کو جزم نہیں دیتا لھذا جزاء پر فا ضروری ہے تاکہ وہ ان سب صورتوں کے جواب و جزاء شرط ہونے پر دلالت کریں ضابطہ یہ ہے کہ جہاں حرف شرط جزاء میں بالکل اثر نہ کرے تو وہاں جزاء پر فا کا لانا واجب ہے۔ اور جہاں حرف شرط جزاء میں کچھ اثر کرے اور کچھ نہ کرے تو وہاں جزاء پر فاء کا لانا جائز ہے۔ اور جہاں حرف شرط جزاء میں پورا پورا اثر کرے وہاں جزاء پر فاء لانا جائز نہیں ہے۔

تشریح: یعنی کبھی فا کی جگہ اذا مفاجاتیہ آ جاتا ہے جب کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے قول باری تعالیٰ ہے وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم اذاهم يقنطون (اور اگر ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے گناہوں کے سبب سے ہے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں تو وہ اچانک ناامید ہو جاتے ہیں) اس میں اذا هم يقنطون جزاء جملہ اسمیہ ہے جس پر فاء کی بجائے اذا مفاجاتیہ داخل ہے وجہ یہ ہے کہ اذا مفاجاتیہ میں بھی فاء کا معنی پایا جاتا ہے۔

وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِيْ هِيَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْيُ نَحْوُ لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا

ترجمہ و تشریح:۔گزشتہ عبارت میں معلوم ہو چکا ہے کہ فعل مضارع اِن شرطیہ مقدرہ کی وجہ سے بھی مجزوم ہوتا ہے اب مصنفؒ یہاں سے اس کا بیان کر رہے ہیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ اِن شرطیہ اپنی شرط سمیت پانچ افعال کے بعد مقدر کیا جاتا ہے (۱) امر کے بعد جیسے تعلم تنج یعنی ان تتعلم تنج (تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا)

---

[1] جملہ انشائیہ کی چند قسمیں اور بھی ہیں مثلاً استفہام ہو جیسے حضور ﷺ کا فرمان ہے ان ترکتنا فمن یرحمنا (اگر آپ ہم کو چھوڑ دیں گے تو کون ہم پر رحم کریگا) اس میں ان ترکتنا شرط ہے فمن یرحمنا جزاء ہے جو استفہام ہے جس پر فا جزائیہ داخل ہے خواہ دعا ہو جیسے ان اکرمتنا فیرحمک اللہ (اگر تو ہمارا اکرام کریگا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے) اس میں ان اکرمتنا شرط ہے فیرحمک اللہ جزاء ہے جو دعا ہے جس پر فا جزائیہ داخل ہے۔

(۲) نہی کے بعد جیسے لا تکذب یکن خیرا لک یعنی لا تکذب ان لا تکذب یکن خیرا لک (جھوٹ مت بول اگر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا) (۳) استفہام کے بعد جیسے ھل تزورنا نکرمک یعنی ھل تزورنا ان تزرنا نکرمک (کیا تو ہماری زیارت کریگا اگر تو ہماری زیارت کریگا تو ہم تیری عزت کریں گے) (۴) تمنی کے بعد جیسے لیتک عندی اخدمک یعنی لیتک عندی ان تکن عندی اخدمک (کاش تو میرے پاس ہوتا اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا) (۵) عرض کے بعد جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا یعنی الا تنزل بنا ان تنزل بنا تصب خیرا (کیوں نہیں اترتے آپ ہمارے پاس اگر آپ اترتے ہمارے پاس تو آپ پہنچتے بھلائی کو)

فائدہ:۔ ہمزہ استفہام اگر نفی پر داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس لئے شرط مثبت نکالی گئی۔

وبعد النَّفيِ فِيُ بَعُضِ الْمَوَاضِعِ نَحُوُ لا تَفْعَلُ شَرًّا يَكُنُ خَيْرً الَّکَ

ترجمہ وتشریح:۔ اور نفی کے بعد ان شرطیہ مقدر کیا جاتا ہے بعض جگہوں میں جیسے لا تفعل شرا نفی ہے اس کے بعد ان شرط سمیت مقدر ہے اصل میں تھا ان لا تفعل شرا یکن خیرا لک ۔[1]

وَذٰلِکَ اِذَا قُصِدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِیُ کَمَا رَأَیْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ فَاِنَّ مَعْنٰی قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنُجُ هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنُجُ وَکَذٰلِکَ الْبَوَاقِیُ فَلِذٰلِکَ اِمْتَنَعَ قَوْلُکَ لَا تَکْفُرْ تَدْ خُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِیَّةِ اِذْ لَایَصِحُّ اَنْ یُّقَالَ اِنْ لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ

ترجمہ وتشریح:۔ اشیاء مذکورہ کے بعد ان شرطیہ کا مقدر کرنا اس وقت ہے جب یہ قصد کیا جائے کہ اول ثانی کیلئے سبب ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں مثالوں میں پس ہمارے قول تعلم تنج کا معنی یہ ہے کہ ان تتعلم تنج (اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) اب سیکھنا نجات کا سبب ہے۔ اسی طرح باقی مثالیں پس اسی وجہ سے ممتنع ہے تیرا قول لا تکفر تدخل النار (کفر مت کر داخل ہو جائے گا نار میں) بوجہ ممتنع ہونے سببیت کے یعنی چونکہ ان کے مقدر کرنے کی یہ شرط ہے کہ اول ثانی کیلئے سبب ہو یہ مثال ناجائز ہے اگر چہ لا تکفر نہی ہے کیونکہ اس کی اصل عبارت بن جائے گی لا تکفر ان لا تکفر تدخل النار (کفر مت کر اگر تو کفر نہیں کرے گا تو جہنم میں داخل ہو جائے گا) یہ معنی فاسد ہے کیونکہ کفر نہ کرنا تو دخول جنت کا سبب ہے نہ کہ دخول نار کا لیکن بعض کے ہاں عرف عام میں یہ معنی ہوتا ہے لا تکفر ان تکفر تدخل النار (کفر نہ کر اگر کفر کرے گا تو جہنم میں داخل ہو جائے گا) اگر یہ معنی ہوں تو پھر یہ معنی صحیح ہے۔

---

[1] تنبیہ: مگر نفی کے بعد ان مقدر ہونے والی بات غالباً سہو سے درج ہوگئی حقیقت یہ ہے کہ نفی کے بعد ان مقدر نہیں ہوتا کیونکہ نفی خبر محض ہے اس میں طلب کے معنی نہیں ہوتے اور ان وہاں مقدر ہوتا ہے جہاں طلب کے معنی ہوں۔

وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ وَهُوَ صِيغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ

ترجمہ وتشریح: فعل کے اقسام میں سے تیسری قسم امر ہے لغوی معنی حکم کرنا نحویوں کی اصطلاح میں امر کا لفظ امر غائب امر حاضر و متکلم تینوں پر بولا جاتا ہے خواہ معروف ہوں یا مجہول لیکن امر حاضر معروف کو الامر بالصیغۃ کہتے ہیں اور باقیوں کو الامر بالحرف کہتے ہیں یعنی لام امر کی وجہ سے امر ہیں۔

ھو صیغۃ الخ: تعریف:۔ امر حاضر معروف وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے تعریف میں لفظ صیغۃ جنس ہے معرّف وغیر معرّف سب کو شامل ہے۔ یطلب بھا فصل اول ہے اس سے ماضی، مضارع خارج ہو گئے کیونکہ ان میں طلب نہیں ہے الفعل دوسرا فصل ہے اس سے نہی خارج ہو گئی کیونکہ اس میں ترک فعل کو طلب کیا جاتا ہے۔ من الفاعل تیسرا فصل ہے اس سے امر مجہول خارج ہو گیا کیونکہ اس میں فاعل سے نہیں بلکہ مفعول سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے۔ المخاطب چوتھا فصل ہے اس سے امر غائب معروف اور امر متکلم معروف خارج ہو گئے کیونکہ ان میں فاعل غائب یا متکلم سے فعل طلب کیا جاتا ہے نہ کہ فاعل مخاطب سے۔

بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ سَاكِنًا زِدْتَّ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهُ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ امر حاضر معروف کے بنانے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ بایں طور کہ حذف کیا جائے مضارع سے حرف مضارعت پھر دیکھا جائے پس اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف ساکن ہے تو زیادہ کرے گا تو ہمزہ وصلی (تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے) اور ہمزہ وصلی مضموم ہوگا اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہے (یعنی عین کلمہ مضموم ہے) جیسے تنصر سے اُنصُر اور مکسور ہوگا اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہے جیسے تَعْلَم سے اِعْلَم تَضْرِب سے اِضْرِب تستخرج سے استخرج۔

وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَا حَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ

ترجمہ وتشریح: اور اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف متحرک ہے تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں کیونکہ ابتداء بالسکون لازم نہیں آتا جیسے تعد سے عد تحاسب سے حاسب اور امر باب افعال کا قسم ثانی سے ہے یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال:۔ آپ کا یہ دعوی کہ اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصلی لائیں گے پھر عین کلمہ مضموم تو مضموم لائیں گے ورنہ مکسور یہ دعوی غلط ہے کیونکہ باب افعال میں تُکرِم سے حرف مضارعت کو حذف کیا تو بعد والا حرف ساکن تھا عین کلمہ کے مکسور ہونے کی وجہ سے ہمزہ مکسور ہونا چاہئے تھا حالانکہ اکرم امر کا ہمزہ مفتوح ہے۔ جواب:۔ باب افعال کا امر یہ دوسری قسم سے ہے کیونکہ جب امر بنانے لگے تو تکرم کو اپنی اصل کی طرف لوٹایا اصل میں تاکرم تھا واحد متکلم أاُکرِمُ میں خلاف قیاس دوسرے ہمزہ

کوحذف کیاتو پھر سب صیغوں سے حذف کردیا مگر جب امر بنائیں گے تو ہمزہ لوٹ آئے گا تـــا کــرم سے امر بنائیں گے حرف مضارعت حذف کیاتو مابعد متحرک تھا آخر میں وقف کیاتو اکرم بن گیاتو یہ ہمزہ وصلی نہیں بلکہ قطعی ہے۔

وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاِضْرِبْ وَاغْزُ وَارْمِ وَاسْعَ وَاضْرِبَا وَاضْرِبُوْ وَاضْرِبِيْ

ترجمہ وتشریح:۔اور وہ امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے اور علامت جزم صیغہ مفرد صحیح میں سکون ہے جیسے اضــرب اور ناقص واوی اور الفی میں حرف علت کا گرجانا جیسے تغزو سے اغزاور ترمی سے ارم تسعی سے اسع۔تثنیہ،جمع،واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں نون اعرابی کا گرنا ہے جیسے تضربان سے اضربا تضربون سے اضربوا تضربين سے اضربی۔

فَصْل فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُه وَاُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَه وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ

ترجمہ وتشریح:۔فعل اس مفعول کا جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا۔مصنفؒ فعل کی تین قسمیں ماضی،مضارع،امر کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے فعل کی دوسری تقسیم کی دوقسموں (فعل معروف اور فعل مجہول) میں سے فعل مجہول کی تعریف کر رہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو اور وہ مختص ہے متعدی کے ساتھ یعنی فعل لازمی سے فعل مجہول نہیں بنتا۔

وَعَلَامَتُه فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُه مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَمَا قَبْلَ اٰخِرِه مَكْسُوْرًا فِي الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَتْ فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَلَا تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَدُحْرِجَ وَاُكْرِمَ

ترجمہ وتشریح:فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا اول حرف مضموم ہو فقط اور آخر کا ماقبل مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی اور تاءزائدہ نہیں جیسے ضُــرِب ثلاثی مجرد سے ماضی مجہول کی مثال ہے دحرج رباعی مجرد سے ماضی مجہول کی مثال ہے اکرم ثلاثی مزید سے ماضی مجہول کی مثال ہے یہ تبدیلی اس لیے ہے تاکہ فعل معروف ومجہول میں امتیاز ہوجائے۔

وَاَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُه وَثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَمَاقَبْلَ آخِرِه كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِه تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ

ترجمہ وتشریح:۔اس کا عطف پہلے ان یکون پر ہے اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جنکے شروع میں تاءزائدہ ہے جیسے تــفــضـــل باب تفعل کی ماضی مجہول تـضــوزب باب تفاعل کی ماضی مجہول ہے تـدحـرج باب تفعلل کی ماضی مجہول ہے۔[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُه وَثَالِثُه مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ آخِرِه كَذٰلِكَ فِيْ مَا فِيْ اَوَّلِه هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَاُقْتُدِرَ

ترجمہ وتشریح:۔اس کا عطف بھی پہلے ان یـکـون پر ہے یا دوسرے ان یـکـون پر اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ

ماضی کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے جیسے استخرج باب استفعال کی ماضی مجہول ہے اقتدر باب افتعال کی ماضی مجہول ہے۔ [۲]

وَالْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِنْ لَّمْ تُدْرَجْ

ترجمہ: اور ہمزہ تابع ہوتا ہے حرف مضموم کے اگر درج کلام میں آ کر گرے نہیں۔

تشریح:۔ یعنی ہمزہ وصلی ماضی مجہول میں باعتبار حرکت کے حرف مضموم کے تابع ہے نہ کہ حرف مکسور کے یعنی ہمزہ وصلی حرف مضموم کے تابع ہو کر مضموم ہوتا ہے اگر چہ ہمزہ وصلی ساکن کو حرکت کسرہ دینا اصل ہے لیکن کسرہ دیتے ہیں تو کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آ جائیگا اور عرب کے ہاں یہ مکروہ ہے اگر چہ ہمزہ وصلی اور حرف مضموم جو تیسرے نمبر پر ہے ان کے درمیان حرف ساکن ہے مگر حرف ساکن کا درمیان میں ہونا یا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ حرف ساکن ایک مردہ حرف ہے تو اسوقت کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آ جاتا ہے لھذا ہمزہ وصلی اگر مذکور ہے درج کلام میں آ کر گرا نہیں تو مضموم ہی ہوگا جیسے استخرج اقتدر وغیرہ۔

وَفِی الْمُضَارِعِ اَنْ يَّكُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ يُضْرَبُ وَيُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِیْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَالْاِفْعَالِ وَالتَّفْعِيْلِ وَ الْفَعْلَلَةِ وَمُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِيَةِ فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِيْهَا فَتْحُ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ يُحَاسَبُ وَيُدَحْرَجُ

ترجمہ:۔ اور مضارع میں علامت مجہول یہ ہے کہ ہوتا ہے حرف مضارعت مضموم اور آخر کا ماقبل مفتوح جیسے یضرب و یستخرج مگر باب مفاعلہ افعال تفعیل فعللہ اور اس کے آٹھ ملحقات پس تحقیق ان میں علامت حرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یحاسب و یدحرج۔

تشریح:۔ اس کا عطف فی الماضی پر ہے یعنی فعل مجہول کی علامت مضارع میں یہ ہے کہ حرف مضارعت مضموم ہوتا ہے اور آخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے یضرب و یستخرج وغیرہ یہ علامت سب ابواب میں ہے سوا چار بابوں کے مفاعلہ افعال تفعیل فعللہ اور فعللہ کے سات ملحقات کیونکہ ان میں علامت صرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے کیونکہ معلوم و مجہول دونوں میں حرف مضارعت مضموم ہی ہوتا ہے جیسے یحاسب یکرم یصرف یدحرج آخر کے ماقبل کا فتحہ اس لئے ہے تا کہ معروف و

(حاشیہ سابقہ صفحہ) [۱] فائدہ:۔ یہاں اگر صرف پہلے حرف کو ضمہ دیتے تو باب تفعل کی ماضی مجہول کا باب تفعیل کے مضارع معروف سے اور تفاعل کی ماضی مجہول کا باب مفاعلہ کے مضارع معروف سے اور باب تفعلل کی ماضی مجہول کا فعللہ کے مضارع معروف سے التباس ہو جاتا۔

[۲] فائدہ:۔ اس میں تیسرے حرف کو ضمہ دیا کیونکہ اگر صرف پہلے حرف کو ضمہ دیں تو حالت وقف میں ماضی مجہول کا اسی باب کے امر کے ساتھ التباس ہوگا کیونکہ ہمزہ وصلی درمیان میں گر جاتا ہے جیسے ثم استخرج اس وقت یہ معلوم نہیں ہوگا کہ یہ امر حاضر ہے یا ماضی مجہول۔

مجہول میں امتیاز ہوجائے فعللہ کے ملحقات یہ باب ہیں جلبب قلنس جورب سرول شریف حیعل قلسی۔
فائدہ:۔فعللۃ کے ملحقات سات ہیں مصنف کا ثمانیۃ کہنا سہو کاتب ہے۔

وَفِیُ الْاَجُوَفِ مَاضِیِهٖ قِیُلَ وَبِیُعَ وَبِالْاِشْمَامِ قِیُلَ وَبِیُعَ وَبِالْوَاوِ قُوُلَ وَبُوُعَ

ترجمہ:اوراجوف میں یعنی اس کی ماضی مجہول میں قیل بیع ہے اوراشمام کے ساتھ قیل بیع اور واؤ کے ساتھ قول بوع ہے
تشریح:۔یعنی اجوف کی ماضی مجہول خواہ اجوف واوی ہو یا یائی ہو جس کو معتل العین واوی یا یائی بھی کہتے ہیں اس میں افصح لغت کی بنا پر قیل و بیع ہے اصل میں قول وبیع تھے واؤ اور یا کا کسرہ نقل کر کے ماقبل کو دیا ماقبل کا ضمہ دور کر دیا گیا پھر قول میں میعاد والا قانون جاری کیا تو قیل اور بیع ہوے۔دوسری صورت:۔اشمام ہے اشمام سے مراد یہ ہے کہ فاکلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف اور عین کلمہ جو یاء ہے اس کو تھوڑا سا واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھنا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں فاکلمہ مضموم ہے۔ تیسری صورت:۔واؤ ساکنہ کے ساتھ قول بوع جو اصل میں قول بیع تھے واؤ اور یاء کی حرکت کو حذف کر دیا گیا پھر بیع میں بوسر والا قانون جاری کیا توقول اور بوع ہوئے۔

وَكَذٰلِکَ بَابُ اُخْتِیُرَ وَانُقِیُدَ دُوْنَ اُسْتُخِیُرَ وَاُقِیُمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِیُهِمَا

ترجمہ:اوراسی طرح باب اختیر انقید میں نہ کہ استخیر واقیم میں بوجہ گم ہونے فعل کے ان دونوں میں
تشریح:۔یعنی جس طرح اجوف کے ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول میں تین صورتیں ہیں اسی طرح اجوف کے باب افتعال اور انفعال کی ماضی مجہول میں بھی تین صورتیں جاری ہوسکتی ہیں کیونکہ اول دوحرفوں کو ہٹا دیں تو فعل کا وزن تیار ہو جاتا ہے تو یہ فعل حکمی ہے اختیر سے تیر انقید سے قید قیل بیع کی طرح ہیں لھذا ان کو تین طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن اجوف کے باب استفعال اور افعال کی ماضی مجہول میں یہ تین صورتیں جاری نہیں ہوسکتیں ان میں سے صرف اول صورت جاری ہوگی کیونکہ ان میں حرف علت کا ماقبل اصل کے اعتبار سے ساکن ہے اصل میں استخیر اقوم تھے ان میں فعل کا وزن نہیں پایا جاتا۔

وَفِیُ مُضَارِعِهٖ تُقْلَبُ الْعَیُنُ اَلِفاً نَحُوُ یُقَالُ وَیُبَاعُ كَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِیُفِ مُسْتَقْصًی

ترجمہ وتشریح:اوراجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جائیگا خواہ عین کلمہ میں واؤ ہو یا یاء ہو جیسا کہ علم صرف میں پورے طریقے پر آپ پہچان چکے ہیں چنانچہ یقول کو یقال اور یبیع کو یباع پڑھا جائیگا۔

فَصْلٌ اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَهُوَ مَا یَتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰی مُتَعَلِّقٍ غَیُرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَهُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَقَامَ

ترجمہ:۔فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ ہے کہ موقوف ہو اس کا معنی سمجھنا ایسے متعلق پر جو فاعل کا غیر ہے جیسے ضرب اور یا لازم ہوگا اور وہ

وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے قعد وقام۔

تشریح:۔ یہاں سے فعل کی ایک اور تقسیم کر رہے ہیں فعل کی دو قسمیں ہیں لازمی اور متعدی متعدی وہ ہے کہ اسکے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق خاص پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہے اور مراد متعلق خاص سے مفعول بہ ہے جیسے ضرب اس کے معنی کا سمجھنا فاعل یعنی ضارب پر بھی موقوف ہے اور اس کے علاوہ مفعول بہ یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے اور لازمی وہ ہے جو متعدی کے خلاف ہو یعنی اس کے معنی کا سمجھنا صرف فاعل پر موقوف ہو متعلق یعنی مفعول بہ کی ضرورت نہ ہو جیسے قعد قام قعود قیام کیلئے صرف قاعد وقائم چاہیے مفعول بہ کی ضرورت نہیں۔

وَالْمُتَعَدِّیْ قَدْ یَکُوْنُ اِلٰی مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ کَضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا وَاِلٰی مَفْعُوْلَیْنِ کَاَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًوا دِرْھَمًا وَیَجُوْزُ فِیْہِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰی اَحَدِ مَفْعُوْلَیْہِ کَاَعْطَیْتُ زَیْدًا اَوْ اَعْطَیْتُ دِرْھَمًا بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰی ثَلَاثَۃِ مَفَاعِیْلَ نَحْوُ اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا عَمْرًوا فَاضِلًا وَمِنْہُ اَرٰی وَاَنْبَأَ وَنَبَّأَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ

ترجمہ:۔اور متعدی کبھی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب زید عمروا اور دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطی زیدا عمروا درھما اور جائز ہے اس میں اکتفاء کرنا دو مفعولوں میں سے ایک پر جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درھما بخلاف باب علمت کے۔اور تین مفعولوں کی طرف جیسے اعلم اللّٰہ زیدا عمروا فاضلا اور اسی قسم سے ہے اری الخ۔

تشریح:۔ فعل متعدی کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمرا اور کبھی دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطی زید عمروا درھما (دیا ہے زید نے عمرو کو درہم) عمروا پہلا مفعول درھما دوسرا مفعول ہے دوسری مثال علمت زیدا فاضلا (میں نے زید کو فاضل جانا) زیدا مفعول اول ہے فاضلا مفعول ثانی ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں اول مفعول کا مصداق اور ہے اور دوسرے مفعول کا مصداق اور ہے دونوں ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔جبکہ دوسری مثال میں زیدا اور فاضلا دونوں مفعولوں کا مصداق ایک ہے۔

ویجوز فیہ الخ:۔ باب اعطیت میں (یعنی اس فعل میں جس کے دونوں مفعولوں کا مصداق ایک دوسرے کے مغایر ہو) دو مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز ہے یعنی ایک کو حذف کر کے ایک کو ذکر کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدا کہنا بھی جائز ہے اور اعطیت درھما کہنا بھی جائز ہے بخلاف باب علمت کے (یعنی وہ باب جس کے دونوں مفعولوں کا مصداق ایک ہو) اس میں ایک مفعول پر اکتفاء کرنا جائز نہیں اگر حذف کرنا ہے تو دونوں کو کریں گے اور اگر ذکر کرنا ہے تو دونوں کو کریں گے ایک کو حذف کرنا اور ایک کو ذکر کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ حقیقت میں مبتدأ خبر ہوتے ہیں اور مبتدأ کیلئے خبر کا ہونا اور خبر کے لئے مبتدأ کا ہونا ضروری ہے لھذا فقط علمت زیدا کہنا یا علمت فاضلا کہنا جائز نہیں ہے اور فعل کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدا عمروا فاضلا (اللہ تعالی نے زید کو جنوایا بتلایا کہ عمرو فاضل ہے) اور اسی قسم سے اری انبأ وغیرہ ہیں۔

وَهٰذِهِ السَّبْعَةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاٰخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِيْ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا وَالثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِيْ عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا خَيْرَ النَّاسِ

ترجمہ:۔اوران ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخری دونوں کے ساتھ باب اعطیت کے دونوں مفعولوں کی مانند ہےان دو میں سے کسی ایک پراکتفاءکرنے کے جواز میں کہے گا تواعلم اللّٰہ زیدا اوردوسرامفعول تیسرے کے ساتھ باب علمت کے دومفعولوں کی مانند ہےان دومیں سے کسی ایک پراکتفاءکرنے کےعدم جواز میں پس نہیں کہے گا تواعلمت زیدا خیر الناس بلکہ کہے گا تو اعلمت زیدا عمروا خیرالناس۔

تشریح:۔یعنی ان ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخری دونوں کے ساتھ باب اع‍طیت کے دومفعولوں کی مثل ہے جس طرح باب اعطیت میں ایک مفعول پراکتفاءکرنا جائز ہے اسی طرح یہاں بھی اول اورآخری دو میں سے کسی پراکتفاءکرنا جائز ہے اول کوذکر کریں آخری دونوں کوحذف کردیں یا آخری دونوں کوذکرکریں اوراول کوحذف کردیں جائز ہےاور دوسرا اور تیسرامفعول آپس میں ایسے ہی ہیں جیسے باب علمت کے دومفعول۔جیسے باب علمت میں ایک پڑاکتفاءکرنا جائزنہیں یہاں بھی دوسرے تیسرے میں سے کسی ایک پراکتفاء کرنا جائزنہیں یا آخری دونوں کوذکرکریں گے یادونوں کوحذف کریں گےلھذا یہ کہنا جائزنہیں اعلمت زیدا خیر الناس بلکہ یوں کہاجائیگااعلمت زیدا عمروا خیرالناس (میں نے زیدکوجنوایا،بتلایا کہ عمرولوگوں میں سے سب سےاچھاہے)

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَأَيْتُ وَ وَجَدْتُ وَ زَعَمْتُ وَهِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا

ترجمہ:۔افعال قلوب علمت الخ ہیں اوروہ افعال مبتدأاورخبر پرداخل ہوتے ہیں پس ان دونوں کونصب دیتے ہیں مفعول ہونے کی بنا پرجیسے علمت زیدا عالما(جاناہے میں نے کہ زید عالم ہے)

تشریح:۔تتبع تلاش کرنے۔سے معلوم ہوا کہ افعال قلوب سات ہیں چونکہ ان کا صدور ظاہری اعضاء سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے ہوتا ہے اس لئے ان کوافعال قلوب کہاجاتا ہےان کوافعال یقین وشک بھی کہاجاتا ہے کیونکہ بعض ان میں سے شک کیلئے آتے ہیں اوربعض یقین کیلئے علمت رأیت وجدت یقین کیلئےاور ظننت حسبت خلت شک کیلئے آتے ہیں اورزعمت مشترک ہےکبھی یقین اورکبھی شک کیلئے آتا ہے(شک سے مرادظن ہے یعنی غالب گمان ورنہ شک میں تو دونوں طرفیں برابرہوتی ہیں اوران افعال میں سے کوئی بھی اس معنی کے اعتبار سے شک کیلئے نہیں آتا) یہ افعال مبتدأخبر پرداخل ہوتے ہیں اوران کو بنابرمفعولیت کے نصب دیتے ہیں جیسے علمت زیدا عالمامیں زید عالم مبتدأخبر تھےاب علمت کے دومفعول ہوگئے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصَّ مِنْهَا اَنْ لَّا تُقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ فَلَا تَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْدًا

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق ان افعال کیلئے چند خاصے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انکے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کیا جاتا بخلاف باب اعطیت کے پس نہیں کہا جائیگا علمت زیدا۔

تشریح: خواص جمع ہے خاصۃ کی خاصہ شئی کا وہ ہے جو اس میں پایا جائے اور اسکے غیر میں نہ پایا جائے تو افعال قلوب کے چند خواص ہیں ایک وہ ہے جو گزر چکا کہ دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز نہیں وجہ اور تفصیل گزر چکی ہے۔

وَمِنْهَا جَوَازُ الْإِلْغَاءِ إِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ

ترجمہ:۔ان خواص میں سے ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنے کا جواز ہے جب یہ درمیان میں آ جائیں یا مؤخر ہو جائیں۔

تشریح:۔یعنی افعال قلوب کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنا جائز ہے جب کہ یہ افعال دو مفعولوں کے درمیان میں واقع ہوں جیسے زید ظننت قائم یا دونوں سے مؤخر ہوں جیسے زید قائم ظننت۔

فائدہ:۔افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں لھذا ان کے دونوں مفعول اگر مؤخر ہونگے تو یقیناً عمل کریں گے لیکن افعال قلوب ان کے درمیان میں آ گئے یا مؤخر ہو گئے تو ضعف کی وجہ سے عمل باطل کرنا بھی جائز ہے اور عمل دینا بھی جائز ہے کیونکہ ان کی ذات میں عمل کی قوت موجود ہے لھذا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں وسط کی صورت میں عمل دینا اولی ہے اور مؤخر ہونے کی صورت میں عمل کو باطل کرنا اولی ہے۔بعض کے ہاں دونوں صورتیں مساوی ہیں۔[1]

وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ إِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ

ترجمہ:۔اور ان خواص میں سے ہے کہ ان کو معلق کیا جاتا ہے جب واقع ہوں استفہام سے پہلے یا نفی سے پہلے یا لام ابتداء سے پہلے۔

تشریح: یعنی افعال قلوب کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے لیکن معنیً عمل کرتے ہیں یہ اس وقت ہوتا ہے جب افعال قلوب استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عندك ام عمرو (میں نے جانا ہے کہ کیا زید تیرے پاس ہے یا عمرو) یا حرف نفی سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت مازید فی الدار (میں نے جانا ہے کہ زید گھر میں نہیں ہے) یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لزید منطلق (میں نے جانا ہے کہ البتہ زید چلنے والا ہے) ان تینوں صورتوں میں افعال قلوب کے عمل کو باعتبار لفظ کے باطل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ تینوں چیزیں صدارت کلام کو چاہتی ہیں اور افعال قلوب کو عمل دینے کی صورت میں انکی صدارت فوت ہو جاتی ہے لھذا ان کا عمل لفظاً باطل ہو جائیگا لیکن باعتبار معنی کے عمل کریں گے جیسا کہ معنی کرنے سے

---

[1] فائدہ:۔ابطال عمل کی صورت میں یہ افعال قلوب مصدر کے معنی میں ہو کر ظرف ہونگے جیسے زید ظننت قائم کا معنی ہوگا زید فی ظنی قائم (زید میرے گمان میں کھڑا ہونے والا ہے) اور زید قائم ظننت کا معنی ہوگا زید قائم فی ظنی فی ظنی جار مجرور ظرف لغو متعلق قائم کے ہوگا دونوں صورتوں میں۔

واضح ہو جاتا ہے۔ [1]

وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتَكَ فَاضِلاً

ترجمہ: اوران خواص میں سے یہ ہے کہ تحقیق قصہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ انکا فاعل اور مفعول دوضمیریں شی واحد کیلئے ہوں

تشریح :۔یعنی افعال قلوب کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں یہ بات جائز ہے کہ انکا فاعل اور مفعول یہ اول دونوں ضمیر متصل ایک شیٔ کیلئے ہوں یعنی صرف متکلم کیلئے یاصرف مخاطب کیلئے یاصرف غائب کیلئے ہوں جیسے علمتنی منطلقا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا) اس میں فاعل اور مفعول اول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شیٔ واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹتی ہیں یعنی دونوں کا مصداق متکلم ہے اور جیسے ظننتک فاضلا (تونے اپنے آپ کو فاضل گمان کیا) اس میں فاعل اور مفعول اول دونوں مخاطب کی ضمیریں ہیں جو متصل ہیں اور شیٔ واحد یعنی مخاطب ہی ان کا مصداق ہے۔ علمه مُنطَلِقًا (اس نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا) اس میں فاعل ومفعول اول دونوں کا مصداق غائب ہے۔

فائدہ:۔افعال قلوب کے علاوہ دوسرے افعال میں اس طرح جائز نہیں جیسے ضربتنی (میں نے اپنے آپکو مارا) یہ ناجائز ہے بلکہ فاعل اور مفعول کے درمیان لفظ نفس کا فاصلہ ضروری ہے جیسا کہ تنازع فعلین کی بحث میں گزرا مثال مذکور میں یوں کہیں گے ضربت نفسی ۔ [2]

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ رَاَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلاً وَاحِدًا فَقَط فَلَا تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ شان یہ ہے کبھی کبھی ظننت اتھمت کے معنی میں اور علمت عرفت کے معنی میں اور أیت ابصرت کے معنی میں اور وجدت اصبت الضالة کے معنی میں ہوتا ہے پس اس وقت یہ مفعول واحد کو نصب دیں گے پس نہیں ہونگے اس وقت افعال قلوب میں سے۔

تشریح :۔یعنی افعال قلوب میں سے بعض کیلئے یقین اور شک کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے یہ صرف ایک مفعول کی

---

[1] فائدہ:۔لفظاً عمل کو باطل کرنا اور معنی ان کو عمل دینا اس کو تعلیق کہا جاتا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے تعلق کا لفظ بولا جس کا یہی مطلب ہے کہ لفظاً عمل باطل مگر معنی باطل نہیں گویا یہ افعال قلوب اس وقت زن معلقہ کے مشابہ ہیں۔

[2] فائدہ:۔افعال قلوب میں یہ جائز ہے کیونکہ افعال قلوب کا مفعول حقیقت میں دوسرا مفعول ہے پہلا مفعول تو دوسرے مفعول کیلئے محض تمہید ہے لھذا اگر فاعل اور مفعول اول کی دو ضمیروں کا مصداق ایک ہوتو فاعل اور حقیقی مفعول میں اتحاد لازم نہیں آتا۔ بخلاف دوسرے افعال کے کہ ان میں فاعل ومفعول کا اتحاد لازم آئیگا لھذا نفس سے فاصلہ ضروری ہے۔

طرف متعدی ہوتے ہیں اوراس وقت وہ افعال قلوب سے نہیں ہوتے کیونکہ اس وقت ان کا تعلق قلب سے نہیں ہوتا جیسے ظننت بمعنی اتھمت ہوکرایک مفعول کو چاہے گا جیسے ظننت زیدا (میں نے زید پر تھمت لگائی) اور جیسے علمت بمعنی عرفت (میں نے پہچانا) اور رأیت بمعنی ابصرت (میں نے آنکھ سے دیکھا)

فائدہ:۔ رؤیت کی دوقسمیں ہیں (۱) رؤیت قلبی اس وقت یہ افعال قلوب میں سے ہوکر متعدی بدو مفعول ہوگا (۲) رؤیت بصری (آنکھ سے دیکھنا) اس وقت یہ متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے رأیت زیدا ای ابصرت زیدا (میں نے زید کو آنکھ سے دیکھا) اور جیسے وجدت بمعنی اصبت الضالۃ (میں نے گم شدہ چیز کو پالیا) یہ بھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔

فَصْل: اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى آخِرِهَا

ترجمہ:۔ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر جو ان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور وہ کان، صار، ظل، بات الخ۔

تشریح:۔ (افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ دوسرے افعال تو اپنے فاعل کے ساتھ ملکر کلام تام ومرکب تام بن جاتے ہیں مگر یہ افعال ناقصہ صرف فاعل سے بغیر خبر کے کلام تام نہیں بنتے لھذا یہ نقصان سے خالی نہیں اسی وجہ سے انکو ناقصہ کہتے ہیں)

تعریف:۔ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں جو صفت ان کے مصدری معنی والی صفت کا غیر ہو یعنی معنی مصدری والی صفت کے علاوہ ہو۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں افعال وضعت الخ جنس ہے سب افعال کو شامل ہے غیر صفة مصدرها فصل ہے اس سے افعال ناقصہ کے علاوہ سب افعال خارج ہوگئے کیونکہ وہ تمام افعال اپنے فاعل کو معنی مصدری والی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں جیسے ضرب فعل اپنے فاعل کیلئے صفت ضرب ثابت کررہا ہے اور شرف اپنے فاعل کیلئے صفت شرافت کو ثابت کررہا ہے۔ لیکن افعال ناقصہ فاعل کو اپنے معنی مصدری کے علاوہ اور صفت پر ثابت کرتے ہیں مثلا کان زید قائما (زید کھڑا ہونے والا ہے) اس میں کان نے اپنے فاعل زید کیلئے صفت قیام کو ثابت کیا ہے جو اسکی خبر ہے اور صفت قیام اس کے معنی مصدری والی صفت یعنی کینونت (بمعنی ہونا) کے علاوہ ہے اور وہ افعال ناقصہ کان، صار، ظل، بات وغیرہ ہیں جو مرفوعات میں گزر چکے ہیں۔

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

ترجمہ: افعال ناقصہ داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے اثر کا فائدہ دینے کیلئے پس رفع دیتے ہیں اول کو اور نصب دیتے ہیں ثانی کو۔

تشریح: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ یعنی مبتدأ اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اپنے معنی کا اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو عطا کریں جیسے مثلا صار ہے اس کا معنی ہے انتقال۔ صار زید غنیا (ہوگیا زید غنی) اس مثال میں صار فعل ناقص ہے جملہ اسمیہ زید غنی پر داخل ہے اور اپنے معنی یعنی انتقال کا حکم اور اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو عطا کر رہا ہے کہ زید ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو گیا ہے یعنی فقر سے غناء کی طرف منتقل ہوگیا ہے تو غنیا کی جو نسبت ہے زید کی طرف وہ منتقل الیہ ہے اور زید منتقل ہونے والا ہے۔ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ کی اول جزو یعنی مبتدأ کو رفع اور ثانی جزو یعنی خبر کو نصب دیتے ہیں اور اب ان کو مبتدأ اور خبر نہیں کہیں گے بلکہ افعال ناقصہ کا اسم و خبر کہیں گے جیسے کان زید قائما (زید کھڑا ہونے والا ہے)

وَكَانَ عَلٰى ثَلاثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِى الْمَاضِىْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ اَىْ حَصَلَ الْقِتَالُ

ترجمہ وتشریح:۔ اور کلمہ کان تین قسم پر ہے ایک ناقصہ اور وہ وہ ہے جو اپنے فاعل کیلئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے خواہ یہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے کان اللہ علیما حکیما (اللہ تعالی علیم وحکیم ہے) یا منقطع ہو یعنی خبر اسم سے جدا ہونے والی ہو جیسے کان زید شابا (زید جوان تھا) اور دوسرا قسم تامہ بمعنی ثبت و حصل ہے جیسے کان القتال یعنی حصل القتال (لڑائی ہوئی) اس کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسم پر تام ہو جاتا ہے خبر کی طرف محتاج نہیں ہوتا۔

وَزَائِدَةٌ لَا يَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۔

جِيَادُ ابْنِىْ اَبِىْ بَكْرٍ تَسَامٰى ☆ عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ ....اَىْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ

ترجمہ وتشریح:۔ اور تیسری قسم زائد ہے جس کے گرانے سے جملہ کا معنی تبدیل نہیں ہوتا جیسے شاعر کا قول ہے شعر الخ۔ جیاد:۔ جمع ہے جید کی بمعنی تیز رفتار گھوڑا۔ تسامٰی:۔ اصل میں تتسامٰی تھا ایک تا کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا اور قال والا قانون لگایا (بمعنی بلند ہونا) مسومۃ:۔ وہ گھوڑے جن پر علامت لگادی جائے۔ عراب:۔ عین کے کسرہ کے ساتھ جمع ہے عربی کی بمعنی عربی گھوڑا فارسی میں اس کو اسپ تازی کہتے ہیں۔ ترجمہ:۔ میرے بیٹے ابی بکر کے تیز رفتار گھوڑے ان عربی گھوڑوں پر جن پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں فوقیت رکھتے ہیں۔ اس شعر میں کان زائدہ ہے اس کے ہونے نہ ہونے سے جملہ کے معنی میں فرق نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شعر میں شاعر اپنے بیٹے اور اس کے گھوڑوں کی تعریف کر رہا ہے۔ محل استشہاد:۔ لفظ کان اس شعر میں زائدہ ہے۔ [1]

---

[1] شعر کی ترکیب:۔ جیاد مضاف ابنی مبدل منہ ابی بکر بدل مبدل منہ بدل سے ملکر مضاف الیہ جیاد مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مبتدأ تسامی فعل ھی ضمیر در و مستتر راجع بسوئے جیاد اس کا فاعل علی جار کان زائدہ المسومۃ موصوف العراب صفت موصوف صفت سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق تسامی کے تسامی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر جیاد مبتدأ کی مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا

ترجمہ وتشریح:۔اور صار ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے جیسے صار زید غنیا (ہوگیا زید غنی) یعنی انتقل زید من الفقر الی الغناء (زید حالت فقر سے حالت غناء کیطرف منتقل ہوا) کبھی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کیلئے آتا ہے جیسے صار الطین حجرا (مٹی پتھر ہوگئی) اور کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف یا ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کیلئے اتا ہے اس وقت الی کے ذریعہ سے متعدی ہوگا جیسے صَارَ زَيْدٌ مِنْ قَرْيَةٍ اِلٰى قَرْيَةٍ (زید ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منتقل ہوگیا) یا جیسے صار زید من خالد الی عمرو (زید خالد سے عمرو کی طرف منتقل ہوگیا)

وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى تَدُلُّ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا اَیْ كَانَ ذَاكِرًا فِیْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى دَخَلَ فِی الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَاءِ

ترجمہ وتشریح:۔ اصبح امسی واضحی یہ تینوں انعال مضمون جملہ کو اپنے اوقات صبح وشام اور چاشت کے ساتھ مقترن ہونے پر یعنی ملانے پر دلالت کرتے ہیں یعنی یہ بتلاتے ہیں کہ جملے کا مضمون ہمارے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسے اصبح زیدٌ ذاکرًا (زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا) اور امسی زیدٌ مسرورًا (زید شام کے وقت خوش ہونے والا تھا) اور اضحی زیدٌ حزیناً (زید چاشت کے وقت غمگین تھا) اور یہ تینوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں اس وقت ان کے معنی میں ان کے اوقات کا لحاظ نہیں ہوگا جیسے اصبح زید غنیا (زید غنی ہوگیا) اور تینوں کبھی تامہ بھی ہوتے ہیں اسوقت خبر کی طرف محتاج نہیں ہوں گے اس وقت اصبح کا معنی ہوگا دخل فی الصباح امسی کا معنی ہوگا دخل فی المسا ۔ اضحی کا معنی ہوگا دخل فِی الضُّحٰی مثلاً اَصْبَحَ زَيْدٌ کا معنی ہوگا دَخَلَ زَيْدٌ فِیْ وَقْتِ الصَّبَاحِ (زید صبح کے وقت داخل ہوا) اور اضحی زید کا معنی ہوگا دخل زید فی وقت الضحی (زید چاشت کے وقت داخل ہوا) اور امسی زید کا معنی ہوگا دخل زید فی وقت المسا (زید شام کے وقت داخل ہوا)

وَظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَبِمَعْنٰى صَارَ

ترجمہ وتشریح:۔اور ظل وبات یہ دونوں مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظل زید کاتبًا یعنی حَصَلَ كِتَابَتُه فِی النَّهَارِ (زید کی کتابت دن میں حاصل ہوئی) اور جیسے بات زید نائما یعنی حَصَلَ نَوْمُه فِی اللَّيْلِ (زید کی نیند رات میں حاصل ہوئی) اور یہ دونوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے ظل زید غنیا یعنی صار زید غنیا (زید غنی ہوگیا) بات زید فقیرا یعنی صار زید فقیرا (زید فقیر ہوگیا)

وَمَا زَالَ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلٰى اِسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَه نَحْوُ مَا زَالَ زَيْدٌ اَمِيْرًا وَيَلْزِمُهَا حَرْفُ النَّفْیِ

ترجمہ وتشریح:۔ یہ چاروں افعال اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار ودوام پر دلالت کرتے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا یعنی یہ بتلاتے ہیں کہ جب سے ہمارے فاعل نے ہماری خبر کو قبول کیا اس وقت سے فاعل کیلئے خبر کا ثبوت دائمی ہے جیسے ماز ال زید امیرا (ہمیشہ سے زید امیر ہے) یعنی جب سے زید نے امارت کو قبول کیا اس وقت سے زید کی امارت دائمی ہے کبھی جدانہیں ہوئی

ویلزمھا حرف النفی:۔ اور حرف نفی ان کو لازم ہے یعنی جب ان سے دوام اور استمرار کا ارادہ کیا جائے تو حرف نفی ان کو لازم ہوگی اور نفی کی وجہ سے ہی دوام واستمرار کا معنی پیدا ہوا ہے کیونکہ ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے زال کا معنی زائل ہونا فتیء، برح کا معنی بھی زائل ہونا اور انفک کا معنی جدا ہونا اور جب ان پر ما نافیہ داخل ہوتا ہے تو نفی کی نفی ہو جاتی ہے اور ضابطہ ہے کہ نفی النفی اثبات واستمرار یعنی نفی کی نفی سے ثبوت اور دوام اور استمرار کا معنی پیدا جاتا ہے مازال کا معنی نہیں زائل ہوا یعنی ہمیشہ رہا

وَمَادَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا

ترجمہ وتشریح:۔ اور مادام اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی چیز کو موقت کرنے پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ جب تک میرے فاعل کیلئے میری خبر ثابت ہے اس وقت تک فلاں چیز بھی ثابت ہے جیسے اقوم مادام الامیر جالسا (میں کھڑا رہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے) اس مثال میں متکلم نے اپنے کھڑے ہونے کی مدت کو امیر کے بیٹھنے کی مدت تک موقت ومتعین کر دیا۔ [1]

وَلَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَا نُعِيْدُهَا

ترجمہ وتشریح:۔ اور لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور کہا گیا ہے مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے اور ان افعال ناقصہ کے بقیہ احکام آپ پہچان چکے ہیں قسم اول میں پس ہم ان کو نہیں لوٹائیں گے جیسے لیس زید قائما زید زمانہ حال میں یعنی اس وقت کھڑا ہونے والا نہیں۔

فائدہ: یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن بعض کے ہاں یہ مطلقا مضمون جملہ کی نفی کیلئے آتا ہے خواہ وہ نفی زمانہ حال میں ہو یا ماضی واستقبال میں ہو

فَصْلٌ اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا

ترجمہ وتشریح: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل سے نزدیک کرنے پر دلالت کریں افعال مقاربہ افعال ناقصہ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع ان کیساتھ اور کبھی بغیر ان کے ہوتی ہے

---

[1] فائدہ:۔ مادام میں ما مصدریہ ہے مادام اپنے اسم وخبر کے ساتھ ملکر بتاویل مصدر ہے اور اس سے پہلے لفظ زمان یا لفظ مدت مقدر ہے تو اصل عبارت یوں ہوگی اقوم زمان دوام جلوس زید یا مدۃ دوام جلوس زید پھر زمان یا مدۃ اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوگا ماقبل والے فعل کا۔

وَهِيَ ثَلاثَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسٰى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِيْ وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّا اَنَّ خَبْرَه فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

ترجمہ وتشریح:۔اور وہ تین قسم پر ہیں اول امید کیلئے ہے یعنی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے قریب کرنے کیلئے ہے یعنی اس پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم امید اور طمع رکھتا ہے نہ کہ یقین کہ خبر کا حاصل ہونا فاعل کے قریب ہے اور وہ عسی ہے جیسے عسى زيد ان يخرج (امید ہے کہ زید عنقریب نکلے) اور وہ فعل جامد ہے نہیں استعمال کیا جاتا اس سے سوا ماضی کے یعنی ماضی کے علاوہ کوئی صیغہ اس سے نہیں آتا لہذا مضارع، امر، نہی، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ کے صیغے اس سے استعمال نہیں ہوتے۔ پھر ماضی کے بھی چند صیغے آتے ہیں واحد مذکر غائب جیسے عسی واحدہ مؤنثہ جیسے عست اور مخاطب کے چھ صیغے عسیت سے لے کر عسیتن تک اور ایک واحد متکلم عسیت۔

وهو فى العمل الخ:۔اور وہ عمل میں کاد کی طرح ہے یعنی کاد کی طرح اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ عسی کی خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ ہوتی ہے اور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر اَن کے ہوتی ہے جیسے عسى زيد ان يقوم (امید ہے کہ زید عنقریب کھڑا ہو وہ زید) زید عسی کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان یقوم محلا منصوب ہو کر اس کی خبر ہے۔

وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلٰى اِسْمِهِ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ

ترجمہ وتشریح: اور خبر کی تقدیم عسی کے اسم پر جائز ہے جیسے عسى ان يقوم زيد اس وقت ان یقوم محلا مرفوع عسی کا فاعل اور زید مرفوع یقوم کا فاعل اس صورت میں عسی تامہ ہوگا اسکو خبر کی ضرورت نہیں ہوگی پہلی صورت میں عسی ناقصہ ہے اور کبھی اول استعمال میں عسی کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف کیا جاتا ہے کیونکہ اسکی کاد کے ساتھ مشابہت ہے جیسے عسى زيد يقوم۔

وَالثَّانِيْ لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ كَادَ وَخَبْرُه مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَقُوْمَ

ترجمہ وتشریح: اور دوسری قسم حصول کیلئے ہے یعنی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کیلئے یقیناً قریب ہے نہ کہ بطور امید کے اور وہ کاد ہے اسکی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے جیسے کاد زید یقوم (زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب ہے) اس میں زید کاد کا اسم ہے اور یقوم محلا منصوب ہو کر کاد کی خبر ہے جو فعل مضارع بغیر ان کے ہے اور کبھی ان مصدریہ کاد کی خبر پر بھی داخل ہوتا ہے کیونکہ اس کی عسی کے ساتھ مشابہت ہے جیسے کاد زید ان یقوم

وَالثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرُبَ وَاَخَذَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ وَاَوْشَكَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ

ترجمہ وتشریح:۔اور تیسری قسم فعل میں شروع ہونے کیلئے ہے یعنی فاعل کیلئے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ اور شروع بتلاتا ہے یعنی متکلم کو امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ فاعل نے خبر کو حاصل کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ طفق الخ ہیں طفق بمعنی اخذ جعل بمعنی

طفق اور کرب بمعنی قرب اور اخذ بمعنی شرع ہیں طفق زید یخرج (زید نے یقیناً نکلنا شروع کردیا) ان چاروں کا استعمال کاد کی طرح ہے یہ چاروں کاد کی طرح اسم وخبر کو چاہتے ہیں اور انکی خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے جیسے کاد زَیْدٌ یَکْتُبُ (زید نے یقیناً لکھنا شروع کردیا) اور تیسری قسم میں ایک لفظ اوشک بھی ہے اس کا استعمال عسی اور کاد دونوں کی طرح ہے یعنی کبھی خبر ان کے ساتھ مثل عسی کے اور کبھی بغیر ان کے مثل کاد کے جیسے اَوْشَکَ زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ یا اَوْشَکَ زَیْدٌ یَقُوْمُ۔

فَصْل: فِعْلاَ التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَه صِيغَتَانِ مَا اَفْعَلَه نَحْوُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا اَىْ اَىُّ شَيْئٍ اَحْسَنَ زَيْدًا وَفِیْ اَحْسَنَ ضَمِيْرٌ وَهُوَ فَاعِلُه وَاَفْعِلْ بِه نَحْوُ اَحْسِنْ بِزَيْدٍ

ترجمہ:۔تعجب کے دو فعل فعل تعجب وہ ہے جو انشاء تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو اس کیلئے دو صیغے ہیں ایک ما افعلہ اور دوسرا افعل بہ۔

تشریح:۔فعلا التعجب اصل میں فعلان تھا نون تثنیہ کا اضافت کی وجہ سے گر گیا تعجب کا لغوی معنی نفس کا ایسی چیز کے ادراک کے وقت متاثر ہونا جس چیز کا سبب پوشیدہ ہو فعل تعجب انشاء وایجاد کیلئے وضع کیا گیا ہے نہ کہ تعجب کی خبر دینے کیلئے لہذا تعجبت جس کا معنی ہے میں نے تعجب کیا یہ خارج ہو جائے گا کیونکہ اس میں تعجب کی خبر دی جارہی ہے تعجب کیلئے دو صیغے ہیں ایک ما افعلہ جیسے ما احسن زیدا اس میں ما استفہامیہ بمعنی ای شیئ کے ہوکر مبتدأ ہے احسن فعل ماضی ہے اس میں ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور زیدا مفعول بہ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ کس چیز نے زید کو صاحب حسن کردیا با محاورہ ترجمہ یہ ہوتا ہے زید کیا ہی حسین ہے۔[1]

دوسرا صیغہ افعل بہ جیسے احسن بزید اس میں احسن امر کا صیغہ ہے لیکن بمعنی ماضی احسن ہے اور بزید میں با جارہ زائدہ ہے اور زید احسن بمعنی احسن کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے معنی یہ ہوگا صار زید ذا حسن (زید صاحب حسن ہوگیا) یہاں با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا زید کیا ہی حسین ہے۔

وَلاَ يُبْنَيَانِ اِلاَّ مِمَّا يُبْنٰى مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِيْلِ وَيُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجاً فِی الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِه فِی الثَّانِیْ كَمَا عَرَفْتَ فِیْ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ

ترجمہ:۔اور نہیں بنائے جاتے یہ دو صیغے مگر اسی سے جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور ممتنع میں ذریعہ بنایا جائے گا ما اشد

---

[1] فائدہ:۔مصنف نے جو تشریح کی ہے ما افعلہ کی یہ فراء کا مذہب ہے ترکیب کے اعتبار سے اس میں دو مذہب اور بھی ہیں اول۔ یہ کہ ما بمعنی شیئ نکرہ مبتدأ احسن فعل ھو ضمیر مستتر فاعل زید مفعول بہ پھر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا ترکیب شر اھر ذا ناب کی طرح ہو جائے گی معنی یہ ہے شیئ خفی احسن زیدا کسی مخفی چیز نے زید کو حسن والا کردیا یہ سیبویہ کا مذہب ہے دوم یہ کہ ما موصولہ بمعنی الذی احسن زیدا جملہ فعلیہ صلہ موصول صلہ سے ملکر مبتدأ، اور شیئ عظیم اس کی خبر محذوف ہے معنی یہ ہے وہ چیز جس نے زید کو صاحب حسن کردیا وہ ایک بڑی چیز ہے سب صورتوں میں با محاورہ ترجمہ یہی ہے (زید کیا ہی حسین ہے)

استخراجا کی مثل کو اول صیغہ میں اور اشدد باستخراجه کو ثانی صیغہ میں جیسا کہ اسم تفضیل میں آپ پہچان چکے ہیں۔

تشریح:۔یعنی فعل تعجب کے یہ دو صیغے بھی انہی ابواب سے تیار ہوتے ہیں جن سے اسم تفضیل بنایا جا سکتا ہے یعنی صرف ثلاثی مجرد سے اور ثلاثی مجرد بھی وہ جس میں لون وعیب کا معنی نہ ہو باقی ثلاثی مزید فیہ رباعی مجرد ورباعی مزید اور وہ ثلاثی مجرد جس میں لون وعیب کا معنی ہے ان سے یہ صیغے نہیں آتے اگر ممتنع ابواب سے فعل تعجب بنانا مقصود ہو تو شدت، ضعف، حسن، قبح وغیرہ سے فعل تعجب کے یہ دو صیغے بنائے جائیں گے پھر جس باب سے ممتنع ہے اس کے مصدر کو آگے ذکر کیا جائیگا مفعول بہ بنا کر اول صیغہ میں اور باجارہ کا مجرور بنا کر ثانی صیغہ میں۔اول کی مثال ما اشد استخراجا (لفظی ترجمہ کس چیز نے صاحب شدت کیا یعنی سخت کیا استخراج کو) اور ثانی کی مثال اشدد باستخراجه لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اس کا استخراج صاحب شدت ہوا دونوں صورتوں میں بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ اس کا نکالنا کیا ہی سخت ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَلَا تَاخِيْرٍ وَلَا فَصْلٍ وَالْمَازِنِيُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا

ترجمہ:۔ان دونوں میں تقدیم وتاخیر کا تصرف جائز نہیں اور نہ ہی فصل۔اور مازنی نے ظرف کے ذریعے فصل کو جائز کیا جیسے ما احسن الیوم زیدا۔

تشریح:۔فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کا تصرف جائز نہیں اول میں مفعول بہ کو مقدم کرنا اور ثانی میں جار مجرور کو مقدم کرنا جائز نہیں لھذا مازیدا احسن یا بزید اَحسِن کہنا جائز نہیں۔اسی طرح ان کے اور معمول کے درمیان فاصلہ بھی جائز نہیں لھذا مَا اَحْسَنَ فِي الدَّارِ زَيْدًا یا اَحْسِنَ الْيَوْمَ بِزَيْدٍ کہنا جائز نہیں ہے [1] لیکن مازنی کے ہاں ان میں اور ان کے معمول میں ظرف کے ساتھ فصل جائز ہے کیونکہ ظرف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو غیر ظرف میں نہیں ہوتی لھذا ان کے ہاں مَا اَحْسَنَ الْيَوْمَ زَيْدًا (کس چیز نے آج زید کو صاحب حسن بنایا) جائز ہے اسی طرح اَحْسِنِ الْيَوْمَ بِزَيْدٍ بھی جائز ہے۔

فَصْلٌ: اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ اَمَّا الْمَدْحُ فَلَهُ فِعْلَانِ نِعْمَ وَفَاعِلُهُ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح:۔فصل افعال مدح وذم فعل مدح وذم وہ ہے جس کو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ [2]

لیکن مدح کیلئے دو فعل ہیں ایک نعم اور اس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید (زید اچھا آدمی ہے) یا وہ اسم جو

---

[1] فائدہ:۔اوران دونوں سے مضارع نہی تثنیہ جمع مؤنث وغیرہ کے صیغے لانا بھی جائز نہیں [illegible] تعجب کی طرف نقل ہو کر امثال بن چکے ہیں اور امثال میں تصرف کسی قسم کا جائز نہیں ہوتا۔

[2] فائدہ:۔انشاء کے لفظ سے مدحت زیدا (میں نے زید کی تعریف کی) خارج ہو جائیگا کیونکہ اس میں خبر دینا مقصود ہے۔

مضاف ہو معرف باللام کی طرف جیسے نعم غلام الرجل زید (زید کا غلام اچھا آدمی ہے) نعم فعل ماضی ہے اصل میں نَعِمَ تھا فا کلمہ کو ساکن کر کے عین کی کسرہ فا کلمہ کو دی تو نعم ہوا۔

وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُه مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُه بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلاً زَيْدٌ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِيَ اَیْ نِعْمَ شَيْئاً هِيَ

ترجمہ وتشریح:۔اور کبھی ہوتا ہے اس نعم کا فعل ضمیر مستتر اور اس وقت واجب ہے اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رجلا زید (زید اچھا ہے از روئے مرد ہونے کے) اس نعم میں ضمیر مستتر مبہم ممیز ہے رجلا تمیز ممیز تمیز سے ملکر فاعل ہے نعم کا اور زید مخصوص بالمدح ہے۔ یا اس کی تمیز لفظ ما ہوگی جو نکرہ ہے بمعنی شیٔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فنعما ھی وہ صدقات از روئے شئ ہونے کے اچھے ہیں اس میں نعم میں ضمیر ہو مستتر مبہم ممیز ہے اور ما بمعنی شئ نکرہ اس کی تمیز ہے۔ ممیز تمیز سے ملکر فاعل ہے اور ھی مخصوص بالمدح ہے۔

وَزَيْدٌ يُسَمّٰى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ

ترجمہ:۔اور زید نام رکھا جاتا ہے اس کا مخصوص بالمدح۔

تشریح:۔اور گزشتہ مثالوں میں فاعل کے بعد جو لفظ زائد ہے یہ مخصوص بالمدح ہے۔ الحاصل افعال مدح وذم میں فاعل کے بعد جو چیز واقع ہوتی ہے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں اور وہ مخصوص بالمدح فاعل کے موافق ہوگا مفرد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث میں جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ نعم الرجلان الزيدان، نعم الرجال الزيدون، نِعْمَتِ الْمَرْأَةُ هِنْدٌ، نِعْمَتِ الْمَرْأَتَانِ الْهِنْدَانِ، نِعْمَتِ النِّسَاءُ الْهِنْدَاتُ۔ ترکیبی احتمال دو ہوتے ہیں اول یہ کہ زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر اور نعم الرجل جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم اسوقت ایک ہی جملہ ہوگا دوم یہ کہ نعم الرجل فعل فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا اور زید خبر ہے مبتدا محذوف ھو کی عبارت یوں ہوگی نِعْمَ الرجل ھو زیدٌ اس وقت دو جملے ہونگے ایک جملہ فعلیہ دوسرا اسمیہ۔[1]

وَحَبَّذَا نَحْوُ حَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُه ذَا وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ

ترجمہ:۔اور حبذا جیسے حبذا زید حب فعل مدح ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور مخصوص بالمدح زید ہے۔

تشریح:۔دوسرا فعل مدح حبذا ہے یہ حب اور ذا سے مرکب ہے اس کا فاعل ہمیشہ یہی لفظ ذا ہوتا ہے یہ کبھی محذوف نہیں ہوتا نہ تبدیل ہوتا ہے مخصوص بالمدح چاہے مفرد ہو تثنیہ ہو یا جمع، مؤنث یا مذکر ہو یہ اسی طرح رہے گا جیسے حبذا زید، حبذا الزیدان،

---

[1] فائدہ: کبھی مخصوص بالمدح قرینہ کیوجہ سے حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فنعم العبد اصل میں فنعم العبد ایوب تھا کیونکہ قصہ حضرت ایوب علیہ السلام کا چل رہا ہے لھذا یہی قرینہ ہے کہ لفظ ایوب محذوف ہے۔

حبذا الزیدون، حبذا ھند،حبذا الھندان، حبذا الھندات۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْ بَعْدَه تَمِيْيزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلاً زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلاً اَوْ حَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا

ترجمہ وتشریح:۔اور حبذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال لانا جائز ہے افراد،تثنیہ،جمع،تذکیر وتانیث میں یہ تمیز وحال مخصوص بالمدح کے موافق ہوگا جیسے حبذا رجلا زید اور حبذا زید رجلا میں رجلا تمیز ہے اول مثال میں زید مخصوص بالمدح سے پہلے ہے دوسری مثال میں اس کے بعد ہے اور جیسے حبذا راکبا زید اور حبذا زید راکبا ان دونوں مثالوں میں راکبا حال ہے پہلی مثال میں زید مخصوص بالمدح سے پہلے اور دوسری میں اس کے بعد ہے۔

وَاَمَّا الذَّمُّ فَلَه فِعْلاَنِ اَيْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلاَمُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَبِئْسَ رَجُلاً عَمْرٌو وَسَاءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَسَاءَ غُلاَمُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَاءَ رَجُلاً زَيْدٌ وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ فِيْ سَائِرِ الْاَقْسَامِ

ترجمہ وتشریح:۔اور لیکن ذم پس اس کیلئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء۔ بئس اصل میں بئس تھا باء کو ساکن کر کے ہمزہ کی حرکت باء کو دے دی۔ذم کے یہ دو فعل استعمال میں نعم کی طرح ہیں لھذا ان دونوں کا فاعل یا معرف باللام ہوگا یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا یا ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی جس کی تمیز یا تو نکرہ منصوبہ ہوگی یا ما نکرہ بمعنی شیء ہوگی جیسے بئس الرجل عمرو (عمرو برا مرد ہے)بئس فعل ذم، الرجل معرف باللام فاعل عمرو مخصوص بالذم اور جیسے بئس غلام الرجل زید اس میں فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہے اور جیسے بئس رجلا عمرو اس میں بئس کا فاعل ضمیر مستتر مبہم ممیز ہے اور رجلا اس کی تمیز ہے عمرو مخصوص بالذم ہے اسی طرح ساء الرجل زید الخ ہے ساء تمام احکام میں بئس کی طرح ہے اور بئس نعم کی طرح ہے۔

19/2

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِی الْحُرُوْفِ

وَقَدْ مَضٰی تَعْرِیْفُه وَاَقْسَامُه سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوْفُ الْجَرِ وَالْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَحُرُوْفُ التَّنْبِیْهِ وَحُرُوْفُ النِدَاءِ وَحُرُوْفُ الْإِیْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِیَادَةِ وَحَرْفَا التَّفْسِیْرِ وَحُرُوْفُ الْمَصْدَرِ وَحُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ وَحُرُوْفُ التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْإِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِیْثِ السَّاکِنَةِ وَالتَّنْوِیْنُ وَنُوْنَا التَّاکِیْدِ

ترجمہ:۔قسم ثالث حروف میں ہے اور حرف کی تعریف گزر چکی ہے اور اس کے اقسام سترہ ہیں حروف الجرالخ

فَصْل: حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِإِفْضَاءِ الْفِعْلِ وَشِبْهِهٖ اَوْ مَعْنَی الْفِعْلِ اِلٰی مَا تَلِیْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَاَنَا مَآرٌّ بِزَیْدٍ وَهٰذَا فِی الدَّارِ اَبُوْکَ اَیْ اُشِیْرُ اِلَیْهِ فِیْهَا

ترجمہ وتشریح:۔حروف جر وہ حروف ہیں جو فعل وشبہ فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہوں جس چیز کے ساتھ یہ حروف متصل ہیں۔

فائدہ:۔ان کو حروف جر اس لئے کہتے ہیں کہ جر کا معنی ہے کھینچنا اور یہ بھی فعل وشبہ فعل یا معنی فعل کو اپنے مدخول تک کھینچتے ہیں ان کو حروف اضافت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اضافت کا معنی نسبت ہے اور یہ حروف بھی فعل وشبہ فعل یا معنی فعل کی اضافت ونسبت کرتے ہیں اپنے مدخول کی طرف۔فائدہ:۔فعل سے مراد فعل اصطلاحی ہے اور شبہ فعل سے مراد یہاں وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، مصدر، اسم تفضیل اور معنی فعل سے مراد یہاں وہ چیز ہے جس سے فعل کے معنی سمجھے جائیں اور وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، حروف تنبیہ، حروف نداء، ظرف، جار مجرور، اسم فعل، حروف مشبہ بالفعل، حروف تمنی، حروف ترجی وغیرہ۔فعل کی مثال مررت بزید (میں زید کے پاس سے گزرا) شبہ فعل کی مثال انا مار بزید (میں زید کے پاس سے گزرنے والا ہوں) معنی فعل کی مثال ھذافی الدار ابوك (یہ تیرا باپ گھر میں ہے) اسمیں ھذا اسم اشارہ سے اشیر فعل کا معنی سمجھا جارہا ہے تو ھذا فی الدار ابوك کا معنی ہوگا اشیر الی ابیک فی الدار۔

وَهِیَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا مِنْ وَهِیَ لِإِبْتِدَاءِ الْغَایَةِ وَعَلَامَتُه اَنْ یَّصِحَّ فِی مُقَابَلَتِهِ الْإِنْتِهَاءُ کَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ

ترجمہ وتشریح:۔حروف جر انیس حرف ہیں ایک ان میں سے من ہے اور وہ ابتداء غایت کیلئے آتا ہے یعنی اس چیز کی ابتداء بتلاتا ہے جس کی انتہا ہو اور اس کی علامت اس کا مدخول ومجرور وہ محل ہوگا جس سے اس فعل کی ابتداء ہو اور جس فعل سے من حرف جر اپنے مجرور

سے ملکر متعلق ہوتا ہے خواہ وہ محل ظرف مکان ہو جیسے سرت من البصرة الی الکوفة (میں نے بصرہ سے کوفہ تک سیر کی) یا وہ محل ظرف زمان ہو جیسے صمت من یوم الجمعة (میں نے جمعہ کے دن سے روزہ رکھا)

وَلِلتَّبْيِيْنِ وَعَلَامَتُه اَنْ يَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ الَّذِىْ مَكَانَه كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِيْضِ وَعَلَامَتُه اَنْ يَّصِحَّ لَفْظُ بَعْضٍ مَكَانَه نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ

ترجمہ وتشریح:۔اور علامت اس من ابتدائیہ کی یہ ہے کہ صحیح ہو اس کے مقابلے میں علی کا لانا جو انتہاء کیلئے آتا ہے جیسے سرت من البصرة الی الکوفة اور من ثابت ہے واسطے تبیین کے یعنی امر مبہم سے جو مقصود ہے اس کو ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ الذی رکھنا صحیح ہو جیسے فاجتنبوا الرجس من الاوثان یعنی الذی هو الاوثان (بچو تم گندگی سے یعنی بتوں سے) من الاوثان کی بجائے الذی هو الاوثان کہیں تو معنی صحیح بنتے ہیں کہ گندگی وہ بت ہیں۔ اور من ثابت ہے واسطے تبعیض کے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ ماقبل والے فعل کا تعلق میرے مدخول کے بعض حصے سے ہے اس کی علامت یہ ہے کہ لفظ بعض کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے اخذت من الدراهم یعنی بعض الدراهم (لئے میں نے کچھ دراہم)

وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُه اَنْ لَّا يَخْتَلَّ الْمَعْنٰى بِاِسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِىْ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تُزَادُ مِنْ فِى الْكَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْهُه فَمُتَاَوَّلٌ

ترجمہ وتشریح:۔زائدہ کا عطف ہے للابتداء پر اور ھی مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی من حرف جر زائدہ ہوتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ اس کو گرانے سے معنی فاسد نہیں ہوتا جیسے ماجاء نی من احد (نہیں آیا میرے پاس کوئی ایک) اگر یہاں من گرادیں ماجاء نی احد کہیں تو معنی میں فرق نہیں آتا اور کلمہ من نہیں زائدہ ہوتا کلام موجب میں۔کلام موجب وہ ہوتی ہے جس میں نفی، نہی، استفہام نہ ہو۔ بصریوں کے نزدیک کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے اور موجب میں زائدہ نہیں ہوتا بخلاف کوفیوں کے ان کے نزدیک کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے ان کی دلیل عرب کا قول ہے قد کان من مطر (تحقیق بارش ہوئی) اس قول میں من مطر کلام موجب ہے اور من زائدہ ہے اس کو گراکر قد کان مطر کہیں تو معنی فاسد نہیں ہوتا مصنفؒ بصریوں کی طرف سے جواب دیتے ہیں اما قولهم الخ سے کہ یہ قول یا اسکی مثل کوئی اور قول ہو تو وہ ماؤل ہوگا اسمیں تاویل کی جائے گی مثلاً یہاں یہ تاویل ہے کہ من مطر میں من زائدہ نہیں بلکہ تبعیضیہ ہے قد کان من مطر کا معنی ہے قد کان بعض مطر (کچھ بارش ہوئی)[1]

---

[1] فائدہ:۔من کے چند معانی اور بھی ہیں مثلاً من کبھی بمعنی فی آتا ہے جیسے اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة یعنی فی یوم الجمعة کبھی بمعنی با آتا ہے جیسے ینظرون من طرف خفی یعنی بطرف خفی وہ دیکھتے ہیں پوشیدہ آنکھ کے ساتھ۔ کبھی بمعنی بدل ہوتا ہے جیسے ارضیتم باالحیوة الدنیا من الاخرة یعنی بدل الاخرة (کیا تم راضی ہو دنیاوی زندگی پر آخرت کے بدلہ میں) کبھی بمعنی علی آتا ہے جیسے نصرنا ه من القوم یعنی علی القوم (ہم نے مدد کی اس کی قوم پر) کبھی بمعنی قسم آتا ہے جیسے من ربی لافعلن کذا (اپنے رب کی قسم میں ضرور اس طرح کروں گا)۔

وَالٰی وَهِیَ لِانْتِهَاءِ الْغَایَةِ کَمَا مَرَّ وَبِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلاً کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ

ترجمہ وتشریح:۔اور دوسرا حروف جر میں سے الی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے انتہاء غایت کے جیسا کہ گزر چکا ہے اور بمعنی مع بھی آتا ہے آنا قلیل۔

فائدہ:۔یہ انتہاء پھر کبھی مکان کے اعتبار سے ہوگی جیسے سرت من البصرة الی الکوفه اور کبھی زمان کے اعتبار سے جیسے اتموا الصیام الی اللیل (روزہ کو پورا کرو رات تک)[1]

وَحَتّٰی وَهِیَ مِثْلُ اِلٰی نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاةِ.

ترجمہ وتشریح:۔اور تیسرا حتی ہے اور وہ مثل الی کے ہے۔جیسے نمت البارحة حتی الصباح (سویا رہا میں گزشتہ رات صبح تک) اور بمعنی مع آتا ہے کثرت کیساتھ جیسے قدم الحاج حتی المشاة یعنی مع المشاة (حاجی لوگ آ گئے پیدل چلنے والوں سمیت)

وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الظَّاهِرِ فَلَا یُقَالُ حَتَّاهُ خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

فَلَا وَاللّٰهِ لَا یَبْقٰی اُنَاسٌ ☆ فَتًی حَتَّاکَ یَا ابْنَ اَبِیْ زَیَّادٍ .... شَاذٌّ

ترجمہ وتشریح:۔اور حتی نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس نہیں کہا جائیگا حتاہ اختلاف ہے مبرد کا اور شاعر کا قول فلا واللہ الخ شاذ ہے۔

فائدہ:۔حتی اور الی میں فرق یہ ہے کہ الی اسم ظاہر وضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے الی زید اور الیہ کہنا جائز ہے اور حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے لھذا حتاہ کہنا درست نہیں مگر مبرد نحوی کا اختلاف ہے ان کے ہاں حتی ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے ان کی دلیل شاعر کا قول ہے شعر میں لفظ حتاک محل استشہاد ہے اس حتاک میں لفظ حتی ضمیر پر داخل ہے مصنف ؒ نے جواب دیا کہ یہ شاذ ہے جس پر کسی اور مثال کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] فائدہ:۔الی کے بارے میں چار مذاہب ہیں اول یہ ہے کہ اس کا مابعد ماقبل میں داخل ہوتا ہے اگر کہیں داخل نہیں ہوگا تو وہ مجاز پر محمول ہے۔دوم برعکس۔ سوم دونوں میں مشترک ہے۔چہارم اگر مابعد ماقبل کی جنس میں سے ہے تو داخل ہوگا جیسے فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق (دھوؤ تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک) کہنیاں ہاتھوں کی جنس میں سے ہیں لہذا مابعد داخل ہوگا ماقبل میں ماقبل والا حکم مابعد کو شامل ہوگا اور اگر جنس سے نہیں تو داخل نہیں ہوگا جیسے اتموا الصیام الی اللیل اس میں لیل صیام کی جنس میں سے نہیں ہے لہذا اتمام والا حکم لیل کو شامل نہیں ہوگا الی بمعنی مع کم آتا ہے جیسے فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق یعنی مع المرافق (ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ)

فائدہ:۔قلیلا ترکیب میں حال یا مفعول مطلق یا مفعول فیہ اسی طرح آگے لفظ کثیرا آ رہا ہے اس میں بھی یہی احتمالات ہیں۔

ترجمہ شعر:۔اللہ کی قسم زمین پر نہیں باقی رہیگا کوئی انسان اور نہ جوان یہاں تک کہ تو بھی اے عبداللہ بن ابی زیاد۔

مطلب:۔یہ ہے کہ اے ابن ابی زیاد تجھے اپنی جوانی پر غرور اور ناز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان و جوان باقی نہیں رہے گا حتی کہ تو بھی موت کے پنجے سے نہیں بچ سکے گا لہذا غرور و تکبر مت کرو۔ [۱]

وَفِیْ هِیَ لِلظَّرْفِیَّةِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَالْمَاءُ فِی الْکُوْزِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ

ترجمہ وتشریح:اور چوتھا حرف جر فی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے ظرفیۃ کے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کیلئے ظرف بنانے کیلئے خواہ وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار (زید گھر میں ہے) دار زید کیلئے ظرف ہے زید مظروف ہے اور جیسے الماء فی الکوز (پانی کوزہ میں ہے) ماء مظروف اور کوز ظرف ہے خواہ ظرف مجازی ہو جیسے نظرت فی الکتاب (دیکھا میں نے کتاب میں) کتاب ظرف اور دیکھنا مظروف ہے یہ ظرف مجازی ہے کیونکہ ظرف حقیقی سے مظروف خارج نہیں ہوتا اور نظر کتاب کے اندر بھی ہے اور باہر بھی اور فی بمعنی علی قلیل ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے ولا صلبنکم فی جذوع النخل (البتہ میں تم کو کھجور کی شاخوں پر ضرور بالضرور سولی دونگا) یہاں فی بمعنی علی ہے ای علی جذوع النخل۔ [۲]

وَالْبَاءُ وَهِیَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ بِمَوْضِعٍ یَقْرُبُ مِنْهُ زَیْدٌ وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ

ترجمہ وتشریح:اور پانچواں حرف جر باء ہے اور وہ ثابت ہے واسطے الصاق کے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول کیساتھ ملصق و متصل ہے چمٹی ہوئی ہے خواہ وہ لصوق اور چمٹنا حقیقۃً ہو جیسے بہ داء اس کے ساتھ بیماری ہے خواہ مجازاً ہو جیسے مررت بزید (گزرا میں زید کے پاس سے گزرنا) حقیقۃً زید کے ساتھ چمٹا ہوا نہیں بلکہ حقیقۃً تو اس مکان کے ساتھ چمٹا ہوا ہے جس مکان کے قریب ہے زید تو گویا اس کے ساتھ بھی چمٹا ہوا ہے۔اور باء ثابت ہے واسطے استعانت کے استعانت کا لغوی معنی مدد طلب کرنا تو باء یہ بتلاتی ہے کہ فاعل نے فعل میں میرے مدخول سے مدد طلب کی ہے یعنی اس کا مدخول ماقبل والے فعل کا آلہ ہوتا ہے جیسے کتبت بالقلم (لکھا

---

[۱] شعر کی ترکیب:۔فا عاطفہ یا تفریعیہ لا زائدہ واللہ جار مجرور ظرف متعلق اقسم فعل محذوف کے اقسم فعل انا ضمیر فاعل اور متعلق سے ملکر قسم لا نافیہ یبقی فعل اناس معطوف علیہ فتی معطوف حرف عطف محذوف ہے معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر لایبقی کا فاعل یا اناس مبدل منہ فتی بدل مبدل منہ بدل سے ملکر فاعل حتاک جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق لایبقی کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم قسم جواب قسم سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا یا حرف نداء قائم مقام ادعو کے ادعو فعل انا ضمیر فاعل ابن ابی زیاد مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ انشائیہ ہوا۔

[۲] فائدہ:۔فی کے چند معانی اور بھی ہیں (۱) کبھی فی بمعنی مع بھی آتا ہے جیسے ادخلوا فی امم یعنی مع امم داخل ہو جاؤ امتوں کے ساتھ (۲) تعلیل کیلئے بھی آتا ہے جیسے عذبت امرأة فی هرة یعنی لاجل هرة (ایک عورت کو عذاب دیا گیا بلی کی وجہ سے)۔(۳) مقابلے کیلئے بھی آتا ہے جیسے فمامتاع الحیوة الدنیا فی الآخرة الا قلیل (پس نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑی)

میں نے قلم کی مدد سے)

وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَلِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَلِلتَّعْدِيَةِ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَلِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ

ترجمہ وتشریح:۔اور کبھی باء ہوتی ہے تعلیل کیلئے یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل (تحقیق تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا بچھڑے کو بنانے کے سبب سے یا بچھڑے کو خدا بنانے کے سبب سے) اس میں باء کا مدخول اتخاذ عجل سبب اور علت ہے ظلم کی اور باء ثابت ہے واسطے مصاحبت کے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ اس کا مدخول ماقبل والے فعل کے معمول کا ساتھی ہے اور اس کے ساتھ شریک ہے تعلق فعل میں ۔جیسے خرج زید بعشیرته یعنی مع عشیرته (زید اپنے کنبے سمیت نکلا) اس کی علامت یہ ہے کہ فی کی جگہ لفظ مع رکھنا صحیح ہوتا ہے۔اور باء ثابت ہے واسطے مقابلے کے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ اس کا مدخول کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں ہے جیسے بعت هذا بذاك (میں نے اس کو اس کے مقابلہ میں بیچا) اور باء ثابت ہے واسطے تعدیہ کے یعنی فعل لازمی کو متعدی کرنے کیلئے آتی ہے جیسے ذهبت بزید (میں زید کو لے گیا) ذهبت فعل لازمی تھا باء کے ذریعے متعدی ہوگیا اب زید لفظا مجرور ہے معنی منصوب مفعول بہ ہے۔اور باء ثابت ہے واسطے ظرفیہ کے یعنی باء کا مدخول کسی چیز کی ظرف ہوتا ہے جیسے جلست بالمسجد یعنی فی المسجد (میں مسجد میں بیٹھا)

وَزَائِدَةٌ قِيَاساً فِىْ خَبَرِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَفِى الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَسِمَاعًا فِى الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدٌ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اَىْ كَفٰى اللّٰهُ وَفِى الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ اَلْقٰى بِيَدِهٖ اَىْ اَلْقٰى يَدَه

ترجمہ وتشریح:۔اور باء زائدہ ہوتی ہے قیاسی طور پر نفی کی خبر میں اور استفہام میں۔اور سماعی طور پر مرفوع میں اور منصوب میں۔

فائدہ:۔زائدہ کا عطف ہے للالصاق پر اور یہی مبتدأ کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور قیاسا منصوب ہے یا مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی قسناها قیاسا (قیاس کیا ہم نے قیاس کرنا) یا تکون محذوف کی خبر ہے اصل عبارت یوں ہوگی تکون الزیادة قیاسا (یہ زیادتی قیاسی ہے) آگے لفظ سماعا آرہا ہے اس میں بھی یہی احتمالات ہیں مطلب یہ ہے کہ باء کبھی زائدہ ہوتی ہے یعنی اس کو حذف کرنے سے معنی میں خلل نہیں آتا اور یہ زائدہ ہونا کبھی قیاسی ہوگا کبھی سماعی ہوگا قیاسی تو لیس اور ماشبہ بلیس کی خبر میں ہوتی ہے جیسے لیس زید بقائم یا ما زید بقائم یا استفہام میں ہوتی ہے جیسے هل زید بقائم (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) اور سماعی طور پر ایک تو مرفوع میں زائدہ ہوتی ہے جیسے بحسبک زید (تجھ کو زید کافی ہے) بحسبک میں حسبک لفظا مجرور معنی مرفوع مبتدأ ہے زید اسکی خبر ہے بحسبک میں باء زائدہ ہے کیونکہ گرانے سے معنی میں خلل نہیں آتا حسبک زید کا جو معنی ہے بِحَسْبِکَ زَیْدٌ کا بھی وہی معنی ہے اور کبھی وہ مرفوع فاعل ہوتا ہے جس میں باء زائدہ ہے جیسے کفی

بالله شهيدا ۔ اللہ لفظا مجرور معنی مرفوع فاعل ہے اس میں باء زائدہ ہے ای کفی اللہ شھیدا اور کبھی منصوب میں بھی زائدہ ہوتی ہے جیسے القی بیدہ ای القی یدہ (اس نے اپنا ہاتھ ڈالا) یدہ لفظا مجرور معنی منصوب مفعول بہ ہے القی کا۔ [1]

وَاللَّامُ وَهِيَ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَالْمَالُ لِزَيْدٍ وَلِلتَّعْلِيْلِ كَضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِيْبِ

ترجمہ وتشریح:۔ اور چھٹا حرف جر لام ہے اور وہ ثابت ہے واسطے اختصاص کے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ کسی چیز کا میرے مدخول کے ساتھ اختصاص ہے چاہے پھر یہ اختصاص بطریق استحقاق ہو کہ مدخول اس چیز کا مستحق ہو جیسے الجل للفرس (جل گھوڑے کے ساتھ مختص ہے یعنی گھوڑا اس کا مستحق ہے نہ کہ گدھا) یا اختصاص بطریق ملکیت ہو یعنی اس کا مدخول اس چیز کا مالک ہے جیسے المال لزید (مال زید کے ساتھ خاص ہے یعنی اس کا مالک ہے) اور لام ثابت ہے واسطے تعلیل کے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ میرا مدخول کسی چیز کی علت ہے جیسے ضربته للتاديب (مارا ہے میں نے اس کو ادب سکھانے کیلئے)

وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى رَدِفَ لَكُمْ اَیْ رَدِفَكُمْ

ترجمہ وتشریح:۔ اور لام زائدہ ہوتا ہے یعنی گرانے سے معنی میں خلل نہیں آتا جیسے ردف لکم یعنی ردفکم (وہ تمہارا ردیف ہوا یعنی سواری پر پیچھے بیٹھنے والا ہے)

فائدہ: لام زائدہ اسوقت ہوتا ہے جب وہ فعل خود متعدی ہو جیسے ردف خود متعدی ہے تو لام زائدہ ہے بلا ضرورت ہے

وَبِمَعْنٰى عَنْ اِذَا اُسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ

ترجمہ وتشریح:۔ اور لام بمعنی عن ہوتا ہے جس وقت مستعمل ہو قول کے ساتھ یعنی جب لام قول یا اس کے مشتقات کے ساتھ مستعمل ہو یعنی ان کے بعد آئے تو اس وقت لام بمعنی عن ہوگا جیسے اللہ تعالی کا فرمان قال الذين كفروا للذين آمنوا الخ اس میں للذين آمنوا بمعنی عن الذین آمنوا ہے (کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مؤمنین ہم پر اس دین کی طرف سبقت نہ کرتے بلکہ ہم پہلے ایمان قبول کرتے اس لئے کہ ہم ان سے عقل وفہم میں زیادہ ہیں) [2]

---

[1] فائدہ:۔ باء کے چند معانی اور بھی ہیں (۱) باء بمعنی عن بھی آتی ہے جیسے قول باری تعالی کا سأل سائل بعذاب ای عن عذاب (کسی سوال کرنے والے نے عذاب سے سوال کیا)۔ (۲) بمعنی من بھی آتی ہے جیسے یوم تشقق السماء بالغمام ای من الغمام (جس دن پھٹ جائیگا آسمان بادل سے) [2] فائدہ: اس بات کی دلیل کہ یہاں لام بمعنی عن ہے وہ یہ ہے کہ اگر لام بمعنی عن نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ سبقونا کی جگہ سبقتمونا ہوتا کیونکہ قول کا صلہ جب لام آتا ہے تو وہ بمعنی خطاب ہوتا ہے مثلا قال لہ کا معنی خاطبہ کہ اس نے خطاب کیا تو اس وقت معنی ہوگا کافروں نے مؤمنین کو خطاب کیا یعنی ان کو مخاطب کر کے کہا تو اب آگے مناسب سبقتمونا ہے کہ اگر دین بہتر ہوتا تو تم ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔

وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهُزَلِيِّ شِعْرٌ ۔ لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْ حَيَدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَالْاٰس

ترجمہ:۔اورلام بمعنی واؤ کے آتا ہے قسم میں جوقسم تعجب کیلئے ہوجیسے ہزلی کا قول ہے الخ۔

تشریح: فائدہ:۔لفظ قسم بمعنی مقسم بہ ہے اورفی القسم جار مجرورظرف مستقر کائنا کے متعلق ہوکر حال ہے الواؤ سے اور للتعجب جار مجرور ظرف لغومتعلق ہے القسم کے اس عبارت کے معنی یوں ہونگے اور لام جارہ بمعنی واؤ قسم ہوتا ہے جسوقت کہ مقسم بہ ایسا امر ہو کہ اسکا جواب قسم امورعظام میں سے ہوجن سے تعجب کیاجاتا ہے جیسے للّٰہ لا یؤخر الاجل (اللہ کی قسم اجل مؤخر نہ ہوگی) خلاصہ اس کا استعمال امورعظام میں ہوتا ہے لھذا للّٰہ طار الذباب (اللہ کی قسم مکھی اڑگئی) نہیں کہا جائیگا مثال میں مصنفؒ نے ہزلی کا شعر پیش کیا ہے کہ لام بمعنی واؤ ہوتی ہے قسم میں جب قسم تعجب کیلئے ہوشعر کی وضاحت یہ ہے کہ للّٰہ میں جولام ہے یہ بمعنی واؤ قسم ہے فعل اقسم محذوف ہے یہ اسکے متعلق ہے یبقی سے پہلے لامحذوف ہے اصل میں تھا لا یبقی' علی الایام میں ایام سے پہلے مضاف مرور کالفظ محذوف ہے اصل میں تھا علی مرور الایام ۔حید کامعنی ہے بارہ سنگھا کا سینگ یا پہاڑی بکرے کا سینگ ۔بِمُشْمَخِر بروزن مطمئن کامعنی ہے بلند پہاڑ۔ یہ موصوف ہے بمشمخر میں باء بمعنی فی ہے جار مجرور ظرف لغو متعلق ہے یبقی کے اور به خبرمقدم ہے۔ الظیان والآس مبتدأ مؤخر پھر جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے۔ظیان کامعنی خوشبودار گھاس یعنی یاسمین (چنبیلی) اورآس کا معنی درخت ریحان (خاص درخت ہے)

محل استشہاد:۔للّٰہ میں لام قسم کا ہے جوکہ واؤقسمیہ کے معنی میں ہے۔ [1] ترجمہ:۔اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں کہ زمانہ کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکراایسے اونچے پہاڑ میں باقی نہیں رہے گاجس میں ظیان اور آس ہیں مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آفات سے اور ہلاکت سے کوئی چیز بچ نہیں سکے گی یہاں تک کہ پہاڑی بکرا جو بلند پہاڑ پر انسانوں سے علیحدہ رہتا ہے وہ بھی باقی نہیں رہے گا تو عالم میں کوئی کسی جگہ باقی نہیں رہیگا تو اس شعر میں شاعر آفت وہلاکت سے کسی چیز کے سلامت نہ رہنے پر تعجب کرکے قسم اٹھارہا ہے۔ [2]

---

[1] شعر کی ترکیب:۔للّٰہ جار مجرور ظرف مستقر متعلق اقسم فعل محذوف کے اقسم فعل انا ضمیر فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر قسم یبقی فعل منفی (کیونکہ اس سے پہلے حرف لانفی محذوف ہے) علی الایام جار مجرور ظرف لغو متعلق یبقی کے ذوحید مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل با جار مشمخر موصوف بہ جار مجرور ظرف مستقر متعلق کائن کے ہوکر خبرمقدم الظیان معطوف علیہ الآس معطوف سے ملکر مبتدأ مؤخر مبتدأ خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت مشمخر موصوف کی موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور باجار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یبقی کے فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر جواب قسم قسم جواب قسم سے ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔ [2] فائدہ:۔لام کے چند معانی اور بھی ہیں (۱) لام بمعنی فی جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے و نضع الموازین القسط لیوم القیامة بمعنی عند یوم القیامة (ہم انصاف کا ترازو رکھیں گی قیامت کے دن میں) (۲) بمعنی عند جیسے اسی آیت مذکورہ میں لیوم القیامة بمعنی عند یوم القیامة بھی کئے گئے ہیں (۳) بمعنی بعد جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے اقم الصلوٰة لدلوك الشمس یعنی بعد دلوك الشمس (نماز قائم کیجئے سورج کے زوال کے بعد) (۴) بمعنی مع جیسے وتله للجبین یعنی مع الجبین (لٹادیا پیشانی کے ساتھ یعنی پیشانی کے بل)

وَرُبَّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَا اَنَّ كَمِ الْخَبْرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلَامِ

ترجمہ:۔اور ساتواں حرف جر رب ہے اور وہ ثابت ہے واسطے تقلیل کے جیسا کہ تحقیق کم خبریہ ثابت ہے واسطے تکثیر کے اور یہ مستحق ہوتا ہے صدارت کلام کا۔

تشریح:۔رب انشاء تقلیل کیلئے آتا ہے یعنی اپنے مدخول کے افراد میں تقلیل کا معنی پیدا کرتا ہے اگرچہ تکثیر کیلئے بھی بکثرت آتا ہے جیسا کہ کم خبریہ اپنے مدخول کے افراد میں کثرت پیدا کرتا ہے مگر یہ تقلیل کیلئے بالکل نہیں آتا اور رب صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے تا کہ شروع میں ہی انشاء تقلیل پر دلالت کرے۔

وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ اَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ اَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهُ رَجُلًا وَرُبَّهُ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُ رِجَالًا وَرُبَّهُ اِمْرَأَةً كَذٰلِكَ وَعِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالًا وَرُبَّهَا اِمْرَأَةً

ترجمہ:۔اور رب نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر یا ایسی ضمیر مبہم پر جو مفرد مذکر ہوگی ہمیشہ ممیز ہوگی نکرہ منصوبہ کے ساتھ۔اور کوفیوں کے ہاں ضمیر اور تمیز میں مطابقت واجب ہے جیسے ربهما رجلين ضمیر بھی تثنیہ تمیز بھی تثنیہ اسی طرح باقی مثالیں ہیں۔

تشریح:۔ رب یا نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے رب رجل كريم لقيته (میں نے چند بزرگ آدمیوں سے ملاقات کی) یا ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے یہ ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز مثنی ہو یا مجموع یا مذکر یا مؤنث جیسے ربه رجلا۔ ربه کی ضمیر مبہم ممیز ہے رجلا نکرہ منصوبہ اس کی تمیز ہے ربه رجلين اس میں تمیز مثنی ہے مگر ضمیر اسی طرح مفرد مذکر ہے ربه رجالا میں تمیز جمع ہے ربه امرأة میں تمیز مؤنث ہے مگر ضمیر اسی طرح مفرد مذکر ہے اسی طرح ربه امرأتين ربه نساء۔

وَقَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَرُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ

ترجمہ وتشریح:۔اور کبھی کبھی لاحق ہو جاتا ہے اس رب کو ما کافہ جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اس وقت ما کافہ رب کے ساتھ ملا کر لکھا جائیگا علیحدہ نہیں لکھا جائیگا پس اس وقت رب داخل ہوتا ہے دونوں قسم کے جملوں پر یعنی جملہ اسمیہ پر بھی اور فعلیہ پر بھی جیسے ربما قام زيد اور ربما زيد قائم۔[1]

---

[1] فائدہ:۔اس وقت رب جملہ فعلیہ یا اسمیہ کی نسبت کی تقلیل یا تکثیر کیلئے ہوگا گزشتہ مثالوں کا معنی یہ ہوگا کہ قیام زید کم ہے یا بہت ہے یہاں یود بمعنی ماضی ود ہے۔

وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَيُحْذَفُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ اَيْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ لَقِيْتُه فَاَكْرَمَنِيْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِيْتُه فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ

ترجمہ:۔اور ضروری ہے رب کیلئے فعل ماضی اس لئے کہ تحقیق رب تقلیل محقق کیلئے ہے اور وہ نہیں محقق ہوتی مگر فعل ماضی کے ساتھ اور حذف کیا جاتا ہے یہ فعل اکثر الخ۔

تشریح:۔یعنی وہ فعل جس کے ساتھ رب کا تعلق ہے اس کا فعل ماضی ہونا ضروری ہے چاہے رب ما کافہ کے ساتھ ہو یا نہ ہو وجہ یہ ہے کہ رب تقلیل محقق کیلئے یعنی تقلیل واقعی کیلئے آتا ہے اور تقلیل واقعی فعل ماضی میں ہوسکتی ہے مثلا رب رجل کریم لقیت (میں نے چند بزرگ آدمیوں سے ملاقات کی) اس کلام کے ذریعہ تم اس بات کی خبر دے رہے ہو کہ جن آدمیوں سے میں نے ملاقات کی ہے وہ تھوڑے ہیں تم اس بات کو نہیں جانتے کہ آئندہ کن آدمیوں سے تم ملاقات کرو گے وہ قلیل ہیں یا کثیر اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں معلوم ہوا کہ رب تقلیل واقعی کیلئے آتا ہے۔

سوال:۔قول باری تعالی ربما یود الذین کفروا اس میں رب فعل مضارع یود پر داخل ہے؟

جواب:۔یہاں یود فعل مضارع بمعنی ود فعل ماضی کے ہے جو بات یقیناً مستقبل میں ہونے والی ہو گویا ہو چکی ہے تو

ویحذف ذلک الفعل:۔اور یہ فعل جس سے رب کا تعلق ہے اکثر استعمالات میں قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے جیسے تیرا قول رب رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جو کہتا ہے ھل لقیت من اکرمک تو جواب دیا رب رجل اکرمنی لقیتہ پس اکرمنی، رجل کی صفت ہے اور لقیتہ رب کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے یہ قرینہ مقالیہ کی مثال ہے ھل لقیت من اکرمک (کیا تو نے اس شخص سے ملاقات کی ہے جس نے تیرا اکرام کیا ہے) یہ سائل کا سوال ہے اسکے جواب میں آپنے کہا رب رجل اکرمنی اصل میں تھا رب رجل اکرمنی لقیتہ (بہت تھوڑے مرد ہیں جنہوں نے میرا اکرام کیا ان سے میں نے ملاقات کی) رجل موصوف، اکرمنی جملہ فعلیہ صفت ہے کیونکہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور لقیتہ رب کا فعل ہے جو یہاں محذوف ہے اور حذف کا قرینہ سائل کا سوال ہے سوال میں جو فعل مذکور ہے جواب میں بھی وہی محذوف ہوگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو اکثر رب سوال مذکور یا مقدر کے جواب میں آتا ہے۔

وَوَاوُرُبَّ وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شِعْر۔ وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْس اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْس

ترجمہ وتشریح:۔آٹھواں حرف جر واؤ رب ہے اور وہ وہ واؤ ہے جس کے ساتھ کلام کو شروع کیا جائے واؤ رب ہمیشہ اسم ظاہر نکرہ

موصوفہ پر داخل ہوتی ہے یہ ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتی اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے واؤ رب کی مثال شاعر کا قول ہے وبلدۃ الخ یہ شعر عامر بن حاوث کا ہے اپنی بہادری بیان کر رہا ہے کہ میں جس طرف رخ کرتا ہوں انسان بھاگ جاتے ہیں میرا سامنا کوئی نہیں کرسکتا میں اس قدر بہادر ہوں کہ میں نے بہت سے ایسے مقامات بھی طے کئے جہاں یعافیر اور عیس کے سواء کوئی مدد گار نہیں ملا اس شعر میں واؤ بمعنی رب ہے ای رب بلدۃ اور یہ جار مجرور متعلق ہے لفظ طیت کے جو پچھلے بیت میں مذکور ہے انیس کا معنی مانوس یعنی دوست۔ یعافیر جمع ہے یعفور کی بمعنی ٹمیالے رنگ کا ہرن عیس عین کے کسرہ کے ساتھ جمع اعیس آتی ہے بمعنی سفید بالوں والا اونٹ۔ [1] شعر کا ترجمہ:۔ میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا کہ اس میں سوائے ٹمیالے رنگ کے ہرن اور سفید بالوں والے اونٹ کے کوئی انیس نہ تھا۔

وَوَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللّٰهِ وَالرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ فَلَا يُقَالُ وَكَ وَتَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِاللّٰهِ وَحْدَه فَلَا يُقَالُ تَا الرَّحْمٰنِ وَقَوْلُهُمْ تُرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ

ترجمہ وتشریح:۔ نواں حرف جر واؤ قسم ہے اور وہ مختص ہے اسم ظاہر کے ساتھ یعنی اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی پھر اسم ظاہر عام ہے خواہ لفظ اللہ ہو یا رحمٰن یا رحیم ہو جیسے واللہ والرحمٰن لاضربن (اللہ کی قسم، رحمٰن کی قسم البتہ میں ضرور بضرور ماروں گا) پس واؤ کو ضمیر پر داخل کر کے وك نہیں کہا جائیگا۔ اور دسواں حرف جر تاء قسم ہے اور وہ مختص ہے فقط لفظ اللہ کے ساتھ کسی اور اسم ظاہر پر بھی داخل نہیں ہوتی لھذا نہیں کہا جائیگا تالرحمٰن یہ جمہور کا مذہب ہے اخفش کے ہاں لفظ اللہ کے علاوہ اور اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے دلیل عرب کا قول ہے ترب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم) مصنفؒ نے جمہور کی طرف سے جواب دیا وقولھم الخ سے کہ عرب کا قول ترب الکعبۃ شاذ ہے۔

وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللّٰهِ وَبِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَا بُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمَ عَلَيْهَا

ترجمہ وتشریح:۔ اور گیارہواں حرف جر باء قسم ہے اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر جیسے باللہ بالرحمٰن اور بک وغیرہ وجہ یہ ہے کہ قسم کے باب میں باء قسمیہ اصل ہے باقی حروف قسم اس کی فرع ہیں لھذا اصل کا عام ہونا ضروری ہے اور قسم کیلئے

---

[1] شعر کی ترکیب:۔ واؤ بمعنی رب جار بلدۃ مجرور لفظا موصوف لیس فعل از افعال ناقصہ ے طلبد اسم مرفوع وخبر منصوب را با جارہ ھا ضمیر راجع بسوئے بلدۃ مجرور محلا جار مجرور ملکر ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہوکر خبر مقدم لیس کی انیس مرفوع لفظا مستثنی منہ الا حرف استثناء الیعافیر معطوف علیہ واؤ عاطفہ الا زائدہ العیس معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مستثنی یا بدل مستثنی منہ اپنے مستثنی سے یا مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر اسم مؤخر ہوا لیس کا لیس اپنے اسم مؤخر وخبر مقدم سے ملکر صفت ہے بلدۃ موصوف کی موصوف صفت سے ملکر مجرور ہوا جار کا جار مجرور ملکر ظرف مستقر متعلق ہوا وطیت فعل کے جو پچھلے بیت میں مذکور ہے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

جواب قسم ضروری ہے اور وہ ایسا جملہ ہے جس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم علیہا یعنی وہ جملہ جس پر قسم کھائی گئی ہو۔

فَاِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ وَاللهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ وَوَاللهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا وَاِنَّ فِي الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَاِنْ كَانَتْ مَنْفِيَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَا وَلَا نَحْوُ وَاللهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَوَاللهِ لَايَقُوْمُ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح:۔ پس اگر وہ جملہ جو جواب قسم ہے موجبہ یعنی مثبتہ ہے تو خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اس پر لام تاکید کا داخل کرنا واجب ہے جملہ اسمیہ کی مثال واللّٰہ لزید قائم (اللہ کی قسم البتہ زید کھڑا ہونے والا ہے) جملہ فعلیہ کی مثال جیسے واللّٰہ لافعلن کذا (اللہ کی قسم البتہ میں ضرور بضرور کروں گا اس طرح) اور جملہ اسمیہ میں اِن مکسورہ کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللّٰہ ان زیدا لقائم (اللہ کی قسم تحقیق زید البتہ کھڑا ہونے والا ہے) خلاصہ لام تاکید تو جملہ اسمیہ مثبتہ وفعلیہ مثبتہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور اِن مکسور صرف جملہ اسمیہ مثبتہ پر داخل ہوتا ہے پھر کبھی لام تاکید اور اِن دونوں داخل ہوتے ہیں کبھی ان میں سے کوئی ایک اور اگر وہ جملہ جو جواب قسم ہے وہ منفیہ ہو خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ تو اس وقت جواب قسم پر لفظ ما یا لا کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللّٰہ ما زید بقائم (اللہ کی قسم زید کھڑا ہونے والا نہیں ہے) جملہ اسمیہ پر لفظ ما داخل ہے واللّٰہ لا یقوم زید (اللہ کی قسم زید نہیں کھڑا ہوگا) یہ جملہ فعلیہ ہے جس پر لا نافیہ داخل ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْيِ لِزَوَالِ اللُّبْسِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى تَاللهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اَىْ لَا تَفْتَؤُ وَيُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَيْدٌ وَاللهِ قَائِمٌ

ترجمہ وتشریح:۔ اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ کبھی کبھی حرف نفی کو حذف کیا جاتا ہے جواب قسم سے بوجہ زائل ہونے التباس کے یعنی جب مثبت ومنفی میں التباس نہ ہوتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان تا للّٰہ تفتؤ تذکر یوسف یعنی لا تفتؤ جواب قسم ہے اس سے حرف نفی کو حذف کیا گیا اصل میں لا تفتئو تھا یہاں التباس کا خطرہ نہیں کیونکہ جب مضارع مثبت جواب قسم ہوتا ہے تو اس پر لام تاکید یہ کا آنا ضروری ہے اور یہاں تفتؤ مضارع مثبت میں لام تاکید یہ نہیں لہذا معلوم ہوا کہ مضارع مثبت نہیں بلکہ منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔ اور کبھی جواب قسم کو حذف بھی کیا جاتا ہے اگر قسم پر ایسی چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زید قائم واللّٰہ اصل میں تھا واللّٰہ لزید قائم چونکہ قسم سے پہلے زید قائم جملہ اسمیہ جواب قسم پر دلالت کرتا ہے اس لیے جواب قسم کو حذف کر دیا پہلے والے جملے کو دال بر جواب قسم کہا جاتا ہے یا اس وقت بھی جواب قسم کو حذف کیا جاتا ہے جب قسم ایسے جملہ کے اجزاء کے درمیان واقع ہو جو جملہ جواب قسم پر دلالت کرتا ہے جیسے زید واللّٰہ قائم اصل میں تھا واللّٰہ لزید قائم یہاں بھی یہ جملہ جس کے مبتدأ وخبر کے درمیان قسم آ گئی جواب قسم پر دلالت کرتا ہے اسلیے جواب قسم کو حذف کر دیا۔

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ

ترجمہ وتشریح:۔ بارھواں حرف جر عَن ہے جو ثابت ہے واسطے مجاوزت کے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ کوئی چیز میرے مجرور مدخول سے گزر گئی

دور ہوگئی جیسے رمیت السهم عن القوس الی الصید (پھینکا میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف) اس مثال میں تیر عن کے مدخول قوس یعنی کمان سے گزر گیا دور ہوگیا۔ ۱ے

وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَعَلٰی اِسْمَيْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ

ترجمہ وتشریح:۔ اور تیرھواں حرف جر علی ہے جو ثابت ہونے والا ہے استعلاء کیلئے یعنی یہ بتلا تا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول کے اوپر ہے خواہ یہ استعلاء حقیقی ہو جیسے زید علی السطح (زید چھت پر ہے) یا مجازی ہو جیسے علیه دین (اس پر قرضہ ہے) اور کبھی کبھی عن اور علی دونوں اسم ہوتے ہیں جب کہ ان پر من حرف جر داخل ہو گویا من حرف جر کا داخل ہونا ان کے اسم ہونے کی علامت ہے۔ اس وقت عن بمعنی جانب ہوگا اور علی بمعنی فوق ہوگا جیسے آپ کہیں جلست من عن یمینه یعنی من جانب یمینه (میں بیٹھا اس کی داہنی جانب سے) اور نزلت من علی الفرس یعنی من فوق الفرس (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)

وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَعَمْرٍو وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ وتشریح:۔ اور چودھواں حرف جر کاف ہے جو ثابت ہونے والا ہے واسطے تشبیہ کے۔

فائدہ:۔ تشبیہ کیلئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) مشبہ۔ (۲) مشبہ بہ۔ (۳) وجہ شبہ۔ (۴) حرف تشبیہ جیسے زید کعمرو (زید عمرو کی مثل ہے) زید مشبہ عمرو مشبہ بہ۔ بہادری یا سخاوت وغیرہ وجہ شبہ اور کاف حرف تشبیہ ہے۔ اور کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان لیس کمثله شیئ یعنی لیس مثله شیئ (اس کی مثل کوئی چیز نہیں) اس میں مثلہ پر کاف زائدہ ہے ورنہ معنی فاسد ہوتا ہے۔

۱ے فائدہ:۔ کسی چیز کے دور ہونے اور گزرنے کی تین صورتیں ہیں۔ اول:۔ اس طور پر ہوگا کہ وہ چیز عن کے مجرور سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے گذشتہ مثال میں تیر کمان سے زائل ہو کر شکار کی طرف چلا گیا۔ دوم:۔ اس طور پر کہ وہ چیز کہ عن کے مجرور سے بغیر زائل ہوئے دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اخذت عنه العلم (میں نے اس شخص سے علم لیا) اس مثال میں علم عن کے مجرور یعنی شخص سے زائل ہوئے بغیر متکلم تک چلا گیا سوم:۔ اس طور پر کہ وہ چیز عن کے مجرور تک پہنچے بغیر اس سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے ادیت عنه الدین الی خالد (میں نے اس شخص کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا خالد کو) اس مثال میں دین یعنی قرضہ عن کے مدخول یعنی مقروض تک پہنچنے کے بغیر اس سے زائل ہو کر خالد کی طرف چلا گیا۔

فائدہ:۔ چند معانی اور بھی ہیں مگر تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۔ يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِ

ترجمہ وتشریح:۔اور کاف حرف جارہ کبھی اسم ہوتا ہے اس وقت یہ مثل کے معنی میں ہو جاتا ہے جب کہ اس پر کوئی حرف جر داخل ہو جیسے شاعر کا قول یضحکن عن کالبرد المنهم محل استشہاد کالبرد کا لفظ ہے کالبرد پر کاف اسمی بمعنی مثل ہے عبارت شعر کی یوں ہوگی يَضْحَكْنَ عَنْ اَسْنَانٍ مِثْلِ الْبَرَدِ الْمُنْهَمِ۔البرد کا معنی اولا ثرالہ۔ المنهم کا معنی پگھلا ہوا۔

ترجمہ:۔وہ عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اولے کی مثل ہیں۔

مطلب شاعر:۔عورتوں کے دانتوں کو اولے سے تشبیہ دے رہا ہے سفیدی میں یعنی جب وہ ہنستی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اولے پگھل رہے ہیں۔[1]

وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ شَعْبَانَ مَا رَأَيْتُه مُذْ رَجَبَ اَوْ لِلظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَأَيْتُه مُذْ شَهْرِ نَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا اَیْ فِيْ شَهْرِنَا وَفِيْ يَوْمِنَا

ترجمہ وتشریح:۔اور پندرھواں اور سولہواں حرف جر مذ اور منذ ہیں جو ثابت ہونے والے ہیں واسطے زمان کے فائدہ:۔جب اسم ہوتے ہیں تو ظروف مبنیہ میں سے ہیں جیسے گزر چکا ہے یہاں حرف جر کی حیثیت سے ذکر ہو رہے ہیں یہ دونوں زمانہ ماضی میں فعل کی ابتداء کیلئے آتے ہیں جیسے شعبان میں آپ کہیں کہ ما رئیته مذ رجب (میں نے اس کو رجب کے مہینہ سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی ابتداء رجب سے اب تک جاری ہے۔یا زمانہ حاضر میں ظرفیت محضہ کیلئے آتے ہیں یعنی یہ بتلاتے ہیں کہ فعل کا تمام زمانہ یہی زمانہ حاضر ہے جیسے ما رأیته مذ شهرنا ومنذ یومنا (نہیں دیکھا میں نے اس کو اپنے مہینہ سے اور اپنے دن سے) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کا پورا زمانہ یہی موجودہ مہینہ یا موجودہ دن ہے۔

وَخَلاَ وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ خَلاَ زَيْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَكْرٍ

ترجمہ وتشریح:۔سترہواں اور اٹھارواں اور انیسواں حرف جر خلا اور عدا اور حاشا ہیں جو ثابت ہیں واسطے استثناء کے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے جاء نی القوم خلا زید (آئی میرے پاس قوم سوا زید کے) جاء نی القوم حاشا عمرو (سوا عمرو کے) جاء نی القوم عدا بکر (سوا بکر کے)

فائدہ:۔خلا، عدا، حاشا تینوں کے ذریعے سے اگر مدخول کو جر دیں گے تو یہ حرف جارہ ہونگے اور اگر مدخول کو ان کے ذریعے

---

[1] ترکیب شعر:۔یضحکن فعل نون ضمیر فاعل عن جار کاف اسمی بمعنی مثل مضاف البرد موصوف المنهم صفت موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق یضحکن فعل کے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فائدہ:۔اس شعر کا اول مصرع بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

نصب دیں گے تو یہ فعل ہونگے ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی۔

فائدہ:۔خلاصہ یہ ہے کہ تینوں کبھی حرف ہوتے ہیں کبھی فعل ہوتے ہیں اور عن اور علی اور کاف اور مذاور منذ یہ سب کبھی حرف ہوتے ہیں کبھی اسم ہوتے ہیں باقی گیارہ وہ صرف حرف جر ہی ہوتے ہیں۔

فَصْلٌ اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُاِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَقَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَحِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح:۔حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں الخ

فائدہ:۔وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کی فعل کے ساتھ مشابہت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی اور عملی بھی لفظی مشابہت تو یہ ہے کہ جیسے فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی مبنی برفتحہ ہیں اور جیسے فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں ان ،ان، کان، لیت ،لکن ثلاثی ہیں اور لعل جو اصل میں لعلل تھا دحرج کی طرح یہ رباعی ہے اور مشابہت معنوی یہ ہے کہ ان ان بمعنی حققت، کان بمعنی شبہت،لیت بمعنی تمنیت لعل بمعنی ترجیت، لکن بمعنی استدرکت ہے اور عملی مشابہت یہ ہے کہ فعل متعدی جیسا عمل کرتے ہیں جیسے وہ اول اسم یعنی فاعل کو رفع ثانی اسم یعنی مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک اسم کو رفع ایک کو نصب دیتے ہیں البتہ یہ فعل کا فرعی عمل کرتے ہیں۔فعل کا اصل عمل تو یہ ہے کہ فاعل مرفوع مقدم ہو اور مفعول بہ منصوب مؤخر ہو مگر کبھی مفعول بہ مقدم ہو جاتا ہے تو حروف مشبہ بالفعل فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو ان کو فعل فرعی عمل دیا گیا ان کا اسم منصوب ہوگا اور خبر مرفوع ہوگی۔

هذه الحروف الخ۔ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے آپ پہچان چکے ہیں جیسے ان زیدا قائم اور کبھی کبھی ان کو ما کافہ لاحق ہو جاتا ہے پس وہ ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے کافہ اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی روکنے والا چونکہ یہ ما عمل سے روکتا ہے اس لیے اس کو ما کافہ کہتے ہیں اس وقت یہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہو جاتے ہیں جیسے انما قام زید (سوا اسکے نہیں کہ زید کھڑا ہے) جملہ اسمیہ کی مثال انما انا بشر (سوا اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں)

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةِ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُوَكِّدُهَا وَاَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةِ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبَرِ فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَلِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ اِذَا كَانَ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْكَلَامِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَبَعْدَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ وَبَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَارَاَيْتُ الَّذِيْ اِنَّهٗ فِي الْمَسَاجِدِ وَاِذَا كَانَ فِيْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق اِن مکسورۃ الھمزہ نہیں تبدیل کرتا جملہ کے معنی اور مضمون کو بلکہ اس کو پکا کرتا ہے اور اَن مفتوحۃ الھمزہ اپنے

مابعداسم وخبر کے ساتھ ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے ابتداء کلام میں ہمزہ کا مکسور ہونا واجب ہے جیسے ان زیدا قائم اور قول کے بعد جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے یقول انها بقرة اور موصول کے بعد جیسے مارأیت الذی انه فی المساجد اور جس وقت ہو اس کی خبر میں لام جیسے ان زید لقائم۔

تشریح:۔ان مکسورۃ الھمزہ اوران مفتوحۃ الھمزہ میں فرق بتلانا چاہتے ہیں اِنَّ مضمون جملہ کو بدلتا نہیں بلکہ پکا کرتا ہے اور اَنَّ جملہ اسمیہ کو مفرد کے حکم میں کرتا ہے مفرد کے حکم میں کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خبر کا مصدر نکال کر اسم کی طرف مضاف کردیا جائے جیسے بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ یعنی بَلَغَنِیْ قِیَامُ زَیْدٍ (پہنچا ہے مجھے زید کا کھڑا ہونا)

ولذلک الخ:۔سے تفریع ذکر کرنا چاہتے ہیں چونکہ ان مکسورہ جملہ کے معنی ومضمون کو متغیر نہیں کرتا لھٰذا جہاں جہاں جملہ لانا مناسب ہے وہاں ان مکسورہ ہی ہوگا۔ چنانچہ ابتداء کلام میں ان مکسورہ ہوگا کیونکہ یہ جملہ کی جگہ ہے جیسے ان زیدا قائم۔قول اوراسکے مشتقات کے بعدان مکسورہ ہی واقع ہوگا کیونکہ قول کا مقولہ جملہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان یقول انها بقرة (اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تحقیق وہ گائے ہو)اور موصول کے بعد کیونکہ موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے جیسے مارأیت الذی انه فی المساجد (نہیں دیکھا میں نے اس کو کہ تحقیق وہ مساجد میں ہے) اور جب اس کی خبر میں لام داخل ہو کیونکہ لام تاکید یہ بھی جملہ کے معنی کی تاکید کرتا ہے جیسے ان زیدا لقائم (تحقیق زید البتہ کھڑا ہونے والا ہے)[1]

وَيَجِبُ الْفَتحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلاً نَحوُ بَلَغَنِی اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَفعُوْلاً نَحوُ كَرِهْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُبْتَدأً نَحوُ عِندِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا اِلَيْهِ نَحوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَجْرُوْرًا نَحوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحوُ لَوْ اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُکَ وَبَعْدَ لَوْلَا نَحوُ لَوْلَا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح:۔اور واجب ہے فتحہ یعنی ان مفتوحہ پڑھنا واجب ہے جس جگہ واقع ہو فاعل یعنی اپنے اسم وخبر سے ملکر فاعل بن رہا ہو جیسے بلغنی ان زیدا قائم (پہنچی مجھے یہ بات کہ زید کھڑا ہونے والا ہے)بلغنی فعل ہے ان زیدا قائم بتاویل مفرد ہوکر فاعل ہے عبارت یوں ہوگی بلغنی قیام زید۔اور جس جگہ مفعول واقع ہو یعنی اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد کے ہوکر مفعول واقع ہو جیسے کرھت انک قائم یعنی کرھت قیامک (میں نے تیرے کھڑے ہونے کو مکروہ جانا)اور جس جگہ مبتدأ واقع ہو یعنی اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد کے ہوکر مبتدأ واقع ہو جیسے عندی انک قائم (میرے نزدیک تحقیق تو کھڑا ہونے والا ہے)

---

[1] فائدہ:۔مصنفؒ نے ان مکسورہ کے چار مواضع بیان کئے لیکن ان کے علاوہ بھی چند اور مواضع ہیں جہاں ان مکسورہ ہوتا ہے مثلا (۵) جواب قسم میں ان مکسورہ ہوتا ہے جیسے واللہ ان زیدا قائم (۶) نداء کے بعد جیسے یابنی ان اللہ اصطفی لکم الدین (۷) حتی ابتدائیہ کے بعد جیسے مرض فلان حتی انھم لا یرجونہ (فلاں بیمار ہوا یہاں تک کہ لوگ اسکی امید نہیں رکھتے ہیں) (۸) حروف تنبیہ کے بعد جیسے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (خبردار تحقیق اولیاء اللہ پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے)

عندی مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر مقدم ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد کے ہوکر مبتدأ مؤخر یعنی عندی قیامک اور جس جگہ مضاف الیہ واقع ہو یعنی اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ ہو جیسے عجبت من طول ان بکرا قائم یعنی عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ قِیَامِ بَکْرٍ (میں نے بکر کے قیام کے لمبے ہونے سے تعجب کیا) اور جس جگہ مجرور واقع ہو یعنی اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد کے ہوکر مجرور واقع ہو جیسے عجبت من ان بکرا قائم یعنی عَجِبْتُ مِنْ قِیَامِ بَکْرٍ (میں نے بکر کے کھڑے ہونے سے تعجب کیا)۔

فائدہ:۔ان سب صورتوں میں ان کو مفتوح پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ فاعل مفعول مبتدأ مضاف الیہ اور مجرور یہ سب مفرد ہوتے ہیں اور مفرد کے مقام میں ان مفتوحہ ہی پڑھا جاتا ہے۔[1] اور لو کے بعد یعنی لو شرطیہ کے بعد بھی ان مفتوحہ ہوگا کیونکہ لو حرف شرط ہے جو فعل شرط کا تقاضا کرتا ہے خواہ وہ فعل لفظا ہو یا تقدیرا لھٰذا لو کے بعد اگر اَن آئے گا تو اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر فعل محذوف کا فاعل ہوگا جیسے لو انک عندنا لاکرمتک (اگر تحقیق تو ہمارے پاس ہوتا تو البتہ میں تیرا اکرام کرتا) اس میں ان اپنے اسم کاف ضمیر خطاب اور اپنی خبر یعنی عندنا سے ملکر بتاویل مفرد ہوکر فاعل ہے ثبت فعل محذوف کا ثبت فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہے لاکرمتک جزاء ہے۔اور لولا کے بعد خواہ لولا امتناعیہ ہو یا لولا تحضیضیہ ہو جن کا ذکر آگے آرہا ہے کیونکہ لولا امتناعیہ کے بعد مبتدأ ہوتا ہے لھٰذا ان مفتوحہ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدأ ہوگا اور مبتدأ کا مفرد ہونا واجب ہے جیسے لولا انہ حاضر لغاب زید (اگر وہ حاضر نہ ہوتا تو زید غائب ہو جاتا) اور لولا تحضیضیہ کے بعد ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہوکر اس فعل کا فاعل یا مفعول بہ ہوتا ہے جس پر لولا تحضیضیہ کا داخل ہونا ضروری ہے اور فاعل اور مفعول بہ مفرد ہوتے ہیں جیسے لولا انی معاذ لک زعمت یعنی لولا زعمت انی معاذ لک، اس میں انی معاذ لک بتاویل مفرد ہوکر ذعمت کا مفعول ہے ترجمہ یہ ہے کہ کیوں نہیں تو نے یقین کیا اس کو کہ میں آپ کیلئے جائے پناہ ہوں۔اور بھی متعدد مواضع ہیں جہاں ان مفتوح ہوتا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ جہاں مفرد کا موقع ہوگا وہاں اَن مفتوحہ ہوگا اور جہاں جملہ کا موقع ہوگا وہاں اِن مکسورہ ہوگا۔

وَيَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاِعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وَعَمْرًا

ترجمہ:۔اور جائز ہے عطف ان مکسورہ کے اسم پر رفع ونصب کے ساتھ باعتبار محل ولفظ کے۔

تشریح:۔چونکہ ان مکسورہ جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ پکا کرتا ہے اسی وجہ سے اس کے اسم پر باعتبار محل کے عطف ڈال کر معطوف کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کا اسم اصل میں مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کے اسم پر لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے عطف ڈال کر معطوف کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کا اسم لفظا منصوب ہے جیسے ان زیدا قائم وعمرو، وعمرا

---

[1] تنبیہ:۔ان مکسورہ اور ان مفتوحہ کے کل مواقع تیرہ تیرہ ہیں تفصیل کیلئے التحفۃ العلمیہ ص ۹۷ ملاحظہ ہو۔

(تحقیق زید اور عمرو کھڑے ہونے والے ہیں) عمرو کا عطف ان کے اسم زید کے محل پر ڈال کر مرفوع پڑھنا جائز ہے اور اس کے لفظ پر عطف ڈال کر منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ يَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰى خَبَرِهَا وَقَدْ تُخَفَّفُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهٖ تعالٰى وَاِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاؤُ هَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ

ترجمہ:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق ان مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وان کلا لما الخ اور اس وقت اس کو لغو کرنا جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وان کل لما۔

تشریح:۔ان مکسورہ کی خبر پر لام ابتدائیہ کو داخل کرنا جائز ہے جو جملہ کی تاکید کیلئے آتا ہے بخلاف ان کے چونکہ وہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کرتا ہے لہذا اس کی خبر پر اس کا داخل کرنا جائز نہیں اور کبھی ان مکسورہ میں تخفیف کی جاتی ہے اس صورت میں اس کی شکل ان نافیہ جیسی ہو جاتی ہے لہذا اس وقت ان کے درمیان فرق کرنے کیلئے اس کی خبر پر لام تاکید کا آنا لازم ہے خواہ پھر ان مخففہ کو عمل دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وان کلا لما لیوفینھم لما کی تخفیف والی قرأت کے ساتھ اس میں ان مخففہ ہے اور کلا منصوب ان مخففہ من المثقلہ کا اسم ہے اور کلا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اور لیوفینھم قسم محذوف کا جواب ہے اس پر جو لام ہے یہ جواب قسم کا ہے اور لما پر جو لام ہے ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے ہے پھر لفظ ما کو زائدہ کیا تاکہ دو لاموں کا اجتماع (جو مکروہ ہے) لازم نہ آئے۔ترجمہ یہ ہے کہ تحقیق ان سب کو جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اختلاف کرتے ہیں اللہ کی قسم وہ اللہ تعالیٰ ضرور پوری جزاء دیگا وحینئذ الخ اور اس وقت جب ان مکسورہ مخففہ ہو تو اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے کیونکہ ان فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اب آخر میں سکون آ جانے سے اس کی پوری مشابہت نہ رہی لہذا یہی بہتر ہے کہ عمل نہ دیا جائے جیسے وان کل لما جميع لدينا محضرون اس آیت میں ان مکسورہ مخففہ ہے اس کا عمل باطل ہو گیا اور کل مرفوع ہے تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اور لما مخففہ میں لام کو ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے ہے اور اس میں ما زائدہ تاکید کیلئے ہے گویا عبارت یوں ہو جائے گی ان کلهم لمجموعون يوم القيامة محضرون عندنا للحساب (تحقیق وہ سب کے سب قیامت کے دن حساب کیلئے جمع کیے جائیں گے ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے)

وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ

ترجمہ:۔اور جائز ہے ان مکسورہ مخففہ کا داخل ہونا ان افعال پر جو مبتدأ خبر پر داخل ہونے والے ہیں نحو قولہ تعالیٰ الخ۔

تشریح:۔اس عبارت کا عطف ہے یجوز الغاؤ ھا پر مطلب یہ ہے کہ جس وقت ان مکسورہ مخففہ ہو تو اس کا ان افعال پر داخل ہونا جائز ہوتا ہے جو افعال مبتداء خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب وغیرہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وان كنت من قبله

لمن الغافلین (تحقیق آپ اس سے پہلے بے خبرلوگوں میں سے تھے) اس آیت میں ان مخففہ کنت فعل ناقص پر داخل ہے دوسری مثال جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے و ان نظنک لمن الکذبین (تحقیق ہم تم کو جھوٹ بولنے والوں میں سے گمان کرتے ہیں) [1]

وَكَذٰلِكَ اِنَّ الْمَفْتُوحَةَ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ

ترجمہ:۔اوراسی طرح ان مفتوحہ کبھی کبھی مخفف کیا جاتا ہے پس اس وقت اس کو ضمیر شان مقدر میں عمل دینا واجب ہے پس وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ وہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

تشریح:۔ان مفتوحہ میں کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیف کی جاتی ہے اس وقت ضمیر شان مقدر میں اس کا عمل کرنا واجب ہے وہ ضمیر شان اس کا اسم ہوگی اور وہ جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر کریگا اس کی خبر ہوگی چونکہ یہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے لھذا ان مفتوحہ مخففہ ہر قسم کے جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ کسی جملے کے آنے سے ضمیر شان کے عمل کرنے میں فرق نہیں آتا جیسے بلغنی ان زید قائم (مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہونے والا ہے) جملہ فعلیہ کی مثال جیسے بلغنی ان قد قام زید (مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے) پھر جملہ فعلیہ میں وہ فعل خواہ مبتدأ خبر پر داخل ہونے والا ہو جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب یا نہ ہو جیسے عام فعل۔

وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْسَوْفَ اَوْقَدْ اَوْحَرْفِ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتِرُ اِسْمُ اَنَّ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا

ترجمہ:۔اور واجب ہے سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا کقولہ تعالی الخ

تشریح: ان مفتوحہ مخففہ جب فعل متصرف پر واقع ہو تو اس وقت سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے تا کہ اَن مخففہ اور اَن مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ یہ حروف ان مصدریہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے البتہ حرف نفی دونوں کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے فرق اس طرح ہوگا کہ اگر فعل منفی منصوب ہے تو ان مصدریہ ہوگا ورنہ ان مخففہ ہوگا مثلاً سین کی مثال علم ان سیکون منکم مرضی (اللہ تعالی نے جان لیا تحقیق شان یہ ہے کہ عنقریب تم میں سے بعض مرضی ہونگے)

فائدہ:۔والضمیر الخ سے ترکیب بتلا رہے ہیں کہ ضمیر شان مستتر ان مفتوحہ مخففہ کا اسم ہوگی اور وہ جملہ جو اس کے بعد ضمیر شان کی

---

[1] فائدہ: وجہ یہ ہے کہ اصل تو یہ تھا ان مکسورہ مخففہ مبتدأ خبر پر داخل ہوتا پس اگر تخفیف کی وجہ سے یہ اصل اس کی ختم ہوگئی تو کم از کم ان افعال پر تو داخل ہونا چاہئے جو مبتدأ خبر پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اصل کی کچھ نہ کچھ تو رعایت باقی رہے اسوقت بھی لام تاکید لازم ہے جیسا کہ دونوں آیتوں میں لام تاکید موجود ہے

تفسیر کررہا ہے وہ ان مخففہ کی خبر ہوگا۔[1]

وَكَأَنَّ لِلتَّشْبِيهِ نَحْوُ كَانَّ زَيْدَ نِ الْاَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيهِ وَاِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ وَاِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُه اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ كَاَنْ زَيْدٌ اَسَدٌ

ترجمہ:۔اور کانّ ثابت ہے واسطے تشبیہ کے جیسے کان زید نالاسد (گویا کہ زید شیر ہے) اور وہ مرکب ہے کاف تشبیہ اوران مکسورہ سے اور سوااس کے نہیں کہ اس کو مفتوح کیا گیا کاف جارہ کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے اصل عبارت اس کی ان زیدا کالاسد ہے اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس وہ ملغی عن العمل ہوجاتا ہے جیسے کان زید اسد۔

تشریح:۔کان حرف تشبیہ اوران مکسور سے مرکب ہے انما فتحت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال:۔کاف تشبیہ اوران مکسورہ سے مرکب ہے تو ہمزہ کو مکسور پڑھنا چاہیے مفتوح کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب:۔مصنفؒ نے جواب دیا کہ مفتوح اس لئے پڑھا گیا کہ کاف تشبیہ حرف جر ہے اوران پر داخل ہے اوران حرف جر کے بعد مفتوح ہوتا ہے اس وجہ سے ان مکسورہ کی کسرہ کو ختم کر کے فتحہ دی گئی اگرچہ معنی کے اعتبار سے ان مکسورہ ہے جیسے کان زید ن الاسد اس کی تقدیر عبارت یہ ہے ان زیدا کالاسد (تحقیق زید شیر کی مثل ہے) جمہور کے ہاں یہ مستقل حرف ہے کاف تشبیہ اوران مکسورہ سے مرکب نہیں۔

وقد تخفف الخ: کبھی کبھی کان بھی مخفف ہوتا ہے اس وقت اس کا عمل بھی باطل ہوجائیگا کیونکہ آخری حرف ساکن ہونے کی وجہ سے فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ختم ہوجائیگی اور فعل کی مشابہت کی وجہ سے یہ حروف مشبہ بالفعل عمل کرتے ہیں جیسے کان زیداسد

وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَائِرَيْنِ فِي الْمَعْنٰى نَحْوُ مَا جَاءَنِي الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًوا جَاءَ وَغَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ

ترجمہ وتشریح:۔اور لکن ثابت ہے واسطے استدراک کے استدراک کالغوی معنی ہے پالینا اصطلاحی معنی جملہ سابقہ سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرنا جیسے آپ نے کہا جاءنی زید تو اس وقت یہ وہم ہوتا ہے کہ چونکہ زید اور عمرو میں گہرا تعلق ہے شاید عمرو بھی آیا ہوگا حالانکہ وہ نہیں آیا تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے آگے کہا جائیگا لکن عمروا لم یجیء (لیکن عمرو نہیں آیا) چونکہ کلام سابقہ سے وہم کو دور کرنے کیلئے آتا ہے اسی وجہ سے لکن ایسی دو کلاموں کے درمیان آئیگا جو معنی ومفہوم کے اعتبار سے متغایر ہوں خواہ پھر تغایر لفظی بھی ہو ایک کلام مثبت دوسری منفی ہو جیسے جاء زید لکن عمروا لم یجیء اول کلام مثبت ہے دوسری منفی ہے یا تغایر لفظی نہ

---

[1] فائدہ:۔افعال غیر متصرفہ میں سین اور سوف وغیرہ کالانا لازم نہیں جیسے ان لیس للانسان الا ما سعی ۔لیس فعل غیر متصرف ہے اس میں سین سوف وغیرہ نہیں ہے وان عسی ان یکون قد اقترب عسی فعل غیر متصرف ہے یہاں بھی سین اور سوف وغیرہ نہیں۔

ہوفقط تغایر معنوی ہوجیسے غاب زید لکن بکرا حاضر (زید غائب ہے لیکن بکر حاضر ہے) اس مثال میں دونوں کلام مثبت ہیں مگر معنی کے اعتبار سے تغایر ہے۔

وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًوا قَاعِدٌ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَ نَا

ترجمہ وتشریح:۔اور جائز ہے لکن کے ساتھ واؤ خواہ لکن مشدد ہو یا مخفف ہو (تا کہ اس لکن میں اور لکن عاطفہ میں فرق ہوجائے کیونکہ لکن عاطفہ پر حرف عطف داخل نہیں ہوتا پھر یہ واؤ اعتراضیہ ہوگی یا عاطفہ اور جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا) جیسے قام زیدو لکن عمرا قاعد (زید قائم ہے اور لیکن عمرو بیٹھنے والا ہے) اور کبھی کبھی مخفف بھی ہوتا ہے اس وقت یہ ملغی عن العمل ہوجاتا ہے کیونکہ فعل سے مشابہت ختم ہوجاتی ہے اور لکن حرف عطف کے مشابہ ہوجاتا ہے لفظا بھی اور معنی بھی اور لکن عاطفہ عامل نہیں ہے جیسے مشی زید لکن بکر عندنا (چلا زید لیکن بکر ہمارے پاس ہے) اس مثال میں لکن عمل نہیں کررہا بکر مبتدأ ہے عندنا خبر ہے۔

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَنَا وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا بِمَعْنَى اَتَمَنّٰى

ترجمہ وتشریح:۔اور لیت ثابت ہے واسطے تمنی کے یعنی یہ انشاء تمنی کیلئے آتا ہے تمنی کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو محبت کے ساتھ طلب کرنا جیسے لیت هندا عندنا (کاش کہ ھندہ ہمارے پاس ہوتی) اور امام فراءؒ نے لیت زیدا قائما کو جائز رکھا یعنی دونوں جزؤوں کو منصوب پڑھتے ہیں اس بنا پر کہ انکے ہاں لیت بمعنی اتمنی ہے اتمنی صیغہ واحد متکلم فعل انا ضمیر فاعل زید ا مفعول اول قائما مفعول ثانی (میں تمنا کرتا ہوں زید کے کھڑے ہونے کی)

وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اَحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

ترجمہ وتشریح:۔اور لعل ثابت ہے واسطے ترجی کے یعنی انشاء ترجی کیلئے آتا ہے متکلم کسی چیز کی امید کرتا۔ ہے جیسے شاعر کا قول احب الصالحین الخ (ترجمہ: میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اس حال میں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالی مجھ کو صلاحیت عطا فرمائیں) **محل استشهاد**:۔لعل انشاء ترجی کیلئے ہے۔[1]

---

[1] ترکیب:۔احب فعل انا ضمیر فاعل الصالحین ذوالحال واؤ حالیہ لست فعل ناقص ت ضمیر اس کا اسم، منھم جار مجرور ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہوکر اس کی خبر فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر مفعول بہ ہے احب کا، لعل حرف از حروف مشبہ بالفعل اللہ اس کا اسم یرزقنی صلاحا فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر لعل کی خبر، لعل اپنے اسم وخبر سے ملکر مفعول لہ ہے احب کا، احب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فائدہ: لیت اور لعل میں فرق یہ ہے کہ لیت ممکن اور محال دونوں چیزوں کی تمنا کیلئے آتا ہے اور لعل صرف اس چیز کی امید کیلئے آتا ہے جس کا ہونا ممکن ہو۔

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ وَفِي لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَعَنْ وَاَنَّ وَلَانَّ وَلَعَنَّ وَعِنْدَ الْمُبَرِّدِ اَصْلُه عَلَّ زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ

ترجمہ وتشریح:۔اور لعل کے ذریعے جر پڑھنا شاذ ہے یعنی کلمہ لعل کو حروف جارہ میں سے شمار کرنا اور اس کے ذریعے مابعد کو جر دینا شاذ ہے یعنی قلیل ہے جیسے لعل زید قائم اور لعل میں چند اور لغات بھی ہیں جو کتاب میں واضح ہیں مبرد کے ہاں ان میں سے اصل عل ہے اس میں لام شروع میں زائدہ کیا گیا ہے باقی سب فروعات ہیں۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ اَلْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰی وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ .فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌو سَوَاءٌ كَانَ زَيْدٌ مُقَدَّمًا فِي الْمَجِيْءِ اَوْعَمْرٌو وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ بِلَا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو اِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَعَمْرٌو مُتَأَخِّرًا بِلَا مُهْلَةٍ وَثُمَّ لِلتَّرْتِيْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّماً وَبَيْنَهُمَا مُهْلَةٌ

ترجمہ وتشریح: عطف کا لغوی معنی مائل کرنا یہ حروف بھی معطوف کو اعراب اور حکم میں معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام حروف عطف رکھا گیا حروف عطف دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں اول چار یعنی واؤ، فاء، ثم، حتی یہ جمع کیلئے آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو اس حکم میں جمع کرنے کیلئے آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کیلئے تھا۔ پھر ان میں واؤ مطلقا جمع کیلئے ہے معطوف اور معطوف علیہ میں ترتیب اور معیت کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید و عمرو (آیا میرے پاس زید وعمرو) اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید پہلے اور عمرو بعد میں آیا ہو اور برعکس کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکٹھے آئے ہوں۔اور فاء ترتیب بلا مہلت کیلئے ہے جیسے قام زید فعمرو (کھڑا ہے زید پس عمرو) جب زید پہلے آیا ہو اور عمرو اس کے فورا بعد بغیر مہلت کے آیا ہو اور ثم ترتیب مع المہلت کیلئے ہے جیسے دخل زید ثم عمرو (داخل ہوا زید پھر عمرو) جب زید پہلے داخل ہوا اور عمرو بعد میں اور ان کے درمیان مہلت بھی ہو۔

وَحَتّٰی كَثُمَّ فِي التَّرْتِيْبِ وَالْمُهْلَةِ اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ وَيُشْتَرَطُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلًا فِي الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَهِيَ تُفِيْدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ ضُعْفًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةِ

ترجمہ وتشریح:۔اور حتی ثم کی طرح ہے ترتیب ومہلت میں مگر حتی کی مہلت ثم کی مہلت سے کم ہوتی ہے اور حتی میں یہ شرط ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو کیونکہ حتی غایت کا معنی دیتا ہے غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے حتی معطوف میں یا قوت کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کا معطوف معطوف علیہ کے افراد واجزاء میں سے قوی فرد و جزو ہوتا ہے جیسے مات الناس حتی

الانبیاء (مرگئے لوگ حتی کہ انبیاء علیہم السلام بھی وفات پاگئے) (دوسری مثال قدم الجیش حتی الامیر (لشکر آ گیا یہاں تک کہ امیر بھی آ گیا) امیر جیش بھی لشکر کا قوی فرد ہے) اور یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف معطوف علیہ کے افراد و اجزاء میں ضعیف فرد و جزء ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی الْمُشَاة (حاجی آ گئے یہاں تک کہ پیادے بھی آ گئے) مشاۃ جمع ہے ماشی کی بمعنی پیدل چلنے والے تو مشاۃ معطوف حاج معطوف علیہ کا جزء ضعیف ہے۔

وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ ثَلاثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَابِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوِامْرَأَةٍ وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفُ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اُخْرٰى نَحْوُ اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اِمَّا عَلٰى اَوْ نَحْوُ زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّيٌّ

ترجمہ وتشریح:۔ اور اما اور ام یہ تینوں حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک مبہم غیر معین چیز کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں یعنی تینوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حکم معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک کیلئے ثابت ہے جو متکلم کے ہاں متعین نہیں بلکہ وہ مبہم غیر معین ہے جیسے مررت برجل او امرأۃ (گزرا میں مرد یا عورت کے ساتھ) اس مثال میں گزرنے والا حکم مرد اور عورت میں سے کسی ایک کیلئے ثابت ہے اور وہ متکلم کے ہاں متعین نہیں اور تین میں سے اما سوا اس کے نہیں کہ وہ حرف عطف تب ہوتا ہے جب اس سے پہلے ایک اور اما ہو (تاکہ شروع ہی سے یہ معلوم ہو جائے کہ حکم دو چیزوں میں سے کسی ایک کیلئے ہے) جیسے العدد اما زوج واما فرد (عدد یا جفت ہے یا طاق ہے) اور اما کا او پر مقدم ہونا بھی جائز ہے جیسے زید اما کاتب او امی (زید یا کاتب ہے یا امی یعنی ان پڑھ ہے) (اور یہ بھی جائز ہے کہ اما او پر مقدم نہ ہو جیسے زید کاتب او امی لیکن اما حرف عطف پر ایک اور اما کا مقدم ہونا ضروری ہے جیسے گزر چکا ہے۔

وَاَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلَةٌ وَهِىَ مَا يُسْأَلُ بِهَا عَنْ تَعْيِيْنِ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ وَالسَّائِلُ بِهَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا مُبْهَمًا بِخِلَافِ اَوْ وَ اِمَّا فَاِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا لَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا اَصْلاً

ترجمہ وتشریح:۔ اور ام دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور وہ وہ ہے کہ اس کے ذریعہ سوال کیا جائے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا اور اسکے ذریعہ سوال کرنے والا ان دو میں سے ایک مبہم غیر معین کے ثبوت کو جانتا ہے جیسے اضربت زیدا ام اکرمتہ (کیا مارا ہے تو نے زید کو یا اسکی عزت کی ہے) مطلب یہ کہ سائل کہتا ہے میں اس بات کو تو جانتا ہوں کہ تو نے زید کے ساتھ ان دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کیا ہے مارا یا عزت کی، میں متعین کرانا چاہتا ہوں کہ مارا ہے یا عزت کی ہے بخلاف او اور اما کے ان دو کے ذریعے سوال کرنے والا دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلَاثَةِ شَرَائِطَ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَهَا هَمْزَةٌ نَحْوُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَالثَّانِىْ اَنْ يَّلِيَهَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا يَلِى الْهَمْزَةَ اَعْنِىْ اِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اِسْمٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَ اَمْ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ

فَكَذٰلِكَ بَعْدَهَا نَحْوُ اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلاَ يُقَالُ اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا

ترجمہ وتشریح: اور ام متصلہ کا استعمال تین شرائط کے ساتھ ہوتا ہے اول یہ کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو جیسے ازید عندك ام عمرو (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو) خواہ لفظا ہو جیسے گزر چکا خواہ تقدیرا جیسے صدری بها افضی ام البیداء اصل میں تھا اصدری الخ (کیا میرا سینہ اس کے مقابلہ میں چوڑا ہے یا جنگل) دوسری شرط یہ ہے کہ ام متصلہ کے بعد وہ لفظ واقع ہو جو اس لفظ کی مثل ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوا ہے یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہے تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسے گزر چکا ہے اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقام زید ام قعد (کیا کھڑا ہے زید یا بیٹھا ہے) پس نہیں کہا جائیگا ارأیت زیدا ام عمرا (کیا دیکھا ہے تو نے زید کو یا عمرو کو) کیونکہ ہمزہ کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم ہے لہذا یہ ناجائز ہے دوسری شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے

وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ مُحَقَّقًا وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الْاِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْلاَ فَاِذَا قِيْلَ اَ زَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُه بِتَعْيِيْنِ اَحَدِهِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَاِمَّا فَجَوَابُه نَعَمْ اَوْ لاَ

ترجمہ وتشریح:۔اور تیسری شرط یہ ہے کہ امرین متساویین میں سے کوئی ایک محقق وثابت ہو یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کوئی ایک متکلم کے نزدیک ثابت ہو اب متکلم مخاطب سے تعیین کا سوال کر رہا ہے پس اس وجہ سے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین کے ساتھ ہو نہ کہ نعم یا لا کے ساتھ یعنی چونکہ متکلم یہ تو جانتا ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ میں سے کوئی ایک ثابت ہے مخاطب سے صرف تعیین کرانا چاہتا ہے کہ ان میں سے کسی کو متعین کرو لہذا ام کا جواب ایک کو متعین کرنے سے ہوگا نہ یہ کہ مخاطب نعم کہے یا لا کیونکہ نعم یا لا سے تعیین نہیں ہوتی۔پس جب کہا جائے ازید عندك ام عمرو (کیا زید تیرے پاس ہے یا عمرو) تو اس کا جواب ان دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین کے ساتھ ہوگا یعنی جواب میں زید یا عمرو کہا جائے گا نعم یا لا کہنا صحیح نہیں ہوگا لیکن جب او یا اما کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا یعنی ہمزہ استفہام کے ساتھ او یا اما سے سوال ہو تو جواب نعم یا لا ہوگا جیسے اجاءك زیداو عمرو یا اجاءك زید اما عمرو تو جواب یا نعم یا لا کے ساتھ ہوگا کیونکہ اس وقت مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس آیا ہے یا نہیں یہاں تعیین کا سوال نہیں ہو رہا۔

وَمُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَأَيْتَ شَبَحاً مِنْ بَعِيْدٍ قُلْتَ اِنَّهَا لِاِبِلٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اَنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ اَمْ هِيَ شَاةٌ تَقْصُدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاَخْبَارِ الْاَوَّلِ وَالْاِسْتِيْنَافَ بِسُؤَالِ اٰخَر مَعْنَاهُ بَلْ هِيَ شَاةٌ

ترجمہ وتشریح: دوسری قسم ام منقطعہ ہے اور وہ وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ ہو یعنی ام منقطعہ میں اول کلام سے اضراب واعراض ہوگا اور وہ کلام جو ام منقطعہ کے بعد ہے اس کا استفہام وسوال ہوگا بل اضراب واعراض کیلئے آتا ہے اور ہمزہ استفہام کیلئے تو ام منقطعہ

بمعنی بـل اور ہمزہ ہوتا ہے یعنی سابقہ کلام سے اعراض اور بعد والی کلام سے سوال کرنے کیلئے آتا ہے جیسے دور سے آپ نے شبح، الو ،صورت دیکھی آپ نے یقین کر کے کہا انھا لا بـل (تحقیق وہ اونٹ ہے) پھر آپ جب اس کے قریب گئے تو یقین ہو گیا کہ یہ اونٹ تو یقیناً نہیں پھر یہ شک ہوا کہ شاید یہ بکری ہے تو آپ نے کہا ام ھی شاۃ (کیا وہ بکری ہے) ام ھی شاۃ سے آپ نے قصد کیا ہے اول خبر سے اعراض کرنے کا اور دوسرے سوال کی ابتداء کا تو ام ھی شاۃ کا معنی ہے بـل اھی شاۃ (بلکہ کیا وہ بکری ہے) تو یہاں ام ھی شاۃ میں ام منقطعہ ہے بمعنی بل اور ہمزہ ہے۔

وَاعْـلَـمْ اَنَّ اَمِ الْـمُـنْـقَـطِـعَةَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو وَسَأَلْتَ اَوَّلاً عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّؤَالِ الْاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِي السُّؤَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو

ترجمہ وتشریح: اور جان لیجئے کہ تحقیق ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور استفہام میں یعنی ام منقطعہ کبھی خبر کے بعد آتا ہے جیسا کہ مثال گزر چکی ہے اور کبھی استفہام کے بعد آتا ہے جب کہ متکلم کا ارادہ پہلے استفہام سے اعراض کر کے ام کے مابعد کے متعلق سوال کرنے کا ہو جیسے اعندك زيد ام عمرو (کیا زید تیرے پاس ہے بلکہ کیا عمرو تیرے پاس ہے) اس میں متکلم کا پہلے یہ خیال تھا کہ زید مخاطب کے پاس ہے اس لیے کہا اعـنـدك زيد پھر یقین ہو گیا کہ زید تو مخاطب کے پاس نہیں ہے تو اب اس سوال واستفہام سے اعراض کیا اور نیا استفہام وسوال کیا ام عمرو یعنی بل اعمرو عندك (بلکہ کیا عمرو تیرے پاس ہے)

وَلَا وَبَـلْ وَلٰكِنْ جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا اَمَّا لَا فَلِنَفْيِ مَا وَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِيْ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو

ترجمہ وتشریح:۔ اور لا اور بل اور لـكن یہ تینوں حروف دو چیزوں یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے کسی ایک معین چیز کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں لیکن حرف لا معطوف سے اس حکم کی نفی کیلئے آتا ہے جو اول یعنی معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے جیسے جـاء نی زید لا عمرو (آیا ہے میرے پاس زید نہ کہ عمرو) اس میں مجیئت والے حکم کی معطوف سے نفی کی جب کہ معطوف علیہ کیلئے وہ حکم ثابت ہے۔ [1]

وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِيْ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو مَعْنَاهُ بَلْ جَاءَنِيْ عَمْرٌو وَمَا جَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَا جَاءَ خَالِدٌ

---

[1] فائدہ:۔ لا عاطفہ کے ذریعہ عطف صرف کلام موجب میں ہوگا منفی میں نہیں لہذا ما جاء نی زید ولا عمرو کہنا درست نہیں اور نیز لا عاطفہ کے بعد عامل کا اظہار بھی مناسب نہیں لہذا جاء نی زید ولا جاء عمرو کہنا مناسب نہیں اور لا کے ذریعہ سے اسم کا اسم پر عطف ہوتا ہے فعل کا فعل پر عطف مناسب نہیں اور کلمہ غیر کے بعد لا تاکید نفی کیلئے آتا ہے نہ کہ عطف کیلئے جیسے غير المغضوب عليهم ولا الضالين)

ترجمہ وتشریح:۔اور حرف بــل اول یعنی معطوف علیہ سے اضراب واعراض اور ثانی یعنی معطوف کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے (خواہ کلام مثبت ہو یا منفی) اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی اس کیلئے نہ حکم کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ اس سے حکم کی نفی ہوتی ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو (آیا میرے پاس زید بلکہ عمرو) کا معنی یہ ہے کہ بل جاء نی عمرو (بلکہ عمرو آیا ہے) باقی رہا زید تو اس کے بارہ میں خاموشی ہے نہ مجیئت کا ثبوت ہے نہ نفی۔ منفی کی مثال جیسے ما جاء نی بکر بل خالد (نہیں آیا بکر بلکہ خالد) اس کا معنی یہ ہے کہ بـل مـا جاء نی خالد (بلکہ خالد نہیں آیا) اس میں بھی متکلم نے پہلے ماجاء بکر پھر اس سے اعراض کر کے بل خالد کہا تو معطوف علیہ سے اعراض اور معطوف کیلئے اس حکم کی نفی کا اثبات ہے۔ [1]

وَلٰكِنْ لِلِاسْتِدْرَاكِ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ اَوْ بَعْدَهَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ

ترجمہ وتشریح:۔اور لکن استدراک کیلئے آتا ہے اور اس کو نفی لازم ہے اس سے پہلے جیسے مـا جاء نی زید لکن عمرو جاء (نہیں آیا میرے پاس زید لیکن عمرو آیا ہے) یا اس کے بعد جیسے قام بکر لکن خالد لم یقم (کھڑا ہے بکر لیکن خالد نہیں کھڑا)

فائدہ:۔لـکـن معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت کیلئے آتا ہے لہذا اس سے پہلے یا بعد میں نفی کا ہونا ضروری ہے پہلے نفی ہوگی تو بعد والے کیلئے حکم کا اثبات ہوگا اور اگر پہلے اثبات ہوگا تو بعد والے سے حکم کی نفی ہوگی۔ مثالیں گزر چکی ہیں

فَصْلٌ حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلَاثَةٌ اَلَا وَاَمَا وَهَا وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَه شَيْئٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَاَمَا لَا يَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ ۔

اَمَا وَالَّذِىْ اَبْكٰى وَاَضْحَكَ وَالَّذِىْ ☆ اَمَاتَ وَاَحْيٰى وَالَّذِىْ اَمْرُه الْاَمْرُ ... اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَاتَفْعَلُ وَاَلَا لَا تَضْرِبُ

ترجمہ:۔حروف تنبیہ تین ہیں الا اور امـا اور هـا ان کو وضع کیا گیا ہے مخاطب کو خبر دار کرنے کے لئے، تا کہ اس سے کلام کا کوئی حصہ فوت نہ ہو جائے۔ پس الا اور اما نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پر خواہ اسمیہ ہو جیسے الا انهم هم الـمـفسدون (خبردار وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں) اس میں الا جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور جیسے شاعر کا قول امـــا والـذی الخ (ترجمہ: خبردار قسم ہے اس کی جو رلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اس کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اسکی جس کا حکم حکم ہے) اس مثال میں امـــا حرف تنبیہ ہے جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور واؤ قسمیہ ہے الذی اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مقسم بہ ہے۔ جواب قسم اگلے شعر میں ہے اور خواہ جملہ

---

[1] فائدہ:۔ جمہور نحویوں کے ہاں حرف بل نفی کے بعد معطوف کیلئے اس حکم کو ثابت کرتا ہے جو حکم معطوف علیہ سے منفی ہے اور معطوف علیہ مسکوت عنہ کے درجہ میں ہوتا ہے یا اس سے حکم کی نفی ہوتی ہے جیسے ما جاء بکر بل خالد کا معنی بل جاء خالد ہے یعنی جمہور کے ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ نہیں آیا بکر بلکہ خالد آیا ہے باقی رہا بکر یا تو وہ مسکوت عنہ کے حکم میں ہے یا حکم مذکور کی اس سے نفی ہے۔

فعلیہ ہو جیسے اما لا تفعل (خبردار مت کر) الا لا تضرب (خبردار مت مار) ۱

فائدہ:۔ یہ شعر ابوالفتح ہزلی کا ہے محل استشہاد اما حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

وَالثَّالِثُ هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْمُفْرَدِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰؤُلَاءِ

ترجمہ وتشریح:۔ اور تیسرا حرف تنبیہ کلمہ ھا ہے اور وہ داخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ پر جیسے ھا زید قائم (خبردار زید کھڑا ہونے والا ہے) اور مفرد پر جیسے ھذا ذا اسم اشارہ پر ھا حرف تنبیہ داخل ھؤلاء، اولاء اسم اشارہ پر ھا حرف تنبیہ داخل ہے۔ ۲

فَصْلٌ حُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَىْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوحَةُ فَاَىْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ وَاَيَا وَهَيَا لِلْبَعِيْدِ وَيَا لَهُمَا وَلِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰى

ترجمہ:۔ حروف نداء پانچ ہیں یا اور ایا اور ھیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ پس ای اور ہمزہ مفتوحہ نداء قریب کیلئے آتے ہیں اور ھیا نداء بعید کیلئے آتا ہے اور یا نداء قریب وبعید اور متوسط کیلئے اور منادی کے احکام گزر چکے ہیں۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْإِيْجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَبَلٰى وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ وَاِىْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيْرِ كَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا كَانَ اَوْ مَنْفِيًّا نَحْوُ اَجَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَاَمَا جَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ

ترجمہ وتشریح:۔ حروف ایجاب چھ ہیں نعم الخ لیکن نعم کلام سابق کو ثابت کرنے کیلئے آتا۔ ۔ وہ کلام مثبت ہو یا منفی جیسے اجاء زید (کیا زید آیا) اس کے جواب میں آپ کہیں نعم تو معنی یہ ہے نعم جاء زید (ہاں زید آیا) نفی کی مثال جیسے اما جاء زید (کیا زید نہیں آیا) اس کے جواب میں آپ کہیں نعم یعنی ما جاء زید (ہاں زید نہیں آیا)

فائدہ:۔ پھر اس میں بھی تعمیم ہے کلام خواہ استفہام ہو یا خبر استفہام کی مثالیں گزر چکی ہیں خبر کی مثال قام زید یہ خبر ہے اس کے جواب میں آپ کہیں نعم یعنی نعم قام زید (ہاں زید کھڑا ہے) نفی کی مثال جیسے ماقام زید کے جواب میں نعم یعنی نعم ما قام زید۔

---

۱ ترکیب شعر:۔ اما حرف تنبیہ واؤ قسمیہ جار الذی اسم موصول ابکی معطوف علیہ اضحک معطوف سے ملکر صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر متعلق اقسم فعل محذوف کے والذی امات واحیی بھی جار مجرور متعلق اقسم فعل محذوف کے واؤ قسمیہ جار الذی اسم موصول امرہ مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدأ الامر خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور جار مجرور ظرف مستقر یہ بھی متعلق اقسم فعل محذوف کے اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلقات سے ملکر قسم اور جواب قسم اگلے شعر میں ہے۔

۲ فائدہ: تینوں حرف جملہ اسمیہ وفعلیہ پر داخل ہوتے ہیں کلمہ ھا بھی جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے ھا افعل (خبردار تو کر) اور صرف کلمہ ھا مفرد پر داخل ہوتا ہے باقی دو داخل نہیں ہوتے کلمہ ھا بھی ہر قسم کے مفرد پر داخل نہیں ہوتا بلکہ صرف اسم اشارہ پر داخل ہوتا ہے۔

وَبَلٰی تُخْتَصُّ بِاِیْجَابِ مَا نُفِیَ اِسْتِفْهَامًا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی اَوْ خَبَرًا کَمَا یُقَالُ لَمْ یَقُمْ زَیْدٌ قُلْتَ بَلٰی اَیْ قَدْ قَامَ

ترجمہ: اور بــلــی مختص ہے اس چیز کو ثابت کرنے کے ساتھ جس کی نفی ہوئی خواہ باعتبار استفہام کے نفی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان الست بربکم قالوا بلی یا باعتبار خبر کے جیسے لم یقم زید کے جواب میں بلی کہا جائے۔

تشریح:۔یعنی کلمہ بلی اس کام کے اثبات کیلئے آتا ہے جس کی پہلے نفی ہو یعنی کلام منفی کے بعد آتا ہے اور اس کی نفی کو توڑ کر اس کو مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام کی صورت میں ہو جیسے الست بربکم قالوا بلی (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا یعنی کیوں نہیں بلی آپ ہمارے رب ہیں) یہ خطاب ارواح کو تھا سب ارواح نے یہ جواب دیا تھا۔ یا نفی خبر کی صورت میں ہو جیسے لم یقم زید (زید نہیں کھڑا) اس کے جواب میں آپ کہیں بلی یعنی قد قام (کیوں نہیں تحقیق وہ کھڑا ہے)

وَاَیْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَیَلْزَمُهَا الْقَسَمُ کَمَا اِذَا قِیْلَ هَلْ کَانَ کَذَا قُلْتَ اِیْ وَاللّٰهِ وَاَجَلْ وَجَیْرِ وَاِنَّ لِتَصْدِیْقِ الْخَبَرِ کَمَا اِذَا قِیْلَ جَاءَ زَیْدٌ قُلْتَ اَجَلْ اَوْ جَیْرِ اَوْ اِنَّ اَیْ اُصَدِّقُکَ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ

ترجمہ وتشریح:۔اور ای استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے جس وقت کہا جائے هل کان کذا کیا ایسا تھا تو آپ کہیں گے اس کے جواب میں ای واللّٰہ (ہاں اللہ کی قسم)

فائدہ:۔فعل قسم ذکر نہیں کیا جاتا چنانچہ اقسمت ای واللّٰہ کہنا جائز نہیں اور اس کا مقسم بہ لفظ اللّٰہ اور لفظ رب اور لفظ عمر ہوتا ہے جیسے ای واللّٰہ ای وربی ای لعمری (ہاں میری زندگی کی قسم) اور اجل اور جیر اور ان یہ تینوں حروف خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے جب کہا جائے جاء زید (زید آ گیا) تو اپ اس کے جواب میں کہیں اجل یا جیر یا ان تو ان کا معنی یہ ہے کہ اصدقک فی هذا الخبر (میں اس خبر میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں)

فَصْلٌ حُرُوْفُ الزِّیَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَاَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِیَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ وَمَعَ مَا الْمَصْدَرِیَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ یَجْلِسَ الْاَمِیْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ

ترجمہ وتشریح:۔حروف زیادت سات ہیں ان الخ

فائدہ:۔زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام میں سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے یہ مطلب نہیں کہ بالکل بے فائدہ ہیں کیونکہ ان کے بہت سے فوائد ہیں مثلاً کلام میں خوبصورتی اور تزئین پیدا کرتے ہیں اور تاکید کا فائدہ دیتے ہیں وغیرذلک نیز زائد ہونے کا یہ معنی بھی نہیں کہ ہر جگہ زائد ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ کہ جب کلام میں کسی حرف کو زائد کیا جائے گا تو ان میں سے کسی کو زائد کیا جائے گا۔

فان تزاد الخ:۔ پس ان زائدہ ہوتا ہے مانافیہ کے ساتھ اور تاکید نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسے ما ان زید قائم (نہیں ہے زید کھڑا ہونے والا)۔ اور ان زائدہ ہوتا ہے مامصدریہ کے ساتھ جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر (انتظار کر امیر کے بیٹھنے تک) مامصدریہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کردے گی عبارت یوں ہوجائے گی انتظر مدة جلوس الامیر اور ان لما کے ساتھ زائدہ ہوتا ہے جیسے لما ان جلست جلست (جس وقت تو بیٹھا میں بیٹھا) اس لما کو لماحینیہ کہتے ہیں۔ [1]

وَاَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَاللهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيُّ وَاَنّٰى وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطِيَاتٍ كَمَا تَقُوْلُ اِذَامَا صُمْتَ صُمْتُ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ

ترجمہ وتشریح:۔ اور کلمہ ان زائدہ ہوتا ہے لما کے ساتھ جیسے اللہ تعالی کا فرمان فلما ان جاء البشیر (جب کہ خوش خبری دینے والا آیا) اور ان زائدہ ہوتا ہے لفظ لو اور اس قسم کے درمیان جو لو پر مقدم ہو جیسے واللہ ان لو قمت قمتُ (اللہ کی قسم اگر تو کھڑا ہوتا میں بھی کھڑا ہوتا) اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے اذا کے ساتھ اور متی اور ای اور انی اور این اور ان کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں جیسے اذاما صمتَ صمتُ (جب تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا) اس میں ما زائدہ ہے یعنی اذا صمت صمت اور اسی طرح باقی ہیں مثلا متی ما تذهب اذهب واین ما تجلس اجلس وغیرہ۔

وَبَعْدَ بَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَعَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَزَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًوا اَخِيْ

ترجمہ وتشریح:۔ اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے بعض حروف جر کے بعد جیسے اللہ تعالی کا فرمان فبما رحمة من اللہ یعنی فبرحمة من اللہ (بس اللہ کی رحمت کے سبب لنت لهم (آپ ان کیلئے نرم ہوگئے) اس میں باء حرف جر کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے عما قلیل لیصبحن نادمین یعنی عن قلیل الخ (تھوڑے زمانے کے بعد البتہ ضرور پریشان ہوجائیں گے) اس میں عن حرف جر کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے ومما خطیئتهم اغرقوا فادخلو نارا یعنی من خطیئتهم (وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کردئے گئے) وہ آگ میں داخل کئے گئے اس میں من حرف جر کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے زید صدیقی کما ان عمروا اخی یعنی کان عمروا الخ (زید میرا دوست ہے جیسا کہ تحقیق عمرو میرا بھائی ہے) اس میں کاف حرف جر کے بعد ما زائدہ ہے۔

---

[1] فائدہ:۔ ان حرف زائدہ مانافیہ کے بعد اسم وفعل دونوں پر داخل ہوتا ہے اسم کی مثال گزرچکی فعل کی مثال حضرت حسانؓ کا قول ہے حضور ﷺ کی مدح میں۔......ماان مدحت محمد بمقالتی ☆ ولکن مدحت مقالتی بمحمد

ترجمہ:۔ نہیں مدح کی میں نے محمد ﷺ کی اپنے مقالہ سے اور لیکن مدح کی میں نے اپنے مقالہ کی محمد ﷺ سے

وَلا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَلاَ عَمْرٌو وَبَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ لاَ تَسْجُدَ وَقَبْلَ الْقَسَمِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لاَ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنَى اُقْسِمُ

ترجمہ وتشریح:۔اور کلمہ لا اس واؤ عاطفہ کیساتھ زائد ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو جیسے ماجاء نی زید ولا عمرو (نہیں آیا میرے پاس زید اور نہ عمرو)۔ (پھر نفی عام ہے خواہ لفظا ہو جیسے مثال گزر چکی ہے یا معنیً ہو جیسے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اس میں لفظ غیر لفظا نفی نہیں لیکن اس سے نفی کا معنی سمجھا جاتا ہے اس کے بعد ولا الضالین کی واؤ عاطفہ ہے اس کے بعد لا زائدہ ہے) اور ان مصدریہ کے بعد بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ما منعک ان لا تسجد یعنی ان تسجد (کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا) اور قسم سے پہلے بھی زائدہ ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لا اقسم بھذا البلد یعنی اقسم الخ (میں قسم اٹھاتا ہوں اس شہر کی)

وَاَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللاَّمُ فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِيْ حُرُوْفِ الْجَرِ فَلاَ نُعِيْدُهَا

ترجمہ:۔اور لیکن من اور باء اور لام انکا ذکر حروف جر میں گزر چکا ہے پس ہم ان کو نہیں لوٹاتے۔

فَصْل: حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَىْ وَاَنْ فَاَىْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَىْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَنْ اِنَّمَا يُفَسَّرُ بِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ فَلاَ يُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنِ اكْتُبْ اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لاَ مَعْنَاهُ

ترجمہ وتشریح:۔تفسیر کے دو حرف ای اور ان ہیں پس ای مثل اللہ تعالیٰ کے قول کے وسئل القریۃ ای اھل القریۃ (آپ اہل قریہ سے سوال کریں) گویا کہ آپ نے قریہ کی تفسیر کی اہل قریہ سے۔ جب کلام میں ابہام ہوتا ہے تو اس کی تفسیر کی ضرورت ہوتی ہے تو تفسیر کیلئے دو حرف ہیں ایک ای یہ ہر مبہم چیز کی تفسیر کیلئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو جیسے وسئل القریۃ میں قریہ مفرد لفظ ہے اس میں ابہام ہے کہ اس سے کیا مراد ہے تو ای اھل قریہ کہہ کر اس کی تفسیر کی جاتی ہے کہ مراد بستی والے ہیں نہ کہ خود بستی۔ خواہ وہ مبہم چیز جملہ ہو جیسے قطع رزقہ ای مات (اس کا رزق ختم ہو گیا یعنی وہ مر گیا) قطع رزقہ مبہم ہے ای مات سے اس کی تفسیر کردی گئی اور دوسرا حرف تفسیر کلمہ ان ہے اس کے ساتھ اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر۔ نداء۔ کتابت وغیرہ لہذا کلمہ ان نہ تو خود لفظ قول کے بعد واقع ہوگا اور نہ ہی اس فعل کے بعد جو بمعنی قول نہ ہو بلکہ اس فعل کی تفسیر کیلئے آتا ہے جو بمعنی قول ہو اور فعل بمعنی قول کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ فعل بمعنی قول کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو مفعول اکثر مقدر ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ونادینا ہ ان یا ابراھیم (آواز دی ہم نے اس کو کہ اے ابراہیم) اس میں نداء بمعنی قول ہے کیونکہ ندا قول کے بغیر نہیں ہوتی تو نادینا ہ بمعنی قلنا ہ (ہم نے اسکو کہا) اب اس فعل کا مفعول مقدر ہے۔ان یا ابراھیم اس کی تفسیر کر رہا ہے اصل میں گویا یوں تھا نادینا ہ بلفظ ہم نے اس کو نداء دی ایک لفظ کے ساتھ وہ لفظ کیا ہے آگے ان یا ابراھیم نے اس کی تفسیر کی کہ وہ لفظ یا

ابراهیم ہے۔ [1]

فلا یقال الخ:۔ چونکہ ان خودقول کی تفسیر نہیں کرتا لہذا نہیں کہا جائے گا قلت ان له ان اکتب (کہا میں نے اس کو کہ لکھ) کیونکہ قلت خود لفظ قول ہے نہ کہ اس کا معنی۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلَاثَةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاُوْلَيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَىْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۔ يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِىْ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَه ذَهَابًا

ترجمہ وتشریح:۔ حروف مصدر تین ہیں ما اوران اوران یہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں پس اول دو جملہ فعلیہ کیلئے ہیں یعنی صرف جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے وضاقت علیهم الارض بما رحبت یعنی برحبها (تنگ ہوگئی زمین ان پر باوجود کشادہ ہونے کے) اس میں بما رحبت میں ما مصدریہ ہے رحبت کو مصدر کے معنی میں کردیا ای برحبها اور جیسے شاعر کا قول ہے۔ یسر المرء الخ یسر فعل مضارع معروف ہے بمعنی خوش کرنا از باب نصر المرء مفعول بہ اور ما مصدریہ ہے ذهب اللیالی جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر ذهاب اللیالی کے معنی میں کردیا پھر یہ فاعل ہے یسر کا۔

شعر کا ترجمہ:۔ راتوں کا گزرنا مرد کو خوش کرتا ہے حالانکہ راتوں کا گزر اس کیلئے گزرنا ہے یعنی عیش عشرت میں راتیں گذارتا ہے اس بات سے غافل ہے کہ راتو کا گزرنا بعینہ اس کی زندگی کا گزرنا اور ختم ہونا ہے۔

محل استشہاد:۔ اس شعر میں ما مصدریہ ہے جو ذهب فعل پر داخل ہے۔ [2]

وَاَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَىْ قَوْلُهُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَىْ قِيَامَكَ

---

[1] فائدہ:۔ کبھی مفعول بہ ظاہر کی بھی تفسیر کرتا ہے جیسے واذا وحینا الی امک ما یوحی ان قذفیه (جب کہ ہم نے وحی کی آپ کی والدہ کی طرف اس چیز کی جو وحی کی گئی) یہ تم اس کو ڈال دو اس آیت میں او حینا فعل بمعنی قول کا مفعول بہ مقدر نہیں بلکہ ظاہر ہے اور وہ ما یوحی آگے ان قذ فیه اس کی تفسیر ہے۔

[2] ترکیب شعر:۔ یسر صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف المرء منصوب لفظا مفعول بہ مقدم ما مصدریہ ذهب صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف اللیالی مرفوع تقدیرا فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مرفوع محلا ذوالحال واؤ حالیہ کان فعل از افعال ناقصہ ذهاب مضاف ھن ضمیر راجع بسوئے اللیالی مجرور محلا مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر اسم ہوا کان کا لام جار۔ ہ ضمیر راجع بسوئے المرء مجرور محلا، جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق ذهابا کے، ذهابا مصدر اپنے متعلق مقدم سے ملکر کان کی خبر، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر حال ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل ہوا یسر فعل کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ دوسرا احتمال:۔ اللیالی ذوالحال وکان ذهابهن الخ حال ذوالحال اپنے حال سے ملکر ذهب کا فاعل الخ۔

ترجمہ وتشریح:۔اوران جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے فما کان الخ (پس نہیں تھا حضرت ابراھیم کی قوم کا جواب مگران کا قول)اس آیت میں ان قالوا میں ان مصدر یہ نے قالوا جملہ فعلیہ کو مصدر قولھم کے معنی میں کردیا۔اوران جملہ اسمیہ کیلئے ہے یعنی جملہ اسمیہ پرداخل ہوکراسکو مصدر کی تاویل میں کرتا ہے جیسے علمت انک قائم یعنی قیامک (میں نے جان لیا کہ تحقیق تو کھڑا ہونے والا ہے)اس میں ان نے جملہ اسمیہ کو مصدر (قیامک) کے معنی میں کردیا پھر قیامک مفعول بہ ہے علمت کا۔

فَصل حُرُوفُ التَّحضِيضِ اَربَعَةٌ هَلَّا وَاَلَّا وَلَولَا وَلَومَا لَهَا صَدرُ الكَلَامِ وَمَعنَاهَا حَضٌّ عَلَى الفِعلِ اِن دَخَلَتْ عَلَى المُضَارِعِ نَحوُهَلَّا تَأكُلُ وَلَومٌ اِن دَخَلَت عَلَى المَاضِي نَحوُ هَلَّا ضَرَبتَ زَيدًا وَحِينَئِذٍ لَاتَكُونُ تَحضِيضًا اِلَّا بِاعتِبَارِمَا فَاتَ

ترجمہ وتشریح:۔حروف تحضیض یہ چار ہیں ھلا ،الا ،لولا ،لوما ۔تحضیض کا لغوی معنی برانگیختہ کرنا،ترغیب دینا یہ حروف بھی کسی فعل پر برانگیختہ کرنے اوراس کی ترغیب دینے کیلئے آتے ہیں ان کیلئے صدارت کلام ہے یعنی ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں ۔اوران کا معنی فعل پر برانگیختہ کرنا ہے اگر یہ فعل مضارع پرداخل ہوں جیسے ھلا تأکل (تو کیوں نہیں کھاتا) یعنی تجھے کھانا چاہیے۔اوراگر فعل ماضی پرداخل ہوا تو ان کا معنی ملامت کرنا ہے ترک فعل پر جیسے ھلا ضربت زیدا (تونے زیدکو کیوں نہیں مارا) یعنی تجھے زید کو مارنا چاہیے تھا اوراس وقت جب یہ فعل ماضی پرداخل ہوں تو تحضیض نہیں ہوگی مگر مافات کے اعتبار سے جوکام فوت ہو چکا ہے اس کے اعتبار سے برانگیختہ کرنا ہے یعنی یہ کام کرنا چاہیے تھا تا کہ ائندہ احتیاط ہو ورنہ حقیقت میں تو برانگیختہ کرنے والا معنی ماضی میں نہیں ہوسکتا۔

وَلَا تَدخُلُ اِلَّا عَلَى الفِعلِ كَمَا مَرَّ وَاِن وَقَعَ بَعدَهَا اِسمٌ فَبِاِضمَارِ فِعلٍ كَمَا تَقُولُ لِمَن ضَرَبَ قَومًا هَلَّا زَيدًا اَيْ هَلَّا ضَرَبتَ زَيدًا

ترجمہ وتشریح:۔یہ حروف صرف فعل پرداخل ہوتے ہیں کیونکہ ترغیب اور ملامت فعل پر ہی ہوتی ہے اوراگر ان کے بعد اسم آجائے تو فعل کے مقدر کرنے کے ساتھ ہوگا یعنی فعل مقدر مانا جائیگا اور یہ اسم اس فعل مقدر کا معمول ہوگا جیسے آپ اس شخص کو کہیں جس نے زید کے سوا ساری قوم کو مارا ھلا زیدا اس میں ھلا حرف تحضیض زیدا اسم پرداخل ہے حالانکہ فعل پرداخل ہونا ضروری ہے لھذا یہاں فعل مقدر ہوگا اور زیدا اس کا مفعول بہ ہوگا یعنی ھلا ضربت زیدا۔

وَجَمِيعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزؤُهَا الثَّانِي حَرفُ النَّفيِ وَالاَوَّلُ حَرفُ الشَّرطِ اَوِالاِستِفهَامِ اَوحَرفُ المَصدَرِ وَلِلَولَا مَعنًى اٰخَرُهُوَ اِمتِنَاعُ الجُملَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُودِ الجُملَةِ الاُولٰى نَحوُ لَولَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وَحِينَئِذٍ تُحتَاجُ اِلَى جُملَتَينِ اُولٰهُمَا اِسمِيَّةٌ اَبَدًا

ترجمہ وتشریح:۔اورتمام حروف تحضیض مرکب ہیں دوجزؤں سے جن میں سے دوسرا جزو حرف نفی ہے اور پہلا جزو حرف شرط ہے یا استفہام یا حرف مصدر (جیسے لولا اور لوما میں حرف شرط ہے اور ھلا میں حرف استفہام ہے اور الا میں حرف مصدر ہے) اور لولا

کیلئے ایک اور معنی ہے (یعنی تخصیص کے علاوہ ایک اور معنی بھی ہے) اور وہ پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کا منتفی ہونا۔ یعنی لولا انتفاء ثانی بسبب وجود اول کیلئے آتا ہے جیسے لولا علی لھلک عمر (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ھلاک ہوجاتے) چونکہ علی موجود تھے اس لئے عمر ھلاک نہیں ہوئے تو وجود علی سبب ہے عمر کے ھلاک نہ ہونے کا اور اس وقت لولا دو جملوں کی طرف محتاج ہوگا جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوگا دوسرا عام ہے خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ ہو اس کو لولا امتناعیہ کہتے ہیں اور اول معنی کے اعتبار سے لولا تحضیضیہ کہلاتا ہے اور وہ ایک جملہ پر ہی داخل ہوتا ہے۔

فَصلٌ حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِيْ اِلَى الْحَالِ نَحْوُ قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ اَيْ قُبَيْلَ هٰذَا وَلِاَجَلِ ذٰلِكَ سُمِيَتْ حَرْفَ التَّقْرِيْبِ اَيْضًا وَلِهٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِيَ لِيَصْلَحَ اَنْ يَّقَعَ حَالًا

ترجمہ وتشریح:۔حرف توقع قد ہے (اس کو حرف توقع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے اس بات کی خبر دی جاتی ہے جس کے موجود ہونے کی امید تھی) اور وہ ماضی پر داخل ہوکر اس کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے تم اس شخص سے جو امیر کے سوار ہونے کی امید رکھتا ہے یہ کہو قد رکب الامیر (تحقیق امیر سوار ہوگیا) یعنی اس وقت سے تھوڑا سا پہلے سوار ہوا اسی وجہ سے کہ یہ ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اس کو حرف التقریب بھی کہتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی حال بننے کی صلاحیت رکھے۔[1]

وَقَدْ تَجِئُ لِلتَّاكِيْدِ اِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَسْأَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُوْلُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ

ترجمہ وتشریح: اور کبھی کبھی قد محض تاکید کیلئے آتا ہے (تقریب والے معنی سے خالی ہوتا ہے) جس وقت وہ ماضی جس پر قد داخل ہے اس شخص کے جواب میں واقع ہو جو سوال کرتا ہے ھل قام زید (کیا زید کھڑا ہے) تو آپ کہیں قد قام زید (تحقیق زید کھڑا ہے)

وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ نَحْوُ اَنَّ الْكُذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ وَاَنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْخَلُ وَقَدْ تَجِئُ لِلتَّحْقِيْقِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ

ترجمہ وتشریح: اور قد جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق (تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے) اور جیسے ان الجواد قد یبخل (تحقیق سخی کبھی بخل کرتا ہے) اور تحقیق کیلئے بھی آتا ہے (تقلیل والے معنی سے خالی ہوتا ہے) جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے قد یعلم اللہ المعوقین (تحقیق اللہ تعالی روکنے والوں کو جانتا ہے)

---

[1] فائدہ:۔ جو ماضی حال واقع ہوتی ہے زمانہ عامل پر مقدم ہوتی ہے مثلاً آپ نے کہا جاءنی زید قد رکب ابوہ (آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ اس کا باپ سوار ہو چکا ہے) جاءنی عامل ہے رکب ماضی حال ہے اس میں رکوب اب بحیثیت زید پر مقدم ہے حالانکہ نحویوں کے ہاں حال کا اور اس کے عامل کا زمانہ ایک ہوتا ہے لھذا قد کا ماضی پر داخل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ماضی کو زمانہ عامل کے قریب کر دے تاکہ حال اور اس کے عامل کا زمانہ حکماً ایک ہوجائے اگرچہ حقیقۃً ایک نہیں ہے۔

وَيَجُوزُ الْفَصلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللهِ اَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ۔ شِعْرٌ...... اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكَابَنَا ☆ لَمَّا تَزَلْ بِرِحَالِنَا وَكَانْ قَدِنْ ...... اَیْ وَكَانْ قَدْ زَالَتْ

ترجمہ وتشریح:۔ قد اوراس کے فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فاصلہ جائز ہے جیسے قد وللّٰہ احسنت (اللہ کی قسم تحقیق تو نے اچھا کیا) اورقرینہ کے وقت کبھی قد کے فعل کوحذف بھی کیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول افد الترحل الخ (یہ شعرنابغہ زبیانی کا ہے جس کا نام زیاد بن معاویہ ہے) افد بروزن علم بمعنی قریب ہوا الترحل بروزن التفعل بمعنی کوچ کرنا یہ افد کا فاعل ہے غیر بمعنی الا ہے رکاب کا معنی سفر میں سواری کے اونٹ ۔لما حرف نفی عامل جازم ہے تزل اصل میں تزول تھا لما عامل جازم کی وجہ سے واؤ گرگئی رحال جمع ہے رحل کی بمعنی کجاوے۔ کان مخفف ہے اس کا اسم ضمیر محذوف ہے جو رکاب کی طرف لوٹتی ہے اصل میں کانھا تھا قدن میں نون تنوین ترنم ہے۔

شعر کا ترجمہ:۔کوچ کرنا قریب ہوگیا مگر تحقیق ہماری سواری کے اونٹ ہمیشہ ہمارے کجاووں کے ساتھ رہے (یعنی انہوں نے کوچ نہیں کیا) گویا کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہوجائیں گی (یعنی کوچ کریں گی کیونکہ کوچ کرنے کا پختہ ارادہ ہے)

فائدہ:۔محل استشہاد کَانْ قَدِنْ ہے اس شعر میں قد کا فعل محذوف ہے اصل عبارت تھی کان قد زالت ۔[1]

فَصْل حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَدُخُوْلُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ اَكْثَرُ اِذَا لِاسْتِفْهَامِ بِالْفِعْلِ اَوْلٰى

ترجمہ وتشریح:۔استفہام کے دوحرف ھمزہ اور ھل ہیں ان دونوں کیلئے صدارت کلام ہے (یعنی شروع کلام میں آتے ہیں تاکہ ابتداء ہی سے معلوم ہوجائے کہ یہ کلام خبری نہیں استفہامی ہے) اور وہ جملہ پرداخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہو جیسے ازید قائم (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) یافعلیہ ہو جیسے ھل قام زید (کیا زید کھڑا ہے) اوران دونوں کا جملہ فعلیہ پرداخل ہونا بنسبت جملہ اسمیہ کے اکثر ہے کیونکہ فعل کا استفہام بنسبت اسم کے اولی ہے۔

---

[1] ترکیب شعر:۔افد صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف، الترحل مستثنی منہ، غیر حرف استثناء ان حرف از حروف مشبہ بالفعل، رکابنا مضاف مضاف الیہ سے ملکر ان کا اسم، لما حرف نفی جازم، تزل صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ فعل مضارع معروف، ھی ضمیر در و مستتر راجع بسوئے رکاب مرفوع محلا ذوالحال، برحالنا جار مجرور ظرف لغو متعلق تزل فعل کے واؤ حالیہ کان مخفف کاَن کا حرف از حروف مشبہ بالفعل ھی ضمیر محذوف راجع بسوئے رکاب اسم ہے کان کا قدن جو اصل میں قد زالت تھا یہ جملہ فعلیہ کان کی خبر کان پنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال ہے تزل کی ھی ضمیر سے ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل ہوا تزل کا فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر ان کی خبر ان اپنے اسم وخبر سے ملکر بتاویل مفرد ہوکر مستثنی، مستثنی منہ مستثنی سے ملکر فاعل ہوا افد کا فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِي مَوَاضِعَ لَايَجُوْزُ دُخُوْلُ هَلْ فِيْهَا نَحْوُ اَزَيْدًا ضَرَبْتَ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ اَخُوْكَ وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَوَمَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَلَا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ

ترجمہ وتشریح:۔مصنفؒ یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ همزہ کا استعمال هل سے زیادہ ہے چنانچہ همزہ ایسی جگہوں پرآتا ہے جہاں هل نہیں آسکتا اوروہ چار جگہیں ہیں۔

چار جگہیں:۔(۱)اول یہ کہ فعل کے ہوتے ہوئے همزہ اسم پرداخل ہوجیسے ازیدا ضربت (کیا تونے زید کو مارا ہے)اس جگہ هل زیدا ضربت کہنا جائز نہیں (۲) دوسری جگہ استفہام انکاری میں همزہ استفہام کولانا جائز ہے هل کولانا جائز نہیں جیسے اتضرب زیدا وهو اخوك (کیاتوزید کو مارتا ہے حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے) یہاں استفہام انکاری ہے جس کام کا استفہام ہورہا ہے اس سے روکنا مقصود ہے۔یعنی تجھے ایسانہیں کرنا چاہیے ایسی جگہ میں هل تضرب زیدا وهو اخوك کہنا جائز نہیں کیونکہ انکار کیلئے همزہ استعمال ہوتا ہے نہ کہ هل ۔(۳) تیسری جگہ ام متصلہ کے ساتھ همزہ استفہام کولانا درست ہے هل کولانا جائز نہیں جیسے ازید عندك ام عمرو اس جگہ هل زید عندك ام عمرو کہنا جائز نہیں کیونکہ ام متصلہ کے ساتھ همزہ ہی لایا جاتا ہے۔ (۴) چوتھی جگہ همزہ استفہام حرف عطف پرداخل ہوتا ہے نہ کہ هل جیسے او من كان ميتا یا افمن كان یا اثم اذا ماوقع واؤعاطفہ اور فاعاطفہ اور ثم عاطفہ پر همزہ استفہام داخل ہوا ہے یہاں هل ومن كان یا هل فمن كان وغیرہ کہنا جائز نہیں ۔بہر حال استفہام میں اصل همزہ ہے هل اس کی فرع ہے لہذا همزہ میں وسعت ہوگی نہ کہ هل میں۔

ههنا بحث: ۔یہاں بحث ہے وہ یہ کہ بعض مواضع ایسے بھی ہیں کہ جہاں هل آتا ہے اور همزہ اس جگہ نہیں آتا اول یہ کہ هل پر حرف عطف داخل ہوتا ہے همزہ پر داخل نہیں ہوتا جیسے فهل انتم منتهون دوم یہ کہ ام کے بعد هل آتا ہے همزہ نہیں۔ سوم یہ کہ هل استفہامیہ نفی کا فائدہ دیتا ہے حتی کہ اس کے بعد حرف الا اثبات کیلئے لانا جائز ہے اور همزہ ایسا نہیں آتا جیسے هل جزاء الاحسان الا الاحسان (نہیں ہے بدلہ احسان کامگر احسان) چہارم: اس مبتدأ کی خبر جو هل کے بعد ہو اس پر حرف باء تاکید نفی کیلئے آتی ہے اگر همزہ ہو تو نہیں آتی جیسے هل زيد بقائم۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا اَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ

ترجمہ وتشریح:۔حرف شرط ان اور لو اور اما ہیں ان کیلئے صدارت کلام ہے(یعنی ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں تاکہ شروع ہی سے کلام کی خاص قسم پر دلالت کریں کہ یہ کلام شرطیہ ہے) ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلف ہوں کہ ایک اسمیہ دوسرا فعلیہ ہو پہلے جملہ کو شرط دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

فائدہ:۔لیکن یادرکھیں کہ یہ تعمیم کہ ہر قسم کے جملوں پر داخل ہوتے ہیں یہ بات حرف ان اور لو میں صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں جملہ اسمیہ پر

داخل نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ جملہ فعلیہ پر ہی داخل ہوتے ہیں پھر مصنفؒ کی یہ تعمیم مصنفؒ کے آنے والے قول کے بھی منافی ہے آگے فرمارہے ہیں ویلزمھما الفعل لفظا کما مر او تقدیرا (کہ لازم ہے ان دو کو فعل لفظی یا تقدیری) تو جب فعل ان اور لو کولازم ہے تو یقیناً یہ جملہ فعلیہ ہی پر داخل ہونگے لھذا صرف اما حرف شرط ہر قسم کے جملے پر داخل ہوتا ہے نہ کہ ان اور لو (البتہ یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اسمیہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقۃ اسمیہ ہو یا ظاہرا اسمیہ ہو حقیقۃ فعلیہ ہو جیسے وان احد من المشرکین استجارك اور لو انتم تملکون ان دونوں جگہوں میں ظاہرا جملہ اسمیہ پر ان اور لو داخل ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ دونوں جملہ فعلیہ ہیں تفصیل بڑی کتابوں میں ہے اب مصنفؒ پر اعتراض نہیں ہوگا۔

فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَلَوْ لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ

ترجمہ وتشریح:۔کلمہ ان استقبال کیلئے آتا ہے اگرچہ داخل ہو ماضی پر (یعنی چاہے مضارع پر داخل ہو یا ماضی پر دونوں صورتوں میں یہ استقبال کا فائدہ دیتا ہے) جیسے ان زرتنی اکرمتک (اگر تو میری زیارت کریگا تو میں تیرا اکرام کروں گا) اور کلمہ لو ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتک (اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا) اور ان دونوں کو فعل لازم ہے یعنی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ فعل لفظا ہو جیسے گزر چکا ہے خواہ تقدیرا ہو جیسے ان انت زائری فانا اکرمک اصل میں تھا ان کنت زائری فانا اکرمک (اگر تو میری زیارت کرنیوالا ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا) کنت فعل کو حذف کیا گیا تو ت ضمیر متصل کو ضمیر منفصل انت سے بدل دیا ان انت ہو گیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنْ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْاُمُوْرِ الْمَشْكُوْكَةِ فَلَا يُقَالُ آتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ يُقَالُ آتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ وتشریح:۔اور جان لیجئے کہ تحقیق کلمہ ان نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں (یعنی جن کے وجود وعدم میں شک ہو) پس نہیں کہا جائیگا آتیک ان طلعت الشمس (میں تیرے پاس آؤنگا اگر سورج طلوع ہوگا) کیونکہ سورج کا طلوع ہونا یقینی امر ہے نہ کہ مشکوک بلکہ اسوقت یوں کہا جائیگا آتیک اذا طلعت الشمس (میں تیرے پاس آؤنگا جب سورج طلوع ہوگا) کیونکہ کلمہ اذا امور یقینیہ کیلئے آتا ہے اور سورج کا طلوع ہونا بھی امر یقینی ہے۔

وَلَوْ تَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ بِسَبَبِ نَفْيِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

ترجمہ وتشریح:۔اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر جملہ اولی کی نفی کے سبب سے یعنی انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول کیلئے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے لو کان فیھما آلھة الا اللّٰہ لفسدتا (اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالی کے سوا کئی معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور تباہ ہوجاتے) تو اس آیت میں لو نے اس بات پر دلالت کی کہ فساد عالم منتفی ہے بسبب منتفی ہونے تعدد آلھہ کے

فائدہ:۔لوکا استعمال اس معنی میں کثیر اور متعارف ہے کلمہ لو کے اور معانی بھی ہیں تفصیل بڑی کتب میں ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِیْ اَوَّلِ الْکَلَامِ وَتَقَدَّمَ عَلَی الشَّرْطِ یَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِیْ تَدْخُلُ عَلَیْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِیًا لَفْظًا نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ اَتَیْتَنِیْ لَاُکْرِمَنَّکَ اَوْ مَعْنًی نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَأْتِنِیْ لَاَهْجُرَنَّکَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِیَةُ فِی اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لَا جَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذٰلِکَ وَجَبَ فِیْهَا مَا وَجَبَ فِیْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا کَمَا رَأَیْتَ فِی الْمِثَالَیْنِ

ترجمہ:اور جس وقت واقع ہو قسم شروع کلام میں اور شرط پر مقدم ہو تو واجب ہے یہ کہ ہو وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہے ماضی خواہ لفظا ہو جیسے واللّٰہ ان اتیتنی لاکرمنک یا معنی ہو جیسے واللّٰہ ان لم تأتنی لاھجرنک اور اس وقت ہوگا جملہ ثانیہ لفظ میں جواب قسم نہ کہ جزاء شرط پس اسی وجہ سے واجب ہے اس جملہ میں وہ چیز جو واجب ہوتی ہے جواب قسم میں یعنی لام اور اس کی مثل جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا دونوں مثالوں میں۔

تشریح:۔یعنی جب قسم اول کلام میں واقع ہو اور پھر وہ شرط پر مقدم ہو تو اس وقت اس فعل کا جس پر حرف شرط داخل ہے ماضی ہونا ضروری ہے خواہ وہ ماضی لفظاً ہو جیسے واللّٰہ ان اتیتنی لاکرمنک (اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس آئیگا تو میں تیرا اکرام کروں گا) خواہ وہ فعل ماضی معنیٰ ہو (لفظا ماضی نہ ہو بایں طور کہ وہ لفظا مضارع ہو جس پر لم جازمہ جحد یہ داخل ہوا جس کی وجہ سے وہ مضارع ماضی منفی بن گیا) جیسے واللّٰہ ان لم تأتنی لاھجرنک (اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہ آئیگا تو میں تجھے بیہودہ الفاظ کہوں گا)[1]

وحینئذ الخ:۔اس وقت جب کہ قسم اول کلام میں ہو اور شرط پر مقدم ہو تو دوسرا جملہ (یعنی وہ جملہ جو قسم اور شرط دونوں کے بعد مذکور ہے) باعتبار لفظ کے حرف قسم کا جواب ہوگا نہ کہ شرط اور قسم دونوں کا کیونکہ دونوں کا جواب ہونے کی صورت میں اس کا مجزوم وغیر مجزوم ہونا لازم آئیگا اس اعتبار سے شرط کا جواب ہے مجزوم ہونا لازم آئیگا اور اس اعتبار سے کہ وہ قسم کا جواب ہے غیر مجزوم ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے لیکن باعتبار معنی کے وہ جواب قسم بھی ہے کیونکہ اس پر قسم واقع ہے اور شرط کی جزاء بھی ہے کیونکہ پیچھے شرط مذکور ہے۔

فلذالک وجب الخ:پس اسی وجہ سے کہ دوسرا جملہ اسوقت باعتبار لفظ کے جواب قسم ہے نہ کہ جزاء شرط تو اس دوسرے جملہ میں اس چیز کا لانا واجب ہے جو جواب قسم میں آتی ہے یعنی لام اور اسکی مثل مثلاان جملہ مثبتہ میں اور ما اور لا جملہ منفیہ میں جیسا کہ آپ نے مذکورہ دونوں مثالوں میں دیکھ لیا کہ دوسرا جملہ فعلیہ مثبتہ تھا تو اس پر لام داخل ہوا۔

---

[1] فائدہ:۔صورت مذکورہ میں حرف شرط کے مدخول فعل کا ماضی ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جب حرف شرط کا عمل اور اثر جزاء میں باطل ہوگیا کیونکہ جزاء اس وقت جواب قسم ہے تو ضروری ہے کہ حرف شرط کا مدخول فعل ماضی ہوتا کہ وہ حرف شرط شرط میں بھی عمل نہ کرے اور مکمل طور پر حرف قسم کا تقاضا پورا ہو۔

اَمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِیْ وَسْطِ الْكَلَامِ جَازَ اَنْ يُعْتَبَرَ الْقَسَمُ بِاَنْ يَّكُوْنَ الْجَوَابُ لَه نَحْوُ اِنْ اَتَيْتَنِیْ وَاللهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَجَازَ اَن يُّلْغٰى نَحْوُ اِنْ تَاْتِنِیْ وَاللهِ اٰتِكَ

ترجمہ:۔لیکن اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ اعتبار کیا جائے قسم کا بایں طور کہ جواب اسی کا ہو اور جائز ہے کہ قسم کو لغو کیا جائے۔

تشریح:۔ یعنی اگر شرط کے مقدم ہونے کی وجہ سے یا کسی اور چیز کے مقدم ہونے کی وجہ سے قسم وسط کلام میں واقع ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور آنے والا جواب جواب قسم ہو (اس وقت شرط کا ماضی ہونا ضروری ہے) جیسے ان اتیتنی واللہ لاتینک (اگر تو میرے پاس آئیگا تو اللہ کی قسم البتہ میں ضرور بضرور تیرے پاس آؤنگا) اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو لغو کیا جائے اس کا اعتبار نہ کیا جائے اور آنے والے جواب کو جزاء قرار دیا جائے اور اس پر جزاء والے احکام جاری کئے جائیں (اس وقت شرط کا ماضی ہونا ضروری نہیں) جیسے ان تاتنی واللہ اٰتک (اگر تو میرے پاس آئیگا اللہ کی قسم تو میں تیرے پاس آؤنگا) اس مثال میں شرط فعل مضارع ہے اور آتک شرط کی جزاء ہے نہ کہ جواب قسم اور اس پر جزاء والے احکام جاری ہیں کہ یہ مجزوم ہے۔

وَاَمَّا لِتَفْصِيْلِ مَا ذُكِرَ مُجْمَلاً نَحْوُ اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِیٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ

ترجمہ:۔اور اما اس چیز کی تفصیل کیلئے آتا ہے جس کا اجمالی ذکر کیا گیا ہو جیسے الناس سعید الخ

تشریح:۔یعنی حرف اما اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو متکلم نے پہلے مجمل بیان کیا ہو جیسے الناس سعید وشقی اما الذین سعدوا الخ (لوگ نیک بخت اور بد بخت ہیں لیکن جو نیک بخت بنائے گئے ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو بد بخت ہیں وہ آگ میں ہیں) اس میں سعید و شقی میں اجمال ہے پھر سعید کی تفسیر وتفصیل اما الذین سعدوا ففی الجنة سے کی گئی ہے اور شقی کی تفسیر وتفصیل اما الذین شقوا ففی النار سے کی گئی ہے۔[1]

وَيَجِبُ فِیْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَاَنْ يَّكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِیْ وَاَنْ يُّحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَا بُدَّ لَه مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُه مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَیْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ اَمَّا مَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِیَ اَمَّا فَزَيْدٌ

---

[1] فائدہ:۔وہ شئ مجمل کبھی ملفوظ ہوتی ہے جیسے مثال گزر چکی ہے اور کبھی مقدر ہوتی ہے لیکن مخاطب کو قرائن سے معلوم ہوتی ہے اس لئے متکلم تفسیر کر دیتا ہے اس مجمل مقدر کی جس کا ذکر پہلے نہیں ہوتا جیسے اما زید فاکرمنی واما عمرو فضربنی (لیکن زید نے میرا اکرام کیا اور عمر نے مجھے مارا) متکلم یہ کلام اس مخاطب کے سامنے کرے جس کو پہلے یہ معلوم ہو کہ میرے دو بھائی زید اور عمرو سے متکلم نے ملاقات کی ہے یہاں مجمل کلام مقدر ہے اصل میں یوں تھا لقیت اخوتک (میں تیرے بھائیوں سے ملا ہوں) یہ مجمل کلام مقدر ہے آگے اما زید الخ اس کی تفسیر ہے اما کبھی استیناف کیلئے آتا ہے یعنی اس سے پہلے بالکل کسی قسم کی کلام مجمل نہیں ہوتی نہ مذکور نہ مقدر جیسے کتابوں کے خطبوں میں واقع ہوتا ہے اما بعد الخ

مُنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَاءِ الْجَزاءِ نَقَلُوْا الْفَاءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ وَوَضَعُوْا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ

ترجمہ وتشریح:۔اور واجب ہے اس کے جواب میں فاء اور یہ کہ اول ثانی کا سبب ہو اور یہ کہ حذف کیا جائے اس کے فعل کو باوجود یکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے تا کہ ہوجائے تنبیہ اس بات پر کہ مقصود اس اما کے ساتھ اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اما کے بعد ہے جیسے اما زید الخ یعنی اما کے جواب میں فا کا آنا اور اول جملہ کا ثانی کیلئے سبب کا ہونا واجب ہے تا کہ فاء اور سببیت اما کے حرف شرط ہونے پر دلالت کریں جیسے اما الذین سعدوا ففی الجنۃ الخ میں ففی الجنۃ ففی النار جو جواب ہے اس میں فاء آتی ہے اور اول جملہ سعدوا (یعنی سعادت) ثانی (یعنی دخول جنۃ) کا سبب ہے اسی طرح شقاوت دخول نار کا سبب ہے۔

وان یحذف الخ:۔اور یہ بھی واجب ہے کہ کلمہ اما کا فعل محذوف ہو باوجود یکہ حرف شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے لیکن پھر بھی فعل شرط کو حذف کرنا واجب ہے تا کہ حذف فعل سے اس امر پر تنبیہ ہوجائے کہ اما سے جو تفسیر ہوئی ہے اس سے مقصود وہ اسم ہے جو اما کے بعد واقع ہے فعل مقصود نہیں جیسے اما زید فمنطلق اس کلام کی تقدیر اور اصل یہ ہے کہ مهما یکن من شئ فزید منطلق (جو کچھ بھی ہو پس زید چلنے والا ہے) اس میں یکن فعل شرط اور جار مجرور (جو کہ من شئ ہے) ان کو حذف کر دیا گیا اور مھما کی جگہ اما کو قائم کیا گیا تو اما فزید منطلق رہ گیا۔

ولما لم یناسب الخ:۔اور جب کہ اما حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو نحویوں نے جزو اول یعنی فزید سے فاء کو نقل کیا جزو ثانی یعنی منطلق کی طرف اور جزو اول یعنی زید کو اما حرف شرط اور فاء جزائیہ کے درمیان فعل محذوف کے عوض میں رکھ دیا تا کہ حرف شرط یعنی اما اور حرف جزاء یعنی فاء کے درمیان اتصال نہ ہو تو اما زید فمنطلق ہوا۔

ثُمَّ ذٰلِكَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدَأٌ كَمَا مَرَّ وَاِلَّا فَعَامِلُه مَا يَكُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ كَاَمَّا يَوْمُ الْجُمْعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِيْ يَوْمِ الْجُمْعَةِ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ

ترجمہ:۔پھر یہ جزو اول اگر مبتدأ بننے کے لائق ہے تو وہ مبتدأ ہوگا جیسے گزر چکا ہے ورنہ اس کا عامل وہ ہوگا جو فا کے بعد ہے الخ۔

تشریح:۔پھر جزو اول یعنی وہ اسم جو اما کے بعد ہے اگر مبتدأ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بایں طور کہ وہ اسم ظرف نہیں ہے تو یہ جزو اول مبتدأ ہوگا جیسے مثال گزر چکی ہے اما زید فمنطلق میں زید مبتدأ فمنطلق خبر ہے اور اگر مبتدأ ہونے کی صلاحیت نہیں ہے بایں طور کہ وہ اسم ظرف ہے تو اس جزو اول کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد ہے جیسے اما یوم الجمعۃ فزید منطلق (لیکن جمعہ کے دن میں پس زید چلنے والا ہے) اس میں جزو اول یعنی یوم الجمعہ ظرف ہونے کی وجہ سے مبتدأ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا لھذا یہ منصوب ہو کر مفعول فیہ ہوگا منطلق کا جو فاء کے بعد ہے۔

فَصْلٌ حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَكَلِّمِ وَرَدْعِهٖ عَمَّا يَتَكَلَّمُ بِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَمَّا اِذَا مَا

اِبْتَلاہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَھَانَنْ کَلَّا اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ بِھٰذَا فَاِنَّہ لَیْسَ کَذٰلِکَ

ترجمہ: حرف ردع کلا ہے وضع کیا گیا ہے متکلم کو زجر کرنے کیلئے اور اس بات سے روکنے کیلئے جسکا تکلم کرتا ہے الخ

تشریح:۔ ردع کا معنی جھڑکنا، ڈانٹنا، باز رکھنا ہے حرف ردع کلا بھی متکلم کو جھڑکنے اور اس چیز سے روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے جس کا متکلم تکلم کر رہا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے اما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ الخ (لیکن جب اللہ تعالی اس کی آزمائش کرتا ہے پس وہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری اہانت کی ہے وہ ہرگز ایسا نہ کہے) مصنفؒ نے ای لا یتکلم الخ سے کلا کے معنی کی تفسیر کی ہے یعنی وہ ہرگز ایسا نہ کہے کیونکہ تحقیق معاملہ اسطرح نہیں ہے کیونکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ جو اللہ تعالی کے ہاں ذلیل ہیں اللہ تعالی انکو فراخ روزی عطا کرتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالی کے ہاں عزت والے ہیں مگر اللہ تعالی انکے رزق میں تنگی کرتا ہے

ھٰذَا بَعْدَ الْخَبَرِ وَقَدْ تَجِیءُ بَعْدَ الْاَمْرِ اَیْضًا کَمَا اِذَا قِیْلَ لَکَ اِضْرِبْ زَیْدًا فَقُلْتَ کَلَّا اَیْ لَا اَفْعَلُ ھٰذَا قَطُّ وَقَدْ تَجِیءُ بِمَعْنَی حَقًّا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ اِسْمًا یُبْنٰی لِکَوْنِہٖ مُشَابِھًا لِکَلَّا حَرْفًا وَقِیْلَ تَکُوْنُ حَرْفًا اَیْضًا بِمَعْنٰی اِنَّ لِتَحْقِیْقِ الْجُمْلَۃِ نَحْوُ کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ

ترجمہ وتشریح:۔ یہ تفصیل خبر کے بعد ہے اور کبھی کلا امر کے بعد بھی آتا ہے یعنی کلا کی وضع متکلم کو جھڑکنے کیلئے اس وقت ہے جب وہ خبر کے بعد ہو جیسا کہ مثال گزر چکی ہے لیکن کبھی کلا امر کے بعد بھی آتا ہے اس وقت یہ معنی دیگا کہ مخاطب نے اس کے امر کو قبول نہیں کیا جیسے آپ کو کہا گیا اضرب زیدا آپ اس کے جواب میں کہیں کلا ہرگز نہیں تو آپ کا مقصود یہ ہے کہ لا افعل ھذا قط (میں اس کام کو ہرگز نہیں کروں گا) یعنی میں زید کو ہرگز نہیں ماروں گا۔ اور کلا بمعنی حقا بھی آتا ہے یعنی مضمون جملہ کو پکا کرنے کیلئے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے کلا سوف تعلمون (پکی بات ہے کہ عنقریب تم جان لوگے) اور جب کلا بمعنی حقا ہو تو اس وقت یہ اسم ہوتا ہے نہ کہ حرف اور اسم میں تو اصل معرب ہونا ہے مگر یہ اسوقت بھی مبنی ہوگا کیونکہ اس کی کلا حرفی کے ساتھ مشابہت ہے لفظاً بھی اور معنی بھی لفظی مشابہت تو ظاہر ہے معنوی مشابہت یہ ہے کہ جیسے کلا حرفی زجر کیلئے آتا ہے اسی طرح کلا اسمی جو بمعنی حقا ہے اس سے بھی اس چیز کو جھڑکا جاتا ہے جس کو متکلم بول رہا ہے تاکہ اس کی ضد محقق اور ثابت ہو جائے۔

وقیل تکون حرفا الخ:۔ لیکن بعض نحویوں کسائی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلا بمعنی حقا اسم نہیں بلکہ حرف ہے اور بمعنی انّ ہے جملہ کے مضمون کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے انّ جملہ کے مضمون کی تحقیق کرتا ہے اس کو پکا کرتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے)

فَصْلٌ تَاءُ التَّانِیْثِ السَّاکِنَۃِ تَلْحَقُ الْمَاضِیَ لِتَدُلَّ عَلٰی تَانِیْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَیْہِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ ھِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِھَا وَاِذَا لَقِیَھَا سَاکِنٌ بَعْدَھَا وَجَبَ تَحْرِیْکُھَا بِالْکَسْرِ لِاَنَّ السَّاکِنَ اِذَا

حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرْكَتُهَا لَا تُوْجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِاَنَّ حَرْكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ الْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمُ الْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيْفٌ

ترجمہ وتشریح:۔ تاءتانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کو یعنی تاءمتحرکہ تو اسم کی نشانی ہے جیسے ضــارِبة تاءساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تاکہ وہ اس چیز کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جس کی طرف فعل کا اسناد ہے یعنی یہ بتلائے کہ فعل کا مسندالیہ مؤنث ہے خواہ وہ مسندالیہ فاعل ہو جیسے ضربت ھند (صیغۂ معروف کے ساتھ) یا نائب فاعل ہو جیسے ضُرِبَتْ ھند (صیغۂ مجہول کے ساتھ) وقــد عــرفــت الخ:۔ اور آپ پہچان چکے ہیں اس تاءتانیث ساکنہ کے لاحق ہونے کی وجوب کی جگہیں (فاعل کی بحث میں یہ تفصیل گزر چکی ہے)

واذا لقیھا الخ:۔ اور جب تاءتانیث ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو تو اس وقت اس تاءکو حرکت کسرہ دینا واجب ہے تاکہ التقاء ساکنین کی خرابی لازم نہ آئے پھر حرکت کسرہ اس لئے دیتے ہیں کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ ہی دی جاتی ہے ضابطہ ہے کہ ساکن کو حرکت دینے میں کسرہ اصل ہے جیسے قد قــامــت الــصـلـوة اس میں قــامــت کی تاءساکنہ تھی جب الـصـلـوة کا لفظ ملا تو لام ساکن لاحق ہو گیا تاءساکنہ کے بعد تو تاءکو کسرہ دیدیا گیا۔

وحــركتهــا الخ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ تاءساکنہ اور ایک اور ساکن کے جمع ہونے کی وجہ سے جب التقاء ساکنین ہوا اور ان دو ساکنوں میں سے ایک کو جو تاءساکنہ کے علاوہ تھا اسکو حذف کیا تو جب پھر تاءتانیث ساکنہ متحرک ہو تو اول ساکن جو حذف ہوا ہے اس کو لوٹ آنا چاہیے کیونکہ حذف کی علت جو التقاء ساکنین تھی وہ تاءتانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے زائل ہوگئی مثلاً رمــت جو اصل میں رمیت تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح قــال وبــاع والے قانون کی وجہ سے یا کو الف سے بدلا تو رمــات ہوا التقاء ساکنین ہوا الف ساکن اور تاءساکنہ کے درمیان تو اول مدہ ہے اس کو حذف کیا تو رمــت ہوا جب المرأة کا لفظ اس کے ساتھ ملا تو المرأة کا ہمزہ وصلی درمیان سے گر گیا اب رمــت کی تاءتانیث ساکنہ اور لام ساکن کے درمیان التقاء ساکنین ہوا اسکو دفع کرنے کیلئے تاءتانیث ساکنہ کو حرکتِ کسرہ دی رمــت الــمــرأة ہوا اب تاءتانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے رمــت کے الف ساکن محذوف شدہ کو واپس آجانا چاہیے۔ رمــات الــمــرأة پڑھنا چاہیے کیونکہ اس کے حذف ہونے کی علت زائل ہو چکی ہے؟

جواب:۔ مصنفؒ نے اس کا جواب دیا کہ تاءتانیث ساکنہ کی حرکت اس ساکن کے واپس ہونے کو واجب نہیں کرتی جو اس کے ساکن ہونے کی وجہ سے حذف ہوا لھذا رمــات الــمــرأة نہیں کہا جائیگا کیونکہ اس تاءتانیث ساکنہ کی حرکت عارضی ہے التقاء ساکنین کو دفع کرنے کی وجہ سے۔ اور جو حرکت عارضی ہو وہ بمنزل سکون کے ہے گویا اب بھی تا تانیث متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے لھذا رمــت الــمــرأة میں الف محذوف واپس نہیں آئیگا لھذا عرب کا یہ قول الــمــرأتــان رماتا ضعیف ہے کیونکہ الف تثنیہ کی وجہ سے تاءمتحرک ہوئی اور تاءکے متحرک ہونے کی وجہ سے پہلا الف جو حذف ہوا تھا واپس آ گیا حالانکہ اس کا واپس آنا جائز نہیں ہے کیونکہ تاءکی حرکت

عارضی ہے لھذا عرب کا المرأۃ رماتا پڑھنا ضعیف ہے۔

وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلامَةِ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيفٌ فَلا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَ ان وَقَامُوا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِسَاءُ وَبِتَقْدِيرِ الْاِلْحَاقِ لاتَكُوْنُ الضَّمَائِرَ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِكْرِ بَلْ عَلامَاتٌ دَالَّةٌ عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّانِيْثِ

ترجمہ: اور لیکن علامت تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث کا لاحق کرنا پس ضعیف ہے پس نہیں کہا جائیگا قاما الزیدان الخ اور لاحق کرنے کی صورت میں یہ علامات ضمائر نہیں ہونگی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ محض علامات ہونگی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں جیسے تاء تانیث۔

تشریح:۔ یہ عبارت بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ علامت تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث بھی علامت تانیث کی مثل ہیں لھذا چاہیے کہ مسند الیہ کے تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث پر دلالت کرنے کیلئے یہ فعل کے ساتھ لاحق ہوں جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کیلئے فعل کے آخر میں لاحق ہوتی ہے؟

الجواب:۔ مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث کی علامت کا فعل کے آخر میں لاحق ہونا جب کہ فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو ضعیف ہے لھذا اقاما الزیدان الف علامت تثنیہ کے لاحق کرنے کے ساتھ یا قاموا الزیدون واؤ علامت جمع مذکر کے لاحق کرنے کے ساتھ یا قمن النساء نون علامت جمع مؤنث کے لاحق کرنے کے ساتھ کہنا ضعیف ہے۔ کیونکہ الزیدان اور الزیدون اور النساء جو فاعل اسم ظاہر ہیں یہ خود تثنیہ وجمع مذکر اور جمع مؤنث ہونے پر دلالت کرتے ہیں بخلاف اس صورت کے کہ جب مسند الیہ مؤنث ہو کیونکہ اس میں تانیث کبھی لفظی ہوتی ہے اور کبھی معنوی لھذا فاعل اسم ظاہر مؤنث سے اسکا یقینی طور پر مؤنث ہونا سمجھ میں نہیں آتا جب تاء تانیث ساکنہ فعل کے آخر میں لاحق ہوگی تو یقین ہو جائیگا کہ اس کا مسند الیہ مؤنث ہے۔

وبتقدیر الالحاق الخ:۔ اگر بالفرض علامات تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث فعل کے آخر میں لاحق کی گئیں جبکہ فاعل اسم ظاہر ہے تو لاحق کرنے کی صورت میں یہ ضمائر نہیں ہونگی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے کیونکہ اگر یہ ضمیریں ہوں تو ان کا مرجع اسم ظاہر ہوگا جو ان کے بعد ہے تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا اور یہ ناجائز ہے لھذا اس صورت میں یہ محض علامات ہونگی جو فاعل کے احوال پر دلالت کریں گی کہ فاعل تثنیہ ہے یا جمع مذکر یا جمع مؤنث ہے جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ ضمیر نہیں بلکہ محض علامت ہے جو آنے والے فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

فَصْلٌ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَكَةَ اٰخِرِ الْكَلِمَةِ لا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَكُّنِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِيْ مُقْتَضَى الْاِسْمِيَّةِ اَيْ اَنَّهُ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَيْدٌ وَ رَجُلٌ وَالثَّانِيْ لِلتَّنْكِيْرِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ نَكِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَيْ، اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِيْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّا صَهْ بِالسُّكُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْاٰنَ

ترجمہ: تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوتا کید فعل کیلئے نہ ہو اور وہ پانچ قسم پر ہے اول تمکن کیلئے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضا میں متمکن ہے راسخ ہے یعنی تحقیق وہ منصرف ہے جیسے زید اور رجل اور دوسری قسم تنکیر کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ تحقیق اسم نکرہ ہے جیسے صہ یعنی اسکت الخ (چپ کر کسی وقت چپ کرنا) اور لیکن صہْ (سکون کے ساتھ) پس اس کا معنی ہے اسکت السکوت الآن (چپ کر خاص اسی وقت چپ کرنا)

تشریح:۔ تنوین مصدر ہے از باب تفعیل بمعنی تنوین والا ہونا اصطلاح میں تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کیلئے نہ ہو۔

فائدہ:۔ نون ساکنہ سے مراد یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے ساکن ہو لھذا التقاء ساکنین کی وجہ سے اگر متحرک ہو جائے تو اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا جیسے زید ن الفاضل عاد ن الاولی وغیرہ اور تنوین کی ایک اور تعریف بھی ہے کہ تنوین وہ نون ساکن ہے جو پڑھنے میں آئے لکھنے میں نہ آئے بلکہ لکھنے میں دوز بر دوزیر دو پیش لکھے جاتے ہیں۔

فوائد قیود:۔ تعریف میں نون ساکنہ درجہ جنس میں ہے معرف کو بھی شامل ہے اور غیر معرف کو بھی شامل ہے تتبع حرکۃ اٰخر الکلمۃ فصل اول ہے اس سے من لدن اور لم یکن وغیرہ کا نون ساکن خارج ہو جائیگا کیونکہ یہ نون کلمہ کا آخری حُرف ہے نہ کہ آخری حرف کی حرکت کے تابع۔ لا لتاکید الفعل فصل ثانی ہے اس سے نون خفیفہ خارج ہو گیا کیونکہ اگرچہ وہ آخری حرف کی حرکت کے تابع ہے مگر وہ تاکید فعل کیلئے آتا ہے۔

اور تنوین پانچ قسم پر ہے ﴿۱﴾ تنوین تمکن:۔ اور وہ وہ ہے جو اس پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں راسخ ہے اور اسمیت کا تقاضا انصراف ہے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرے جیسے زید، رجل وغیرہ۔ [1] ﴿۲﴾ تنوین تنکیر:۔ اور وہ وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہٍ (تنوین کیساتھ) اس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما (چپ کر کچھ چپ کرنا کسی وقت چپ کرنا) تو یہاں سکوت نکرہ ہے معرفہ نہیں لیکن صہْ سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے اسکت السکوت الآن (چپ کر خاص چپ کرنا) اس وقت) تو یہاں سکوت معرفہ و متعین ہے۔

وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَىْ حِيْنَ اِذْكَانَ كَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ الَّذِىْ فِىْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تُخْتَصُّ بِالْاِسْمِ

ترجمہ و تشریح:۔ اور تیسری قسم تنوین عوض ہے اور وہ وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض ہو یعنی مضاف کے آخر میں مضاف الیہ کے عوض میں

---

[1] فائدہ: بعض کا خیال یہ ہے کہ رجل، باب، دار کی تنوین تنکیر کی ہے مگر یہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اگر تم رجل، باب، دار کو کسی کا نام رکھ دو تو بھی یہ تنوین باقی رہتی ہے اگر تنوین تنکیر ہوتی تو اس کے علم معرفہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو جاتی۔

آئے جیسے حینئذ وغیرہ یہ اصل میں حین اذ کان کذا تھا (جس وقت کہ ایسا ہو) اس میں حین مضاف ہے اذ کی طرف اور اذ مضاف ہے جملہ کان کذا کی طرف پھر تخفیف کیلئے جملہ (کان کذا) کو حذف کیا تو اس کے عوض اذ پر تنوین لے آئے اسی طرح ساعتئذ اور یومئذ اصل میں ساعت اذ کان کذا اور یوم اذ کان کذا تھے۔

﴿۴﴾ تنوین مقابلہ وتقابل:۔ اور وہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہے (جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے) جیسے مسلمات اس میں الف تو جمع کی نشانی ہے جیسے مسلمون میں واؤ جمع کی نشانی ہے اور الف کے بعد تاء تانیث کی ہے اب جمع مؤنث سالم میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں ہو پس تنوین کو جمع مؤنث سالم کے آخر میں زیادہ کیا جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے یہ چاروں تناوین اسم کے ساتھ خاص ہیں فعل پر نہیں آتیں۔ پانچویں قسم تنوین ترنم عام ہے

وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَالَّذِىْ يَلْحَقُ اٰخِرَالْاَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيْعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اَقِلِّى اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِىْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ ...... وَكَقَوْلِهِ يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكَنْ

ترجمہ:۔ اور پانچویں قسم ترنم کیلئے ہے اور وہ وہ ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہو۔

تشریح:۔ ترنم کا معنی ہے گانا اصطلاح میں تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہو تحسین صوت کیلئے جیسے شاعر کا قول ہے اقلی اللوم الخ یہ شعر جریر بن عطیہ تمیمی کا ہے جو شعراء اسلام میں سے ہے اقلی واحدہ مؤنثہ مخاطبہ امر حاضر معروف کا صیغہ ہے بمعنی کم کر اللوم بمعنی ملامت مفعول بہ ہے اقلی کا عاذل اصل میں یا عاذلۃ تھا یا حرف نداء کو حذف کر کے منادی میں ترخیم کر لی تاء کو حذف کر دیا بمعنی ملامت گر، یا معشوقہ کا نام ہے والعتابن کا عطف ہے اللوم پر اصل میں العتاب تھا پھر اشباع کیا ب کی فتحہ کو کھینچا العتابا ہوا پھر اس الف کو حذف کر دیا اور نون ساکن جو تنوین ترنم ہے اس کے آخر میں لے آئے تو العتابن ہوا۔ قولی واحدہ مؤنثہ مخاطبہ امر حاضر معروف کا صیغہ ہے اس کا عطف ہے اقلی پر ان حرف شرط ہے اصبت واحد متکلم فعل ماضی معروف بمعنی صواب کو پہنچنا (درستی کو پہنچنا یعنی صحیح کام کرنا) لقد میں لام موطئہ للقسم ہے جو قسم محذوف پر دلالت کرتا ہے لفظ واللہ محذوف ہے۔ اصابن صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ہو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے جریر اس کا فاعل ہے اس میں بھی فتح میں اشباع کیا تو الف پیدا ہوا اصابا ہوا پھر الف کو حذف کر کے نون ساکن تنوین ترنم آخر میں لے آئے تو اصابن ہوا۔

ترجمہ شعر:۔ کم کر تو ملامت کو اے ملامت گر اور عتاب کو اور کہہ اگر میں صواب کو پہنچوں (یعنی اچھا کام کروں) کہ تحقیق وہ صواب کو پہنچا (یعنی اس نے اچھا کام کیا)۔ مطلب یہ ہے کہ انصاف کر اگر اچھا کام کروں تو کہہ دے کہ اس نے اچھا کام کیا ہر وقت ملامت مت کر۔

محل استشہاد:۔ شعر میں العتابن اسم ہے اس میں تنوین ترنم کی ہے اور اصابن فعل ہے اس میں بھی تنوین ترنم کی ہے معلوم ہوا کہ یہ اسم کا خاصہ نہیں ہے فعل میں بھی آتی ہے اور حرف میں بھی آتی ہے حرف کی مثال جیسے کَانْ قَدِنْ میں تنوین ترنم تھی۔[1]

---

[1] ترکیب شعر:۔ اقلی صیغہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ فعل امر حاضر معروف فعل بفاعل اللوم معطوف علیہ واؤ عاطفہ العتابن معطوف۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری مثال:۔ جیسے شاعر کا قول ہے یا ابتا علك او عساكن ۔ یا حرف نداء ہے ابتا اصل میں ابی تھا تو یہ منادی یاء متکلم کی طرف مضاف ہے پھر یا کو حذف کر کے اس کے عوض تا اور الف لے آئے علک اصل میں لعلک تھا عساك میں عسی فعل ہے لك ضمیر ہے عساك کا عطف ہے لعلک پر لعل اور عسی کی خبر محذوف ہے اصل میں تھا عَلَّكَ تَجِدُ رِزْقًا اَوْ عَسَاكَ تَجِدُ (امید ہے کہ آپ رزق پالیں گے یا عنقریب آپ رزق پالیں گے)

محل استشھاد:۔ عساکن میں تنوین ترنم ہے۔ اول مثال اس تنوین ترنم کی ہے جو بیت کے آخر میں ہو دوسری مثال اس تنوین ترنم کی ہے جو مصرع کے آخر میں ہو اور داخل بھی فعل پر ہے۔ [1]

وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا كَانَ مَوْصُوْفًا بِاِبْنٍ اَوْ اِبْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ

ترجمہ وتشریح:۔ اور کبھی کبھی تنوین کو حذف کیا جاتا ہے علم سے جب وہ موصوف ہو لفظ ابن یا ابنۃ کے ساتھ درانحالیکہ وہ ابن یا ابنۃ مضاف ہو ایک اور علم کی طرف جیسے جاء نی زید بن عمرو اور ھند ابنۃ بکر وجہ یہ ہے کہ ابن ابنۃ کا استعمال دو علموں کے درمیان کثیر ہے اس وقت لفظ طویل ہو جاتا ہے اور علم ثقیل ہے لھذا تخفیف کیلئے علم اول سے تنوین کو حذف کیا جائے گا پھر لفظ ابن سے ہمزہ بھی کتابت میں ساقط ہو جاتا ہے تاکہ لکھنے میں بھی تخفیف ہو جائے لیکن ابنۃ کا ہمزہ کتابت سے ساقط نہیں ہوتا تاکہ نبت بمعنی گھاس سے التباس نہ ہو۔ [2]

(بقیہ سابقہ صفحہ) معطوف علیہ معطوف سے ملکر مفعول بہ ہے اقلی کا یا حرف نداء محذوف قائم مقام ادعوا کے ادعوا فعل بفاعل عاذل منادی مرخم مفعول بہ ادعوا کا ادعوا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ انشائیہ ندائیہ ہوا واؤ عاطفہ قولی صیغہ واحدہ مؤنثہ مخاطبہ فعل امر حاضر معروف فعل بفاعل ان حرف شرط اصبت فعل بفاعل فعل فاعل سے ملکر شرط لقد کا لام موطئہ للقسم واللہ قسم محذوف ہے واؤ قسمیہ جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق اقسم فعل محذوف کے اقسم فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر قسم قد حرف تحقیق اصابن صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ھو ضمیر درو مستتر راجع بسوئے جریر فاعل فعل اپنے فاعل سے ملکر جواب قسم قسم اپنے جواب قسم سے ملکر مقولہ ہے قول کا قولی فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے ملکر دال بر جزاء مقدم۔ شرط اپنی دال بر جزاء یا جزاء محذوف سے ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہے اقلی پر

[1] **ترکیب مصرعہ:۔** یا حرف نداء قائم مقام ادعوا کے ادعو فعل انا ضمیر فاعل ابتا مضاف مضاف الیہ ملکر منادی مفعول بہ علک اصل میں لعلک تھا لعل حرف از حروف مشبہ بالفعل ک ضمیر اسم تجد رزقا خبر محذوف ہے لعل اپنے اسم وخبر محذوف سے ملکر معطوف علیہ او حرف عطف عساکن میں عسی فعل ک ضمیر اسم تجدہ خبر محذوف ہے عسی اپنے اسم وخبر سے ملکر معطوف معطوف علیہ معطوف سے ملکر جواب نداء فعل اپنے فاعل وجواب نداء سے ملکر جملہ انشائیہ ندائیہ ہوا۔

[2] **فائدہ:۔** ان قیودات سے معلوم ہوا کہ اگر ابن کسی غیر علم کی صفت واقع ہو جیسے قام رجل ابن بکر (کھڑا ہوا ایسا آدمی جو بیٹا ہے بکر کا) یا ابن علم کی صفت نہ ہو بلکہ خبر ہو جیسے زید ابن بکر (زید بکر کا بیٹا ہے) زید مبتدأ ابن بکر خبر ہے زید کی یا ابن کا مضاف الیہ علم نہ ہو جیسے قام زید ابن اخی (کھڑا ہے زید جو میرے بھائی کا بیٹا ہے) ان تینوں صورتوں میں تنوین ساقط نہ ہوگی۔

فَصْلٌ نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ لِتَاكِيْدِ الْمَاضِيْ وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَيْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ وَثَقِيْلَةٌ اَيْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَّمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ

ترجمہ وتشریح:۔نون تاکید اور وہ وہ ہے جو وضع کیا گیا ہے امر کی تاکید کیلئے اور اس مضارع کی تاکید کیلئے جس میں طلب کا معنی ہو (کیونکہ نون تاکید سے اس فعل کی تاکید ہوتی ہے جس میں طلب ہو) اور وہ نون تاکید لفظ قد کے مقابلے میں ہے جو ماضی کی تاکید کیلئے ہوتا ہے تو یہ امر اور مضارع کی تاکید کیلئے آتا ہے بشرطیکہ اس مضارع میں طلب کے معنی موجود ہوں اور وہ دو قسم پر ہے ایک خفیفہ یعنی ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے اضربن (ضرور مار تو ایک مرد) اور دوسرا ثقیلہ یعنی ہمیشہ مشدد مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربن اور مکسور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو خواہ وہ الف ضمیر ہو جیسے اضربان خواہ وہ الف زائدہ ہو جیسے جمع مؤنث کے صیغہ میں اضربنان ۔

وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِّنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا

ترجمہ وتشریح:۔اور نون تاکید خواہ خفیفہ ہو یا ثقیلہ باعتبار جواز کے امر کے آخر میں آتا ہے امر معلوم ہو یا مجہول، حاضر ہو یا غائب اور نہی کے آخر میں آتا ہے اور استفہام اور تمنی اور عرض کے آخر میں آتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں لھذا نون تاکید ان کے آخر میں طلب کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے اضربن (ضرور مار تو ایک مرد) یہ امر کی مثال ہے۔اور نہی کی مثال جیسے لا تضربن (ہرگز مت مار)۔استفہام کی مثال جیسے ھل تضربن (کیا تو البتہ ماریگا) تمنی کی مثال جیسے لیتک تضربن (کاش کہ البتہ تو مارے) عرض کی مثال الا تنزلن بنا فتصیب خیرا (آپ ہمارے پاس البتہ کیوں نہیں اترتے تاکہ آپ بھلائی کو پہنچیں)

وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَا يَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ اٰخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهٗ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا

ترجمہ:۔اور کبھی کبھی داخل ہوتا ہے قسم میں باعتبار وجوب کے بوجہ واقع ہونے اس قسم کے اس چیز پر جو مطلوب ہوتی ہے متکلم کو اکثر پس ارادہ کیا نحویوں نے کہ نہ ہو آخر قسم خالی معنی تاکید سے جیسا کہ نہیں ہے خالی اس کا اول معنی تاکید سے جیسے واللہ لافعلن کذا۔

تشریح: یعنی نون تاکید کبھی کبھی قسم میں آتا ہے وجوبا اور قسم سے مراد جواب قسم ہے نہ کہ خود فعل قسم کیونکہ خود قسم پر نون تاکید داخل نہیں ہوتا تو نون تاکید کبھی جواب قسم میں آتا ہے وجوبا جب کہ جواب قسم مثبت ہو وجہ یہ ہے کہ قسم اکثر اس چیز میں واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کو مطلوب ومقصود ہوتا ہے تو نحویوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ قسم کا آخر بھی تاکید سے خالی نہ ہو جیسا کہ اس کا اول حصہ تاکید سے خالی نہیں جیسے

واللّٰہ لافعلن کذا (اللہ کی قسم البتہ میں ضرور ایسا کروں گا)

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ یَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَھَا فِیْ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِیَدُلَّ عَلَی الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَۃِ وَکَسْرُ مَا قَبْلَھَا فِی الْمُخَاطَبَۃِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِیَدُلَّ عَلَی الْیَاءِ الْمَحْذُوْفَۃِ وَفَتْحُ مَا قَبْلَھَا فِیْ مَا عَدَاھُمَا اَمَّا فِی الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّہٗ لَوْ ضُمَّ لَالْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَلَوْ کُسِرَ لَالْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَۃِ وَاَمَّا فِی الْمُثَنّٰی وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَا قَبْلَھَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِ وَزِیْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِکَرَاھَۃِ اِجْتِمَاعِ ثَلَاثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِیْرِ وَنُوْنَا التَّاکِیْدِ

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مصنفؒ نون تاکید کی ماقبل کی حالت بیان کرتے ہیں جان لیجئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جمع مذکر غائب اور حاضر میں نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تاکہ یہ ضمہ واوٴ محذوفہ پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوئی جیسے اضــربــن وغیرہ۔ اور واحدہ موٴنثہ مخاطبہ میں نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کے ماقبل کو کسرہ دینا واجب ہے تاکہ یہ کسرہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے جو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوئی ہے جیسے اضْــرِبــنْ وغیرہ اور جمع مذکر اور واحدہ موٴنثہ مخاطبہ کے علاوہ دوسرے صیغوں میں نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ دینا واجب ہے (اور وہ گیارہ صیغے ہیں واحد مذکر غائب، واحدہ موٴنثہ غائبہ واحد مذکر حاضر واحد متکلم جمع متکلم اور چاروں تثنیہ اور جمع موٴنث غائب اور جمع موٴنث حاضر)

اما فی المفرد الخ:۔ لیکن مفرد میں فتحہ دینا اس لئے واجب ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ اگر ماقبل کو ضمہ دیا جائے تو جمع مذکر سے التباس ہو جائیگا اور اگر کسرہ دیا جائے تو واحدہ موٴنثہ مخاطبہ سے التباس ہو جائیگا (اور اگر ساکن رکھا جائے تو التقاء ساکنین لازم آئیگا لھذا فتح متعین ہے)

اما فی المثنی الخ:۔ اور لیکن تثنیہ اور جمع موٴنث میں نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ دینا اس لئے واجب ہے کہ نون تاکید سے پہلے الف ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ الف دو فتحوں سے بنتا ہے اور مصنفؒ نے جو کہا تھا وفتح ماقبلھا فی ما عداھما اس میں ماقبل کی فتحہ سے مراد عام ہے حقیقۃً فتحہ ہو جیسے مفرد اضربن میں اور یا حکماً ہو جیسے تثنیہ اضربان اور جمع موٴنث اضربنان میں ماقبل الف ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہے اور تثنیہ میں التقاء ساکنین کے باوجود الف کو حذف نہیں کیا گیا تاکہ مفرد سے التباس نہ ہو۔ اور جمع موٴنث اضربن کے ساتھ جب نون تاکید لاحق ہوا تو اضربنّ ہوا پھر نون تاکید سے پہلے الف زائدہ کیا گیا کیونکہ تین نونات کا اجتماع مکروہ تھا ایک نون ضمیر اور دو نون تاکید کے کیونکہ نون ثقیلہ بمنزل دو نونوں کے ہے اور حروف زائدہ میں سے الف اس لئے لایا گیا کہ یہ حروف زوائد میں سے ہلکا حرف ہے۔

وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَا تَدْخُلُ فِى التَّثْنِيَّةِ اَصْلًا وَلَا فِىْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّه لَوْ حَرَّكْتَ النُّوْنَ لَمْ تَبْقَ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّه وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ

ترجمہ وتشریح:۔ اورنون خفیفہ نہیں داخل ہوتا تثنیہ میں بالکل (خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث) اور نہ جمع مؤنث میں اسلئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ اگر آپ نون خفیفہ کو حرکت دیں تو وہ نہیں باقی رہیگا خفیفہ پس اپنے اصل پر نہیں رہیگا (کیونکہ نون خفیفہ کی وضع سکون پر ہے) اور اگر آپ اس کو ساکن رکھیں (جو اسکی اصل ہے) تو الف اور نون میں التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آیگا جو غیر مستحسن ہے بلکہ ناجائز ہے کیونکہ پہلا ساکن اگر چہ مدہ ہے لیکن دوسرا ساکن مدغم نہیں لھذا یہ التقاء ساکنین علی غیر حدہ ہے کیونکہ التقاء ساکنین علی حدہ وہ ہوتا ہے کہ اول ساکن مدہ ہو یا یاء تصغیر ہو دوسرا مدغم ہو کلمہ ایک ہو اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ التقاء ساکنین علی غیر حدہ ہوگا۔

فائدہ: التقاء ساکنین علی حدہ جائز ہے جیسے احمارًّ احمورَّ سیَرَّ خُوَیْصَّة وغیرہ اور اگر الف کو حذف کردیں تو اگر چہ التقاء ساکنین تو دور ہو جائیگا لیکن اس وقت تثنیہ کا مفرد سے التباس لازم آئے گا۔

هٰذا هو المرام

تمت

ضميمه المسمّٰى به اَلكَأسُ الدِّهَاقُ
فِي حَلِّ سُوَالاَتِ الوِفَاقِ

ضمیمہ الموسوم بہ
الکأ س الدھاق فی حل سوالات الوفاق

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

السؤال ﴿۱﴾:۔نحو کی لغوی اور اصطلاحی تعریف مقصد اور اسلامی علوم میں اس کا مقام لکھنے کے بعد ھدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف لکھیں۔

۱۴۲۱ھ للبنات

السؤال ﴿۲﴾:۔نحو کی تعریف غرض وغایت موضوع بیان کرتے ہوئے اس علم کا تاریخی پس منظر بیان کریں نیز اختصار کیساتھ ھدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف لکھیں ۱۴۲۲ھ للبنات

الجواب :۔ان دونوں سوالوں میں حذف تکرار کے بعد چھ چیزیں مطلوب ہیں (۱) نحو کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۲) موضوع نحو (۳) غرض وغایت ومقصد (۴) علم نحو کا تاریخی پس منظر (۵) علم نحو کا مقام (۶) ھدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف

اول:۔نحو کا لغوی معنی ہے قصد کرنا، اصطلاحی معنی اور تعریف النحو علم باصول یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثلث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض

دوئم:۔موضوع علم نحو الکلمۃ والکلام سوئم:۔غرض وغایت ومقصد صیانۃ الذہن عن الخطأ اللفظی فی کلام العرب ان تینوں چیزوں کی مکمل تشریح خطبہ کے آخر میں صفحہ نمبر ۲۵ تا صفحہ نمبر ۲۷ پر ملاحظہ کریں۔

چہارم:۔تاریخ علم نحو ﴿۵﴾ مقام نحو ﴿۶﴾ مصنف کا تعارف یہ تینوں چیزیں آغاز شرح میں صفحہ نمبر ۱۶-۱۸ پر ملاحظہ کریں۔

السؤال ﴿۳﴾ :۔ الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد کلمہ کی تعریف لکھتے ہوئے لفظ وضع معنی اور مفرد کا معنی بیان کریں اور اس جملہ کی ترکیب اور فوائد قیود لکھیں نیز کلمہ کے اقسام ہر قسم کی تعریف اور وجہ تسمیہ بیان کریں ۱۴۱۵ھ للبنات

السؤال ﴿۴﴾ :۔اسم فعل حرف کی تعریفات بمع امثلہ لکھیں اور ہر ایک کی وجہ تسمیہ بھی لکھیں ۱۴۲۱ھ للبنات

السؤال ﴿۵﴾ :۔اسم فعل حرف کی تعریف لکھیں اور ہر ایک کی وجہ تسمیہ اور ان کی علامتیں مثالوں کے ساتھ تفصیل کے ساتھ لکھیں ۱۴۱۲ھ

الجواب :۔ان تینوں سوالوں میں حذف تکرار کے بعد آٹھ چیزیں مطلوب ہیں (۱) کلمہ کی تعریف (۲) چار الفاظ لفظ، وضع معنی اور مفرد کے معانی (۳) جملہ مذکورہ کی ترکیب (۴) فوائد قیود (۵) کلمہ کے اقسام (۶) اسم فعل حرف ہر ایک میں سے ہر قسم کی تعریف اور مثال (۷) ہر قسم کی وجہ تسمیہ (۸) اسم فعل حرف کی علامتیں مثالوں کے ساتھ۔

اول: کلمہ کی تعریف:۔کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ دوئم: چار الفاظ کے معانی:۔(۱) لفظ کا لغوی معنی انداختن پھینکنا جیسے محاورہ ہے اکلت التمرۃ و لفظت النواۃ (کھایا میں نے کھجور کو اور پھینکا میں نے گٹھلی کو) اصطلاحی معنی ما یتلفظ بہ الانسان من حرف فصاعدا (لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے یا کر سکے خواہ ایک حرف ہو یا ایک سے زائد)۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور جنوں کی کلام کو بھی یہ تعریف شامل ہے کیونکہ سب کا انسان تلفظ کر سکتا ہے۔

(۲) وضع یہ وضع سے مشتق ہے لغوی معنی نہادن رکھنا۔ اصطلاحی معنی ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب پہلی چیز بولی جائے یا محسوس کی جائے تو دوسری شئی سمجھ میں آ جائے جیسے لفظ چاقو دستے اور پھل کیلئے مخصوص ہے جب بھی لفظ چاقو بولا جاتا ہے تو دستہ اور پھل سمجھ میں آتا ہے۔ (۳) معنی:۔ بروزن مفعل میں تین احتمال ہیں (۱) اسم مکان ہے یعنی قصد کرنے کی جگہ (۲) مصدر میمی ہے مگر یہاں اسم مفعول (مقصود) کے معنی میں ہے (۳) یہ صیغہ اسم مفعول ہے اصل میں معنوی تھا بقانون سید معنیٰ ہوا۔ تفصیل شرح میں ملاحظہ کریں

(۴) مفرد:۔ اسم مفعول کا صیغہ ہے از باب افعال اس کا لغوی معنی الگ کیا ہوا اور اصطلاحی معنی لفظ مفرد وہ لفظ ہے کہ اس کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے۔

سوئم: جملہ کی ترکیب:۔ اس جملہ میں چار ترکیبی احتمالات ہیں الکلمة مرفوع لفظا مبتداء، لفظ موصوف، وضع فعل ماضی مجہول، ھو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے لفظ مرفوع محلا نائب فاعل، لام حرف جار، معنی مجرور تقدیرا، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق وضع کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت اول ہے۔ مفرد مرفوع لفظا صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر خبر ہے مبتداء کی مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (۲) مفرد مجرور لفظا معنی کی صفت ہو موصوف صفت سے ملکر مجرور جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق وضع کے باقی حسب سابق ہے (۳) مفردا منصوب لفظا حال ہے وضع کی ھو ضمیر مستتر سے ذوالحال اپنے حال سے ملکر نائب فاعل وضع کا باقی حسب سابق ہے (۴) معنی مجرور تقدیرا ذوالحال مفردا منصوب لفظا حال ذوالحال اپنے حال سے ملکر مجرور ہوا لام جار کا جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق وضع کے باقی حسب سابق ہے۔

چہارم: فوائد قیود:۔ یہاں کلمہ کی تعریف میں لفظ کا لفظ درجہ جنس میں ہے معرَّف کو بھی شامل ہے اور اس کے غیروں کو بھی شامل ہے چنانچہ موضوع، مہمل، مفرد، مرکب، سب کو شامل ہے اور وضع کا لفظ فصل اول اور قید اول ہے اس سے مہملات جیسے جسق وغیرہ خارج ہو گئے لیکن ابھی تک الفاظ مفردہ اور مرکبہ اور کلام تام اور کلام ناقص سب داخل ہیں لمعنی دوسرا فصل ہے اس فصل اور قید سے حروف ھجاء کو خارج کیا گیا ہے کیونکہ ان کی وضع غرض ترکیب کیلئے یعنی کلمات کو جوڑنے کیلئے ہے جیسے ض ر ب سے ضرب بن جاتا ہے ان کا کوئی معنی نہیں ہے مفرد تیسرا فصل ہے اس فصل وقید سے مرکب تام اور مرکب ناقص کو خارج کیا گیا کیونکہ مرکب ناقص مثلا غلام زید کا معنی ہے زید کا غلام تو ایک جزو سے ذات زید اور دوسری جزو سے غلام سمجھا جا رہا ہے اسی طرح مرکب تام مثلا زید قائم میں لفظ زید ذات زید پر دلالۃ کرتا ہے اور قائم اس کے کھڑے ہونے پر دلالت کرتا ہے لھذا یہ مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں ان کو کلام کہیں گے کلمہ سے یہ خارج ہیں اب کلمہ کی تعریف جامع مانع ہے۔

پنجم: کلمہ کے اقسام:۔ تین ہیں اسم وفعل وحرف جیسا کہ وھی منقسمة سے مصنف صاحب نے حصر کا دعویٰ کیا ہے اور لانہا الخ سے دلیل حصر بیان کی ہے شرح ص (۳۲)

ششم اسم وفعل وحرف کی تعریف:۔ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے یعنی معنی پر دلالت کرنے میں کسی اور کلمہ کے ملانے کی ضرورت نہ ہو اور اسکا معنی تین زمانوں (ماضی حال مستقبل) میں سے کسی زمانہ سے ملنے والا نہ ہو یعنی اس سے کوئی زمانہ نہ سمجھا جائے جیسے رجل اور علم۔

فعل:۔ وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے اور اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملنے والا ہو یعنی کوئی ایک زمانہ اس کے معنی سے سمجھا جائے جیسے ضرب یضرب اضرب

حرف:۔ وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ اس پر دلالت کرنے میں اور کلمہ کے ملانے کی ضرورت ہو جیسے من و الی۔

ہفتم: ہر ایک قسم کی وجہ تسمیہ: اسم کی وجہ تسمیہ:۔ اسم اصل میں سموتھا (بکسر سین وسکون میم) سمو کا معنی بلند ہونا چونکہ اسم بھی اپنے دونوں قسیمین مقابلین یعنی فعل وحرف سے بلند ہے اس لئے اسم کو اسم کہتے ہیں۔ فعل کی وجہ تسمیہ:۔ فعل اصل میں نام تھا مصدر کا جو کہ نحویوں کے فعل کی اصل ہے تو اصل والا نام فرع کو دیدیا گیا۔ حرف کی وجہ تسمیہ:۔ حرف کا لغوی معنی ہے طرف اور طرف کا معنی ہے کنارہ جیسے جلست حرف الوادی ای طرف الوادی (بیٹھا میں وادی کے کنارے پر) تو چونکہ حرف نحوی بھی کلام کی ایک طرف میں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ یہ مقصود نہیں کیونکہ مقصود کلام میں مسندالیہ اور مسند ہوتے ہیں اور حرف نہ مسندالیہ ہوتا ہے نہ ہی مسند تو گویا کہ یہ کلام کی ایک طرف میں واقع ہے۔

ہشتم: اسم وفعل وحرف کی علامتیں مثالوں کے ساتھ:۔ اسم کی علامتیں تقریباً اٹھائیس ہیں (التحفة العلمية ملاحظہ ہو) مگر صاحب کتاب نے دس علامتیں ذکر کی ہیں۔ (۱) اخبار عنہ کا صحیح ہونا یعنی مخبر عنہ اور محکوم علیہ بننا صحیح ہو جیسے زید قائم (۲) مضاف ہونا جیسے غلام زید (۳) لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل (۴) مجرور ہونا یا حرف جر کا داخل ہونا جیسے بزید (۵) تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید (۶) تثنیہ ہونا جیسے رجلان (۷) جمع ہونا جیسے مسلمون (۸) صفت ہونا جیسے رجل عالم (۹) مصغر ہونا جیسے قریشی (۱۰) منادی ہونا جیسے یا عبد اللہ

فعل کی علامتیں بھی بہت ہیں مصنف نے گیارہ بیان کی ہیں (۱) اخبار بہ کا صحیح ہونا یعنی مخبر بہ ومحکوم بہ بننا صحیح ہو جیسے ضرب زید (۲) شروع میں حرف قد کا داخل ہونا جیسے قد افلح (۳) شروع میں سین کا داخل ہونا جیسے سیضرب (۴) شروع میں سوف کا داخل ہونا جیسے سوف تعلمون (۵) مجزوم ہونا یعنی جزم کا آخر میں آنا جیسے لم یضرب (۶) ماضی اور مضارع کی طرف پھرنا یعنی کسی کلمہ کا ماضی اور مضارع ہونا جیسے ضرب الخ یضرب الخ (۷) امر ہونا جیسے اضرب (۸) نہی ہونا جیسے لا تضرب (۹) ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا جیسے ضربت (۱۰) تاء تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربت (۱۱) نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کا متصل ہونا جیسے اضربن اضربن

حرف کی علامت یہ ہے کہ نہ اس کا مخبر عنہ بننا صحیح ہو اور نہ ہی مخبر بہ اور اسم اور فعل کی علامات میں سے کسی علامت کو قبول نہ کرے جیسے من اور الی وغیرہ۔

تنبیہ:۔ اس آٹھویں بحث کی تشریح کیلئے شرح دیکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بصیرت تامہ حاصل ہو۔ صفحہ نمبر ۴۴ تا ۴۵ پر ملاحظہ کریں۔

السوال ﴿۶﴾:۔ اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اَحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرَى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ (۱) ترجمہ کے ساتھ عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۲) کلام میں احتمال عقلی کتنے ہیں اور وہ کونسے احتمالات ہیں جن سے کلام بنتی ہے خط کشیدہ قید کا کیا فائدہ ہے ۱۴۱۷ھ

الجواب:۔ اس سوال میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں (۱) ترجمہ عبارت (۲) خلاصہ عبارت (۳) کلام میں احتمال عقلی کتنے ہیں (۴) صحیح احتمالات کونسے ہیں (۵) خط کشیدہ قید کا فائدہ۔

اول: ترجمہ:۔کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دوکلموں کو اسناد کے ساتھ اور اسناد دوکلموں میں سے ایک کی نسبت کرنا دوسرے کی طرف اس حیثیت سے کہ فائدہ دے مخاطب کو فائدہ تام یعنی متکلم یا مخاطب کا خاموش رہنا اس پر صحیح ہو جیسے زید قائم وقام زید۔

دوئم: خلاصہ عبارت:۔اس عبارت سے تین چیزیں حاصل ہوئی ہیں اسناد کی تعریف، کلام کی دوقسمیں، جملہ اسمیہ اور فعلیہ کی مثالیں۔حاصل یہ ہے کہ کلام اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایسے دوکلموں سے مرکب ہو جن میں اسناد پایا جائے اور اسناد کا معنی یہ ہے کہ ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کی طرف ایسی نسبت ہو جو مخاطب کو فائدہ تامہ دے کہ متکلم یا مخاطب کا اس پر خاموش رہنا صحیح ہو یعنی فائدہ خبر یا طلب حاصل ہو جائے اور قام زید میں مخاطب کو فائدہ خبر حاصل ہو رہا ہے اول مثال جملہ اسمیہ کی ہے دوسری مثال جملہ فعلیہ کی ہے۔

سوئم: کلام میں احتمالات عقلیہ:۔کلام چونکہ دوکلموں سے مرکب ہوتی ہے اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم فعل وحرف تو دو کو تین میں ضرب دینے سے چھ احتمالات حاصل ہوتے ہیں لھذا احتمال عقلی کلام میں چھ ہیں (۱) دو اسموں سے مرکب ہو (۲) دو فعلوں سے مرکب ہو (۳) دو حرفوں سے مرکب ہو (۴) اسم اور فعل سے مرکب ہو (۵) اسم اور حرف سے مرکب ہو (۶) فعل اور حرف سے مرکب ہو۔

چہارم: وہ احتمالات کونسے ہیں جن سے کلام بنتی ہے:۔چونکہ کلام کی تعریف میں اسناد معتبر ہے اور اسناد مسند اور مسند الیہ کے بغیر ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ کلام ہمیشہ دو اسموں سے حاصل ہوگی ان میں سے ایک مسند الیہ اور دوسرا مسند ہوگا جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ ہے اور قائم مسند ہے اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں یا فعل اور اسم سے حاصل ہوگی فعل مسند اور اسم مسند الیہ ہوگا جیسے قام زید میں قام فعل مسند ہے اور زید اسم مسند الیہ ہے اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں کیونکہ اول جز فعل ہے۔

پنجم: خط کشیدہ قید کا فائدہ:۔اسناد کی تعریف میں فائدہ تامہ کی قید ذکر کرنے کی غرض مرکب ناقص کی دوقسموں مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کو خارج کرنا ہے کیونکہ ان میں اگر چہ ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کی طرف نسبت تو ہوتی ہے لیکن وہ نسبت مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں پہنچاتی کیونکہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر اور موصوف صفت سے ملکر مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہے تو مخاطب کو مسند کی انتظار رہے گی اگر مسند ہے تو اس کو مسند الیہ کی انتظار رہے گی تو متکلم یا مخاطب کا خاموش رہنا صحیح نہیں ہے۔

السؤال ﴿۷﴾ :۔اسم معرب کی تعریف اور مثالیں لکھئے۔ ۱۴۰۸ھ

السؤال ﴿۸﴾ اسم معرب واسم مبنی کی تعریف جو ھدایۃ النحو میں لکھی ہے وہ بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ مبنی الاصل کتنی چیزیں ہیں ۱۴۰۹ھ

الجواب :۔ان دوسوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں (۱) اسم معرب کی تعریف اور مثال (۲) اسم مبنی کی تعریف اور مثال (۳) مبنی الاصل کتنی چیزیں ہیں۔

اول: اسم معرب کی تعریف اور مثال:۔جو ھدایۃ النحو میں لکھی ہے وہ یہ ہے ھو کل اسم رکب مع غیرہ ولا یشبہ مبنی الاصل اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے قام زید میں زید اسم معرب ہے کیونکہ غیر کے ساتھ مرکب ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ نہیں ہے رکب مع غیرہ کی قید سے اسمائے معدودہ جیسے زید عمرو بکر خارج ہوگئے۔اور لا یشبہ الخ والی قید سے ھؤلاء جو قام ھؤلاء میں ہے خارج ہوگیا کیونکہ یہ اگر چہ غیر سے مرکب تو ہے لیکن مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے

دوئم: اسم مبنی کی تعریف اور مثال: ۔ جوھدایۃ النحو میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ وھو اسم وقع غیر مرکب مع غیرہ او مشابہ مبنی الاصل (اسم مبنی ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو کر واقع نہ ہو یا مبنی الاصل کے مشابہ ہو) جیسے زید جب غیر کے ساتھ مرکب ہو کر واقع نہ ہو تو یہ مبنی بر سکون ہوگا اور ھؤلاء جو قام ھؤلاء میں ہے یہ بھی مبنی ہے کیونکہ اگر چہ غیر کے ساتھ مرکب تو ہے مگر مبنی الاصل حرف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے۔

سوئم: مبنی الاصل کتنی چیزیں ہیں: مبنی الاصل تین ہیں (۱) فعل ماضی (۲) سب حروف (۲) امر حاضر۔ مزید تشریح کیلئے شرح ملاحظہ ہو۔

السؤال ﴿۹﴾ اعراب، محل اعراب، معرب اور عامل کی تعریف کر کے ہر ایک کو مثال سے واضح کریں نیز اعراب حرفی اور حرکتی کیا ہے ۱۴۰۴ھ

الجواب: ۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں ﴿۱﴾ چار الفاظ (اعراب محل اعراب معرب عامل) میں سے ہر ایک کی تعریف ﴿۲﴾ مثال سے ہر ایک کی وضاحت ﴿۳﴾ اعراب حرکتی اور حرفی کا تعارف۔

اول: اعراب کی تعریف: ۔ الاعراب ما به یختلف آخر المعرب (اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے سبب سے معرب کا آخر مختلف ہو) جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ، واؤ، الف، یاء۔ **محل اعراب:** ۔ اسم معرب کا آخری حرف جس پر اعراب آئے۔ **معرب:** ۔ ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔ **عامل کی تعریف:** ۔ العامل ما به رفع او نصب او جر (عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے)

دوئم: ہر ایک کی مثال سے وضاحت: ان چاروں کی مثال قام زید ہے قام عامل ہے زید معرب ہے ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

سوئم: عراب حرکتی: ۔ (جس کو اعراب بالحرکت اور اعراب بالاصل بھی کہا جاتا ہے) وہ اعراب ہے جو ضمہ، فتحہ، کسرہ کے ساتھ ہو جیسے جاء نی زید، رأیت زیدا، مررت بزید میں زید پر جو ضمہ، فتحہ، کسرہ ہے اس کو اعراب حرکتی کہا جاتا ہے۔

اعراب حرفی: ۔ (جس کو اعراب بالحرف و اعراب بالفرع بھی کہا جاتا ہے) وہ اعراب ہے جو واؤ، الف، یاء کے ساتھ پڑھا جائے جیسے جاء نی ابوک رأیت اباك مررت بابیک میں ابوك میں واؤ اباك میں الف اور ابیک میں یا ہے اس کو اعراب حرفی کہا جاتا ہے۔

السؤال ﴿۱۰﴾: ۔ فصل: فِیْ اَصْنَافِ اَعْرَابِ الْاسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْکَسْرَةِ اسم کے اعراب کے اقسام مع امثلہ وضاحت سے لکھیں ۱۴۱۱ھ

السؤال ﴿۱۱﴾ فصل: فِیْ اَصْنَافِ اَعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ کی وضاحت کیجئے اور ہر ایک کی مثال لکھئے ۱۴۲۱ھ للبنات

السؤال ﴿۱۲﴾ فصل فِیْ اَصْنَافِ اَعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اعراب کی نو قسموں کو مثالوں کے ساتھ ذکر کریں للبنات

السؤال ﴿۱۳﴾: ۔ فصل: فِیْ اَصْنَافِ اَعْرَابِ الْاسْمِ وَهِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْکَسْرَةِ وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِیْحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَالَا یَکُوْنُ فِیْ آخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ کَزَیْدٍ وَبِالْجَارِیْ مَجْرَی الصَّحِیْحِ وَهُوَ مَا یَکُوْنُ فِیْ آخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ یَاءٌ

مَاقَبْلَهُمَا سَاكِنٌ كَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ مذکورہ بالاعبارت کا صاف مطلب بیان کریں نیز ان سوالات کے جوابات لکھیں (۱) اصناف اعراب یعنی اقسام اعراب میں اول صنف کو کیوں مقدم کیا (۲) مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح کی تعریف لکھیں (۳) لفظ مفرد کتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں کونسا معنی مراد ہے (۴) مفرد کے ساتھ منصرف اور جمع کے ساتھ مکسر کی قید کیوں لگائی۔ ۱۴۱۴ھ للبنات

الجواب: ۔ان چاروں سوالوں میں حذف تکرار کے بعد پانچ چیزیں مطلوب ہیں (۱) اعراب اسم کے اقسام کی وضاحت بمع امثلہ (۲) اصناف اعراب یعنی اقسام اعراب میں اول صنف کو کیوں مقدم کیا (۳) مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح کی تعریف (۴) لفظ مفرد کتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں کونسا معنی مراد ہے (۵) مفرد کے ساتھ منصرف اور جمع کے ساتھ مکسر کی قید کیوں لگائی۔

اول: ۔اسم کے اعراب کی کل نو قسمیں ہیں ﴿۱﴾ ضمہ رفع کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ جر کسرہ کے ساتھ ۔ یہ قسم اسم معرب کی تین اقسام کے ساتھ خاص ہے (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) جاری مجری صحیح (۳) جمع مکسر منصرف ۔تینوں کی مثالیں جاء نی زید و دلو ورجال، رأیت زیدا و دلوا ورجالا، مررت بزید و دلو ورجال ﴿۲﴾ رفع ضمہ کے ساتھ نصب و جر کسرہ کے ساتھ ۔ یہ قسم جمع مؤنث سالم کے ساتھ خاص ہے جیسے هن مسلمات رأیت مسلمات مررت بمسلمات ۔ ﴿۳﴾ رفع ضمہ کے ساتھ نصب و جر فتحہ کے ساتھ ۔ یہ قسم غیر منصرف کے ساتھ خاص ہے جیسے جاء نی عمرو، رأیت عمرو مررت بعمرو ﴿۴﴾ رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ جر یاء کے ساتھ ۔ یہ قسم اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ خاص ہے جیسے جاء نی ابوك ،رأیت اباك، مررت بابیک ﴿۵﴾ رفع الف کے ساتھ نصب و جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ۔ یہ قسم تثنیہ وملحقات تثنیہ یعنی تثنیہ حقیقی وصوری ومعنوی کے ساتھ خاص ہے جیسے جاء نی رجلان کلاهماواثنان رأیت رجلین کلیهماواثنین مررت برجلین کلیهما واثنین ﴿۶﴾ رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ نصب و جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ۔ یہ قسم جمع وملحقات جمع یعنی حقیقی وصوری ومعنوی کے ساتھ خاص ہے جیسے جاء نی مسلمون واولوا مال وعشرون رأیت مسلمین واولی مال وعشرین مررت بمسلمین واولی مال وعشرین ﴿۷﴾ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ۔ یہ قسم اسم مقصور اور اس اسم کے ساتھ خاص ہے جو غیر جمع مذکر سالم ہو کر متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی موسی وغلامی، رأیت موسی وغلامی ، مررت بموسی وغلامی ﴿۸﴾ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ۔ یہ قسم اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے ۔جیسے جاء نی القاضی رأیت القاضی مررت بالقاضی ﴿۹﴾ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ ۔ یہ قسم خاص ہے اس جمع مذکر سالم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی مسلمی رأیت مسلمی مررت بمسلمی

دوئم: ۔اصناف اعراب میں اول صنف کو کیوں مقدم کیا؟ تو اس کو دو وجہ سے مقدم کیا ہے (۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اعراب کی ابتداء دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت جو اصل ہے (۲) اعراب بالحرف جو فرع ہے ۔ چونکہ یہ قسم اعراب بالحرکت ہے جو کہ اصل ہے اس لئے اس کو مقدم کیا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اعراب تینوں حالتوں میں تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے اور تینوں حرکتوں کے ساتھ اعراب یہ اصل ہے اور تین حالتوں میں دو حرکتوں کے ساتھ اعراب یہ خلاف اصل ہے یعنی فرع ہے ۔اس لئے بھی اس کو مقدم کیا۔

سوئم: مفرد منصرف صحیح اور جاری مجری صحیح کی تعریف:۔ مفرد منصرف صحیح وہ اسم ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت نہ ہو آگے عام ہے فاعین کلمہ کے مقابلے میں حرف علت ہو یا نہ ہو جیسے رجل زید وغیرہ۔

جاری مجری صحیح وہ اسم ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں واؤ یا یاء ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو ظبی وغیرہ۔

چہارم:۔ لفظ مفرد کتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں کونسا معنی مراد ہے:۔ لفظ مفرد کئی چیزوں کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے (۱) بمقابلہ مرکب یہ مفرد ہے یعنی مرکب نہیں (۲) بمقابلہ تثنیہ جمع یہ لفظ مفرد ہے یعنی تثنیہ جمع نہیں ہے (۳) بمقابلہ مضاف یا شبہ مضاف کہ یہ لفظ مفرد ہے یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہیں (۴) بمقابلہ جملہ وشبہ جملہ کہ یہ لفظ مفرد ہے یعنی جملہ یا شبہ جملہ نہیں۔

یہاں مفرد تثنیہ وجمع کے مقابلہ میں ہے مفرد کہہ کر تثنیہ وجمع کو خارج کیا ہے کیونکہ انکا یہ اعراب نہیں۔

پنجم: مفرد کے ساتھ منصرف اور جمع کے ساتھ مکسر کی قید کیوں لگائی:۔ مفرد کے ساتھ منصرف کی قید لگا کر غیر منصرف کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ اسکا یہ اعراب نہیں ہے اور جمع کے ساتھ مکسر کی قید لگا کر جمع سالم کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ اس کا یہ اعراب نہیں ہے۔

ہر بحث کی مزید تشریح کیلئے شرح ص (۵۴تا۵۶) ملاحظہ ہو

السؤال ﴿۱۴﴾:۔ اسم غیر منصرف جمع مذکر سالم جمع مؤنث سالم کے اعراب کو مثالوں کے ساتھ لکھیں اسمائے ستہ مکبرہ اور انکا اعراب مثالوں سے لکھیں۔ ۱۴۱۲ھ

السؤال ﴿۱۵﴾:۔ غیر منصرف، جمع مذکر سالم، جمع مؤنث سالم، اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب مثالوں سے لکھیں نیز لا حول ولا قوة باللہ میں کتنے وجوہ پڑھنا جائز ہیں اور وہ کون کون سے ہیں۔

الجواب:۔ ان دونوں سوالوں میں دو چیزیں مطلوب ہیں (۱) غیر منصرف جمع مؤنث سالم وغیرہ کا اعراب مثالوں سمیت (۲) لاحول ولاقوة الاباللہ میں کتنی وجوہ سے پڑھنا جائز ہے اور وہ کون سے ہیں۔

اول:۔ اسم غیر منصرف کا اعراب رفع ضمہ کے ساتھ نصب وجر فتحہ کے ساتھ جیسے جاء نی عمر رأیت عمر مررت بعمر (۲) جمع مذکر سالم کا اعراب رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ جیسے جاء نی مسلمون رأیت مسلمین مررت بمسلمین۔ (۳) جمع مؤنث سالم کا اعراب رفع ضمہ کے ساتھ نصب وجر کسرہ کے ساتھ جیسے ھن مسلمات رأیت مسلمات مررت بمسلمات (۴) اسمائے ستہ مکبرہ یہ ہیں اب اخ حم ھن، فم، ذو مال ان کا اعراب رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ جر یاء کے ساتھ جیسے جاء نی اخوک رأیت اخاك مررت باخیک۔ اور اسی طرح باقی سمجھیں۔

دوئم:۔ لا حول ولا قوة الخ کے وجوہ بالتفصیل شرح ص (۱۷۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال ﴿۱۶﴾: صحیح جاری مجری صحیح، جمع مکسر، جمع سالم، اسم مقصور۔ اسم منقوص کی تعریف کر کے ہر ایک کی مثال دیں ۱۴۰۴ھ

الجواب:۔(۱): نحویوں کے ہاں صحیح وہ اسم ہے جن کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت نہ ہو عام ہے خواہ عین کے مقابلہ میں حرف علت ہو یا نہ ہو جیسے زید۔(۲): جاری مجری صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت واؤ یا یاء ہو اور ان کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو ظبی۔

(۳): جمع مکسر وہ جمع ہے جس میں واحد کی بناء سلامت نہ رہی ہو جیسے رجل کی جمع مکسر رجال ہے۔ (۴): جمع سالم وہ جمع ہے جس میں واحد کی بنا سلامت رہی ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں جمع مذکر سالم جیسے مسلمون جمع مؤنث سالم جیسے مسلمات۔ (۵): اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ مذکور ہو جیسے موسیٰ یا مقدر ہو جیسے عصا۔ (۶): اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت ہو جیسے قاض اصل میں قاضی تھا یا پر ضمہ ثقیل ہوا گرا دیا التقائے ساکنین ہوا یا اور نون تنوین کے درمیان تو یا کو گرا دیا۔

السؤال ﴿۱۷﴾ مندرجہ ذیل اسموں کی حالت رفع ونصب وجر میں کیا اعراب ہوتا ہے مسمعات، عصا، عمر قاضی رجلان ۱۴۰۸ھ

الجواب: مسمعات جمع مؤنث سالم ہے اس کا اعراب رفع بضمہ نصب وجر بکسرہ (۲) عصا اسم مقصور ہے اسکا اعراب رفع بضمہ تقدیری نصب بفتحہ تقدیری جر بکسرہ تقدیری (۳) عمر اسم غیر منصرف ہے اسکا اعراب رفع بضمہ نصب وجر بفتحہ (۴) قاضی اسم منقوص ہے اس کا اعراب رفع بضمہ تقدیری نصب بفتحہ لفظی جر بکسرہ تقدیری (۵) رجلان تثنیہ حقیقی ہے اسکا اعراب رفع بالف نصب وجر بیاء ماقبل مفتوح۔

السؤال ﴿۱۸﴾: مندرجہ ذیل اسموں کے اعراب بتائیں (مثالوں کے ساتھ) جمع مؤنث سالم، غیر منصرف، اسمائے ستہ مکبرہ، تثنیہ، جمع مذکر سالم۔ ۱۴۰۹ھ

السؤال ﴿۱۹﴾: اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب اور مثالیں تحریر کیجئے۔ ۱۴۰۸ھ

الجواب: دونوں سوالوں کا جواب سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال ﴿۲۰﴾: اَلرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُكَبَّرَةً (الف) اسمائے ستہ مکبرہ کو ذکر کرنے کے بعد انکا اعراب تحریر کریں (ب) اسمائے ستہ مکبرہ کیلئے کیا شرائط ہیں ان کو واضح کریں (ج) اب، اخوان، حمی، اخی کا اعراب بتائیے ۱۴۱۶ھ

الجواب: اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول: اسمائے ستہ مکبرہ اَبٌ اَخٌ حَمٌ، هَنٌ، فَمٌ ذُوْ مَالٍ ان کا اعراب رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ جر یاء کے ساتھ

دوئم: اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب کیلئے چار شرطیں ہیں۔ (۱) مکبر ہوں مصغر نہ ہوں (۲) واحد ہوں تثنیہ وجمع نہ ہوں (۳) مضاف ہوں غیر مضاف نہ ہوں (۴) یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں۔

سوئم: اب چونکہ غیر مضاف ہے اس کا اعراب مفرد منصرف صحیح والا ہوگا رفع بضمہ نصب بفتحہ جر بکسرہ۔ اخوان چونکہ مفرد نہیں بلکہ تثنیہ ہے تو تثنیہ والا اعراب ہوگا یعنی رفع الف کے ساتھ نصب وجر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ۔ حمی چونکہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہے تو اس کا اعراب غلامی والا ہوگا یعنی رفع ضمہ تقدیری نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ جر کسرہ تقدیری کے ساتھ۔ اخی چونکہ مکبر نہیں بلکہ مصغر ہے تو اس کا اعراب جاری مجری صحیح والا ہوگا یعنی رفع بضمہ نصب بفتحہ جر بکسرہ۔

السؤال ﴿۲۱﴾۔ اَلرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِيَاءِ الْمُتَكَلِّمِ (۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں

(۳) اسمائے ستہ مکبرہ کی تعریف اور مثالیں دیں

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اس میں اعراب کی چوتھی قسم کا ذکر ہے رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ جر یا کے ساتھ یہ قسم اسمائے ستہ مکبرہ کیساتھ خاص ہے جبکہ ان میں چار شرطیں پائی جائیں (۱) مکبر ہوں (۲) موحد ہوں (۳) مضاف ہوں (۴) غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں

سوئم:اسمائے ستہ مکبرہ کی تعریف:۔یہ وہ چھ اسم ہیں جو مفرد ہوں مکبر ہوں جیسے اَبٌ اَخٌ حَمٌ ،هَنٌ ،فَمٌ ذُوْ مَالٍ۔ان کے اعراب کی شرطیں اور اعراب کی تفصیل سوال نمبر ۲۰ کے جواب میں دیکھیں۔

السؤال ﴿۲۲﴾:۔ اَلرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الخ (۱) اسمائے ستہ مکبرہ کتنے اور کونسے ہیں سوچ کر جواب دیں (۲) ان کے اعراب کی وضاحت کریں کہ اعراب بالحرکت ہوگا یا بالحرف دونوں صورتوں میں تینوں حالتوں میں ہوگا یا بعض ۔۔۔ں میں۔ ۱۴۱۷ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اسمائے ستہ مکبرہ چھ ہیں اَبٌ اَخٌ حَمٌ ،هَنٌ ،فَمٌ ذُوْ مَالٍ

دوئم:۔(۲) ان کا اعراب بالحرف ہے اور تینوں صورتوں میں ہے یعنی رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ مگر یہ اعراب چار شرائط سے مشروط ہے۔شرائط سوال نمبر ۲۰ کے جواب میں ملاحظہ ہوں۔

السؤال ﴿۲۳﴾:۔ اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ (۱) منصرف اور غیر منصرف کی تعریف مع امثلہ بیان کریں (۲) اسباب تسعہ کون کون سے ہیں واضح کیجئے (۳) منصرف اور غیر منصرف کا حکم بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ جاء نبی احمد میں احمد منصرف ہے یا غیر منصرف اگر غیر منصرف ہے تو اس میں کون سے دو سبب پائے جاتے ہیں۔ ۱۴۱۶ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔منصرف وہ اسم ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب میں سے دو سبب یا ایسا ایک سبب جو کہ دو کے قائم مقام پایا جائے جیسے، زید وغیرہ۔

غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایسا ایک سبب جو قائم مقام دو کے ہو پایا جائے جیسے عمر، زفرؔ۔ان میں عدل وعلم اور حمراء میں تانیث بالالف الممدودہ جو ایک سبب قائم مقام دو کے ہے پایا جاتا ہے۔

دوئم:۔غیر منصرف کے اسباب تسعہ یہ ہیں (۱) عدل جیسے عمر، زفر (۲) وصف جیسے ثلث مثلث (۳) تانیث جیسے، طلحة، زینب ،حمراء وغیرہ (۴) معرفہ جیسے فاطمة (۵) عجمہ جیسے ابراھیم، سقر، ماہ، جور (۶) جمع جیسے مساجد، مصابیح (۷) ترکیب جیسے بعلبک (۸) الف نون زائدتان جیسے عمران (۹) وزن فعل جیسے احمر وغیرہ۔

سوئم:۔منصرف اور غیر منصرف کا حکم:۔منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں تنوین سمیت آتی ہیں جیسے جاء نی زید رأیت زیدا مررت بزید۔

اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ وتنوین داخل نہیں ہوتے جیسے جاء نی عمر رأیت عمرا مررت بعمر

چہارم:۔جاء نی احمد میں احمد غیر منصرف ہے اور اس میں دو سبب علم اور وزن فعل پائے جاتے ہیں۔

السؤال ﴿۲۴﴾:۔اسم غیر منصرف کی تعریف کریں اور بتائیں کہ ابراھیم زینب اور اسود اور عثمان میں کون سے اسباب پائے جاتے ہیں۔ ۱۴۰۸ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں

اول:۔غیر منصرف کی تعریف:۔سوال نمبر۲۳ کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

دوئم:۔الفاظ مذکورہ میں کونسے اسباب ہیں:۔(۱) ابراھیم میں عجمہ وعلم (۲) زینب میں علمیت وتانیث (۳) اسود میں وصف ووزن فعل (۴) عثمان میں علم والف نون زائدتان ہیں

السؤال ﴿۲۵﴾:۔اسم منصرف اور غیر منصرف کسے کہتے ہیں اسم منصرف کا دوسرا نام کیا ہے منع صرف کے اسباب کتنے ہیں اور کون سے ہیں ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔منصرف وغیر منصرف کی تعریف۔دوئم:۔منع صرف کے اسباب کتنے اور کون سے ہیں ان دونوں باتوں کا جواب سوال نمبر۲۳ کے جواب میں ملاحظہ ہو۔سوئم:۔اسم منصرف کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

السؤال ﴿۲۶﴾:۔منع صرف کے اسباب کتنے ہیں اور کون سے ہیں ہر ایک کی مثال بیان کریں وہ اسباب منع صرف کون سے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی پایا جائے تو پھر بھی غیر منصرف پڑھا جائیگا۔ ۱۴۰۵ھ

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔منع صرف کے اسباب اور ہر ایک کی مثال۔سوال نمبر۲۳ کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

دوئم:۔اسباب منع صرف میں سے صرف دو سبب ایسے ہیں جن میں سے کوئی ایک سبب بھی پایا جائے تو کلمہ غیر منصرف ہو جاتا ہے۔

(۱) تانیث بالالف المقصورہ والممدودۃ (۲) جمع منتہی الجموع

السؤال ﴿۲۷﴾:۔ اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا درج ذیل امور کے جوابات دیں (۱) اسباب منع صرف کتنے ہیں اور کون سے ہیں (۲) عبارت مذکورہ کا مطلب کیا ہے (۳) عدل کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط لکھیں۔ ۱۴۱۲ھ

السؤال ﴿۲۸﴾:۔ اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ

تَقۡدِیۡرًا وَلَا یَجۡتَمِعُ مَعَ وَزۡنِ الۡفِعۡلِ اَصۡلًا وَیَجۡتَمِعُ مَعَ الۡعَلَمِیَّةِ کَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الۡوَصۡفِ کَثُلَاثَ وَمَثۡلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ (۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) بے غبار تشریح کریں (۳) وزن فعل کے ساتھ عدل کیوں نہیں جمع ہوسکتا وجہ لکھیں

۱۴۲۲ھ للبنات

السؤال ﴿۲۹﴾:۔ اسباب منع صرف میں سے عدل کی تعریف اور اس کی قسمیں مثالوں کے ساتھ واضح کریں نیز یہ بتائیں کہ عدل اسباب منع صرف میں سے کن کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور کن کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ ۱۴۲۱ھ

الجواب:۔ ان تینوں سوالوں کے مجموعہ میں چھ چیزیں مطلوب ہیں اسباب منع صرف کونسے ہیں کتنے ہیں (۲) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ۔(۳) عبارت مذکورہ کا مطلب اور بے غبار تشریح۔(۴) عدل کی تعریف اور اس کی قسمیں مثالوں کے ساتھ واضح کرنا (۵) عدل کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط (۶) اسباب منع صرف میں سے کن کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور کن کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور وزن فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ۔

اول:۔ اسباب منع صرف کونسے ہیں کتنے ہیں:۔ اسباب منع صرف نو ہیں سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں ملاحظہ ہوں۔

دوئم:۔ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ:۔ لیکن عدل پس وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اپنی اصلی شکل سے دوسری شکل کی طرف تحقیقا یا تقدیرا اور نہیں جمع ہوتا وزن فعل کے ساتھ بالکل اور جمع ہوتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عمر اور زفر اور وصف کے ساتھ جیسے ثلث و مثلث و آخر و جمع

سوئم:۔ عبارت مذکورہ کا مطلب اور بے غبار تشریح: اس عبارت سے مقصود اسباب منع صرف میں سے عدل کی تعریف اور تقسیم اور حکم بیان کرنا ہے اس کی مکمل تشریح۔ شرح ص (۲۶) پر ملاحظہ ہو۔

چہارم:۔ عدل کی تعریف وقسمیں مثالوں کے ساتھ شرح ص (۲۶) پر ملاحظہ ہوں۔

پنجم:۔ عدل کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط:۔ عدل کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی کوئی شرط نہیں۔

ششم:۔ اسباب منع صرف میں سے کن کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور کن کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور وزن فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی۔ عدل وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور علمیت اور وصف کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ مکمل تشریح شرح (۶۸) پر ملاحظہ ہو۔

السؤال ﴿۳۰﴾:۔ اَمَّا الۡوَصۡفُ فَلَا یَجۡتَمِعُ مَعَ الۡعَلَمِیَّةِ اَصۡلًا وَشَرۡطُه اَنۡ یَّکُوۡنَ وَصۡفًا فِیۡ اَصۡلِ الۡوَضۡعِ فَاَسۡوَدُ وَاَرۡقَمُ غَیۡرُ مُنۡصَرِفٍ وَاِنۡ صَارَا اِسۡمَیۡنِ لِلۡحَیَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا فِی الۡوَصۡفِیَّةِ وَاَرۡبَعٌ فِیۡ مَرَرۡتُ بِنِسۡوَةٍ اَرۡبَعٍ مُنۡصَرِفٌ مَعَ اَنَّه صِفَةٌ وَوَزۡنُ الۡفِعۡلِ لِعَدَمِ الۡاَصَالَةِ فِی الۡوَصۡفِیَّةِ اس عبارت کا مطلب بیان کریں۔ نیز وصف اصلی ووصف عارضی کی تعریف اور وصف اصلی کے اشتراط کا سبب بیان کریں۔ ۱۴۱۴ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ عبارت کا مطلب: وصف علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوسکتا کیونکہ وصف میں ابہام اور علم میں تعین ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی ضد

ہیں اور دوضدوں کا اجتماع ناجائز ہے اور وصف کے مؤثر ہونے کی یہ شرط ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو لہذا اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں کیونکہ اصل وضع کے اعتبار سے یہ وصف ہیں اسود ہر سیاہ چیز کیلئے اور ارقم ہر گدری چیز کیلئے وضع کیا گیا مگر بعد میں سیاہ اور چتلبرے سانپ کے ساتھ خاص ہو گئے اور مررت بنسوۃ اربعۃ میں جو لفظ اربعۃ ہے یہ منصرف ہے حالانکہ اس مثال میں یہ وصف بن کر استعمال ہو رہا ہے اور اس میں دوسرا سبب وزن فعل بھی ہے مگر اصل وضع کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس کی وضع ایک عدد معین کیلئے ہے۔

دوئم:۔وصف اصلی وعارضی کی تعریف۔وصف اصلی وہ ہے کہ واضع نے اس کو ذات مبہم کیلئے وضع کیا ہو جس میں وصفی معنی کا لحاظ ہو جیسے اسود کو واضع نے وضع کیا ہے ہر سیاہ چیز کیلئے اور ارقم کو وضع کیا ہے ہر گدری چیز کیلئے وصف عارضی وہ ہے کہ واضع نے اس کو ذات معین کیلئے وضع کیا ہو لیکن بعد میں وصفی معنی میں استعمال ہونے لگا جیسے اربع کو واضع نے وضع کیا ہے ایک خاص متعین عدد کیلئے جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے کامل عدد ہے مگر مررت بنسوۃ اربعۃ میں لفظ اربعۃ وصفی معنی دینے لگا اب اس مثال میں معنی یہ ہے کہ میں ایسی چار عورتوں کے پاس سے گزرا جو چار والی صفت کے ساتھ موصوف تھیں۔

سوئم:۔وصف اصلی کے اشتراط کا سبب یہ ہے کہ اسم معرب میں غیر منصرف ہونا خلاف اصل ہے کسی اسم معرب کو غیر منصرف بنانے کیلئے کسی قوی سبب کی ضرورت ہے وصف اصلی میں تو یہ طاقت ہے کہ اسم کو اصل سے نکال کر غیر منصرف بنا دے دوسرے سبب کے ساتھ ملکر وصف عارضی میں یہ طاقت نہیں۔

السؤال ﴿۳۱﴾:۔اَمَّا التَّانِيثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُه اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذٰلِكَ الْمَعْنَوِيُّ الخ اسباب منع صرف لکھنے کے بعد تانیث کے سبب بننے کی شرائط واضح کریں۔ ۱۴۱۱ھ

السؤال ﴿۳۲﴾:۔اَمَّا التَّانِيثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُه اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذٰلِكَ الْمَعْنَوِيُّ تانیث کی کل کتنی اقسام ہیں اور کونسی قسم بغیر شرط کے غیر منصرف کا سبب بن کر ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوتی ہے۔(۲) وکذلک المعنوی میں تانیث معنوی کو تانیث لفظی کے ساتھ تشبیہ کس امر میں دی گئی ہے۔ ۱۴۱۷ھ للبنات

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اسباب منع صرف سوال نمبر (۲۳) کے جواب میں دیکھیں۔

دوئم:۔تانیث کے سبب بننے کی شرائط تانیث کے چار اقسام ہیں۔دو قسم تانیث بالالف المقصورہ والممدودہ غیر منصرف میں بغیر کسی شرط کے سبب ہیں۔تیسری قسم تانیث بالتاء اللفظی کے سبب بننے کیلئے علمیت شرط ہے۔چوتھا قسم تانیث معنوی کے سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) علمیت (۲) تین چیزوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا یا تانیث معنوی والا کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو جیسے زینب یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے سقر یا وہ کلمہ عجمہ ہو جیسے ماہ وجور۔

سوئم:۔تانیث کے کل اقسام چار ہیں (۱) تانیث بالتاء اللفظی (۲) تانیث معنوی (۳) تانیث بالالف المقصورہ (۴) تانیث بالالف الممدودہ

چہارم:۔وہ قسم جو بغیر شرط کے غیر منصرف کا سبب بن کر ایک سبب قائم مقام دو کے ہو وہ تانیث بالالف المقصورہ ہے جیسے حبلی اور تانیث بالالف

المدودہ ہے جیسے حمراء۔

پنجم:۔وکذالک المعنوی میں تانیث معنوی کوتانیث لفظی کے ساتھ تشبیہ اشتراط علمیت میں ہے یعنی جیسے تانیث لفظی کے سبب بننے میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی کے سبب بننے میں بھی علمیت شرط ہے مگر دونوں میں فرق ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت شرط ہے وجوب تاثیر کیلئے اورتانیث معنوی میں علمیت شرط ہے جوازی تاثیر کیلئے تفصیل شرح (۹۲) پر ملاحظہ ہو۔

السؤال ﴿۳۳﴾:۔اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِی مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِيَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) معرفہ کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ علمیت مذکورہ کے سوا باقی معرفہ کی اقسام غیر منصرف کا سبب کیوں نہیں بن سکتے (۳) وصف کے ساتھ معرفہ کے جمع نہ ہوسکنے کی وجہ کیا ہے۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔اول:۔سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔معرفہ کی تعریف معرفہ وہ اسم ہے جو ذات معین کیلئے وضع کیا گیا ہومگر یہاں معرفہ سے مراد تعریف ہے یعنی کسی اسم کا ذات معین پر دلالت کرنے والا ہونا۔کیونکہ غیر منصرف کے جتنے اسباب ہیں سب میں معنی مصدری کالحاظ ہے

سوئم:۔علمیت کے سواء معرفہ کے بقیہ اقسام غیر منصرف کے سبب نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ ان اقسام میں سے بعض اقسام مثلاً مضمرات اور اسماء اشارات اور اسماء موصولات یہ سب مبنی ہیں اور مبنی معرب کی ضد ہے اور غیر منصرف اسم معرب کی قسم ہے تو یہ سب غیر منصرف کی ضدیں ہیں ایک ضد دوسری ضد کا سبب کیسے بن سکتی ہیں اور بعض اقسام غیر منصرف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں جیسے معرفہ بالاضافۃ اور معرفہ بالالف واللام لہذا یہ بھی سبب نہیں بن سکتے اور معرفہ بالنداء معرف باللام کے حکم میں ہے نحویوں کے ہاں لہذا یہ بھی سبب نہیں بن سکتا نیز معرفہ بالنداء اگر مفرد معرفہ ہے تو مبنی ہوگا وہ کیسے سبب بن سکتا ہے اور اگر مضاف یا شبہ مضاف ہے تو غیر منصرف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیگا اور اگر نکرہ غیر معین ہے تو وہ معرفہ ہی نہیں لہذا معرفہ بالنداء سبب منع صرف نہیں بن سکتا

چہارم:۔معرفہ (علمیت) کا وصف کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں کیونکہ علم ذات معین پر دلالت کرتا ہے اور وصف ذات مبہم پر اور دو ضدیں آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

السؤال ﴿۳۴﴾:اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِی الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰى ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْ ثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدْمِ الْعَلَمِيَّةِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ

(۱)اعراب لگائیں۔(۲) عبارت کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ علما فی العجمۃ کا کیا مطلب ہے ۱۴۱۸ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔عبارت کی وضاحت عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) لغت عجم میں وہ کسی کا علم ہو (۲) وہ کلمہ تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراہیم اگر تین حرفی ہے تو متحرک الاوسط ہو جیسے شطر لہذا لجام منصرف ہے کیونکہ علم نہیں اور نوح بھی منصرف ہے کیونکہ ثلاثی ساکن

الاوسط ہے۔

سوئم:۔ علما فی العجمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ لغت عجم میں کسی کا علم ہو خواہ حقیقۃ علم ہو جیسے ابراہیم یہ لغت عرب کی طرف نقل ہونے سے پہلے لغت عجم میں حقیقۃ علم تھا بغیر کسی تبدیلی کے لغت عرب میں منقول ہو گیا یا حکما علم ہو جیسے قالون یہ لغت عرب کی طرف نقل ہونے سے پہلے لغت عجم میں حقیقۃ علم نہ تھا بلکہ اسم جنس تھا ہر جید (عمدہ) چیز کو قالون کہتے تھے پھر لغت عرب میں نقل ہونے کے بعد معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پہلے ہی علم ہو گیا قراء میں سے ایک قاری صاحب کا علم بن گیا جودت قرأت کی وجہ سے اور وہ لفظ عجمی جو لغت عرب میں نقل ہوتے ہی اپنے معنی جنسی میں استعمال ہونے سے پہلے علم ہو جائے تو وہ حکما علم ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی تغیر وتبدل سے محفوظ ہوتا ہے۔

السؤال ﴿۳۵﴾: عجمہ کے سبب برائے منع صرف بننے کیلئے کون سی شرائط ہیں یہ بھی بتائیں کہ ابراهیم، لجام، نوح، منصرف ہیں یا غیر منصرف۔

سنہ ۱۴۱۰ھ

الجواب:۔ اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ عجمہ کے منع صرف کے سبب بننے کی شرائط دو ہیں (۱) علمیت (۲) تین حرفوں سے زائد ہو یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو۔

دوئم:۔ ابراہیم غیر منصرف ہے بوجہ علمیت و عجمہ۔ اور لجام منصرف ہے علمیت والی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے نوح بھی منصرف ہے متحرک الاوسط نہ ہونے کی وجہ سے۔

السؤال ﴿۳۶﴾: جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے کیا شرائط ہیں۔ سنہ ۱۴۲۰ھ للبنات

السؤال ﴿۳۷﴾: ھدایۃ النحو کے مطابق اسباب صرف میں جمع کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرطیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے پوری بحث کو مثالوں کے ذریعے واضح کریں۔ نیز بتائیں کہ نیچے ذکر کی گئی مثالوں میں کون منصرف ہے اور کون غیر منصرف۔ اور کون کیا ہے۔ وجہ بھی لکھیں۔ بعلبک، معدیکرب، تغلب، نرجس، حبلی، صیاقلۃ، یعمل، ندمان، شاب قرناها

سنہ ۱۴۲۰ھ

الجواب:۔ دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ جمع کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کی شرائط دو ہیں (۱) وہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو منتہی الجموع کا وزن یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو تیسری جگہ الف علامت جمع اقصی ہو اس کے بعد اگر ایک حرف ہے تو مشدد ہو گا جیسے دابہ کی جمع اقصی دواب اگر دو حرف ہوں تو پہلا مکسور ہو گا جیسے مسجد کی جمع مساجد اگر تین حرف ہوں تو اول مکسور دوسرا ساکن جیسے مصباح کی جمع مصابیح (۲) وہ جمع ایسی تاء کو قبول نہ کرے جو حالت وقف میں ہا بن جائے۔

دوئم:۔ پوری بحث کی مثالوں کے ذریعے وضاحت یہ ہے کہ جمع کے مؤثر ہونے کی دو شرطیں ہیں (۱) وہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو وزن کی تفصیل مثالوں سمیت اوپر دیکھیں اگر جمع تو ہے مگر منتہی الجموع کے وزن پر نہیں تو وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا جیسے رجال نسوۃ وغیرہ (۲) آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہا بن جائے ورنہ یہ جمع بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا جیسے صیاقلۃ صیقل کی جمع ہے

منتہی الجموع کے وزن پر بھی ہے مگر آخر میں تاء ہے لہذا یہ منصرف ہوگا۔

سوئم:۔مذکورہ مثالوں میں سے کون منصرف اور کون غیر منصرف تو وضاحت یہ ہے کہ بعلبک اور معدیکرب غیر منصرف ہیں بوجہ ترکیب وعلمیت کے اور ترکیب کے سبب بننے کی دونوں شرطیں بھی موجود ہیں یعنی علمیت اور ترکیب اضافی واسنادی کا نہ ہونا اور تغلب ونرجس بھی غیر منصرف ہیں بوجہ وزن فعل اور علمیت کے اور وزن فعل کی شرط بھی موجود ہے حروف اتین میں سے تاء تغلب میں اور نون نرجس میں موجود ہے اور حبلی بھی غیر منصرف ہے تانیث بالالف المقصورہ کی وجہ سے اور یہ ایک سبب قائم مقام دو کے ہے اور صیاقلۃ منصرف ہے کیونکہ اگر چہ یہ جمع ہو کر منتہی الجموع کے وزن پر تو ہے مگر آخر میں تاء ہے جو حالت وقف میں ہا بن جاتی ہے اور یعمل بھی منصرف ہے کیونکہ اس میں اگر چہ دوسبب وزن فعل اور وصف اصلی پائے جاتے ہیں مگر یہ اس تاء کو قبول کرتا ہے جو حالت وقف میں ہا بن جاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ناقۃ یعملۃ اور ندمان بمعنی ندیم (شراب کا ساتھی) منصرف ہے اگر چہ اس میں دوسبب الف نون زائدتان اور وصف اصلی موجود ہیں مگر الف نون زائدتان جب وصف میں ہوں تو اس کے سبب منع صرف بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو اور ندمان کی مؤنث ندمانۃ بروزن فعلانۃ آتی ہے لہذا یہ منصرف ہے ہاں اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہو تو اس وقت چونکہ اس کی مؤنث ندمانۃ نہیں آتی بلکہ ندمی آتی ہے لہذا یہ غیر منصرف ہوگا اور شاب قرناھا مبنی ہے کیونکہ یہ مرکب اسنادی ہے اگر چہ اس میں دوسبب ترکیب وعلمیت پائے جاتے ہیں مگر ترکیب کے سبب بننے کیلئے شرط ہے کہ مرکب اسنادی نہ ہو۔

السؤال ﴿۳۸﴾:۔ اَمَّا التَّرْکِیْبُ فَشَرْطُہ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا بِلاَ اِضَافَۃٍ وَلاَ اِسْنَادٍ کَبَعْلَبَکَّ فَعَبْدُاللّٰہِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِیْکَرَبَ غَیْرُ مُنْصَرِفٌ وَشَابَ قَرْنَاھَا مَبْنِیٌّ مذکورہ عبارت کا ترجمہ کرنے کے بعد ترکیب کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔اور مصنف کی ذکر کردہ تمام اتفاقی اور احترازی مثالوں کی وضاحت کریں۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

السؤال ﴿۳۹﴾: اَمَّا التَّرْکِیْبُ فَشَرْطُہ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا بِلاَ اِضَافَۃٍ وَلاَ اِسْنَادٍ کَبَعْلَبَکَّ فَعَبْدُاللّٰہِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِیْکَرَبَ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاھَا مَبْنِیٌّ مذکورہ بالا عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھیں کہ مصنف نے ترکیب کے منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے علمیت اور بلا اضافۃ ولا اسناد کی شرطیں کیوں لگائی ہیں ۱۴۱۳ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں کے مجموعہ میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ترجمہ عبارت لیکن ترکیب پس اس کی شرط یہ ہے کہ ہو وہ علم بغیر اضافت واسناد کے جیسے بعلبک پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب منصرف ہے اور شاب قرناھا مبنی ہے۔

دوئم:۔عبارت کا مطلب: اس عبارت سے اسباب منع صرف میں سے ترکیب کے سبب بننے کیلئے دو شرطیں اور مطابقی واحترازی مثالیں ذکر کی گئی ہیں اول شرط یہ ہے کہ وہ مرکب علم ہو دوسری شرط یہ ہے کہ ترکیب اضافی واسنادی نہ ہو مطابقی مثال بعلبک اور معدیکرب یہ دونوں غیر منصرف ہیں کیونکہ ان میں دوسبب ترکیب اور علمیت پائے جاتے ہیں اور ترکیب کے مؤثر ہونی شرط بھی موجود ہے علم بھی ہیں اور ترکیب اسنادی واضافی بھی نہیں احترازی مثال (۱) عبداللہ یہ منصرف ہے کیونکہ یہ مرکب اضافی ہے احترازی مثال (۲) شاب قرناھا یہ مبنی ہے کیونکہ یہ مرکب

اسنادی ہے مرکب اسنادی جب علم بن جائے تو مبنی ہوتا ہے۔

سوئم:۔ترکیب کا لغوی اصطلاحی معنی: ترکیب مصدر ہے از باب تفعیل لغوی معنی جوڑنا مرکب کرنا اور اصطلاحی معنی دو یا دو سے زائد کلموں کا بغیر کسی حرف کے جزو ہونے کے ایک ہونا۔

چہارم:۔مصنف کی ذکر کردہ تمام اتفاقی واحترازی مثالوں کی وضاحت: مصنف نے چار مثالیں ذکر فرمائی ہیں بعلبک اور معدیکرب یہ اتفاقی مثالیں ہیں بعل ایک بت کا نام تھا اور بک اس بادشاہ کا نام تھا جس نے شہر بنایا دونوں اسموں کو ملا کر شہر کا نام رکھ دیا اس میں کوئی جز و حرف بھی نہیں اور ترکیب اسنادی واضافی بھی نہیں لہذا یہ ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور معدیکرب ایک مرد کا نام ہے معدی اور کرب دو اسم تھے ان دونوں کو ملا کر ایک کیا گیا چونکہ یہ مرکب اضافی بھی نہیں اور اسنادی بھی نہیں لہذا یہ بھی ترکیب اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور عبداللہ اور شاب قرناھا احترازی مثالیں ہیں عبداللہ منصرف ہے اگر چہ علم تو ہے مگر دوسری شرط کی پہلی شق کہ ترکیب اضافی نہ ہو اس میں نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ مرکب اضافی ہے لہذا یہ منصرف ہوگا۔ اور شاب قرناھا یہ دوسری شرط کی قسم ثانی کی تفریع ہے یہ مبنی ہے کیونکہ مرکب اسنادی ہے شاب فعل اور قرناھا مضاف مضاف الیہ سے ملکر فاعل۔

ترجمہ:۔سفید ہو گئے اس عورت کے گیسو تو جس عورت کے گیسو سفید ہو گئے تو اس کا نام رکھ دیا گیا شاب قرناھا اب اگر چہ اس میں ترکیب اور علمیت دو سبب ہیں مگر چونکہ یہ مرکب اسنادی ہو کر یہ مبنی ہے لهذا یہ غیر منصرف نہیں۔

پنجم:۔علمیت و بلا اضافة ولا اسناد کی شرائط کا فائدہ: مصنف نے ترکیب کے منع صرف میں مؤثر ہونے کیلئے علمیت اور بلا اضافة بلا اسناد کی شرط کیوں لگائی ہیں علمیت والی شرط اس لئے لگائی کہ ترکیب ایک عارضی چیز ہے کیونکہ اصل ہر کلمہ میں یہ ہے کہ وہ مستقل الگ ہو کر استعمال ہو دوسرے کی طرف محتاج نہ ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اس کو جوڑا گیا ہے تو معلوم ہوا یہ ایک عارضی چیز ہے اور جو عارضی چیز ہو وہ زوال پزیر ہوتی ہے لہذا احتمال ہے کہ ترکیب زائل ہو جائے تو علمیت والی شرط لگائی تا کہ زوال سے محفوظ ہو کر یہ ترکیب غیر منصرف کا سبب بن جایئے اور بلا اضافت کی شرط اس لئے لگائی کہ اضافت غیر منصرف مضاف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے تو یہ کیسے غیر منصرف میں مؤثر ہو سکتی ہے اور بلا اسناد کی شرط اس لئے لگائی کہ ترکیب کے سبب بننے کیلئے علمیت بھی شرط ہے اب ترکیب اسنادی اگر ہو تو ترکیب اسنادی والا مرکب اسنادی کسی کا علم ہوگا تو وہ مبنی ہو جائے گا اور مبنی غیر منصرف کی ضد ہے کیونکہ غیر منصرف معرب کا قسم ہے لہذا اس سے احتراز ضروری ہے باقی مرکب توصیفی اضافی کے حکم میں ہے اسی طرح مرکب صوتی مرکب تعدادی مرکب اسنادی میں داخل ہے کیونکہ مرکب اسنادی تو علم بننے کے بعد مبنی بن جاتا ہے اور مرکب صوتی تعدادی تو شروع ہی سے مبنی ہیں مبنی ضد ہے معرف غیر منصرف کی۔

السؤال ﴿۴۰﴾:۔وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَاشُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ اَوْ لَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذٰلِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَّاحِدٍ فَقَطْ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اس عبارت پر اعراب لگائیں پھر بتائیں کہ ما شرط فيه العلمية او لم يشترط فيه ذلک کا مصداق کون ہیں اس کے بعد مصنف نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کی پوری تشریح کریں۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

23/½

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔ما شرط فیه العلمیه کا مصداق چار چیزیں ہیں۔(۱) مؤنث بالتاء اللفظی اور مؤنث معنوی۔(۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) ہر وہ اسم جس میں الف نون زائدتان ہوں اور لم یشترط فیہ ذالک کا مصداق دو ہیں (۱) علم معدول (۲) وزن فعل۔

سوئم:۔قاعدہ کی مکمل تشریح شرح ص (۸۳) پر ملاحظہ ہو۔

السؤال ﴿۴۱﴾:۔ مرفوعات کتنے اور کون سے ہیں ہر ایک کی مثال بیان کریں۔ ۱۴۲۲ھ

السؤال ﴿۴۲﴾:۔المقصد الاول فی المرفوعات مندرجہ ذیل کے جوابات تحریر کریں (۱) مرفوعات کتنے ہیں ہر ایک کی مثال بیان کریں (۲) مرفوعات مرفوع کی جمع ہے یا مرفوعة کی (۳) مصنفؒ نے بحث مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر کیوں مقدم کیا ۱۴۱۳ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں کے مجموعہ میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔مرفوعات کتنے اور کونسے ہیں ہر ایک کی مثال تو مرفوعات کل آٹھ ہیں (۱) فاعل جیسے ضرب زید میں لفظ زید (۲) مفعول مالم یسم فاعله جیسے ضرب زید میں زید (۳) مبتداء جیسے زید قائم میں زید (۴) خبر جیسے زید قائم میں قائم (۵) ان اور اس کے اخوات کی خبر جیسے ان زیدا قائم میں قائم (۶) کان اور اس کے اخوات کا اسم جیسے کان زید قائما میں زید (۷) ما ولا مشبهتين بليس کا اسم جیسے ما زید بقائم میں زید (۸) لانفی جنس کی خبر جیسے لا رجل قائم میں لفظ قائم

دوئم:۔مرفوعات مرفوع کی جمع ہے یا مرفوعة کی۔تو یہ مرفوع کی جمع ہے نہ کہ مرفوعة کی کیونکہ مرفوعات کا مفرد اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر ہے لہٰذا اس کی صفت بھی مذکر ہونی چاہیے۔

سوال:۔مرفوع مذکر ہے اور مذکر کی جمع سالم تو واؤ نون کے ساتھ آتی ہے یہاں الف تاء کے ساتھ کیسے آ گئی؟

جواب:۔اسم مذکر لایعقل ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ مذکر لایعقل کی صفت کی جمع الف تاء کے ساتھ ہی آتی ہے جیسے الیوم مذکر غیر عاقل ہے اسکی صفت الخالی آتی ہے اور الخالی کی جمع الخالیات الف وتاء کے ساتھ آتی ہے کہا جاتا ہے الایام الخالیات الکوکب مذکر غیر عاقل ہے اس کی صفت الطالع ہے اسکی جمع الف وتاء کے ساتھ آتی ہے کہا جاتا ہے الکواکب الطالعات۔

سوئم:۔مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر اس لئے مقدم کیا کہ مرفوعات عمدہ ہیں کیونکہ اکثر مسند الیہ ہوتے ہیں اور مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے۔

السؤال ﴿۴۳﴾:۔اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَه فِعْلٌ اَوْ صِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ على مَعْنَى اَنَّه قام به لا وَقع عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرٌ ع بارت پر اعراب لگائیں عبارت کا خلاصہ بیان کریں خط کشیدہ قید کا کیا فائدہ ہے۔ ۱۴۱۸ھ

السؤال ﴿۴۴﴾:۔فاعل کی تعریف امثلہ کی روشنی میں قلم بند کیجیے۔ ۱۴۰۸ھ

الجواب:۔دونوں سوالوں کے مجموعہ میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔ اول:۔اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھ کر لگائیں۔

دوئم: **عبارت کا خلاصہ**: اس عبارت سے فاعل کی تعریف مع الامثلہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہو جس کی اس اسم کی طرف نسبت ہو ایسے طور پر کہ وہ فعل یا صیغہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ کہ اس پر واقع ہو جیسے قام زید میں زید اسم ہے اس سے پہلے قام فعل ہے اس کی نسبت ہے زید کی طرف اس طور پر کہ یہ اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں لہذا زید پر فاعل کی تعریف سچی آتی ہے دوسری مثال زید ضارب ابوہ عمروا اس مثال میں ابوہ اسم ہے اس سے پہلے صیغہ صفت ہے اس کا اسناد ہے ابوہ کی طرف اس طور پر کہ ضرب اسی کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں لہذا اس مثال میں ابوہ فاعل ہے ضارب صیغہ صفت کا۔

سوئم:۔ فاعل کی تعریف امثلہ کی روشنی میں یہ بات بھی خلاصہ میں بیان ہو چکی ہے مثالوں کی وضاحت بھی ہو چکی۔

چہارم:۔ خط کشیدہ قید (لا وقع علیه) کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی نائب فاعل کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ اس کے ساتھ فعل یا صیغہ صفت قائم نہیں ہوتا بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے جیسے ضرب زید میں زید نائب فاعل ہے ضرب اس پر واقع ہے۔

السؤال ﴿۴۵﴾:۔ وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُجِدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ الخ

(۱) فاعل کے اسم ظاہر اور اسم ضمیر ہونے کی صورت میں فعل کی وحدت اور تثنیہ کا ضابطہ تفصیل کے ساتھ بیان کریں (۲) ہر ایک جز کی دلیل اور وجہ بھی بیان کریں (۳) فاعل کے مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی کی صورت میں فعل کی تذکیر و تانیث کا ضابطہ بھی اختصار کے ساتھ بیان کریں ۱۴۱۸ھ

السؤال ﴿۴۶﴾:۔ وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيْوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا

(الف) فعل کو مؤنث کب لایا جائے گا تفصیل سے لکھیے (ب) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے اور بتائیے کہ مؤنث حقیقی کسے کہتے ہیں (ج) قامت هند اور هند قامت میں فعل کے مؤنث لانے کی کیا وجہ ہے ۱۴۱۶ھ للبنات

الجواب :۔ دونوں سوالوں کے مجموعہ میں چھ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ دوسرے سوال کی عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں اور اس کا ترجمہ یہ ہے: اور اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو (اور وہ وہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان دار مذکر ہو) تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا۔

دوئم:۔ فاعل کے اسم ظاہر اور ضمیر ہونے کی صورت میں فعل کی وحدت اور تثنیہ کے ضابطے کی تفصیل یہ ہے کہ فاعل دو حال سے خالی نہیں اسم ظاہر ہوگا یا اسم مضمر اگر اسم ظاہر ہے تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جائے گا خواہ وہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زید ضرب الزیدان ضرب الزیدون اگر فاعل اسم مضمر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے گا اگر فاعل مفرد ہے تو فعل بھی مفرد ہوگا اگر تثنیہ ہے تو فعل بھی تثنیہ اگر جمع ہے تو فعل بھی جمع لایا جائے گا جیسے زید ضرب الزیدان ضربا الزیدون ضربوا

سوئم:۔ ہر ایک چیز کی دلیل اور وجہ: فاعل کے اسم ظاہر ہونے کی صورت میں اگر فعل کو فاعل کے مطابق لائیں تو فاعل کا تکرار ہوگا مثلاً ضرب الزیدان میں ضرب فعل کا فاعل الف ضمیر بھی ہے اور الزیدان بھی اور فاعل کے اسم ضمیر ہونے کی صورت میں چونکہ یہ ضمیر لوٹے گی پیچھے اسم ظاہر کی طرف اگر فعل کو فاعل ضمیر کے مطابق نہ لائیں تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی۔

چہارم:۔ فاعل کے مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی ہونے کی صورت میں فعل کی تذکیر و تانیث کا ضابطہ اختصار کے ساتھ یہ ہے کہ اگر فعل کا فاعل مؤنث

حقیقی ہے تو دو حال سے خالی نہیں مظہر ہوگی یا مضمر اگر مظہر ہے تو دو حال سے خالی نہیں فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہوگا یا نہیں اگر فاصلہ ہے تو فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے ضرب الیوم ہند اور ضربت الیوم ہند اگر فاصلہ نہیں تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے قامت، ہند قام ہند کہنا جائز نہیں اگر فعل کا فاعل مضمر ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے ہند قامت اور اگر فعل کا فاعل مؤنث غیر حقیقی ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں مظہر ہوگا یا مضمر اگر مظہر ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں فاصلہ ہوگا یا نہیں دونوں صورتوں میں فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے طلع الیوم شمس طلعت الیوم شمس اور طلع الشمس اور طلعت الشمس اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہے تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے الشمس کورت اس کو الشمس کور پڑھنا جائز نہیں۔ ہر ایک حکم کی وجہ شرح میں ملاحظہ ہو۔

پنجم:۔ مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ کے مقابلے میں رجل اور ناقۃ کے مقابلے میں جمل مؤنث غیر حقیقی وہ ہے جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو خواہ بالکل مذکر نہ ہو جیسے عین بمعنی چشمہ یا اس کے مقابلہ میں مذکر تو ہو لیکن جاندار نہ ہو جیسے نخلۃ کے مقابلے میں نخل مذکر ہے مگر جاندار نہیں۔

ششم:۔ قامت ہند و ہند قامت میں فعل کے مؤنث لانے کی وجہ یہ ہے کہ ضابطہ:۔ ہے کہ جب فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو خواہ اسم مظہر ہو یا مضمر تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو مذکورہ مثالوں میں بھی یہی صورت ہے۔

السؤال ﴿۴۷﴾:۔ مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی اور جمع تکسیر کی تعریف لکھیں اور بتائیں کہ اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک فاعل واقع ہو رہا ہو تو فعل مذکر لائیں گے یا مؤنث یا دونوں میں اختیار ہوگا نیز فاعل کے مظہر یا مضمر ہونے کی صورت میں قانون ایک ہوگا یا فرق ہوتا ہے تو اس فرق کو بیان کیجیے اور ہر قانون کو مثال سے واضح کیجیے۔ ۱۴۰۹ھ

السؤال ﴿۴۸﴾:۔(۱) فاعل کو کن حالات میں مذکر یا مؤنث لایا جاتا ہے (۲) وہ کون سے حالات ہیں کہ جن میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں (۳) اسی طرح فاعل کے فعل کو کن حالات میں واحد تثنیہ اور جمع لایا جاتا ہے۔ ۱۴۱۵ھ

الجواب:۔ دونوں سوالوں کے مجموعہ میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ مؤنث حقیقی و غیر حقیقی و جمع تکسیر کی تعریف: مؤنث حقیقی و غیر حقیقی کی تعریف سوال (۴۶) کے جواب میں ملاحظہ ہو جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں واحد کی بناء سلامت نہ رہی ہو جیسے رجل کی جمع مکسر رجال ہے۔

دوئم:۔ ان تینوں میں سے کوئی فاعل واقع ہو رہا ہو تو فعل مذکر یا مؤنث لائیں گے یا اختیار ہوگا نیز فاعل کے مظہر یا مضمر ہونے کی صورت میں قانون ایک ہوگا یا فرق ہر قانون کو مثال سے واضح کرنا ہے۔ تو اس سلسلہ فاعل کے مؤنث حقیقی و غیر حقیقی ہونے کی صورت میں فعل کے حالات تفصیل سے سوال (۴۶) کے جواب میں گزر چکے ہیں۔ جمع مکسر اگر فاعل ہے تو دو حال سے خالی نہیں جمع مکسر اسم ظاہر ہوگا یا اس کی ضمیر اگر اسم ظاہر ہے تو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی طرح ہے کہ فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے خواہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے قام رجال بغیر تاء اور قامت رجال تاء کے ساتھ فاصلہ کی مثال قام الیوم الرجال اور قامت الیوم الرجال اور اگر اسم ضمیر

ہےتو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر کی طرح نہیں ہے مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر جب فاعل ہو تو فعل میں تاء تانیث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت لیکن یہاں جمع مکسر کی ضمیر اگر فاعل ہے تو پھر دیکھیں گے اگر مذکر یعقل کی جمع مکسر کی ضمیر ہے تو تاء تانیث بھی فعل میں لانا جائز ہے جیسے الرجال قامت اس وقت جمع بتاویل جماعت مؤنث بن جائے گا لہذا فعل کو مؤنث لانا جائز ہوگا اور فعل میں واؤ جمع لانا بھی جائز یعنی فعل کو جمع مذکر غائب لانا بھی جائز جیسے الرجال قاموا اور اگر وہ جمع غیر ذوالعقول میں سے ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث یا ذوالعقول میں ہے مگر مؤنث ہے تو تاء تانیث لانا بھی جائز ہے یعنی واحدہ مؤنثہ غائبہ کا صیغہ لانا بھی جائز اور نون جمع مؤنث یعنی جمع مؤنث غائبات کا صیغہ لانا بھی جائز جیسے مذکر لایعقل کی جمع مکسر میں الایام مضت تاء تانیث کے ساتھ بولنا بھی جائز اور الایام مضین نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا بھی جائز اسی طرح مؤنث لایعقل کی جمع مکسر میں مثلا العیون جرت (چشمے جاری ہوگئے) تاء تانیث کے ساتھ اور العیون جرین نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا جائز ہے اسی طرح ذوالعقول میں سے مؤنث کی جمع مکسر میں النساء جاءت تاء کے ساتھ اور النساء جئن نون جمع مؤنث کے ساتھ بولنا جائز ہے۔

سوئم:۔ فاعل کو کن حالات میں مذکر یا مؤنث لایا جاتا ہے اگر فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہے اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ نہیں تو فعل کو مؤنث لایا جائے گا جیسے قامت ھند اور اگر فاعل مؤنث کی ضمیر ہے تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو یا غیر حقیقی کی جیسے الشمس طلعت ھند جاءت۔

چہارم:۔ وہ کون سے حالات ہیں جن میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں تو مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے علاوہ تین اور صورتیں ہیں جن میں دونوں جائز ہیں (۱) فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہے اور فاصلہ ہے تو مذکر مؤنث میں اختیار ہے جیسے ضرب الیوم ھند ضربت الیوم ھند (۲) اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو چاہے فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے طلعت الشمس طلع الشمس طلعت الیوم شمس طلع الیوم شمس (۳) اگر فاعل جمع مکسر ہے خواہ اسم ظاہر ہو یا جمع مکسر کی ضمیر فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو یا نہ ہو جیسے قام الرجال قامت الرجال قام الیوم رجال قامت الیوم رجال الرجال قامت الرجال قاموا۔

پنجم:۔ فاعل کے فعل کو کن حالات میں واحد تثنیہ اور جمع لایا جاتا ہے (۱) اگر فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائیگا جیسے ضرب زید ضرب الزیدان ضرب الزیدون (۲) اگر فاعل اسم مضمر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائیگا جیسے زید ضرب الزیدان ضربا الزیدون ضربوا اس مسئلہ میں مذکر مؤنث کا کوئی فرق نہیں۔

السؤال ﴿۴۹﴾: هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ (۱) اعراب لگائیں، بتائیں کہ فعل کو مؤنث لانے کیلئے کتنی اور کونسی شرائط ہیں کن صورتوں میں مؤنث لانا ضروری ہے اور کن صورتوں میں جائز ہے۔

الجواب: ۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔فعل کومؤنث لانے کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں تو کل چھ شرطیں ہیں (۱) فعل کا فاعل مؤنث حقیقی مظہر ہو۔ (۲) فاعل مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو (۳) فاعل مؤنث غیر حقیقی کی مظہر ہو (۴) فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو (۵) فاعل جمع مکسر مظہر ہو (۶) فاعل جمع مکسر کی ضمیر ہو۔

فائدہ:۔ان مذکورہ بالا چھ صورتوں میں سے بعض میں مؤنث لانا واجب ہے اور بعض میں جائز تفصیل اگلی جزو میں آرہی ہے۔

سوئم:۔کن صورتوں میں مؤنث لانا واجب ہے اور کن میں جائز ہے تو تین صورتوں میں واجب (۱) فاعل مؤنث حقیقی مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسے قامت ھند (۲) فاعل مؤنث حقیقی کی ضمیر ہو جیسے ھند قامت (۳) فاعل مؤنث غیر حقیقی کی ضمیر ہو جیسے الشمس کورت ۔ چھ صورتوں میں جائز۔ فاعل مؤنث حقیقی مظہر اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو جیسے ضرب الیوم ھند ضربت الیوم ھند (۲) فاعل مؤنث غیر حقیقی مظہر ہو اور فاصلہ ہو جیسے طلع الیوم شمس وطلعت الیوم شمس (۳) فاعل مؤنث غیر حقیقی مظہر ہو اور فاصلہ نہ ہو جیسے طلع الشمس اور طلعت الشمس (۴) فاعل جمع مکسر کی ضمیر ہو جیسے الرجال قامت اور الرجال قاموا (۵) فاعل جمع مکسر مظہر اور فاصلہ ہو جیسے قام الیوم رجال اور قامت الیوم رجال (۶) فاعل جمع مکسر مظہر ہو اور فاصلہ نہ ہو جیسے قام الرجال اور قامت الرجال۔

السؤال ﴿۵۰﴾:۔وجمع التکسیر کالمؤنث الغیر الحقیقی کا مطلب لکھیں اور مثال کے ذریعے سے سمجھائیں کہ جمع تکسیر فاعل ہو تو فعل کو کس طریقے پر استعمال کر سکتے ہیں مؤنث غیر حقیقی کس کو کہتے ہیں مثال لکھیں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا کب ضروری ہے اور کب ضروری نہیں مثالیں لکھیں۔ ۱۴۲۰ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔وجمع التکسیر کالمؤنث الغیر الحقیقی الخ کا مطلب: یہ بات سوال (۴۸) کے جواب میں بالتفصیل گزر چکی ہے۔

دوئم:۔جمع تکسیر فاعل ہو تو فاعل کس طرح استعمال ہو گا مثال سے اس کی وضاحت یہ بھی سوال (۴۸) کے جواب میں گزر چکی ہے۔

سوئم:۔مؤنث غیر حقیقی کی تعریف ومثال: مؤنث غیر حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر نہ ہو خواہ بالکل مذکر نہ ہو جیسے عین یا اس کے مقابلہ میں مذکر تو ہو مگر جاندار نہ ہو جیسے نخلۃ کے مقابلے میں نخل۔

چہارم:۔فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا اس وقت ضروری ہے کہ جب فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہوں اور التباس کا خطرہ ہو حاصل یہ ہے کہ جب اعراب لفظی دونوں میں نہ ہو اور ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے تو اس وقت فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے ورنہ التباس ہو گا معلوم نہ ہو گا کہ کون سا فاعل اور کون سا مفعول ہے جیسے ضرب موسی عیسی، شتمت سعدی سلمی (گالی دی سعدی نے سلمی کو) اور اگر التباس کا خطرہ نہ ہو تو مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے خطرہ اس وقت نہ ہو گا جب قرینہ لفظی یعنی اعراب لفظی ہو جیسے ضرب عمروا زید یا قرینہ معنوی ہو جیسے اکل الکمثری یحی، یحی میں فاعل بننے کی صلاحیت ہے اور کمثری میں فاعل بننے کی صلاحیت نہیں لہذا معنوی قرینہ کی وجہ سے مفعول کی تقدیم جائز ہے۔

السؤال ﴿۵۱﴾:۔ تنازع الفعلین کی کتنی اقسام ہیں بصریین کے نزدیک کیا مختار ہے اور کوفیین کے نزدیک کیا مختار ہے ہر ایک کی دلیل بھی بتاؤ۔ ۱۴۰۶ھ

السؤال ﴿۵۲﴾:۔ اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَکُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ تنازع فعلین کی تعریف اور اس کے اقسام اور اعمال فعل اول یا ثانی میں بصریین اور کوفیین اور فراء کے اختلاف کو واضح کریں نیز ہر فریق کے مذھب کے مطابق رفع تنازع کا طریقہ تحریر کریں۔ ۱۴۱۵ھ للبنات

السؤال ﴿۵۳﴾:۔ تنازع الفعلان کا کیا مطلب ہے اس کی کتنی صورتیں ہیں اس میں نحویوں کا اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی تحریر کریں۔ ۱۴۲۰ھ

الجواب :۔ ان تینوں سوالوں میں حذف تکرار کے بعد پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول :۔ تنازع فعلین کی تعریف ومطلب: یہ ہے کہ دو فعلوں کے بعد اسم ظاہر ہو اور وہ دونوں فعل اس میں جھگڑا کریں یعنی ہر ایک یہ تقاضا کرے کہ یہ اسم ظاہر میرا معمول ہو۔

دوئم :۔ تنازع فعلین کی کتنی اقسام وصورتیں ہیں۔ تنازع فعلین کی اقسام اور صورتیں چار ہیں (۱) دونوں فعل بعد والے اسم ظاہر کی فاعلیت میں تنازع کریں ہر ایک یہ چاہے کہ یہ میرا فاعل ہے جیسے ضربنی واکرمنی زید (۲) مفعولیت میں تنازع ہو ہر ایک اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے جیسے ضربت واکرمت زیدا (۳) فاعلیت اور مفعولیت میں یعنی اول فعل اس اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرے اس کو اپنا مفعول بنانا چاہے جیسے ضربنی واکرمت زیدا (۴) برعکس یعنی اول اس اسم ظاہر کو اپنا مفعول اور دوسرا اس کو اپنا فاعل بنانا چاہے جیسے ضربت واکرمنی زیدا۔

سوئم :۔ اعمال فعل اول یا ثانی میں بصریین اور کوفیین اور فراء کے اختلاف کی وضاحت: بصریوں اور کوفیوں کا اتفاق ہے کہ چاروں صورتوں میں فعل اول کو عمل دینا بھی جائز اور فعل ثانی کو عمل دینا بھی جائز ہے لیکن فراء کے ہاں پہلی اور تیسری قسم میں یعنی جب فعل اول فاعل کو چاہے تو دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں اول کو عمل دینا واجب ہے۔

دلیل :۔ یہ ہے کہ فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں فعل اول کے فاعل کو یا محذوف مانیں گے تو فاعل جو عمدہ فی الکلام ہے اس کا حذف لازم آئیگا یا ضمیر لائیں گے تو اضمار قبل الذکر لازم آئیگا یا فاعل کو ظاہر کریں گے تو تکرار لازم آئیگا اور یہ سب صورتیں ناجائز ہیں جمہور نحاۃ کہتے ہیں ان دونوں صورتوں میں فعل اول کیلئے ضمیر لائیں گے اس وقت اضمار قبل الذکر لازم آئیگا مگر یہ اضمار قبل الذکر فی العمدۃ بشرط التفسیر ہے اور یہ جائز ہے۔

چہارم :۔ بصریوں کے نزدیک کیا مختار اور کوفیوں کے نزدیک کیا مختار: اس اختلاف کو اور ہر ایک کی دلیل کو بتلانا ہے۔ تو چاروں صورتوں میں بصریوں اور کوفیوں کا اتفاق ہے دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے مگر اختیار میں اختلاف ہے بصریوں کے ہاں ثانی کو عمل دینا مختار اور اولی ہے۔

دلیل :۔ یہ ہے کہ اسم ظاہر فعل ثانی کا پڑوسی ہے لہذا پڑوسی زیادہ حقدار ہے۔ کوفیوں کے ہاں فعل اول کو عمل دینا مختار اور اولی ہے۔

دلیل :۔ کہ اول مقدم ہے تو مقدم ہونے کی وجہ سے اس کا تقاضا فعل ثانی سے پہلے ہے لہذا اول کو عمل دینا مختار ہے۔

پنجم :۔ ہر فریق کے مذہب کے موافق رفع تنازع کا طریقہ: اس تنازع کو رفع کرنے تین طریقے ممکن ہیں (۱) ایک فعل کو اسم ظاہر میں عمل دے کر دوسرے فعل کیلئے یا معمول کو ذکر کریں گے یا محذوف مانیں گے یا ضمیر لائیں گے۔

بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دیکر دیکھیں گے فعل اول فاعل کو چاہتا ہے یا مفعول کو اگر فاعل کو چاہتا ہے تو فاعل کی ضمیر لائیں گے کیونکہ فاعل کو حذف کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ عمدہ فی الکلام ہے۔ ذکر کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ تکرار لازم آتا ہے۔ ضمیر لانے میں اگرچہ اضمار قبل الذکر ہے مگر یہ اضمار قبل الذکر فی العمدہ بشرط التفسیر ہے اور یہ جائز ہے اگر مفعول کو چاہتا ہے تو دیکھیں گے کہ وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو اول فعل کیلئے مفعول کو محذوف مانیں گے کیونکہ مفعول فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے ذکر کرنے میں تکرار اور ضمیر لانے میں اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آتا ہے اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں اور اگر افعال قلوب میں سے ہیں تو فعل اول کے مفعول کو ذکر کریں گے وجوبا کیونکہ ضمیر لانے میں اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آتا ہے اور حذف کرنے میں افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اتفاق کرنا لازم آتا ہے اور یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔

کوفیوں کے مذہب کے موافق فعل اول کو عمل دیکر دیکھیں گے کہ فعل ثانی فاعل کو چاہتا ہے یا مفعول کو اگر فاعل کو چاہتا ہے تو فاعل کی ضمیر لائیں گے اضمار قبل الذکر صرف لفظا لازم آئیگا نہ کہ رتبۃ اور یہ جائز ہے۔ محذوف ماننے میں عمدہ کا حذف لازم آتا ہے اور ذکر کرنے میں تکرار لازم آتا ہے اور اگر فعل ثانی مفعول کو چاہتا ہے تو دیکھیں گے دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو فعل ثانی کے مفعول کو محذوف مانیں گے یا ضمیر لائیں گے کیونکہ فضلہ کا حذف جائز ہے اور ضمیر لانے میں اضمار قبل الذکر لفظا لازم آتا ہے رتبۃ لازم نہیں آتا یہ بھی جائز ہے۔ بلکہ ضمیر لانا زیادہ بہتر ہے اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں تو اظہار واجب ہے کیونکہ حذف کرنے میں ایک پر اکتفاء لازم آتا ہے اور ضمیر لانے میں یا راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہتی یا افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہیں رہتی۔

السؤال ﴿۵۴﴾: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُه وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُه وَأُقِيْمَ هُوَ مَقَامَه نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَحُكْمُه فِي تَوْحِيْدِ فِعْلِه وَتَثْنِيَتِه وَجَمْعِه وَتَذْكِيْرِه وَتَانِيْثِه عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ

مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف بیان کریں اور واضح کریں کہ ما سے کیا مراد ہے فاعلہ کی ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے مفعول مالم یسم فاعلہ کا حکم مثالوں سے واضح کریں۔ ۱۴۱۵ھ للبنات

الجواب :۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول :۔ تعریف: مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کے مفعول بہ کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو جیسے ضرب زید۔ دوئم :۔ لفظ ما سے مراد فعل یا شبہ فعل ہے اور ہ ضمیر کا مرجع لفظ ما ہے۔

سوئم :۔ مفعول مالم یسم فاعل کا حکم مع امثلہ مفعول مالم یسم فاعلہ جس کا دوسرا نام نائب فاعل ہے اس کا حکم فعل کے مفرد تثنیہ وجمع وتذکیر وتانیث میں بعینہ فاعل کے حکم کی طرح ہے تفصیل اس بحث کی شرح ص (۱۰۷) میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۵۵﴾ :۔مبتداءقسم اول وثانی اور خبر کی تعریف کر کے مثالیں دیں مبتداء اور خبر کے عامل کے متعلق جو اختلاف ہے اس کو واضح کر کے راجح مذہب کو متعین کریں کیا خبر بھی جملہ واقع ہوسکتا ہے یا نہیں اگر ہوسکتا ہے تو کونسا؟ ۱۴۰۴ھ

الجواب :۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔مبتداءقسم اول ہروہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسندالیہ ہو جیسے زید قائم میں زید ۔مبتداءقسم ثانی ہروہ صیغہ صفت کا ہے جو مسندالیہ نہ ہو اور حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو کر بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ما قائم زید ،اقائم زید۔خبر ہروہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو جیسے زید قائم میں قائم ۔

دوئم:۔مبتداء وخبر کے عامل کے بارے میں تین مذاہب ہیں(۱) دونوں کا عامل معنوی ہے(۲) دونوں کا لفظی مبتداء خبر میں اور خبر مبتداء میں عامل ہے(۳) مبتداء کا عامل معنوی ہے اور خبر کا لفظی یعنی خود مبتداء خبر میں عامل ہے راجح مذہب اول ہے۔

سوئم:۔خبر جملہ واقع ہوسکتی ہے: جملہ دو قسم پر ہے خبریہ اور انشائیہ جملہ انشائیہ خبر نہیں بن سکتا کیونکہ اخبار انشاء کی ضد ہے جملہ خبریہ خبر واقع ہوسکتا ہے خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ (تنبیہ:۔اس سوال کے ہر ہر جز کے جواب کی مکمل تشریح شرح میں ملاحظہ ہو)۔

السؤال ﴿۵۶﴾:ارجل فی الدار ام امرأة ،مااحد خیر منک ،شر اھر ذاناب اورفی الدار رجل کس چیز کی مثالیں ہیں ہر ایک کی وضاحت تفصیل سے کریں۔ ۱۴۱۹ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔کہ یہ مثالیں کس چیز کی ہیں: تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب مصنفؒ نے یہ کہا کہ مبتداء میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو تو شبہ ہوا کہ شاید نکرہ کبھی بھی مبتداء واقع نہ ہوگا تو اس شبہ کو زائل کرنے کیلئے مصنفؒ نے یہ کہا کہ جب نکرہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائے یا کسی اور وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو جائے تو وہ نکرہ مخصص ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے گا اور جو شئی کسی کے قریب ہو تو اسی کا حکم لے لیتی ہے لہذا اب اس نکرہ مخصصہ کا مبتداء بنا صحیح ہو جائے گا۔

دوئم:۔ہر ایک مثال کی وضاحت شرح ص(۱۱۱ تا ۱۱۳) میں ملاحظہ ہو۔

السؤال ﴿۵۷﴾:۔ وَيَجُوزُ حَذفُه عِندَ وُجُودِ قَرِينَةٍ نَحوُ اَلسَّمنُ مَنَوانِ بِدِرهَمٍ وَالبُرُّ الكُرّ بِستِّينَ دِرهَمًا وَقَد يَتَقَدَّمُ الخَبرُ عَلَى المُبتَدَأ نَحوُ فِى الدَّارِ زَيدٌ وَيَجُوزُ لِلمُبتَدَأ الوَاحِدِ اَخبَارٌ كَثِيرَةٌ عبارت کا سلیس ترجمہ اور تشریح کیجئے اور مثالیں بھی دیجئے اور عبارت پر اعراب لگائیں۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب :۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔سلیس ترجمہ: قرینہ کے موجود ہونے کے وقت عائد کو حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منوان بدرھم الخ اور کبھی کبھی خبر کو مبتداء پر مقدم کیا جاتا ہے اور ایک مبتداء کیلئے بہت سی خبروں کو لانا جائز ہے۔

دوئم: ۔تشریح اور مثالیں: اس عبارت میں مصنفؒ نے تین مسئلے نحو کے ذکر کئے (۱) مبتداء کی خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف راجع ہو مگر جب کوئی قرینہ موجود ہو تو اس عائد کو حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منوان بدرهم السمن مبتداء اور منوان بدرهم جملہ خبر ہے اصل منوان منه بدرهم تھا تو منه کی ضمیر جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہے اس کو حذف کر دیا کیونکہ قرینہ یہ ہے کہ جس چیز کا ذکر ہے آگے نرخ بھی اس کا بیان ہو رہا ہے نا کہ کسی اور چیز کا۔ دوسری مثال۔ البر الكر بستين درهما اصل میں تھا البر الكر منه بستين درهما منہ کو حذف کر دیا (۲) وقد ينتقدم الخ میں یہ بتایا کہ مبداء کی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا جائز ہے قد تقلیلیہ سے اشارہ کیا اصل تو یہی ہے کہ مبتداء مقدم ہو مگر کبھی خبر کو بھی مقدم کیا جاتا ہے جیسے فی الدار رجل پھر کبھی مقدم کرنا جائز جب مبتداء معرفہ ہو اور کبھی واجب جب مبتداء نکرہ ہو میں (۳) مبتداء واحد کیلئے متعدد خبریں جائز ہیں کیونکہ مبتداء ذات ہے اور خبر صفت و حال اور حکم ہے تو ایک ذات کی کئی صفات و احوال و احکام ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان صفات و احوال میں تضاد نہ ہو لہٰذا زید عالم جاهل کہنا درست نہیں پھر ایک سے زائد خبریں کبھی عطف کے ساتھ ہونگی جیسے زید عالم و عاقل اور کبھی بغیر عطف کے جیسے زید عالم عاقل۔

سوئم: ۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

السؤال ﴿۵۸﴾: وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفِي نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ (۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) عبارت مذکورہ کی مکمل تشریح کریں۔ ۱۴۲۱ھ

السؤال ﴿۵۹﴾: وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفِي نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف ذکر کرنے کے بعد مثال سے واضح کریں نیز بتائے کہ ما قائمان الزیدان میں ثانی قسم مبتداء کی پائی جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں پائی جاتی تو اسکی وجہ کیا ہے ۱۴۲۲ھ

السؤال ﴿۶۰﴾: وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفِي نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف ذکر کرنے کے بعد مثال سے واضح کریں ما قائمان الزيدان میں ثانی قسم مبتداء کی پائی جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں پائی جاتی تو اس کی وجہ کیا ہے نیز خط کشیدہ عبارت کی ترکیب کیجئے۔ ۱۴۲۲ھ

السؤال ﴿۶۱﴾: وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفِي نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ مذکورہ عبارت کا ترجمہ تحریر کریں۔ مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف ذکر کرنے کے بعد (۱) قسم اول اور ثانی میں فرق واضح کریں (۲) ما قائم الزيدان اور ما قائمان الزيدان

میں وجہ فرق ظاہر کریں کہ کیا وجہ ہے کہ پہلی مثال میں صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی بن رہا ہے اور دوسری مثال میں صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی نہیں بن سکتا۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

السؤال ﴿۶۲﴾:۔مبتداء کی قسم ثانی کسے کہتے ہیں مثالوں کی روشنی میں وضاحت سے لکھیں۔ ۱۴۱۹ھ للبنات

الجواب:۔ان پانچوں سوالوں کے مجموعہ میں چھ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم:۔ترجمہ شرح ص (۱۱۹) میں دیکھیں۔

سوئم:۔مبتداء کی قسم ثانی کسے کہتے ہیں اس کی تعریف اور مثالوں کی وضاحت اور مذکورہ عبارت کی مکمل تشریح: مبتداء کی قسم ثانی وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے۔ مکمل تشریح مبتداء کا قسم ثانی مسند الیہ نہیں ہوتا بلکہ مسند ہوتا ہے یہ وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو کر اسم ظاہر کو رفع دے نہ کہ اسم ضمیر کو مصنفؒ نے تین مثالیں ذکر کی ہیں (۱) حرف نفی کی مثال جیسے ما قائم زید ما حرف نفی ہے قائم صیغہ صفت مبتداء ہے اور زید اس کا فاعل قائم مقام خبر ہے (۲) حرف استفہام کی مثال جیسے اقائم زید ہمزہ استفہام ہے قائم صیغہ صفت مبتداء اور زید اس کا فاعل قائم مقام خبر ہے ان دونوں مثالوں میں صیغہ صفت بھی مفرد اور بعد والا اسم ظاہر بھی مفرد۔ تیسری مثال میں صیغہ صفت مفرد اور بعد والا اسم ظاہر تثنیہ ہے جیسے ما قائم الزیدان وغیرہ اس میں ما حرف نفی ہے قائم صیغہ صفت مبتداء ہے اور الزیدان اسم ظاہر اس کا فاعل قائم مقام خبر ہے۔

چہارم:۔قسم اول اور ثانی میں فرق واضح کریں تو ان میں دو فرق ہیں (۱) مبتداء کی قسم اول معمول ہے اور اس کا عامل راجح قول کے مطابق معنوی ہے اور مبتداء کی قسم ثانی معمول نہیں بلکہ خود عامل ہے بعد والے اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہے (۲) قسم اول مسند الیہ ہے اور قسم ثانی مسند بہ ہے۔

پنجم:۔ما قائم الزیدان اور ما قائمان الزیدان میں وجہ فرق کہ اول مثال ما قائم الزیدان میں صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی ہے اور دوسری مثال ما قائمان الزیدان میں صیغہ صفت مبتداء کی قسم ثانی نہیں بن سکتا اس کی کیا وجہ ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ مبتداء کی قسم ثانی میں یہ شرط ہے کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دے ما قائم الزیدان میں تو قائم صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہے لیکن ما قائمان الزیدان میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دینے والا نہیں بلکہ ھما ضمیر تثنیہ کو رفع دے رہا ہے جو اس کا فاعل ہے دلیل یہ ہے کہ فعل یا صیغہ صفت کا فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل یا صیغہ صفت ہمیشہ مفرد رہتا ہے، خواہ اسم ظاہر مفرد ہو یا تثنیہ و جمع ہو اور اگر فعل یا صیغہ صفت کا فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل یا صیغہ صفت فاعل کے مطابق لایا جائے گا مفرد کیلئے مفرد تثنیہ کیلئے تثنیہ اور جمع کیلئے جمع اول مثال میں الزیدان اسم ظاہر تثنیہ ہے مگر قائم صیغہ صفت مفرد ہے معلوم ہوا قائم ہی اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہے اور صیغہ صفت مبتداء کی قسم ثانی ہے اور بعد والا اسم ظاہر اس کا فاعل قائم مقام خبر ہے اور مثال ثانی میں قائمان صیغہ صفت الزیدان اسم ظاہر تثنیہ کو رفع دینے والا نہیں بلکہ ھما ضمیر تثنیہ اس کا فاعل ہے کیونکہ اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو صیغہ صفت کا مفرد رہتا۔

ششم: خط کشیدہ عبارت کی ترکیب:۔ با حرف جر شرط مجرور لفظا مضاف ان مصدریہ ترفع صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ فعل مضارع معلوم تلک اسم

اشارہ الصفۃ مشار الیہ یا تلک موصوف یا معطوف علیہ یا مبدل منہ الصفۃ صفت یا عطف بیان یا بدل موصوف صفت' معطوف علیہ عطف بیان 'مبدل منہ بدل یا اسم اشارہ مشار الیہ سے ملکر فاعل ہے ترفع کا' اسما ظاہرا موصوف صفت ملکر مفعول بہ' فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ شرط مضاف کا مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور' جار مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق وقعت کے۔

السؤال ﴿۶۳﴾:۔افعال ناقصہ کتنے ہیں اور کونسے ہیں ان کا عمل کیا ہے مثالوں سے وضاحت کریں اور تقدیم الخبر کب جائز اور کب جائز نہیں ہے۔ ۱۴۱۱ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔افعال ناقصہ کتنے ہیں اور کونسے ہیں تو مصنفؒ نے افعال ناقصہ کل سترہ ذکر کئے کان سے لیکر لیس تک کتاب میں ملاحظہ کریں

دوئم:۔افعال ناقصہ کا عمل اور مثالوں سے وضاحت: افعال ناقصہ کا عمل یہ ہے کہ یہ مبتداء وخبر پر داخل ہوکر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مبتداء کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے جیسے کان زید قائما بقیہ کی مثالیں ھدایۃ النحو بحث فعل میں افعال ناقصہ کی فصل میں ملاحظہ ہوں

سوئم:۔تقدیم الخبر کب جائز اور کب ناجائز تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ خبر کے مقدم ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو دوسری صورت یہ ہے کہ خود ان افعال ناقصہ پر مقدم ہو۔

اول صورت:۔میں تمام افعال ناقصہ کی خبر ان کے اسماء پر مقدم ہوسکتی ہے کیونکہ یہ افعال عمل میں قوی ہیں لہذا معمولات میں خواہ ترتیب ہو یا نہ ہو ہر حال میں عمل کریں گے لہذا کان قائما زید کہنا جائز ہے لیکن خبر کو اسم پر مقدم کرنے کی ایک شرط ہے کہ التباس کا خطرہ نہ ہو اگر خطرہ ہے مثلاً دونوں اسم مقصور ہیں اور کوئی معنوی قرینہ بھی نہیں جس سے اسم وخبر کی تعین ہو سکے تو اس وقت خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں جیسے ما کان عیسی موسی اس وقت جو مقدم ہوگا وہی اسم ہونے کیلئے متعین ہوگا۔

دوسری صورت:۔افعال ناقصہ کی خبروں کو خود ان افعال پر مقدم کرنا یہ بھی جائز ہے لہذا قائما کان زید کہنا جائز ہوگا کیونکہ یہ عمل میں قوی ہیں اور قوی عامل کے معمول کو عامل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے جب تک کوئی مانع موجود نہ ہو ہاں جب مانع موجود ہوگا پھر یہ تقدیم جائز نہیں ہوگی یہی وجہ ہے وہ افعال ناقصہ جن کے شروع میں کلمہ ما ہے ان کی خبروں کو ان پر مقدم کرنا جائز نہیں خواہ وہ ما مصدریہ ہو جیسے ما دام میں یا ما نافیہ ہو جیسے ما زال ما برح ما انفک ما فتئ میں کیونکہ ما مصدریہ یا نافیہ صدارت کلام کا تقاضا کرتی ہیں مگر خبروں کو ان افعال پر مقدم کردیا جائے تو اس کی صدارت فوت ہوجائے گی لہذا قائما ما زال زید یا امیرا ما دام زید کہنا جائز نہیں اور لیس میں اختلاف ہے سیبویہ کے ہاں اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان افعال ناقصہ کا ہے جن کے شروع میں کلمہ ما ہے چونکہ لیس نفی کیلئے آتا ہے اور نفی صدارت کلام کا تقاضا کرتی ہے لہذا التقدیم خبر جائز نہیں نفی کا ماتحت نفی پر مقدم نہیں ہوسکتا اکثر بصری حضرات کہتے ہیں لیس چونکہ فعلیت کی وجہ سے عمل کرتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے اور فعل کے معمول منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے ایاك نعبد لہذا لیس کی خبر منصوب کو لیس پر مقدم کرنا جائز ہے۔

السؤال ﴿۶۴﴾:۔منصوبات کتنے ہیں ہر ایک کا نام لکھئے مفعول معہ کی تعریف کرتے ہوئے واضح کریں جئت انا و زید و زید میں عطف جائز اور جئت و زیدا میں ناجائز کیوں ہے۔ ۱۴۱۷ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔منصوبات کتنے ہیں: تو کل بارہ ہیں ہر ایک کا نام کتاب میں دیکھ لیں۔

دوئم: مفعول معہ کی تعریف:۔مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات میں الجبات اسم ہے واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور فعل جاء کے معمول البرد کا مصاحب ہے جب برد آئی تو جبات بھی ساتھ آئے۔

سوئم:۔جئت انا و زیداً و زید میں عطف جائز اور جئت و زیدا میں ناجائز اس لئے ہے کہ ضابطہ ہے ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم ظاہر کا عطف ڈالنا اس وقت جائز ہوتا ہے جب اولاً ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہو ورنہ عطف نا جائز ہے تو چونکہ اول مثال میں جئت کی تا ضمیر مرفوع متصل کی تاکید انا ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے لہذا زید اسم ظاہر کا عطف ڈالنا بھی جائز ہے اور زید کو بنا بر مفعول معہ منصوب پڑھنا بھی جائز اور مثال ثانی میں چونکہ تاکید نہیں لہذا زید کا عطف ڈالنا نا جائز صرف مفعول معہ ہونے کی وجہ سے اس کو منصوب ہی پڑھا جائیگا۔

السؤال ﴿۲۵﴾:۔ فَصْلُ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ قَبْلَه وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئ اَوْ لِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْ جَلَسَاتٍ عبارت پر اعراب لگانے کے بعد اس کی تشریح کریں اور یہ بتایئے کہ اس کا فعل کہاں حذف ہوتا ہے۔ ۱۴۲۱ھ للبنات

السؤال ﴿۲۶﴾:۔ فَصْلُ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ قَبْلَه مفعول مطلق کی تعریف مع المثال ذکر کیجئے (ب) مفعول مطلق کی کتنی قسمیں ہیں ہر کی تعریف ذکر کرنے کے بعد مثالوں سے واضح کیجئے جلست جلسة القاری میں کونسی قسم مفعول مطلق کی پائی جاتی ہے ۱۴۱۶ھ للبنات

السؤال ﴿۶۷﴾:۔مفعول مطلق کی تعریف کیجئے اور یہ بھی بتایئے کہ مفعول مطلق کے کتنے اقسام ہیں اور یہ بتائیں کہ قعدت جلوسا کی مثال میں جلوسا مفعول مطلق ہے یا نہیں۔ ۱۴۰۸ھ

السؤال ﴿۶۸﴾:۔مفعول مطلق کی تعریف اور اقسام مع امثلہ لکھ کر بتائیں کہ اس کا فعل جوازاً و وجوباً کب محذوف ہوتا ہے ۱۴۱۱ھ

الجواب:۔ان چاروں سوالوں کے مجموعہ میں چھ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

دوئم: مفعول مطلق کی تعریف مع المثال:۔مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے جیسے ضربت ضربا میں ضربا مصدر مفعول مطلق ہے اس سے پہلے ضربت فعل ہے یہ مصدر اس فعل کے ہم معنی ہے۔

سوئم:۔مفعول مطلق کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہر قسم کی تعریف اور مثال۔

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) مفعول مطلق برائے تاکید (۲) برائے بیان نوع (۳) برائے بیان عدد۔

اول قسم کی تعریف ومثال:۔وہ مصدر ہے جواس معنی پر دلالت کرے جوفعل مذکور سے سمجھا جارہا ہواس سے زائد کسی معنی پر دلالت نہ کرے یعنی مفعول مطلق اور فعل دونوں کا مدلول ایک ہو جیسے ضربت ضربا اس مثال میں ضربا اس معنی پر دلالت کرتا ہے جس پر ضربت فعل دلالت کررہا ہے دونوں کا مفہوم ومدلول ایک ہے۔

دوسری قسم کی تعریف ومثال:۔وہ مصدر ہے جوفعل مذکور کی نوعیت پر دلالت کرے کہ فعل مذکور کس طرح واقع ہوا ہے یہ اس وقت ہوگا جب اس کا مدلول فعل کی کوئی خاص نوع اور قسم ہو جیسے جلسبت جلسة القاری اس مثال میں جلسة القاری مفعول مطلق برائے بیان نوع ہے فعل جلوس کے انواع میں سی ایک نوع کو بیان کررہا ہے۔

تیسری قسم کی تعریف ومثال:۔وہ مصدر ہے جو یہ بتلائے کہ فعل مذکور کتنی بار واقع ہوا ہے یہ اس وقت ہوگا جب یہ مصدر عدد پر دلالت کرے جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات اس مثال میں جلسة یا جلستین یا جلسات ہرایک مصدر مفعول مطلق واقع ہورہا ہے اور فعل مذکور کے عدد کو بیان کررہا ہے۔

چہارم:۔جلست جلسة القاری میں کون سی قسم مفعول مطلق کی پائی جاتی ہے۔

جواب:۔یہ مفعول مطلق برائے بیان نوع ہے۔

پنجم:۔قعدت جلوسا کی مثال میں جلوسا مفعول مطلق ہے یانہیں۔

جواب:۔یقیناً مفعول مطلق ہے اگر چہ یہ مصدر فعل مذکور کے مغایر ہے مگر اس کے ہم معنی ہے۔اور کبھی ایسا ہوتا کہ مفعول مطلق فعل مذکور کے مغایر ہوتا ہے لفظاً مگر معنی اتحاد کی وجہ سے مفعول مطلق ہی ہوتا ہے پھر مغایرت کی تین صورتیں۔تفصیل شرح میں ملاحظہ ہو۔

ششم:۔مفعول مطلق کا فعل کہاں حذف ہوتا ہے اور حذف وجوبی اور جوازی کی تحقیق۔کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ حالیہ یالفظیہ پایا جائے پھر یہ حذف کبھی جائز کبھی واجب ہوتا ہے حذف جوازی کی مثال۔جیسے خیر مقدم اصل میں قدمت قدوما خیر مقدم تھا قدمت فعل کو حذف کیا گیا مخاطب کے حال کے قرینہ سے اسکا آنا دلالت کرتا ہے کہ فعل وہی محذوف ہے جواس کے آنے پر دلالت کرے پھر قدوما کو حذف کر کے اس کی صفت خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کیا گیا۔قرینہ لفظیہ کی مثال۔جیسے کسی شخص نے کہا کس کیفیت میں تو نے زید کو مارا تو اس کے جواب میں متکلم کہے ضربا شدیدا تو یہاں ضربت فعل محذوف ہے اور سائل کا سوال قرینہ لفظیہ ہے۔اور کبھی حذف وجوبی سماعی ہوتا ہے کہ اہل عرب سے فعل کے حذف کو سنا گیا تو ہم بھی ان کی تابعداری میں حذف کریں گے جیسے سقیا وشکرا وحمدا ورعیا ای سقاك الله سقیا وشکرتک شکرا وحمدتک حمدا ورعاك الله رعیا تھا۔یہ حذف کبھی وجوبی قیاسی بھی ہوتا ہے مگر مصنف نے اختصار کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

السؤال ﴿۲۹﴾:۔وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُه لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نحو زيدا فی جواب من قال من اضرب ووجوبا فی اربعة مواضع الخ مفعول بہ کے فعل کا حذف جوازی اور وجوبی کی تفصیل لکھیں۔ ۱۴۱۱ھ

الجواب:۔اس سوال میں ایک ہی چیز مطلوب ہے کہ مفعول بہ کے فعل کے حذف جوازی اور وجوبی کی تفصیل: جب کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ

پایا جائے تو فعل کو حذف کیا جاتا ہے پھر یہ حذف کبھی جوازی ہوگا جیسے کسی نے کہا من اضرب (میں کس کو ماروں) تو اس کے جواب میں کہا جائے زیدا اصل میں تھا اضرب زیدا اضرب فعل کو حذف کردیا گیا کیونکہ سائل کا سوال قرینہ لفظیہ ہے قرینہ حالیہ معنویہ کی مثال جیسے ایک شخص مکہ مکرمہ جانے کے ارادہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہے تو متکلم اس کو کہے مکة تو یہ لفظ مفعول بہ ہے اور اس کا فعل ناصب محذوف ہے اصلی عبارت یہ تھی اتريد مكة مخاطب کے قرینہ حال کی وجہ سے ترید فعل کو حذف کیا گیا اور کبھی حذف وجوبی ہوتا ہے اور یہ چار جگہوں میں ہوتا ہے ان میں سے اول سماعی ہے کوئی قاعدہ قانون نہیں بلکہ اہل عرب سے ایسے ہی سنا گیا انہوں نے مفعول بہ کے فعل کو حذف کردیا ہم بھی ان کی تابعداری میں حذف کردیں گے جیسے امرء او نفسه اصل میں تھا اترك امرء او نفسه اس میں امرء امفعول بہ ہے جس کا فعل ناصب اترک محذوف ہے وجوبا سماعا۔

دوسری مثال:۔انتهوا خیر الکم اصل میں تھا انتهوا عن التثليث واقصدوا خيرا لكم اس مثال میں خیرا مفعول بہ ہے جس کے عامل ناصب اقصدوا کو حذف کیا گیا۔ خيرا انتهوا کا مفعول بہ نہیں ورنہ معنی فاسد ہو جائے گا۔

تیسری مثال:۔اهلا وسهلا اصل میں تھا اتيت اهلا وطيت سهلا اہل عرب آنے والے مسافر کا استقبال کرتے تو بطور مبارک باد یہ الفاظ استعمال کرتے تھے اهلا مفعول بہ ہے اتيت فعل محذوف کا اور سهلا مفعول بہ ہے وطيت فعل محذوف کا دوسرا موضع تحذیر اور تیسرا موضع ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر اور چوتھا موضع منادی ہے ان کی تفصیل وتشریح شرح میں ملاحظہ ہو۔

السوأل ﴿۷۰﴾:۔تحذیر کی تعریف کیجیے اور بتائیے کہ وہ منصوبات کی کس قسم میں داخل ہے مثال ضرور پیش کریں اور منادی کے اقسام بھی مع اعراب تحریر کریں۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول: تحذیر کی تعریف:۔لغوی معنی ڈرانا جس کو ڈرایا جائے اس کو محذَّر (بصیغہ اسم مفعول) جس سے ڈرایا جائے اس کو محذر منہ اور ڈرانے والے کو محذِر (بصیغہ اسم فاعل) کہا جاتا ہے۔

تعریف:۔تحذیر وہ اسم ہے جو اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور اس کو اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو یا محذر منہ ہو کر مکرر ہو۔تعریف سے معلوم ہوا کہ تحذیر کی دو قسمیں ہیں تفصیل شرح ص (۱۳۵) میں ملاحظہ ہو۔

دوئم:۔کہ تحذیر منصوبات کی کون سی قسم میں داخل ہے۔جواب: یہ وہ مفعول بہ ہے جس کے عامل ناصب کو حذف کیا گیا ہے وجوبا قياسا ۔

سوئم:۔مثال ضرور پیش کریں جیسے اياك والاسد اس مثال میں اياك مفعول بہ ہے اتق مقدر کا اس کو مابعد (الاسد) سے ڈرایا گیا ہے اصل میں تھا اتقك والاسد ضابطہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول بہ کی دو ضمیریں متصل ہوں اور دونوں کا مصداق ایک ہو تو درمیان میں لفظ نفس کے ساتھ فاصلہ لانا ضروری ہے جب فاصلہ لایا گیا تو اتق نفسك والاسد بن گیا پھر تنگی مقام کی وجہ سے فعل اتق کو حذف کردیا گیا لفظ نفس کی ضرورت باقی نہ رہی ك ضمیر متصل کو اياك ضمیر منفصل سے تبدیل کیا گیا تو اياك والاسد بن گیا (مزید تشریح شرح ص (۱۳۵) میں ملاحظہ ہو۔

چہارم:۔مناوی کے اقسام مع اعراب تحریر کریں منادی کے پانچ اقسام ہیں۔

(۱) منادی مفرد معرفہ اس کا اعراب یہ مبنی ہوتا ہے برعلامت رفع اور علامت رفع تین ہیں ضمہ، الف، واؤ جیسے یا زید یا رجل یازیدان یازیدون

(۲) منادی مستغاث باللام (یعنی جس کے شروع میں لام استغاثہ ہو) مجرور ہوگا جیسے یا لزید

(۳) منادی مستغاث بالالف جس کے آخر میں الف استغاثہ ہو یہ مفتوح ہوگا جیسے یا زیداہ

(۴) منادی مضاف یاشبہ مضاف منصوب ہوگا مضاف کی مثال جیسے یا عبداللّٰہ اورشبہ مضاف کی مثال یا طالعا جبلا

(۵) منادی نکرہ غیر معین حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ رہے۔ یہ منصوب ہوگا جیسے نابینا کہے یا رجلا خذ بیدی

السوال ﴿۷۱﴾: اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُه عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَه فِعْلٌ اَوْ شِبْهُه يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِه اَوْ مُتَعَلِّقِه بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُه لَنَصَبَه نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُه ......ما اضمر عامله على شريطة التفسير کی تعریف اوراس میں لگائی ہوئی قیود کے فوائد تحریر کریں۔ ۱۴۱۴ھ للبنات

السوال ﴿۷۲﴾:۔ما اضمر عامله على شريطة التفسير کس کو کہتے ہیں اس کے متعلق جو کچھ آپ نے پڑھا ہے اس کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ ۱۴۲۰ھ للبنات

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔تعریف۔ دوئم:۔اس کے بارہ میں جو کچھ پڑھا ہے اس کی تفصیل: یہ دونوں چیزیں سوال نمبر ۷۰ کے جواب میں ملاحظہ ہوں مزید تشریح شرح میں ص (۱۳۶) ملاحظہ ہوں۔

السوال ﴿۷۳﴾:۔واعلم ان المنادى على اقسام (۱) منادی کی تعریف اور قسمیں ذکر کریں (۲) مثالوں سے وضاحت کریں (۳) حروف ندا بیان کریں۔ ۱۴۲۲ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں

اول:۔تعریف منادی: منادی وہ اسم ہے جس کو حرف نداء لفظی کے ساتھ پکارا جائے جیسے یاعبداللہ۔

دوئم:۔منادی کی قسمیں:

سوئم:۔مثالیں: یہ دونوں باتیں سوال نمبر ۷۰ کے جواب میں ملاحظہ ہوں۔

چہارم:۔حروف نداء کل پانچ ہیں یا، ایا، ھیا، ای، ہمزہ مفتوحہ۔

السوال ﴿۷۴﴾:۔وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰى عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ

کَـالـضَّـمَّـةِ وَنَـحْـوِهَـا نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَا رَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَا زَيْدُوْنَ (۱) منادی کی اعراب کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں (۲) منادی کو منصوب اور مجرور کب پڑھا جائیگا مثالوں سے واضح کیجئے (۳) یا زیدان اور یا زیدون میں منادی معرب ہے یا مبنی اگر مبنی ہے تو علامۃ رفع کیا ہے۔ ۱۴۱۶ھ

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ منادی کے اعتبار سے قسمیں سوال نمبر (۷۰) کے جواب میں ملاحظہ ہوں۔

دوئم:۔ منادی کو منصوب و مجرور کب پڑھا جائے گا مثالوں سے وضاحت یہ بھی سوال نمبر (۷۰) کے جواب میں گزر چکی ہے۔

سوئم:۔ یا زیدان یا زیدون معرب ہے یا مبنی اگر مبنی تو علامت رفع کیا ہے: ان دونوں مثالوں میں منادی علامت رفع پر مبنی ہے یا زیدان میں علامت رفع الف ہے یا زیدون میں واؤ ہے۔

السوال ﴿۷۵﴾:۔ وَاعْـلَـمْ اَنَّ الْـمُـنَـادٰى عَـلٰـى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَـالـضَّـمَّـةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَا رَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَا زَيْدُوْنَ (۱) مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں (۲) منادی کے جملہ اقسام کا اعراب اختصار کے ساتھ بمع مثالوں کے بیان کریں۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت میں دیکھ لیں۔

دوئم:۔ تشریح عبارت: مصنف اعراب کے اعتبار سے منادی کے اقسام بیان فرمار ہے ہیں چنانچہ منادی کی چند اقسام ہیں یہاں ان میں سے ایک قسم مفرد معرفہ کا اعراب بتلا رہے ہیں اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع مثلا ضمہ، الف، واؤ پر مبنی ہوگا جیسے یا زید یا رجل میں علامت رفع ضمہ ہے یا زیدان میں الف اور یا زیدون میں واؤ ہے۔

سوئم:۔ منادی کی جملہ اقسام کا اعراب اختصار کے ساتھ بمع مثالوں کے یہ سوال نمبر (۷۰) کے جواب میں گزر چکا ہے۔

السوال ﴿۷۶﴾:۔ (۱) منادی کی تعریف اور اس کے اقسام اور ان کے اعراب مع مثالوں کے لکھیں نیز بتائیں کہ منادی مرخم کیا ہوتا ہے اور اس کا اعراب کیا ہے۔ ۱۴۱۲ھ

السوال ﴿۷۷﴾:۔ منادی کی تعریف کریں اس کے اقسام اور اس کے اعراب مع مثالوں کے لکھیں نیز بتائیں کہ منادی مرخم کیا ہوتا ہے اور اس کا اعراب کیا ہے۔ ۱۴۲۲ھ

الجواب:۔ ان دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ منادی کی تعریف: منادی وہ اسم ہے جس کو پکارا گیا ہو حرف ندا لفظی کے ساتھ جیسے یا عبداللہ۔

دوئم:۔ منادی کی اقسام اور ان کے اعراب بمع مثالوں کے سوال نمبر (۷۰) کے جواب میں گزر چکے ہیں۔

سوئم:۔منادی مرخم کیا ہوتا ہے اور اس کا اعراب کیا ہے: منادی کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ترخیم ہے ترخیم کا لغوی معنی نرم اور آسان کرنا نحویوں کی اصطلاح میں یہ ہے کہ منادی کے آخر میں کسی حرف کو تخفیف کیلئے حذف کیا جائے بغیر کسی قانون صرفی ونحوی کے پھر یہ حذف یا تو ایک حرف کا ہوگا یا دو کا اگر منادی کے آخر میں ایسا حرف صحیح ہو جس سے پہلے مدہ ہے جیسے یا منصور یا منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زائد ہوں جو ایک ساتھ زائد ہوتے ہیں ایک ساتھ حذف ہوتے ہیں جیسے عثمان تو ان دونوں صورتوں میں اگر ترخیم کریں گے تو آخر سے دو حرف حذف کریں گے جیسے یا منصور کو یا منص اور یا عثمان کو یا عثم پڑھیں گے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو ایک حرف حذف کریں گے جیسے یا مالک سے یا مال یا حارث سے یا حار پڑھیں گے ایسا منادی جس کے آخر میں ترخیم کی گئی ہو اس کو منادی مرخم کہتے ہیں منادی مرخم کے آخر میں ضمہ بھی جائز ہے اس بناء پر کہ یہ مستقل ہے جو حرف حذف ہوا ہے وہ نسیا منسیا ہے چونکہ اس وقت یہ منادی مفرد معرفہ ہے لہذا مبنی برضم ہوگا دوسرا اعراب کہ حرکت اصلیہ پڑھیں ترخیم سے پہلے اس حرف پر جو حرکت تھی مثلاً یا حــــارث میں ثاء کی موجودگی میں راء پر کسرہ ہے تو ثا کو حذف کرنے کے بعد بھی راء پر کسرہ ہی پڑھا جائیگا گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں۔

السوال ﴿۷۸﴾:۔وینصب ان کان مضافا نحو یا عبدالله (۱) منادی کے منصوب پڑھنے کی کتنی صورتیں ہیں اور کیا کیا ہے (۲) یا طالعا جبلا میں کون سی صورت پائی جاتی ہے اور جبلا کیوں منصوب ہے۔ ۱۴۱۶ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔منادی کے منصوب ہونے کی کتنی صورتیں ہیں: منادی کے منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں (۱) منادی مضاف ہو جیسے یا عبدالله (۲) شبہ مضاف ہو جیسے یا طالعا جبلا (۳) نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کہے یا رجلا خذ بیدی

دوئم:۔یا طالعا جبلا میں شبہ مضاف والی صورت پائی جاتی ہے اور جبلا کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفعول بہ ہے طالعا صیغہ صفت کا۔

السوال ﴿۷۹﴾:۔ فَإنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَا زَيْدُ وَيَا رَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ (۱) مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) کالضمة ونحوها سے کیا مراد ہے (۳) ممثل لہ مفرد معرفہ ہے مثال میں یا رجل نکرہ ہے اور یا زیدان یا زیدون تثنیہ وجمع ہے تو مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اس سوال کا کیا جواب ہے۔ ۱۴۱۷ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اعراب وترجمہ: اعراب سوال کی عبارت میں دیکھیں۔ترجمہ: پس اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع مثال ضمہ اور اس کی مثل پر مبنی ہوگا جیسے یا زید الخ۔

دوئم:۔کالضمة ونحوها سے کیا مراد ہے: اس نے علامت رفع کی مثال دی ہے علامت رفع تین ہیں ضمہ، الف، واؤ۔

سوئم:۔ممثل لہ ومثال میں مطابقت ضروری ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مفرد کئی چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے (۱) تثنیہ جمع کے مقابلے میں (۲) مضاف شبہ مضاف کے مقابلے میں۔(۳) مرکب کے مقابلے میں وغیر ذالک۔یہاں مضاف شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے تو یـــا

زیدان اوریا زیدون اگر چہ تثنیہ جمع ہیں مگر پھر بھی مفرد ہیں کیونکہ مضاف شبہ مضاف نہیں پھر مفرد معرفہ میں معرفہ سے مراد عام ہے خواہ حرف نداء سے پہلے معرفہ ہو یا حرف ندا کے داخل ہونے سے معرفہ ہو۔ یا رجل میں رجل حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ ہے لہذا امثال مثل لہ کے مطابق ہے ۔

السوال ﴿۸۰﴾:۔ بتائے کہ منادی کب مبنی برضم ہوتا ہے اور کب مجرور اور کب منصوب ہوتا ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں ۱۴۰۸ھ

الجواب:۔ اس سوال کی ہر شق کا جواب سوال نمبر (۷۰) کے جواب میں گزر چکا ہے۔

السوال ﴿۸۱﴾:۔ مفعول معہ کی تعریف مع المثال لکھیں نیز بتائیں کہ جئت وانا زیدا وزید وما لزید وعمرو مالک و زیدا ما شانک و عمرو جو مثالیں مصنفؒ نے ذکر کی ہیں آپ ان پر اعراب لگائیں اور ان کو ذکر کرنے سے مصنفؒ کا مقصد تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ ۱۴۲۰ھ

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ مفعول معہ کی تعریف مع المثال مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات اس مثال میں الجبات مفعول معہ ہے کیونکہ یہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہے اور فعل جاء کے معمول البرد کا مصاحب ہے جب بھی برد آئی جبات بھی ساتھ آئے۔

دوئم:۔ مذکورہ بالا مثالوں پر اعراب لگانا جئت انا وزیدا وزید ما لزید وعمرو مالک وزیدا ما شانک وعمروا۔

سوئم:۔ ان مثالوں کا مقصد تفصیل سے بیان کریں: تو مقصود مصنفؒ ان امثلہ سے یہ ہے کہ جو اسم ترکیب میں مفعول معہ بن رہا ہے اس میں اعراب کے اعتبار سے مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مفعول معہ کا فعل ناصب دو حال سے خالی نہیں لفظی ہوگا یا معنوی اگر لفظی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کے معمول پر مفعول معہ کا عطف جائز ہوگا یا نہیں اگر عطف جائز ہے تو مفعول معہ کو بناء پر مفعول معہ منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور عطف ڈال کر مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے جیسے جئت انا وزیدا وزید اس مثال میں جئت فعل لفظی ہے اور واؤ کے مابعد زید کا تا ضمیر بارز مرفوع متصل پر عطف جائز ہے کیونکہ جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی جائے تو اس پر عطف جائز ہوتا ہے اور یہاں انا ضمیر منفصل تاکید ہے لہذا عطف جائز ہے تو اب زید کو بناء بر مفعول معہ منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور تا ضمیر بارز مرفوع متصل پر عطف ڈال کر مرفوع پڑھنا بھی جائز۔ اور اگر واؤ کے بعد کا فعل کے معمول پر عطف جائز نہ ہو تو اس وقت بناء بر مفعول معہ کے نصب متعین ہے کیونکہ دوسری صورت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جیسے جئت وزیدا اس مثال میں عطف ناجائز ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ اسم ظاہر کا عطف ضمیر متصل پر اس وقت جائز ہوتا ہے جب اس کی تاکید ضمیر منفصل سے ہو رہی ہو اور یہاں نہیں لہذا عطف ناجائز اور اگر فعل معنوی ہے تو دو حال سے خالی نہیں اس کے معمول پر واؤ کے بعد والے اسم کا عطف جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو عطف متعین یعنی معطوف علیہ والا اعراب پڑھیں گے مفعول معہ کی بناء پر نصب جائز نہیں جیسے ما لزید وعمرو کیونکہ فعل معنوی عامل کمزور ہے اور یہ بھی مخفی خلاف ظاہر اور لزید میں لام جارہ عامل قوی ہے کیونکہ لفظی ہے اور یہ بھی ظاہر تو عامل قوی ظاہر کے ہوتے ہوئے عامل ضعیف خفی کو عمل دینا جائز نہیں لہذا عمرو کا عطف ہوگا زید پر جو لام

جارہ کی وجہ سے مجرور ہے اور اگر عطف ناجائز ہے تو نصب متعین ہے مفعول معہ ہونے کی وجہ سے اس وقت عامل ضعیف ہی کو عمل دیں گے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہیں ہوسکتی جیسے مالک و زیدا و ما شانک و عمروا دونوں مثالوں میں زیدا و عمروا کا عطف کاف ضمیر متصل پر جائز نہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ضمیر مجرور متصل پر عطف بغیر اعادہ جار خواہ وہ جار حرف جر ہو یا مضاف ہو جائز نہیں اور یہاں زیدا و عمروا میں اعادہ جار نہیں ہے لہٰذا عطف ممتنع ہے تو نصب ہی متعین ہے۔

السوال ﴿۸۲﴾:۔ اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْئَةِ الْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ بِه اَوْكِلَيْهِمَا حال کی تعریف کرنے کے بعد زید فی الدار قائما اور هٰذا زید قائما میں ذوالحال فاعل یا مفعول کس طرح بن رہے ہیں۔ ۱۴۱۲ھ

الجواب:۔ اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ حال کی تعریف: حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا ہر دو کی حالت پر دلالت کرے صدور فعل یا وقوع فعل میں یعنی فاعل سے جب فعل صادر ہوا تو اس وقت اس کی کیا حالت تھی یا مفعول پر جب فعل واقع ہوا تو اس وقت اس کی کیا حالت تھی یا دونوں کی کیا حالت تھی جیسے جاء نی زید راکبا راکبا دلالت کررہا ہے کہ زید کا آنا سواری کی حالت میں تھا ضربت زیدا مشدودا زید پر ضرب مشدود ہونے کی حالت میں واقع ہوئی۔ لقیت عمروا راکبین (میری اور عمرو کی ملاقات حالت رکوبیت میں ہوئی)۔

دوئم:۔ مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں ذوالحال فاعل یا مفعول کس طرح بن رہے ہیں تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ فاعل اور مفعول بہ کبھی معنوی ہوتا ہے معنوی سے مراد یہ ہے کہ وہ لفظی کے خلاف ہو پھر اس کی دو صورتیں بنتی ہیں (۱) فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت لفظ سے سمجھی جائے لیکن وہ فاعل یا مفعول بہ خود ملفوظ نہ ہو بلکہ مقدر ہو (۲) فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نہ تو ملفوظ ہو اور نہ لفظ کلام سے سمجھی جائے بلکہ کسی امر خارجی کے اعتبار کرنے سے سمجھی جائے اول صورت کی مثال زید فی الدار قائما (زید ثابت ہے گھر میں دراں حالیکہ کھڑا ہونے والا ہے) اس مثال میں زید مبتدأ ہے فی الدار ظرف مستقر متعلق استقر فعل محذوف کے استقر میں ہو ضمیر راجع بسوئے زید ذوالحال قائما حال، ذوالحال حال سے ملکر فاعل۔ اب قائما استقر کی ہو ضمیر سے حال ہے جو کہ ملفوظ نہیں ہے بلکہ مقدر ہے لفظ کلام سے اس کی فاعلیت سمجھی جارہی ہے کیونکہ فی الدار کے لفظ سے اس کا متعلق استقر سمجھا جارہا ہے اور استقر سے ہو ضمیر فاعل سمجھی جارہی ہے مگر اس کا تلفظ نہیں ہورہا

دوسری صورت:۔ هٰذا زید قائما (یہ زید ہے دراں حالیکہ کھڑا ہونے والا ہے) یہ مثال مفعول بہ معنوی سے حال واقع ہونے کی ہے لفظوں کے اعتبار سے ترکیب یہ ہے هٰذا مبتدأ زید خبر لیکن ھا حرف تنبیہ اور ذا اسم اشارہ ہے جو تنبیہ و اشارہ والا معنی سمجھا جارہا ہے اس کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے اور قائما اس سے حال ہے گویا اصل عبارت یوں تھی انبه و اشیر الی زید قائما پس زید بواسطہ حرف جر مفعول بہ معنوی ہے اور قائما اس سے حال ہے اس مثال میں مفعول بہ نہ خود ملفوظ ہے نہ مقدر ہے البتہ کلام کے چلاؤ سے اس کا مفعول بہ ہونا سمجھا جارہا ہے کیونکہ لفظ هٰذا سے تو مطلق تنبیہ اور مطلق اشارہ سمجھا جاتا ہے مگر وہ اشارہ اور تنبیہ جو متکلم کی طرف منسوب ہے جس کی وجہ سے زید مفعول بہ بنتا ہے وہ فحوائے کلام یعنی کلام کے چلاؤ سے سمجھا جارہا ہے۔

السوال ﴿۸۳﴾:۔ اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلَىٰ بَيَانِ هَيْئَةِ الْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ بِه حال کی تعریف کرنے کے بعد زید فی الدار قائما اور هٰذا زید قائما کی ترکیب کریں نیز فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءَ اَبِیْ وَ جَدِّیْ ☆ وَبِئْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَ ذُوْ طَوَيْتُ کا ترجمہ کریں اور یہ بتائیں کہ یہ شعر کس کی مثال ہے۔ ۱۴۲۲ھ

الجواب:۔ اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ حال کی تعریف: یہ بات سوال نمبر (۸۲) کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

دوئم:۔ مذکورہ دومثالوں کی ترکیب: اول مثال کی ترکیب زید مرفوع لفظا مبتداء فی الدار جار مجرور ظرف مستقر متعلق استقر فعل محذوف کے استقر صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ھو ضمیر در و مستتر راجع بسوئے زید مرفوع محلا ذوالحال قائما حال ذوالحال حال سے ملکر فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر خبر مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

(۲) هذا زید قائما باعتبار لفظ کے ترکیب یوں ہے هذا مبتداء زید خبر مگر ها حرف تنبیہ اور ذا اسم اشارہ ہے جو معنی تنبیہ اور معنی اشارہ سمجھا جارہا ہے اس کے اعتبار سے زیدا مفعول بہ ہے تو گویا اصلی عبارت یوں تھی اشیر الی زید وانبہ علی زید قائما تو هذا سے جو انبہ واشیر سمجھا جارہا ہے وہ فعل با فاعل اور زید بواسطہ حرف مفعول بہ ذوالحال اور قائما منصوب لفظا حال ذوالحال حال سے ملکر مفعول بہ ہے انبہ واشیر فعل کا۔

سوئم:۔ فان الماء الخ کا ترجمہ۔ ترجمہ:۔ پس تحقیق وہ پانی جس کے بارے میں نزاع ہے میرے باپ دادے کا پانی ہے اور میرا کنواں ہے جس کو میں نے کھودا اور جس کی میں نے منڈیر بنائی۔

چہارم:۔ یہ شعر کس کی مثال ہے تو یہ شعر سنان بن مخل طائی کا ہے اس کو اس مقصد کیلئے لائے ہیں کہ ذو لغت بنی طی میں بمعنی الذی ہے تو ذو طویت بمعنی الذی طویت ذو حفرت بمعنی الذی حفرت ہے۔

السوال ﴿۸۴﴾:۔ حال اور تمییز کی تعریف کر کے مثالیں دیں حال کی تقدیم ذوالحال پر کس صورت میں واجب اور ضروری ہے اور کیوں؟

۱۴۰۴ھ

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ حال کی تعریف ومثال سوال نمبر (۸۲) کے جواب میں گزر چکی ہے۔

دوئم:۔ تمییز کی تعریف ومثال شرح ص (۱۵۹) پر ملاحظہ ہو۔

سوئم:۔ جب ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو اس وقت حال کو ذواحال پر مقدم کرنا واجب ہے وجہ یہ ہے کہ اگر مقدم نہ کریں تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے التباس ہو جائے گا جیسے رأیت رجلا راکبا اس مثال میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا صفت ہو رجلا کی اور یہ بھی احتمال ہے کہ حال ہو لہذا اگر حال بنانا ہے تو راکبا کو رجلا پر مقدم کریں گے تاکہ التباس نہ ہو کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی حال ذوالحال پر مقدم ہوسکتا ہے۔ التباس کا خطرہ صرف ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں ہے لیکن مرفوع ہونے کی صورت میں بھی طرد اللباب موافقت پیدا کرنے کیلئے مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاءنی راکبا رجل بخلاف حالت جر کے تفصیل شرح میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۸۵﴾:۔ اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْكَيْلٍ اَوْوَزْنٍ اَوْمَسَاحَةٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّافِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُعِنْدِىْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنْوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا۔ اس عبارت کی تشریح کریں ۱۴۱۵ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال کا جواب بالتفصیل شرح ص (۱۵۹) پر ملاحظہ ہو

السوال ﴿۸۶﴾:۔ (۱) مستثنیٰ متصل اور منقطع کی تعریف کریں (۲) مستثنیٰ کے اعراب کی قسمیں مع امثلہ تحریر کریں ۱۴۱۹ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ مستثنیٰ متصل و منقطع کی تعریف و مثال۔ (۱) متصل:۔ وہ ہے جس کو الا اور اس کے اخوات کے ذریعے سے متعدد سے نکالا گیا ہو یعنی مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل تھا پھر الا وغیرہ کے ذریعہ مستثنیٰ منہ کے حکم سے نکالا گیا جیسے جاء نی القوم الا زیدا

(۲) منقطع:۔ وہ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو اس حال میں کہ اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو کیونکہ وہ متعدد یعنی مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہ تھا خواہ وہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس میں سے ہو یا نہ ہو اول کی مثال جیسے جاء نی القوم الا زیدا میں زیدا اس وقت منقطع ہوگا جب قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زید داخل نہیں اگر زید قوم میں داخل ہے تو یہ مستثنیٰ متصل بنے گا جنس میں نہ ہونے کی مثال جاء نی القوم الا حمارا

دوئم:۔ مستثنیٰ کے اعراب کی اقسام اور امثلہ سے وضاحت مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں (۱) منصوب (۲) نصب بھی جائز ماقبل سے بدل بنانا بھی جائز (۳) بحسب العوامل اعراب ہوگا عامل رافع ہو تو رفع ناصب ہو تو نصب جارہ ہو تو جر (۴) مجرور۔

اول قسم:۔ منصوب ہونا نو مقامات میں ہوتا ہے (۱) مستثنیٰ متصل ہو: الا کے بعد واقع ہو، کلام موجب ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا (۲) منقطع ہو، الا کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارا (۳) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ما جاء نی الا زیدا احد (۴) خلا کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم خلا زیدا (۵) عدا کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم عدا زیدا (۶) ماخلا کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم ما خلا زیدا (۷) ماعدا کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم ما عدا زیدا (۸) لیس کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم لیس زیدا (۹) لا یکون کے بعد ہو جیسے جاء نی القوم لایکون زیدا

دوسرا قسم:۔ نصب اور ماقبل سے بدل ہونا: مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ما جاء نی احد الا زیدا والا زید

تیسرا قسم:۔ مستثنیٰ مفرغ ہو بایں طور کہ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو معرب بحسب العوامل ہوگا جیسے ما جاء نی الا زیدا وما رأیت الا زیدا وما مررت الا بزید

چوتھی قسم:۔ مستثنیٰ غیر، سوی، سواء، حاشا کے بعد عند الاکثر مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر زید سوی زید سواء زید حاشا زید۔

السوال ﴿۸۷﴾:۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اَعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ (الف) مستثنیٰ کے اعراب کی چار اقسام بیان کیجیئے (ب) مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی صورتوں کو مثالوں سے واضح کیجیئے (د) کلام موجب کیا ہے۔ ۱۴۱۶ھ

السوال ﴿۸۸﴾:۔ مستثنیٰ کے اعراب کی چار اقسام تفصیل سے لکھیئے۔ ۱۴۱۰ھ

السوال ﴿۸۹﴾:۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اَعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰی عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ مستثنیٰ کے اعراب کی چاروں اقسام بیان کیجئے ۔اور مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی صورتوں کو مثالوں سے واضح کریں کلام موجب اور غیر موجب کوفرق لکھنا نہ بھولیں ۱۴۲۲ھ

الجواب:۔ ان تینوں سوالوں کے مجموعہ میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ مستثنیٰ کے اعراب کی قسمیں: اعراب کی قسمیں سوال نمبر (۸۶) کے جواب میں گزر چکی ہیں۔

دوئم:۔ مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی صورتیں مثالوں سمیت یہ بھی سوال نمبر (۸۶) کے جواب میں گزر چکی ہیں۔

سوئم:۔ کلام موجب وغیر موجب میں فرق: کلام موجب وہ ہے جس میں حرف نفی نہی استفہام نہ ہو جیسے جاء نی القوم الا زید اور غیر موجب وہ ہے جس میں حرف نفی، نہی، استفہام ہو جیسے ما جاء نی القوم الا زید اوغیرہ۔

السوال ﴿۹۰﴾:۔ لا حول ولا قوة الا باللّٰه میں کتنی وجہ پڑھنا جائز اور وہ کون کون سی ہیں ۱۴۰۵ھ

الجواب:۔ اس سوال کا جواب بالتفصیل شرح ص (۱۷۲) پر ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۹۱﴾:۔ وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ (۱) مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ کریں۔ (۲) ماولا مشبہتین بلیس کی خبر منصوب ہوتی ہے یا مرفوع (۳) ان کے عمل کے باطل ہونے کی صورتیں بیان کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کریں۔ ۱۴۱۷ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ ترجمہ:۔ اور اگر واقع ہو خبر الا کے بعد جیسے ما زید الا قائم یا خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید یا حرف ان ما کے بعد زائدہ کیا جائے جیسے ما ان زید قائم تو عمل باطل ہو جائے گا۔

دوئم:۔ ماولا کی خبر منصوب ہوتی ہے اہل حجاز کے ہاں جیسے ما زید قائما ولا رجل حاضرا۔

سوئم:۔ ماولا کے عمل کے باطل ہونے کی تین صورتیں (۱) جب ان کی خبر الا کے بعد واقع ہو جائے جیسے ما زید الا قائم ولا رجل الا افضل منک (۲) ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید (۳) ما کے بعد ان زائدہ کیا جائے جیسے ما ان زید قائم

چہارم:۔ ہر صورت کی دلیل: اول صورت میں بطلان عمل کی وجہ یہ ہے کہ ماولا کا عمل لیس کے ساتھ معنی نفی میں مشابہت کی وجہ سے تھا الا کے ذریعے سے معنی نفی ختم ہو گیا تو عمل باطل ہو جائیگا۔ دوسری صورت میں وجہ یہ ہے کہ ماولا ضعیف عامل ہیں اسی وقت عمل کریں گے جب دونوں معمول ترتیب سے ہوں جب ترتیب بگڑ گئی تو عمل باطل ہو گیا۔ تیسری صورت میں وجہ یہ ہے کہ ما عامل ضعیف ہے جب اس کے اور معمول کے

درمیان ان کا فاصلہ آ گیا تو عمل باطل ہو گیا۔

السوال ﴿۹۲﴾:۔ ماولا مشبھتین کیا عمل کرتے ہیں ما کا عمل کن صورتوں میں باطل ہے۔

وَمُهَفْهَفِ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَه إِنْتَسِبْ ☆فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبُّ حَرَامٌ......... بِرَفْعِ حَرَامٌ

مصنفؒ نے یہ شعر کس مقصد کیلئے پیش کیا ہے۔ ۱۴۰۸ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ماولا مشبھتین بلیس کا عمل: لیس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے لیس والا عمل کرتے ہیں جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر پہلے اسم کو رفع دوسرے کو نصب دیتے ہیں اول کو ان کا اسم اور دوسرے کو ان کی خبر کہا جاتا ہے۔

دوئم:۔ما کے عمل کے بطلان کی تین صورتیں ہیں سوال نمبر (۹۱) کے جواب میں گزر چکے ہیں۔

سوئم:۔مصنفؒ نے یہ شعر بنوتمیم کے قول کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اہل حجاز اور بنوتمیم میں اختلاف ہے کہ ماولا عامل ہیں یا نہیں اہل حجاز کے ہاں عامل ہے بنوتمیم ان کو عامل نہیں مانتے اس شعر میں لفظ حرام کو بنوتمیم کے شاعر نے مرفوع پڑھا ہے حالانکہ بظاہر ما کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ شاعر بنوتمیم میں سے ہے ان کے ہاں ماولا عامل نہیں اس لئے حرام کو مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھا شعر کی تشریح شرح ص (۱۷۵) میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۹۳﴾:۔اضافت کے کتنے اقسام ہیں اضافت لفظیہ کیا ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے۔ ۱۴۰۵ھ

السوال ﴿۹۴﴾:۔اضافت کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک قسم کی تعریف اور مثال اور فائدہ تحریر کریں۔ ۱۴۱۳ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اضافت کی اقسام دو ہیں لفظیہ ومعنویہ پھر معنویہ کی آگے تین قسمیں ہیں (۱) اضافت لامیہ (۲) فیو یہ (۳) منیہ۔

دوئم:۔ہر ایک کی تعریف ومثال اضافت لفظیہ وہ ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہوکر اپنے معمول فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید اس مثال میں ضارب صیغہ صفت ہے اور اپنے معمول مفعول بہ لفظ زید کی طرف مضاف ہے۔اضافت معنویہ وہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے پھر تین صورتیں بنتی ہیں (۱) مضاف نہ صیغہ صفت ہو نہ ہی اپنے معمول فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید (۲) مضاف صیغہ صفت ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد کریم صیغہ صفت تو ہے مگر البلد مضاف الیہ نہ فاعل ہے نہ مفعول بہ بلکہ ظرف ومفعول فیہ ہے۔

(۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم میں ضرب صیغہ صفت نہیں کیونکہ صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل ہے اور یہ مصدر ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف ہے کیونکہ لفظ زید ضرب مصدر کا مفعول بہ ہے۔

سوئم:(۱) اضافت لفظیہ کا فائدہ:۔ صرف تخفیف فی اللفظ ہے تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی پھر یہ تخفیف کبھی صرف مضاف میں ہوگی کہ

مضاف سے تنوین یا نون تثنیہ یا نون جمع گرجائے گا جیسے ضارب زید ضاربا زید ضاربو ازید یا صرف مضاف الیہ میں ہوگی اس سے ضمیر حذف ہوکر مضاف میں مستتر ہوجائے گی جیسے القائم الغلام اصل میں القائم غلامہ تھا مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے القائم میں مستتر مان لیا گیا یا مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہوگی کہ مضاف سے نون تنوین وغیرہ حذف اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف جیسے ہوگی حسن الوجہ اصل میں تھا حسن وجھہ اضافت کی وجہ سے حسن کی تنوین اور وجھہ کی ضمیر حذف ہوئی۔

(۲) اضافت معنویہ کا فائدہ: تعریف یا تخصیص ہے۔ اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تعریف کا فائدہ دے گی جیسے غلام زید اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو تخصیص کا فائدہ دے گی جیسے غلام رجل۔

السوال ﴿۹۵﴾:۔ تابع کے اقسام ہر قسم کی تعریف کرنے کے بعد ہر ایک مثال لکھیں نیز بدل کے اقسام مثالوں کے ساتھ ذکر کریں۔ ۱۴۱۱ھ

السوال ﴿۹۶﴾:۔ بدل کے کتنے اقسام ہیں ہر قسم کی تعریف مثالوں کے ساتھ بیان کرو۔ ۱۴۰۶ھ

السوال ﴿۹۷﴾:۔ (۱) بدل کی تعریف لکھیں (۲) بدل کے اقسام بتائیں (۳) ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ بیان کریں (۴) مبدل منہ جب معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو کیا کرنا چاہیے۔ ۱۴۱۵ھ

السوال ﴿۹۸﴾:۔ فَصْلٌ اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ (۱) بدل کی تعریف اور اس کے اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔ ۱۴۱۵ھ للبنات

السوال ﴿۹۹﴾:۔ البدل تابع واقسام البدل اربعة درج ذیل کا جواب لکھیں (۱) بدل کی تعریف (۲) بدل کی چار قسمیں مع تعریفات ومثالیں لکھیں۔ ۱۴۱۷ھ

السوال ﴿۱۰۰﴾:۔ البدل تابع دون متبوعه (۱) بدل کی تعریف بیان کریں (۲) بدل کے اقسام اربعہ کی تعریف اور مثال سے وضاحت کریں (۳) بدل اور مبدل منہ کے درمیان تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہے یا نہیں۔ ۱۴۱۷ھ للبنات

السوال ﴿۱۰۱﴾:۔ بدل کس کو کہتے ہیں اس کی کتنی اقسام ہیں مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ ۱۴۲۰ھ للبنات

الجواب:۔ ان سات سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ تابع کے اقسام اور ہر قسم کی تعریف ومثال: توابع کی کل پانچ قسمیں ہیں (۱) نعت (۲) عطف بالحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان۔

ہر قسم کی تعریف ومثال:۔ نعت وہ تابع ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع یا متعلق متبوع میں ہو اس کا دوسرا نام تابع صفت بھی ہے مثال جاء نی رجل عالم جاء نی رجل عالم ابوہ۔

دوسرا قسم عطف بالحرف:۔ وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع معطوف علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور اس

نسبت سے مقصود دونوں ہوں اس کو عطف نسق بھی کہتے ہیں اس میں متبوع اور تابع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف تو ضرور ہے مثال قام زیدو عمرو

تیسری قسم تاکید:۔وہ تابع ہے جو سامع کے نزدیک متبوع کے ثابت کرنے پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے۔ پھر تاکید کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی۔لفظی کی مثال جیسے جاء نی زید زید معنوی کی مثال جاء نی القوم کلھم۔

چوتھی قسم بدل:۔وہ تابع ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہو جو اس چیز کے متبوع کی طرف منسوب ہو اور نسبت سے مقصود وہی تابع ہو متبوع مقصود نہ ہو بلکہ اس کا ذکر توطیۃ وتمہیدا ہو جیسے جاء نی زید اخوہ۔

پانچویں قسم عطف بیان:۔وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور کسی چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو جیسے قام ابوہ حفص عمر۔

دوئم: بدل کے اقسام اور ہر قسم کی تعریف ومثال:۔بدل کے اقسام چار ہیں (۱) بدل الکل من الکل (۲) بدل البعض من الکل (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط اول قسم کی تعریف ومثال (۱) بدل الکل من الکل وہ تابع ہے کہ اس کا اور متبوع کا مدلول ومصداق ایک ہو جیسے جاء نی زید اخوك زید مبدل منہ اخوک بدل الکل ہے دونوں کا مصداق ایک ہے (۲) بدل البعض وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا بعض ہو (جزو ہو) جیسے ضربت زیدا رأسہ (۳) بدل الاشتمال وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا نہ بعض ہو نہ کل ہو بلکہ اس کے ساتھ اس کا تعلق ہو جیسے سلب زید ثوبہ ثوبہ کا زید سے تعلق ہے (۴) بدل الغلط وہ تابع ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر ہونے کے بعد غلطی کے تدارک کیلئے اس کو ذکر کیا جائے جیسے رأیت رجلا جعفرا رجلا متبوع کا ذکر غلطی سے ہو گیا اصل میں کہنا چاہیے تھا رأیت جعفرا تو اس غلطی کے تدارک کیلئے آگے کہا جعفرا

سوئم:۔بدل اور مبدل منہ کے درمیان تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہے یا نہیں: اگر مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو کیا کرنا چاہیے تحقیق یہ ہے کہ مقصود بالذات بدل ہوتا ہے مبدل منہ بطور تمہید کے ہوتا ہے دوسری بات مقصود کا غیر مقصود سے اعلی یا برابر ہونا ضروری ہے تیسری بات معرفہ نکرہ سے اعلی ہے تو اب بدل اور مبدل منہ میں تعریف وتنکیر کے اعتبار سے اوّلا چار صورتیں بنتی ہیں (۱) دونوں معرفہ ہوں جیسے زید اخوك (۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لک (۳) مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے غلام لک زید یہ تینوں صورتیں جائز ہیں (۴) مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو یہ صورت جائز نہیں اس وقت بدل کی صفت لانا ضروری ہے ورنہ مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا جیسے قول باری تعالی بالناصیۃ ناصیۃ کا ذبۃ اول ناصیہ مبدل منہ معرفہ ہے دوسرا ناصیہ بدل نکرہ ہے اسی وجہ سے کاذبہ اس کی صفت لائی گئی اب اگر چہ بدل جو مقصود ہے بالکل معرفہ تو نہیں ہوا لیکن معرفہ کے قریب ہو گیا۔

السوال ﴿۱۰۲﴾:۔صفت کا اپنے موصوف کے ساتھ کتنی اور کون سی چیزوں میں مطابق اور تابع ہونا ضروری ہے۔ ۱۴۱۰ھ

الجواب:۔اس میں ایک ہی چیز مطلوب ہے۔

صفت کی دوقسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلق الموصوف اول قسم دس چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے اعراب (رفع ،نصب، جر) تعریف وتنکیر افراد تثنیہ وجمع تذکیروتانیث میں اور بیک وقت ہرترکیب میں چار چیزوں میں مطابقت ہوگی رفع ،نصب، جر میں سے ایک تعریف وتنکیر میں سے ایک افراد وتثنیہ جمع میں سے ایک تذکیروتانیث میں سے ایک جیسے جاء نی زیدن العالم اور قسم ثانی پانچ چیزوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے رفع ،نصب، جرتعریف وتنکیر اور بیک وقت دو چیزوں میں مطابق ہوگی رفع ،نصب، جر میں سے ایک تعریف وتنکیر میں ایک جیسے من هذه القرية الظالم اهلها۔

السوال ﴿۱۰۳﴾:۔وَفَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَ نِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيْحُه اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحْوُ جَاءَ نِىْ زَيْدُ نِ الْفَاضِلُ وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدُ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَدْيَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ عبارت کا ترجمہ اور تشریح کیجئے (۲) پوری عبارت پراعراب لگائیں (۳) اس عبارت کا تعلق توابع میں سے کس تابع کے ساتھ ہے۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پراعراب سوال کی عبارت میں دیکھ لیں۔

دوئم:۔ترجمہ:صفت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے۔اگر دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل عالم (عالم آدمی میرے پاس آیا) اوراس کی توضیح ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید ن الفاضل

سوئم:۔تشریح:مصنفؒ نے اس عبارت میں نعت کا فائدہ بیان کیا ہے اگر نعت ومنعوت دونوں نکرہ ہوں تو نعت کا فائدہ منعوت میں تخصیص پیدا کرنا ہے پہلے افراد زیادہ تھے اب نعت سے قلت اشتراک ہوگا افراد منعوت کے کم ہوجائیں گے جیسے جاء نی رجل عالم پہلے رجل عام تھا عالم سے تخصیص آ گئی جاہل نکل گیا اوراگر دونوں معرفہ ہوں تو نعت کا فائدہ منعوت کی وضاحت ہوگا پہلے اس میں اجمال تھا نعت سے اجمال دور ہوجائیگا اور وضاحت ہوجائے گی جیسے جاء نی زید ن الفاضل صفت لانے سے پہلے زید میں اجمال تھا کون سا زید مراد ہے فاضل یا غیر فاضل جب صفت فاضل لائی گئی تو اجمال دور ہوگیا اور کبھی محض تاکید کیلئے ہوتی ہے یہ اس وقت ہوگا جب موصوف خود صفت پر دلالت کرتا ہو اور موصوف سے صفت خود سمجھی جارہی ہو صفت لانے سے پہلے ہی جیسے نفخة واحدة۔ واحدة والی صفت نفخة کی تاء سے سمجھی جارہی ہے لہذا واحدة کا لفظ محض تاکید ہے

چہارم:۔اس عبارت کا تعلق توابع کے اقسام خمسہ میں سے تابع نعت سے ہے جس کا دوسرا نام تابع صفت ہے۔

السوال ﴿۱۰۴﴾:۔وَاِذَاعُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُه بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ اس عبارت کا ترجمہ کریں (۲) ضابطہ کے بیان میں مصنف کی ذکر کردہ قیودات کے فوائد بیان کریں۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت کا ترجمہ:اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالا جائے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے جیسے ضربت انا وزید مگر جب فاصلہ ہو جیسے ضربت الیوم و زید۔

دوئم:۔ضابطہ کے فوائد قیود:اول قید کہ ضمیر مرفوع ہو اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ضمیر منصوب و مجرور کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ ضمیر منصوب پر اسم ظاہر کا عطف بغیر تاکید کے جائز ہے جیسے ضربتک وزیدا اسی طرح ضمیر مجرور پر بھی جائز ہے البتہ اعادہ جار ضروری ہے جیسے مررت بک وبزید۔دوسری قید کہ ضمیر مرفوع بھی متصل ہو اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ضمیر مرفوع منفصل کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ اس میں بغیر تاکید کے عطف ڈالنا جائز ہے جیسے انا وزید ذاھبان انا ضمیر منفصل پر زید اسم ظاہر کا عطف ہے۔

السوال ﴿۱۰۵﴾:(الف)وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِی حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ اَعْنِیْ اِذَاکَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَیْئٍ اَوْ خَبَراً لِاَمْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالًا فَالثَّانِیْ کَذٰلِکَ اَیْضاً (ب) وَالضَّابِطَةُ فِیْهِ اِنَّه حَیْثُ یَجُوْزُ اَن یُقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ جَازَالْعَطْفُ وَحَیْثُ لَا فَلَا (ج)وَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ جَائِزٌ اِذَا کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ مَجْرُوْرًمُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ کَذٰلِکَ نَحْوُ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو عبارت کے تین حصے ہیں ہر حصے کے مفہوم کو امثلہ کے ساتھ واضح کریں۔ ۱۴۱۸ھ

الجواب:۔اس سوال کے تین حصے ہیں ہر حصے کی وضاحت امثلہ سمیت شرح ص (۱۹۲) پر ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۰۶﴾:۔تاکید کی تعریف ذکر کر کے اس کی قسمیں سپرد قلم کیجیے اور مثالیں ذکر کرنا ہرگز نہ بھولئے۔ ۱۴۱۸ھ

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔تاکید کی تعریف۔تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے ثابت کرنے پر دلالت کرے اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یا حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے۔

دوئم:۔تاکید کی قسمیں مع امثلہ۔تاکید کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی۔

تاکید لفظی:۔تکرار لفظ سے حاصل ہوتی ہے خواہ وہ لفظ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف جیسے جاء نی زید زید دوسرا زید تاکید لفظی ہے جاء جاء زید دوسرا جاء تاکید لفظی ہے ان ان زیدا قائم دوسرا ان تاکید لفظی ہے۔

تاکید معنوی:۔وہ ہے جو چند مخصوص الفاظ سے حاصل ہو وہ آٹھ الفاظ ہیں نفس و عین کلہ کل اجمع اکتع ابتع ابصع جیسے جاء نی زید نفسه جاء نی القوم کلہم اجمعون اکتعون ابصعون۔

السوال ﴿۱۰۷﴾:۔فَصْلٌ:۔عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُ صِفَةٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَه وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَیْ شَیْئٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَلَا یَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ

(شعر) اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِکْرِیْ بِشْرٍ ☆ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقُبُه وُقُوْعًا

(۱) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شعر کا مطلب تحریر کریں (۲) اور فی مثل قول الشاعر سے کونسی ترکیب مراد ہے (۳) نیز شعر کی

ترکیب لکھیں۔ ۱۴۱۳ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت کی تشریح: مصنف اس عبارت سے تابع عطف بیان کی تعریف ذکر کررہے ہیں اور بعض نحاۃ جو توابع کی چار قسمیں بتلاتے ہیں ان کی تردید فرمارہے ہیں۔

تعریف:۔عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور کسی چیز کے دوناموں میں سے زیادہ مشہور نام ہوگا جیسے قام ابو حفص عمر، ابو حفص متبوع مبین معطوف علیہ ہے اور عمر عطف بیان ہے۔ابو حفص حضرت عمر کی کنیت ہے اس سے زیادہ مشہور نہیں ہیں عمر کے نام سے زیادہ مشہور ہیں دوسری مثال عبداللہ بن عمر میں عبداللہ متبوع مبین معطوف علیہ ہے اور ابن عمر عطف بیان ہے ابن عمر کنیت سے زیادہ مشہور ہیں اس لئے اس کو عطف بیان بنایا جائے گا۔

ولا یلتبس الخ سے بعض نحاۃ کی تردید کی ہے ان کے ہاں توابع کل چار ہیں عطف بیان کوئی علیحدہ قسم نہیں بلکہ وہ بدل الکل من الکل ہی ہے ان میں کوئی فرق نہیں جمہور کے ہاں مستقل قسم ہے ان دونوں میں باعتبار معنی کے تو فرق اظہر من الشمس ہے کیونکہ بدل الکل میں مقصود بالنسبت صرف بدل ہوتا ہے بخلاف عطف بیان کے اس میں مقصود بالنسبت تابع عطف بیان نہیں ہوتا بلکہ متبوع مبین مقصود ہوتا ہے لہذا معنوی فرق بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں البتہ ان دونوں میں باعتبار لفظ کے فرق چونکہ مخفی تھا اس لئے مصنفؒ اس فرق لفظی کو اس شعر میں واضح کرتے ہیں۔

دوئم:۔شعر کا مطلب شاعر اس میں اپنی اور اپنے باپ کی بہادری کا ذکر فرمارہے ہیں کہ میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے شخص کو قتل کرنے والا ہے۔

سوئم:۔فی مثل قول الشاعر سے کون سی ترکیب مراد ہے تو اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔

چہارم:۔شعر کی ترکیب شرح ص (۲۰۰) کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۰۸﴾:۔ وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ (شعر)

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ ☆ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُه وُقُوْعًا

(۱)عطف بیان کی تعریف کر کے مثال سے واضح کریں۔(۲)عبارت مذکورہ میں فی مثل قول الشاعر میں مثل سے کیا مراد ہے۔(۳)شعر مذکور کی تشریح اس طرح کریں کہ بدل اور عطف بیان کے درمیان فرق واضح ہو جائے (۴) نیز پورے شعر کی ترکیب کریں۔ ۱۴۲۱ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عطف بیان کی تعریف مع المثال۔

دوئم:۔مثل قول الشعر میں مثل سے کیا مراد ہے۔یہ دونوں چیزیں سوال نمبر ۱۰۷ کے جواب میں گزر چکی ہیں۔

سوئم:۔شعر کی ایسی تشریح کہ جس سے بدل اور عطف بیان میں فرق واضح ہوجائے۔

چہارم:۔شعر کی ترکیب: یہ دونوں باتیں شرح ص نمبر (۲۰۰) پر ملاحظہ ہوں۔

السوال ﴿۱۰۹﴾:۔عطف البیان وَلاَ یَلْتَبِسُ بِالْبَدْلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ (شعر)

اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِیْ بِشْرٍ ☆ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقَبُه وُقُوْعًا

(الف) عطف البیان کی تعریف کریں (ب) ولا یلتبس لفظا سے مصنف کیا سمجھانا چاہتے ہیں واضح کریں (ج) شعر کا ترجمہ کریں نحوی ترکیب کریں اور محل استشہاد متعین کر کے وضاحت کریں۔ ۱۴۱۶ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عطف بیان کی تعریف۔

دوئم:۔لا یلتبس لفظا سے مقصود مصنف کیا ہے۔

سوئم:۔شعر کا ترجمہ۔

چہارم:۔شعر کی نحوی ترکیب۔

پنجم:۔محل استشہاد: اول دو چیزیں سوال نمبر (۱۰۷) پر ملاحظہ ہوں۔تیسری اور چوتھی چیز شرح ص (۲۰۰) پر ملاحظہ ہو۔

پانچویں چیز محل استشہاد شعر میں لفظ البکری بشر ہے بشر البکری سے عطف بیان تو بن سکتا ہے لیکن بدل نہیں کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے اگر بشر کو البکری سے بدل بنائیں تو یہ التارک صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ بن جائے گا عبارت ہوگی التارك بشر اور یہ الضارب زید کی مثل ہے اور الضارب زیدنا جائز ہے لہذا التارك بشر بھی ناجائز ہے۔

السوال ﴿۱۱۰﴾:۔عطف بیان کی تعریف اور مثال بیان کرنے کے بعد ولایلتبس بالبدل لفظا فی مثل قول الشاعر انا ابن التارك الخ کی مکمل تشریح کی ہے اور شعر کا مطلب لکھیے۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں (۱) عطف بیان کی تعریف مع المثال (۲) لا یلتبس الخ کی مکمل تشریح (۳) شعر کا مطلب ان سب اجزاء کے جوابات سوال نمبر (۱۰۷) کے جواب میں ملاحظہ ہوں اور مزید تشریح شرح ص (۲۰۰) میں ملاحظہ ہو

السوال ﴿۱۱۱﴾:۔المضمر اسم وضع لیدل علی متکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ لفظا او معنا او حکما مضمر کی تعریف اور اقسام تحریر کرو اور تقدم لفظی و معنوی اور حکمی کی تعریف اور ان کی مثالیں لکھیے۔ ۱۴۱۴ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔مضمر کی تعریف:۔مضمر وہ اسم ہے جو دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا اس غائب پر جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہو لفظا یا معنی یا حکما

دوئم:۔مضمر کی اقسام ابتداء ضمیر کی دو قسمیں ہیں متصل و منفصل۔

متصل:۔وہ ضمیر ہے جوتنہا استعمال نہ ہو بلکہ اپنے عامل سے ملی ہوئی ہو۔
منفصل:۔وہ ہے جوتنہا استعمال ہو کسی کلمہ سے ملی ہوئی نہ ہو پھر ضمیر متصل کی تین قسمیں ہیں مرفع ،منصوب ،مجرور اور منفصل کی دوقسمیں ہیں مرفوع ،منصوب مزید تشریح شرح ص(۲۰۶) میں ملاحظہ ہو۔
سوئم:۔تقدم لفظی ،معنوی ،حکمی کی تعریف مع الامثلہ: تقدم لفظی یہ ہے کہ مرجع پیچھے صراحۃً مذکور ہو جیسے ضرب زید غلامہ میں ہ ضمیر کا مرجع زید ہے جو صراحۃً مذکور ہے
تقدم معنوی: یہ ہے کہ مرجع ضمناً پیچھے مذکور ہو یعنی کسی لفظ سے ضمناً سمجھا جائے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی اس مثال میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا کے ضمن میں سمجھا جارہا ہے۔
تقدم حکمی:۔یہ ہے کہ وہ مرجع متحضر فی الذھن ہو یعنی کوئی شان وحال وقصۃ ذھن میں ہو یا اس مرجع کی تصریح نہ کی گئی ہو بلکہ اس کو مبہم ومجمل رکھا گیا ہو پھر آگے اس کی تفسیر ذکر کی جائے تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو اور یہ تقدم حکمی عموماً ضمیر شان وضمیر قصہ میں ہوتا ہے۔

السوال ﴿۱۱۲﴾:۔فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّی ☆ وَبِئرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ
اس بیت کا سلیس ترجمہ کریں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ شعر کس کی مثال ہے۔ ۱۴۰۵ھ

السوال ﴿۱۱۳﴾:۔فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّی ☆ وَبِئرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ
یہ شعر لکھ کر اس پر اعراب لگائیں اردو یا فارسی میں ترجمہ کریں اور یہ بتائیں کہ یہ شعر کس کی مثال ہے۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔
اول:۔اعراب: سوال کی عبارت کو دیکھیں۔
دوئم:۔سلیس ترجمہ پس تحقیق وہ پانی جس کے بارے میں نزاع ہے میرے باپ دادے کا پانی ہے اور وہ کنواں جس میں نزاع ہے میرا کنواں ہے جس کو میں نے کھودا اور جس کی میں نے منڈیر بنائی۔
سوئم:۔یہ شعر کس کی مثال ہے یہ شعر سنان بن فحل طائی کا ہے مصنفؒ اس مقصد کیلئے لائے ہیں کہ ذو لغت بنوطی میں بمعنی الذی ہے تو ذو طویت بمعنی الذی طویت ذو حفرت بمعنی الذی حفرت ہے

السوال ﴿۱۱۴﴾:۔اسماء الافعال ھو کل اسم بمعنی الامر والماضی۔اسم فعل کی تعریف اس کے احکام لکھیں اور بتائیں کہ قطام غلاب اور حضار اسماء افعال میں سے ہیں یا نہیں؟ ۱۴۲۲ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔
اول:۔اسم فعل کی تعریف: اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو باعتبار وضع کے امر حاضر معروف اور فعل ماضی کے معنی میں ہو
دوئم:۔احکام: جو اسم فعل بمعنی ماضی ہے وہ بعد والے اسم کو بناء بر فاعلیت کے رفع دیگا جیسے ھیھات زید بمعنی بعد زید ھیھات بمعنی بعد

فعل زید فاعل اور جو بمعنی امر ہیں وہ بعد والے اسم کو بناء بر مفعولیت کے نصب دیتے ہیں اور ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے روید زیدا ای امهله روید بمعنی امهل فعل بفاعل زیدا مفعول بہ۔

سوئم:۔قطام غلاب حضار اسماء افعال میں سے ہیں یا نہیں؟ وضاحت شرح ص (۲۱۴) میں ملاحظہ ہو

السوال ﴿۱۱۵﴾:۔کم کتنے اقسام پر ہے اس کی تمیز پر کون سا اعراب ہوتا ہے یہ بھی بتائیں کہ اس کی تمیز مفرد ہوتی ہے یا جمع مثالوں کے ساتھ بیان کرو؟ ۱۴۰۶ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔کم کی اقسام: کم کی دو قسمیں ہیں (۱) استفہامیہ (۲) خبریہ۔

(۱) کم استفہامیہ:۔ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے (۲) کم خبریہ:۔خبر کا معنی دیتا ہے

دوئم:۔کم کی تمیز کا اعراب کیا ہے: تو کم استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے جیسے کم رجلا عندك اور کم خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے کم مال انفقته۔

سوئم: کم کی تمیز مفرد ہوتی ہے یا جمع مثالوں سے وضاحت: تو کم استفہامیہ کی تمیز مفرد ہوتی ہے جیسے کم رجلا عندك اور خبریہ کی کبھی مفرد کبھی جمع مفرد کی مثال کم مال انفقته جمع کی مثال جیسے کم رجال لقیتهم

السوال ﴿۱۱۶﴾:۔معرفہ و نکرہ کی تعریف بیان کریں معرفہ کی جمیع اقسام ذکر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ کون سی اضافت تعریف کا فائدہ دیتی ہے۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔معرفہ نکرہ کی تعریف۔معرفہ وہ اسم ہے جو معین شئی کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے زید اور نکرہ وہ ہے جو غیر معین شئی کیلئے وضع کیا ہو جیسے رجل وفرس دوئم:۔معرفہ کی جمیع اقسام چھ ہیں (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات (۴) معرف باللام (۵) ان میں سے کسی کی طرف مضاف (۶) معرفہ بالنداء

فائدہ:۔مبہمات سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات اگر ان کو ایک شمار کریں تو چھ قسمیں ہیں اگر دونوں کو الگ الگ شمار کریں تو سات قسمیں ہیں۔

سوئم:۔کون سی اضافت تعریف کا فائدہ دیتی ہے تو وہ اضافت معنویہ ہے جب کہ مضاف الیہ معرفہ ہو جیسے غلام زید اگر نکرہ ہو تو تخصیص کا فائدہ دے گی جیسے غلام رجل

السوال ﴿۱۱۷﴾:۔اسماء العدد ما وضع لیدل علی کمیة احاد الاشیاء اس عدد کی تعریف لکھ کر یہ تحریر کریں کہ ایک سے سو تک مذکر و مؤنث کی گنتی کیسے کی جائے گی۔ ۱۴۱۲ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اسماء عدد کی تعریف: اسماء عدد وہ اسماء ہیں جو اس لئے وضع کئے گئے ہیں کہ افراد اشیاء یعنی معدودات کی مقدار پر دلالت کریں جیسے ثلاثة رجال میں ثلاثة اسم عدد رجال کی مقدار پر دلالت کر رہا ہے

دوئم:۔ایک سے سو تک مذکر مؤنث کی گنتی کیسے کی جائے گی اس جز وکی تفصیل شرح ص (۲۳۰) میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۱۸﴾:۔آپ کو معلوم ہے کہ واحد اور اثنین کے سواء ہر عدد کو تمییز کی ضرورت ہوتی ہے بتایئے کہ وہ تمییز مفرد ہوتی ہے یا جمع منصوب ہوتی یا کہ مجرور؟ ۱۴۰۸ھ

الجواب:۔اس سوال میں ایک ہی چیز مطلوب ہے واحد واثنین کے علاوہ جو اسماء عدد ہیں ان کی تمییز کیسے ہوگی تو ثلاثہ سے لیکر عشرہ تک جو اسم عدد ادنی ہے اس کی تمییز جمع مجرور ہوگی خواہ جمع لفظی ہو یا جمع معنوی۔لفظی کی مثال جیسے ثلاثة رجال ثلاث نسوة ۔ معنوی کی مثال جیسے ثلاثة رهط۔لیکن اگر ان کی تمییز لفظ مائۃ ہو تو مفرد مجرور ہوگی جیسے ثلاث مائة رجل ۔احد عشر سے لیکر تسعه و تسعین (۹۹) تک جو اسم عدد اوسط ہیں ان کی تمییز مفرد منصوب ہوگی جیسے احد عشر رجلا احدی عشرة امرأة تسعة وتسعون رجلا یا تسع وتسعون امرأة اور مائة اور الف اور ان کے تثنیہ اور اسی طرح الف کی جمع جو اسم عدد اعلیٰ کہلاتے ہیں ان کی تمییز مفرد مجرور ہوگی جیسے مائة رجل ،مائة امرأة، الف رجل یامائتا رجل الفا رجل، ثلاثة الالف رجل وغیرہ۔

السوال ﴿۱۱۹﴾:۔ وَاعْلَمْ اَنَّه اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنّٰى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِه تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (۱) ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے (۲) اس قاعدہ میں لفظ اول کو جمع کے ساتھ لانے کی کیا وجہ ہے وضاحت کیجئے۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت کا ترجمہ و مطلب: یہ ہے کہ جب کسی اسم ظاہر مثنّی کی اضافت تثنیہ کی ضمیر کی طرف کرنے کا ارادہ ہو تو اول یعنی مضاف کو جمع کے لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جیسے قلوب کی کما ضمیر تثنیہ کی طرف اضافت ہے۔دو شخصوں کے دو دل ہوتے ہیں مگر یہاں قلوب صیغہ جمع لایا گیا اسی ضابطہ کی وجہ سے۔

دوئم:۔مذکورہ قاعدہ کی وجہ یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں لفظاً و معنیً اتصال شدید اور مؤکد ہے اور ایسی دو چیزوں میں جن میں اتصال مؤکد ہو لفظاً اور معنیً دو مثنّی کا جو کہ متماثلین ہیں جمع ہونا مکروہ ہے مضاف مضاف الیہ میں لفظاً اتصال تو باعتبار اضافت کے ہے اور معنیً اتصال اس اعتبار کے ساتھ ہے کہ معنیً مضاف مضاف الیہ کا جزو ہوتا ہے۔

السوال ﴿۱۲۰﴾: (۱) جمع مذکر کی تعریف مع المثال بیان کریں (۲) اسم منقوص اور اسم مقصور جیسے قاضون اور داعون اور مصطفون پر پہلے اعراب لگائیں پھر یہ بتلائیں کہ ان مثالوں میں پہلی دو میں یا اور تیسری میں الف کو کیوں گرایا گیا ہے مصنف کا قول اما قولهم سنون، ارضون، ثبون، قلون شاذ کا کیا مطلب ہے اور ان الفاظ کے معانی کیا ہیں۔ ۱۴۲۰ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔جمع مذکر سالم کی تعریف مع المثال: جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوحہ حالت رفعی میں اور یا ما قبل مکسور نون مفتوحہ حالت نصبی وجری میں لاحق کی گئی ہو تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس واحد کے ساتھ اسی کی جنس سے اس سے زائد ہیں۔ حالت رفعی کی مثال مسلمون حالت نصبی وجری کی مثال مسلمین۔

دوئم:۔اسم منقوص واسم مقصور جیسے قاضون داعون مصطفون پر اعراب لگا کر یہ بتلائیں کہ اول دوم میں یا اور تیسری میں الف کو کیوں گرایا گیا۔ قاضون، داعون میں یا گرانے کی وجہ یہ ہے کہ قاضون اصل میں قاضیون تھا اور داعون اصل میں داعوون تھا پھر واؤ کو اوّلا یا کیا داعیون ہوا اب دونوں میں یا پر ضمہ ثقیل تھا ما قبل سے حرکت دور کر کے یا کا ضمہ نقل کر کے ما قبل کو دیدیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے یا کو حذف کیا گیا۔ مصطفون سے الف گرانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل میں تھا مصطفیون یا متحرک ما قبل مفتوح بقانون قال وباع یا کو الف سے بدلا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا مگر ما قبل کی فتح کو باقی رکھا تا کہ الف کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

سوئم:۔سنون ،ارضون ،ثبون ،قلون کو مصنفؒ کے شاذ کہنے کا مطلب کیا ہے اور ان الفاظ کے معانی کیا ہیں اما قولھم الخ سے مصنفؒ ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

اعتراض:۔ سنة ،ارض ،ثبة ،قلة یہ سب الفاظ نہ تو مذکر ہیں اور نہ ہی ذوالعقول حالانکہ ان کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے جیسے سنون ارضون ثبون قلون جب کہ یہ جمع واؤ ما قبل مضموم نون مفتوحہ یا یا ما قبل مکسور نون مفتوحہ کے ساتھ مذکر ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے اور اگر وہ اسم مذکر اسم محض ہو اس میں صفتی معنی نہ ہو تو اس کا علم ہونا بھی ضروری ہے گویا اگر مفرد اسم محض ہے تو واؤ نون یا یا نون کے ساتھ جمع لانے کی تین شرطیں ہیں

(۱) مذکر ہو (۲) ذوی العقول میں سے ہو (۳) علم ہو

اور مذکورہ مثالیں اسم محض ہیں مگر تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی ان میں موجود نہیں پھر بھی ان کی جمع واؤ ما قبل مضموم نون مفتوحہ الخ کے ساتھ ہے تو مصنفؒ نے اما قولھم سے جواب دیا کہ یہ مثالیں شاذ ہیں سنون سنة کی جمع ہے سنة بمعنی سال ارضون ارض کی جمع ہے بمعنی زمین ثبون ثبة کی جمع ہے بمعنی گروہ وجماعت قلون قلة کی جمع ہے بمعنی گلی ڈنڈا۔

السوال ﴿۱۲۱﴾:۔فصل اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ اسم فاعل کی تعریف لکھیں اسم فاعل کے صیغے کیسے بنائے جاتے ہیں اسم فاعل کا عمل اور عمل کی شرائط کیا ہیں۔ ۱۴۱۸ھ

السوال ﴿۱۲۲﴾:۔(۱) اسم فاعل کی تعریف کر کے یہ بتائیں کہ ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کس وزن پر آتا ہے (۲) اسم فاعل کیا عمل کرتا ہے اس کے عمل کیلئے کیا شرائط ہیں تفصیل سے مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ ۱۴۲۱ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اسم فاعل کی تعریف: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل (مصدر) سے مشتق ہو تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ یہ فعل قائم ہے

بطریق تجدد وحدوث۔فوائد وقیود شرح میں ملاحظہ ہوں۔

دوئم:۔ثلاثی مجرد وغیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے صیغے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ثلاثی مجرد کا اسم فاعل اکثر فاعل کے وزن پر ہوتا ہے جیسے ضارب ناصر وغیرہ اور غیر ثلاثی مجرد کا اسم فاعل اسی باب کے مضارع معروف کے وزن پر آتا ہے معمولی سی تبدیلی کے ساتھ بایں طور کہ حرف مضارعت یا کو حذف کر کے اس کی جگہ میں میم مضمومہ لائیں گے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیں گے جیسے مدخل اور مستخرج وغیرہ۔

سوئم:۔اسم فاعل کا عمل:اسم فاعل اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے اگر فعل لازمی ہے تو یہ بھی لازمی ہوگا صرف فاعل کو رفع دیگا جیسے زید قائم ابوہ اگر فعل متعدی ہے تو یہ بھی متعدی ہوگا فاعل کو رفع مفعول بہ کو نصب دے گا جیسے زید ضارب، ابوہ عمروا

چہارم:۔اسم فاعل کے عمل کیلئے دو چیزیں شرط ہیں

(۱)اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال ہوتا کہ فعل مضارع کے ساتھ صورۃ مشابہت کے ساتھ ساتھ معنی بھی مشابہت متحقق ہو جائے

(۲)چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنے والا ہو(۱)مبتداء(۲)ذوالحال(۳)موصول(۴)موصوف(۵)حرف استفہام(۶)حرف نفی۔تفصیل مثالوں سمیت شرح میں دیکھیں۔

السوال ﴿۱۲۳﴾:۔ ومسائلھا ثمانیۃ عشر صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل ہیں ایک مثالی نقشہ بنا کر صرف یہ بتائیں کہ ان میں ممتنع مختلف فیہ، قبیح حسن اور احسن کونسے ہیں تفصیل میں نہ جائیں۔ ۱۴۰۶ھ

الجواب :۔ایک ہی چیز مطلوب ہے کہ صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل کا ایک مثالی نقشہ بنا کر تعیین کرنی ہے کہ کون سی صورت ممتنع ہے اور کون سی قبیح وحسن واحسن ومختلف فیہ ہے تو صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں ہیں کیونکہ صفت مشبہ یا معرف باللام ہوگا جیسے الحسن یا نہیں جیسے حسن پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کا معمول مضاف ہوگا جیسے وجھہ یا معرف باللام ہوگا جیسے الوجہ یا دونوں سے خالی ہوگا جیسے وجہ تین کو دو سے ضرب دینے سے چھ قسمیں بن گئیں پھر صفت مشبہ کے معمول کی حالتیں باعتبار اعراب کے تین ہیں (۱)فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع (۲)اسم فاعل کے مفعول بہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے منصوب اگر وہ معرفہ ہے اور اگر نکرہ ہے تو تمیز کی بنا پر منصوب ہوگا (۳)صفت مشبہ کے اس کی طرف مضاف ہونے کی بنا پر مجرور ہوگا چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں۔ان مثالوں کا نقشہ ملاحظہ ہو

﴿مثالوں کا نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں﴾

نقشہ اقسام صفت مشبہ مع الحکم

نمبر شمار	قسم صفت مشبہ	قسم معمول	رفع بوجہ فاعلیت	حکم	نصب بوجہ تشبیہ بہ مفعول بہ یا بوجہ تمیز	حکم	جر بوجہ اضافت	حکم
۱	جبکہ معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیْدُنِ الْحَسَنُ وَجْھُہ	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْھَہ مشابہ بہ مفعول بہ	حسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْھِہٖ	ممنوع
۲	ایضا	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیْدُنِ الْحَسَنُ الْوَجْہُ	قبیح	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْہَ مشابہ بہ مفعول بہ	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ الْوَجْہِ	احسن
۳	ایضا	جبکہ نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زَیْدُنِ الْحَسَنُ وَجْہٌ	قبیح	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْھاً تمیز	احسن	زَیْدُ نِ الْحَسَنُ وَجْہٍ	ممنوع
۴	جبکہ غیر معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھُہ	احسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھَہ مشابہ بہ مفعول بہ	حسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھِہٖ	مختلف فیہ
۵	ایضا	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہُ	قبیح	زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہَ مشابہ بہ مفعول بہ	احسن	زیدحسن الوجہِ	احسن
۶	ایضا	جبکہ نہ معرف باللام ہو نہ مضاف	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٌ	قبیح	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھاً تمیز	احسن	زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٍ	احسن

السوال ﴿۱۲۴﴾:۔اسم تفضیل کا استعمال کتنے طریقوں پر ہوتا ہے وہ کون سا طریقہ ہے جس میں موصوف کے ساتھ مطابقت واجب ہے۔ ۱۴۰۵ھ

السوال ﴿۱۲۵﴾:۔اسم تفضیل بنانے کا کیا طریقہ ہے اسم تفضیل کے استعمال کے کتنے طریقے ہیں اور کون سے طریقے ہیں افراد یا مطابقت لازم ہے یا دونوں جائز اسم تفضیل کبھی کبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے اس کی مثالیں ذکر کریں۔ ۱۴۱۵ھ غالبا

السوال ﴿۱۲۶﴾:۔اسم تفضیل کے استعمال کے طریقے کتنے ہیں اور بتائیں کہ اسم تفضیل کی اپنے موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے یا نہیں مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔ان تینوں سوالوں کے مجموعے میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اسم تفضیل بنانے کا طریقہ: اسم تفضیل کا صیغہ مذکر کیلئے افعل اور مؤنث کیلئے فُعلیٰ آتا ہے اور یہ صیغہ صرف ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے

آتا ہے جن میں عیب اور رنگ کا معنی نہ پایا جائے لہذا ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن میں عیب یا رنگ کے معنی ہیں یا ثلاثی مزید رباعی مجرد رباعی مزید فیہ سے اسم تفضیل نہیں آتا اگر ایسے ابواب سے اسم تفضیل کا معنی مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ افعل کے وزن پر ثلاثی مجرد سے لفظ شدت یا کثرت یاقوت یا ضعف یا قباحت یاحسن وغیرہ سے جو مقصود کے موافق ہو صیغہ بنایا جائے تاکہ وہ مبالغہ اور شدت اور کثرت وغیرہ پر دلالت کرے اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنا بر تمیز کے منصوب کریں جیسے هو اشد منه استخراجا یا اقوی منه حمرة اقبح عرجا وغیرہ۔

دوئم:۔اسم تفضیل کے استعمال کے کتنے طریقے ہیں۔

سوئم:۔اسم تفضیل کی اپنے موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے یا نہیں مثالوں سے وضاحت یہ دونوں باتیں شرح میں بالتفصیل ملاحظہ ہوں

چہارم:۔اسم تفضیل کبھی کبھی اسم مفعول کے معنی میں آتا ہے اس کی مثالیں ذکر کریں: تو قیاسی استعمال اور اصل تو یہی ہے کہ وہ فاعل کی تفصیل کیلئے ہو مفعول کیلئے نہ ہو ورنہ التباس ہوگا معلوم نہیں ہوگا کہ یہ اسم تفضیل فاعل کیلئے ہے یا مفعول کیلئے لیکن کبھی خلاف قیاس مفعول کی تفصیل کیلئے بھی آتا ہے جیسے اعذر (زیادہ معذور) اشغل (زیادہ مشغول) اشهر (زیادہ مشہور)

السوال ﴿۱۲۷﴾:۔اعراب المضارع کے اقسام تفصیل کے ساتھ لکھیں اور مثالوں کے ساتھ ذکر کریں مندرجہ ذیل افعال میں سے دو پر لم اور دو پر لن داخل کر کے لکھیں تاکہ ان کا عمل ظاہر ہو یبلی،یدعون،یرجی،یمد۔فعل مضارع کے نواصب و جوازم ذکر کریں۔

۱۴۱۵ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔اعراب مضارع کے اقسام کی تفصیل مع الامثلہ: مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔ان کی تفصیل شرح ص (۲۶۲) پر ملاحظہ ہو

دوئم:۔چار افعال مذکورہ میں سے دو پر لم اور دو پر لن داخل کر کے لکھیں۔ لم یبل لم یدعوا لن یرجی لن یمد

سوئم:۔فعل مضارع کے نواصب اور جوازم ذکر کریں نواصب چار ہیں ان ، لن ،کی، اذن (شعر یاد کریں) جوازم پانچ ہیں ان، لم، لما،لام امر،لام نہی (شعر یاد کریں)۔

السوال ﴿۱۲۸﴾:۔مندرجہ ذیل افعال پر اعراب لگائیں یهدی،یقتلون،یرمی، لینصر ۱۴۰۵ھ

الجواب:۔سوال کی عبارت میں لگا دیئے ہیں وہاں دیکھیں۔

السوال ﴿۱۲۹﴾:۔مندرجہ ذیل افعال کا رفع،نصب،جزم کی حالت میں کیا اعراب ہوگا یطوی یدعوا تقتلون تنصر ترضی

۱۴۱۰ھ

الجواب ۔یطوی کا اعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ هو یطوی، لن یطوی، لم یطو کیونکہ یہ ناقص الفی ہیں اور ناقص الفی کا یہی اعراب ہوتا ہے (۲) یدعو ناقص واوی ہے اس کا اعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ، جزم لام کلمہ کے حذف کرنے کے ساتھ هو یدعو، لن یدعو، لم یدع (۳) تقتلون جمع مذکر ہے اس

کا اعراب رفع اثبات نون کے ساتھ، نصب و جزم حذف نون کے ساتھ انتم تقتلون ،لن تقتلوا، لم تقتلوا (۴)تنصر مفرد صحیح غیر مخاطبہ ہے اس کا اعراب رفع بضمہ نصب بفتحہ جزم بسکون لام انت تنصر، لن تنصر، لم تنصر (۵)ترضی ناقص الفی ہے اس کا اعراب رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ جزم لام کلمہ کے حذف کیساتھ انت ترضی ،لن ترضی ،لم ترض۔

السوال ﴿۱۳۰﴾:۔ المنصوب عامله خمسة احرف جو حروف فعل کو نصب دیتے ہیں انہیں بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ ان کتنی جگہ مقدر ہو کر فعل نصب دیتا ہے بتلائیں کہ ہر ایک کی مثال بھی تحریر کریں۔ ۱۴۱۸ھ

السوال ﴿۱۳۱﴾:۔ حروف ناصبہ کی تعداد، امثلہ اور ان کے سات جگہ پر مقدر ہونے کے مواضع مثالوں کے ساتھ لکھئے ۱۴۰۸ھ

السوال ﴿۱۳۲﴾:۔ وہ کون سی سات جگہیں ہیں جہاں ان کو مقدر مان کر فعل کو نصب دیا جاتا ہے مثالوں کے ساتھ بیان کریں ۱۴۱۰ھ

الجواب:۔ ان تینوں سوالوں کے مجموعے میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ حروف نواصب کون سے ہیں اور کتنے ہیں ان ،لن، کی ،اذن مشہور شعر میں چاروں مذکور ہیں۔

دوئم:۔ ان کے سات جگہوں میں مقدر ہونے کے مواضع مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔

اس شق کا جواب مکمل تشریح کے ساتھ شرح ص نمبر (۲۶۳) پر ملاحظہ ہو

السوال ﴿۱۳۳﴾:۔ وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اَلْاٰنَ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَه وَدَوَامًا قَبْلَه نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبُ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَيْ وَلَمَّا يَنْفَعُهُ النَّدَمُ وَلَا تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ (۱) عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں (۲) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لما اور لم کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ ۱۴۲۱ھ

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ عبارت پر اعراب سوال کی عبارت دیکھ کر لگائیں۔ دوئم:۔ سلیس ترجمہ۔

سوئم:۔ عبارت کی ایسی تشریح جس سے لما اور لم میں فرق واضح ہو جائے یہ دونوں باتیں شرح ص نمبر (۲۶۷) پر ملاحظہ ہوں۔

السوال ﴿۱۳۴﴾: وَاعْلَمْ اَنَّه اِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًا بِلَا جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ وذلک فی اربع صور عبارت پر اعراب لگانے کے بعد مثالوں سے اس کی تشریح کریں اور مصنف نے جو چار صورتیں ذکر کی ہیں وہ بیان کریں۔ ۱۴۲۱ھ للبنات

الجواب:۔ اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پراعراب سوال کی عبارت دیکھ کرلگائیں۔ دوئم:۔مثالوں سے عبارت کی تشریح۔

سوئم:۔مصنفؒ کاذکرکردہ چاروں چیزوں کابیان یہ دونوں چیزیں مکمل وضاحت کے ساتھ شرح ص نمبر(۲۶۹) پرملاحظہ ہوں۔

السوال ﴿۱۳۵﴾:۔افعال قلوب اوران کاعمل بیان کرنے کے بعدان کے وہ چارخواص تحریرکریں جوکتاب میں مذکورہیں۔ ۱۴۰۹ھ

السوال ﴿۱۳۶﴾:۔واعلم ان لهذه الافعال خواص افعال قلوب کتنے ہیں اورکون سے ہیں اوران کےخواص تحریرکریں۔ ۱۴۱۳ھ

السوال ﴿۱۳۷﴾:۔افعال قلوب کتنے ہیں ان کےخواص مثالوں کےذریعہ واضح کریں۔ ۱۴۲۰ھ للبنات

السوال ﴿۱۳۸﴾:۔افعال قلوب کتنے اورکون سے ہیں ان کاعمل کیاہے مثالیں بھی ذکرکریں افعال قلوب کے چارخواص ہیں ان میں سے کم ازکم دوذکرکریں۔ ۱۴۱۵ھ

الجواب:۔ان چاروں سوالوں کے مجموعہ میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔افعال قلوب کی تعداداورتعیین توکل سات ہیں اوروہ یہ ہیں(۱) علمت(۲)ظننت(۳) حسبت(۴) خلت (۵)رأیت (۶)وجدت(۷)زعمت ان کوافعال یقین اورشک بھی کہتے ہیں علمت رأیت وجدت یقین کیلئے اور ظننت حسبت خلت شک کیلئے اور زعمت مشترک ہے۔

دوئم:۔ان کاعمل ومثال یہ مبتدأاورخبرپرداخل ہوتے ہیں ان کوبنابرمفعولیت کےنصب دیتے ہیں جیسے علمت زیدا عالما زیدامفعول اول عالمامفعول ثانی باقی مثالیں واضح ہیں۔

سوئم:۔افعال قلوب کےچارخواص مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔خاصہ(۱)ان افعال کے دومفعلوں میں سے کسی ایک پراکتفاء جائزنہیں ایک مذکورتودوسرابھی مذکورایک محذوف تودوسرابھی محذوف ہوگالہذا علمت زیدا فقط کہنا جائزنہیں۔خاصہ(۲)ان کےعمل کولفظااورمعنی باطل کرنا جائزہے جب کہ یہ افعال دونوں مفعولوں کےدرمیان میں یادونوں سےمؤخرواقع ہوں جیسے زید ظننت عالم اور زید عالم ظننت ۔خاصہ(۳)ان کاعمل لفظاباطل ہوتاہے معنی یہ عمل کرتے ہیں یہ اس وقت ہوگاجب یہ افعال قلوب استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عندك ام امرأة یاحرف نفی سے پہلےواقع ہوں جیسے علمت مازید فی الدار یالام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لزید منطلق ۔ خاصہ(۴)یہ ہے کہ ان میں یہ بات جائزہے کہ ان کافاعل اورمفعول بہ دونوں ضمیرمتصل ایک شئ کیلئے ہوں یعنی صرف متکلم کیلئے یاصرف مخاطب کیلئے یاصرف غائب کیلئے ہوں جیسے علمتنی منطلقا (میں نے اپنے آپ کوچلنے والاجانا)اس میں فاعل اورمفعول اول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جومتصل ہیں دونوں کامصداق متکلم ہےاورجیسے ظننتك فاضلا (تونے اپنے آپ کوفاضل گمان کیا)اس میں فاعل ومفعول اول دونوں مخاطب کی ضمیریں متصل ہیں دونوں کامصداق مخاطب ہے۔افعال قلوب کے علاوہ دوسرےافعال میں اس طرح جائزنہیں لہذاضربتنی (میں نے اپنے آپ کومارا)نہ جائزہے بلکہ فاعل اورمفعول کےدرمیان لفظ نفس کافاصلہ ضروری ہے کمامرفی تنازع الفعلین چنانچہ ضربت نفسی کہناجائزہے

السوال ﴿۱۳۹﴾: وَزَائِدَةٌ لَا يَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ؎

جِيَادُ ابْنِیْ اَبِیْ بَكْرٍ تَسَامٰی ☆ عَلٰی كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ .... اَیْ عَلَی الْمُسَوَّمَةِ

(الف) کان کے زائدہ ہونے کا کیا مطلب ہے (ب) مصنف نے اس شعر کو کس مقصد کیلئے ذکر کیا ہے (ج) مذکورہ شعر کا ترجمہ اور ترکیب کیجئے

۱۴۱۶ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔کان کے زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کان کو گرادیں تو جملہ کا معنی تبدیل نہ ہوگا۔

دوئم:۔مصنفؒ نے اس شعر کو کان کے زائدہ ہونے کیلئے بطور استشہاد و مثال پیش کیا ہے

سوئم:۔شعر کا ترجمہ: میرے بیٹے ابوبکر کے تیز رفتار گھوڑے ان عربی گھوڑوں پر جن پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے ہیں فوقیت رکھتے ہیں

چہارم:۔شعر کی ترکیب: شرح ص (۲۸۲) کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۴۰﴾: جِيَادُ ابْنِیْ اَبِیْ بَكْرٍ تَسَامٰی ☆ عَلٰی كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

شعر کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ کان کی کتنی قسمیں ہیں اور اس شعر میں کیا کیا ہیں اور شعر میں کونسی قسم استعمال ہوئی ہے ۱۴۰۴ھ للبنات

السوال ﴿۱۴۱﴾: جِيَادُ ابْنِیْ اَبِیْ بَكْرٍ تَسَامٰی ☆ عَلٰی كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

اس شعر کا پہلے تو سلیس اردو یا فارسی میں ترجمہ کرو پھر ترکیب کرو پھر یہ بتاؤ کہ یہ شعر کس بات کی مثال ہے ۱۴۰۶ھ للبنات

السوال ﴿۱۴۲﴾: جِيَادُ ابْنِیْ اَبِیْ بَكْرٍ تَسَامٰی ☆ عَلٰی كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ اس شعر کا اردو یا فارسی میں سلیس ترجمہ کریں۔شعر کی ترکیب کریں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ شعر کس چیز کی مثال کے طور پر ھدایۃ النحو میں ذخر کیا گیا ہے۔ ۱۴۱۵ھ

الجواب:۔ان تینوں سوالوں کے مجموعہ میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔شعر کا ترجمہ۔ دوئم:۔یہ شعر کس کی مثال ہے ان دونوں باتوں کا جواب سوال نمبر (۱۳۹) کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

سوئم:۔ترکیب: شرح حاشیہ ص (۲۸۲) پر ملاحظہ ہو۔

چہارم:۔کان کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا کیا ہیں شعر میں کون سی قسم کا استعمال ہے: کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ جیسے کان زید قائما (۲) تامہ جیسے کان المطر ای حصل المطر (۳) زائدہ جیسے شعر مذکور میں علی کان المسومۃ شعر میں کان زائدہ استعمال ہوا ہے۔

السوال ﴿۱۴۳﴾:۔افعال المدح والذم ما وضع لانشاء مدح او ذم افعال مدح اور افعال ذم ذکر کریں نعم کا فاعل کیا ہوتا ہے نکرہ ہوتا ہے یا معرفہ ہوتا ہے مثالوں سے وضاحت کریں نعم رجلا زید کی ترکیب کریں ۱۴۲۲ھ للبنات

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔افعال مدح وذم کون سے ہیں۔افعال مدح ذم دو ہیں نعم اور حبذا اورافعال ذم دو ہیں بئس اور ساء ۔

دوئم:۔نعم کا فاعل کیا ہوتا ہے تونعم کا فاعل کیسا ہوتا ہے۔اسم معرف باللام ہوگا جیسے نعم الرجل زید یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا جیسے نعم غلام الرجل زیداور کبھی اس کا فاعل ضمیر مبہم بھی ہوتا ہے اس وقت نکرہ منصوبہ اس کی تمیز ہوگا جیسے نعم رجلا زید۔

سوئم:۔نعم رجلا زید کی ترکیب:نعم فعل از افعال مدح ھوضمیر درو مستتر مرفوع محلا مبہم ممیز رجلا تمیز ممیز تمیز سے ملکر نعم کا فاعل فعل فاعل سے ملکر خبر مقدم زید مرفوع لفظا مبتداء موٴخر مبتداء خبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا دوسری ترکیب نعم رجلا جملہ فعلیہ انشائیہ ہوااور زید خبر ہے مبتداء محذوف ھو کی ھو مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

السوال ﴿۱۴۴﴾:۔ حُرُوْفُ الْـجَرِ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِافْضَاءِ الْفِعْلِ وَشِبْهِه اَوْ مَعْنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَا تَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهٰذَا فِى الدَّارِ اَبُوْكَ اَىْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ فِيْهِ عبارت کا ترجمہ اورتشریح کریں عبارت پر اعراب لگایئے آخری مثال کی نحوی ترکیب کیجئے۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ترجمہ وتشریح:ترجمہ:۔حروف جروہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کواس چیز تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہوں جس چیز کے ساتھ یہ حروف متصل ہیں۔

تشریح:۔اس عبارت میں حروف جر کی تعریف کا بیان ہے اور مثالوں سے وضاحت ہے حروف جر کی وضع اس مقصد کیلئے ہے کہ فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو کھینچ کر اپنے مدخول تک پہنچائیں خواہ ان کا مدخول اسم صریح ہو یا اسم تاویلی ہو۔فعل سے مراد فعل اصطلاحی ہے اور شبہ فعل سے مراد یہاں وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر،اسم فاعل،اسم مفعول،صفت مشبہ،اسم تفضیل اور معنی فعل سے مراد یہاں وہ چیز ہے جس سے فعل کے معنی سمجھے جائیں اوروہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ حروف تنبیہ حروف نداء ظرف جار مجرور اسم فعل حروف مشبہ بالفعل حروف تمنی حروف ترجی وغیرہ مررت بزید فعل کی مثال ہے انا مار بزید شبہ فعل کی مثال ہے ھذا فی الدار ابوک معنی فعل کی مثال ہے(یہ تیرا باپ گھر میں ہے)اس مثال میں ھذا اسم اشارہ سے اشیر فعل کا معنی سمجھا جارہا ہے تو ھذافی الدار ابوک کا معنی ہوگا اشیر الی ابیک فی الدار

دوئم:۔عبارت پر اعراب سوال کی عبارت دیکھ کر لگائیں۔

سوئم:۔آخری مثال کی نحوی ترکیب ھذا اسم اشارہ بمعنی اشیر مبتداء فی الدار جار مجرور ظرف لغو متعلق اس اشیر کے جو ھذا سے سمجھا جارہا ہے ابوک مضاف مضاف الیہ سے ملکر خبر مبتداء خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا

السوال ﴿۱۴۵﴾:۔حرف الباء کئی معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے آپ صرف ان میں سے چار بتائیں لیکن مثالوں کے ساتھ ۱۴۰۶ھ

الجواب:۔اس سوال میں صرف ایک چیز مطلوب ہے با کے چار معانی مع الامثلہ(۱) بـا برائے الصاق یعنی یہ بتلاتی ہے کہ کوئی چیز میرے

مدخول کے ساتھ ملصق و متصل ہے خواہ وہ لصوق و چمٹنا حقیقۃ ہو جیسے به داء یا مجازا ہو جیسے مررت بزید ۔ (۲) برائے استعانت یعنی یہ بتلاتی ہے کہ فاعل نے فعل میں میرے مدخول سے مدد طلب کی جیسے کتبت بالقلم ۔ (۳) برائے تعلیل یعنی یہ بتلاتی ہے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسے انکم ظلمتم انفسکم با تخاذکم العجل اس مثال میں با کا مدخول اتخاذ علت ہے ظلم کی ۔ (۴) برائے مصاحبت یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ اس کا مدخول ماقبل والے فعل کے معمول کا ساتھی ہے اور اس کے ساتھ شریک ہے تعلق فعل میں جیسے خرج زید بعشیرته ای مع عشیرته اس کی علامت یہ ہے کہ با کی جگہ لفظ مع رکھنا صحیح ہوتا ہے۔

السوال ﴿۱۴۶﴾: لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْ حَيَدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَالْاٰس

(الف) شعر کا با محاورہ ترجمہ کریں (ب) مذکورہ شعر کس بات کو ثابت کرنے کیلئے لایا گیا ہے واضح کریں۔ بنات ۱۴۱۹ھ

الجواب: ۔اس سوال میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول: ۔با محاورہ ترجمہ۔ اللہ کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانے کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکرہ ایسے اونچے پہاڑ پر جس میں ظیان (چنبیلی) اور آس (درخت ریحان) ہیں۔

دوئم: ۔شعر کی غرض: اس بات پر استشہاد اور مثال ہے کہ لام جارہ کبھی واؤ قسمیہ کے معنی میں لایا جاتا ہے اور جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جس پر تعجب کیا جاتا ہے مزید تشریح شرح ص (۲۹۶) میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۴۷﴾: وَوَاوُرُبَّ وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر ۔ وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْس اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْس

عبارت کی وضاحت کریں شعر کے ترجمہ کے ساتھ اعراب لگائیں۔ ۱۴۱۷ھ

السوال ﴿۱۴۸﴾: وَوَاوُرُبَّ وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر ۔ وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْس اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْس

واو رب کسے کہتے ہیں مذکورہ شعر کو مصنفؒ نے کس غرض کیلئے ذکر کیا ہے اس شعر کا ترجمہ اور ترکیب کیجیے۔ ۱۴۱۶ھ

الجواب: ۔ان دونوں سوالوں میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول: ۔واو رب کی تعریف: حروف جارہ میں سے اٹھواں حرف واو رب ہے یہ وہ واو ہے جو بمعنی رب ہو اور اس کے ساتھ کلام کو شروع کیا جائے واو رب ہمیشہ اسم ظاہر نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے یہ ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتی اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے۔

دوئم: ۔شعر پر اعراب سوال کی عبارت دیکھ کر لگائیں۔

سوئم: ۔شعر کا ترجمہ۔ میں نے بہت سے شہروں کو طے کیا کہ اس میں سوائے مٹیالہ رنگ کے ہرن اور سفید بالوں والے اونٹ کے کوئی انیس نہ تھا۔

چہارم: ۔شعر کی ترکیب: ۔شرح ص (۲۹۹) پر ملاحظہ فرمائیں۔

السوال ﴿۱۴۹﴾:۔حروف مشبہ بالفعل گن کران کا عمل بیان کیجیے۔انما قام زید میں ان نے کیوں عمل نہیں کیا اور فعل پر کیوں داخل ہوا۔ ۱۴۰۹ھ

السوال ﴿۱۵۰﴾:۔(الف) حروف مشبہ بالفعل کو ذکر کرنے کے بعد ان کا عمل ذکر کیجیے۔(ب) ان کی فعل کے ساتھ مشابہت کو واضح کیجیے۔(ج) آنے والی عبارت کو حل کیجیے وقد یلحقها ما الکافة فتکفها عن العمل وحینئذ تدخل علی الافعال تقول انما قام زید۔ ۱۴۱۶ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حروف مشبہ بالفعل کی تعداد۔تو کل چھ ہیں۔اس شعر میں مذکور ہیں۔شعر۔

ان بان کان لیت لکن لعل ☆ناصب اسم اند ورافع در خبر ضد ما ولا

دوئم:۔ان کا عمل: یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے مثلاً ان زیدا قائم۔

سوئم:۔حروف مشبہ بالفعل کی فعل کے ساتھ مشابہت کی وضاحت: حروف مشبہ بالفعل کی فعل کے ساتھ تین وجہ سے مشابہت ہے مشابہت لفظی، معنوی، عملی۔لفظی مشابہت۔یہ ہے کہ جیسے فعل مبنی بر فتح ہوتا ہے یہ بھی مبنی بر فتح ہے اور جیسے فعل، فعل ثلاثی ورباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بھی بعض ثلاثی اور بعض رباعی ہیں مثلا ان ان کان لیت لکن ثلاثی ہیں اور لعل جو اصل میں لعلل مثل دحرج ہے یہ رباعی ہے مشابہت معنوی یہ ہے کہ ان ان بمعنی حققت کان بمعنی شبہت لیت بمعنی تمنیت لعل بمعنی ترجیت لکن بمعنی استدرکت ہے اور مشابہت عملی یہ ہے کہ فعل متعدی جیسا عمل کرتے ہیں جیسے فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہوتا ہے ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو رفع دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ یہ حروف فعل کا فرعی عمل کرتے ہیں فعل کا اصلی عمل تو یہ ہے کہ فاعل مرفوع مقدم ہو اور مفعول منصوب مؤخر ہو مگر کبھی مفعول یہ کو مقدم کیا جاتا ہے تو حروف مشبہ بالفعل چونکہ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں تو ان کو فرعی عمل دیا گیا ہے ان کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوگی

چہارم:۔آنے والی عبارت وقد یلحقها الخ کا حل:۔اور انما قام زید میں ان کے عمل نہ کرنے اور فعل پر داخل ہونے کی وجہ عبارت و مسئلے کا حل یہ ہے کہ کبھی کبھی ان حروف کے آخر میں ما کافہ لاحق ہو جاتا ہے وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے اس صورت میں یہ افعال پر بھی داخل ہو جاتے ہیں جیسے انما قام زید امیں ان اسی وجہ سے عمل نہیں کر رہا اس کی آخر میں ما کافہ ہے جس نے اس کو عمل سے روک دیا اور اسی وجہ سے اب اس کا فعل پر داخل ہونا بھی صحیح ہے۔

السوال ﴿۱۵۱﴾:۔حروف عطف کتنے اور کون سے ہیں فا ثم حتی کے استعمال میں کیا فرق ہے؟ ۱۴۱۴ھ للبنات

السوال ﴿۱۵۲﴾:۔حروف عطف کتنے ہیں اور کون سے ہیں نیز و أو فا ثم حتی کن معانی کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور ان کے استعمال میں کیا فرق ہے۔ ۱۴۱۷ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حروف عطف کتنے ہیں اور کون سے ہیں۔تو وہ کل دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں۔

دوئم:۔ وأو فا ثم حتی، کن معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔تو یہ چاروں جمع کیلئے آتے ہیں یعنی معطوف معطوف علیہ کو اس حکم میں جمع کرنے کیلئے آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کیلئے ہوتا ہے۔

سوئم:۔ان کے استعمال میں کیا فرق ہے (۱) تو ان میں وأو مطلق جمع کیلئے ہے معطوف اور معطوف علیہ میں ترتیب اور معیت کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء زید و عمر و یہ بھی احتمال ہے کہ زید پہلے اور عمر بعد میں آیا ہو اور برعکس کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ساتھ آئے ہوں۔(۲) فا ترتیب بلامہلت کیلئے ہے جیسے قام زید فعمرو اس وقت کہا جائے گا جب زید پہلے کھڑا ہو اور عمرو اس کے فورا بعد بغیر مہلت کے کھڑا ہو (۳) ثم ترتیب مع المہلت کیلئے ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں ایک حکم میں مشترک ہیں لیکن معطوف علیہ پر حکم پہلے لگا اور معطوف پر اس کے بعد کچھ تاخیر و مہلت کے ساتھ لگا ہے جیسے دخل زید ثم عمرو اس وقت بولا جائے گا جب زید پہلے داخل ہوا ہو اور عمر و بعد میں اور ان کے درمیان مہلت بھی ہو (۴) حتـــی بھی ثم کی طرح ہے ترتیب اور مہلت میں مگر ان میں تھوڑا سا فرق ہے کہ حتی کی مہلت ثم کی مہلت سے کم ہوتی ہے اور حتی میں یہ شرط ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو کیونکہ حتی غایت کیلئے آتا ہے اور غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے اور پھر یہ حتی معطوف میں یا قوت کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف معطوف علیہ کے افراد اور اجزاء میں سے قوی فرد و جزو ہوتا ہے جیسے مات الناس حتی الانبیاء اس مثال میں انبیاء ناس کا قوی فرد ہیں۔یا حتی معطوف میں ضعف کا فائدہ دیتا ہے یعنی معطوف معطوف علیہ کے افراد و اجزاء میں سے ضعیف فرد و جزو ہوتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاة (حاجی آگئے حتی کہ پیادے آگئے) مشاة (پیدل چلنے والا) حاج معطوف علیہ کا جزو ضعیف ہے۔

السوال ﴿۱۵۳﴾:۔حروف تنبیہ کون سے ہیں یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں یا مفرد پر تفصیل سے لکھیں۔

اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَکَ وَالَّذِی ☆ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالَّذِیْ اَمْرُہ الْاَمْر

اس شعر کو مصنف نے کس کیلئے پیش کیا ہے اما کیا ہے اور اما کے بعد واؤ کون سا ہے اور شعر کا مطلب کیا ہے۔ سنہ ۱۴۲۰ھ

الجواب:۔اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حروف تنبیہ کون سے ہیں کل تین ہیں (۱) الا (۲) اما (۳) ھا۔

دوئم:۔جملہ پر داخل ہوتے ہیں یا مفرد پر: تو ان میں سے اول دو جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو مفرد پر داخل نہیں ہوتے۔ اسمیہ کی مثال۔ الا انهم هم المفسدون اور قول شاعر واما والذی الخ جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال جیسے اما لا تفعل الالا تضرب اور ھا حرف تنبیہ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھا زید قائم اور فعلیہ پر بھی جیسے ھا افعل اور مفرد پر بھی جیسے هذا، هؤلاء وغیرہ۔

سوئم:۔شعر کی غرض اور اما کی تحقیق اور واؤ کی تحقیق: تو غرض یہی ہے کہ جس کو مصنف نے اس کو بطور استشہاد و مثال کے پیش کیا کہ اما حرف تنبیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے اس میں اما حرف تنبیہ ہے اور واؤ قسمیہ ہے۔

چہارم:۔شعر کا مطلب۔شاعر مخاطب کو تنبیہ کرتا ہے کہ خبردار قسم ہے اس کی جو رولاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم ہے اس کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اس کی جس کا حکم حکم ہے۔جواب قسم اگلے شعر میں مذکور ہے۔

السوال ﴿۱۵۴﴾:۔حروف ایجاب کتنے ہیں اور کون سے ہیں ان کے محل استعمال کو واضح کریں۔ ۱۴۱۵ھ للبنات

السوال ﴿۱۵۵﴾:۔حروف الایجاب ستة حروف ایجاب کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں ہر ایک کا موقع استعمال اور مثالیں تحریر کریں۔ ۱۴۲۱ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حروف ایجاب کتنے ہیں اور کون سے ہیں۔حروف ایجاب کل چھ ہیں۔

(۱)نعم (۲)بلی (۳) اجل (۴)جیری (۵) ان (۶) ای۔

دوئم:۔ان کے محل استعمال اور مثال کی وضاحت شرح میں ص نمبر (۳۱۵) پر ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۵۶﴾:۔حروف الزیادة سبعة حروف زیادہ کون سے ہیں زائدہ ہونے کا مطلب واضح کریں حروف زیادہ مع امثلہ ذکر کریں۔ ۱۴۱۹ھ للبنات

السوال ﴿۱۵۷﴾:۔حروف زیادہ کتنے ہیں مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ ۱۴۲۰ھ للبنات

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں دو چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حروف زیادۃ کتنے ہیں اور کون سے ہیں اور مع الامثلہ وضاحت:حروف زیادہ کل سات ہیں اور وہ یہ ہیں (۱)ان جیسے ما ان زید قائم (۲)ان جیسے فلما ان جاء البشیر (۳)ما جیسے اذا ماصمبت صمت (۴)لا جیسے ما جائنی زید ولا عمرو یالا اقسم بهذاالبلد(۵)من جیسے ما جاء نی من احد(۶)با جیسے ما زید بقائم (۷)لام جیسے ردف لکم۔

فائدہ:۔ہر حرف کی تفصیل شرح ص نمبر (۳۱۶) پر ملاحظہ ہو۔

دوئم:۔زائدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل نہ آئے۔یہ مطلب نہیں کہ بالکل بے فائدہ ہیں بلکہ انکے بہت سے فوائد ہیں کلام میں خوبصورت اور تزیین پیدا کرتے ہیں۔تاکید کا فائدہ دیتے ہیں۔نیز زائدہ ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر جگہ زائدہ ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کلام میں کسی حرف کو زائد کیا جائے گا تو ان میں سے کسی ایک کو زائد کیا جائے گا۔

السوال ﴿۱۵۸﴾:۔حروف مصدر کتنے ہیں اور ان کا آپس میں فرق کیا ہے؟

یَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَه ذَهَابَا

کس حرف مصدر کی مثل ہے اور شعر کا ترجمہ کیا ہے؟ ۱۴۰۴ھ

السوال ﴿۱۵۹﴾:۔حروف المصدریة ثلاثة حروف مصدر کون سے ہیں اور ان میں فرق واضح کرنے کے بعد مندرجہ ذیل شعر کا

ترجمہ اور ترکیب کیجیے اور بتائیے کہ مصنفؒ نے اس شعر کو کس مقصد کیلئے ذکر کیا ہے۔ ۱۴۱۶ھ

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَه ذَهَابَا

السوال ﴿۱۲۰﴾:۔فَصْل حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلَاثَةٌ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاُوْلَيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِه تَعَالٰی وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِیْ☆ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَه ذَهَابَا عبارت کی تشریح اور ترجمہ کرنے کے بعد شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ ۱۴۲۱ھ للبنات

السوال ﴿۱۲۱﴾:۔حروف المصدر ثلاثۃ حروف مصدر کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں ان میں فرق واضح کیجیے اور درج ذیل شعر کا ترجمہ اور ترکیب بھی لکھیں یسر المرء الخ۔ ۱۴۲۲ھ

الجواب:۔ان چاروں سوالوں میں چھ چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔ترجمہ تشریح شرح ص (۳۱۹) میں دیکھیں۔

دوئم:۔حروف مصدر کتنے اور کون سے ہیں تو کل تین ہیں (۱) ما (۲) ان (۳) ان۔

سوئم:ان میں فرق واضح کریں اوّل دو ما اور ان جملہ فعلیہ پر داخل ہوکر اسکو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں جیسے وضاقت علیہم الارض بما رحبت ما مصدریہ نے رحبت جملہ فعلیہ کو مصدر کی تاویل میں کردیا ای بر جہا ان کی مثال جیسے فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اس مثال میں ان مصدریہ نے قالوا جملہ فعلیہ کو مصدر کی تاویل میں کردیا ای قولہم اوران جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر اسکو مصدر کی تاویل میں کرتا ہے جیسے علمت انک قائم اس مثال میں ان نے جملہ اسمیہ کو مصدر قیامک کے معنی میں کردیا۔

چہارم:۔شعر مذکور کا مقصد مصنفؒ نے ما مصدریہ کی مثال واستشہاد کیلئے اس کو پیش کیا ہے کہ شعر میں ما جملہ فعلیہ پر داخل ہوکر اس کو مصدر کی تاویل میں کررہی ہے۔

پنجم:شعر کا ترجمہ:۔راتوں کا گزرنا مرد کو خوش کرتا ہے حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کیلئے گزرنا ہے یعنی عیش وعشرت وسرور میں راتیں گزارتا ہے اور اس بات سے غافل ہے کہ راتوں کا گزرنا بعینہ اس کی زندگی کا گزرنا ہے اور ختم ہونا ہے۔

ششم:۔شعر کی ترکیب شرح ص (۳۱۹) کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔

السوال ﴿۱۲۲﴾:۔حروف تحضیض کن کو کہتے ہیں اور کتنے ہیں اوران کی ایک ایک کی مثال بھی دیجیے۔ ۱۴۱۹ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔تحضیض کا لغوی معنی برانگیختہ کرنا، ترغیب دینا۔حروف تحضیض وہ ہیں جو کسی فعل پر برانگیختہ کرنے اور اس کی ترغیب دینے کیلئے آتے ہیں اگر فعل مضارع پر داخل ہوں اور اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو پھر یہ ترک فعل پر ملامت کا معنی دیتے ہیں۔

دوئم:۔تعداد حروف تحضیض کل چار ہیں (۱) ھلا (۲) الا (۳) لولا (۴) لوما۔

سوئم:۔مثال یہ ہمیشہ شروع کلام میں آتے ہیں مضارع پر داخل ہونے کی مثال ھلا تاکل تو کیوں نہیں کھاتا یعنی تجھے کھانا چاہیے۔ (۲)الاتضرب زیدا (۳)لولاتذھب (۴)لو ما تجلس۔

السوال ﴿۱٦۱﴾:۔حرف توقع کا دوسرا نام کیا ہے کتنے معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے امثلہ کے ساتھ وضاحت کریں

یسر المرء ما ذھب اللیالی ☆ وکان ذھابہن لہ ذھابا

شعر پر اعراب لگائیں ترجمہ کریں اور ممثل لہ کی وضاحت کریں۔ ۱۴۱۸ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔حرف توقع یعنی قد کا دوسرا نام حرف التقریب ہے۔

دوئم:۔کتنی معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے امثلہ سے وضاحت کریں: یہ چار معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے(۱) برائے تقریب یعنی جب حرف قد ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے قد رکب الامیر ای قبیل ھذا یعنی تھوڑا سا پہلے سوار ہوا (۲) برائے تاکید یعنی کبھی محض تاکید کیلئے آتا ہے تو تقریب والے معنی سے خالی ہوتا ہے جیسے کسی شخص نے سوال کیا ھل قام زید تو اس کے جواب میں کہا گیا قد قام زید (تحقیق زید کھڑا ہے) (۳) جب مضارع پر داخل ہو تو برائے تقلیل ہوتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق (تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے) ان الجواد قد یبخل (سخی کبھی بخل کرتا ہے) (۴) مضارع پر داخل ہو کر کبھی تحقیق کا معنی بھی دیتا ہے جیسے قد یعلم اللہ المعوقین (تحقیق اللہ روکنے والوں کو جانتا ہے)

سوئم:۔یسرء المرء الخ اس شعر پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں ممثل لہ کی وضاحت یسر المرء الخ اس شعر کو ما مصدریہ کی مثال کیلئے ذکر کیا گیا ہے ما مصدریہ نے ذھب اللیالی جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر اس کو مصدر کی تاویل میں کر دیا ذھاب اللیالی کے معنی میں ہو گیا۔

شعر پر اعراب سوال نمبر ۱٦۳ کی سوالیہ عبارت میں دیکھیں ترجمہ شعر سوال نمبر ۱٦۱ میں دیکھی لیں

السوال ﴿۱٦۴﴾:۔ اَلتَّنوِینُ نُونٌ سَاکِنَۃٌ تَتبَعُ حَرکَۃَ اٰخِرِ الکَلِمَۃِ لَا لِتَاکِیدِ الفِعلِ وَھِیَ خَمسَۃُ اَقسَامٍ اَلاَوَّلِ لِلتَّمَکُّنِ (۱) مذکورہ عبارت پر اعراب لگائیں (۲) تنوین کی تعریف کرنے کے بعد اس کے اقسام خمسہ بیان کریں مثالیں بھی تحریر کریں۔ ۱۴۱۸ھ للبنات

السوال ﴿۱٦۵﴾:۔تنوین کے کتنے اقسام ہیں تفصیل سے بیان کریں اور مثالیں بھی دیں۔ ۱۴۰۹ھ

الجواب:۔ان دونوں سوالوں میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت پر اعراب سوالیہ عبارت پر دیکھیں۔

دوئم:۔تنوین کی تعریف: تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کیلئے نہ ہو بعض حضرات نے یہ تعریف بھی کی ہے کہ نون تنوین وہ نون ساکن ہے جو پڑھنے میں آئے لکھنے میں نہ آئے دوز بر دوز یر دو پیش لکھے جاتے ہیں۔

سوئم:۔تنوین کے اقسام مع امثلہ تنوین کی کل پانچ قسمیں ہیں (۱) تمکن (۲) تنکر (۳) عوض (۴) تقابل (۵) ترنم۔

(۱) تنوین تمکن:۔وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضا میں راسخ ہے اور اسمیت کا تقاضا انصراف ہے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرے جیسے زیداور رجل وغیرہ ۔(۲) تنوین تنکر:۔وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہ اس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما چپ کرچپ کرنا کسی وقت چپ کرنا۔

(۳) تنوین عوض:۔۔وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض ہو یعنی مضاف کے آخر میں مضاف الیہ کے عوض میں آئے جیسے حینئذ اصل میں حین اذ کان کذا تھا کان کذا کو حذف کر کے اس کے عوض اذ پر تنوین لے آئے۔

(۴) تنوین مقابلہ وتقابل:۔وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں ہو (جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے) جیسے مسلمات۔

(۵) تنوین ترنم:۔وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہو تحسین صوت کیلئے جیسے شاعر کا قول اقلی اللوم الخ اس شعر میں العتابن اور اصابن میں تنوین ترنم ہے۔

السوال ﴿۱۶۶﴾:۔وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَالَّذِیْ یَلْحَقُ اٰخِرَالْاَبْیَاتِ وَالْمَصَارِیْعِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

۔ اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

اس عبارت کی وضاحت کریں تنوین کی تعریف اور اس کے باقی اقسام کی تعریف مع الامثلہ تحریر کریں۔ سـ۱۴۱۳ھ

الجواب:۔اس سوال میں تین چیزیں مطلوب ہیں۔

اول:۔عبارت کی وضاحت:مصنف نے اس عبارت میں تنوین کی قسم خامس تنوین ترنم کی تعریف اور مثال ذکر فرمائی تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہو تحسین صوت کیلئے جیسے شاعر کا قول

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

یہ شعر جریر بن عطیہ کا ہے جو شعراء اسلام میں سے ہے۔

شعر کا ترجمہ:۔کم کر تو ملامت کو اے ملامت گر اور عتاب کو اور کہہ اگر میں صواب کو پہنچوں (یعنی میں اچھا کام کروں) کہ وہ صواب کو پہنچا (یعنی اس نے اچھا کام کیا)۔

دوئم:۔تنوین کی تعریف۔

سوئم:۔تنوین ترنم کے علاوہ باقی اقسام کی تعریف مع الامثلہ۔ان دونوں باتوں کا جواب سوال نمبر ۱۶۵ کے جواب میں ملاحظہ ہو

اللھم لک الحمد کما تقول وخیرا مما نقول